اصحاب احمد

جلد دومؔ

سیرت
حضرت نواب محمد علی خان صاحب

مؤلفہ

ملک صلاح الدین ایم۔اے

نام کتب: .... اصحاب احمد جلد دوم

مصنف: .... ملک صلاح الدین ایم

ناشر: .... عبدالمنان کوثر

مطبع: .... ضیاءالاسلام پریس ربوہ (چناب نگر)

فہرست عنوانات

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

عناوین	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عناوین
463	بزرگانِ سلسلہ کی طرف سے تحریکات
465	معزز الحکم کی اعانت
466	دارالضعفاء کے لئے زمین دینا
466	الفضل کے اجراء میں اعانت
467	۱۹۱۳ء کا افسوسناک سال
467	سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت
468	فتنہ ملکانہ کے موقعہ پر ایک ہزار روپیہ دینا
469	تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج میں شمولیت
470	نواب صاحب کا دوسروں کو چندہ کی تحریک کرنا
471	فونوگراف سے تبلیغ
481	حضور کے سفرِ سیالکوٹ کے لئے خدمت
482	قیامِ قادیان۔ایک خدمت
483	قادیان میں فنانشل کمشنر کی آمد
485	حضرت خلیفہ اوّل سے محبت اور آپ کی خدمت اور آپ کی نواب صاحب سے محبت
492	خدماتِ صدر انجمن احمدیہ وغیرہ
495	غیبت سے نفرت، صاف گوئی، جرأت، بزرگوں کی قدر
501	صبر و استقامت، توکل اور عفاف
506	احمدیت کے لئے جذبۂ قدر و احترام، الحب للہ والبغض للہ، غیروں سے حسن سلوک
517	پابندیٔ صوم و صلوٰۃ، تہجد گزاری اور تلاوت قرآنِ مجید
520	حضرت نواب صاحب کی ڈائری۔(۹رجنوری ۱۸۹۸ء تا ۲۹رمئی ۱۹۰۸ء)
609	نشانات
609	معجزہ شفایابی میاں عبدالرحیم خاں صاحب
613	خاندانی حقوق کے متعلق معجزانہ کامیابی
615	ایک پیشگوئی کے شاہد
618	مزید ذکر لٹریچر میں
620	مرض الموت
621	وفات اور تجہیز و تدفین
623	آپ کی ایک نیکی اور اللہ تعالیٰ کا فضل

عناوین	صفحہ نمبر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد مع التسلیم

عرضِ حال

میں اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں کہ محض اس کے فضل اور رحم سے اصحابِ احمدؑ کی جلد دوم پایہ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔اور آئندہ بھی اسی سے استعانت کرتا ہوں رَبِّ اِنِّیۡ لِمَا اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعِلِّیُ الۡعَظِیۡم۔

جلد اوّل پر تبصرے

جلد اوّل کے متعلق بزرگانِ کرام اور سلسلہ کے اخبارات کے بعض تاثرات کا ذیل میں اندراج کیا جاتا ہے:

۱- قمرالانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''کتاب بہت خوب ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے اخلاص اور محنت کو قبول فرمائے اور اس (کی) اشاعت کو مثمرِ ثمراتِ حسنہ بنائے۔آمین۔''

پھر تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کی تصنیف اصحابِ احمدؑ مجھے مل گئی تھی۔جزاکم اللہ بہت اچھی اور محنت سے لکھی ہوئی ہے۔مگر بعض خفیف غلطیاں ہوگئی ہیں جن کے متعلق کتاب کو دوبارہ پڑھ کر اطلاع دے سکوں گا۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت کا اجر عطا فرمائے۔''

۲- حضرت سیدّہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتی ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کے کام اور محنت اور ارادوں میں برکت دے اور یہ مبارک کام اُس کی نصرت سے احسن طور پر آپ کے ہاتھوں سے انجام کو پہنچے اور ہمیشہ ہمیش تک دُنیا کے لئے بابرکت اور آپ کے لئے ثواب خیر کا موجب ہو۔آمین۔''

۳- حضرت سیّدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام تحریر فرماتی ہیں:

''یہ کام آپ کا تاریخ احمدیت میں قیامت تک یادگار رہے گا۔اس سے استفادہ اٹھانیوالے آپکو مسلسل ثواب پہنچانے والے ثابت ہونگے۔انشاءاللہ۔اس قسم کی کتب جو دراصل تاریخ ہیں آئندہ نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دُہرا اجر دینا ہے انشاءاللہ۔

ایک تو قادیان کی بابرکت رہائش اور پھر اسی ضمن میں یہ شاندار خدمات۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔''

۴- حضرت حافظ سید مختار احمدؓ صاحب شاہجہانپوری مقیم ربوہ تحریر فرماتے ہیں:

''میں اس نہایت مفید تالیف پر بڑی مسّرت سے آپ کو مبارک باد دیتا ہوں ۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''

......بعض صاحبوں نے اس کی ترتیب کے متعلق مجھ سے کلام کیا ہے...... بڑی ہستیوں کے حالات لکھنے پر تو بہتوں کو توجہ ہوسکتی ہے مگر جو لوگ زیادہ شہرت نہیں رکھتے ان کی طرف توجّہ کرنے والے بھی کم ہوتے ہیں اور ان کے حالات کا علم بھی کم لوگوں کو ہوتا ہے اگر ان کے حالات محفوظ نہ کرلئے جائیں تو اکثر رہ جاتے اور پھر محفوظ نہیں کئے جاسکتے۔''

۵- حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نزیل پشاور تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے تصنیف کے بعض پہلوؤں کے لحاظ سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اِس کارِ خیر میں بہت ہی بڑی محنت اور جدوجہد سے کام لیا ہے۔''

حضرت مولوی صاحب کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس مفصّل مکتوب میں مفید ہدایات رقم فرمائی ہیں۔

۶- حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پراونشل امیر صوبہ سرحد (پاکستان) تحریر فرماتے ہیں:

''ان کی زندگی کے حالات مختصر صورت میں جمع ......کرنے میں کاوشِ طبع سے کام لیا ہے۔سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **اصحابی کا لنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** یعنی میرے اصحاب ستارے ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤ گے۔اِسی طرح حضرت احمد قادیانی نے فرمایا ہے ؎

صحابہ سے ملا جب مُجھ کو پایا

......پس ان کے حالات کا جمع کرنا اور شائع کرنا جماعتِ احمدیہ کی آنے والی نسلوں کے واسطے موجبِ ازدیادِ ایمان وعرفان ہونگے اور تقویٰ وطہارت میں ترقی کا موجب ہونگے اور دعوۃ وتبلیغ میں ممدّ ہونگے۔اس کمی کو پورا کرنے کا عملی ثبوت ملک صلاح الدین صاحب نے دیا۔جزاھم اللہ احسن الجزاء ۔......دارالمسیح اور مساجد قادیان وغیرہ کے نقشوں نے کافی محنت لی ہے اور ایک ضروری ریکارڈ محفوظ کرلیا ہے۔موقع برموقع صحابہؓ کی تصاویر بھی شامل ہیں جن پر ضرور بڑا خرچ آیا ہوگا...... کتاب کو پڑھ کر دل مسرور اور محظوظ ہوا اور بے اختیار ملک صاحب موصوف کے حق میں دُعا نکلی۔اللہ تعالیٰ ان کو عمرِ دراز۔صحتِ کامل اور ہمّتِ عالیہ دے کہ وہ اس سلسلہ کو تکمیل تک پہنچا سکیں۔آمین۔''

۷- معزز الفضل نے ذیل کا تبصرہ شائع کیا:

''اب تک احمدیہ لٹریچر میں کوئی ایسی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کے سوانحی حالات ایک جگہ مرتّب کئے گئے ہوں۔اِس ضرورت کو ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے ناظر تعلیم وتربیت قادیان نے محسوس کیا اور عرصہ دراز کی محنت وکاوش کے بعد ''اصحاب احمدؑ'' کے نام سے صحابہ مسیح موعودؑ کا تذکرہ بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔یہ اس مقدّس تذکرہ کی پہلی جلد ہے جس میں چودہ صحابہؓ مسیح موعودؑ کے مفصل ومکمّل حالات۔آٹھ عدد تصاویر، قادیان کے مقدس مقامات کے پندرہ نقشے اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیحؑ الثانی ایدہ تعالیٰ بنصر العزیز وحضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے کئی خطوط کے عکس شامل ہیں......بحیثیت مجموعی کتاب نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔یہ عظیم الشان کام اگر اس وقت نہ کیا جاتا تو پھر کبھی اس کے ہونے کی امید نہ تھی۔اللہ تعالیٰ ملک صلاح الدین صاحب کو جزائے خیر دے جنھوں نے اس کی ترتیب وتالیف میں پہلے کافی محنت برداشت کی اور پھر بڑی مشکلات اٹھا کر قریباً دوہزار روپیہ اس کی طباعت اور تیاری میں خرچ کیا جب جاکر یہ نایاب چیز زیورِ طبع سے آراستہ ہوسکی۔اب ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہر احمدی کے گھر میں یہ کتاب موجود ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدّس صحابہؓ کے ذاتی حالات سے ہر شخص نصیحت اور سبق حاصل کرے اور ان کی زندگیوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے۔'' [۱]

۸- مکرم شیم احمد صاحب کی طرف سے المصلح کراچی میں ذیل کا تبصرہ شائع ہوا:

''اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے ناظر تعلیم وتربیت قادیان

دارالامان کونوازے اورانہیں اپنی رحمتِ خاص سے جزاعطافرمائے جنہوں نے اصحابِ احمدؑ کی پہلی جلد حال ہی میں شائع کر کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰ ۃ والسلام کے صحابہؓ کے حالات کی اشاعت کا مبارک کام شروع کیا ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے حالات کومحفوظ کرنے کیلئے ہمارے بزرگوں نے اس زمانے میں جب کہ نہ توسفر کی سہولتیں میسّر تھیں اور نہ چھاپے خانوں کی جس محنت اور جانفشانی سے کام کیا ہے وہ بے نظیر ہے۔حقیقت یہ ہے آج تمام سہولتیں میّسر ہونے کے باوجود ہم اس وقت تک اس بارے میں اس مقدّس کام کا عشرِ عشیر بھی سرانجام نہیں دے سکے جو ہمارے بزرگوں نے کوئی بھی سہولت میّسر نہ ہونے کے باوجود اس بے سروسامانی کی حالت میں دنیا کومکمل کر دکھایا تھا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو نبی کے ساتھ پیوست کر دیتے ہیں۔وہ خدا تعالیٰ کی برکات سے حصّہ پا کر دنیا کے لئے ابر رحمت بن جاتے ہیں اور دنیا کے لوگ ان کی وجہ سے بہت سی بلاؤں اور آفات سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔آج مغربیّت کے اثر کے ماتحت گو ہم ان مقدّس انسانوں کے مدارج کی حقیقت کو کما حقہ نہ سمجھ سکیں لیکن خوب یادرکھیں کہ وہ وقت دُورنہیں جب کہ ہم کو پچھتانا پڑے گا۔اور کفِ افسوس مل کر کہنا پڑے گا کہ کاش ہم وقت پراُن خدا تعالیٰ کے زندہ نشانوں سے فائدہ اُٹھاتے۔ہم وقت پر ان کی قدر کرتے اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے تئیں اُن کے رنگ میں رنگین کر لیتے۔

وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ کے مامور اور مرسل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰ ۃ والسلام پر ابتدائی زمانہ میں ایمان لانے کی سعادت بخشی ان کی زندگیوں کے ایمان افزا اور رُوح پرور واقعات کے نظارے صدیوں بعد ہی مشاہدے میں آسکتے ہیں۔ایسے انسانوں کی زندگی کے حالات کوقلمبند اور محفوظ کرنے کے لئے جوبھی سعی کی جائے وہ قابلِ قدر ہے۔آنے والی نسلیں اس انسان پر دُعا اور سلام بھیجیں گی جس نے صحابہؓ کے حالات محفوظ کر کے دنیا کو ایک بیش بہا نعمت سے متمتع ہونے کا موقع بہم پہنچایا ہے۔‘‘(بابت ۵۱-۹-۲۳)

اِن کے علاوہ اور بھی بہت سے احباب نے خوشی کا اظہار فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔فجز اہم اللہ تعالیٰ۔سارے خطوط محفوظ نہیں رہ سکے چنانچہ ایسے خطوط مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ربوہ۔مکرم سیّد ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ وتبلیغ ربوہ۔اخویم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ وکیل الاعلیٰ ربوہ سابق امام مسجد لندن۔اخویم شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ۔اخویم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور اخویم چوہدری ظہور احمد صاحب معاون ناظر بیت المال ربوہ کی طرف سے موصول ہوئے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ اپنے پیارے آقا علیہ وعلیٰ مطاعہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ان تاثرات کا باعث ہوئی ہے۔ پیارے اور محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر بات دل کو بھاتی ہے اور چونکہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوالِ مبارکہ وغیرہ اس کتاب میں درج تھے اس لئے احباب نے کتاب کو بصد شوق قبول فرمایا۔

جلد دوم کے متعلق

حضرت نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات کی فراہمی کیلئے میں نے اپنی بساط کے مطابق کافی کوشش کی۔ حالات کی فراہمی آپؓ کی وفات کے جلد بعد شروع کر دی تھی۔ فسادات میں اِس ضمن میں میں نے کام جاری رکھا چنانچہ ۳؍ اکتوبر ۴۷ء کو جب کہ قادیان پر حملہ ہوا میں اس تعلق میں ڈائری کی نقل کر رہا تھا ضیاع کے خوف سے حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں لاہور بھجوادی۔ اس ضمن میں تین دفعہ مالیر کوٹلہ کا سفر کر کے بہت سی مفید معلومات مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خان صاحب سے حاصل کیں اور بہت سی خط وکتابت بھی کرنی پڑی۔ سر سیّد کی تحریک کے تعلق میں علیگڑھ سے بھی بعض کوائف حاصل کئے۔ علاوہ ازیں سلسلہ کی مطبوعات پر بھی وسیع نظر ڈال کر سلسلہ کے اخبارات ورسائل الحکم، البدر، بدر، ریویو آف ریلیجنز، تشحیذ الاذہان، الفضل، رسالہ تعلیم الاسلام کے علاوہ براہین احمدیّہ، ازالہ اوہام، آئینہ کمالاتِ اسلام، انجام آتھم، انوارالاسلام، ضیاء الحق، نزول المسیحؑ، جلسہ احباب، حقیقۃ الوحی، تبلیغ رسالت، مکتوبات احمدیہ، مکتوبات امام بنام غلام، منصب خلافت، برکاتِ خلافت، القول الفصل، انوارِ خلافت، حقیقۃ الامر، آئینہ صداقت، اظہار حقیقت، کشف الاختلاف، اہلِ پیغام کے بعض خاص کارنامے، سیرۃ مسیح موعودؑ، سیرۃ المہدی، تذکرۃ المہدی، ذکر حبیبؑ اور آئینہ حق نما سے استفادہ کیا اور غیر مبائعین کی کتب میں مجدّد اعظم اور اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب اور مخالفین کے لٹریچر میں سے ایک امر کے لئے رسالہ اشاعۃ السنّہ کو مدنظر رکھا گیا۔ جلیل القدر صحابہ کے تعلق میں خصوصاً بہت زیادہ محنت اور جانفشانی درکار ہے اور مجھے اس اقرار میں باک نہیں کہ اس سلسلہ میں ابھی مزید محنت کی گنجائش تھی۔ جو قلّت علم اور قلّت وقت کے پیش نظر یا مجبوری حالات نہیں کی جاسکی۔

جِلد دوم کی خصوصیات

جلد ہذا کی بعض خصوصیات احباب کے علم کے لئے درج ذیل کی جاتی ہیں:

(۱) الحمدللہ کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو درجن کے قریب غیر مطبوعہ مکتوبات شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے جن میں حضورؑ کی غیر مطبوعہ وحی درج ہے اسی طرح حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا

ایک غیر مطبوعہ مکتوب درج کیا ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیر مطبوعہ وحی درج ہے۔

(۲) خلافتِ اولیٰ میں پیدا ہونے والے فتنہ کے متعلق نئی پود کی خاطر بہت سی تفصیل دی گئی ہے۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا اعلان اخبار الرحمت میں ایک مضمون کے شائع ہونے کے سلسلہ میں اس امر کی اہمیت ظاہر کرتا ہے اِس فتنہ کے تعلق میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت نواب صاحبؓ کے بعض غیر مطبوعہ مکتوبات شائع کئے گئے ہیں۔

(۳) میری خوش قسمتی ہے کہ اس کتاب میں مجھے مندرجہ ذیل صحابہ کرام سے استفادہ کر کے اس کتاب کو زینت دینے کا موقعہ ملا۔ (۱) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ (۲) حضرت اُمّ المومنین اطال اللہ بقاءھا (۳) حضرت امّاں جی اہلبیت حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ (۴) قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (۵) سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ (۶) سیّدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ (۷) شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی (۸) مفتی محمد صادق صاحب (۹) مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی (۱۰) میاں محمدؐ الدین صاحب واصلباقی نویس درویش مرحوم (۱۱) بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی درویش (۱۲) بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش (۱۳) مولوی محمد الدین صاحب بی۔اے سابق مبلغ امریکہ و ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام قادیان حال ناظر تعلیم و تربیت ربوہ (۱۴) ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے سابق مبلغ جرمنی وانگلستان و مدیر ریویو آف ریلیجنز (اردو وانگریزی) حال ربوہ (۱۵) نواب میاں محمد عبداللہ خاں صاحب (۱۶) مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان (۱۷) نواب میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب (۱۸) چوہدری نور احمد خاں صاحب (سابق سکنہ سٹروعہ ضلع ہوشیار پور) کارکن پنشنز صدر انجمن احمدیہ حال مقیم بمقام درہٹہ۔ ڈاکخانہ حرم گیٹ۔ بستی نیل کوٹ ضلع ملتان (۱۹) ڈاکٹر عطر الدین صاحب درویش (۲۰) میاں محمد عبداللہ خاں صاحب پٹھان درویش کارکن دفتر محاسب قادیان (۲۱) سیّد عبدالرحمٰن صاحب متوطن امریکہ (پسر سیّد عزیز الرحمٰن صاحب منصوری)

(۴) حضرت خلیفۃ المسیحؓ اوّل اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور حضرت حکیم مولوی فضل الدین صاحبؓ اور حضرت حافظ احمد اللہ صاحبؓ کے بعض غیر مطبوعہ خطوط محفوظ کرنے اور بعض کے چربے شائع کرنے کا موقع ملا ہے۔

۵- ضمناً ۳۱۳ صحابہؓ اور بعض دیگر صحابہؓ کے سوانح بھی درج کئے گئے ہیں۔ اور مجھے اُمید نہیں کہ ان احباب میں سے ایک کثیر تعداد کے متعلق کہیں سے اور کچھ مواد دستیاب ہو سکے۔ گویا کہ ان کے حالات جتنے ملنے ممکن ہیں سارے درج کئے گئے ہیں۔

۶- قادیان کے جن مقامات مقدسہ کا ذکر آیا ہے ان کے نقشے دیئے گئے ہیں۔ یہ نقشے اصحابِ احمدؑ کے بغیر ہمارے لٹریچر میں شائع نہیں ہوئے۔ مالیر کوٹلہ کے جس محل میں حضرت اقدسؑ نے نواب ابراہیم علی خاں سے ملاقات کی تھی اس کے نقشہ کی خاطر خاکسار بمعیت مکرم مرزا برکت علی صاحب وہاں گیا لیکن والئی ریاست کے وہاں نہ ہونے کی وجہ سے حاصل نہ ہو سکا۔

۷- براہین احمدیہ کے تعلق میں نواب اقبال الدولہ اور سردار عطر سنگھ صاحب رئیس بھڈور نے اعانت کی تھی جس کا حضورؑ نے وہاں ذکر فرمایا ہے۔ اِن دونوں کا مختصر حال مع تصاویر درج کیا گیا ہے۔ یہ تصاویر اور حالات سلسلہ کے لٹریچر میں پہلی دفعہ شائع ہو رہے ہیں۔

۸- یہ تعیین کی گئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کن چند ایام کے اندر ۸۴ء میں پہلی بار سفر لدھیانہ پر اور وہاں سے مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے تھے۔

۹- بعض مکتوبات کے زمانہ تحریر کی تعیین کی گئی ہے۔

۱۰- حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ حضرت نواب صاحبؓ کو قرآن مجید پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے عرصہ قیام کی تعیین کی گئی ہے۔

۱۱- ذیل کی تصاویر بھی درج کی گئی ہیں:۔

(الف) حضرت اقدسؑ وخلفاء کرام۔

(ب) نواب ابراہیم علی خاں صاحب۔

(ج) حضرت نواب صاحبؓ۔ آپؓ کے برادران وصاحبزادگان۔

(د) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب۔ حضرت نواب صاحبؓ اور جماعت شملہ کی ۱۹۱۳ء کی تصویر۔

مسودہ کی نظر ثانی

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم سے ہر کٹھن امر کے متعلق مجھے بہترین مشورہ حاصل ہوتا رہا ہے میں آپ کا از حد ممنون ہوں۔

از راہِ کرم حضرت عرفانی صاحب نے از خود ہی مسودہ ملاحظہ کرنے کی پیشکش کر دی تھی۔ بعد میں صدر انجمن احمدیہ قادیان نے بھی ان سے درخواست کی آپ باوجود حد درجہ کی مصروفیت کے بہت ہی تیز رفتاری سے اور پوری توجہ سے مسودہ ملاحظہ فرماتے رہے ہیں حتیٰ کہ ایک روز آپ کو سکندر آباد (دکن) میں

قریباً دوصد صفحات کا مسودہ پہنچا۔ آپ نے راتوں رات ملاحظہ فرما کر صبح مجھے واپس بھجوا دیا۔ حق یہ ہے کہ آپ کی نظر ثانی کے بغیر کتاب میں بہت سقم رہ جاتے جو آپ کی نظر ثانی سے ہی میری سمجھ میں آئے ہیں۔ میں آپ کا بہت ممنون ہوں۔ یہ کہنا بیجا نہیں کہ تاریخ سلسلہ کے تعلق میں آپ کا وجود بالکل نادر ہے۔

نیز میں بہت ہی ممنون ہوں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا کہ آپ کے ساتھ دارالمسیحؑ میں ایک ہی جگہ رہنے کے باعث ہر وقت آپ سے استفادہ کرتا رہتا ہوں اور کاتب کے سپرد کرنے سے قبل آپ کو مسودہ سُنا دیتا ہوں اور بہت سے مفید مشورے حاصل کرتا ہوں۔ نقشے خالصتہً آپ کی نگرانی اور مشورہ سے تیار کئے گئے ہیں۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔**

اِسی طرح گذشتہ کتاب کی طرح مکرم مرزا برکت علی صاحب اسسٹنٹ انجنیئر اینگلوایرانین آئل کمپنی ایران رخصتی کا بھی بہت ممنون ہوں۔ کہ گذشتہ کتاب کے لئے بھی انہوں نے بہت سے مقاماتِ مقدسہ کے نقشے تیار کئے تھے اور کتاب ہذا کے لئے نقشے بھی انہوں نے ہی تیار کئے ہیں۔ ایران کے حالیہ تنازعات کے باعث اللہ تعالیٰ نے دو تین ماہ بعد ہی پھر قادیان آجانے اور اس نادر اور قیمتی خدمت سرانجام دہی کا موقعہ عنایت کیا۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔**

شکریہ

جلد اوّل کی طباعت کے لئے مکرم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی اور جلد دوم کی طباعت کے لئے مکرم مولوی علی محمد صاحب اجمیری فاضل (سابق ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز) حال راولپنڈی اور کاپیاں پڑھنے اور مسوّدات کا مقابلہ کرنے وغیرہ امور کے لئے مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب درویش افسر لنگر خانہ (سابق سکنہ دینا پور ضلع ملتان) مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری فاضل درویش (معاون ناظر دعوۃ وتبلیغ وصدر حلقہ مسجد فضل قادیان) مکرم چوہدری فیض احمد صاحب درویش (معاون ناظر تعلیم وتربیت قادیان ونائب افسر بہشتی مقبرہ) اخویم شریف احمد صاحب شیخو پوری درویش (کلرک دفتر ناظم جائداد) اور اخویم چوہدری محمد احمد صاحب گجراتی درویش (حلقہ اقصےٰ) کا اور بلاتاخیر فائل وکتب لائبریری سے مہیا کرنے کے لئے مکرم دفعدار مرزا محمد عبداللہ صاحب گجراتی لائبریرین درویش ومکرم ملک ضیاءالحق صاحب دوالمیالی درویش کا ممنون ہوں۔

اِسی طرح مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی وناظر اعلیٰ قادیان واخویم سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدرآباد دکن کی طرف سے مجھے بہت مفید مشورے اور کئی قسم کی اعانت حاصل ہوئی۔ دکن کی تمام اعانت اخویم مولوی

محمد اسمٰعیل صاحب وکیل ہائیکورٹ یادگیری (دکن) کی توجہ کا اور سرگودھا والی اعانت مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ پراونشل امیر جماعت احمدیہ (سرگودھا) کی توجہ کا نتیجہ ہیں۔اخویم شیخ مبارک احمد صاحب فاضل رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ نے دوصد نسخے وہاں کے احباب کے لئے خرید کئے۔**فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔**

مالی اعانت

جلد دوم کی طباعت کے لئے ذیل کے احباب نے اعانت فرمائی ہے۔(ان کے علاوہ ان احباب کا میں نے ذکر یہاں نہیں کیا جنہوں نے مہربانی کر کے مجھے قرض عنایت کیا ہے)**فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔**

۱- حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد (دکن) دوصد روپیہ اور کئی صد روپیہ کی کتب

۲- اخویم سیٹھ محمد معین الدین صاحب تاجر چنت کنٹہ (دکن) چارصد روپیہ۔
(گذشتہ سال انہوں نے جو کئی صد روپیہ قرض دیا تھا اسے بھی اعانت میں تبدیل فرمادیا)

۳- اخویم شیخ محمد دین صاحب ٹھیکہ دار بھٹہ سیکرٹری تحریک جدید جماعت احمدیہ سرگودھا۔ دوصد روپیہ

۴- اخویم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مبلّغ کلکتہ یکصد روپیہ

۵- اخویم ڈاکٹر حافظ بدرالدین احمد صاحب بورنیو یکصد شلنگ

۶- محترمہ خانم زبیدہ پروین صاحبہ رُڑکی چھاؤنی (جو محترم خان عبدالمجید خاں صاحب مجسٹریٹ کپورتھلہ پنشنر کی صاحبزادی اور کرنل اوصاف علی خاں صاحب مرحوم کی بہو ہیں) پچاس روپیہ

۷- اخویم ٹھیکہ دار بشیر احمد صاحب درویش پچاس روپیہ

۸- مکرم سیّد عبدالرحمٰن صاحب متوطن امریکہ (پسر سیّد عزیزالرحمٰن صاحب منصوری رضی اللہ عنہ) نے ایک سو ڈالر کی اعانت کا وعدہ کیا۔اس میں سے یکصد روپیہ ادا کر چکے ہیں۔☆

مشکلات

اِس کتاب کی کتابت وطباعت میں گوناگوں مشکلات تھیں اِس لئے بامر مجبوری کتابت کچھ قادیان میں

☆ مجھے دسمبر ۵۱ء میں مکرم چوہدری محمد شریف صاحب فاضل مبشر فلسطین کے مکتوب سے معلوم ہوا کہ وہاں کی اقتصادی حالت کا یہ حال ہے کہ ان کو دو وقت صرف خشک روٹی میسر آتی ہے اِس پر مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ کلکتہ نے میری تحریک پر پچاس روپے بھجوانے کے لئے دیئے اور پچیس روپے مَیں نے بھجوانے کا ارادہ کیا لیکن چوہدری صاحب موصوف نے تحریر کیا کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا۔اگر مجھے رقم دینے پر اصرار ہو تو

اور کچھ دہلی میں اور طباعت کا (انتظام) راولپنڈی میں کرنا پڑا۔

دوسری مشکل یہ ہے کہ مصنف حضرات اِس امر سے ناواقف نہیں کہ تصنیف کے کام کے لئے کتب و فائل وغیرہ پاس ہونے چاہئیں کہ میری طرح دو دو ہفتہ کا عرصہ بعض کتب کی تلاش میں صرف نہ کرنا پڑے اِسلئے بمشورہ یہ صلاح ٹھہری ہے کہ مستقل کام شروع کرنے کے لئے اخبارات ورسائل کے سابقہ فائل اور کتب سلسلہ وغیرہ خرید کی جائیں جس پر ایک ہزار روپیہ کے لگ بھگ رقم صرف ہونے کا اندازہ ہے۔

نیز احتیاط کی خاطر میں نے اپنے مسوّدات منگوا کر ان کی نقول کروائیں تا ہندوستان و پاکستان ہر دو جگہ مسودہ کی ایک ایک نقل رکھی جاسکے۔اسی طرح کتاب کا مسودہ بھی وقت بچانے کے لئے نقل کروانا پڑتا ہے۔کیونکہ مجھے متعدد دفاتر کا کام کرنا پڑتا ہے۔سلسلہ کی ضروریات کے لیئے بسا اوقات سفر بھی کرنے پڑتے ہیں اِس لئے صرف فارغ اوقات میں ہی تصنیف کا کام کیا جاسکتا ہے سوان نقول وغیرہ پر قریباً سات صد روپیہ خرچ آیا ہے۔کتاب راولپنڈی میں چھپوانی پڑی ہے۔اور کتابت دہلی میں ہورہی ہے اور مسوّدہ نظر ثانی کے لئے دکن بھجوایا جاتا ہے۔اسی طرح فراہمی حالات کے تعلق میں ڈاک کے کافی اخراجات کرنے پڑے گذشتہ سال سے اِس مدّ میں اس وقت تک تین صد روپیہ صرف کرنا پڑا ہے۔

ان اخراجات کے علاوہ کتابت طباعت اور کاغذ اور بلاک بنوائی کے کثیر اخراجات یہ سب کچھ میری حدِ برداشت سے باہر ہے۔جب میں نے کتابت شروع کروائی اس وقت میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔ایک روز یکدم زور سے تحریک دل میں اُٹھی کہ کتابت شروع کروادوں۔ چنانچہ اگلے دن جمعہ کے روز مسجد مبارک میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے دعا کرا کے کتابت شروع کرادی۔اور اللہ تعالیٰ نے امداد وقرض کے رنگ میں سامان کر دیا۔لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وقت جو کہ اس کام کے لئے صرف کیا جاسکتا ہے۔اس کا بیشتر حصّہ مالی مشکلات کے حل کے لئے صرف کرنا پڑتا ہے۔میرا پہلا تجربہ تو یہ ہے کہ فروخت کی رقم سے اخراجات پُورے نہیں ہوسکتے ایک حصّہ تصنیف کا مفت بھی دینا پڑتا ہے۔اعانت کی رقوم سمیت بمشکل اخراجات پُورے ہوتے ہیں یہ کام ایسا نہیں کہ جس میں تعویق کی جاسکے۔جلیل القدر صحابہ کرام

بقیہ حاشیہ:- پچاس روپے اصحاب احمد کے لئے اور پچیس روپے ایک اور کارِخیر میں ان کی طرف سے دے دوں۔اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص میں لحہ بہ لحہ ترقی عطا کرے۔مَیں اِس خط کو پڑھ کر شرمندہ ہوں کہ کُجا میری حالت اور کُجا ایسے اخلاص والے لوگ۔اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی رحم فرمائے۔مَیں اِن کی اِس پیش کش کے قبول کرنے سے معذور ہوں۔جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

میں سے صرف چند ایک باقی ہیں ان کے زمانہ میں جو کچھ شائع ہوگا اس کی تصحیح بھی ہو سکے گی۔اوران سے مدد بھی مل سکے گی جو بعد میں حاصل نہ ہو سکے گی۔سو یہ قلیل زمانہ بہت قیمتی ہے۔اخراجات کا انتظام ہونے پر ایک سال میں دو بلکہ زیادہ جلدیں شائع کی جا سکتی ہیں۔اوراس طرح کام زیادہ تیزی سے ہو سکتا ہے۔میرے بس میں جو کچھ ہے وہ تو میں کرتا ہوں مثلاً اپنی نیند کم کردوں۔اپنے ذاتی کاموں کے حرج کی پرواہ نہ کروں دوستوں سے میل ملاقات کم کروں۔اسی طرح باوجود ڈاکٹری مشورہ کے اور بار بار کے مشورہ کے سیر وتفریح ترک کئے رکھی۔کاغذ کی بچت کی خاطر مستعمل لفافے نوٹ وغیرہ کے لینے کے لئے استعمال کرتا ہوں۔جو کچھ احباب کے ذمّہ ہے اس کے متعلق وہ خود سمجھ سکتے ہیں مجھے اس امر سے تکلیف ہوتی ہے بعض صحابہ کے حالات کی فراہمی میں ان کے اقارب تعاون نہیں کرتے اور خطوط کا جواب تک نہیں دیتے۔مجھے ایک بزرگ کا مشورہ ملا ہے کہ اس کام میں قرض لینے سے احتراز کروں ورنہ کسی وقت مشکل میں پھنس جاؤں گا۔اور آئندہ میں اسی پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔بہرحال اس کام کی اہمیت احباب پر واضح کردی گئی ہے۔میرے لئے بحالات موجودہ جتنا ممکن ہے انشاءاللہ تعالیٰ اتنا شائع کرتا جاؤنگا۔**و لاحول و لاقوۃالا باللّٰہ العلی العظیم۔**

بعض دوستوں نے تحریر فرمایا ہے کہ پہلے صرف اولین اور جلیل القدر صحابہؓ کے حالات یا ۳۱۳ صحابہؓ کے حالات شائع کرنے مناسب تھے میں نے جلداوّل کے ’’عرضِ حال‘‘ میں تفصیلاً عرض کیا ہے کہ حالات کی فراہمی میں صدہا مشکلات درپیش ہیں۔۳۱۳ صحابہ میں سے بعض کے متعلق کسی ایک بات کا بھی علم نہیں ہوتا۔چنانچہ اس کتاب میں جلسہ سالانہ ۹۲ء کے ضمن میں متعدّد ۳۱۳ اصحاب کے حالات میں نے درج کئے ہیں۔ہمارے موجودہ قدیم ترین صحابہ بھی ان میں سے بعض کے متعلق ایک لفظ نہیں بتا سکے اور بعض کے متعلق جو تفصیل ملی ہے وہ چند سطور سے زیادہ نہیں۔اس صورت میں دوسروں کے حالات کو روکے رکھنا میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اب وقت غنیمت جان کر جتنے اصحاب کے حالات شائع کئے جا سکیں اس میں تعویق مفید ثابت نہ ہوگی لیکن میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ اصحاب احمد میں مقصود بالذات وفات یافتہ صحابہؓ کے حالات کا شائع کرنا ہے۔بعض دوستوں نے یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ حالات زیادہ مبسوط نہیں ہونے چاہئیں لیکن میری رائے میں اگر غیر مطبوعہ موّاد اس وقت طبع نہ کیا جائے تو سلسلہ کی تاریخ کا ایک کارآمد حصّہ بغیر مفید جرح وقدح کے رہ جائے گا میرے لئے یہ امر باعثِ مسّرت ہے کہ اصحاب احمد کی تصنیف حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے سوانح موسومہ ’’حیات قدسی‘‘ حصّہ اول دوم کے جنوری اور ستمبر ۵۱ء میں شائع ہونے کا موجب ہوئی۔یہ سوانح جس قدر ایمان افروز ہیں قارئین کرام سے مخفی نہیں۔اِسی طرح اصحاب احمد جلداوّل کی

اشاعت کے بعد حضرت عرفانی صاحب کو تحریک ہوئی کہ حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ لکھنے کے متعلق اپنا وعدہ پورا کریں۔ چنانچہ آپ نے اخویم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیری کی امداد سے اڑھائی صد صفحات پر مشتمل ''تذکرہ حسن'' تصنیف فرمایا ہے جس کی قیمت تین روپے ہے۔ حضرت مصنّف کسی تعریف کے محتاج نہیں کہ ان کی تصنیف کے متعلق کچھ لکھا جاسکے آپ کے نام سے ہی آپ کے کام کے علّو مرتبت کا اندازہ ہوسکتا ہے جلد اول میں میں نے بھی مختصراً حضرت سیٹھ صاحب کے حالات دیئے تھے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ حضرت عرفانی صاحب کے قلم سے خوب مفصل حالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئے ہیں۔ ہر دو کتب ہندوستان میں میر رفیع احمد صاحب دارالمسیح قادیان سے اور پاکستان میں شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی رام گلی نمبر ۳ مکان نمبر ۱۸ لاہور سے دستیاب ہوسکتی ہیں۔

ضروری گذارش

میرے مخاطب تابعین کرام ہیں ان کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خیر القرون قرنی ثم الّذین یلونھم ثم الّذین یلونھم'' گو بعد میں ظاہری فتوحات اور اسلامی عروج اور شان وشوکت کا زمانہ آنیوالا ہے۔ لیکن روحانیت کے لحاظ سے میری صدی بہترین ہے۔ پہلی صدی وہ تھی جس میں آنحضرت صلعم اور آنحضرت صلعم کے صحابہؓ تھے جن کے عشق ومحبت کا نظارہ دنیا نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اے میرے دوستو جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی وابی وامّی) کے مثیل علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا۔ یہ زمانہ پھر نہ لوٹے گا۔ حضورؑ کی ولادت پر ایک سوسترہ سال آغاز بیعت پر تریسٹھ سال اور حضورؑ کے وصال پر چوالیس سال بیت چکے ہیں اور لحہ بہ لحہ ہم اس زمانہ سے دُور جارہے ہیں۔ اب بھی حضورؑ کے صحابہ کرام کی وجہ سے ہمارے لئے خیر القرون کے زمانہ کا ایک حصّہ باقی ہے۔ ہم ان چلتے پھرتے عشق وفدائیت کے مجسموں کو بعد میں تلاش کریں گے اور محروم رہیں گے۔ اگر ہم ان موتیوں کی قدر نہیں کرتے ان سے پوری طرح مستفیض نہیں ہوتے اور ان کی پاک صحبتوں سے استفادہ نہیں کرتے تو بعد میں سوائے حسرت کے ہمارے لئے کچھ نہ ہوگا۔ ان سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ ان سے پاک باتیں سُن کر۔ اُن سے دُعائیں لیکر۔ ان کے بابرکت دور کے ممتد ہونے کے لئے دعائیں کرکے۔ ان کی باتوں کو محفوظ کرکے۔ ان کے سوانح اور سلسلہ کی تاریخ محفوظ کرکے اور سب سے بڑھ کر کہ ان کی سی فدائیت للّٰہیت اور عشق ومحبت اور جذبہ قربانی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ روحانی سلسلے بہترین جانشینوں کے ساتھ جلدی ترقی کرتے ہیں مبادا کوئی دوسری قوم بہترین جانشین ثابت ہو اور وہ ہم سے گوئے سبقت لے

جائے۔اللھم وفّقنا لماترضیٰ۔آمین۔

صحابہ کرامؓ کا مقام

صحابہ کرامؓ کا جومقام ہےاس بارہ میں حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں: ؎

مُبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مُجھ کوپایا
وُہی مے اُن کو ساقی نے پلادی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

اِسی طرح حضورعلیہ السلام ڈاکٹرعبدالحکیم کے جواب میں فرماتے ہیں:

''آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نورالدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں دوسرے ایسے ہیں اور ایسے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ اس افترا کا کیا خدا تعالیٰ کو جواب دینگے میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم ازکم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچّے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہوجاتے ہیں میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروؤں سے جوان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزارہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرہ پر صحابہؓ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نُور پاتا ہوں۔ہاں شاذونادر کے طور پر اگر کوئی اپنی فطری نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہوتو وہ شاذونادر میں داخل ہے میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہوجاؤ تو وہ دستبردار ہوجانے کے لئے مستعد ہیں پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کونہیں سُناتا۔مگر دل میں خوش ہوں۔[۳]

اس بارہ میں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''لوگوں کو یہ احساس ہونا چاہئیے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے

دعویٰ کے ابتدائی ایام میں آپؑ پر ایمان لائے آپؑ سے تعلق پیدا کیا اور ہر قسم کی قربانیاں کرتے ہوئے اس راہ میں انہوں نے ہزاروں مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں ان کی وفات جماعت کے لئے کوئی معمولی صدمہ نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک ایک مومن کو اپنی بیوی۔ اپنے بچوں۔ اپنے باپ۔ اپنی ماں اور اپنے بھائیوں کی وفات سے ان لوگوں کی وفات کا بہت زیادہ صدمہ ہونا چاہیئے ...... پس ایسے لوگوں کی وفات ایک بہت بڑا اور اہم مسئلہ ہوتا ہے اور ان لوگوں کے لئے دُعا کرنا ان پر احسان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنے اوپر احسان ہوتا ہے کیونکہ جو شخص ان لوگوں کے لئے دُعا کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کا بدلہ دینے کے لئے اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس دُعا کرنے والے کے لئے دُعا کریں اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ تمہاری دُعا سے خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی دُعا زیادہ سُنی جائیگی۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ جب کوئی مومن نماز میں اپنے بھائی کے لئے دُعا کرتا ہے تو اس وقت وہ اپنے لئے دُعا سے محروم نہیں ہوتا بلکہ اس وقت فرشتے اس کی طرف سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جو کچھ خدا تعالیٰ سے وہ اپنے بھائی کے لئے مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا اسے فلاں چیز دے وُہی دُعا فرشتے اس کے لئے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو اس دعا کو مانگنے والے کو بھی وہ چیز دے جو یہ اپنے بھائی کیلئے مانگ رہا ہے۔......

میں آج کا خطبہ بھی اسی مضمون کے متعلق پڑھنا چاہتا ہوں اور جماعت کے دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے لئے ایک تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں چونکہ یہ مغربیت کے زور کا زمانہ ہے اِس لئے لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کا کس طرح یہ قانون ہے کہ پاس کی چیز بھی کچھ حصّہ ان برکات کا لے لیتی ہے جو حصّہ برکات کا اصل چیز کو حاصل ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو نہایت ہی لطیف پیرایہ میں بیان فرمایا اور لوگوں کو سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ نبی کی بیویاں نبی نہیں ہوتیں پھر ان کو مومنوں کی مائیں کیوں قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر برکات لے کر آتے ہیں ان کے ساتھ

گہرا تعلق رکھنے والا انسان بھی کچھ حصّہ ان برکات سے پاتا ہے جو اُسے حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور نمازِ استسقاء ادا کرنی پڑتی تھی تو حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح دُعا فرمایا کرتے تھے کہ اے خدا پہلے جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور ہماری تکلیف بڑھ جاتی تھی تو ہم تیرے نبی کی برکت سے دُعا مانگا کرتے تھے اور تو اپنے فضل سے بارش برسا دیا کرتا تھا مگر اب تیرا نبی ہم میں موجود نہیں۔ اب ہم اس کے چچا حضرت عباسؓ کی برکت سے تجھ سے دعا مانگتے ہیں۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے ایک دفعہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تو ابھی آپؓ نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بارش برسنی شروع ہوگئی۔

اب حضرت عباسؓ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی عہدے پر قائم نہیں کئے گئے تھے ان کا تعلق صرف یہ تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ اور جس طرح بارش جب برستی ہے تو اس کے چھینٹے ارد گرد بھی پڑ جاتے ہیں بارش صحن میں ہو رہی ہوتی ہے تو برآمدہ وغیرہ بھی گیلا ہو جاتا ہے اسی طرح خدا کا نبیؐ ہی اس کا نبیؐ تھا مگر اس سے تعلق رکھنے والے۔ اس کی بیویاں اور اس کے چچے۔ اسکی لڑکیاں اس کے دوست اور اس کے رشتہ دار سب انسان برکات سے کچھ نہ کچھ حصہ لے گئے جو اس پر نازل ہوئی تھیں کیونکہ یہ خدا کی سُنت اور اس کا طریق ہے کہ جس طرح بیویاں بچے اور رشتہ دار برکات سے حصہ لیتے ہیں اسی طرح وہ گہرے دوست بھی برکات سے حصّہ لیتے ہیں۔ جو نبی کے ساتھ اپنے آپ کو پیوست کر دیتے ہیں یہ لوگ خدا کی طرف سے ایک حصن حصین ہوتے ہیں اور دنیا ان کی وجہ سے بہت سی بلاؤں اور آفات سے محفوظ رہتی ہے مجھے جو شعر بے انتہا پسند ہے ان میں سے چند شعر وہ بھی ہیں جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت ایک مجذوب نے کہے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی جب وفات پا گئے تو ان کے جنازہ کے ساتھ بہت بڑا ہجوم تھا اور لاکھوں لوگ اس میں شریک ہوئے۔ اس وقت بغداد کے قریب ہی ایک مجذوب رہتا تھا بعض لوگ اسے پاگل کہتے اور بعض ولی اللہ سمجھتے وہ بغداد کے پاس ہی ایک کھنڈر میں رہتا تھا کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا اور نہ لوگوں سے بات چیت کرتا مگر لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ

گئے کہ جب جنازہ اٹھایا گیا تو وہ بھی ساتھ ساتھ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا وہ نماز جنازہ میں شریک ہوا قبر تک ساتھ گیا اور جب حضرت جنید بغدادی کو لوگ دفن کرنے لگے تو اس وقت بھی وہ اسی جگہ تھا جب لوگ حضرت جنید بغدادیؒ کو دفن کر چکے تو اس نے آپؒ کی قبر پر کھڑے ہوکر یہ چار شعر کہے۔

وَاَسَفَا عَلٰی فراق قوم — هم المصابيح والحصون

والمدن والمزن والرواسی — والخير والامن والسكون!

لم تَتَغَيَّر لنا الليالی — حتّٰی توفّهُم المنون!

فكل جمر لنا قلوب — وكل ماء لنا عيون!

اِس کے معنے یہ ہیں کہ:۔ ہائے افسوس ان لوگوں کی جدائی پر جو دنیا کے لئے سورج کا کام دے رہے تھے اور جو دنیا کے لئے قلعوں کا رنگ رکھتے تھے اور انہی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذابوں اور مصیبتوں سے دنیا کو نجات ملتی تھی ...... وہ شہر تھے جن سے تمام دنیا آباد تھی وہ بادل تھے جو سُوکھی ہوئی کھیتیوں کو ہرا کر دیتے تھے وہ پہاڑ تھے جن سے دنیا کا استحکام تھا۔ اسی طرح وہ تمام بھلائیوں کے جامع تھے اور دنیا ان سے امن اور سکون حاصل کر رہی تھی ...... ہمارے لئے زمانہ تبدیل نہیں ہوا مشکلات کے باوجود ہمیں چین ملا۔ آرام حاصل ہوا اور دُنیا کے دُکھوں اور تکلیفوں کے لئے ہمیں گھبراہٹ میں نہ ڈالا مگر جب وہ فوت ہو گئے تو ہمارے سُکھ بھی تکلیفیں بن گئے اور ہمارے آرام بھی دُکھ بن گئے۔......

پس اب ہمیں کسی آگ کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے دل خود انگارا بنے ہوئے ہیں اور ہمیں کسی اور پانی کی ضرورت نہیں کیونکہ ہماری آنکھیں خود بارش برسا رہی ہیں۔

یہ ایک نہایت ہی عجیب نقشہ ایک صالح بزرگ کی وفات کا ہے اور کہنے والا کہتا ہے کہ یہ اشعار اس مجذوب نے کہے اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔ جب دوسرے دن اس کھنڈر کو دیکھا گیا تو وہ خالی تھا اور مجذوب اس ملک کو ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ تو یہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کے انبیاء کی صحبت حاصل ہوتی ہے۔ یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے انبیاء کا قُرب رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کے نبیوں اور اس کے قائم کردہ خلفاء کے بعد دوسرے درجہ

پر دنیا کے امن اور سکون کا باعث ہوتے ہیں ۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ بڑے لیکچرار ہوں، ایسے لوگ خطیب ہوں ۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے لوگ پھر پھر کر لوگوں کو تبلیغ کرنے والے ہوں ان کا وجود ہی لوگوں کے لئے برکتوں اور رحمتوں کا موجب ہوتا ہے اور جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی نافرمانی کی وجہ سے کوئی عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عذاب کو روک دیتا ہے اور کہتا ہے ابھی اس قوم پر مت نازل ہو کیونکہ اس میں ہمارا ایسا بندہ موجود ہے جسے اس عذاب کی وجہ سے تکلیف ہوگی ۔ پس اس کی خاطر دنیا میں امن اور سکون ہوتا ہے ۔ مگر یہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے یہ تو اس عام درجہ سے بھی بالا تھے ان کو خدا نے آخری زمانہ کے مامور اور مرسل کا صحابی اور پھر ابتدائی صحابہ بننے کی توفیق عطا فرمائی اور ان کی والہانہ محبت کے نظارے ایسے ہیں کہ دنیا ایسے نظارے صدیوں دکھانے سے قاصر رہے گی ۔

پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے نقش قدم پر جماعت کے دوستوں کو چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ کہنے والے کہیں گے کہ یہ شرک کی تعلیم دی جاتی ہے یہ جنوں کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ یہ پاگل پن کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پاگل وہی ہیں جنہوں نے اس رستہ کو نہیں پایا اور اس شخص سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں جس نے عشق کے ذریعہ خدا اور اس کے رسول کو پالیا اور جس نے محبت میں محو ہو کر اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ کر دیا ۔ اب اسے خدا سے اور خدا کو اس سے کوئی چیز جُدا نہیں کر سکتی کیونکہ عشق کی گرمی ان دونوں کو آپس میں اس طرح ملا دیتی ہے جس طرح ویلڈنگ کیا جاتا ہے اور دو چیزوں کو جوڑ کر آپس میں بالکل پیوست کر دیا جاتا ہے مگر وہ جسے محض فلسفیانہ ایمان حاصل ہوتا ہے اس کا خدا سے ایسا ہی جوڑ ہوتا ہے جیسے قلعی کا ٹانکا ہوتا ہے کہ ذرا گرمی لگے تو ٹوٹ جاتا ہے مگر جب ویلڈنگ ہو جاتا ہے تو وہ ایسے ہی ہو جاتا ہے جیسے کسی چیز کا جزو ہو ۔ پس اپنے اندر عشق پیدا کرو ۔ اور وہ راہ اختیار کرو جو ان لوگوں نے اختیار کی پیشتر اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو صحابی باقی ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں ......

یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں نشانوں کا چلتا پھرتا ریکارڈ

تھے۔نہ معلوم لوگوں نے کس حد تک ان ریکارڈوں کو محفوظ کیا ہے مگر بہر حال خدا تعالیٰ کے ہزاروں نشانات کے وہ چشم دید گواہ تھے ان ہزاروں نشانات کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ اور آپؑ کی زبان اور آپؑ کے کان اور آپؑ کے پاؤں وغیرہ کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔تم صرف وہ نشانات پڑھتے ہو جو الہامات پورے ہو کر نشان قرار پائے مگر ان نشانوں سے ہزاروں گُنے زیادہ وہ نشانات ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان۔ناک۔کان ہاتھ اور پاؤں پر جاری کرتا ہے اور ساتھ رہنے والے سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ خدا کے نشانات ظاہر ہو رہے ہیں وہ انہیں اتفاق قرار نہیں دیتے کیونکہ وہ نشانات ایسے حالات میں ظاہر ہوتے ہیں جو بالکل مخالف ہوتے ہیں اور جن میں ان باتوں کا پورا ہونا بہت بڑا نشان ہوتا ہے۔پس ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر ہوتا ہے جسے ہم زمین میں دفن کر دیتے ہیں اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی ہیں تو یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم نے ان کی نقلیں نہیں کیں تو یہ ہماری بدقسمتی کی علامت ہے۔بہر حال ان لوگوں کی قدر کرو۔ان کے نقشِ قدم پر چلو اور اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ فلسفیانہ ایمان انسان کے کسی کام نہیں آتا وہی ایمان کام آ سکتا ہے جو مشاہدہ پر مبنی ہو اور مشاہدہ بغیر عشق نہیں ہو سکتا جو شخص کہتا ہے کہ بغیر مشاہدہ کے اسے محبت کامل حاصل ہو گئی ہے وہ جُھوٹا ہے مشاہدہ ہی ہے جو انسان کو عشق کے رنگ میں رنگین کرتا ہے اور اگر کسی کو یہ بات حاصل نہیں تو وہ سمجھ لے کہ فلسفہ انسانوں کو محبت کے رنگ میں رنگین نہیں کر سکتا۔فلسفہ صرف دُوئی پیدا کرتا ہے۔'' [۴]

اِسی طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر نبی کے زمانہ میں لوگ خصوصیّت سے عزتیں اور رُتبے حاصل کرتے ہیں تو اس کی وجہ ہوتی ہے کہ ان کو دوسرے لوگوں سے زیادہ قربانیاں کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ خدا لحاظ دار نہیں...... یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی قربانیوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس سے زیادہ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آتا۔بھلا ان باتوں کا خیال بھی تو کرو اور اندازہ لگاؤ ان قربانیوں کا جو ان لوگوں نے کیں۔ہمارے ہاں اگر کسی کو پانچ بجنے کے بعد کسی دن دفتر میں ایک آدھ گھنٹہ کام کرنا پڑے تو گھبرا جاتا

ہے۔......مگر ذرا ان لوگوں کی حالت تو دیکھو...... جنگ اُحد کے موقع پر جب ایک غلط فہمی کی وجہ سے صحابہؓ کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور کفار کو یہ معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف چند افراد کے ساتھ میدانِ جنگ میں رہ گئے ہیں تو قریباً تین ہزار کافروں کا لشکر آپؐ پر چاروں طرف سے اُمڈ آیا۔اور سینکڑوں تیراندازوں نے کمانیں اُٹھالیں اور اپنے تیروں کا نشانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ کو بنالیا تاکہ تیروں کے بوچھاڑ سے اس کو چھید ڈالیں۔اسوقت وہ شخص جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو کھڑا کیا وہ طلحہؓ تھا۔طلحہؓ نے اپنا ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ کے آگے کھڑا کر دیا اور ہر تیر جو گرتا تھا بجائے آپؐ کے چہرہ پر پڑنے کے طلحہؓ کے ہاتھ پر پڑتا تھا۔اس طرح تیر پڑتے گئے یہاں تک کہ زخم معمولی زخم نہ رہے اور زخموں کی کثرت کی وجہ سے طلحہؓ کے ہاتھ کے پٹھے مارے گئے اور اُن کا ہاتھ مفلوج ہوگیا......طلحہؓ سے کسی نے پُوچھا ایک تیر پڑنے سے انسان کی جان نکلنے لگتی ہے لیکن آپؓ کے ہاتھ پر پے در پے اور متواتر تیر پڑ رہے تھے کیا آپ کو درد نہیں ہوتی تھی اور آپؓ کے مُنہ سے سی سی نہیں نکلتی تھی۔طلحہؓ نے کہا درد بھی ہوتی تھی اور دل سی سی کرنے کو بھی چاہتا تھا مگر میں اس لئے ایسا نہیں کرتا تھا کہ جب انسان ہائے کرتا ہے یا سی سی کرتا ہے تو درد کی وجہ سے ہاتھ ہل جاتا ہے اور میں ڈرتا تھا کہ میرا ہاتھ ہلا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تیر لگ جائے گا۔یہی وہ قربانیاں تھیں جنہوں نے صحابہؓ کو صحابہؓ بنایا۔یہی وہ قربانیاں تھیں جنہوں نے ان کو وہ درجہ عطا کیا کہ دنیا کے پردہ پر کم ہی مائیں ایسی ہونگی جو شاذونادر کے طور پر ایسے بچے جنیں۔دنیا کے لئے دوسرا بہترین موقع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اُتر کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا زمانہ ہے۔جو برکتیں دنیا میں کسی کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے سوا حاصل نہیں ہوسکتی تھیں آج حاصل ہوسکتی ہیں......مومن کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ہر دوزخ اس کے لئے جنت بن جاتی ہے...... جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیالکوٹ سے واپس آرہے تھے تو لوگوں نے آپؑ پر پتھر پھینکے...... جب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر واپس آرہے تھے تو انہیں لوگوں نے طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کیں اور

دِقّ کیا۔مولوی برہان الدین صاحبؓ اُنہی میں سے ایک تھے۔جب وہ واپس جارہے تھے تو کچھ غنڈے ان کے پیچھے ہو گئے اوران پر گند وغیرہ پھینکا۔آخر بازار میں ان کو گرا لیا اوران کے مُنہ میں گوبر ڈالا۔دیکھنے والوں نے بعد میں بتایا کہ جب مولوی برہان الدین صاحبؓ کو جبراً پکڑ کران کے مُنہ میں زبردستی گوبر اور گند ڈالنے لگے تو انہوں نے کہا ''الحمدللہ۔ایہہ نعمتاں کتھوں۔''مسیح موعوؑد نے روز روز آناں وے؟ یعنی الحمدللہ یہ نعمتیں انسان کو خوش قسمتی سے ہی ملتی ہیں۔کیا مسیح موعودؑ جیسا انسان روز روز آسکتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایسا موقعہ ملے۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دوزخ پیدا کی ہی نہیں جاسکتی۔کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایسا بنا دیا ہے کہ ان کی برکات کی وجہ سے ہر دوزخ ان کے لئے برکت بن جاتی ہے اور راحت کا موجب ہوتی ہے۔''[۵]

جب میں تصور کرتا ہوں کہ یہ بزرگ ایک ایک کر کے ہم سے جُدا ہو رہے ہیں تو میرے جیسا شخص جو ان سے بہت کم مستفیض ہو سکا اور جسے صحابہ کبار کے بیشتر حصہ کو دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا اس کا دل بھی بیٹھنے لگتا ہے اور وہ سوچتا ہے اور سخت بیقرار ہو کر سوچتا ہے کہ کیا وہ دُنیا تاریک وتار نہ ہوگی اور کیا اس کی زندگی تکلیف دہ نہ ہوگی کہ جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک صُحبتوں سے فیض یافتہ صحابہ کرامؓ سے خالی ہو جائے گی اور ہم اس آواز سے محروم ہو چکے ہونگے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے مُرسل علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ بات سُنی۔آپؑ سے مصافحہ کیا۔آپؑ کو یوں کرتے دیکھا۔آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور فدائی تھے۔آپؑ سے سُنا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔آپؑ کی زبانِ مبارک سے وحی سُنی اور پھر پوری ہوتی دیکھی۔حضورؑ کے ہمراہ سیر کرنے کا اور مجالس میں بیٹھنے کا اور نمازیں ادا کرنے کا موقعہ ملا۔سو میں بھرے دل سے نئی پود کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ اے پیارو! وقتِ عزیز کو ہاتھ سے نہ جانے دو اوران بزرگوں سے فائدہ اُٹھالو اور اپنے تئیں ان کا عکس بنالو تا کہ وہ بھی خوش ہوں کہ انہوں نے بہترین ہاتھوں میں عنانِ سلسلہ سونپی ہے اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ،حضرت امّ المومنین اطال اللہ بقاء ہا اور تمام صحابہؓ کے لئے خاص طور پر اپنی دعاؤں کو وقف کر دیں تا سلسلہ کی ترقی کے الٰہی وعدے ان کی زندگیوں میں پورے ہوں۔اے اللہ تو توفیق عطا کر۔آمین

اللہ تعالیٰ نے جبکہ ہمیں بتا دیا ہے کہ وہ زمانہ آرہا ہے کہ جب بادشاہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے جو کہ فقط کچھ عرصہ حضورؑ کے جسم مبارک سے چھُو چکے ہونگے برکت ڈھونڈیں گے تو اس سے ہم بخوبی

سمجھ سکتے ہیں کہ حضورؑ کی پاک صُحبت اور انفاسِ قدُسیہّ سے ابدال واقطاب کے رنگ میں مستفیض ہونے والے صحابہ کا مقام کتنا بلند وبالا اورارفع واعلیٰ ہے۔کاش ہم ان کی کماحقّہ قدر کریں۔اے اللہ تُو توفیق عطا کر! آمین!!

جلد ہائے زیرتالیف

جلد دوم کے بعد کی جلدیں بھی زیرتالیف ہیں جن میں ذیل کے صحابہ کرامؓ کے حالات شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔ان میں سے اکثر کے حالات میرے پاس موجود ہیں:

(۱)منشی احمد جان صاحب لدھیانوی اور آپؓ کے صاحبزادگان پیر افتخار احمد صاحب و پیر منظور محمد صاحب موجد یسرنا القرآن۔(۲)مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی۔(۳)منشی ظفراحمد صاحب کپورتھلوی۔(۴)منشی محمد خان صاحب کپورتھلوی۔(۵)مولوی شیرعلی صاحب۔(۶)مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب۔(۷)قاضی سیدامیر حسین صاحب۔(۸)حافظ حامد علی صاحب۔(۹)منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی۔(۱۰)ٹھیکہ دار محمد اکبر صاحب بٹالہ اور ان کے برادران ٹھیکہ دار اللہ یار صاحب وٹھیکہ دار محمد بخش صاحب۔(۱۱)شیخ حبیب الرحمٰن صاحب سکنہ حاجی پورہ۔(۱۲)حافظ محمد امین صاحب (۱۳)چوہدری غلام احمد صاحب کریام (۱۴)سید ارادت حسین صاحب مونگھیری (۱۵)ماسٹر مولا بخش صاحب قادیان (۱۶)ڈاکٹر ماسٹر محمد طفیل خاں صاحب بٹالوی (۱۷)ماسٹر ہدایت اللہ صاحب جہلم (۱۸)میاں مہرالدین صاحب ظفروال (سیالکوٹ) (۱۹)چوہدری بدرالدین صاحب مبلّغ ملکانہ (۲۰)صوفی محمد علی صاحب (۲۱)سید عزیز الرحمٰن صاحب منصوری (۲۲)اخوند محمد اکبر صاحب (۲۳)اخوند محمد رمضان صاحب سندھ (۲۴)میاں محمدالدین صاحب واصلباقی درویش اور ان کے بھائی میاں احمدالدین صاحب (۲۵)بابا شیر محمد صاحب درویش (۲۶)بابا محمد احمد صاحب (سابق بمبو خاں) درویش (۲۷)بابا اللہ دتا صاحب درویش (۲۸)ملک برکت علی صاحب گجرات (۲۹)حیدرآباد کے صحابہ میر محمد سعید صاحب وغیرہ (۳۰)شہزادہ عبدالمجید صاحب مجاہد ایران (۳۱)ملک خدا بخش صاحب لاہور (۳۲)مستری محمد موسیٰ صاحب لاہور (۳۳)شیخ عبدالرشید صاحب بٹالہ (۳۴) سید اختر الدین احمد صاحب موضع کوسمبی (پرگنہ سونگھڑہ)(۳۵)میاں حامد صاحب قادیان (۳۶)ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب امرتسر (۳۷)بابا جیون بٹ صاحب امرتسر (۳۸)میاں غلام قادر صاحب سیالکوٹی (۳۹) مولوی رحیم بخش صاحب تلونڈی جھنگلاں (گورداسپور)(۴۰)بابا امیر الدین صاحب دارالفضل قادیان رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مکتوبات احمدیہ

حضرت عرفانی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی کئی جلدیں شائع کر کے تاریخ سلسلہ کا ایک بیش بہا خزانہ محفوظ کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں خاکسار بھی ایک جلد غیر مطبوعہ مکتوبات کی شائع کر رہا ہے۔ چونکہ یہ مکتوبات حد درجہ بوسیدہ ہو رہے ہیں اس لئے چربے بھی دیئے جائیں گے۔ یہ کتاب انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ ۵۲ء پر احباب تک پہنچ سکے گی۔ اسی کتاب میں یا الگ کتاب میں بعض صحابہ کرامؓ کے مکتوبات بھی درج کئے جائینگے بالخصوص ایسے مکتوبات کا چربہ جن سے بعض غیر مطبوعہ الہامات کا علم ہوتا ہے یا ان کی تاریخ نزول کی تعیین ہوتی ہے۔ وَبا اللہ التوفیق۔

بابت عرض حال جلد اوّل صفحہ ۲۲

۵۰-۱۰-۷ کو جو نقشہ کے متعلق نشاندہی کی گئی تھی اس میں سہواً حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا نام درج ہونے سے رہ گیا۔ دراصل یہ سب انتظام انہی کی طرف سے تھا اور خیمہ گاہ اور جنازہ گاہ کی نشاندہی میں انہی نے زیادہ اہم حصّہ لیا تھا۔

ایک روایت کے بارہ میں

اصحاب احمد جلد اول حاشیہ صفحہ ۷۷، ۷۸ پر ایک روایت شائع ہوئی ہے اسکے متعلق حضرت عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> ''مہدی کے حملہ کے وقت صحیح یہ ہے کہ سید خصیلت علی شاہ مرحوم نے اسے پکڑا تھا مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب کا یہ واقعہ نہیں۔ میں اسوقت وہاں موجود تھا۔ یہ واقعہ جُمعہ کی نماز کے بعد ہوا تھا اور یہ فروری ۱۸۹۲ء کی بات ہے۔''

خاکسار نے اس بارہ میں دوبارہ حضرت مفتی صاحب سے استفسار کیا تو آپ نے تحریر فرمایا:۔

> ''مجھے یہ بات یقینی طور پر یاد ہے کہ مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے والا جو تھا اس کو یقیناً شیخ رحمت اللہ صاحب نے ہٹایا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ میں وہاں موجود تھا۔''

ہر دو روایات درج کر کے خاکسار عرض کرتا ہے کہ اصل واقعہ کے بارہ میں جہاں تک قرائن کا تعلق ہے حضرت مفتی صاحب کو ذہول ضرور ہوا ہے اور وہ قرائن یہ ہیں۔ (۱) حضرت مفتی صاحب ذکرِ حبیبؑ میں تحریر

فرماتے ہیں کہ(۱)''غالباً ۹۲ء''میں میں مولوی محمد صادق صاحب مولوی فاضل اور خان بہادر غلام محمد صاحب کے ہمراہ قادیان آیا اسوقت ان دونوں نے بیعت کی۔اور ہم قادیان سے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ لاہور گئے اور پھر قادیان آئے۔(ص ۷)اس ضمن میں آپ مہدی والے واقعہ کا ذکر نہیں فرماتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ لاہور سے پھر سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے۔(۲) پھر آپ اِن دونوں اصحاب کی بیعت کے لئے قادیان آنے کا زمانہ''غالباً ۱۸۹۱ء کا دسمبر کا مہینہ''تحریر کر کے فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ قادیان سے لاہور آئے۔پہلے حضورؑ میراں بخش کی کوٹھی پر اُترے اور پھر اور مکان لیا گیا۔حضورؑ کی تشریف آوری پر بڑا شور مچا۔یہاں حضرت مفتی صاحب مہدی والے واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں ساتھ ہی لاہور میں اپنے قیام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ''ہم صرف ایک یا دو دن وہاں رہ کر چلے گئے اور حضرت صاحبؑ بہت دن لاہور ٹھہرے۔''(صفحہ ۱۹،۲۰)(۳)حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ جنوری ۹۲ء میں لاہور تشریف لے گئے اور وہاں مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے حضورؑ کا مباحثہ ہوا اور اسی سفر میں حضورؑ نے کوٹھی میراں بخش پر قیام فرمایا تھا نہ کہ دسمبر ۹۱ء میں۔(دیکھئے اشتہارات بابت ۲۸/جنوری و ۳/فروری ۹۲ء(۴) نیز یہ واقعہ مہدی والا چونکہ حضرت مفتی صاحب ان دو اصحاب مذکورہ بالا کی بیعت کے معاً بعد کے سفر لاہور کے وقت کا بیان فرماتے ہیں اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بیعت کس وقت کی ہے۔

ان دونوں کی بیعت ۲۰/جنوری ۱۸۹۲ء کی ہے(رجسٹر بیعت)اور حضورؑ کے ہمراہ لاہور میں صرف ایک یا دو دن تک حضرت مفتی صاحب اپنا قیام کرنا ذکر فرماتے ہیں(۵)مکرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کے حالات والے مسودہ میں جو ابتداءً ۱۹۱۱ء میں تحریر کیا تھا(اصحاب احمد جلد اول صفحہ ۶۳ حاشیہ)ڈاکٹر صاحب بھی مہدی والے واقعہ میں شیخ رحمت اللہ صاحب کا ذکر نہیں کرتے۔سو ان تمام قرائن سے حضرت عرفانی صاحب کی روایت قرین صحت معلوم ہوتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

تصحیح بابت مقدمہ کرم دین

جلد اوّل کے صفحہ ۱۳۳ پر بمقدمہ کرم دین جو کچھ درج ہے اس بارہ میں حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پراونشل امیر صوبہ سرحد نے ایک تصحیح ارسال کی تھی جو افسوس کہ اسوقت مل نہیں سکی۔میں نے حضرت عرفانی صاحب کی خدمت میں ارسال کی تھی تا اس بارہ میں کتاب میں جو غلطی ہوئی ہو اسکی تصحیح ہو سکے۔حضرت عرفانی صاحب نے اِس بارہ میں تحریر فرمایا ہے:

''آپ کے خط پر میں نے اصحاب احمد کا صفحہ ۱۳۳ دیکھا اسکے واقعات صحیح ہیں مگر

کچھ غلط ہوا ہے وہ میں بعد میں ذکر کرونگا پہلے قاضی صاحب کے بیان کی اصلاح کرتا ہوں۔ میں نے قاضی صاحب کے خط پر نمبر دیدیئے ہیں تا کہ اصل بات آسانی سے سمجھ میں آجاوے۔''

۱- مکرم قاضی صاحب کو سخت مغالطہ ہوا ہے۔کرم دین کے خطوط قادیان آئے تھے ان میں پیر گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی کی قلعی کھولی گئی تھی کہ یہ کتاب کرم دین کے بہنوئی فیضی کی یاداشتوں سے مُرتّب کی گئی ہے۔اسکے ثبوت میں گولڑوی کے خط وغیرہ قادیان بھیجے تھے۔وہ خطوط میں نے الحکم میں غالبًا اکتوبر۱۹۰۲ء یا آخری سہ ماہی کے قریب شائع کر دیئے جس سے گولڑوی پر لازمی اثر پڑا۔انہوں نے کرم دین کو اُکسایا ان خطوط کا تذکرہ حضرتؑ نے اپنی کتاب میں بھی کیا جو چھپ رہی تھی۔کرم دین نے جہلم میں رائے سنسار چند کی عدالت میں مُجھ پر اور حکیم فضل الدینؓ (صاحب) اور حضرت صاحب پر مقدمہ کیا۔اس مقدمہ کی پیشی پر حضرتؑ مواہب الرحمٰن شائع کر کے لے گئے تھے۔مقدمہ قانونی پوائنٹ پر خارج ہو گیا کہ اسے حق نہیں۔ہم سب باعزت بری ہو گئے۔

۲- مواہب الرحمٰن کے الفاظ کذاب اور لئیم کی بناء پر کرم دین نے گورداسپور مقدمہ کیا ازالہ حیثیت عُرفی کا۔اور میں نے سراج الاخبار جہلم کے ۶اور۱۳/اکتوبر کی اشاعتوں کی بناء پر جن میں کہا گیا تھا کہ ایڈیٹر الحکم نے جعلی خطوط بنائے ہیں وغیرہ ازالہ حیثیت عُرفی کا مقدمہ گورداسپور میں دائر کیا۔حضرت اقدسؑ نے ان مقدمات کے انجام کے متعلق پیشگوئی شائع کی جو ریویو اور ہمارے اخبارات میں شائع ہو چکی تھی قبل از وقت۔ اور الہام ہوا تھا ان اللہ مع الّذین اتّقوا وَّالّذین ھم محسنون۔ اِس پیشگوئی کی بناء پر فقیر محمد اور کرم دین پر جرمانہ ہوا۔اس کی اپیل ہو ہی نہیں سکتی تھی۔جُرمانہ قائم رہا اور کرم الدین کے مقدمہ میں پانچسو روپیہ جُرمانہ ہوا جو امرتسر کے ڈویژنل جج نے واپس کیا اور کرم الدین کے خلاف فیصلہ کیا کہ وہ اس سے بھی زیادہ الفاظ کا مستحق تھا۔مکرم ماسٹر (ملک۔مولف) مولا بخش صاحبؓ نے جو بیان دیا ہے اس میں صفحہ ۱۳۳،سطر۱۱، ادا ہو گیا تک درست ہے۔مگر اس کے بعد ہی حضورؑ کو ایک اور فوجداری مقدمہ......جہلم جانا پڑا غلط ہے خلط ہو گیا ہے میاں عزیز اللہ کا واقعہ بھی صحیح ہے مگر وہ امرتسر کا نہیں خود قادیان ہی کا ہے۔باقی ملک صاحبؓ امرتسر میں مترجم تھے یہ درست ہے اور جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے صحیح ہے یہ حقیقت ہے (ڈاکٹر) بشارت احمد (صاحب مصنف مجدد اعظم) نے اس خصوص میں صحیح واقعات لکھے ہیں اور اخبارات میں شائع شدہ ہیں۔الحکم۱۹۰۲ء کی آخری سہ ماہی اکتوبر۱۹۰۲ء اور شروع ۱۹۰۳ء میں سفر جہلم کے واقعات درج ہوں گے۔

میرے پاس یہاں فائل نہیں ہیں۔‘‘

مزید بابت سفر لدھیانہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لدھیانہ کے سفر اوّل کے تعلق میں جلد ہٰذا کے حاشیہ صفحہ ۴۷، ۴۸ میں حضورؑ کے دو مکتوبات مورخہ ۲۱/ فروری ۸۴ء مطابق ۲۲/ربیع الثانی ۱۳۰۱ء ھ اور ۲۶/فروری ۸۴ء مطابق ۱۷/ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ کا ذکر آیا ہے۔ اسلامی تاریخ کا رؤیت ہلال کی رُو سے ایک دن کی تقدیم و تاخیر ممکن ہے اِس لئے ۲۱/فروری مطابق ۲۲/ربیع الثانی درست ہے گو جنتری کی رو سے ۲۳/ربیع الثانی ہونا چاہیئے۔ لیکن ۲۶/فروری کو جنتری کی رو سے مطابق ۲۸/ربیع الثانی یا ۲۱/فروری والی تاریخ کی رو سے مطابق ۲۷/ربیع الثانی ہونا چاہیئے تھا اِس لئے اس مکتوب کی عیسوی اور اسلامی تاریخوں میں سے کسی ایک میں کسی مرحلہ پر سہو ہوا ہے۔ اس کتاب میں قریب کے مکتوبات تاریخوار سمجھے جائیں تو عیسوی تاریخ میں سہو ہوا ہے کیونکہ یہ مکتوبات ۱۳۔ ۲۱۔ ۲۶ اور ۲۸/فروری کے ہیں ورنہ اسلامی تاریخ میں سہو سمجھا جائے گا۔

ہر دو صورتوں میں لدھیانہ کے سفرِ اوّل کے متعلق جو کچھ میں نے کتاب میں تحریر کیا ہے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

مزید بہ تعلق علی گڑھ

جلد ہٰذا میں سر سید احمد کے ذکر میں میں نے یہ تحریر کیا تھا کہ باوجود قبول احمدیت کے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت نواب صاحبؓ تعلیمی امور کی خاطر اُن سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ ۹۳-۱۲-۲۳ کا ایک مکتوب حضرت مولوی صاحبؓ کا حاصل ہوا ہے جس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ آپؓ اس میں نوابؓ صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

> ’’میں تو علی گڑھ نہ جاسکوں گا۔ مگر آپ غالباً عبداللہ کو ملیں گے۔ میں ان دنوں اس پر ناراض ہوں کس قدر آزاد ہوا جاتا ہے۔ اگر مناسب سمجھیں کچھ نصیحت کر دیں۔‘‘
>
> مراد شیخ عبداللہ صاحب وکیل علی گڑھ ہیں۔

مزید بہ تعلق ۳۱۳ صحابہ

جلد ہٰذا میں ۳۱۳ صحابہؓ میں سے بعض کے متعلق معلومات بہ سلسلہ جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں نے درج کی ہیں ان میں نمبر ۳۱۱ میاں فتح محمد صاحب کا بھی ذکر ہے۔ ان کے متعلق الفضل بابت ۵۲-۲-۱۶ سے معلوم ہوتا

ہے کہ ’’فتح محمد خاں صاحب مولوی فاضل ولد ماموں خاں صاحب ساکن چنگن ضلع لدہیانہ موصی نمبر۹۴۱۳‘‘ کا موجودہ پتہ سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ کو مطلوب ہے۔خاکسار کو بہت تگ ودو کے بعد معلوم ہوا ہے کہ آپ پلنگ پور ڈاکخانہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ میں مقیم ہیں۔

بالآخر احباب کی خدمت میں بادب والحاح دُعا کی درخواست ہے۔**ھو نعم المولیٰ ونعم النصیر وعلیه التکلان۔**

والسلام خاکسار ناچیز
ملک صلاح الدین درویش
۱۳ھش۔۵۲-۲-۱۴
بیت الدعاء (دار المسیحؑ) قادیان دار الامان
(مشرقی پنجاب۔بھارت)

حضرت عرفانی صاحب کا تبصرہ!

اصحاب احمدؑ (جلد دوم)

اصحاب احمد کی پہلی جلد کی اشاعت پر میں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا میں نے اس ضرورت کو ہمیشہ محسوس کیا مگر میرے مختلف مشاغل اور عوایق نے اس سلسلہ کو تعویق میں رکھا۔ اگر چہ الحکم کے ذریعہ بہت سے صحابہ کے حالات قلمبند بھی ہوئے مگر ضرورت تھی کہ مستقل طور پر ایک سلسلہء تالیفات اس خصوص میں ہو۔ میں جب ائمہ سلف کی خدمتوں اور کوششوں کو دیکھتا تو میرا سرندامت سے جھک جاتا کہ انہوں نے باوجود ہر قسم کی مشکلات کے صحابہ کرام کے حالات کو محفوظ کیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ملک صلاح الدین کو نوازے کہ انہوں نے میرے قلب پر جو بوجھ تھا اُسے دُور کر دیا میں نے ان کے ساتھ تعاون کو خوش قسمتی اور سعادت یقین کیا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ مجھے اس نیت کا جو پہلے سے حالات صحابہ کے جمع کرنے اور شائع کرنے کی رکھتا آیا ہوں اجر ملے گا۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے عملاً (خواہ کتنا ہی خفیف ہو) حصہ لینے کا موقعہ مل گیا۔ جلد دوم کے مسودہ جات کی میں نے نظر ثانی محبت اور اخلاص سے کی اور مفید مشورے اور معلومات دینے میں لذّت محسوس کی۔ میں تالیفات کی مشکلات سے خوب واقف ہوں اس لئے کہ ؎

عمر گذری ہے اسی دشت کی سیّاحی میں

جیسا کہ عزیز مکرم ملک صاحب نے مشکلات کا اظہار کیا ہے اس قسم کے کام قومی تعاون اور فراخدل دوستوں کی اعانت سے آسان ہوتے ہیں مگر یہاں تالیف ہی نہیں اسکی طباعت کے اخراجات کا فکر سب سے زیادہ ہوتا ہے میں اس کتاب کے پڑھنے والوں کو کہوں گا کہ اس کام میں دلچسپی لیں اوّل تو خود صدر انجمن کے صیغہ تالیف واشاعت کو سرپرستی کرنی چاہیئے لیکن احباب کو اس امید پر نہیں رہنا چاہیے۔ جیسا کہ ملک صاحب نے لکھا ہے کتاب کی پوری فروخت بھی سرمایہ کا ذریعہ نہیں ہوسکتی اس لئے اس کے لئے خاص طور پر ضرورت ہے کہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے دل دیا ہے اور مال بھی دیا ہے وہ اس مقصد کے لئے آگے بڑھیں۔

میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ملک صاحب کو اس کام کیلئے فارغ کر دیا جاوے اور دوسرے کام کسی اور صاحب کے سپرد ہوں۔

بہرحال میں ملک صاحب کی کوشش اور محنت کا ایک عینی گواہ ہوں اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس وقت اس کام کو وہی خوش اسلوبی سے کر سکتے ہیں ان میں مذاقِ تحقیق ہے۔ مجھے اس سے بھی خوشی ہوئی کہ انہوں نے بعض غیر مطبوعہ مکتوبات کو جمع کیا ہے۔ان کے عکس دینے کا کام نہایت پسندیدہ ہے۔ میرے زیر نظر یہ تھا چنانچہ الحکم کے جوبلی نمبر میں اس کی طرف بھی اشارہ تھا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس قدر تحریریں مل سکتی ہیں ان سب کے فوٹوز لے کر بلاک بنوائے جائیں۔ میں نے لنڈن کے میوزیم میں پرانے مخطوطات دیکھے۔ایک علم نواز۔علم دوست قوم کے لئے یہ چیزیں ضروریاتِ زندگی میں سے ہیں۔

بالآخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے محترم ملک صلاح الدین صاحب کو صحت توانائی دے اور اشاعتِ حالات صحابہ کیلئے ہر روک کو دُور کر دے۔ میں اپنی ہراعانت کیلئے خوشی محسوس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کہ میری دیرینہ آرزو اس رنگ میں پوری ہو رہی ہے اور میں اس طرح پر دوسری تالیفات کے لئے وقت دے سکوں گا۔ وباللہ التوفیق۔

خاکسار

عرفانی الکبیر!

26/11/51

ضمیمہ دیباچہ اصحاب احمدؑ

مزید اعانت

برادرعزیز محمد عبدالقدیر صاحب کارکن ناصر آباد اسٹیٹ (سندھ) خلف حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ سکنہ تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور نے ازخود تحریک کر کے مندرجہ ذیل احباب سے ایک سو روپیہ بطور اعانت بھجوایا ہے جس کے لئے میں ان کا نیز اعانت کرنے والے احباب کا ازحد ممنون ہوں۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔**

۱- مکرم مرزا رشید احمد صاحب (خلف حضرت مرزا سلطان احمد صاحب) مالک نسیم آباد اسٹیٹ (سندھ)	پچاس روپے
۲- مکرم محمد عبدالقدیر صاحب موصوف	پچیس روپے
۳- مکرم مرزا اکمل بیگ صاحب نسیم آباد اسٹیٹ	ساڑھے دس روپے
۴- مکرم چوہدری محمد اقبال صاحب اکاؤنٹنٹ نسیم آباد اسٹیٹ	تین روپے
۵- مکرم چوہدری محمد افضل صاحب	ڈیڑھ روپیہ
۶- مکرم مرزا منظور احمد صاحب	ایک روپیہ
۷- مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب	ایک روپیہ
۸- متفرق	آٹھ روپے

مزید بعض امور

بعض امور کا طباعت کے دوران میں علم ہوا۔ جن کو یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

چار روایات

حضرت نواب صاحبؓ کی تین روایات اور آپ کے صاحبزادہ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کی

ایک روایت افادہ کی خاطر یہاں درج کی جاتی ہیں۔حضرت نواب صاحبؓ فرماتے ہیں۔

''غالباً پہلی یا دوسری دفعہ میرے قادیان آنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کے بعد میرے ہاں تشریف لائے تو آپؑ موم بتی لے کر اس کی روشنی میں آئے۔میرے ملازم صفدر علی خاں نے چاہا کہ بتّی کو بجھا دیا جائے تا کہ بے فائدہ جلتی نہ رہے اس پر آپؑ نے فرمایا جلنے دو روشنی کی کمی ہے۔دنیا میں تاریکی تو بہت ہے۔(قریب قریب الفاظ یہ تھے۔'') [۷]

۲- ''ایک دفعہ مرزا خدا بخش صاحب کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔انہوں نے لڈو میرے ہاں بھیجے میں نے واپس کر دیئے کہ عقیقہ کا کھانا تو میں لے لوں گا مگر یہ میں نہیں لیتا۔تھوڑے عرصہ بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ رکابی خود لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ بات ٹھیک ہے جو تم نے کہی۔یہ بچہّ کی پیدائش کے لڈو نہیں بلکہ اُس شکریہ کے ہیں کہ ماں کی جان بچ گئی۔میں نے نہایت تکریم سے وہ رکابی لے لی۔اس وقت میرے مکان زنانہ کے صحن میں ایک دروازہ تھا اس پر کھڑے کھڑے یہ باتیں ہوئی۔'' [۸]

۳- ''ایک دفعہ ابتداء میں جب میں قادیان میں مستقل طور سے رہنے لگا تو مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں باہر سے برات آئی تھی،اس کے ساتھ کنچنی بھی تھی اور ناچ وغیرہ ہوتا تھا میں ایسی رسوم شادی وغیرہ(میں) نہ خود شریک ہوتا ہوں اور نہ ہی اپنی چیز دیتا ہوں۔مرزا نظام الدین نے مجھ سے غالباً کچھ دریاں اور چکیں مانگی تھیں۔میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا۔آپ نے فرمایا دے دو کیونکہ اس شادی سے اغلب ہے دولھا کی اصلاح ہو گی۔'' [۹]

۴- ''شفقت کا ایک نظارہ'' کے ذیل میں مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کی علالت اور حضرت اقدس کے شفقت بھرے خطوط کا ذکر کیا گیا ہے۔میاں صاحب موصوف کو نواب صاحب جب قادیان لائے تو رات ۳½ بجے کا عمل تھا کہ حضرت اقدسؑ اسی وقت تشریف لائے اور حال دریافت فرماتے رہے۔یہ بیان مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کا ہے جسے حاشیہ ص ۱۳۷ پر درج کیا گیا ہے۔اس بارہ میں مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''میری صحت یابی کے بعد حضرت والد صاحب مجھے لاہور سے بٹالہ اس گاڑی پر لائے جو لاہور سے تین ساڑھے تین بجے شام روانہ ہو کر نو ساڑھے نو بجے رات بٹالہ پہنچتی تھی۔بٹالہ سے رتھ پر سوار ہو کر اڑھائی تین بجے رات ہم قادیان پہنچے۔

بابو محمد افضل صاحب ایڈیٹر البدر رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ میری کمزوری کی وجہ سے والد صاحب مجھے سیدہ ام متین صاحبہ والے مکان میں لے گئے جہاں ہمارا قیام تھا۔ اس وقت حضرت اماں جان نوراللہ مرقدہا کے صحن کی طرف کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا، والد صاحب نے دریافت کیا کون ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا۔ دروازہ کھلنے پر حضورؑ تشریف لائے اور کچھ دیر تک میرا حال دریافت فرماتے رہے۔''

بابت مقدمہ کرم دین

صفحہ ۱۶/۵ پر زیر ''تصحیح بابت مقدمہ کرم دین'' میں نے تحریر کیا تھا حضرت قاضی محمد صاحب کی چٹھی نہیں مل سکی، اس دوران میں وہ دستیاب ہوگئی ہے اس لئے اسے درج کیا جاتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''ملک مولا بخش صاحبؓ کے حالات کے ذیل میں صفحہ ۱۳۳ پر فیصلہ اپیل مقدمہ مولوی کرم الدین کے عنوان کے نیچے لکھا ہے کہ حضرت احمد علیہ السلام جہلم مواہب الرحمٰن میں چند الفاظ استعمال شدہ کے بناء پر تشریف لے گئے تھے حالانکہ یہ واقعہ غلط ہے۔

حضرت احمد نے کتاب اعجاز المسیح شائع کی۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے اس کے جواب میں سیف چشتیائی شائع کی جو دراصل مولوی محمد حسن صاحب ساکن بھیں کے تحریر کردہ نوٹوں کا مجموعہ تھا اور اس کو مولوی محمد غازی صاحب نے ترتیب دے کر پیر صاحب کی طرف سے شائع کیا۔ مولوی کرم دین صاحب ساکن بھیں (کے) اس سلسلہ میں کچھ خطوط اخبار سراج الاخبار میں شائع کئے گئے جس کے ایڈیٹر فقیر محمد صاحب تھے۔ حضرت حکیم فضل الدین صاحب اور ایڈیٹر صاحب الحکم نے مولوی کرم الدین صاحب کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا۔ ۱۵؍جنوری ۱۹۰۳ء اس مقدمہ کی بمقام جہلم سماعت مقرر ہوئی۔ حضرت احمد علیہ السلام بطور گواہ اس مقدمہ میں جہلم تشریف لے گئے تھے۔ اپنے ساتھ نو تصنیف کتاب مواہب الرحمٰن بھی لے گئے اور راستہ میں تقسیم کی گئی جس میں اس مقدمہ کے بارہ میں ایک کشف کا ذکر تھا اور مولوی کرم دین صاحب کے بارے میں کذّاب اور لئیم اور رجل مھین کے الفاظ استعمال فرمائے تھے۔

مولوی کرم دین صاحب نے ان الفاظ کے خلاف گورداسپور میں حضرت احمد اور حکیم فضل دین صاحب کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کیا جس میں آریہ مجسٹریٹ نے حضرت احمد کو پانچ صد روپیہ اور حضرت حکیم فضل دین صاحب کو دوصد روپیہ جرمانہ کیا۔ جہلم والے مقدمہ میں مولوی کرم دین کو پچاس روپیہ اور فقیر محمد کو چالیس روپیہ جرمانہ ہوا۔ اپیل امرتسر میں دائر ہوئی کرم دین اور فقیر محمد کا جرمانہ بحال رہا۔ حضرت احمد قادیانی اور حکیم فضل الدین صاحب کا جرمانہ معاف ہوا، اور مولوی کرم دین کے حق میں الفاظ کذاب ولئیم اور مہین بحال رہے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ اس غلطی کی اصلاح کرلی جائے گی۔''

نواب صاحب کا شہر والا مکان

صفحہ ۱۳۹ پر جو کچھ میں نے اس کے وقوع کے متعلق لکھا ہے اس بارہ میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''محترم حضرت نواب صاحبؓ کا اندرون شہر مکان الدّار میں شامل ہے کیونکہ (۱) وہ افتادہ حصہ مکانات بھی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حصہ میں آیا ہوا تھا اور (۲) الدّار کی ڈیوڑھی کے بالمقابل جانب شرق واقع تھا (۳) اس جگہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ (ابتدائی زمانہ غالباً ۹۶ء-۹۷ء) میں حضور کا لنگر خانہ بھی رہا ہے اور آثار سے پتہ چلتا ہے کہ کسی وقت یہ حصہّ مکانات افتادہ حضور پُر نور کا خاندانی دیوان خانہ تھا۔ (۴) صحن حضرت نواب صاحبؓ کے اس مکان کا بھی یقیناً الدار میں شامل تھا (عبدالرحیم صاحب سوڈا واٹر کی دکان اور اس کے ملحقہ کچھ حصہ کی جگہ پہلے حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رہائشی مکان حضورؑ نے بنوایا تھا جس کے جنوبی حصہ کی طرف چھوٹا سا صحن تھا اور اس میں ایک پودا بڑ کا بھی تھا...... الدار کی ڈیوڑھی کے سامنے مشرق میں جو کوچہ ہے اور وہ مکرم حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے مکانات دیوان خانہ اور مشہور روایت والا کنواں اور شرقی صحن وغیرہ کی طرف جاتا ہے۔ اس کوچہ کے شرق اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکانات رہائشی کے جانب غرب کی ساری زمین سیدنا حضرت اقدسؑ نے حضرت نواب صاحبؓ کو رہائش کے لئے مکان بنانے کو دیدی تھی اور اس پر حضرت نواب صاحبؓ نے کچے اور خام عمارت کے کوارٹرز بنائے تھے بعد میں موجودہ پختہ عمارت تیار کروالی تھی۔

مزید بابت فونوگراف

ص۴۷۴ تا ص۴۸۰ پر ’’فونوگراف سے تبلیغ‘‘ کا ذکر ہے: اس بارہ میں مزید الحکم بابت ۱۰نومبر ۱۹۰۱ء (ص ا کالم ا) میں مرقوم ہے (یہ کلماتِ طیبات حضورؑ نے ۳۱ کتوبر کو فرمائے تھے)

’’حضرت اقدسؑ حسب معمول سیر کو تشریف لے گئے، راستہ میں فونوگراف کی ایجاد اور اس سے اپنی تقریر کو مختلف مقامات پر پہنچانے کا تذکرہ ہوتا رہا۔ چنانچہ یہ تجویز کی گئی کہ اس میں حضرت اقدس کی ایک تقریر عربی زبان میں بند ہو جو چار گھنٹہ تک جاری رہے اور اس تقریر سے پہلے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی تقریر ایک انٹروڈکٹری نوٹ کے طور پر جس کا مضمون اس قسم کا ہو کہ انیسویں صدی مسیحی کے سب سے بڑے انسان کی تقریر آپ کو سنائی جاتی ہے جس نے خدا کی طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے نام سے دنیا میں آیا ہے اور جس نے ارضِ ہند میں ہزاروں لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور جس کے ہاتھ پر ہزاروں تائیدی نشان ظاہر ہوئے خدا تعالیٰ نے جس کی ہر میدان میں نصرت کی، وہ اپنی دعوت بلاد اسلامیہ میں کرتا ہے۔ سامعین خود اس کے منہ سے سن لیں کہ اس کا کیا دعویٰ ہے۔ اور اسکے دلائل اس کے پاس کیا ہیں۔ اس قسم کی ایک تقریر کے بعد پھر حضرت اقدسؑ کی تقریر ہو گی اور جہاں جہاں یہ لوگ جائیں اسے کھول کر سناتے پھریں۔‘‘

بابا عبدالکریمؓ صاحب عطار

(متعلق ص۵۱۰) حضرت عرفانی صاحب دو خطوط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’عبدالکریم عطار اور عبدالکریم ولد مولا بخش جدا جدا ہیں۔ عبدالکریم عطار بعد میں بابا عبدالکریم مشہور ہوا۔ بڑا خوش الحان اور لال سوداگر تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب میں جگہ دے۔‘‘

’’عرف عام میں لال سوداگر اسے کہتے ہیں کہ موقعہ اور وقت کے لحاظ سے جس قسم کی تجارت ممکن ہو کر لے، کسی خاص تجارت کا کرنے والا نہ ہو، وہ عطار تو تھے مگر کبھی لوئیاں کوٹ وغیرہ لے آتے۔‘‘

حضرت مولوی عبدالقادر صاحبان ؓ:

(متعلق ص ۵۲۸) فہرستوں میں ان بزرگوں کے نام یوں درج ہیں:

(الف) آئینہ کمالاتِ اسلام ۔نمبر۶۱ مولوی عبدالقادر صاحب جمال پور ضلع لدھیانہ (مدرس)

نمبر ۶۵ میاں عبدالقادر صاحب جگین ضلع لدھیانہ مدرس مدرسہ جماپور

(ب) ضمیمہ انجام آتھم نمبر ۱۳۰ مولوی عبدالقادر خاں صاحب جماپور لدھیانہ

نمبر ۱۳۱ مولوی عبدالقادر صاحب خاص لدھیانہ

مذکورہ بالا کے متعلق استفسار پر حضرت عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولوی عبدالقادر ؓ جن کا ذکر آئینہ کمالات اسلام کے نمبر ۶۱، ۶۵، انجام آتھم کے نمبر ۱۳۰ پر ہے ایک ہی شخص ہے۔نمبر ۶۵ ان کے گاؤں کا پتہ ہے۔ بڑے مخلص آدمی تھے۔گلاب شاہ کی شہادت کے ذکر میں ان کی شہادت ازالہ اوہام میں ہے اور حضرت نے ازالہ اوہام (میں) بعض مخلص احباب کے ذکر میں جو دوسرے حصہ کے آخر میں ہے نمبر ۲۹ پر ان کا ذکر کیا ہے۔''

ایک اور خط میں ان کے متعلق حضرت عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''وہ عبدالقادر صاحب مولوی عبدالقادر نہیں ۔منصوران ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔جمال پور میں مدرس تھے نیک اور مخلص تہجد گذار تھے۔ازالہٗ اوہام میں کریم بخش جمال پوری کی جو شہادت ہے یہی انہیں لائے تھے مَیں اور حضرت حاجی شہزادہ عبدالمجید ؓ جماپور میں ایک جلسہ کرنے گئے تھے ان کے ہی پاس ٹھہرے تھے۔ یہ بھی حضرت منشی احمد جان ؓ کے مرید تھے۔''

اس کی مزید تشریح میں ایک اور مکتوب میں حضرت عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''لودھیانہ میں حضرت منشی احمد جان ؓ کے مریدوں نے ایک انجمن انواراحمدیہ قائم کی تھی اس کے لئے چندہ کرنے اور رسالہ انواراحمدیہ جس کا مجھے ایڈیٹر مقرر کیا گیا تھا اس کے لئے تحریک کرنے گئے تھے اور ہم نے وہاں تقریریں کیں۔''

ضمیمہ انجام آتھم کے نمبر ۱۳۱ حضرت مولوی عبدالقادر صاحب ؓ حکیم محمد عمر ؓ صاحب کے باپ تھے۔ جو نوٹ صفحہ ۵۲۸ پر دیا ہے وہ صحیح ہے گو ان کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ان کی وفات کا سال اس وقت ذہن میں نہیں۔''

مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب

(متعلق حاشیہ ص ۵۴۲) مزید حضرت عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب حضرتؑ کے خاندان میں بطور مختار کام کرتے تھے اور یہ رڑ کی مغلاں کے مغل خاندان کے ممبر تھے، یہ وہ خاندان تھا جس کے ساتھ اس خاندان کی رشتہ داری تھی حضرت اقدس کی پہلی بیوی، مرزا سلطان احمد صاحب کی بیوی اور مرزا فضل احمد مرحوم کی بیوی یہ سب اِسی خاندان سے متعلق تھیں۔''

۲۰ ستمبر ۱۹۰۵ء کی رؤیا بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:۔

''والد صاحب کا ایک پرانا نوکر مرزا رحمت اللہ نام جو قریباً پچاس سال تک والد صاحب کی خدمت میں رہا تھا اور جس کو فوت ہوئے بھی قریباً چالیس سال ہوئے ہیں وہاں موجود ہے۔ ۱۰

قاضی زین العابدین صاحب محمد سعید صاحب طرابلسی وغیرہ

ہر دو نیز مولوی عبداللہ صاحب اور نواب خاں صاحب (ص ۱۱۷۔۱۱۸۔۴۶۴) کے متعلق قدرے تفصیل مکتوبات اصحاب احمد جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں۔

(متعلق صفحہ ۳۷ ضمیمہ)

حصہ نقشہ نمبر۱۳ مقاماتِ مقدسہ قادیان

پیمانہ ۸۰ فٹ = ۱ انچ
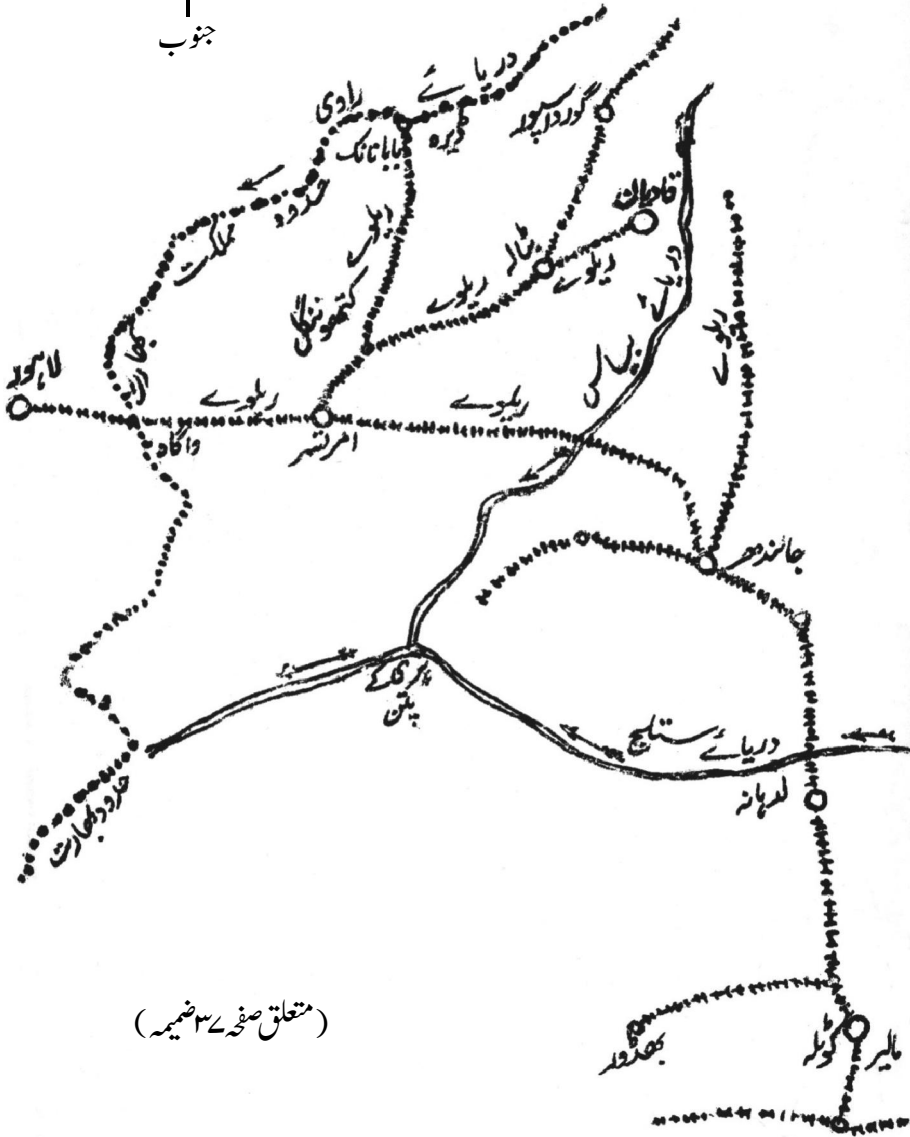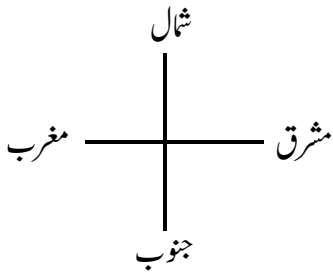
* کمرہ وفات میاں محمد اکبر صاحب بٹالوی۔ نمبر۳،۴ بھی دار حضرت خلیفہ اوّلؓ کا حصہ ہیں۔ نمبر۴ کچھ عرصہ سے دکان میں تبدیل ہو چکا ہے۔ نمبر۳ لائبریری روم حضرت خلیفہ اوّلؓ نمبر ۵ میں دونوں طرف ملحقہ کمرے شامل ہیں جو مطبع ضیاء الاسلام مطب حضرت خلیفہ اوّلؓ کتب خانہ قدیم وغیرہ کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ گیٹ ۴۷ء میں بنایا گیا تھا۔ فصیل قدیم کا مقام ظاہر کیا گیا ہے۔ جہاں وہ ہوتی تھی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ ☆

خاندانی حالات

حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہمارا خاندان غوری ہے۔شاہ حسین جوشاہ محمد غوری کا بھتیجا تھا۔ بعد زوالِ خاندان غور کابل آ گیا۔اس کے دو بیٹے جوشاہِ کابل کی بیٹی سے تھے ان کا نام غلزی اور

☆ (الف) خاکسار موئف نے حضرت نواب صاحبؓ کی حیات کی تدوین کیلئے مواد کی فراہمی کا کام آپ کی وفات کے معاً بعد شروع کر دیا تھا۔وفات پر آپ کے صاحبزادہ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب قادیان تشریف لائے تو خاکسار نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا۔قریب کے عرصہ میں آپ شملہ گئے تو وہاں میری درخواست پر اخویم مرزا محمد حیات صاحب تاثیر فاضل (حال چنیوٹ) نے مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کی زبانی میرے نوشتہ حالات سُنائے اور بہت سی مزید معلومات حاصل کیں۔حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے مجھے زبانی استفسار کر کے آپ کے جوابات آپکو دوبارہ سُنانے کا موقعہ ملا۔حضرت ممدوحہ نے دونوں میاں صاحبان کے بیانات اور اپنے لکھوائے ہوئے حالات بھی بالاستیعاب پڑھے اور ان میں بہت سا مفید اضافہ کیا۔اور تقسیم ملک کے بعد خاکسار کے استفسارات پر سیّدہ موصوفہ نے ہر طرح معاونت فرمائی۔تالیف کے دوران میں بباعثِ فراہمی حالات مجھے مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کے پاس دو دفعہ مالیر کوٹلہ بھی جانا پڑا۔

(ب) نواب صاحب کی روایات جو نظارت تالیف وتصنیف کے ریکارڈ میں ہیں ان کا اکثر حصہ الفضل جلد ۲۶ نمبر ۱۳۳ پرپرچہ ۱۴ جون ۱۹۳۸ء میں چھپ چکا ہے۔

لودھی تھا۔ تیسرا بیٹا جو ایک دوسری بیوی کے بطن سے تھا اس کا نام سروانی تھا۔ ہمارا مالیر کوٹلہ کا خاندان سروانی کی اولاد ہے۔ سروانی کچھ عرصہ بعد درابن میں آباد ہو گئے تھے۔ شیخ صدرالدین صدر جہان جو اپنے فقر اور متصوفانہ طریق میں مشہور تھے۔ درابن سے ہندوستان آئے۔ اور ایک گاؤں بھومسی نام کے قریب اپنی جھونپڑی بنالی۔ یہ جگہ دریائے ستلج کی شاخ بُڈھا دریا (جو اب لدھیانہ کے قریب بہتا ہے اور اُس وقت اُس گاؤں کے قریب بہتا تھا) کے کنارے تھی۔ شیخ صاحب موصوف وہاں پر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ انہی ایام میں بادشاہ بہلول لودھی بارادہ فتح دہلی جارہا تھا۔ اس جھونپڑی کے قریب سے گزرہوا ایک بار خدا کا نام سُن کر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور فتح کامرانی کے حصول کے لئے درخواستِ دُعا کی۔ بعد ازاں دہلی فتح ہونے پر اپنی لڑکی کی شادی شیخ صاحب سے کردی اور چند پرگنہ جات بطور جہیز دیئے۔ شیخ صدر جہاں کی دو بیویاں تھیں ایک شہزادی یعنی بہلول لودھی کی بیٹی اور دوسرے رائے کپورتھلہ کی بیٹی۔ راجپوت شہزادی کی اولاد سے صوبہ سرہند قتل ہو گیا اس پاداش میں پرگنہ جات مذکورہ ضبط ہو گئے اور سلطنت بھی بدل چکی تھی۔ رائے کپورتھلہ نے اپنے نواسوں کو وہ ضبط شدہ پرگنہ جات خرید کر دیدیئے اس طرح ریاست مالیر کوٹلہ کی بنیاد پڑی۔

شیخ صدر جہاں رحمۃ اللہ علیہ نے مالیر آباد کیا۔ چند پشتوں بعد بوجہ ناچاقی برادران بایزید خانصاحب دہلی جاکر ملازم ہو گئے۔ اور بصلہ خدمات جاگیر و اجازت بنائے قلعہ حاصل کی اور بعہد شاہجہاں کوٹلہ آباد کیا۔ اس طرح دونوں آبادیاں مالیر کوٹلہ کہلانے لگیں۔ خدماتِ شاہاں مغلیہ کے صلہ میں ریاست کو وسعت ہوئی اور روپڑ اور پائل وغیرہ علاقہ جات زیرِ حکومت مالیر کوٹلہ رہے۔ سکھوں کی طوائف الملوکی کے زمانہ میں بہت سا علاقہ قبضہ سے نکل گیا۔ چنانچہ احمد شاہ درانی کے آنے پر موجودہ علاقہ مالیر کوٹلہ مسلّم ہوا۔ اور سکّہ بھی عطا ہوا۔ اس کے بعد ۱۸۰۸ء میں جنرل اختر لونی نے موجودہ علاقہ مالیر کوٹلہ کی تصدیق اور توثیق کردی اور ریاست مالیر کوٹلہ زیر اقتدار حکومت برطانیہ آ گئی۔ احمد شاہ درّانی کے وقت رئیس مالیر کوٹلہ زمیندار کہلاتے تھے مگر نظم و نسق حکومت میں خود مختار تھے۔ شیخ صدر جہاںؒ کی چند پشت بعد نواب جمال خاں کو حکومت ملی چنانچہ موجودہ حکمران خاندان

بقیہ حاشیہ:- (ج) بعض جگہ خطوط واحدنی میں ع۔م۔ن درج کئے گئے ہیں۔ جن سے مراد یہ ہے کہ امر مذکور میاں عبدالرحمٰن خاں صاحب۔ مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب یا سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے معلوم ہوا ہے۔

(د) چونکہ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم (مرتبہ مکرم عرفانی صاحب) کا حوالہ بار بار ہے اسلئے اکثر صرف مکتوبات کا نمبر درج کیا گیا ہے۔ مکتوبات کے تمام حصص مکرم عرفانی صاحب کی سعی و توجہ سے زیورِ طبع سے مزیّن ہوئے ہیں اور جماعت احمدیہ کیلئے ایک بیش بہا خزانہ ہیں **فجزہ اللہ احسن الجزا۔**

نواب جمال خاں کی اولاد ہونے کی وجہ سے جمال خانی کہلاتا ہے حکومت برطانیہ کے عہد میں یہ امر طے شدہ تھا کہ جب تک اس خاندان کے افراد موجود ہیں ریاست انہی کے پاس رہے گی۔

شجرۂ نسب

شجرہ نسب ذیل میں درج کیا جاتا ہے تا کہ ریاست کے معاملات آسانی سے سمجھے جاسکیں۔
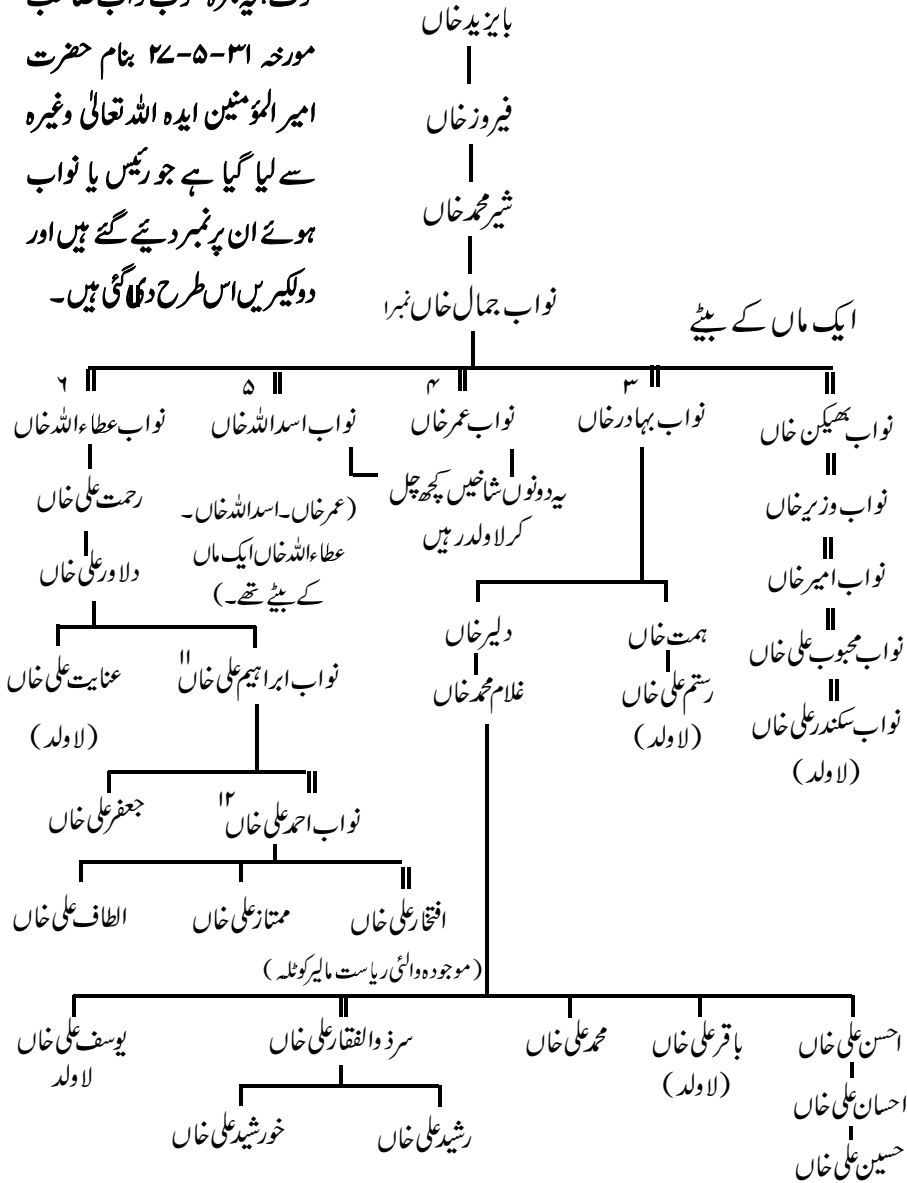
نوٹ: نواب غلام محمد خاں صاحب کی چار بیگمات تھیں۔علی الترتیب ان کی ذیل کی اولاد ذکور وا ناث تھی۔
پہلی بیگم کے بطن سے امیر بیگم۔احسن علی خاں۔باقر علی خاں (لاولد) دوسری بیگم کے بطن سے حُسینی بیگم (لاولد) تیسری بیگم کے بطن سے نواب بیگم (بیگم نواب ابراہیم علی خاں) یہ تیسری بیگم اور والدہ نواب ابراہیم علی خاں سگی بہنیں تھیں۔چوتھی نواب بیگم بنت سردار خاں کے بطن سے فاطمہ بیگم۔محمد علی خاں۔ذوالفقار علی خاں۔یوسف علی خاں۔

نواب جمال خاں کے پانچوں بیٹے یکے بعد دیگرے حسب ترتیب بالا نواب ہوئے۔نواب عطاءاللہ خاں کے بعد نواب وزیر خاں جو نواب بھیکن خاں کے بڑے بیٹے تھے مسند نشین ہوئے اور نواب سکندر علی خان تک ریاست نواب وزیر خاں کی اولاد میں رہی۔نواب سکندر خاں لاولد تھے۔انہوں نے نواب محمد علی خاں کو متبنّٰی بنانا چاہا لیکن نواب غلام محمد خاں کو اپنا بیٹا بہت پیارا تھا۔جُدائی گوارا نہ ہوئی۔دوسرے انہیں یہ بھی یقین تھا کہ سب سے بڑا ہونے کے سبب سے اور نواب جمال خان کے فرزند ثانی کی اولاد ہونے اور والدہ کی طرف سے بھی نواب سکندر علی خاں کا اقرب ہونے کی بناء پر خود ان کو ریاست کا حق پہنچتا ہے۔نواب سکندر علی خاں نے نواب ابراہیم علی خاں کو متبنّٰی بنالیا اور نواب سکندر علی کے فوت ہونے پر گدّی کے متعلق جھگڑا پیدا ہوا۔مقدمات پریوی کونسل تک گئے۔☆ نواب غلام محمد خاں نے شرعاً متبنّیت ناجائز ثابت کر دی اور گدّی کا حق فریق ثانی کا ٹوٹ گیا۔

☆ تذکرہ رؤسائے پنجاب مصنفہ سرلیپل گریفن جلد دوم (اردو) میں نواب محمد علی خاں صاحب اور آپ کے بھائی خاں ذوالفقار علی خاں صاحب کی تصاویر دی گئی ہیں اور لکھا ہے کہ ''یہاں فرمانروائے مالیر کوٹلہ کے اُن یکجدّی رشتہ داروں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو ''خوانین'' کے لقب سے مشہور ہیں اور ان میں سے اب صرف خان صاحب غلام محمد خاں کی اولاد باقی ہے۔غلام محمد خانصاحب کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے کہ انہوں نے نواب سکندر علی خانصاحب کے نواب ابراہیم علی خاں کو متبنّٰی بنانے پر جھگڑا اُٹھایا تھا کوٹلہ میں غلام محمد خاں صاحب کی وفات پر ان کی جاگیریں اور ریاست کے مالیہ کا حصہ ان کے پانچ صاحبزادوں کو مل گیا۔اور سب سے بڑے صاحبزادے احسن علی خاں صاحب اپنے والد ماجد کی جگہ پر اونشل درباری بنائے گئے۔احسن علی خاں ۱۹۰۷ء میں فوت ہوئے۔ اُن کے چھوٹے بھائی محمد علی خاں صاحب اور ذوالفقار علی خاں صاحب نے اَیچیسن کالج میں تعلیم پائی۔محمد علی خاں صاحب علومِ مشرقیہ کے مطالعہ میں مصروف ہوگئے۔خاں ذوالفقار علی خاں صاحب لدھیانہ میں آنریری اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر مقرر کئے گئے۔جس عُہدے پر انہوں نے چند سال تک بہت اچھا کام کیا۔'' (۵۵ ۷)
نوٹ: صرف خان غلام محمد خانصاحب کی اولاد کا باقی ہونا غلط ہے۔(مولف کتاب ہذا)

شمال
مغرب
مشرق
جنوب
مکان جعفر علی خان کابلی از لودیانہ
چاہ آسمانی
مکانات قلعہ
بہلیوں کی جگہ گڈے خانہ وغیرہ
مکانات اصطبل
باڑہ
دو کانات
جیل خانہ
پلٹن
راستہ
رسالہ
تحصیل
مختلف آبادی ملازمان وغیرہ
راستہ
راستہ
آبادی جاٹاں
مسجد
سفید زمین
مدرسہ
شفاخانہ
تھانہ
مکان
مکان محمد باقر علی خانصاحب
باغ بنگلہ
چاہ ابرو والہ
سروانی کوٹ
محمد علی خاں
صاحب کے حصہ میں آیا۔
آپ نے یہ دیکھ کر کہ
سیدوں کی بے پردگی ہوتی
ہے انہیں مسجد و مدرسہ کے
پاس تھانہ وغیرہ کی جگہ پر
آباد کردیا۔

لیکن حکومت نے فیصلہ کیا کہ ریاست میں انتخاب ہو۔ چونکہ نواب غلام محمد خاں کی مالی حالت اچھی نہ رہی تھی اور شرکاء کے پاس کافی روپیہ تھا اس لئے انہوں نے روپیہ خرچ کر کے زیادہ ووٹ حاصل کر لئے اور کامیاب ہو گئے۔ بناء بریں اور نیز اس لئے بھی کہ ریاست سُنّی تھی اور آپ شیعہ تھے۔ ہر وقت تنازعات کے رونما ہونے کا خطرہ لاحق رہتا تھا اور گدی کے حصول میں ناکامی کے بعد علاقہ کوٹلہ کے عوض ریاست سے باہر جاگیر حاصل کرنے میں بھی کامیابی نہ ہوئی تھی۔ نواب غلام محمد خاں نے بنجرات سکندر پورہ وغیرہ دیہات میں جو ورثہ میں نواب سکندر علی خاں کی وفات پر حاصل ہوئے تھے۔ ۱۸۷۵ء میں سروانی کوٹ کی بنیاد ڈالی۔ جس کا نقشہ صفحہ ۵ پر ملاحظہ فرمائیں:

۱۸۷۲ء تک تمام حصہ داران یعنی اولاد نواب جمال خاں میں تمام کلکٹری اور فوجداری اختیارات موجود تھے۔ ان میں جائداد مساوی حصص میں تقسیم ہوتی تھی اور ان میں سے ہر ایک فوجدار با اختیار رئیس ہوتا تھا۔ لیکن گورنمنٹ نے یہ چاہا کہ چونکہ آپس میں تنازعات وفسادات ہوتے ہیں ایک ہی نواب رہے جسے فوجداری اختیارات بھی حاصل ہوں باقیوں کو صرف کلکٹری اختیارات رہیں۔ چونکہ نواب غلام محمد خاں سمجھتے تھے کہ آئندہ وہ خود نواب ہونگے اُنہوں نے بھی اس تجویز کو مناسب قرار دیا۔ اس لئے احکام جاری ہوئے کہ نواب غلام محمد خاں کی وفات کے بعد فوجداری اختیارات صرف نواب والئی مالیر کوٹلہ کو حاصل ہوا کرینگے۔ چنانچہ ۱۸۷۸ء میں ان کی وفات کے بعد یہ اختیارات جملہ خوانین سے جاتے رہے لیکن بعد میں کلکٹری کے اختیارات بھی نواب والئی ریاست کی طرف منتقل کر دیئے گئے کیونکہ پہلے بٹائی کا طریق جاری تھا۔ بعد ازاں اس طریق کو حکومت نے لگان میں تبدیل کر دیا۔ ۱۸۹۹ء سے اولاد بہادر خاں کے حصص مساوی تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر اولاد عطاء اللہ خاں میں سوائے والئی مالیر کوٹلہ کے باقی اولاد کے لئے گزارہ تجویز ہوتا رہا۔

نواب سکندر علی خاں صاحب کا ترکہ اس طرح حسب رواج خاندان تقسیم ہوا:

ایک حصّہ سالم نواب غلام محمد خاں کو۔ ایک حصّہ سالم بطور رئیس نواب ابراہیم علی خاں۔ ایک حصّہ سالم بطور ورثاء نصف نواب ابراہیم علی خاں۔ نصف خاں محمد عنایت علی خاں کو۔ صورت آمدنی جو پہلے تھی اور جو نواب سکندر علی خاں کا ترکہ ملنے پر ہو گئی حسب ذیل تھی۔

نمبر شمار	نام	جاگیر جدی	حصہ وراثت نواب سکندر علی	بطور رئیس	میزان
۱	نوب ابراہیم علی خاں	۶۰۰۰۰ //	۲۰۰۰۰ //	۴۰۰۰۰	۱۲۰۰۰۰ //
۲	خان عنایت علی خاں	۶۰۰۰۰ //	۲۰۰۰۰ //		۸۰۰۰۰ //
۳	خان غلام محمد خاں	۴۰۰۰۰ //	۴۰۰۰۰ //		۸۰۰۰۰ //

ٹوٹل: ۲۸۰۰۰۰ //

نواب غلام محمد خاں اپنے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ان کی ولادت سے قبل ہی اقارب نے والد کی جائداد آپس میں تقسیم کرلی اور یہ خیال کیا کہ شاید لڑکی پیدا ہو۔ان کی ولادت پر بھی ساری جائیداد کی بجائے صرف سات ہزار روپے سالانہ آمد کی جاگیر واپس ملی۔لیکن کچھ تو یہ ترکہ ملا اور کچھ انہوں نے اپنی خداداد قابلیت سے پیدا کی حتیٰ کہ وفات پر ایک لاکھ روپیہ سالانہ آمد کی جائداد پنی اولاد کیلئے چھوڑی۔

ازالہ اوہام میں مذکورہ حالات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نواب صاحبؓ سے حاصل کر کے ذیل کے حالات ازالہ اوہام حصہ دوم میں درج فرمائے تھے۔

۸- ''حبی فی اللہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس خاندان ریاست مالیر کوٹلہ۔یہ نواب صاحب ایک معزز خاندان کے نامی رئیس ہیں مورث اعلیٰ نواب صاحب موصوف کے شیخ صدر جہاں ایک باخدا بزرگ تھے جو اصل باشندہ جلال آباد سروانی قوم کے پٹھان تھے۔۱۴۶۹ء میں عہد سلطنت بہلول لودھی میں اپنے وطن سے اس ملک میں آئے شاہ وقت کا ان پر اس قدر اعتقاد ہوگیا کہ اپنی بیٹی کا نکاح شیخ موصوف سے کردیا اور چندگاؤں جاگیر میں دے دیئے۔چنانچہ ایک گاؤں کی جگہ میں یہ قصبہ شیخ صاحب نے آباد کیا جس کا نام مالیر ہے۔شیخ صاحب کے پوتے بایزید خاں نامی نے مالیر کے متصل قصبہ کوٹلہ کو تقریباً ۱۵۷۳ء میں آباد کیا۔جس کے نام سے اب یہ ریاست مشہور ہے۔بایزید خاں کے پانچ بیٹوں میں سے ایک کا نام فیروز خان تھا اور فیروز خاں کے بیٹے کا نام شیر محمد خاں اور شیر محمد خاں کے بیٹے کا نام جمال خاں تھا۔جمال خان کے پانچ بیٹے تھے مگران میں سے صرف دو بیٹے تھے جن کی نسل میں باقی رہی یعنی بہادر خان اور عطاء اللہ خان۔بہادر خان کی نسل سے یہ جوان صالح خلف رشید نواب غلام محمد خان صاحب مرحوم ہے جس کا عنوان میں ہم نے نام لکھا ہے۔'' ☆

ولادت نواب صاحبؓ اور آپؓ کے بھائی بہن

نواب محمد علی خان صاحبؓ یکم جنوری ۱۸۷۰ء (مطابق ۲۸ یا ۲۹ رمضان ۱۲۸۶ھ) غالباً شنبہ ویکشنبہ کی

☆ نواب صاحبؓ کے خاندانی حالات کے ماخذ درج ذیل ہیں:
(۱) ازالہ اوہام...... (۲) مکتوب نواب صاحب مورخہ ۲۷ رمئی ۱۹۳۱ء...... بنام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ (۳) بیان مکرم میاں محمد عبداللہ خان صاحب (مولف)

درمیانی رات کو پیدا ہوئے۔ آپؓ اپنے والد کی چوتھی بیگم نواب بیگم صاحبہ بنت سردار خاں کے بطن سے (جو خاندان کی شاخ نصرت خانی سے تعلق رکھتی تھیں) پیدا ہوئے آپ اپنی والدہ کے پہلے لڑکے اور بھائیوں میں تیسرے تھے۔ دو بڑے بھائی خاں احسن علی خان صاحب اور خاں باقر علی خاں صاحب بڑی والدہ کے بطن سے تھے اور نواب صاحبؓ سے کافی بڑے تھے۔ جو پہلی اولاد ہونے کی وجہ سے خاندان کے بزرگوں اور اپنی پھوپھیوں کے لاڈلے رہے۔ اس لئے باوجود والد کی خواہش کے ان کی تعلیم و تربیت اُن کے منشاء کے مطابق نہ ہوسکی اور نواب غلام محمد خاں مرحوم جن کو خاص طور پر بڑے بیٹے سے بہت لگاؤ تھا آخر کار ان کے خلافِ توقع اور نامناسب رجحان اور افتاد کی وجہ سے بہت دل شکستہ ہو گئے اور اُن سے رنجیدہ رہنے لگے تھے۔ ان سے چھوٹے بھائی سر نواب ذوالفقار علی خاں صاحب (وفات ۱۹۳۳ء) تھے جو عمر میں ان سے ساڑھے تین سال چھوٹے تھے اور ان سے چھوٹے تیسرے بھائی یوسف علی خاں تھے جن کا بیس سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا۔ نواب صاحب سے بڑی ایک بہن فاطمہ بیگم صاحبہ مرحومہ تھیں جن کو آخر کار نعمتِ احمدیت نصیب ہوئی۔ (ن)

بچپن میں موت سے نجات

ایک بار چار پانچ سال کی عمر میں ایک سواری کی ہتھنی جو بہت بدمزاج تھی بگڑ گئی اور آپؓ کو لیکر بھاگی۔ حالت خطرناک تھی مگر خدا نے فضل کیا کہ ایک تنگ کوچہ میں ایک کوٹھڑی میں گھُستے گھُستے وہ لوٹی اور پھر سیدھے رستے پر ہولی اور گھیر کر پکڑ لی گئی۔ اندر گھر میں قیامت برپا تھی۔ والد سخت پریشان تھے کہ یہ صحیح سلامت واپس لائے گئے۔ بہت کچھ خوشی کی گئی اور بہت صدقہ وغیرہ تقسیم کیا گیا۔ (ن)

والدہ محترمہ کا ذکرِ خیر

فرماتے۔ والدہ سے ہم زیادہ ڈرتے تھے۔ ان کے سامنے دن میں صرف دو بار سلام کو لے جایا جاتا تھا۔ باقی وقت نوکروں میں یا مردانہ میں گزرتا۔ والدہ بہت شفیق تھیں مگر صفائی وغیرہ کی ذرہ ذرہ بات دیکھنا اور نوکروں کو آکر تنبیہ کرنا یہ باتیں ہم پر بھی ان کا خوف زیادہ طاری رکھتی تھیں۔ وہ لاڈ پیار اور بے تکلّفی والد کی طرح نہ کرتی تھیں۔ (ن)

والد بزرگوار کی طرف سے اعلیٰ تربیت

نواب صاحبؓ سے ان کے والد بزرگوار کو بے حد محبت تھی اور ان کو بھی اپنے والد سے بہت ہی زیادہ تعلق تھا۔اب تک ان کا ذکر بہت پیار سے کرتے تھے اور اس طرح بات کرتے گویا کل کی بات ہے۔اپنے گاؤں اور مکان واقعہ سروانی کوٹ سے نواب صاحب کو بہت محبت تھی فرماتے تھے کہ اگر کوٹلہ کی کسی چیز سے مجھے دلچسپی رہ گئی ہے وہ یہ مقام ہے کیونکہ والد نے میرے سامنے اس کو آباد کیا اور تعمیر کی اور اس میں ان کی وفات ہوئی۔ریاستی معاملات میں اگر کوئی ذکر ہوتا اور کوئی ان کے والد کے خلاف بات کرتا تو جوش آجاتا تھا۔اُن کے متعلق کوئی الزامی بات سُن ہی نہ سکتے تھے۔فرماتے تھے والد کا زمانہ ان کی صورت۔ان کی باتیں مجھے اس طرح یاد ہیں کہ خود حیرت ہوتی ہے۔حالانکہ اب اِس زمانہ کی اکثر باتیں بُھول جاتا ہوں۔اپنے والد کو ''میاں'' کہتے تھے اور اسی نام سے ان کا ذکر بہت ہی محبت سے فرماتے تھے۔جہاں تک ان سے اور محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے باتیں سُنیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ نواب غلام محمد خان صاحب کا طریق تربیت نہایت ہی اعلیٰ تھا اور وہ بہت عُمدہ اخلاق کے مالک تھے اور سخاوت اور حوصلہ عالی نواب محمد علی خان صاحب نے انہی سے ورثہ میں پایا تھا۔فرمایا کرتے تے کہ والد کو مجھ سے نہایت درجہ محبت تھی۔چونکہ اپنے بڑے فرزند سے بھی ان کو بہت محبت تھی اس لئے حسرت سے سرد آہ کے ساتھ ان بدعنوانیوں کا ذکر کرتے اور کہتے تھے کہ خدا کرے میرے یہی بچے اچھے نکلیں۔اور میری تمنا اولاد کے متعلق ان ہی کے ذریعہ پوری ہوجائے۔فرماتے تھے کہ باوجود بیحد محبت کے ہمارے والد کا ہم پر بہت رُعب تھا۔ان کی منشاء کے خلاف کوئی بات بچپن میں بھی ہم نہیں کرسکتے تھے۔طرح طرح کے کھلونے اور دلچسپی کی چیزیں وہ میرے لئے مُہیّا کرتے اور خود بھی دلچسپی لیتے اپنے سامنے کھیل کھلواتے اور خوش ہوتے۔اکثر ایسا ہوتا کہ کھلونا دیا اور میں نے چلا کر دکھایا تو کہا کہ لو! میاں نے ہمیں تماشا دکھایا ہے۔اس کا انعام دینا چاہئے۔روپے دیتے کہ اپنے نوکروں میں تقسیم کردو۔اکثر میرے ہاتھ سے چیزیں تقسیم کرواتے کہ اس سے دادوستد کی عادت پڑتی ہے ایک دفعہ میں نے اپنے اتالیق کی غیر موجودگی میں اپنے قیمتی کپڑے نکال کر خادم لڑکوں میں تقسیم کردیئے بلکہ اُن کو پہنا دیئے (بہت سے خادم لڑکے ساتھ پرورش پاتے اور ساتھ کھیلتے تھے) والد نے دیکھا تو خفا نہیں ہوئے۔بلکہ ان لڑکوں سے کہا کہ گھروں کو بھاگ جاؤ۔شیخ قاسم علی آجائیں گے اور دیکھ لیا تو سب اُتر والیں گے۔تمہیں میاں نے دیئے ہیں لے جاؤ۔مگر وہ بچے اتراتے ہوئے وہیں پھرتے رہے اور شیخ صاحب نے آن کر اکثر سے چھین ہی لئے۔فرماتے تھے کہ ہم کو نوکروں کا ادب کرنا سکھلایا جاتا تھا۔اپنے کھلائیے وغیرہ کے تھپڑ کھا کر بھی ہم شکایت

نہیں کر سکتے تھے۔اور والد کے پُرانے نوکروں اور خاص کر جن سے رشتہ ہوتا تھا ان کو تو کھڑے ہو کر تعظیم دینا اور سلام کرنا ہوتا تھا۔ایک بار کھلائیے نے تھپڑ زور سے مارا۔نشان رخسار پر پڑ گیا۔والد نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا شیخ جی نے مارا ہے۔کہا میاں! تم نے شرارت کی ہوگی۔کہنا مانا کرو۔غرضیکہ میرے سامنے مجھی کو سمجھایا ذرا بھی رنج کا اظہار نہ کیا۔گو ان کو الگ بُلا کر ضرور سمجھایا ہوگا۔دائی وغیرہ نوکروں کو حکم تھا کہ چیز سامنے زیادہ رکھو مگر زیادہ کھانے نہ دو تا کہ معدہ نہ بگڑے۔بلکہ بہلا بہلا کر ان کے ہاتھوں سے تقسیم کروا دیا کرو۔روز یہی نقشہ ہوتا کہ ناشتہ وغیرہ کی مٹھائی سب بنٹوائی جاتی۔میاں اس کو دو میاں اس کو دو۔اور آخر میں میرے حصہ میں اکثر جلیبی کی ایک شاخ ہی آتی۔(ن)

ایک دفعہ کا واقعہ بیان کرتے تھے کہ بھائی ذوالفقار علی خان دو اڑھائی سال کے تھے اور ہم دونوں کھیل رہے تھے کہ میرے بڑے بھائی آ گئے۔ان کے خلاف روائتیں نوکروں سے سُن رکھی تھیں۔پانچ چھ سال کی میری عُمر تھی۔بچپن کا زمانہ۔میں نے جلدی سے بھائی کو گھسیٹ کر کوٹھری میں گھس کر کنڈی لگا لی۔چھوٹے بھائی نے رونا شروع کیا۔آخر کار نوکروں نے زبردستی دروازہ کھلوایا۔والد کو خبر ہوئی۔پوچھا کہ یہ کیا حرکت کی تم نے۔بند کیوں ہوئے تھے؟ میں نے کہا دشمن جو آ گیا تھا میں نے اپنے بھائی کو چھپا لیا۔'' والد نے خفگی کا سامُنہ بنایا اور بہت سنجیدگی سے سمجھایا کہ وہ بھائی ہے تمہارا۔جس نے تم کو یہ بات سکھائی ہے اس نے جھک ماری آگے کو کبھی بھائی کو دشمن نہ کہنا۔فرماتے تھے کہ اپنی اس حرکت پر میں نے ندامت محسوس کی اور بڑے ہو کر تو میں نے ہمیشہ ان دونوں بھائیوں کو باپ کی جگہ سمجھا۔اتنا ادب کیا اتنی اپنائیت ان سے برتی کہ آخر ان کا رویہ ہی بدل گیا اور وہ محبت بلکہ خاص عزت مرتے دم تک کرتے رہے اور ہر معاملہ میں مجھ سے مشورہ لیتے تھے اور اپنا سچا بہی خواہ جانتے تھے۔(ن)

اس سے ظاہر ہے کہ نواب غلام محمد خان تربیت اولاد کا کیسا خیال رکھتے تھے اور کیسے عالی ظرف اور کریم الاخلاق تھے۔محترم عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے لدھیانہ میں ایک شخص نے نواب غلام محمد خان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ وہ شیعہ تھے اور محرم میں ان کے ہاں مجالس وغیرہ ہوتی تھیں۔ایک محرم میں میں بھی مجلس میں بطور تماشائی موجود تھا۔اختتام مجلس پر کشمش وغیرہ میوہ بطور تبرک تقسیم ہو رہا تھا۔ایک شخص نے کہا کہ

مجھے بھی دو میں رافضی ہوں

شیعہ حضرات کے نزدیک رافضی کہنا تو گویا گالی ہے۔مگر نواب صاحب کچھ مُسکرائے اور کہا کہ بھئی! اس رافضی کو دوہرا حصہ دو۔چنانچہ اسے بہت سا میوہ دیا گیا اور کچھ نقد بھی دیا۔یہ تھی ان کی سیر چشمی اور خودداری۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود بہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائلِ غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوانِ جوانی میں ایسا پرہیزگار ہو۔'' [۱۲]

آپؓ کی تعلیم

چھ سات سال کی عمر میں والد ماجد نے چیفس کالج میں (جو اس زمانہ میں روسائے پنجاب کے لڑکوں کے لئے انبالہ میں ہوتا تھا اور بعد میں لاہور میں منتقل ہوگیا) بھیج دیا تھا۔ ساتھ ملازم اور اتالیق گھوڑے اور سواری کافی عملہ بھیجا گیا تھا۔ جُدائی والدین کو گوارا نہ تھی لیکن تعلیم کا خیال مقدم تھا۔ وہاں تینوں بھائی اکٹھے......نہایت شان وشوکت کے ساتھ رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ جس قدر فراخی اور آرام ہمیں اس زمانہ میں محسوس ہوتا تھا بعد میں کبھی محسوس نہیں ہوا۔ آپ کی ساڑھے سات سال کی عمر تھی کہ والد نے وفات پائی۔ (ن م)

طرزِ تعلیم انبالہ تک تو نہایت ناقص تھی۔ سالہا سال وہاں ضائع ہی ہوئے۔ لاہور آن کر باقاعدگی ہوئی مگر بے قاعدہ تعلیم کا اثر باقی تھا۔ یہاں کافی ذلت محسوس ہوئی بمشکل کورٹ کھلنے تک میٹرک کا امتحان دیا جاسکا۔ اس سے پہلے اُنہوں نے ولایت بیرسٹری کے لئے جانا چاہا تھا۔ بہت اصرار کیا مگر کورٹ والوں نے مانا نہیں۔ بہت بد دل سے ہوگئے۔ پڑھنے میں دل لگانا ہی ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ میٹرک کے امتحان میں کامیاب نہ ہوسکے۔ فرمایا کرتے تھے کہ وہ میرے لئے بہتر ہی ہوا۔ ورنہ جیسی میری طبیعت ہے اگر اس کم عُمری میں یورپ کا رنگ چڑھ جاتا تو مشکل سے ہی اُترتا اور غالب تھا کہ مذہبی اثر بھی دل سے دُور ہوجاتا۔ (ن)

بچپن میں اخلاقِ فاضلہ۔ عزم۔ قوم کیلئے غیرت وغیرہ

فرماتے تھے سکول میں استادوں نے ہمیشہ مجھ سے عزت کا سلوک کیا۔ میں باوقار طور پر الگ تھلگ رہتا تھا نہ کسی سے دوستانہ رکھتا۔ نہ لڑکوں کے جھگڑوں میں پڑتا۔ نہ قانون شکنی کرتا۔ اس وجہ سے شکایت کا موقعہ ہی نہ آتا تھا۔ کسی لڑکے پر خاص طور پر کسی مسلمان لڑکے پر کبھی بے وجہ زیادتی ہوئی تو ایسا بھی ہوا کہ اس کے لئے میں استادوں بلکہ کالج کے گورنر تک سے جھگڑ پڑا۔ اور بالآخر اکثر دفعہ انہیں میری بات ہی ماننی پڑی۔ (ن)

فرماتے تھے کہ بچپن میں ہی میری طبیعت میں عزم تھا۔ جس بات کو درست سمجھتا تھا اس پر پورے طور پر قائم رہتا۔ اور کسی استاد کے کہنے سے ہٹتا نہیں تھا۔ ایک دفعہ ایک استاد نے طمانچہ مارا۔ میں اس طرح بیٹھا

رہا۔ پھر استاد مارتا ہی گیا۔ آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے لیکن میری طرز میں کوئی فرق نہ آیا۔ حتی کہ استاد خود ہی تھک کر مارنے سے باز آ گیا۔ (م)

بچپن میں ہی قوم کے لئے غیرت تھی اور غلامی کو بُرا سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ علیگڑھ کالج کا پرنسپل مسٹر آرنلڈ جو انگریز تھا۔ یو۔ پی کے دیسی لباس میں لاہور آیا تو ایچی سن کالج کے گورنر مسٹر بلیک نے اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اس پر نواب صاحب کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اور آپ نے سوچا کہ آخر ہم ان لوگوں کا لباس کیوں اختیار کریں۔ چنانچہ آپ نے کبھی انگریزی لباس نہیں پہنا تھا۔ آپ ٹینس کھیلنے جاتے تھے۔ آپ کو مجبور کیا گیا کہ اس کا مخصوص انگریزی لباس پہنیں۔ آپ نے اس سے انکار کیا اور کوشش کر کے اپنے آپ کو کھیل سے مستثنےٰ کرا لیا۔ لیکن آدھ گھنٹہ کے لئے حاضری ضروری قرار دی گئی۔ آپؓ گھڑی لے کر وہاں پہنچتے اور آدھ گھنٹہ کے گزرتے ہی واپس چلے آتے (م)

(لطیفہ) جب نواب صاحبؓ ابتداء میں انبالہ تعلیم کے لئے گئے تو اس وقت آپؓ کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ آپؓ کے ہم جماعت بڑے بڑے سکھ رئیسوں کے لڑکے تھے وہ اکثر اپنے ساتھیوں کو بہت ستاتے اور چھیڑتے تھے۔ ایک ہندو اُستاد جو آپؓ سے بہت مہربانی سے پیش آتے تھے انہوں نے آپؓ کو ایک شعر یاد کروا دیا کہ جب تم کو یہ ناحق ستائیں تو خوب اکڑ کر یہ شعر پڑھا کرو اور ان کا مُنہ نوچ لیا کرو۔ وہ شعر یہ تھا۔

ہم شیر ہیں قسم اسدِ کردگار کی
رکھتے ہیں ناخنوں میں بُرش ذوالفقار کی (ن)

والدین کا انتقال اور بہن بھائیوں کی پرورش کا بارِ گراں

نواب صاحبؓ کی ساڑھے سات سال کی عمر تھی کہ آپؓ کے والد بزرگوار نے وفات پائی۔ گو نواب صاحبؓ کو انبالہ سے بُلوا بھیجا تھا مگر حالت اس قدر تشویشناک نہ تھی اچانک ہی چند گھنٹوں میں حالت بگڑ کر سینتالیس سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی اور سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا۔ فرماتے تھے کہ اس وقت مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سہارا نہیں رہا اور میں تنہا رہ گیا ہوں اور اتنی عمر میں یہ احساس تھا کہ اب اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کا تمام فکر اور ذمہ داری مجھ پر ہی ہے۔ اس دن کے بعد جب تک وہ بالغ ہو کر خود مختار نہیں ہو گئے گھر پر یا وہ بھی جب سکول پہنچ گئے تو وہاں ایک رات نہیں گذری کہ میں نے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر بھائیوں کو نہ دیکھا ہو۔ ذرا بڑے ہوئے تو یہ فکر دامن گیر رہا کہ کسی خراب صحبت میں نہ چلے جائیں کیونکہ زمانہ بہت خراب تھا۔ والدہ ماجدہ کی شفقت اور توجہ والد کے بعد بہت بڑھ گئی تھی۔ اُنہوں نے اپنے بچوں کا ہر صورت سے

بے حد خیال رکھا۔ ہر وقت اُن کی کوشش تھی کہ اُن کو کوئی تکلیف نہ ہو نہ کوئی کمی انکی تعلیم وتربیت میں رہ جائے۔ مگر اپنے شوہر کی وفات کے بعد وہ ایک دن بھی اچھی نہ رہیں۔ صحت گرتی ہی گئی۔ آخر ان کے پورے چھ سال کے بعد وہ بھی اولاد کو داغِ مفارقت دے گئیں۔ اُنہوں نے کل تیس سال عمر پائی۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت دل کو احساس اس قسم کا تھا کہ گویا ایک سایہ تھا جو سر سے ہٹ گیا اور ہمارا بچپن بکلی رخصت ہو گیا ہے۔ اس کے بعد سے میری ذمہ داریاں بڑھ گئیں بھائی برابر کے بھائی تھے حکمت اور محبت سے ہی ان کو قابو میں رکھنا اور اپنے حسب منشاء چلانا ہوتا تھا۔ زمانہ خراب۔ گھر سے باہر سب جگہ بُری ہی صحبت اور گندے صلاح کار۔ جن باتوں سے مجھے فطرتی نفرت تھی کوئی وجہ نہ تھی کہ دوسرے خود مختار بھائی بھی اس کے پابند ہوں۔ مثلاً تہواروں کی فضول رسوم ہیں۔ عید کے دربار پر رنڈیوں کے ناچ ہیں۔ بھائیوں کو مفت خورے شوقین سکھا رہے ہیں کہ فلاں بات تو ضرور ہو۔ ادھر وہ خود بچے۔ رونق اور دلچسپیاں کس کو پسند نہ ہونگی۔ وہ مُصِر ہیں کہ ایسا ضرور ہو اور ادھر ہم متنفر ہیں۔ غرض کبھی تو حکمت سے سمجھا کر ان کو منا لیا جاتا کبھی ان کی ضد ماننا پڑتی مگر بعد میں ان کو پھر سمجھاتا اور حُسن وقبح سے آگاہ کرتا تو وہ مان لیتے اور رفتہ رفتہ وہ خود بڑی حد تک ان باتوں سے دور ہوتے گئے۔ منجھلے بھائی (سر) ذوالفقار علی خان کی طبیعت میں بہت سعادت تھی۔ فطرتاً خود بھی نیک تھے اور نیک صلاح کو فوراً مان لیتے تھے چھوٹے بھائی سے زیادہ مغز زنی کرنی پڑتی تھی۔ (ن)

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

طفولیّت سے شرک، بدعات، مکروہات سے طبعی نفرت

آپ کو ہر چیز کی دریافت کا فطرتاً شوق تھا۔ کھلونے آتے اور فوراً توڑ کر ان کو جوڑنے کی ترکیبیں سوچی جاتیں۔ فلاں چیز کیسے بنی۔ کس چیز سے بنی کھیل میں بھی یہی خیال رہتا تھا۔

سوچنے کی عادت عہد طفولیت سے تھی۔ فرماتے تھے ضد اور بات پر اڑ جانے کی عادت مجھے ہمیشہ سے تھی مگر یہ ضرور تھا کہ میں بعد میں فوراً سوچتا کہ کیا مجھ سے صادر شدہ حرکت مناسب تھی اور مجھے جو کہا گیا یا روکا گیا تو کیا یہ ٹھیک نہ تھا؟ اور جب اپنی خطا سمجھ میں آجاتی تو پھر دوبارہ کبھی وہ بات نہ کرتا۔ اسی لئے چھوٹی سی عمر میں ہی میں ڈانٹ ڈپٹ کے دور سے گذر چکا تھا اور بڑوں کو بہت کم ہی کچھ کہنے کی ضرورت پڑتی تھی۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ نواب صاحب فرماتے تھے کہ ہمارے سرہانے اس زمانہ کے امراء کے دستور کے مطابق۔ اناج۔ تیل اور نقدی وغیرہ رکھا جاتا اور صبح یہ صدقہ جو غرباء کے لئے فرض

کیا جاتا تھا نوکر لے جاتے۔ میں سوچا کرتا تھا کہ صدقہ کی طرز ٹھیک نہیں۔ یہ لوگ تو ہر طرح فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تلاش کر کے اصلی حقداروں کو دینا چاہئے۔ بچپن سے بدچلن لوگوں کی باتیں سُن کر ایسی نفرت پیدا ہوئی تھی کہ جس عورت کا ذکر بری طرح سُنا ہو خواہ بات سمجھ میں نہ ہی آتی ہو مگر دل پر ایسا اثر پڑا کہ اس کے دشمن ہی ہو جاتے اور اپنے کمروں یا اپنے خاص نوکروں کے پاس گھسنے نہ دیتے تھے ہمشیرہ فاطمہ بیگم صاحبہ جو بہت پیار سے ان کی بچپن کی باتیں سُنایا کرتی تھیں۔ اکثر کہتیں کہ یہ بڑے ہو کر تو مولوی بنے ہی مگر جب بالکل چھوٹے سے تھے جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم بڑے ہو کر کیا کرو گے تو کہا کرتے تھے کہ ظالم اہلکاروں کو اور بدمعاش عورتوں کو پھانسی دے دونگا۔ فرماتے تھے کہ اس ماحول میں اور اس زمانہ میں ایک خاص بات محض خدا کے فضل سے ہی میری طبیعت میں پیدا تھی کہ بچپن اور بالکل بے ہوشی کے زمانہ سے ہی بلا سمجھے مجھے تعویذ گنڈوں سے نفرت تھی۔ جتنے تعویذوں کے ہار لا دیئے جاتے میں اتار کر پھینکتا ایک بار ایک خاص منت کا ہار اُتار کر چلتی ریل سے باہر پھینک دیا تو والدہ کو بہت صدمہ ہوا۔ اور وہم گذرا مگر پھر انہوں نے کہا کہ یہ بچہ چونکہ ہمیشہ ایسی حرکت کرتا ہے تو کہیں کسی گستاخی کا عذاب ہی نہ پڑ جائے۔ اس لئے اس سے تو بہتر ہے کہ اس کو کچھ نہ پہنایا جائے۔ ایک امر بروایت مکرم میاں مسعود احمد خاں صاحب۔ عہد طفولیت میں رسومات سے متنفر کرنے کا موجب یہ ہوا کہ والدہ فقراء کی بہت معتقد تھیں ایک فقیر اپنے ہاں رکھا ہوا تھا۔ وہ توشہ خانہ میں رہتا تھا۔ اس کا لحاف پُرانا ہو گیا نیا حاصل کرنیکی اس نے یہ ترکیب کی کہ اسے وہیں آگ لگا دی اور باہر نکل کر شور مچانے لگا کہ درود اُلٹ گیا ہے اس طرح دوسری چیزیں بھی آگ سے ضائع ہو گئیں۔ اور ایسے امور کا ردِعمل یہ ہوا کہ آپ ان رسومات واعتقادات کے مخالف ہو گئے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے بہت رسومات دیکھیں حتی کہ ہندوؤں کو تہواروں میں گدھوں تک کی پوجا کرواتے پایا۔

پہلی شادی اور ترکِ رسوم

نکاح چودہ سال کی عمر میں اپنی خالہ زاد مہر النساء بیگم صاحبہ سے ہو چکا تھا جن کی عمر اس وقت سات آٹھ سال کی تھی۔ ۲۱ سال کی عمر میں کورٹ کُھلنے کے بعد تقریب رخصتانہ عمل میں آئی جس میں نواب صاحب نے حتی المقدور کسی قسم کی رسوم نہیں ہونے دیں۔ اور جب سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے شادی ہوئی ہے۔ اس زمانہ تک خاندان کی بڑی بوڑھیوں کی زبان پر گویا نعوذ باللہ ان کی اس وقت کی بے شرمی اور منہ زوری کے قصے تھے کہ کسی کی نہیں مانی اور جو چاہا کیا۔ پھر بھی بوڑھے صاحب اقتدار اہلکاروں اور ہمشیرہ وغیرہ نے کچھ نہ کچھ کر ہی لیا مگر پھر تو یہ ایسے سخت ہوئے کہ کوٹلہ میں گویا ایک ضرب المثل بن گئے۔ (ن)

جو لوگ کہتے تھے کہ رسمیں چھوڑنا پیسہ بچانے کا بہانہ ہوتا ہے ان کا منہ تو انہوں نے یوں توڑا کہ جہاں شریعت کی اجازت تھی یعنی عقیقہ وغیرہ اس میں خوب دل کھول کر خرچ کیا۔اور سارے خاندان کے علاوہ ہندو مسلمان متعلقین کو بڑی بڑی دعوتیں دیں۔غرباء میں کھانا اور روپیہ اتنا تقسیم کیا کہ معترضین قائل ہو گئے۔یہ طریق اختیار کیا کہ اگر شریعت کے مطابق تقریب پر غریب سے غریب اور ملازم تک بلاتا تو چلے جاتے۔حتیٰ کہ ایسے لوگوں کے ہاں بھی جہاں اور اہل خاندان جانا ہتک جانتے لیکن رسوم پر قریب ترین اور بڑے سے بڑے کو جواب صاف ملتا۔نہ خود شرکت کرتے نہ گھر والوں کو شرکت کرنے دیتے۔(ن)

فرماتے تھے جوں جوں ذرا ہوش آتا گیا۔مجھے شرک سے سخت نفرت ہو گئی۔جس بات میں ذرا بھی مشرکانہ پہلو نظر آتا میرا دل اس سے نفرت کھاتا تھا اور یہ جذبہ طبیعت میں پیدا ہونا محض خداداد تھا اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہی تھا۔اِس ضمن میں ایک واقعہ محترمہ ہمشیرہ فاطمہ بیگم نے کئی بار سُنایا اور خود ان سے بھی تصدیق ہوئی۔جب نواب صاحب کی پہلی لڑکی امتہ السلام ۱۷ روز کی ہو کر فوت ہو گئی تو جس دن چلّہ نہانے کا دن تھا ہمشیرہ نے کچھ پھل بھیجا کہ بھاوج کی گود میں یہ پھل ڈال دیا جائے۔یعنی بعد غسل شگون نیک کے طور پر۔تو نواب صاحب نے بہت جوش اور غصہ سے کہا کہ یہ پھل لے جاؤ۔یہ تو ایک اٹھوانسی لڑکی تھی اگر سات جوان بیٹے قابل ہو کر بھی میرے سامنے مر جائینگے تو شرک ہرگز نہیں ہونے دونگا۔(ن)

طفولیت سے مذہب کی طرف رجحان

فرماتے تھے کہ مجھے بچپن سے سوچ بچار کی عادت تھی والد کے دل میں بزرگانِ دین کا ادب اور محبت بہت تھی نیز علماء کی صحبت کا شوق تھا اور ان سے بہت مودبانہ سلوک کرتے تھے۔مجھے بچپن سے ہی جب کوئی مولوی یا مجتہد آتا ضرور ملواتے اور باتیں ہوتیں تو پاس بٹھلائے رکھتے۔اسی عمر سے ان صحبتوں کی ہی وجہ سے مجھ میں مذہبی مذاق پیدا ہو گیا تھا۔جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔شرک و بدعات وغیرہ سے بھی آپؓ بچپن سے ہی شدید طور پر متنفر تھے۔(ن)

شیعّیت میں تربیّت لیکن اس سے نفرت کا اظہار

والد چونکہ شیعہ تھے انہوں نے آپؓ کے نام کا سجع بھی بنوایا تھا جو یہ ہے:

''بحق جانشین محمد علی''

ایک بار تین چار سال کی عمر میں ایک دو اشعار مرثیہ کے حفظ کرا کے منبر پر کھڑا کروا کے پڑھوائے اور اس

کی بہت خوشی منائی۔مگر یہ علم نہ تھا کہ اس بیٹے کے مقدر میں تو غلام مسیح موعود ہونا لکھا ہے اور چودھویں برس سے ہی یہ شیعیت کو ترک کرنے کی بُنیا درکھ دے گا۔(ن)

فرماتے تھے کہ چودہ سال کی عمر میں محرم کا زمانہ تھا ایک مجلس کے بعد ماتم زور شور سے ہو رہا تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ ہاتھ تو میرا تھک گیا دل میں ذرا بھی اصلی جوش نہ درد۔نہ ہی رونا آرہا ہے نہ ماتم کی خواہش ہے۔تو یہ ماتم کیوں؟ صرف اس لئے کہ لوگ دیکھ رہے ہیں؟ تو یہ گویا اصلی ماتم حسینؓ نہیں۔محض دکھاوا ہے (ریاکاری سے سخت تنفر تھے ہی کیونکہ یہ مادہ ہی طبیعت میں نہ تھا) دل میں اپنے ہی اس فعل سے شدید نفرت سی پیدا ہوئی۔فوراً ہاتھ روک لیا۔وہ دن تو خیر گذرے مگر آئندہ محرم کرنا صرف رسم کا رہ گیا۔بھائیوں کی خاطر یا اس کو مجبوری سمجھو کہ ابھی بااختیار نہ تھے۔کورٹ نہ کھلا تھا۔اسی طرح اس نفرت کی شدت کا موجب یہ امر بھی ہوا کہ آپؓ کے سوتیلے بھائی عزاداری کا علیحدہ انتظام کرتے تھے۔اور آپ علیحدہ اور بعد میں فخریہ رنگ میں بیان کیا جاتا تھا کہ ہمارے ہاں عزاداری دوسروں سے اچھی ہوئی۔ہمارے مَرثیہ گو زیادہ اچھے تھے ہمارے ہاں ماتم بہتر رنگ میں منایا گیا۔آپ کو خیال آیا کہ اگر یہ مذہبی بات ہے تو علیحدہ علیحدہ ماتم منانے کی کیا وجہ ہے۔دوسرے آپ نے دیکھا کہ جب میں زور سے سینہ کوبی کرتا ہوں تو لوگ بھی زور سے کرتے ہیں۔اور آہستہ کرتا ہوں تو وہ بھی آہستہ کرتے ہیں۔آپ نے سوچا کہ ماتم حُبِّ حسینؓ کی وجہ سے ہوتا تو پھر ایسا کیوں ہوتا۔معلوم ہوتا ہے کہ حُبِّ حسینؓ اس کا موجب نہیں ہے۔اسی زمانہ میں مالیرکوٹلہ میں مولوی عنایت علی شاہ آئے ہوئے تھے جو کہ شیعوں میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔آپ نے ان سے پوچھا کہ عزاداری کیسے ہونی چاہئے تو ان کے جواب کے الفاظ تھے کہ عزاداری امام آں طور باید کرد کہ طریقہ ائمہ بود''۔ آپؓ نے کہا کہ آئمہ کا طریق کیا تھا۔اُنہوں نے کہا کہ وہ بیٹھتے تھے اور کربلا کے واقعات کا ذکر کرتے تھے۔اور غم مناتے تھے وبس۔اس پر نواب صاحبؓ نے ماتم منانا چھوڑ دیا۔وہاں کے کھوجے جو کہ شیعہ تھے آپؓ کے پاس آئے وجہ معلوم کر کے مُلاں صاحب کے پاس گئے انہوں نے کہا کہ نواب صاحبؓ کا کہنا درست ہے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے کہا کہ ''تُو سگ ہستی'' تم کُتے ہو۔(م)

اب کیا تھا دریا کے بلبلوں کی مانند یکے بعد دیگرے اعتراض دل میں اُٹھنے لگے۔سوچنے اور غور کرنے کی عادت تو تھی جس سے ایک ایک بات میں بات نکلنے لگی۔اعتراض پیدا ہوتا مجتہدین سے سوال کرتے کتابیں دیکھتے اس کا حل کرتے کرتے اور کئی عقدے حل ہو جاتے اسی سلسلہ میں مذہبی میلان اور بھی بڑھتا گیا۔تاریخ اسلام کا شوق ہوا۔صحابہؓ کے کارہائے نمایاں دیکھے دل نے تبّرابازی پر لعنت کی۔پھر دل نے کہا یہ نیازیں وغیرہ

اماموں کی سب اُھل لغیر اللہ میں شامل ہیں ۔پس ان کا ترک کیا۔ یہاں تک کہ کورٹ کھلتے کھلتے دل تو بیزار ہوہی چکا تھا کھلم کھلا بھی رسوم محرم بند کرنے کا قدم اُٹھا لیا گیا۔صرف محبت علیؓ جو گھٹی میں پڑ گئی تھی اس کا نکالنا آسان کام نہ تھا۔اور طبیعت میں جھجک بھی پیدا ہوتی تھی کہ آخر یکدم مولا علیؓ کا مرتبہ نسبتاً کم کیسے کر دیں آخر تفضیلی شیعہ بنے رہنے کا فیصلہ کیا۔مگر عمل اب ایک بھی شیعیت کا باقی نہ تھا اور شیعہ برادری اور خاندان میں ایک شور مخالف برپا تھا۔ساتھ ہی عام رسوم کے ترک کا فیصلہ سُنا دیا تھا۔اور رسوم میں شرکت چھوڑ دی تھی ۔تو اس سبب سے بھی عام طور پر مخالفانہ جوش تھا۔ بھائی بند الگ خفا تھے اور نائی مراثی سُنا گیا ہے کہ کھلم کھلا گالیاں دیا کرتے تھے کہ ''اِس شخص نے ہمارا رزق مار دیا۔''غرض کئی سال مخالفت کی فضاء میں زندگی گذارنا پڑی مگر طبعاً بہادر اور نڈر انسان کب کسی مخالفت سے ڈرنے والا تھا؟ایسا سختی سے مقابلہ کیا کہ آخر سب خود ہی جھک گئے ۔اب یہ حالت تھی کہ یہ کسی کے ہاں نہ جائیں کوئی شکوہ نہیں اور یہ عقیقہ وغیرہ پر بلائیں تو سب بھاگتے آتے ہیں۔ وہ سخت بدلہ لینے والے پٹھان کسی نے نہیں دیکھا کہ کبھی کسی نے ان سے بھی بدلہ لیا ہو۔یہی کہتے کہ نواب محمد علی خان صاحب کا کیا ہے؟ان سے گلہ کیا؟ وہ تو شریعت پر چلتے ہیں۔سرے سے رسمیں ہی نہیں کرتے ۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ مالیر کوٹلہ کے خاندان میں اگر کسی نے برادری کے جھگڑوں سے تنگ آ کر کبھی رسوم چھوڑیں تو یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ شریعت پر چلنے لگا بلکہ یہ کہ ''محمد علی خاں کے طریق پر چل پڑا ہے''۔یا جب کوئی قصہ جھگڑا ہوتا تو تنگ آ کر اکثر کہتے سنا گیا کہ ''وہی محمد علی خاں سچا تھا۔اُس نے بہت ہی اچھا کیا کہ رسمیں ترک کر دیں۔ہم تو عذاب میں پھنسے ہیں''وغیرہ۔جس کو بلانا منظور ہوتا اور نواب صاحب کی شرکت کی خواہش ہوتی سب رسوم ترک کر کے ان کے زیر ہدایت تقریب کرتا اور بُلاتا۔خود اُن کے بھانجے والئی ریاست نواب احمد علی خاں نے دو تین بچوں کی شادیاں شاید قادیان سے بھی کچھ زیادہ ہی سادگی سے کیں اور بمنت حضرت نواب صاحب کو اور ان کے اہل بیت کو شمولیت کے لئے لے کر گئے۔(ن)

سرسید کی خدمات کا اعتراف

نواب محمد علی خاں صاحبؓ کی تعلیم ایچیسن کالج لاہور میں ہوئی تھی ۔اور ان کے اساتذہ میں مولانا حالی مرحوم بھی تھے جن کی وجہ سے مسلمانوں کی عام تعلیمی اور معاشرتی بدحالی کا ذکر اور اس خصوص میں سرسید کی خدمات کا عام چرچا تھا۔نواب صاحبؓ کے دل میں اسلامی ہمدردی اور مسلمانوں کی فلاح کے لئے ایک خاص جوش تھا اور ایچیسن کالج میں بعض اصلاحی امور میں وہ پیشرو اور لیڈر ہوتے تھے۔ چنانچہ محمڈن ایجوکیشنل

کانفرنس بابت سال سوم کے اجلاس منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ ردسمبر ۱۸۸۸ء بمقام لاہور کی روئداد میں دوصد اٹھاون ممبران کے اسماء درج ہیں جن کا ایک سال کا زر چندہ پانچ روپے وصول ہوا۔ ان میں حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح اوّلؓ)۔ ''نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ متعلم چیفس کالج لاہور'' اور آپ کے بھائی ''نواب محمد ذوالفقار علی خاں صاحب متعلم چیفس کالج لاہور'' کے اسماء بھی شامل ہیں۔ [۱۳]
۳۰ ردسمبر ۱۸۸۸ء کو سرسید کی خدمت میں لاہور کے کالجوں کے کل مسلمان طلباء کی طرف سے ایک ایڈریس پیش کیا گیا جس میں سرسید کی مساعی کو سراہا گیا۔ اور توقع ظاہر کی گئی کہ ان کی کوشش سے مسلمان قوم ترقی کر سکے گی۔ یہ ایڈریس پچیس افراد کے وفد کے ذریعہ پیش کیا گیا تھا جن میں سب سے پہلا نام حضرت نواب صاحبؓ کا تھا حالانکہ سیکرٹری کوئی اور شخص تھا۔ [۱۴]

اس دوران میں نواب صاحبؓ کو سرسید کے کام اور تعلیمی نظام سے دلچسپی پیدا ہوگئی اور آپ نے ایک حد تک سرسید کے بعض معتقدات کا شروع شروع میں اثر بھی قبول کیا ...... لیکن بایں ہمہ سرسید کے مخصوص نیچری اعتقادات کے ساتھ زیادہ لگاؤ اور دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ ان دنوں دوسرے فرقہ ہائے اسلام کے معتقدات کے حسن و قبح کی جانچ پڑتال کا بھی آپ کو زیادہ خیال نہ تھا۔ اور بیعت کے وقت آپ کی لوح قلب تقریباً صاف تھی جس پر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُر معارف تعلیم آسانی سے مرتسم ہوگئی۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اگرچہ سرسید کے بعض مذہبی خیالات سے اختلاف تھا مگر آپؑ سرسیّد کی قومی ہمدردی اور مسلمانوں کی مخلصانہ خدمت کے مدّاح تھے۔ اور اس لحاظ سے انہیں قابلِ عزت اور لائق مدح وستائش خیال فرماتے تھے۔ [۱۵] یہی نقطہ نظر بیعت راشدہ کے بعد حضرت نواب صاحبؓ کا تھا۔ چنانچہ اس امر کی تائید آپ کی رفیقہ حیات حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ '' آپ کا سرسیّد احمد پر اعتقاد مذہبی نہیں بلکہ اور قسم کا تھا۔ آپؓ ان کو مسلمانوں کی دنیوی اور تعلیمی ترقی کا بانی اور قوم کا مخلص کارکن جانتے تھے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مذہب اور روحانیت کا سلسلہ اس سے الگ تھا۔ ان کے جملہ اعتقادات کے آپؓ بھی قائل نہ ہوئے تھے۔ طبیعت میں یہ مادہ تھا کہ قابلِ جوہر اور قربانی کرنے والے آدمی کے خواہ کسی مذہب وملّت سے تعلق رکھتا ہو قدردان ہوتے تھے۔ بلکہ اس کے غائبانہ محبّ۔ اور یہی وجہ آپ کے سرسیّد کے ساتھ قریبی مراسم کے بڑھنے کی تھی۔ اِسی اسلامی ہمدردی کے جوش میں نوجوانی کے عالم میں ایک بار علیگڑھ کے جلسہ میں نواب صاحبؓ نے شہنشاہ اورنگ زیب کے سوانح پر تقریر کی اور جو الزامات مخالفین ان پر لگاتے ہیں ان کا ردّ کیا۔ یہ تقریر بہت پسند کی

گئی۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ تقریر سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس تقریر کے بعد خاص طور پر نواب صاحبؓ کی ملاقات کو آئے یہ دونوں بزرگوں کی اوّلین ملاقات تھی۔فرماتے تھے کہ میں نے سبز پشمینہ کا شملہ باندھ رکھا تھا۔آتے ہی مولوی صاحبؓ نے فرمایا کہ میں دیکھنے آیا ہوں کہ یہ سبز پگڑی والا نوجوان کون ہے جس نے اس موضوع پر اتنی اچھی روشنی ڈالی ہے۔'' ☆

☆ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی روائیدادیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوابؓ صاحب کا تعلق سرسید کی تعلیمی تحریک سے ۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۴ء تک رہا۔چنانچہ ان روئیدادوں میں ذیل کے چندہ جات کا ذکر ہے ان سالانہ اجلاسات میں صرف وہی شخص شریک ہوسکتا تھا جس نے پانچ سے دس روپیہ تک چندہ ممبری دیا ہو۔لیکن چندہ دینا اور اجلاس میں شرکت کرنا لازم ملزوم نہ تھا۔ممکن ہے کہ چندہ دیا ہولیکن اجلاس میں شرکت نہ کی ہو۔جیسا کہ چندہ دہندگان اوراجلاسات میں شرکت کرنے والوں کی تعداد مندرجہ کے تفاوت سے یہ امر بپایہ ثبوت پہنچتا ہے۔ان مطبوعہ روائیدوں میں جو چندوں کا ذکر ہے درج ذیل کیا جاتا ہے:

(الف) تیسرا سالانہ اجلاس دسمبر ۱۸۸۷ء میں لاہور میں منعقد ہوا اس میں ''۲۳۲ نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ متعلم چیفس کالج لاہور'' اور ''۲۴۳ مولوی حکیم نورالدین صاحب حکیم ریاست جموں'' نے پانچ پانچ روپے چندہ دیا۔

(ب) چوتھا سالانہ اجلاس بمقام علیگڑھ ۲۷ تا ۳۰ ر دسمبر ۱۸۸۹ء کو منعقد ہوا۔''۱۹۴ مولوی عبدالکریم صاحب مدرس میونسپل بورڈ اسکول سیالکوٹ'' نے پانچ اور ''۳۶۹ نواب محمد علی خاں صاحب بہادر رئیس مالیر کوٹلہ متعلم ایچیسن کالج لاہور'' نے دس روپے چندہ ممبری نیز پچاس روپے کا عطیہ دیا۔''۴۰۲ حکیم نورالدین معرفت دل احمد صاحب اسلامیہ بورڈنگ ہاؤس لاہور'' نے پانچ روپے چندہ دیا۔

(ج) پانچویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۸۹۰ء بمقام الہٰ آباد میں۔''۹۴۵ نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ ضلع لدھیانہ'' نے دس روپے ''۹۷۶ حکیم نورالدین صاحب از جموں'' نے پانچ روپے چندہ دیا۔

(د) آٹھویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۸۹۳ء بمقام علی گڑھ میں ''۵۰ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹ'' نے دو روپے اور ''(۵۰۳) نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے دس روپے'' اور ''۶۲۱ مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور'' نے پانچ روپے چندہ دیا۔

(ھ) نویں اجلاس منعقدہ ۱۸۹۴ء بمقام علیگڑھ میں ''۳۲۳ نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ'' نے دس روپے چندہ دیا۔

اس امر کی تائید کہ سرسیّد کے مخصوص معتقدات سے نواب صاحبؓ نے صرف ابتدائی زمانہ میں کسی قدر اثر قبول کیا اور بعد میں سرسیّد کی قومی خدمت اور تعلیمی مساعی کی قدردانی ہی رہ گئی اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ سلسلہ بیعت ۱۸۸۹ء میں شروع ہوا اور اسی سال حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ اور اگلے سال حضرت نواب صاحبؓ اس سلسلہ میں داخل ہوگئے۔ اور حضور نے سرسیّد کے اعتقادات نیچریت کی تردید میں اپریل ۱۸۹۳ء میں ایک کتاب برکاتُ الدُعا تصنیف فرمائی۔ لیکن حضرت مولوی صاحب وحضرت نواب صاحبؓ نے سالانہ ممبری کے چندے روئیدادوں کی رو سے ۱۸۹۴ء میں بھی ادا کئے جو ۱۸۹۵ء کے لئے تھے جس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معتقدات سرسیّد سے ان بزرگوں کو کوئی غرض نہ تھی بلکہ ان کی تعلیمی مساعی میں تعاون وامداد مقصود تھی۔ اس کی تصدیق جناب شیخ عبداللہ صاحب حال مینجر گرلز ہائی سکول علیگڑھ کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔☆ اُنہوں نے مولوی بشیر احمد صاحب کو بتایا کہ مجھے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پرورش کیا تھا اور پھر سرسیّد کے مشورہ سے مجھے حصولِ تعلیم کیلئے ۱۸۹۱ء میں علیگڑھ بھیج دیا تھا۔ اِس سنہ کے بعد مجھے یاد نہیں کہ حضرت مولوی صاحبؓ اور حضرت نواب صاحبؓ اجلاسات میں شرکت کے لئے کبھی علیگڑھ آئے ہوں کیونکہ جماعت احمدیہ اور سرسید میں کافی اختلاف ہوگیا تھا۔ گویا شیخ صاحب کے نزدیک یہ دونوں بزرگ اختلاف معتقدات کی بناء پر ۱۸۹۱ء کے بعد علی گڑھ نہیں گئے لیکن دونوں چندہ ۱۸۹۴ء تک دیتے رہے جس سے ظاہر ہے کہ معتقدات میں اختلاف کے باوجود بھی سرسیّد کی تعلیمی کارگذاریوں کی خاطر تعاون کیا جاتا تھا۔ چنانچہ نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس وقت بیعت کی ہے میری حالت ایک صاف زمین کی سی تھی جس پر سے پرانے عقائد کا اثر دور ہو چکا تھا۔ جو کچھ ازالہ اوہام میں آپ نے میری عبارت کو

بقیہ حاشیہ:- میرا ارادہ محض روائدادوں کے مطالعہ کیلئے خود علی گڑھ جانے کا تھا کہ حسنِ اتفاق سے اس اثناء میں مکرم مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ وامیر جماعت دہلی کو وہاں جانے کا موقعہ ملا۔ میری استدعا پر انہوں نے تکلیف فرما کر مکرم ڈاکٹر سید عنایت اللہ شاہ صاحب لیکچرار طبیہ کالج کی معاونت سے یہ حوالہ جات تلاش کئے۔ میں ہر دو کا بہت ممنون ہوں۔ **فالحمد لِلّٰہ وجزاھم اللہ احسن الجزاء۔**

☆ آئینہ کمالاتِ اسلام کی فہرست میں (نمبر ۲۹۹ پر) شیخ صاحب کا نام درج ہے جنہوں نے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شمولیت کی تھی۔ لیکن شیخ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی بیعت نہیں کی۔ اور مکرم عرفانی صاحب اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔

پڑھا ہے وہ میری اسوقت کی کیفیت تھی اور شیعیت کے متعلق جو میری حالت باقی رہ گئی تھی وہ تھی۔ میں اس وقت اہل حدیث متبع سرسیّد احمد خاں بھی تھا مگر یہ سب تحقیقی حالت میں تھے۔ چنانچہ سرسیّد احمد خاں کا وہ اثر جو پہلے تھا بعد میں ویسا نہ رہا۔'' [۱۶]

نواب صاحبؓ سرسیّد کی تعلیمی مساعی میں دل کھول کر چندہ دیا کرتے تھے۔ اور سرسیّد کے مدّاح تھے۔ اور ان کے باہمی گہرے تعلقات تھے۔ چنانچہ علی گڑھ کے سٹریچی ہال کی تعمیر کیلئے جن ایک سو احباب نے پانچ پانچ سو روپیہ چندہ دیا تھا ان کی یادگار اس عمارت میں بصورت قطعات (SLABS) محفوظ کردی گئی ہے۔ ان میں تیسرے نمبر پر نواب صاحب کی یادگار ان الفاظ میں موجود ہے:

''پانصد روپیہ عطیہ خاں صاحب محمد علی خاں رئیس مالیرکوٹلہ بشکریہ ولادت برخودار محمد عبدالرحمٰن خاں ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۴ء''

براہین احمدیہ اور نواب صاحب مالیرکوٹلہ

براہ راست حضرت اقدسؑ سے تعلق کا آغاز ہونے سے قبل نواب محمد علی خاں صاحب کے خاندان کے ایک معزز فرد کے حضرت اقدسؑ سے ایک گونہ مراسم پیدا ہو چکے تھے۔ جو بالآخر حضورؑ کے مالیرکوٹلہ تشریف لے جانے کا موجب ہوئے۔ تفصیل یہ ہے کہ جس وقت دیگر اسلامی ریاستوں کے صاحب اقتدار لوگوں نے براہین احمدیہ کے لئے مالی مدد نہ دی اور بے توجہگی برتی تو اس گروہ میں سے صرف نواب ابراہیم علی خاں صاحب والئی مالیرکوٹلہ اور ایک دو رئیسوں نے ہی کچھ توجہ کی۔ چنانچہ حضور میر عباس علی صاحب کو اس بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ابتدا میں جب یہ کتاب چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کیلئے لکھا گیا تھا بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ سو اس میں سے صرف نواب ابراہیم علی خاں صاحب نواب مالیرکوٹلہ اور محمود خان صاحب رئیس چھتاری اور مدارالمہام جوناگڑھ نے کچھ مدد کی تھی۔ دوسروں نے اوّل توجہ ہی نہیں کی اور اگر کسی نے کچھ وعدہ بھی کیا تو اس کا ایفاء نہیں کیا بلکہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھوپال سے ایک نہایت مخالفانہ خط لکھا۔'' [۱۷]

اِسی طرح طبقہ روساء کی بے توجہگی کا شکوہ کرتے ہوئے زیرِعنوان ''مسلمانوں کی نازک حالت اور

انگریزی گورنمنٹ'' حضورؑ نے ایک لمبا مضمون براہین احمدیہ حصّہ چہارم کے شروع میں تحریر فرمایا۔☆

☆ اِس کا ایک مختصر حصّہ حالات کا پوری طرح علم دینے کی خاطر ہم ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''پست ہمت مسلمانوں کو لازم ہے کہ جیتے ہی مر جائیں۔ اگر محبت خدا اور رسولؐ کی نہیں تو اسلام کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں؟ کیا خباثت کے کاموں میں اور نفس امّارہ کی پیروی میں اور ناک کے بڑھانے کی نیت سے بے اندازہ مال ضائع کرنا اور اللہ اور رسولؐ کی محبت میں اور ہمدردی کی راہ میں ایک دانہ ہاتھ سے نہ چھوڑنا بھی اسلام ہے؟ نہیں یہ ہرگز اسلام نہیں یہ ایک باطنی جذام ہے۔ یہی ادبار ہے کہ مسلمانوں پر عاید ہو رہا ہے۔ اکثر مسلمان امیروں نے مذہب کو ایک ایسی چیز سمجھ رکھا ہے کہ جسکی ہمدردی غریبوں پر ہی لازم ہے اور دولتمند اس سے مستثنٰے ہیں۔ جنہیں اس بوجھ کو ہاتھ لگانا بھی منع ہے۔ اس عاجز کو اس تجربہ کا اس کتاب کے چھپنے کے اثناء میں خوب موقعہ ملا کہ حالانکہ بخوبی مشتہر کیا گیا تھا کہ اب بباعث بڑھ جانے ضخامت کے اصل قیمت کتاب کی سو روپیہ ہی مناسب ہے کہ ذی مقدرت لوگ اس کی رعایت رکھیں۔ کیونکہ غریبوں کو یہ صرف دس روپیہ میں دی جاتی ہے۔ سو جبر نقصان کا واجبات سے ہے۔ مگر بجز سات آٹھ آدمی کے سب غریبوں میں داخل ہو گئے۔ خوب جبر کیا۔ ہم نے جب کسی منی آرڈر کی تفتیش کی کہ یہ پانچ روپیہ بوجہ قیمت کتاب کس کے آئے ہیں یا یہ دس روپیہ کتاب کے مول میں کس نے بھیجے ہیں تو اکثر یہی معلوم ہوا کہ فلاں نواب صاحب نے یا فلاں رئیس اعظم نے ہاں نواب اقبال الدولہ صاحب حیدرآباد (ان کے حالات آخر کتاب میں درج ہونگے۔ مؤلف) نے اور ایک اور رئیس نے ضلع بلند شہر سے جس نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کیا ہے۔ ایک نسخہ کی قیمت میں سو سو روپیہ بھیجا ہے اور ایک عہدہ دار محمد افضل خاں نام نے ایک سو دس اور نواب صاحب کوٹلہ مالیر نے تین نسخہ کی قیمت میں سو روپیہ بھیجا اور سردار عطر سنگھ صاحب رئیس اعظم لدھیانہ نے جو کہ ایک ہندو رئیس ہیں۔* اپنی عالی ہمتی اور

* مکرم عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''سردار عطر سنگھ صاحب رئیس بھدوڑ ضلع لدہیانہ تھے انہوں نے ایک لائبریری فائدہ عام کیلئے لدہیانہ میں قائم کی ہوئی تھی۔ اِس لائبریری کے لائبریرین مولوی عمر دین صاحب رضی اللہ عنہ احمدی تھے۔ ان کا معمول تھا کہ جو لوگ مطالعہ کیلئے آتے انہیں براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ کی تعریف کر کے پڑھنے کی تحریک کرتے۔ خاکسار عرفانی جوان ایام میں طالب علم تھا عموماً دو تین مرتبہ ہفتہ میں ان کے پاس جاتا تھا وہ منشی عمر الدین کے نام سے مشہور تھے۔ مگر بڑے ذی علم اور مرتاض احمدی تھے۔ ابتداء حضرت منشی احمد جان رضی اللہ عنہ کے مرید تھے پھر ان کی عام ہدایت کے ماتحت احمدی ہو گئے۔ بڑے مخلص اور عملی احمدی تھے۔ ''اللھم نور مر قدہ واوسع مضجعہ۔'' منشی عمر الدین صاحب کے متعلق مختصر بیان مکرم عرفانی صاحب کی طرف سے حیاتِ احمد جلد دوم نمبر اوّل ۵۵ پر بھی موجود ہے۔ اگر سردار صاحب کے کچھ مزید حالات مل سکے تو آخر کتاب میں درج کر دیئے جائیں گے۔

حضورؐ چشم پوشی ۔اغماض اور عفو میں اپنی نظیر آپؐ تھے۔ باوجود اپنی تمام وسعتِ قلبی کے چونکہ اس طبقہ کی طرف سے غایت درجہ اذیت قلبی پہنچی تھی ۔جس کا باعث اس طبقہ کی اسلام سے شدید بیگانگی تھا حضورؑ نے ان کا شکوہ کیا۔حضرت اقدسؑ نے جب مالیرکوٹلہ کا سفر کیا تو نواب ابراہیم علی خاں صاحب کی علالت کے سلسلہ میں کیا۔اور آپ نے اس سفر کو محض اس لئے اختیار کیا تھا کہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب نے براہین احمدیہ کی اشاعت میں حصہ لیا گو بحیثیت ایک خریدار کے۔اور دراصل جب ہم اس امر کو سوچیں کہ بڑی عمر میں زیادہ سنجیدگی اور متانت کی توقع ہوتی ہے اور اس وقت انسان لہو ولعب سے اکتا کر از خود بھی امور دینیہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے لیکن اس عمر کو پہنچے ہوئے طبقہ امراء کے افراد نے جو نمونہ دکھایا وہ ظاہر و باہر ہے۔لیکن ان حالات میں چودھویں صدی میں نواب ابراہیم علی خاں صاحب ناز و نعم کے پروردہ اور اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں جسے عام طور پر سوائے لہو ولعب کے اور کسی امر سے واسطہ نہیں ہوتا۔عمر کے لحاظ سے وہ نوخیز ہیں ۔ان تمام امور کے باوجود اس نوجوانی کے عالم اور اس ماحول میں براہین احمدیہ کی ان کی طرف سے اعانت خواہ تھوڑی اور بحیثیت ایک عام خریدار کے تھی ۔حضرت اقدسؑ کی نگاہ میں قابل قدر ٹھہری کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی فطرت شکور ہوتی ہے۔آپ نے اس کی قدر فرمائی اور نواب ابراہیم علی خان صاحب کو سلسلہ کے لٹریچر میں ایک زندگی عطا کی اور ان کی بیماری کی خبر پا کر دعا کے لئے بھی تشریف لے گئے تا کہ عیادت اور اس شکریہ کی عملی روح نمایاں ہو۔اور نواب صاحب کو بھی براہینؔ سے اتنا شغف تھا کہ سب سے پہلی بات یہ پوچھی کہ کیا براہینؔ کا چوتھا حصّہ چھپ گیا ہے۔

بقیہ حاشیہ:- فیاضی کی وجہ سے بطور اعانت ۲۵ روپے بھیجے ہیں......ہاں اسلامی امیروں میں ایسے لوگ بہت ہی کم پائے جائیں گے کہ جن کو اپنے سچے اور پاک دین کا ایک ذرہ خیال ہو۔کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ اس خاکسار نے ایک نواب صاحب کی خدمت میں کہ جو بہت پارسا طبع اور متقی اور فضائل علمیہ سے متصف اور قال اللہ اور قال الرسول سے بدرجہ غایت خبر رکھتے ہیں کتاب براہین حمدیہ کی اعانت کے لئے لکھا تھا۔سو اگر نواب صاحب ممدوح اس کے جواب میں یہ لکھتے کہ ہماری رائے میں کتاب ایسی عمدہ نہیں جس کے لئے کچھ مدد کی جائے تو کچھ جائے افسوس نہ تھا مگر صاحب موصوف نے پہلے تو یہ لکھا کہ پندرہ بیس کتابیں ضرور خریدیں گے اور پھر دوبارہ یاد دہانی پر یہ جواب آیا کہ دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا ان میں کچھ مدد دینا خلافِ منشاء گورنمنٹ انگریزی ہے اس لئے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ امید نہ رکھیں۔سو ہم بھی نواب صاحب کو امید گاہ نہیں بناتے بلکہ امید گاہ خداوند کریم ہی ہے اور وہی کافی ہے۔'' [۱۸]

حاشیہ میں جس نواب کا ذکر آتا ہے کہ اس نے کہا کہ اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ امید نہ رکھیں وغیرہ بلکہ براہین چاک کر کے واپس بھیجدی تھی۔ یہ نواب صدیق حسن خان تھے۔ اُنہیں اپنے کئے کی جو سزا ملی اور کس طرح ان کی عزت حضرت اقدسؑ کی دعا سے سرکوبی سے بچائی گئی۔ ہر احمدی کو معلوم ہے حضورؑ نے اس کا ذکر حقیقۃ الوحی [۱۹] پر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے واقعات کی وجہ سے حضورؑ نے ۲۴/ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو میر عباس علی صاحب کو ایک مکتوب میں ایسے لوگوں کے پاس اشاعت براہین کے لئے جانے سے روک دیا جن کے نفس غرور اور استکبار سے بھرے ہوئے ہیں اور فرمایا کہ:

''آپ اس طریق کو ترک کر دیں اگر کسی دنیا دار مالدار کو کچھ کہنا ہو تو کلمہ مختصر کہیں اور آزادی سے کہیں اور صرف ایک بار پر کفایت رکھیں......اور مناسب ہے کہ آپ یہ سلسلہ غریب مسلمانوں میں جاری رکھیں۔ دوسرے لوگوں کا خیال چھوڑ دیں۔'' [۲۰]

لیکن باوجود اس کے خود حضورؑ والئی مالیر کوٹلہ کو اپنے وعدہ کی یاددہانی کراتے رہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ ان کو طبقہ امراء میں سے اس قسم کا فرد نہ خیال فرماتے تھے کہ جس میں غرور واستکبار وغیرہ پایا جاتا ہو اور اس سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ بعد کی خط وکتابت میں اسی لئے ہی اس وعدہ کے عدم ایفاء یا وعدہ کی یاددہانی کا ذکر نہیں کہ وہ پورا ہو چکا ہوگا اور یہ وعدہ سابقہ سو روپیہ کے علاوہ تھا اور سابقہ روپیہ جیسا کہ حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے ادا ہو چکا تھا۔☆

حضورؑ کی مالیر کوٹلہ میں تشریف آوری

۱۸۸۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلی بار لدھیانہ بمعیّت مولوی جان محمد صاحب حافظ

☆ حضور کی طرف سے نواب ابراہیم علی خاں صاحب کے وعدہ کی یاددہانی ایک دفعہ ۱۱ مئی ۱۸۸۴ء کو ہوئی جبکہ آپؑ نے نواب علی محمد خاں صاحب آف جھجھر کو تحریر فرمایا:

''نواب صاحب مالیر کوٹلہ کا اب تک روپیہ نہیں آیا۔ مناسب ہے کہ آں مخدوم تاکیدی طور پر ان کو یاددلائیں۔'' [۲۱]

اسی طرح حضور نے میر عباس علی صاحب کو ۲۶/ مئی ۱۸۸۴ء کو تحریر فرمایا:۔

''نواب علی محمد خاں صاحب کی ارادت اور شب وروز کی توجہ اور اخلاص قابل تعریف ہے خداتعالیٰ ان کو ہر ایک غم سے خلاصی بخشے اور حسنِ عاقبت عطا فرماوے۔ آپ نواب صاحب کو یہ بھی اطلاع دیدیں کہ مالیر کوٹلہ سے نواب ابراہیم علی خاں صاحب

حامد علی صاحب اور لالہ ملاوامل صاحب تشریف لے گئے☆ وہاں سے والدہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب کی درخواست پر حضورؑ مالیر کوٹلہ گئے۔

میر عنایت علی صاحب لدھیانوی رضی اللہ عنہ جو سفر مالیر کوٹلہ میں حضور کے رفقاء میں سے تھے بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مالیر کوٹلہ بھی تشریف لے گئے تھے قریب آٹھ دس آدمی حضورؑ کے ہمراہ تھے۔اس وقت ابھی مالیر کوٹلہ کی ریل جاری نہیں ہوئی تھی۔میں بھی حضورؑ کے ہمرکاب تھا۔حضرت صاحبؑ نے یہ سفر اس لئے اختیار کیا تھا کہ بیگم صاحبہ یعنی والدہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب نے اپنے اہلکاروں کو لدھیانہ بھیج کر حضرت صاحبؑ کو بلایا تھا کہ حضورؑ مالیر کوٹلہ تشریف لا کر میرے لڑکے کو دیکھیں اور دُعا فرماویں۔کیونکہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب کو عرصہ سے خللِ دماغ کا عارضہ ہو گیا تھا۔حضرت صاحبؑ لدھیانہ سے دن کے دس گیارہ بجے قاضی خواجہ علی صاحبؓ کی شکرم میں بیٹھ کر تین بجے کے قریب مالیر کوٹلہ پہنچے اور ریاست کے مہمان ہوئے۔جب صبح ہوئی تو بیگم صاحبہ نے اپنے اہلکاروں کو حکم دیا کہ حضرت صاحبؑ کے لئے سواریاں لے جائیں تا کہ آپؑ باغ میں جا کر نواب صاحب کو دیکھیں مگر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہمیں سواری کی ضرورت نہیں ہم پیدل ہی چلیں گے۔چنانچہ آپؑ پیدل ہی گئے۔اسوقت ایک بڑا ہجوم لوگوں کا آپؑ کے ساتھ تھا۔

جب آپؑ باغ میں پہنچے تو معہ اپنے ساتھیوں کے ٹھہر گئے نواب صاحب کوٹھی سے باہر آئے اور پہلی دفعہ حضرت صاحبؑ کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔لیکن پھر آگے بڑھ کر آئے اور حضرت صاحبؑ سے سلام علیکم کیا۔اور کہا کہ کیا براہین کا چوتھا حصّہ چھپ گیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ ابھی تو نہیں چھپا مگر انشاء اللہ عنقریب چھپ

بقیہ حاشیہ:- والئی مالیر کوٹلہ کے ایک سر رشتہ دار کا خط آیا ہے کہ وہ مبلغ پچاس روپیہ بطور امداد بھیجیں گے مگر ابھی آئے نہیں۔یہ روپیہ انشاء اللہ پٹیالہ میں عبدالحق صاحب کو بھیجا جاوے گا اور پھر بعد اس کے ان کا قرضہ دوسو روپیہ باقی رہ جاوے گا۔''* [۲۲]

☆ لالہ ملاوامل صاحب جو حضرت اقدسؑ کے دعویٰ سے بہت قبل کے ملاقاتی اور جلیس تھے اور بہتر سفروں میں رفیق سفر رہے تھے اور وہ حضورؑ کی متعدد پیشگوئیوں کے گواہ تھے اور اس سفر کے رفقاء میں سے صرف وہی زندہ تھے افسوس کہ ۵۱-۹-۲۹ کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ان کی وفات کے بعد حضورؑ کے دعویٰ سے قبل کا کوئی ملاقاتی باقی نہیں رہا۔

* الحکم جلد۳ نمبر ۱۴ پرچہ ۱۹/اپریل ۱۸۹۹ء و مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم مکتوبات ۶/۴ دونوں جگہ اختلاف کے باعث یہاں عبارت اور تاریخ الحکم سے نقل کی گئی ہے۔

جائیگا۔اس کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ آیئے اندر بیٹھیں۔ چنانچہ حضرت صاحبؑ اور نواب صاحب کوٹھی کے اندر چلے گئے اور قریباً آدھ گھنٹہ اندر رہے۔ چونکہ کوئی آدمی ساتھ نہ تھا اس لئے ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ اندر کیا کیا باتیں ہوئیں۔اس کے بعد حضرت صاحبؑ مع سب لوگوں کے پیدل ہی جامع مسجد کی طرف چلے آئے اور نواب صاحب بھی سیر کے لئے باہر چلے گئے۔مسجد میں پہنچ کر حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ سب لوگ پہلے وضو کریں اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر نواب صاحب کی صحت کے واسطے دُعا کریں کیونکہ یہ تمہارے شہر کے والی ہیں اور ہم بھی دُعا کرتے ہیں۔غرض حضرت اقدسؑ نے مع سب لوگوں کے دعا کی اور پھر اس کے بعد فوراً ہی لدھیانہ واپس تشریف لے آئے۔اور باوجود اصرار کے مالیر کوٹلہ میں نہ ٹھہرے۔''☆ ۲۳

☆ (الف) مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خان صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ''نواب ابراہیم علی خاں صاحب کی والدہ محترمہ فضیلت بیگم صاحبہ موضع جھل ریاست پٹیالہ کے ایک راجپوت خاندان سے تھیں۔ بہت منتظم خاتون تھیں چنانچہ نواب غلام محمد خاں کے بالمقابل اپنے بیٹے کے الیکشن میں سب انتظام انہی کا تھا۔نواب صاحب اپنی بیوی اور بڑے بچہ مہر محمد خاں کی وفات کے صدمہ سے مختل الدماغ ہو گئے تھے اور ۲۳ اگست ۱۹۰۸ء کو وفات تک اسی عارضہ میں مبتلا رہے۔ان کی شادی والد صاحب کی تیسری والدہ کی اکلوتی بیٹی نواب بیگم سے ہوئی تھی۔تیسری والدہ اور والدہ نواب ابراہیم علی خاں سگی بہنیں تھیں۔میرے نزدیک اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو ان کی عدم شفایابی کا علم دیدیا ہوگا۔تبھی حضورؑ نے باوجود اصرار کئے جانے کے ٹھہرنا مناسب نہ جانا۔حضورؑ نے جامع مسجد میں دعا کی تھی اور جامع مسجد شہر میں ہے اور مجھے حضرت میر عنایت علی صاحبؓ نے بتایا تھا کہ حضورؑ کی ملاقات نواب صاحب سے ''سکندر منزل'' میں ہوئی تھی۔یہ کوٹھی اب بھی موجود ہے اور نواب سکندر علی خاں کی تعمیر کردہ ہے۔خاندان یا ریاست میں ایسا کوئی ریکارڈ یا ڈائری نہیں جس سے اس سفر کی تاریخ وغیرہ کا علم ہو سکے۔نواب احمد علی خاں صاحب مرحوم والئی مالیر کوٹلہ جو میرے خُسر بھی تھے نواب ابراہیم علی خان صاحب کے صاحبزادہ تھے۔'' تذکرہ رؤسائے پنجاب میں نواب ابراہیم علی خاں صاحب کی وفات بعارضہ ہیضہ اگست ۱۹۰۸ء میں ہونا مرقوم ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعودؑ جب پہلی بار لدھیانہ تشریف لے گئے تھے تب ہی مالیر کوٹلہ جانا ہوا تھا۔ چنانچہ اس سے قبل کی روایت نمبر ۳۳۸ لدھیانہ جانے کے متعلق بھی میر عنایت علی صاحب لدھیانوی کی ہے۔میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے نام مکتوبات کے اقتباسات و دیگر قرائن ذیل میں درج کر دیئے ہیں جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضورؑ کب لدھیانہ اور مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے تھے (۱) مکتوب نمبر ۹ میں حضورؑ نے سفر لدھیانہ کے

حضرت اقدسؑ کا یہ سفر مالیر کوٹلہ جو لدھیانہ کے پہلے سفر کے دوران میں ہوا ۱۸۸۴ء کی پہلی سہ ماہی میں بلکہ خاکسار کی تحقیق میں ۱۴ اور ۲۰ رفروری ۸۴ء کے درمیان ہوا تھا۔

بقیہ حاشیہ: – التوا کا ذکر فرمایا ہے گو مکتوب کی تاریخ درج نہیں لیکن بعض قرائن سے سن تحریر کا اندازہ ہو جاتا ہے۔حضورؑ فرماتے ہیں:

(الف) ''اب بالفعل لودھیانہ میں اس عاجز کا آنا ملتوی رہنے دیں۔آپؑ کے تشریف لے جانے کے بعد چند ہندوؤں کی طرف سے سوالات آئے ہیں۔اور ایک ہندو صوابی ضلع پشاور میں کچھ ردّ لکھ رہا ہے۔پنڈت شونرائن بھی شاید عنقریب اپنا رسالہ بھیجے گا۔سو اب چاروں طرف سے مخالف جنبش میں آرہے ہیں۔غفلت کرنا اچھا نہیں۔ابھی دل ٹھہرنے نہیں دیتا کہ میں اس ضروری اور واجب کام کو چھوڑ کر کسی اور طرف خیال کروں۔**الا ماشاء اللہ ربی** ۔اگر خدا نے چاہا تو آپ کا شہر کسی دوسرے وقت میں دیکھیں گے۔'' [۲۴] حضور مکتوب نمبر ۲ میں رقم فرماتے ہیں:

> ''چند ہندو اور بعض پادری عنادِ قدیم کی وجہ سے ردّ کتاب کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں مگر آپ تسلی رکھیں۔اور مسلمانوں کو بھی تسلی دیں کہ یہ حرکت ان کی خالی از حکمت نہیں میں امید رکھتا ہوں کہ ان کی اس حرکت اور شوخی کی وجہ سے خداوند کریم حصّہ چہارم میں کوئی ایسا سامان میسر کر دیگا کہ مخالفین کی بدرجہ غایت رسوائی کا موجب ہوگا۔'' [۲۵]

ان دونوں حوالہ جات میں براہین احمدیہ کے پہلے تین حصص کا ہندوؤں کی طرف سے ردّ لکھا جانے اور حصّہ چہارم کے ابھی مکمل نہ ہونے کا ذکر ہے۔پنڈت شونرائن اگنی ہوتری مذکور نے اخبار دھرم جیون میں (بحوالہ حاشیہ ۳۲۹ براہین احمدیہ حصّہ چہارم) جنوری ۱۸۸۳ء میں براہین احمدیہ کا ردّ لکھا تھا لیکن حضورؑ کی تحریر بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت تحریر گو پنڈت مذکور کا مضمون رسالہ مذکور میں چھپ چکا تھا اس کی کاپی حضورؑ کو ابھی نہیں آئی تھی اس لئے حضورؑ لکھتے ہیں کہ پنڈت مذکور شاید عنقریب اپنا رسالہ بھیجے گا۔اور صوابی ضلع پشاور کے ہندو (پنڈت لیکھرام) کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ وہ کچھ ردّ لکھ رہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مکتوب نمبر ۱۱/اپریل ۱۸۸۳ء کے قریب کا ہے۔چنانچہ مکرم عرفانی صاحب کی تحقیق مندرجہ حیاتِ احمد جلد دوم نمبر دوم (۶) سے یہی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

(ب) ایک اور قرینہ مکتوب نمبر ۹ کے اپریل ۸۳ء کے قریب کا ہونے کا یہ ہے کہ اس سے پہلے مکتوب میں جس کا نمبر بھی ۹ مرقوم ہے جس کی تاریخ تحریر ۱۵/اپریل ۸۳ء ہے۔حضورؑ نے درود شریف پڑھنے کے طریق

حضرت مسیح موعودؑ سے تعلقات کا آغاز

سب سے اوّل بچپن میں تین چار سال کی عمر میں آپؓ نے اپنے ایک استاد سے جو شیعہ مذہب مولوی

بقیہ حاشیہ:- پر بحث فرمائی ہے۔اور مکتوب نمبر۱۲(محررہ ۲۶/اپریل ۸۳ء) میں معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب کی طرف سے استفسار پر حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ حضورؑ کے نزدیک کونسا درود بہتر ہے۔مکتوب مورخہ ۱۵/اپریل میں حضورؑ میر صاحب کو نصیحت فرماتے ہیں کہ ''استعدادِ قریبہ پیدا کرنے کیلئے اپنے دل کو ماسوا اللہ کے شغل اور فکر سے بکلی خالی اور پاک کر لینا چاہیئے۔اور کسی کا حسد اور نقار دِل میں نہ رہے'' اور مکتوب نمبر۱۱ زیر بحث میں بھی تحریر فرماتے ہیں کہ ''ایک بات واجب الاظہار ہے اور وہ یہ ہے کہ وقت ملاقات ایک گفتگو کی اثناء میں بنظر کشفی آپ کی حالت ایسی معلوم ہوئی کہ کچھ دل میں انقباض ہے اور نیز آپ کے بعض خیالات جو آپ بعض اشخاص کی نسبت رکھتے ہیں حضرت احدیت کی نظر میں درست نہیں۔'' [۲۶]

اسی طرح مکتوب نمبر۹ اور مکتوب مورخہ ۸۳-۴-۱۵ کا مضمون مشابہ ہے اور مقدم الذکر ہی میں لدھیانہ کے سفر کے التواء کا ذکر ہے۔ یہ امر بنظر کشفی حضورؑ نے میر صاحب کے قادیان میں قیام کے وقت دیکھا تھا اور مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سفر میر صاحب نے ابتدا ۸۳ء میں کیا تھا۔[۲۷] اور مولف تذکرہ نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے۔ [۲۸]

۲- حضورؑ اپنے مکتوب نمبر ۱۵ میں میر عباس علی صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

(الف) ''اب حصہ چہارم کے طبع کرانے میں کچھ تھوڑی توقف باقی ہے اور موجب توقف یہی ہے کہ جو تین جگہ سے بعض سوالات لکھے ہوئے آئے ہیں ان سب کا جواب لکھا جائے۔ یہ عاجز ضعیف الدماغ آدمی ہے بہت محنت نہیں ہوتی آہستہ آہستہ کام کرنا پڑتا ہے۔''

(ب) اِس مکتوب میں ایک خواب کا ذکر بھی حضورؑ نے فرمایا ہے۔جس میں حضورؑ نے دیکھا کہ حضورؑ محافظ دفتر کا عہدہ رکھتے ہیں نیز اس مکتوب میں حضورؑ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

''ابھی مولوی (عبدالقادر) صاحب کا اس جگہ تشریف لانا بے وقت ہے یہ عاجز حصہ چہارم کے کام سے کسی قدر فراغت کر کے اگر خدا نے چاہا اور نیت صحیح میّسر آ گئی تو غالباً امید کی جاتی ہے کہ آپ ہی حاضر ہوگا۔'' [۲۹]

اس خط میں حضورؑ نے مولوی عبدالقادر صاحب کو قادیان آنے سے منع فرما دیا اور امید ظاہر کی ہے کہ خود لدھیانہ تشریف لے جائینگے۔ چونکہ اسوقت تک براہین احمدیہ حصہ چہارم کے پایہ تکمیل کو نہ پہنچنے کا بھی ذکر ہے اس لئے یہ مکتوب ۱۸۸۳ء کا ہی معلوم ہوتا ہے۔اس مکتوب میں ایک رؤیا کا ذکر ہے جسے مولف تذکرہ اور

سید گل علی شاہ صاحب بٹالوی کے فرزند تھے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر سُنا۔ اِس لئے کہ نواب صاحب کے والد بزرگوار شیعہ تھے اور شیعہ علماء کی ان کے ہاں آمدورفت تھی۔ مولوی سید گل علی شاہ کا خاندان علمی امتیاز رکھتا تھا اس لئے آپ کی تعلیم کے لئے ان کے صاحبزادہ کو منتخب کیا۔ اس سلسلہ میں وہ فخر یہ اظہار کے لئے کہ میرے

بقیہ حاشیہ:- مکرم عرفانی صاحب نے بھی ۸۳ء میں درج کیا ہے۔ پہلی بار براہین احمدیہ حصہ چہارم کی طباعت کے شروع ہونیکا ذکر مکتوب نمبر ۱۹ میں پایا جاتا ہے چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں ''الحمد للہ کہ کام طبع کا شروع ہے'' اور یہ مکتوب ۱۵ جون ۸۳ء کا ہے لیکن مکتوبات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ ابھی طباعت کا کام شروع نہیں ہوا تھا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مکتوبات مذکورہ بالا اپریل ۸۳ء کے قریب کے اور ۱۵ر جون ۸۳ء سے پہلے کے ہیں۔

(۳) مکتوب مورخہ ۲۲ ستمبر ۸۳ء میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں کہ ''انشاء اللہ تعالیٰ اگر خدا نے چاہا تو لدھیانہ مولوی صاحب کی ملاقات ہوگی۔'' (۴) اسی طرح مکتوب مورخہ ۹ نومبر ۸۳ء میں حضورؑ فرماتے ہیں ''یہاں سے ارادہ کیا گیا تھا کہ امرتسر جا کر بعد اطلاع دہی ایک دودن کے لئے آپ کی طرف آؤں مگر چونکہ کوئی ارادہ بغیر تائید الٰہی انجام پذیر نہیں ہوسکتا اس لئے یہ خاکسار امرتسر جا کر کسی قدر علیل ہوگیا ناچار وہ ارادہ ملتوی کیا گیا۔'' (۵) مکتوب مورخہ ۲۰ نومبر ۸۳ء میں حضور تحریر فرماتے ہیں کہ ''دل میں ارادہ تو ہے کہ ایک دوروز کے لئے آپ کے شہر میں آؤں مگر بجز مرضی باری تعالیٰ کیونکر پورا ہو۔'' (۶) مکتوب مورخہ ۱۹ دسمبر ۸۳ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''آج میرا ارادہ تھا کہ صرف ایک دن کیلئے آنمخدوم کی ملاقات کے لئے لدہیانہ کا قصد کروں لیکن خط آمدہ مطبع ریاض ہند سے معلوم ہوا کہ حال طبع کتاب کا ابتر ہورہا ہے...... ناچار اس بندوبست کیلئے کچھ دن امرتسر ٹھہرنا پڑے گا اور دوسری طرف یہ ضرورت درپیش ہے کہ ۲۶ر دسمبر ۸۳ء تک بعض احباب بطور مہمان قادیان میں آئیں گے اور ان کے لئے اِس خاکسار کا یہاں ہونا ضروری ہے......اور کچھ وقت میسر آ گیا تو انشاء اللہ القدیر ایک دن کیلئے امرتسر میں فراغت پا کر آنمخدوم کی طرف روانہ ہوں گا۔'' (۷) نیز فرماتے ہیں کہ ''عاجز اگرچہ بہت چاہتا ہے کہ آں مخدوم کے بار بار لکھنے کی تعمیل کی جائے مگر کچھ خداوند کریم ہی کی طرف سے ایسے اسباب آپڑتے ہیں کہ رک جاتا ہوں۔''

(۸) یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مولوی عبدالقادر صاحب رضی اللہ عنہ نے حضورؑ کو لدھیانہ آنے کی تحریک کی لیکن حضورؑ نے ۲۲ جنوری ۸۴ء کے مکتوب میں لدہیانہ آنے سے معذرت فرمائی۔

براہین احمدیہ جو چھ سات ماہ سے زیر طبع تھی سفر لدھیانہ و مالیر کوٹلہ تک ابھی اس کی طباعت زیر تکمیل تھی اور ۲۱ر فروری ۸۴ء کے مکتوب میں حضورؑ علماء دہلی کو حصہ چہارم بھجوانے کا ذکر فرماتے ہیں معلوم ہوا کہ حضورؑ کا سفر

والد صاحب رئیس قادیان کے بھی استاد رہے ہیں اور آپ کے والد صاحب کے بھی قادیان کا ذکر کیا

بقیہ حاشیہ:- لدہیانہ و مالیر کوٹلہ ۲۳ رجنوری ۸۴ء سے ۲۰ فروری ۸۴ء کے درمیان ہوا ہے اور مصنف مجدد اعظم کا یہ لکھنا کہ ''آخر ۱۸۸۴ء میں آپ پہلی مرتبہ لدھیانہ تشریف لے گئے۔''۲۳ واقعاتی لحاظ سے صحیح ثابت نہیں ہوتا ۲۰ رفروری ۸۴ کے بعد کے مکتوبات میں پہلی بار سفر لدہیانہ کے التواء وغیرہ کے متعلق پھر کوئی ذکر نہیں۔اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقوع پذیر ہو چکا تھا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب روایت مذکورہ (نمبر ۳۳۸) کے آخر پر سفر لدھیانہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔کہ ''غالباً ۱۸۸۴ء کے قریب کا ہوگا۔'' مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سفر ۸۴ء کی پہلی سہ ماہی میں ہوا تھا۔۳۲ اور مکتوبات جن کا حوالہ پہلے دیا گیا ہے انکے یکجائی مطالعہ سے یہ صحیح ثابت ہوتا ہے۔

گو میں نے اوپر ۲۳ رجنوری ۸۴ء سے ۲۰ فروری ۸۴ء کا عرصہ سفر لدہیانہ و مالیر کوٹلہ کیلئے معین کیا ہے لیکن اس عرصہ میں سے بھی بعض دنوں کا استثناء ثابت ہے یعنی

(الف) ۱۳ رفروری ۸۴ء کو حضورؑ نے میر عباس علی صاحب کو قادیان سے خط لکھا اس میں فرماتے ہیں ''یہ عاجز دو دن کے رفع انتظار کی غرض سے یہ خط لکھا گیا اور اب میں تَوَکُّلاً عَلَی اللّٰہ امرتسر کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔''۳۳ گویا کہ ۱۳ رفروری اور اس سے قبل دو دن یعنی ۱۱، ۱۲ رفروری کو حضورؑ لدہیانہ میں نہیں تھے۔

(ب) حضورؑ مورخہ ۱۵ رفروری ۸۴ء کے مکتوب میں میر صاحب کو اپنے امرتسر میں ہونے کا ذکر فرماتے ہیں۔پس سوائے ۱۱۔۱۲۔۱۳، ۱۵ فروری کی تاریخوں کے ۲۳ رجنوری سے ۲۰ رفروری ۸۴ء کے درمیانی عرصہ میں حضورؑ کے سفر لدہیانہ کی تعیین ہوتی ہے۔حضور ۱۴ اکتوبر ۸۴ء کو میر عباس علی صاحب کی عیادت کے لئے لدھیانہ تشریف لے گئے تھے۔لیکن یہ دوسرا سفر تھا کیونکہ اس سے بہت قبل براہین احمدیہ حصّہ چہارم چھپ چکا تھا (۱۴ اکتوبر کو جانے کے ارادہ کا اظہار حضور نے اپنے مکتوب مورخہ ۸/۱ اکتوبر ۸۴ء میں کیا ہے نیز اس ضمن میں ملاحظہ ہو حیات احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۱۹، ۲۰)

مزید یہ کہ پہلے سفر کی مزید تعیین بھی بعض امور سے ہوتی ہے۔حضورؑ نے یہ سفر اہل اسلام لدھیانہ کی استدعا پر کیا تھا۔لیکن اس کے بعد مولویانِ لدھیانہ نے شدید مخالفت کا طریق اختیار کیا چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعت السنتہ میں براہین احمدیہ پر ریویو لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''(نوٹ لائق توجہ گورنمنٹ) اس انکار وکفران پر باعث لدہیانہ کے بعض مسلمانوں کو تو صرف

کرتے۔نواب صاحبؓ کی پرورش ابتدا سے ہی مذہبی ماحول میں ہوئی تھی۔آپ پر مذہب کا عملی اثر تھا۔رفتہ رفتہ حضرت مسیح موعودؑ کا (جن کا اس وقت کوئی دعویٰ نہ تھا) ذکر آپ تک پہنچا۔اور جب حضورؑ نے مالیرکوٹلہ کا سفر کیا تھا تو اسوقت بھی آپ کا نام ایک متقی اور خدارسیدہ بزرگ کی حیثیت میں سُنا ہوگا۔نواب صاحبؓ افسوس کیا کرتے تھے کہ حضورؑ کی مالیرکوٹلہ میں آمد کے موقعہ پر وہ مالیرکوٹلہ میں نہ تھے بلکہ تعلیم کی خاطر مالیرکوٹلہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔نواب صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ سے خط وکتابت ۱۸۸۹ء میں شروع کی لیکن حُسنِ ظنّی کا دور

بقیہ حاشیہ:- حسد وعداوت ہے جس کے ظاہری دوسبب ہیں ایک یہ کہ ان کو اپنی جہالت (نہ اسلام کی ہدایت) سے گورنمنٹ انگلشیہ سے جہاد و بغاوت کا اعتقاد ہے اور اس کتاب میں اس گورنمنٹ سے جہاد وبغاوت کو ناجائز لکھا ہے۔لہذا وہ لوگ اس کتاب کے مؤلف کو منکر جہاد سمجھتے ہیں۔اور ازراہِ تعصّب و جہالت اس کے بغض ومخالفت کو اپنا مذہبی فرض خیال کرتے ہیں۔مگر چونکہ وہ گورنمنٹ کے سیف واقبال کے خوف سے اعلانیہ طور پر ان کو منکر جہاد نہیں کہہ سکتے اور نہ سرعام مسلمانوں کے روبرو اس وجہ سے ان کو کافر بنا سکتے ہیں۔لہذا وہ اس وجہ سے کفر کو دل میں رکھتے ہیں اور بجز خاص اشخاص (جن سے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے) کسی پر ظاہر نہیں کرتے اور اس کا اظہار دوسرے لباس و پیرایہ میں کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں فلاں فلاں امور کفر یہ (دعویٰ نبوّت اور نزول قرآن اور تحریف آیات قرآنیہ پائی جاتی ہیں) اس لئے اس کا مؤلف کافر ہے۔

''موقعہ جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند پر یہ حضرات بھی وہاں پہنچے اور لمبے لمبے فتویٰ تکفیر مؤلف براہین احمدیہ کے لکھ کر لے گئے اور علماء دیوبند وگنگوہ وغیرہ سے ان پر دستخط ومواہیر ثبت کرنے کے خواستگار ہوئے مگر چونکہ وہ کفران کا اپنا خانہ ساز کُفر تھا جس کا کتاب براہین احمدیہ میں کچھ اثر پایا نہ جاتا لہذا علماء دیوبند وگنگوہ نے ان فتوؤں پر مہر ودستخط کرنے سے انکار کیا اور ان لوگوں کو تکفیر مؤلف سے روکا اور کوئی ایک عالم بھی ان کا اس تکفیر میں موافق نہ ہوا جس سے وہ بہت ناخوش ہوئے اور بلا ملاقات وہاں سے بھاگے اور کَاَنَّھُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ کے مصداق بنے۔

''ناظرین ان کا یہ حال سُن کر متعجب اور اس امر کے منتظر ہونگے کہ ایسے دلیر اور شیر بہادر کون ہیں جو سب علماء وقت کے مخالف ہوکر ایسے جلیل القدر مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے (جس کے ظلِ حمایت میں باامن شعار مذہبی ادا کرتے ہیں) جہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔ان کے دفعِ تعجب اور رفعِ انتظار کے لئے ہم ان حضرات کے نام بھی ظاہر کردیتے ہیں۔وہ مولوی عبدالعزیز ومولوی محمد وغیرہ پسران مولوی عبدالقادر ہیں۔......

اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ ازالہ اوہام حصہ دوم میں آپ کا بیان مرقوم ہے کہ:

''ابتداء میں گو میں آپ کی نسبت نیک ظنّ ہی تھا لیکن صرف اس قدر کہ آپ اور علماء اور مشائخ ظاہری کی طرح مسلمانوں کے تفرقہ کے موید نہیں بلکہ مخالفانِ اسلام کے

بقیہ حاشیہ:- ''دوسرا سبب یہ کہ انہوں نے باستعانت بعض معزز اہل اسلام لدہیانہ (جن کی نیک نیتی اور خیر خواہی ملک وسلطنت میں کوئی شک نہیں) بمقابلہ مدرسہ صنعت کاری انجمن رفاہ عام لدھیانہ ایک مدرسہ قائم کرنا چاہا تھا اور اس مدرسہ کیلئے لدہیانہ میں چندہ جمع ہو رہا تھا کہ انہی دنوں مؤلف براہین احمدیہ باستدعا اہل اسلام لدھیانہ میں پہنچ گئے اور وہاں کے مسلمان ان کے فیض زیارت اور ان کے شرفِ صحبت سے مشرف ہوئے ان کی برکات واثر صحبت کو دیکھ کر اکثر چندہ والے ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس چندہ کے بہت سے روپیہ طبع واشاعت براہین احمدیہ کے لئے مؤلف کی خدمت میں پیشکش کئے گئے اور مولوی صاحبان مذکور تہیدست ہو کر ہاتھ ملتے رہ گئے اِس امر نے بھی ان حضرات کو بھڑکایا اور مولف کی تکفیر پر آمادہ کیا جن کو ان باتوں کے صدق میں شک ہو وہ ہم کو اس امر سے مطلع کرے ہم لدھیانہ سے عمدہ اور واضح طور پر ان باتوں کی تصدیق کریں گے۔'' [۳۴] اس سے یہ ظاہر ہے کہ حضورؑ کا لدہیانہ کا سفر ان مخالف مولویوں کو مخالفت پر آمادہ کرنے کا باعث ہوا اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان مولویوں کی طرف سے کب مخالفت میں شدت اختیار کی گئی تو یہی امر اس عرصہ کی تعیین کا موجب ہوگا کہ جس میں حضرت اقدسؑ اس سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ حضور میر صاحب کو ۱۳رفروری ۸۴ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''اور یہ عاجز دودن کے رفع انتظار کی غرض سے یہ خط لکھا گیا۔ اور اب میں توکّلاعلی اللہ امرتسر کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔''

معلوم ہوتا ہے حضورؑ نے کسی مکتوب کے ذریعہ جواب محفوظ نہیں یا کسی زبانی پیغام کے ذریعہ میر صاحب کو اطلاع دی کہ حضورؑ لدھیانہ آئیں گے ورنہ کسی امر کے انتظار کا علم مکتوبات سے نہیں ہوتا۔ دودن حضورؑ نہ جاسکے تو اس کا ذکر اس مکتوب میں کیا اور یہ بھی لکھا کہ اب حضورؑ امرتسر جارہے ہیں اور ۲۱ فروری ۸۴ء تک براہین حصّہ چہارم طبع ہو چکا تھا جو کہ گو دیر سے زیرِ طبع تھا لیکن سفر زیر بحث تک ابھی چھپا نہیں تھا۔ سو معلوم ہوا کہ حضورؑ کا سفر لدھیانہ و مالیر کوٹلہ ۱۴اور ۲۰رفروری ۸۴ء کے درمیان ہوا ہے اور مولویان لدہیانہ نے حضورؑ کے سفر لدہیانہ کے باعث مخالفت کا جو طوفانِ بدتمیزی برپا کیا تھا ہمیں ۲۶رفروری ۸۴ء کے حضورؑ کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ

مقابل پر کھڑے ہیں۔مگر الہامات کے بارے میں مجھ کو نہ اقرار تھا اور نہ انکار۔ پھر جب میں معاصی سے بہت تنگ آیا اور ان پر غالب نہ ہو سکا تو میں نے سوچا کہ آپ نے بڑے دعوے کئے ہیں۔ یہ سب جُھوٹے نہیں ہو سکتے تب میں نے بطور آزمائش آپ کی طرف خط و کتابت شروع کی۔'' ۳۵

حضرت مسیح موعودؑ سے خط و کتابت کیونکر شروع ہوئی اس بارہ میں آپؓ فرماتے ہیں کہ:

''مجھے پہلا موٹا اشتہار بابت براہین احمدیہ ۱۸۸۵ء میں نظر سے گذرا مگر کوئی التفات نہ ہوا۔ ۸۸۔۱۸۸۷ء میں حضرتؑ کا شہرہ سنتا رہا۔ ۱۸۹۰ء میں اپنے استاد مولوی عبداللہ فخری کی تحریک پر استدعاء دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی۔ اِس طرح خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔''☆

اس میں نواب صاحبؓ ابتدائے خط و کتابت ۱۸۹۰ء بیان کرتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ حضورؑ کا پہلا مکتوب آپ کے نام ۷/اگست ۱۸۸۹ء کا ہے جو نواب صاحبؓ کے مکتوب کا جواب ہے اس لئے آپ کی

بقیہ حاشیہ:- اس وقت یہ طوفان برپا ہو چکا تھا سو لازماً حضورؑ لدھیانہ کا سفر کر آئے تھے۔ چنانچہ اس مکتوب میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''آں مخدوم کا خط بعد واپسی از امرتسر مجھ کو ملا۔ آں مخدوم کچھ تفکر اور تردّد نہ کریں اور یقیناً سمجھیں کہ وجود مخالفتوں کا حکمت سے خالی نہیں۔ بڑی برکات ہیں کہ جن کا ظاہر ہونا معاندوں کے عنادوں پر ہی موقوف ہے اگر دنیاوی معاند اور حاسد اور موذی لوگ نہ ہوتے تو بہت سے اسرار اور برکات مخفی رہ جاتے۔ کسی نبی کے برکات کامل طور پر ظاہر ہوئے جب تک وہ کامل طور پر ستایا نہیں گیا۔ اگر لوگ خدا کے بندوں کو کہ جو اس کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں یُوں ہی اُن کی شکل ہی دیکھ کر قبول کر لیتے تو بہت عجائبات تھے کہ ان کا ہرگز دُنیا میں ظہور نہ ہوتا:۔'' ۳۶

☆ (الف) یہ عبارت قدرے بتغیر الفاظ الفضل مورخہ ۳۸-۶-۱۴ چھپ چکی ہے۔ یہاں نواب صاحبؓ کے اصل الفاظ درج کئے گئے ہیں (ب) ۱۱/جولائی ۱۸۸۳ء کے مکتوب بنام میر عباس علی صاحب لدھیانوی میں حضرت اقدسؑ کی طرف سے جو نواب محمد علی خاں صاحب کا ذکر ہے وہ دراصل نواب علی محمد خاں صاحب آف جھجر کا ہے۔

خط وکتابت حضرت اقدسؑ سے ۱۸۸۹ء میں (جو آغازِ بیعت کا سال ہے) شروع ہو چکی تھی۔

حضورؑ سے خط وکتابت کا آغاز مولوی عبداللہ صاحب فخری کی تحریک پر ہوا۔ جو خود ۴؍مئی ۱۸۸۹ء کو بیعت کر چکے تھے۔☆ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خط وکتابت کا آغاز ۴؍مئی ۱۸۸۹ء کے بعد ہوا ہے اور جہاں تک مکتوبات کے سلسلہ سے معلوم ہوتا ہے اگست کے اوائل یا جولائی کے اواخر میں یہ سلسلہ شروع ہوا اس لئے کہ حضرتؑ کا مکتوب ۷؍اگست کا ہے اور اس سے پہلے نواب صاحبؓ کے ایک خط کا جواب جا چکا تھا اور یہ وہی خط ہے جو فخری صاحب کی تحریک پر لکھا اور جس میں استدعاء دعا ''معصیت سے رستگاری کے لئے تھی۔'' اس امر کی تائید خود نواب صاحبؓ کے دوسرے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''میں نے بہ تحریک اپنے استاد مولوی عبداللہ فخری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں غالباً آخر ۱۸۸۹ء یا ابتدائے ۱۸۹۰ء (میں) خط دعا کے لئے لکھا تھا۔ جس پر حضرتؑ نے جواب میں لکھا کہ دعا بلا تعلق نہیں ہو سکتی آپ بیعت کر لیں۔☆☆ اس پر میں نے جواباً ایک عریضہ لکھا تھا کہ میں شیعہ ہوں اور اہل تشیع ائمہ اثنا عشر کے سوا کسی کو ولی یا امام نہیں تسلیم کرتے اس لئے میں آپ کی کس طرح بیعت کر سکتا ہوں''*

☆ مولوی عبداللہ صاحب فخری کا نمبر بیعت ۱۹۳ اور تاریخ بیعت ۴؍مئی ۱۸۸۹ء ہے یہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے باشندہ تھے (رجسٹر بیعت) چیفس کالج میں مدرس تھے جلد احمدیت سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ فخری صاحب کو نواب صاحب نے ۱۲؍فروری ۱۹۰۲ء کو ایک مکتوب میں لکھا کہ ''اِس سعادتِ عظمٰی کے رہنما آپ ہی تھے۔ مگر بمصداق آگ لگا جمالو دُور کھڑی۔ آپ الگ ہوئے۔ نہایت تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ میرے اسطرف آنے کی ابتدا اور آپ کے الگ ہونے کی ابتدا اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔''

☆☆ یہ مکتوب تحریک بیعت کا جس کا ذکر نواب صاحب کے نام حضورؑ کے مکتوب مورخہ ۷؍اگست ۱۸۸۹ء میں بھی آتا ہے کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکا۔

* اس کا جواب نواب صاحب کے الفاظ میں یُوں مذکور ہے:

> ''اِس پر حضرتؑ نے ایک طولانی خط لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ اگر برکاتِ روحانیہ محض ائمہ اثنا عشر پر ختم ہو گئے تو ہم جو روز دعا مانگتے ہیں **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم** یہ سب بیکار ہے اور اب مے تو ہو چکی درد باقی ہے۔ کیا ہم دُرد کیلئے اب مشقت ریاضات کریں۔ حضرتؑ نے یہ بھی لکھا کہ منجملہ ان لوگوں کے جو

اس کے جواب میں ذیل کا مکتوب حضورؑ نے رقم فرمایا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

از طرف عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدّ ۔ باخویم محمد علی خاں صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط پہنچا۔اس عاجز نے جو بیعت کے لئے لکھا تھا۔وہ محض آپ کے پہلے خط کے حقیقی جواب میں واجب سمجھ کر تحریر ہوا تھا۔ کیونکہ آپ کا پہلا خط اس سوال پر متضمن تھا کہ پُر معصیّت حالت سے کیونکر رستگاری ہو۔سو جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اس عاجز پر القاء کیا تحریر میں آیا۔اور فی الحقیقت جذباتِ نفسانیہ سے نجات پانا کسی کے لئے بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ عاشق زار کی طرح خاکپائے محبانِ الٰہی ہو جائے اور بصدق وارادت ایسے شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دے جس کی رُوح کو روشنی بخشی گئی ہے تا اس کے چشمہ صافیہ سے اُس فرد ماندہ کو زندگی کا پانی پہنچے۔اور اس تر وتازہ درخت کی ایک شاخ ہو کر اس کے موافق پھل لاوے۔غرض آپ نے اپنے پہلے خط میں نہایت انکسار اور تواضع سے اپنے روحانی علاج کی درخواست کی تھی۔سو آپ کو وہ علاج بتلایا گیا تھا جس کو سعید آدمی بصد شکر قبول کرے گا۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آپ کا وقت نہیں آیا۔معلوم نہیں کہ ابھی کیا کیا دیکھنا ہے۔اور کیا کیا ابتلاء درپیش ہے۔اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ میں شیعہ ہوں اس لئے میں بیعت نہیں کر سکتا۔سو آپ کو اگر صحبت فقراء کاملین میسر ہو تو آپ خود ہی سمجھ لیں کہ شیعوں کا یہ عقیدہ کہ ولایت اور امامت بارہ اماموں پر ختم ہو چکی ہے اور اب خدا تعالیٰ کی یہ نعمت آگے نہیں ہے بلکہ پیچھے رہ گئی کیسا لغو اور حقانیت سے دور ہے اگر خدائے کریم ورحیم کو بھی منظور تھا کہ ولایت اور امامت بارہ شخصوں پر محدود ہو کر آئندہ قُرب الٰہی کے دروازوں پر مُہر لگ جائے تو پھر اس سے تمام تعلیم اسلام عبث ٹھہرتی ہے اور اسلام ایک ایسا گھر ویران اور سنسان ماننا پڑتا ہے جس میں کسی نوع کی برکت کا نام ونشان نہیں۔اور اگر یہی سچ ہے کہ خدا تعالیٰ تمام برکتوں اور اماموں اور ولایتوں پر مہر لگا چکا ہے اور آئندہ بکلی وہ راہیں بند ہیں۔تو خدائے تعالیٰ کے سچے طالبوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دل توڑنے والا واقعہ نہ ہوگا۔گویا وہ جیتے ہی مر گئے اور اُن کے ہاتھ میں بجز چند خشک قصوں کے اور کوئی مغز اور بات نہیں۔اور اگر شیعہ لوگ اس عقیدہ کو سچ مانتے ہیں تو پھر کیوں

بقیہ حاشیہ:- حضرت امام حسینؓ کے ہم پلہ ہیں میں بھی ہوں بلکہ ان سے بڑھ کر۔‘‘ (القول الفصل ۲۴)
حضرت امام حسینؓ کے متعلق جو یہاں ذکر آیا ہے وہ دراصل دوسرے مکتوب میں حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے جیسا کہ متن کتاب میں مکتوبات مندرجہ سے ظاہر ہے۔(مولف)

پنج وقت نماز میں یہ دعا پڑھتے ہیں **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم**. کیونکہ اس دُعا کے تو یہی معنی ہیں کہ اے خدائے قادر ہم کو وہ راہ اپنے قُرب کا عنایت کر جو تو نے نبیوں اور اماموں اور صدیقوں اور شہیدوں کو عنایت کیا تھا۔ پس یہ آیت صاف بتلاتی ہے کہ کمالات امامت کا راہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ اس عاجز نے اسی راہ کے اظہار ثبوت کے لئے بیس ہزار اشتہار مختلف دیار وامصار میں بھیجا ہے۔ اگر یہ برکت نہیں تو پھر اسلام میں فضیلت ہی کیا ہے۔

یہ تو سچ ہے کہ اکثر امام کامل اور بزرگ اور سیّد القوم تھے۔ مگر یہ ہرگز سچ نہیں کہ کمالات میں اُن کے برابر ہونا ممکن نہیں۔ خدائے تعالیٰ کے دونوں ہاتھ رحمت اور قدرت کے ہمیشہ کُھلے ہیں اور کھلے رہیں گے۔ اور جس دن اسلام میں یہ برکتیں نہیں ہونگی۔ اس دن قیامت آجائیگی۔ خدائے تعالیٰ ہر ایک کو راہ راست کی ہدایت بخشے۔

پُرانا عقیدہ ایسا موثر ہوتا ہے کہ بجائے دلیل مانا جاتا ہے اور اس سے کوئی انسان بجز فضل خداوند تعالیٰ نجات نہیں پا سکتا۔ ایک آدمی آپ لوگوں میں اس مدعا کے ثابت کرنے کے لئے موجود ہے۔ کیا آپ لوگوں میں سے کسی کو خیال آتا ہے کہ اس کی آزمائش کرے۔

کتاب براہین احمدیہ کا اب تک حصّہ پنجم طبع نہیں ہوا ہے۔ اُمید کہ خدائے تعالیٰ کے فضل سے جلد سامان طبع کا پیدا ہو جائے۔ صرف کتاب کے چند نسخے باقی ہیں اور قیمت بطور پیشگی لی جاتی ہے اور بعد تکمیل طبع باقی حصے انہیں کو ملیں گے جو اوّل خریدار ہو چکے ہیں۔ قیمت کتاب سو روپیہ سے پچیس روپیہ تک حسب مقدرت ہے یعنی جس کو سو روپیہ کی توفیق ہے وہ سو روپیہ ادا کرے اور جس کو کم توفیق ہے وہ کم مگر بہر حال پچیس روپیہ سے کم نہ ہو اور نادار کو مفت لِلّٰہ ملتی ہے آپ جس صیغہ میں چاہیں لے سکتے ہیں اور چاہیں تو مفت بھیجی جائے☆ والسلام

احقر العباد اللہ غلام احمد از لودہانہ محلّہ اقبال گنج مکان شاہزادہ حیدر ۷/ اگست ۱۸۸۹ء۔

قادیان میں پہلی آمد بغرض تحقیق

مذکورہ خط وکتابت کے بعد نواب صاحبؓ پہلی بار قادیان آئے۔ اس امر سے کون شناسا نہ ہوگا کہ طبقہ امراء کیونکر عیش وتنعم میں مستغرق رہتا اور غافلانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اس طبقہ میں سے ایسا فرد جو لاکھوں روپیہ

☆ مکتوب نمبر ا۔ اختلاف کے باعث یہاں یہ مکتوب الحکم جلد ۶ نمبر ۹ (ص ۲) پرچہ ۶۳-۳-۱۰ سے نقل کیا گیا ہے۔ البتہ حضورؑ کے نام کے بعد کا حصہ یعنی ''از لدھیانہ۔ محلّہ اقبال گنج مکان شاہزادہ حیدر ۷/ اگست ۸۹ء'' الحکم میں درج نہیں۔

کی جائیداد کا مالک اور عزو جاہ سے مالا مال ہو۔ جسے عیش و آرام کے سارے سامان حاصل ہوں۔ بیس سالہ عمر اور عنفوان شباب کا عالم ہو سر پر کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ ہو۔ بھلا ایسا رئیس اپنے آرام کو الوداع کہہ کر کچے راستہ کے ہچکولے کھاتا اور خاک وگرد پھانکتا قادیان جو دنیوی اسباب جاذبیت سے یکسر خالی تھا بلکہ جہاں معمولی سامانِ زندگی بھی مشکل ہی سے میسر آتا تھا۔ کیوں آنے لگا؟ سوائے اس کے کہ اس کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سعادت ودیعت ہوئی ہو۔ ان ایام کی قادیان کا اندازہ ایک سال بعد سفر کے بیان میں نواب صاحبؓ کی زبانی سُنئے۔ فرماتے ہیں:۔

''میں پہلی دفعہ ۱۸۹۱ء میں قادیان گیا۔☆ حضرتؑ نے ایک سیئنس میرے لئے ایک بہلی بھیجی تھی۔

پنڈورے☆☆ سے آگے نکل کر جو راستہ حضرتؑ کے مکان کو جاتا تھا جو اب بھی ہے جس پر میاں محمد اسمٰعیلؓ جلد بند کا مکان ہے اور مفتی محمد صادق صاحب کے مکان کے پاس چوک احمدیہ کی طرف مُڑتا ہے جسکے مشرقی طرف مدرسہ احمدیہ ہے اور غربی طرف دوکانیں ہیں اس تمام راستہ میں ایک پہیہ خشکی میں اور دوسرا پانی میں یعنی جوہڑ میں سے گذرتا تھا اور یہ حدِّ آبادی تھی اور میرے مکان کے آگے اس وقت ایک ویرانہ تھا اور گلی چھت کر جو کمرہ* بنا ہوا ہے میری فرودگاہ تھی اور یہ بس حدِّ آبادی تھا۔''**

☆ ایک جگہ نواب صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ''پہلی دفعہ غالبًا فروری ۱۸۹۱ء کو قادیان گیا حضرتؑ کی سادگی نے مجھ پر خاص اثر کیا۔'' (یہاں نواب صاحب کے اصل الفاظ درج ہیں الفضل مورخہ ۳۸-۶-۱۴ میں۔ بتغییر الفاظ یہ روایت درج ہے۔) نواب صاحبؓ کے جولائی ۱۸۹۰ء اور فروری ۱۸۹۱ء میں قادیان آنیکا ذکر حضرت اقدسؑ نے اپنے مکتوبات بنام حضرت مولوی صاحب۔ (خلیفہ اوّلؓ) میں کیا ہے ۲۵ اس لئے ۱۸۹۱ء کی زیارت قادیان کو پہلی بار کی زیارت لکھنا سہو ہے یہاں پہلی بار کا ذکر درست نہیں البتہ سنہ درست ہے کیونکہ اس میں معیّن طور پر ۹۱ء میں ماہ فروری میں قادیان آنے کا ذکر ہے جس کی تصدیق حضرت اقدسؑ کے مکتوب سے ہوتی ہے۔

☆☆ مراد خاکروبوں کے گھر۔ یہ محلّہ بعد میں دارالصحت کے نام سے موسوم ہوا۔

* سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں اس کمرہ سے مراد سیدہ اُمِّ متین صاحبہ والا کمرہ ہے جو دارالمسیحؑ کا حصہ ہے۔

** یہ نواب صاحب کی روایت کے اصل الفاظ ہیں۔ بتغییر الفاظ الفضل مورخہ ۳۸-۶-۱۴ میں چھپ چکی ہے (ب) اس راستہ وغیرہ کا نقشہ اس کتاب میں دوسری جگہ دیدیا گیا ہے۔

یہ سفر آپؓ نے یقیناً تحقیق حق کی خاطر کیا ہوگا کیونکہ ابھی آپ حلقہ بگوش احمدیت نہ ہوئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضورؑ نے وفات عیسٰیؑ اور اپنے مسیح موعودؑ ہونے کا اعلان فرمایا تھا جس پر مخالفین کی طرف سے حضورؑ کو معاذ اللہ ضالّ۔ جہنمی اور کافر کہنے کا آغاز ہو چکا تھا اور مخالفین سخت جوش میں تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو علیٰ بصیرت اِس امر کا بانگ دُہل اپنے رسالہ میں اعلان کر چکے تھے۔ کہ حضورؑ جیسی جانی۔ مالی۔ قلمی اور لسانی خدمت اسلام کرنے والا ان تیرہ صدیوں میں کوئی نہیں گذرا یہی شخص اب حضورؑ کو معاذ اللہ ضال قرار دینے لگا تھا اور حضورؑ اتمام حجت کے جذبہ کے ماتحت خود مولوی صاحب کے ہاں جانے کو تیار تھے۔ ایسے نازک ایام میں جبکہ مخالفت کا طوفان بے تمیزی برپا ہو چکا تھا حضورؑ کا نواب صاحبؓ سے مشورہ کرنا اور مشورہ بھی احمدیت کے ایک بنیادی عقیدہ کے بارہ میں ایک شدید مخالف کے افہام وتفہیم کے متعلق یہ ظاہر کرتا ہے کہ نواب صاحبؓ کا اس وقت بھی حضورؑ کے متعلق حسنِ ظن اتنا قوی تھا کہ اس کے آثار حضرتؑ کے نزدیک کلیۃً ظاہر وباہر تھے۔

این سعادت بزور بازو نیست!
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

چنانچہ اس بارہ میں حضورؑ اپنے مکتوب مورخہ ۱۵؍جولائی ۱۸۹۰ء میں حضرت مولوی صاحب (خلیفۃ المسیح اوّلؓ) کو تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی محمد حسین صاحب نے پختہ ارادہ مخالفانہ تحریر کا کرلیا ہے اور اس عاجز کے ضال ہونے کی نسبت زبانی طور پر اشاعت کررہے ہیں۔ مرزا خدا بخش صاحب جو محمد علی خاں صاحب کے ساتھ آئے ہیں، ذکر کرتے ہیں کہ میں نے بھی ان کی زبانی ضال کا لفظ سُنا ہے۔ کل بمشورہ مرزا خدا بخش و محمد علی خاں صاحب ان کی طرف خط لکھا گیا ہے کہ پہلے ملاقات کرکے اپنے شکوک پیش کرو۔ معلوم نہیں کیا جواب لکھیں۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر آپ نہ آسکیں تو میں خود آ سکتا ہوں۔ مگر اُن کے اس فقرہ سے سب کو تعجب آیا کہ میں عقلی طور پر مسیحؑ کا آسمان سے اُترنا ثابت کردوں گا۔ غرض ان کی طبیعت عجیب جوش میں ہے اور ایک قسم کا ابتلاء ہے جو انہیں پیش آ گیا ہے۔

''غزنوی صاحبوں کا جوش اس قدر ہے کہ نا گفتہ بہ۔ ایک صاحب محی الدین نام لکھوکے میں ہیں انہوں نے اس بارے میں اپنے الہامات لکھے ہیں...... درحقیقت ان الہامیوں نے اپنی پردہ دری کی ہے اور ان...... کے الہامات کا یہی خلاصہ ہے کہ یہ شخص ضالّ ہے۔ جہنمی ہے۔ اور میں نے سُنا ہے کہ ان لوگوں نے کچھ دبی

زبان سے کافر کہنا شروع کر دیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ ایک بڑے امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ایک شخص محمد علی نام شاید گوجرانوالہ کا رہنے والا ہے۔مولوی تو نہیں مگر خوش الحان واعظ ہے۔اس نے سنا ہے کہ بٹالہ میں بڑی بدزبانی شروع کی ہے۔مولوی محمد حسین بدزبانی نہیں کرتے مگر ضال کہے جاتے ہیں۔'' [۳۸]

حضرت اقدسؑ سے استفسار اندراج رجسٹر بیعت

نواب صاحبؓ کی قادیان سے واپسی کے قلیل عرصہ بعد ہی حضرت اقدسؑ لدھیانہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپؓ نے پھر ملاقات کی اور آپؓ کو ایک گونہ اطمینان و انشراح عطا ہوا۔سو آپ نے بذریعہ خط و کتابت بعض امور کے متعلق استفسار چاہا۔مثلاً آیا ایک شیعہ حضورؑ کی بیعت میں داخل ہوسکتا ہے۔جواباً حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ بیعت کرنے والے کو قال الرسول کا پابند ہونا ضروری ہے گو یہ ضروری نہیں کہ حنفی یا شافعی وغیرہ ہو۔کلام اللہ پر ایمان اور حسب طاقت اس پر۔آثار صحیحہ نبویہ کی اتباع ضروری ہے اور یہ ضروری ہے آنحضرت صلعم کو رسول برحق اور قرآن مجید کو کتاب اللہ اور جامع الکتب اور آخری شریعت یقین جانے اور یہ سمجھے کہ ولایت۔امامت اور خلافت کی راہیں قیامت تک کے لئے کھلی ہیں۔مجردّ کسی رشتہ سے جو خواہ کسی رسول سے ہو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی۔قرآن شریف ہر ایک تصرّف سے بکلی محفوظ ہے۔اور کوئی ایسا قرآن نہیں جو کوئی شخص اس کو لے کر غار میں چھپا بیٹھا ہے اور خلفاء اور صحابہ کرام کی تکریم کے وجوہات بیان فرمائے ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس قدر اختلاف کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی جائے بیعت کا کچھ حارج نہیں۔☆

☆ ہم ذیل میں اس سارے مکتوب کو درج کر دیتے ہیں۔حضورؑ فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم: نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم: از عاجز عایذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت عزیزی اخویم خاں صاحب محمد علی خاں صاحب سلمہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔عنایت نامہ پہنچ کر موجب مسرت وانشراح خاطر ہوا۔اگرچہ طبیعت اس عاجز کی کسی قدر علیل تھی اور نیز ضعف بہت تھا مگر میں نے نہ چاہا کہ آپ کو بہت انتظار میں رکھوں اس لئے بلحاظ اختصار آپؓ کے سوالات کا جواب دیتا ہوں۔

(۱) جو شخص اس عاجز سے بیعت کرے اس کو قال اللہ اور قال الرسول کا پابند ہونا ضروری ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ حنفی ہو یا شافعی وغیرہ وغیرہ۔مگر یہ نہایت ضروری ہے کہ اللہ جل شانہ کے کلام عزیز پر ایمان لاوے اور جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرے اور آثار صحیحہ نبویہ کا اتباع کرے۔

(۲) بیعت کرنے والے کے لئے ان عقائد کا ہونا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق اور قرآن شریف منجانب اللہ کتاب اور جامع الکتب ہے۔کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول

امور مُستَفسَرَہ کا اطمینان بخش جواب پا کر نواب صاحبؓ نے بلا تامل نومبر ۱۸۹۰ء میں بیعت کا خط لکھ دیا۔

بقیہ حاشیہ:- آ سکتا ہے مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں اور جس قدر مہدی دنیا میں آئے یا آگے آئیں گے ان کا شمار خاص اللہ جل شانہ کو معلوم ہے وحی رسالت ختم ہوگئی مگر ولایت وامامت وخلافت حقہ کبھی ختم نہیں ہوگی یہ سلسلہ ائمہ راشدین اور خلفاء ربّانیین کا کبھی بند نہیں ہوگا۔ کسی کو گذشتہ لوگوں میں سے بجز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع فضائل وکمالات میں بے مثل نہیں کہہ سکتے اور ممکن نہیں کہ کسی کمال یا کسی نوع کی خدمت گذاری میں آئندہ اس سے بہتر پیدا ہو۔ ہاں! جزئی فضیلت کے لحاظ سے بعض لوگ بے مثل ٹھہر سکتے ہیں جیسے صحابہ اور اہلبیت کی یہ فضیلت جوانہوں نے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائی کے وقت میں ایسی وفاداری دکھلائی کہ اپنے خونوں کو پانی کی طرح بہا دیا آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک کو دیکھا اور اس چہرہ سے عاشقانہ طور پر زندگی بسر کی اور اسلام پر پہلے پہل مخالفوں کے حملے ہوئے تو اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر ان کو روکا اور اسلام کو زمین پر جمایا اور اسلامی ہدایتوں کو زمین پر پھیلایا اور کفر کے زور کو مٹایا اور قرآن شریف کو دیانت اور امانت سے جمع کر کے تمام ملکوں میں رواج دیا اور اسلام کی صداقت پر اپنے خون سے مُہریں کر کے اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ بلاشبہ ان کی اس فضیلت کو بعد میں آنے والے نہیں پا سکتے **و ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** مگر اس کے سوا ہر ایک کمال کے حاصل کرنے کے لئے در ودروازے کُھلے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے مقبول اور نہایت اعلیٰ درجے کے پیارے بندے اور امام الوقت اور خلیفۃ اللہ فی الارض اب بھی ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے پہلے ہوئے تھے اور اب بھی خدا تعالیٰ کے انعام واکرام کی وہ راہیں کھلی ہیں جو پہلے کھلی تھیں۔ کمالات نبوت ورسالت بھی ظلّی طور پر حاصل ہو سکتے ہیں جس قدر سالک کی استعداد ہوگی ضرور پرتو نور کا پڑے گا۔ زندہ اسلام اسی عقیدہ کا نام ہے مگر جو لوگ امامت وخلافت وصدیقیت کو پہلے اماموں پر ختم کر چکے ہیں ان کے ہاتھ میں اب مردہ اسلام ہے یا یوں کہو کہ اسلام کی بیجان تصویر ان کے ہاتھ میں ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو مذہب آئندہ کمالات کے دروازے بند کرتا ہے وہ مذہب انسانی ترقی کا دشمن ہے۔ قرآن شریف کی رُو سے انسان کی بھاری دُعا یہی ہے کہ وہ روحانی ترقیات کا خواہاں ہو غور سے پڑھنا چاہیئے اس آیت کو **اھدنا الصراط المستقم صراط الذین انعمت علیھم** دوسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ مجرد کسی قسم کے رشتہ سے خواہ کسی رسول سے رشتہ ہو، کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ فقط رشتہ کی فضیلت پر ناز کرنا نامردوں کا کام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ذوالقربی میں سے ہر ایک شخص جو قابلِ تعریف ہے وہ رشتہ کے لحاظ سے ہرگز نہیں وقال اللہ تعالیٰ **ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم.**

گونواب صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ’’میں نے غالباً ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۰ء میں بیعت حضرتؑ کی کر لی۔‘‘ ☆

☆ تیسرے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے کہ یہاں نواب صاحب کے اصل الفاظ درج کئے گئے ہیں جو الفضل مورخہ ۳۸-۶-۱۴ مندرجہ ذیل الفاظ سے قدرے مختلف ہیں۔

بقیہ حاشیہ:- قرآن شریف اب تک ہر ایک قسم کے تصرف سے بکلی محفوظ ہے اور کوئی ایسا قرآن نہیں جو کوئی شخص اس کو غار میں لیکر اب تک چھپا بیٹھا ہے یہ ان لوگوں کا بہتان ہے جن کو خدا تعالیٰ کا خوف نہیں۔ چوتھے یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا کہ قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔

بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ ہم قرآن شریف سے اسی قدر محبت اور عشق پیدا کرینگے جس قدر ہمیں ان تینوں بزرگواروں کے امین ہونے پر ایمان ہوگا۔ اگر ہم ذرا بھی کمالات ایمانیہ میں ان کو کم سمجھیں گے تو وہی کمی قرآن شریف کی عظمت کے بارہ میں ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جس پیار سے اور محبت سے سنت جماعت قرآن شریف کو دیکھتے ہیں اور اس کو بصد محبت حفظ کر لیتے ہیں یہ بات شیعہ لوگوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ مثلاً مجھے تخمیناً معلوم ہوا ہے کہ ہمارے ملک پنجاب میں ایک لاکھ سے زیادہ سنت جماعت میں سے قرآن شریف کا حافظ ہوگا مگر کیا کوئی اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ اسی ملک میں شیعہ لوگوں میں سے دس پندرہ بھی حافظ ہیں؟ بلکہ میرے خیال میں ایک حافظ بھی بمشکل ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ وہی ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگواروں کو بنظر تخفیف دیکھنے میں سراسر ایمان کا گھاٹا ہے **والعاقل تکفیه الاشارة**۔ پانچویں بیعت کے لئے یہ ضروری عقیدہ ہے کہ شرک سے بکلی پرہیز کرے اگر یہ تمام عقائد کسی شیعہ میں پائے جاویں تو بلاشبہ اس کی حالت عمدہ ہے اور وہ اس لائق ہے کہ بیعت میں داخل ہو۔

(۳) بیعت کے مقاصد میں سے ایک بھاری مقصد یہ ہے کہ انسان راہ راست پر آوے اور خدا تعالیٰ کے غضب سے ڈر کر ہر ایک طریق ناانصافی کو چھوڑ دیوے جو شخص عمداً ناانصافی پر جما رہنا چاہتا ہے وہ دراصل حقیقت بیعت سے غافل ہے ہم اس مسافر خانہ میں تھوڑے عرصہ کے لئے آئے ہیں اور اس غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ اپنے اخلاق اور عقائد اور اعمال کو درست کر کے اور حسب مرضیات الٰہی اپنے نفس کو بنا کر اس مولیٰ کریم کی رضامندی حاصل کریں۔ سو ہر ایک بات میں یہ دیکھ لینا چاہئیے کہ کیا ہمارے قول اور فعل ظلم اور زیادتی سے

لیکن یادداشت کی بناء پر قریباً نصف صدی بعد کے بیان کی بجائے ابتدائی رجسٹر بیعت جس پر بیعت کے وقت یا

بقیہ حاشیہ:- خالی ہیں؟ یا ہم انصاف کا خون کر رہے ہیں۔ جن بزرگ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف وناتوانی اور تنہائی اور غربت کے ایام میں آنجنابؐ کی رفاقت اختیار کی اس رفاقت اور اس ایمان کے پاس کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں اپنی ریاستوں ملکیتوں سے بے دخل کئے گئے وطن سے نکالے گئے اور اعلاءِ کلمہ اسلام کے لئے صدہا مرتبہ اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالا ان کی شان کو جیسا کہ چاہیئے نہ سمجھنا سخت درجہ کی ناانصافی ہے درحقیقت اگر ہم انصاف سے دیکھیں اور عدالت کی نگاہ سے نظر کریں تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ لوگ اعلیٰ درجہ کے مقدّس ہیں ہر ایک شخص کی فضلیت باعتبار اس کے حسن خدمات اور ذاتی لیاقتوں کے ہوا کرتی ہے۔ سو جیسے صحابہ کرام کی فضلیت اس قاعدہ مستمرہ کی رو سے بپایۂ ثبوت پہنچ گئی ہے کسی اور دوسرے کی فضیلتہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ مثلاً امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو بھاری نیکی کا کام دنیا میں آکر کیا وہ صرف اس قدر ہے کہ ایک نابکار دنیا دار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہ کی اور اسی کشاکش کی وجہ سے شہید ہوگئے۔ مگر یہ ایک شخصی اِبتلاء ہے جو انہیں پیش آگیا۔ اگر اس کو حضرت صدیق اکبر کی ان جانفشانیوں کے ساتھ جانچا جاوے جو انہوں نے تمام عمر محض اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے اکمل اور اتم طور پر پوری کی تھیں۔ تو کیا ایک شخصی ابتلاء کو کچھ اُس سے نسبت ہوسکتی ہے۔ اللہ جلّشانُہٗ کا کسی سے رشتہ نہیں ہے۔ جو شخص اعلیٰ درجہ کا وفادار ہے اور خدمت گزار ہے وہی اس کا مقرب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا۔ البتہ نواسے زندہ رہے ہیں۔ جیسے حضرت فاطمہ کی اولاد یا دوسری بیبیوں کی اولاد۔ سو خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کے مدارج ان کے اعمال کے موافق ہیں۔ خواہ نخواہ کا درجہ کسی کو دیا نہیں جاتا۔ جو شخص محض خدا تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے دیکھے۔ کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اس نے کیا کیا عُمدہ کام کیا ہے ناحق فضیلت ان کو نہ دیوے۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ محض رشتہ سے کیونکر فضیلت پیدا ہوجاتی ہے خاص کر کے ذرا سے رشتہ سے جو نواسہ ہوتا ہے۔ کنعان حضرت نوحؑ کا بیٹا تھا اور آذر حضرت ابراہیمؑ کا باپ پس کیا یہ رشتہ انہیں کچھ کام آیا؟ پس یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اہل بیت ہونا اپنے نفس میں کچھ بھی چیز نہیں ہے۔ بے شک امام حسنؓ و حسینؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے ان کی راستبازی کی وجہ سے کامل کیا ہے نہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ کیونکہ نواسے تو اور بھی تھے۔ نواسہ ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک یا خلقت کے نزدیک کیا حقیقت رکھتا ہے۔ لیکن بلاشبہ کمالات صدیقی وفاروقی کے مقابل پر حسینی کمالات متنزل ہیں ان بزرگواروں نے اسلام پر بڑا احسان کیا اور اسلام کی شوکت کو دنیا میں قائم کیا۔ اور وہ جانفشانی

بیعت کے جلد بعد اندراجات کر لئے جاتے تھے تاریخی لحاظ سے اقرب الی الصحۃ ہے۔ جہاں آپ کی بیعت نمبر ۲۱۰

بقیہ حاشیہ:- کے کام کئے جو نبی اور رسول کرتے ہیں جو شخص ان کے احسانات کا منکر ہووے وہ خدا تعالیٰ کا کافر نعمت ہے اگر ہم ذبح بھی کئے جاویں تو ہرگز راستی کو چھوڑ نہیں سکتے۔ عوام کا قاعدہ ہے کہ وہ کورانہ تقلید پر چلتے ہیں یہ سراسر غلط ہے۔ تمام صحابہ کرام کے مناقب سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور قرآن کریم شاہد ہے۔ صدیق اکبر اور عمر فاروق کے حق میں اس قدر پُر تعریف کلمات نبوی پائے جاتے ہیں کہ گویا ان دونوں بزرگواروں کو نبی قرار دیا گیا ہے مگر ہماری نظر میں مُجرّد مناقب کوئی چیز نہیں صرف طرح طرح کے پیرایوں میں سچّے مومنوں کی تعریفیں کی ہیں اور اس بات کا فیصلہ کہ ان میں سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ اور ان بزرگوں کی خدمات سے کرنا چاہیئے کہ اسی کی طرف اللہ جلشانہ ہدایت فرماتا ہے۔ اب حاصل کلام یہ ہے کہ بیعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان ہر ایک قولی و فعلی و اعتقادی ناانصافی سے بکلی دست بردار ہو جاوے کیونکہ بیعت راہ راست حاصل کرنے کے لئے ہے اگر بہر حال اسی راہ پر قائم رہتا ہے جو تقلیدی طور پر اختیار کیا گیا ہے تو پھر بیعت سے حاصل ہی کیا ہے۔ ؎

ہر کجا شمع ہدایت یافتی پروانہ باش
گر خرد مندی پے راہ ہدا دیوانہ باش

۴- اگر چہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اور دست بستہ کھڑا ہونا قانون فطرت کی رُو سے بھی بندگی کے لئے مناسب ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے۔ مالکی بھی شیعوں کی طرح ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ مسنون وہی طریق ہے جو اوپر بیان ہوا۔ اس قدر اختلاف بیعت کا کچھ ہارج نہیں اگر چہ احادیث صحیحہ میں اس کا نام و نشان بھی نہیں۔

۵- یہ ہمیشہ سے قاعدہ رہا ہے کہ نشانوں کے چاہنے والے دو ہی قسم کے آدمی ہوتے ہیں یا غایت درجہ کے دوست۔ یا غایت درجہ کے دُشمن یعنی جب کوئی انسان مقبول خدا تعالیٰ سے غایت درجہ کی دوستی و محبت اختیار کرے یہاں تک کہ اس کی راہ میں قربان ہو جائے اور اس کی خاکپا ہو جائے تو وہ اپنے حوادث اور مصائب کے وقت یا تکمیل مدارج ایمان کے لئے رحمت کے نشان پاتا ہے اور اس کی برکت اور صحبت سے جذبات نفسانی کم ہوتے جاتے ہیں اور ذوق اور محبت بڑھتی جاتی ہے اور دنیا کی محبت کم اور ٹھنڈی ہوتی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نشانوں کے ذریعہ سے اس پر ظاہر کرتا جاتا ہے کہ یہ شخص محبوبان اور مقبولان الٰہی میں سے ہے اور عادت اللہ قدیم سے ایسی ہی جاری ہے کہ جب اس درجہ پر کسی کی ارادت پہنچ جائے تو اس کا ایمان کامل کرنے کے لئے کسی قسم کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیشتر آزمائش صدق کے محققین حقیقت پر نظر ڈالتے ہیں۔

اور تاریخِ بیعت ۱۹؍نومبر ۱۸۹۰ء مرقوم ہے بقیہ اندراج یوں ہے۔’’ خاں صاحب محمد علی خاں ولد نواب غلام محمد خاں

بقیہ حاشیہ:- عوام جلدی سے کسی کو کافر اور کسی کو بے دین کہہ دیتے ہیں اور محققین اس کی ذرا پرواہ نہیں کرتے اگر ہم صدیقی اور فاروقی خدمات کو جو اپنی زندگی میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیں لکھیں تو بلاشبہ وہ ایک دفتر میں بھی ختم نہیں ہوسکتیں۔لیکن اگر ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمات کو لکھنا چاہیں تو کیا ان دو تین فقروں کے سوا کہ وہ انکار بیعت کی وجہ سے کربلا کے میدان میں روکے گئے اور شہید کئے گئے۔ کچھ اور بھی لکھ سکتے ہیں؟ بے شک یہ کام ایسا عمدہ ہوا کہ ایک فاسق دنیا دار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہیں کی مگر اعتراض تو یہ ہے کہ وہ اپنے باپ بزرگوار کے قدم پر کیوں نہ چلے باپ نے تو بقول شیعوں کے تین فاسق آدمیوں کے ہاتھ پر جو بزعم ان کے مرتد سے بدتر تھے اور بقول ان کے صرف معمولی بادشاہوں میں سے تھے بیعت کرلی اور بیٹے نے تو اپنے باپ کے طریق سے اعراض کرکے ایک فاسق کی بیعت بھی نہیں کی اور انکار ہی میں جان دی۔ بہرحال یہ اتفاقی حادثہ تھا جو امام صاحب کو پیش آ گیا اور بڑا بھاری ذخیرہ ان کے درجہ کا صرف یہی ایک حادثہ ہے جس کو محض غلو اور ناانصافی کی راہ سے آسمان تک کھینچا جاتا ہے اور وہ بزرگوار صحابہؓ جو رسولوں کی طرح دنیا میں کام کرگئے اور ہر میدان میں جان فدا کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان سے بقول آپ کے لاپرواہی تو آپ کا طریق ہے یہ فیصلہ تو آسانی سے ہوسکتا ہے۔ چونکہ دنیا دارالعمل ہے اور میدان حشر میں مراتب بلحاظ اعمال ملیں گے۔ پس جس کے دل میں امام حسینؓ و حسنؓ کی وہ عظمت ہے کہ اب وہ دوسرے صحابہ سے لاپرواہ ہے اس کو چاہیئے کہ ان کی خدمات شائستہ دین کی راہ میں پیش کرے اگر ان کی خدمات کا پلہ بھاری ہے تو بلاشبہ وہ دوسرے صحابہ سے افضل ٹھہرینگے ورنہ ہم اس بات کے تو قائل نہیں ہوسکتے کہ خواہ نخواہ کسی کو افضل ٹھہرایا جاوے اور یہ خیال کرنا کہ اُن کی فضیلت یہی کافی ہے کہ وہ نواسے تھے یہ خیال کوئی عقلمند نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میں ابھی بیان کرچکا ہوں کہ نواسہ ہونا کچھ بھی چیز نہیں ایک ذرا سا رشتہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی لڑکیاں تھیں اور نواسے بھی کئی تھے کس کس کی ہم پرستش کریں یہ آیت کریمہ ہمارے لئے کافی ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ مجھے اللہ جلشانہ نے کھولدیا ہے کہ اس زمانہ کا اتقا صدیق اکبر ہے بعض لوگوں کو یہ بھی دھوکہ لگا ہوا ہے کہ وہ مناقب کسی بزرگ کے پیش کردیا کرتے ہیں۔ یعنی کہتے ہیں کہ مثلاً حضرت علیؓ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور امام حسینؓ کے حق میں یہ فرمایا ہے۔

مگر یہ خیال کہ کیونکر اعلیٰ درجہ کی ارادت و محبت کسی کی نسبت پیدا کی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت طبعی اور حقیقی طور پر اعلیٰ درجہ کی ارادت اور فرمانبرداری بغیر پوری آزمائش کے نہیں ہوسکتی مگر طالبِ حق اللہ جلشانہ کی

پٹھان شیروانی۔رئیس مالیرکوٹلہ۔‘‘اصلی سکونت’’مالیرکوٹلہ ماتحت لدھیانہ‘‘اور پیشہ’’ریاست وجا گیرداری۔‘‘

بقیہ حاشیہ:- توفیق سے کسی قدر قرائن سے بہ تکلف ارادت مندوں کا پیراہن پہن لیتا ہے پھر عنایت الٰہی سے بمشاہدہ برکات حق وہ تکلف طبیعت میں داخل ہو جاتا ہے۔صحابہ اور اہل بیت بھی آہستہ آہستہ مراتب عرفان کو پہنچے ہیں مگر روزازل سے انہوں نے وہ خدمات اپنے ذمہ لیں جو بجز کامل ارادت کے ظہور میں نہیں آسکتیں اور پھر غائیت درجہ کی دشمنی پر۔اور جو مرد مقبول کی کرامات کا ظہور ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دشمن نادان ایک ولی اللہ سے عداوت شروع کرتا ہے اور ہر وقت قول یا فعل سے اس کے درپے آزار رہتا ہے تو آخر ایک دن غیرت الٰہی جوش مارتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔**مَنْ عَادَ اَوْلِیَائی فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْب** اس لئے یہ اصول نہایت صحیح ہے کہ جس کو کرامات کے دیکھنے کا شوق ہو وہ یا تو غایت درجہ کا دوست ہو جائے یا غایت درجہ کا دشمن۔ کرامات بازیچہ اطفال نہیں ہے کہ خواہ نخواہ کھیل کی طرح دکھلائی جائیں۔اللہ جلشانہ اور اس کے فرمانبردار بندے غیر اللہ سے لاپرواہ ہیں اور خواہ نخواہ بازیگروں کی طرح کرشمہ نمائی ان کی عادت نہیں اگرچہ اولیاء اللہ پر کراماتِ الٰہی بارش کی طرح برستی ہیں لیکن غیر جب تک کہ پورا دوست یا پورا دشمن نہ ہو ان انوار کے مشاہدہ سے بے نصیب رہتا ہے اس عاجز نے جو سولہ ہزار اشتہار کرامت نمائی کے لئے شائع کیا تھا اور شرط کی تھی کہ اگر کوئی مخالف منکر کرامات ہو تو ایک برس تک ہمارے دروازہ پر آکر بیٹھے اس کا ہرجہ دیا جائے گا۔اس اشتہار سے اللہ جلشانہ کی غرض یہی تھی کہ اس پابندی سے وہی شخص آکر ایک سال تک بیٹھے گا جو تمہارا دشمن ہوگا۔

۶- اس میں شک نہیں ہے اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ عاجز نبیوں کی طرح اصلاح خلق اللہ کے لئے مامور ہو کر آیا ہے اور دل میں بہت خواہش ہے کہ وہ کرامات الٰہی جو یہ عاجز دیکھ رہا ہے لوگ بھی دیکھیں لیکن خدا تعالیٰ اپنے قانون قدیم سے تجاوز نہیں کرتا دوست کامل بننا چاہئیے یا دشمن کامل تا آسمانی نشان ظاہر ہوں ہاں ایک طریق ہے اور اس کو آپ ہی بجالا سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ کا اب تک عقیدہ یہ ہے کہ بارہ اماموں کو جس قدر فضیلت ہے وہ اصحاب کبار کو حاصل نہیں غائیت درجہ اصحاب کبار بادشاہوں کی طرح ہیں اور اس عاجز کا عقیدہ ہے کہ اصحاب کبار کے درجہ کے مقابل بارہ امام کچھ بھی چیز نہیں بلکہ اصحاب کبار کی محبت اُن کا فخر اور ان کے ترقی ایمان کا موجب ہے۔قرآن شریف میں بجز ابوبکر صدیقؓ خاص طور پر کسی اہل بیت کا ذکر نہیں اور یہ بھی میرا عقیدہ ہے کہ صحابہ کے بعد جس قدر اہل بیت میں امام ہوئے ہیں وہ اپنے کمالات میں بے مثل نہیں بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ ہوتے ہیں یہ میرے لئے شکر کا مقام ہے اور اس بات کا کہنا اپنے محل پر ہے کہ ان اماموں کے درجہ کے موافق ایک میں بھی ہوں اور اس سے زیادہ بھی مجھ پر انعامات الٰہی ہیں جس کو آپ سمجھ نہیں سکتے اور نہ اس

بیعت کا اخفاء

بعض مشکلات کے پیش نظر نواب صاحبؓ نے بیعت کو مخفی رکھنے کی درخواست کی بیعت مخفی رکھنے کے وجوہات یہ تھے کہ آپؓ کی سب جائیداد کورٹ آف وارڈ کے سپرد تھی اور ابھی کورٹ نہیں کُھلا تھا اس لئے صدہا مشکلات سدِّ راہ تھیں لیکن حضورؑ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اس اخفاء کو اس وقت تک رکھیں جب تک کوئی اشد مصلحت درپیش ہو۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ نوابوں اور رَؤسَاء کو ارباب بست وکشاد کا چاپلوس اور ہر امر میں نبض شناس ہونا پڑتا تھا۔ ورنہ صدہا الجھنیں پیدا ہونے کا قوی امکان رہتا تھا۔ مزید برآں ابتدا میں حکومتِ وقت حضورؑ کے دعادی پر حسنِ ظن نہ رکھتی تھی۔ ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مہدویت کی بناء پر حکومت گونا گوں شبہات وشکوک میں مبتلا ہوئی۔ کیونکہ حکومت برطانیہ اس سے قبل سوڈانی مہدی کی وجہ سے کافی پریشانی اُٹھا چکی تھی۔ اور اس قسم کے نئے باب کے آغاز سے اعضاء حکومت بیحد خوف وہراس محسوس کرتے تھے چونکہ اخفاء میں ایک قسم کا ضعف اور اظہار میں نصیحت للخلق ہوتی ہے اس لئے حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ گو آپ کی اجازت کے بغیر کسی کو بیعت کی خبر نہیں دی جائے گی لیکن مناسب ہے کہ اخفاء صرف اسی وقت تک رکھیں کہ جب تک کوئی اشدّ مصلحت درپیش ہو۔ چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

بخدمت اخویم عزیزی خانصاحب محمد علی خاں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بقیہ حاشیہ:- زمانے کی خلقت سمجھ سکتی ہے۔ اب اگر میں اس دعوے میں راستی پر نہیں ہوں تو میری طرف سے عام منادی ہے کہ شیعوں کے بزرگ لوگ میرے اشتہار کے موافق مباہلہ اور مقابلہ کے لئے آویں۔ بے شک اگر وہ آویں تو اللہ جلشانہ ان کی پردہ دری کرے گا۔ اور اپنے بندہ کی تائید میں وہ انوار دکھلائے گا جو ہمیشہ اپنے خادم بندوں کے لئے دکھلاتا رہا ہے اس طریق سے آپ کرامات کو مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اور آپ مقدرت رکھتے ہیں کہ کسی شیعہ کے مجتہد کو دو چار ہزار روپیہ دے کر میرے دروازے پر بٹھاویں اور مقابلہ کراویں۔ تا سیہ روی شود ہر کہ در وغش باشد۔

۷- موافق شرائط مطبوعہ کے تحریری بیعت بھی ہوسکتی ہے اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے وقت صفا میسّر آیا تو انشاء اللہ آپ سب صاحبان کے لئے دُعا کرونگا۔ (والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ)۔ خاکسار مرزا غلام احمد ۳۹

نوٹ: سب سے پہلے یہ مکتوب تشحیذ الاذہان جلد نمبر ۱ تا ۳ شائع ہوا اور وہیں سے یہاں نقل کیا گیا ہے۔ گو بعد میں بدر جلد ۲ نمبر ۲۴ صفحہ ۳ پرچہ ۰۶-۶-۱۴ (۳) پرچہ ۰۶-۶-۱۴ میں ایک حصہ شائع ہوا اور مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم نمبر ۱۰۲/۱۹۴ پر درج ہے۔

عنایت نامہ متضمن بہ دخول درسلسلہ بیعت این عاجز موصول ہوا۔ دعا ثبات واستقامت درحق آں عزیز کی گئی۔

ثبتکم علی التقویٰ والایمان وفتح لکم ابواب الخلوص والمحبة والعرفان امین ثم امین

اشتہار شرائط بیعت بھیجا جاتا ہے۔ جہاں تک وسعت وطاقت ہواس پر پابند ہوں اور کمزوری کے دور کرنے کے لئے خدائے تعالیٰ سے مدد چاہتے رہیں اپنے رب کریم سے مناجات خلوت کی مداومت رکھیں اور ہمیشہ طلبِ قوت کرتے رہیں۔

جس دن کا آنا نہایت ضروری اور جس گھڑی کا وارد ہو جانا نہایت یقینی ہے۔ اس کو فراموش مت کرو اور ہر وقت ایسے رہو کہ گویا تیار ہو کیونکہ نہیں معلوم کہ وہ دن اور وہ گھڑی کس وقت آجائیگی۔ سو اپنے وقتوں کی محافظت کرو اور اس سے ڈرتے رہو جس کے تصرف میں سب کچھ ہے۔ جو شخص قبل از بلا ڈرتا ہے اس کو امن دیا جائے گا مگر جو شخص بلا سے پہلے دنیا کی خوشیوں میں مست ہو رہا ہے وہ ہمیشہ کے لئے دُکھوں میں ڈالا جائے گا۔ جو شخص اس قادر سے ڈرتا ہے۔ وہ اس کے حکموں کی عزت کرتا ہے پس اس کو عزت دی جائے گی مگر جو شخص نہیں ڈرتا اس کو ذلیل کیا جائے گا۔ دنیا بہت ہی تھوڑا وقت ہے بے وقوف ہے وہ شخص جو اس سے دل لگاوے اور نادان ہے وہ آدمی جو اس کے لئے اپنے رب کریم کو ناراض کرے۔ سو ہوشیار ہو جاؤ تا غیب سے قوت پاؤ۔ دُعا بہت کرتے رہو اور عاجزی کو اپنی خصلت بناؤ۔ جو صرف رسم اور عادت کے طور پر زبان سے دعا کی جاتی ہے یہ کچھ بھی چیز نہیں اس میں ہرگز زندگی کی رُوح نہیں۔ جب دعا کرو تو بجز صلوٰۃ فریضہ کے یہ دستور رکھو کہ اپنی خلوت میں جاؤ اور اپنی ہی زبان میں نہایت عاجزی کے ساتھ جیسے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ ہوتا ہے خدائے تعالیٰ کے حضور میں دُعا کرو کہ

> اے رب العالمین! تیرے احسان کا میں شکر نہیں کرسکتا۔ تو نہایت رحیم وکریم ہے اور تیرے بے نہایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ میں تیرے وجہِ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل وکرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین۔

آپ کی اس بیعت کی کسی کو خبر نہیں دی گئی۔ اور بغیر آپ کی اجازت کے نہیں دی

جائے گی۔لیکن مناسب ہے کہ اس اخفاء کوصرف اسی وقت تک رکھیں کہ جب تک کوئی اشد مصلحت درپیش ہو۔کیونکہ اخفا میں ایک قسم کا ضعف ہے اور نیز اظہار سے گویا فعلاً نصیحت للخلق ہے۔آپ کے اظہار سے ایک گروہ کو فائدہ دین پہنچتا ہے۔اور رغبت الی الخیر پیدا ہوتی ہے خدائے تعالیٰ ہر ایک کام میں مددگار ہو۔کہ بغیر اس کی مدد کے انسانی طاقتیں ہیچ ہیں۔والسلام ☆

خاکسار۔مرزا غلام احمد

حضرتؑ کی تحریک پر اِعلان بیعت

''ازالہ اوہام کی تصنیف کے وقت حضورؑ نے لکھا کہ مجھ کواس طرح آپ کا پوشیدہ رکھنا نامناسب معلوم ہوتا ہے میں آپ کے حالات ازالہ اوہام میں درج کرنا چاہتا ہوں آپ اپنے حالات لکھ کر بھیج دیں۔'' اب ۱۸۹۱ء میں آپؓ کا کورٹ کھل چکا تھا اور آپ نے جو کہ مومنانہ شجاعت سے حصہ وافر رکھتے تھے ضعفِ ایمان والی صورت کو اپنے لئے پسند نہ کیا۔اور حضورؑ کی تحریک پر آمنّا وصدّقنا کہتے ہوئے حالات تحریر کر کے بھیج دیئے جو ازالہ اوہام میں درج ہوئے۔اِس طرح آپ کی بیعت کا اعلان ہوگیا۔اس کتاب میں درج ذیل کے حالات مرقوم ہیں:

> ''ابتدا میں گو میں آپ کی نسبت نیک ظن ہی تھا لیکن صرف اس قدر کہ آپ اور علماء اور مشائخ ظاہری کی طرح مسلمانوں کے تفرقہ کے مویّد نہیں ہیں بلکہ مخالفانِ اسلام کے مقابل پر کھڑے ہیں مگر الہامات کے بارے میں مجھ کو نہ اقرار تھا اور نہ انکار۔پھر جب میں معاصی سے بہت تنگ آیا اور ان پر غالب نہ ہو سکا تو میں نے سوچا کہ آپ نے بڑے دعوے کئے ہیں یہ سب جھوٹے نہیں ہو سکتے تب میں نے بطور آزمائش آپ کی طرف خط وکتابت شروع کی جس سے مجھ کو تسکین ہوتی رہی اور جب قریباً اگست میں آپ سے لدھیانہ ملنے گیا تو اس وقت میری تسکین خوب ہوگئی اور آپؑ کو ایک باخدا بزرگ پایا۔اور بقیہ شکوک کا بعد کی خط وکتابت میں میرے دل سے بکلّی دھویا گیا۔اور جب مجھے یہ اطمینان دی گئی کہ ایک ایسا شیعہ جو خلفائے ثلثہ کی کسرِ شان نہ کرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو سکتا ہے تب میں نے آپؑ سے بیعت کر لی۔اب میں اپنے آپ کو نسبتاً بہت اچھا پاتا ہوں اور آپؑ گواہ رہیں کہ میں نے تمام گناہوں سے آئندہ کے

☆ مکتوبات نمبر ۶-اختلافات کے باعث یہاں مکتوب الحکم جلد ۵ نمبر ۲۲ پرچہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۱ء سے نقل کیا گیا ہے۔

لئے توبہ کی ہے مجھ کو آپؑ کے اخلاق اور طرز معاشرت سے کافی اطمینان ہے کہ آپؑ ایک سچّے مجدّد اور دنیا کیلئے رحمت ہیں۔''☆

☆ (الف)۷۸۹،۷۹۰ اس کا ابتدائی حصہ جو خاندانی حالات پر مشتمل ہے پہلے ایک جگہ نقل ہو چکا ہے۔(ب)القول الفصل سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نواب صاحبؓ نے دریافت کیا آیا ایک شیعہ حضورؑ کی بیعت کرسکتا ہے۔ پھر بمقام لدھیانہ ملاقات کی جس کے بعد بیعت کا خط لکھ دیا۔ چنانچہ مرقوم ہے:

''میں نے پھر حضرتؑ کو لکھا کہ کیا ایک شیعہ آپؑ کی بیعت کرسکتا ہے۔تو آپؑ نے تحریر فرمایا کہ ہاں۔ چنانچہ پھر بمقام لدھیانہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۰ء میں حضرتؑ سے ملا۔اور اس ملاقات کے بعد میں نے حضرت صاحبؑ کو بیعت کا خط لکھ دیا۔مگر ساتھ ہی لکھا کہ اس کا اظہار سرِ دست نہ ہو۔''

لیکن ازالہ اوہام کا حوالہ بدیں وجہ زیادہ قرین صحت معلوم ہوتا ہے کہ قریب ترین زمانہ میں جب کہ ابھی یہ امر بالکل تازہ تھا قلمبند کرلیا گیا تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ ہوتے ہوئے بیعت میں داخل ہونے کے متعلق مستفسرانہ خط نواب صاحبؓ نے لدھیانہ کی ملاقات کے بعد تحریر کیا تھا اس کی تائید نواب صاحبؓ کے ذیل کے بیان سے بھی ہوتی ہے:

''غالباً ستمبر ۱۸۹۰ء میں میں بمقام لدھیانہ حضرتؑ موصوف سے ملا اور چند معمولی باتیں ہوئیں وہاں سے واپسی پر میں نے حضرتؑ کو لکھا کہ میں شیعہ ہوں گو اس وقت ایک طرح بفضلہٖ (لفظ تفضلی معلوم ہوتا ہے۔ ناقل) شیعہ ہوں یعنی حضرت علیؓ کو دوسرے خلفاء پر فضیلت دیتا ہوں کیا آپ ایسی حالت میں میری بیعت لے سکتے ہیں یا نہیں؟ آپؑ نے لکھا کہ ہاں ایسی حالت میں آپؓ بیعت کر سکتے ہیں۔ باقی اگر ہم ان خدمات کی قدر نہ کریں جو خلفاء راشدین نے کیں تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہ قرآن وہی قرآن ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا کیونکہ ان کے ذریعہ قرآن و اسلام وحدیث و اعمال ہم تک پہنچے ہیں چنانچہ میں نے غالباً ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۰ء میں بیعت حضرتؑ کی کرلی......ابتدائے خط و کتابت (میں) حضرتؑ کو میں نے ایک خط میں لکھا تھا کہ میں شیعہ ہوں اور شیعوں کے ہاں ولایت ختم ہوگئی ہے اس لئے جب ہم کسی کو ولی نہیں مانتے تو بیعت کس طرح کرسکتے ہیں۔تو آپؑ نے لکھا کہ ہم جو ہر نماز میں **اھدنا الصراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم** کی دعا مانگتے ہیں۔اس کا کیا فائدہ؟ کیونکہ مے تو پہلے پی گئے اب تو دُرد رہ گیا۔تو کیا ہم مٹی کھانے کیلئے رہ گئے؟ اور جب ہمیں انعام ملنا نہیں تو یہ دعا عبث ہے بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ انعامات کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔''

(یہ نواب صاحب کی روایت کے اصل الفاظ ہیں جو بتغیر الفاظ الفضل مورخہ ۲۸-۶-۱۴ میں شائع ہو چکے ہیں

کُلّیۃً ترک شیعیت کب اور کیونکر کی

اس میں کوئی شک نہیں کہ نواب صاحبؓ نے شیعہ رہتے ہوئے بیعت کی تھی چنانچہ ازالہ اوہام والے بیان میں اس کا ذکر ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''حضرتؑ نے لکھا کہ مجھ کو اس طرح آپ کا پوشیدہ رکھنا نامناسب معلوم ہوتا ہے میں آپ کے حالات ازالہ اوہام میں درج کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اپنے حالات لکھ کر بھیج دیں۔ چنانچہ میں نے حالات لکھ دیئے اور باوجود بیعت اور تعلق حضرت اقدسؑ مَیں ۱۸۹۳ء تک شیعہ ہی کہلاتا رہا۔ نماز وغیرہ بھی سب ان کے ساتھ ہی ادا کرتا تھا۔ بلکہ یہاں قادیان اس اثناء میں آیا تو نماز علیٰحدہ ہی پڑھتا تھا ۱۸۹۳ء سے میں نے شیعیت کو ترک کیا ہے۔'' [۴۲]

اس خصوص میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اوّلؓ) کے نام مکتوب مورخہ ۱۲ فروری ۱۸۹۱ء میں یوں ذکر آتا ہے:

''چند روز سے نواب محمد علی خاں صاحب رئیس کوٹلہ قادیان میں آئے ہوئے ہیں۔ جوان صالح الخیال مستقل آدمی ہے۔ انٹرنس تک تحصیل انگریزی بھی ہے۔ میرے رسالوں کو دیکھنے سے کچھ شک وشبہ نہیں کیا بلکہ قوتِ ایمانی میں ترقی کی حالانکہ وہ دراصل شیعہ مذہب ہیں مگر شیعوں کے تمام فضول اور ناجائز اقوال سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ صحابہ کی نسبت اعتقاد نیک رکھتے ہیں شاید دو روز تک اور اسی جگہ ٹھہریں۔ مرزا خدا بخش صاحب ان کے ساتھ ہیں۔ الحمدللہ اِس شخص کو خوب مستقل پایا اور دلیر طبع آدمی ہے۔'' [۴۳]

شیعیت کیونکر ترک کی اس بارہ میں نواب صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''۱۸۹۳ء میں میں نے خاص طور پر سے شیعیت کی بابت تحقیقات کی اور شیعیت کو ترک کر دیا۔'' [۴۴]

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا مکتوب اور نواب صاحبؓ کو قادیان آنے کی تحریک

۱۸۹۲ء میں نواب صاحبؓ نے حضرتؑ کی خدمت اقدس میں ایک خط تحریر کیا جس میں ذیل کی عبارت

لکھ کر بعض سوالات کئے ہیں:

''جب سے کہ دعویٰ مثیل المسیح کی اشاعت ہوئی ہے ہر ایک آدمی ایک عجیب خلجان میں ہو رہا ہے گو بعض خواص کی یہ حالت ہو کہ ان کو کوئی شک پیدا نہ ہوا ہو۔ بندہ جبھی سے شش و پنج میں ہے۔ کبھی آپؑ کا دعویٰ ٹھیک معلوم ہوتا ہے اور کبھی تذبذب کی حالت ہو جاتی ہے گویا قبض اور بسط کی سی کیفیت ہے اب قال وقال بہت ہو چکی اپنی تو اس سے اطمینان نہیں ہوتی کیونکہ مخالف اور موافق باتوں نے دل کی عجب کیفیت کر دی ہے بلکہ بعض اوقات اسلام کے سچے ہونے میں شُبہ ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جس نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم اس کو اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔ اور دوسری طرف یہ حیرانی ہے کہ وہ وعدہ پورا نہیں ہوتا۔ گو کسی نے استخارہ نہ کیا ہو لیکن سینکڑوں آدمی دل و جان سے کوشاں ہیں کہ ہم کو سیدھا راستہ معلوم ہو جاوے اور سچائی ظاہر ہو۔'' [45]

حضورؑ اس خط کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

''ذیل میں ہم خط محبی نواب سردار محمد علی خاں صاحب کا لکھتے ہیں۔ یہ خط نواب صاحب موصوف نے کسی اور طالبِ حق کی تحریک سے لکھا ہے۔ ورنہ خود نواب صاحب اس عاجز سے ایک خاص تعلق اخلاص و محبت رکھتے ہیں اور اس سلسلہ کے حامی بدل وجان ہیں۔'' [46]

بعد ازاں حضورؑ اپنے جواب کے متعلق نواب صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

اِس خط کو کم سے کم تین مرتبہ غور سے پڑھیں یہ خط اگر چہ بظاہر آپ کے نام ہے لیکن اسکی بہت سی عبارتیں دوسروں کے اوہام دور کرنے کے لئے ہیں۔ گو بظاہر آپ ہی مخاطب ہیں۔'' [47]

سو چونکہ بعض باتیں نواب صاحبؓ سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ستائیس صفحات کے لمبے مکتوب میں سے بعض ضروری اقتباس درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ کہ ان سے نواب صاحبؓ کا اخلاص اور حضورؑ کی ان کی طرف خاص توجّہ کا علم ہوتا ہے:

''ایک ہفتہ سے بلکہ عشرہ سے زیادہ گذر گیا کہ آں محبّ کا محبت نامہ پہنچا تھا چونکہ اس میں امور مستفسرہ بہت تھے اور مجھے بباعث تالیف کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام

بغایت درجہ کی فرصت تھی کیونکہ ہر روز مضمون طیار کر کے دیا جاتا ہے۔ اس لئے میں جواب لکھنے سے معذور رہا اور آپ کی طرف سے تقاضا بھی نہیں تھا۔ آج مجھے خیال آیا کہ چونکہ آپ ایک خالص محبّ ہیں اور آپ کا استفسار سراسر نیک ارادہ اور نیک نیت پر مبنی ہے اس لئے بعض امور سے آپ کو آگاہ کرنا اور آپ کے لئے جو بہتر ہے اس سے اطلاع دینا ایک امرِ ضروری ہے۔'' [۴۸]

مباہلہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے نواب صاحبؓ کے ارادہ کا توارد ہوا۔ جو کہ آپ کی طہارت قلب اور صفائی باطن پر دالّ ہے۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:

''مباہلہ کی نسبت آپ کے خط سے چند روز پہلے مجھے خود بخود اللہ جلشانہ نے اجازت دیدی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے آپ کے ارادہ کا توارد ہے کہ آپ کی طبیعت میں یہ جنبش پیدا ہوئی۔'' [۴۹]

نیز حضورؑ فرماتے ہیں:

''مجھے دلی خواہش ہے اور میں دُعا کرتا ہوں کہ آپ کو یہ بات سمجھ آجاوے کہ درحقیقت ایمان کے مفہوم کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ پوشیدہ چیزوں کو مان لیا جائے اور جب ایک چیز کی حقیقت ہر طرح سے کھُل جائے یا ایک وافر حصّہ اس کا کھل جائے تو پھر اس کا مان لینا ایمان میں داخل نہیں۔'' [۵۰]

حضرت نواب صاحب کے استخارہ کے متعلق دعا کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''میں یہ عہد نہیں کرسکتا کہ ہر یک شخص کو ہر ایک حالتِ نیک یا بد میں ضرور خواب آجائے گی۔ لیکن آپ کی نسبت میں کہتا ہوں کہ آپ چالیس روز تک روبحق ہو کر بشرائط مندرجہ نشان آسمانی استخارہ کریں تو میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔ کیا خوب ہو کہ یہ استخارہ میرے روبرو ہو۔ تا میری توجہ زیادہ ہو۔ آپ پر کچھ ہی مشکل نہیں لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں۔ مگر اس جگہ نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر۔ کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حُکم ربّانی۔'' [۵۱]

حضورؑ نواب صاحب کو اس امر کی مزید ترغیب دیتے ہوئے کہ وہ حضورؑ کے پاس رہ کر استخارہ کریں۔ تحریر فرماتے ہیں:

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص سچی خواب دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ اس

کے کسی مجلسی کو بطور گواہ ٹھہرانے کے وہی خواب یا اس کے کوئی ہم شکل دکھلا دیتا ہے تب اس خواب کو دوسرے کی خواب سے قوت مل جاتی ہے۔سو بہتر ہے کہ آپ کسی اپنے دوست کو رفیق خواب کر لیں جو صلاحیت اور تقویٰ رکھتا ہو اور اس کو کہد یں کہ جب کوئی خواب دیکھے لکھ کر دکھلا دے اور آپ بھی لکھ کر دکھلا ویں۔تب امید ہے کہ اگر سچی خواب آئے گی تو اس کے کئی اجزاء آپ کی خواب میں اور اس رفیق کی خواب میں مشترک ہونگے اور ایسا اشتراک ہوگا کہ آپ تعجب کرینگے۔افسوس کہ اگر میرے روبرو آپ ایسا ارادہ کر سکتے تو میں غالب امید رکھتا تھا کہ کچھ عجوبہ قدرت ظاہر ہوتا۔میری حالت ایک عجیب حالت ہے بعض دن ایسے گذرتے ہیں کہ الہامات الٰہی بارش کی طرح برستے ہیں اور بعض پیشگوئیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک منٹ کے اندر ہی پوری ہو جاتی ہیں۔اور بعض مدّت دراز کے بعد پوری ہوتی ہیں۔صحبت میں رہنے والا محروم نہیں رہ سکتا۔کچھ نہ کچھ تائید الٰہی دیکھ لیتا ہے جو اس کی باریک بین نظر کے لئے کافی ہوتی ہے۔اب میں متواتر دیکھتا ہوں کہ کوئی امر ہونے والا ہے میں قطعاً نہیں کہہ سکتا کہ وہ جلد یا دیر سے ہوگا مگر آسمان پر کچھ طیاری ہو رہی ہے تا خدائے تعالیٰ بدظنّوں کو ملزم اور رسوا کرے۔کوئی دن یا رات کم گذرتی ہے جو مجھ کو اطمینان نہیں دیا جاتا یہی خط لکھتے لکھتے یہ الہام ہوا ہے **یُحیَ الحق ویکشف الصّدق ویخسر الخاسرون یاتی قمر الانبیاء امرک یتأتی انّ ربک فعّال لما یرید**۔یعنی حق ظاہر ہوا اور صدق کھل جائیگا اور جنہوں نے بدظنیوں سے زیان اُٹھایا وہ ذلّت اور رسوائی کا زیان بھی اٹھائیں گے۔نبیوں کا چاند آئیگا اور تیرا کام ظاہر ہو جائے گا تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔مگر میں نہیں جانتا کہ یہ کب ہوگا۔اور جو شخص جلدی کرتا ہے خدائے تعالیٰ کو اس کی ایک ذرّہ بھی پرواہ نہیں۔وہ غنی ہے دوسرے کا محتاج نہیں اپنے کاموں کو حکمت اور مصلحت سے کرتا ہے۔'' [۵۲]

''مکرر میں آپ کو کہتا ہوں کہ اگر آپ چالیس روز تک میری صحبت میں آ جائیں تو مجھے یقین ہے کہ میرے قُرب و جوار کا اثر آپ پر پڑے اور اگرچہ میں عہد کے طور پر نہیں کہہ سکتا مگر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ کچھ ظاہر ہوگا جو آپ کو کھینچ کر یقین کی طرف لے جائیگا اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کچھ ہونے والا ہے۔مگر ابھی خدا تعالیٰ اپنی سُنت قدیمہ سے دو گروہ بنانے چاہتا ہے ایک وہ گروہ جو نیک ظنّی کی برکت سے میری طرف آتے جاتے

ہیں۔دوسرے وہ گروہ جو بدظنی کی شامت سے مجھ سے دُور پڑتے جاتے ہیں۔‘‘ [۵۳]

پہلا جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ء

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ۱۸۹۱ء میں جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی جا چکی تھی جس میں پچھتر احباب نے شمولیت کی تھی۔حضورؑ نے ۳۰؍دسمبر ۱۸۹۱ء کو ایک اعلان شائع فرمایا جو کتاب آسمانی فیصلہ میں موجود ہے اس میں ان جلسوں کی غرض و غایت حضورؑ نے یہ بیان فرمائی ہے:

’’اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعثِ ضعفِ فطرت یا کمئ مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لئے آوے......لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے۔بشرطِ صحت وفرصت وعدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں۔سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹؍دسمبر تک قرار پائے۔یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰؍دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷؍دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربّانی باتوں کے سُننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دُعائیں اور خاص توجہ ہوگی۔اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے۔اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوکر اپنے پہلے بھائیوں کے مُنہ دیکھ لیں گے اور رُوشناسی ہوکر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اِس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائیگا۔اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزّت جل شانہ کوشش کی جائے گی اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسّر آوے گا۔گویا یہ سفر مفت میسّر ہو جائیگا......‘‘ [۵۴]

جلسہ ۱۸۹۲ء کن حالات میں ہوا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے پر علماء کہلانے والوں نے جو شور وشرّ برپا کیا اور عوام کو حضورؑ کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لئے کذب بیانی اور دروغگوئی جیسے گندے ہتھیار استعمال کرنے شروع کئے۔ یہ امر کسی پر مخفی نہیں حتیٰ کہ آپ یہ سُن کر حیران ہونگے اور تو اور ایک معیّن تاریخ پر جلسہ کے انعقاد کو بھی بدعت قرار دیا گیا۔ چنانچہ حضورؑ نے ۱۷؍دسمبر ۱۸۹۲ء کو اس فتویٰ کی تردید میں ایک اشتہار بعنوان ''قیامت کی نشانی'' شائع کیا۔ اس زمانہ کے حالات کو سامنے لانے کے لئے اِس اشتہار کا ایک بہت ہی مختصر اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''چونکہ سال گذشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریاتِ دین ومشورہ اعلاء کلمہ اسلام وشرع متین اِس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرینِ مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷؍دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں اور بباعثِ ایام سرمایہ دن سفر کے مناسبِ حال بھی ہیں۔ چنانچہ احباب اور مخلصین نے اِس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے اب ۷؍دسمبر ۱۸۹۲ء کو اِسی بناء پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اِس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے۔ اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو۔ اب سنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ نے ہمت کر کے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور میں چینیاں والی مسجد کے امام ہیں ایک استفتاء پیش کیا جس کا یہ مطلب تھا کہ ایسے جلسہ پر روزِ معین پر دور سے سفر کر کے جانے میں کیا حکم ہے اور ایسے جلسہ کے لئے اگر کوئی مکان بطور خانقاہ کے تعمیر کیا جائے تو ایسے مدد دینے والے کی نسبت کیا حُکم ہے۔ استفتاء میں یہ آخری خبر اس لئے بڑھائی گئی جو مستفتی صاحب نے کسی سے سُنا ہوگا حبّی فی اللہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اس مجمع مسلمانوں کے لئے اپنے صَرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا کچھ اس سے زیادہ ہوگا۔ قادیان میں ایک مکان بنوایا جس کی امداد خرچ میں اخویم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے بھی تین چار سو روپیہ دیا ہے۔ اِس استفتاء کے جواب میں میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طول طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث شَدَّ وَحَالَ کے حوالہ سے لکھی ہے جس کے مختصر الفاظ

یہ ہیں ۔کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیّت ہے اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کے لئے کتاب اور سُنت میں کوئی شہادت نہیں ۔اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔'' [۵۵]

حضورؑ اس اشتہار میں شرح وبسط کے ساتھ اس فتویٰ کی تردید میں لکھتے ہیں کہ احادیث **طلب العلم فریضة علٰی کل مسلم ومسلمةٍ** اور **اطلبوا العلم ولو کان بالصّین** کی رُو سے حصولِ علمِ دین کے لئے بھی سفر فرض قرار دیا گیا ہے اور حضرت امام بخاریؒ کے سفر طلبِ علم حدیث کے لئے مشہور ہیں ۔زیارتِ صالحین کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے جیسے حضرت عمرؓ نے حضرت اُویس قرنیؓ کی ملاقات کے لئے سفر کیا اور اپنے مرشدوں سے ملنے کے لئے اولیائے کبار مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ۔حضرت بایزید بسطامیؒ ۔حضرت معین الدین چشتیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سفر کئے ۔اِس طرح اقارب کی ملاقات تلاشِ معاش شادی پیغام رسانی، جہاد، مباحثہ، مباہلہ، (قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ کے مطابق) عجائبات دنیا کے دیکھنے، عیادت، علاج کرانے، مقدمہ اور تجارت کے لئے بھی سفر کئے جاتے ہیں وغیرہ۔

حضورؑ کی مشرّح اور مدلّل تردید ہی اس امر پر شاہد ناطق ہے اس زمانہ میں کس قسم کی مخالفت ہو رہی تھی اور وہ احباب جو باوجود ان حالات کے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شرکت کے لئے قادیان آئے یقیناً مخالفت کے اس طوفان کا مقابلہ کرتے ہوئے جلسہ کے لئے آئے بعد ازاں بھی جو ایمان اور اخلاص پر قائم رہے ان کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ اِس جلسہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد پانصد تھی ۔ان میں سے سوا تین صد مخلصین کے اسماء درج کتاب کئے گئے ہیں ۔انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کا پورا کرنے والا قرار دیا ہے جیسا کہ آگے ذکر آئیگا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریک سے نواب صاحب کی جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں شمولیّت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مکتوب میں جس کا قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے نواب صاحبؓ کو بار بار تحریک فرمائی کہ کچھ عرصہ حضورؑ کی صحبت میں آ کر رہیں ۔

چنانچہ حضورؑ اِس مکتوب کو ذیل کی سطور سے ختم کرتے ہیں ۔

''میں نہیں جانتا کہ میرے اِس خط کا آپ کے دل پر کیا اثر پڑیگا مگر میں نے ایک واقعی نقشہ آپ کے سامنے کھینچ کر دکھلا دیا ہے۔ ملاقات نہایت ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کے جلسہ میں ضرور تشریف لاویں ۔انشاءاللہ القدیر آپ کے لئے بہت مفید ہوگا۔اور جو للہ سفر کیا جاتا ہے وہ عنداللہ ایک قسم کی عبادت کے ہوتا ہے

اب دعا پر ختم کرتا ہوں ایدکم اللہ من عندہٖ و رحمکم فی الدنیا و الآخرۃ۔‘‘ [۵۶]

اِس زمانہ کے امراء رؤساء کا طور وطریق کسی سے مخفی نہیں ان کا سارا دھیان اور سارا وقت صرفِ عیش و تنعّم ہوتا ہے۔ عمر بھر میں چند لمحات فی سبیل اللہ صرف کرنا ان کے لئے موتِ احمر سے زیادہ وبالِ جان ہوتے ہیں۔ اِس طبقہ میں خدا پرست لوگوں کا وجود کبریت احمر سے بھی نایاب تر ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے نواب صاحبؓ قادیان کی گمنام بستی میں محض حصولِ رضاء الٰہی کے جذبہ سے معمور ہو کر پہلے تحقیق حق کے لئے ۱۸۹۰ء میں قادیان آئے۔ اِسی طرح آپ جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء کے موقعہ پر تشریف لائے اور آپ جیسے ناز و نعمت کے پروردہ شخص نے جلسہ کے اوقات جو متعدد ساعات پر ممتد تھے پورے انشراح وانبساط کے ساتھ نیچے فرش پر مسلسل بیٹھ کر گذارے☆ اور یہ بات حصولِ رضاءِ الٰہی کے جذبہ سے معموریت کے بغیر ممکن نہ تھی۔

کوائف جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء

ہم ذیل میں جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء کے کوائف پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ کی زبانی درج کر دیتے ہیں فرماتے ہیں:

تین سو تیرہ صحابہ کا جلسہ

ایک بڑے جلسہ پر جس میں تین سو تیرہ احباب علاوہ مخالفوں کے یا ان کے جو حسنِ ظن رکھتے تھے دارالامان قادیان میں حاضر ہوئے تھے۔ ایک اونچا تخت چوبی حضرت اقدس علیہ السلام کے لئے بچھایا گیا اور اس پر ایک قالین کا فرش کرایا گیا اور آپؑ اس پر جلوہ افروز ہوئے اور چاروں طرف احباب فرش پر بیٹھے۔ چاند کے گرد تارے۔ سامنے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ یعنی شمال کی طرف اور مغرب کی طرف حضرت مولانا مولوی برہان الدین جہلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تخت کے قریب گوشہ مغرب وجنوب میں یہ عاجز اور اس عاجز کے داہنی

☆ مجھے یہ بات ۳۱۳ صحابہ میں سے میاں محمد الدین صاحب واصلباقی* درویش نے منشی محمد جلال الدین صاحب بلانوی رضی اللہ عنہما سے روایتاً سُنائی اور یہ بھی ان سے روایتاً مجھے سنایا کہ جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء اس جگہ ہوا تھا جہاں مکرم ڈاکٹر سیدّ غلام غوث صاحب کے مکان کے مُلحق مہمان خانہ کا چوبارہ ہے۔ حضورؑ کے لئے کرُسی لائی گئی تو فرمایا

از بہرِ ما کُرسی کہ ماموریم خدمت را

* افسوس میاں صاحب موصوف طباعت کتابت کے دوران میں ۱۵-۱۱-۱ کو ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ انا اللہ و انّا الیہ راجعون۔

طرف حضرت مخدوم مولانا مولوی سیّد محمد احسن صاحب فاضل امروہی تشریف رکھتے تھے۔اور حضرت اقدس علیہ السلام نے توضیح مرام کتاب کا وہ مقام نکالا کہ جس پر مولویوں نے ملائکہ کی بحث پر نادانی سے اعتراض کیا تھا اور تقریر شرح وبسط سے فرمائی۔حضرت فاضل امروہی پر ایک رِقت اس وقت ایسی طاری ہوئی کہ جس سے حاضرین کے دل بھی پگھل گئے اور سب پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہوگئی اس تقریر پُر تاثیر سے بعض کے دلوں میں جو شک وشبہ تھے وہ نکل گئے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو میرا دعویٰ مہدیؑ و مسیح موعودؑ ہونے کا میری طرف سے نہیں ہے جیسا کہ تمام انبیاء اللہ علیہم السلام کا دعویٰ نبوت ورسالت اپنی طرف سے نہیں تھا ان کو خدا نے فرمایا تھا اور مجھ کو بھی اپنی اسی سنت کے موافق علیٰ منہاج النبوت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔میں نے حسب ارشاد خداوندی کیا ہے میری اس میں کوئی خواہش یا بناوٹ نہیں ہے۔مخالف لوگ اگر غور کریں اور اپنے بستروں پر لیٹ کر اور تخلیوں میں بیٹھ کر سوچیں تو ان کو معلوم ہو جائیگا کہ جیسا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فرمودہ سے تھا بعینہ اسی طرح میرا دعویٰ عین وقت پر اللہ جل شانہ کے فرمودہ سے ہے اور لوگوں کے سامنے اتنی نظیریں متقدمین کی موجود ہیں کہ اگر سب ایک جگہ لکھی جائیں تو لکھ نہیں سکتے ہم تھک جائیں مگر وہ ختم نہ ہوں۔پس ان کو اُن نظائر پر غور کرنے سے صاف صاف کھل جاوے اور ظاہر وباور ہوجائے کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنے دعویٰ میں کاذب نہیں مفتری نہیں ہوں۔بلکہ صادق ہوں راستباز ہوں۔‘‘ [۵۷]

اِس جلسہ پر حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اوّلؓ) نے وفات اور حقیقت نزول عیسٰے علیہ السلام کے متعلق تقریر فرمائی۔پھر حضرت سیّد حامد شاہ صاحبؓ سیالکوٹی نے ایک قصیدہ مدحیہ سُنایا۔پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقریر فرمائی۔جس میں علماء کی ان چند باتوں کا جواب دیا جو ان کے نزدیک بنیادِ تکفیر ہیں اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دیا۔اور مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کی وفات کی بابت ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر کیا۔نیز جماعت کو باہمی محبت اور تقویٰ وطہارت کے متعلق نصائح کیں۔اسی طرح اس جلسہ میں یورپ وامریکہ میں اسلام کی تبلیغ کے لئے ایک رسالہ کی تالیف اور قادیان میں اپنا مطبع قائم کرنے اور اشاعتِ اسلام کے لئے ایک اخبار جاری کرنے کے متعلق فیصلے ہوئے اور ان احباب کی چندہ کی فہرست مرتب کی گئی جو وہ اعانتِ مطبع کے طور پر بھیجتے رہیں گے۔

حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک سلسلہ احمدیہ کے سخت مخالف تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصرار پر جلسہ پر تشریف لائے اور حضورؑ کے اخلاقِ کریمانہ نے ان کے قلب پر خاص تجلّی فرمائی اور وہ دشمن آئے تھے دوست نہیں بلکہ خادم بن گئے گو ان کا مقام بوجہ رشتہ بلند

تھا۔اُنہوں نے بیعت کر لی۔حضرت نانا جان نے اس جلسہ کی کیفیت رقم فرماتے ہوئے حضورؑ کی صداقت کے متعلق بہت سے دلائل بیان کئے ہیں۔ان میں تحریر فرماتے ہیں:

''اِس جلسہ پر تین سو سے زیادہ شریف اور نیک لوگ جمع تھے جن کے چہروں سے مسلمانی نور ٹپک رہا تھا۔امیر،غریب،نواب،انجینیر ،تھانہ دار،تحصیلدار،زمیندار،سوداگر، حکیم غرض ہر قسم کے لوگ تھے۔......مرزا صاحبؑ کے سینکڑوں ایسے دوست ہیں جو مرزا صاحبؑ پر دل وجان سے قربان ہیں۔اختلاف کا تو کیا ذکر ہے روبرو اُف تک نہیں کرتے۔''

سَر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے!

......اب مولوی صاحب غور فرماویں کہ یہ کیا پتّھر پڑ گئے کہ مولوی اور خصوصاً مولوی محمد حسین صاحب سر آمد علماء پنجاب (بزعمِ خود) سے لوگوں کو اس قدر نفرت کہ جس کے باعث مولوی صاحب کو لاہور چھوڑ نا پڑا...... اور مرزا صاحبؑ کے پاس (جو بزعم مولوی صاحب کافر بلکہ اکفر اور دجّال ہیں) گھر بیٹھے لاہور...... بمبئی۔ مما لک شمال ومغرب اودھ۔مکّہ معظّمہ وغیرہ بلاد سے لوگ گھر سے بوریا بدھنا باندھے چلے آتے ہیں۔پھر آنے والے بدعتی نہیں مُشرک نہیں ۔جاہل نہیں۔کنگال نہیں بلکہ موحد،اہلحدیث،مولوی، مفتی، پیرزادے،شریف، امیر،نواب ، وکیل اب ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ باوجود مولوی محمد حسین صاحب کے گرانے کے اور اکثر مولویوں سے کفر کے فتوے پر مُہر لگوانے کے اللہ جل شانہ نے مرزا صاحبؑ کو کس قدر چڑھایا اور کس قدر خلق خدا کے دلوں کو متوجہ کر دیا کہ اپنا آرام چھوڑ کر وطن سے جُدا ہو کر روپیہ خرچ کر کے قادیان میں آ کر زمین پر سوتے بلکہ ریل میں ایک دو رات جاگے بھی ضرور ہونگے ......میں نے ایک شخص کے بھی مُنہ سے کسی قسم کی شکایت نہیں سُنی ۔مرزا صاحبؑ کے گرد ایسے جمع ہوتے تھے جیسے شمع کے گرد پروانے۔ جب مرزا صاحب کچھ فرماتے تھے تو ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے۔''

''برخلاف اِس کے مرزا صاحبؑ نے شرقاً غرباً مخالفین اسلام کو دعوت اسلام کی اور ایسا نیچا کر دکھایا کہ کوئی مقابل آنے جوگا نہیں رہا۔اکثر نیچریوں کو جو مولوی صاحبان سے ہرگز اصلاح پر نہیں آسکے تو بہ کرائی اور پنجاب سے نیچریت کا اثر بہت کم کر دیا اب وُہ ہی نیچری ہیں جو مسلمان صورت بھی نہیں تھے مرزا صاحبؑ کے ملنے سے مومن سیرت ہو گئے ۔اہلکاروں۔تھانہ داروں نے رشوتیں لینی چھوڑ دیں نشہ بازوں نے نشے ترک کر دیئے کئی لوگوں نے حُقّہ ترک کر دیا۔مرزا صاحبؑ کے شیعہ مریدوں نے تبّرا ترک کر دیا۔صحابہؓ سے محبت کرنے لگے۔تعزیہ داری مرثیہ خوانی موقوف کر دی۔''☆

☆ یہ چار ورقہ رپورٹ آئینہ کمالاتِ اسلام کے آخر پر درج ہے اور دیگر حالات جلسہ سالانہ بھی اسی کتاب میں مرقوم ہیں۔

اس وقت کی قادیان اور جلسہ کے متعلق نواب صاحبؓ کی زبانی سُنئے فرماتے ہیں:

''دسمبر۱۸۹۲ء میں قادیان گیا تو مدرسہ احمدیہ مہمان خانہ اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ اوّلؓ کے مکان کی بُنیادیں رکھی ہوئی تھیں اور یہ ایک چبوترہ سا لمبا بنا ہوا تھا۔اسی پر جلسہ ہوا تھا۔اور کسی وقت گول کمرہ کے سامنے جلسہ ہوتا تھا یہ چبوترہ بھرتی ڈھاب میں سے ڈال کر بنایا گیا تھا۔اوراس کے بعد جتنے مکان بنے ہیں بھرتی ڈال کر بنائے گئے ہیں۔''

نیز فرماتے ہیں:

''دسمبر۱۸۹۲ء میں پہلے جلسہ میں شریک ہوا۔ایک روز میں نے حضرت سے علیحدہ(بات) کرنی چاہی گو بہت تنہائی نہ تھی۔مگر حضورؑ کو بہت پریشان پایا یعنی حضرتؑ کو علیحدگی میں اور خُفیہ طور سے بات کرنی پسند نہ تھی۔آپؑ کی خلوت اور جلوت میں ایک ہی بات ہوتی تھی۔

اِسی جلسہ۱۸۹۲ء میں حضرتؑ بعد نماز مغرب میرے مکان پر ہی تشریف لے آتے تھے اور مختلف امور پر تقریر ہوتی رہتی تھی۔احباب وہاں جمع ہوجاتے تھے۔اور کھانا بھی وہاں ہی کھاتے تھے۔نماز عشاء تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔میں علماء اور بزرگانِ خاندان کے سامنے دوزانو بیٹھنے کا عادی تھا بسا اوقات گھٹنے دُکھنے لگتے۔مگر یہاں مجلس کی حالت نہایت بے تکلفانہ ہوتی تھی جس کو جس طرح آرام ہوتا بیٹھتا تھا۔بعض پچھلی طرف لیٹ بھی جاتے مگر سب کے دل میں عظمت۔ادب اور محبت ہوتی تھی۔چونکہ کوئی تکلف نہ ہوتا تھا اور کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی اس لئے یہی جی چاہتا تھا کہ حضرت تقریر فرماتے رہیں اور ہم میں موجود رہیں۔مگر اذان عشاء سے جلسہ برخاست ہوتا تھا۔''

حضرت نواب صاحب کے مکان پر تقریر وغیرہ کی تصدیق حضرت نانا جانؓ کے بیان مندرجہ آئینہ کمالاتِ اسلام سے بھی ہوتی ہے جو صرف ایک دن یعنی ۲۷ر دسمبر کی کارروائی کے متعلق ہے۔فرماتے ہیں:

''رات کو مرزا صاحبؑ نے نواب صاحب کے مقام پر بہت عمدہ تقریر کی اور چند اپنے خواب اور الہام بیان فرمائے۔چندلوگوں نے صداقت الہام کی گواہیاں دیں جن کے روبرو وہ الہام پورے ہوئے۔'' [۵۸]

جلسہ پر آنیوالے مخلصین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء پر پانصد کی تعداد میں لوگ آئے ان میں سے تین صد ستائیس مخلصین کے متعلق جو للہ اس جلسہ میں شریک ہوئے حضورؑ ضمیمہ انجام آتھم میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک اور پیشگوئی کا پُورا ہونا''

چونکہ حدیث صحیح میں آ چکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی۔

یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اس امت مرحومہ میں کوئی شخص پیدا نہیں ہوا کہ جو مہدویت کا مدعی ہوتا۔ اور اس کے وقت میں چھاپہ خانہ بھی ہوتا۔ اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی جس میں تین سو تیرہ نام لکھے ہوئے ہوتے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا تو اس سے پہلے کئی جُھوٹے اپنے تئیں اس کا مصداق بنا سکتے ۔مگر اصل بات یہ ہے کہ خدا کی پیشگوئیوں میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں کہ کوئی جھوٹا ان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے جو سچے کو عطا کئے جاتے ہیں۔

''شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطّوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو ۸۴۰ء میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔

در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد۔ **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ ویصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع اصحابہ من اقصٰی البلاد علیٰ عدۃ اھل بدر بثلاث مائۃٍ وثلاثۃ عشر رجلاً ومعہ صحیفۃ مختومۃ(ای مطبوعۃ)فیھا عدد اصحابہ با سمائھم وبلا دھم وخلالھم** ۔یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معّرب کیا ہوا ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کریگا اور دُور دُور سے اس کے دوست جمع کرے گا۔ جن کا شمار اہل بدر کے

شمار سے برابر ہوگا۔یعنی تین سو تیرہ ہونگے۔اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے۔

''اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو تیرہ نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کے لئے تین سو تیرہ نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا ہر یک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی اور بموجب منشاء حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلتِ صدق وصفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع اِلَی اللہ اور سرگرمئی دین میں سبقت لے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضاء کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔'' [۵۹]

نواب صاحبؓ کا ۳۱۳ صحابہ میں سے ہونا

نواب صاحبؓ بھی ان مخلصین میں سے ہیں بلکہ آپ ان معدودے چند ممتاز اصحاب میں سے ہیں کہ جن کے اسماء ہر دو فہرستوں میں شامل ہیں بلکہ اس سے قبل ازالہ اوہام میں بھی درج ہو چکے ہیں ازالہ اوہام حصّہ دوم میں حضورؑ زیرِ عنوان ''بعض مبائعین کا ذکر اور نیز اس سلسلہ کے معاونین کا تذکرہ اور اسلام کو یورپ وامریکہ میں پھیلانیکی احسن تجویز'' تحریر فرماتے ہیں:

''پیارو یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور وہ اپنے دین کو فراموش نہیں کرتا بلکہ تاریکی کے زمانہ میں اس کی مدد فرماتا ہے۔مصلحتِ عام کے لئے ایک کو خاص کر لیتا ہے اور اس پر علوم لدنیہ کے انوار نازل کرتا ہے سو اسی نے مجھے جگایا اور سچائی کے لئے میرا دل کھول دیا میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہوں۔

بلکہ میں اسکے بغیر جی ہی نہیں سکتا کہ میں اس کا اور اُس کے رسول صلعم کا اور اس کی کلام کا جلال ظاہر کروں۔مجھے کسی کی تکفیر کا اندیشہ نہیں اور نہ کچھ پروا۔میرے لئے یہ بس ہے کہ وہ راضی ہو جس نے مجھے بھیجا ہے۔ہاں میں اس میں لذت دیکھتا ہوں کہ جو کچھ

اس نے مجھ پر ظاہر کیا وہ میں سب لوگوں پر ظاہر کروں اور یہ میرا فرض بھی ہے کہ جو کچھ مجھے دیا گیا وہ دوسروں کو بھی دوں اور دعوتِ مولیٰ میں ان سب کو شریک کرلوں جو ازل سے بلائے گئے ہیں میں اس مطلب کے پورا کرنے کے لئے قریباً سب کچھ کرنے کے لئے مستعد ہوں اور جانفشانی کے لئے راہ پر کھڑا ہوں لیکن جو امر میرے اختیار میں نہیں میں خداوند قدیر سے چاہتا ہوں کہ وہ آپ اس کو انجام دیوے۔ میں مشاہدہ کررہا ہوں کہ ایک دستِ غیبی مجھے مدد دے رہا ہے اور اگرچہ میں تمام فانی انسانوں کی طرح ناتوان اور ضعیف البنیان ہوں تاہم میں دیکھتا ہوں کہ مجھے غیب سے قوت ملتی ہے اور نفسانی قلق کو دبانے والا ایک صبر بھی عطا ہوتا ہے اور میں جو کہتا ہوں کہ ان الٰہی کاموں میں قوم کے ہمدرد مدد کریں وہ بے صبری سے نہیں بلکہ صرف ظاہر کے لحاظ اور اسباب کی رعایت سے کہتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ کے فضل پر میرا دِل مطمئن ہے اور اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میری دُعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا اور میرے تمام ارادے اور اُمیدیں پوری کردے گا۔ اب میں ان مخلصوں کا نام لکھتا ہوں جنہوں نے حتی الوسع میرے دینی کاموں میں مدد دی یا جن پر مدد کی امید ہے یا جن کو اسباب میّسر آنے پر طیار دیکھتا ہوں۔'' [۲۰]

اس کے بعد حضورؑ نے انتالیس احباب کے تفصیلاً حالات درج فرمائے ہیں اور پینتیس احباب کے صرف نام تحریر فرمائے ہیں۔ نواب صاحبؓ کے حالات بالتفصیل آٹھویں نمبر پر درج ہیں جو ہم دوسری جگہ نقل کر چکے ہیں دوسری دو کتب میں آپ کے متعلق اندراجات یوں ہیں:

''(۳۰۱) جناب خان صاحب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ۔''

(آئنیہ کمالاتِ اسلام)

''۴۳۔ سردار نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ۔''

(ضمیمہ انجام آتھم)

معلوم ہوتا ہے کہ غالباً آپ ہی کے اثر کی وجہ سے ایک درجن کے قریب اشخاص جو آپ کے یا آپ کے بھائیوں کے خدام میں سے تھے قادیان میں آئے اور شریکِ جلسہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت نانا جانؓ کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ ''نواب صاحب مالیر کوٹلہ اس وقت...... مع چند اپنے

ہمراہیاں شریک جلسہ تھے۔''[61]☆

☆ اِن خدام کے اسماء آئینہ کمالاتِ اسلام سے اِس تفصیل سمیت جواب مجھے بعض کے متعلق معلوم ہوسکی درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

''(۳۰۲) شیخ ولی محمد صاحب شاہ آباد اہلکار خانصاحب موصوف۔'' مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ بالآخر احمدی ہوگئے تھے۔ مکرم محمد عبدالرحمٰن خانصاحب بیان کرتے ہیں کہ شیخ صاحب بعمر قریباً ستر سال ۱۹۰۴ء یا ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئے۔ شاہ آباد ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت والد صاحب کے اہلکار تھے اور دادا جان کے وقت سے ہمارے ہاں تھے۔ حضرت منشی احمد جان صاحب لدھیانوی رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں سے تھے شیخ صاحب کی اولاد غیر احمدی تھی پاکستان جاچکی ہے۔''

''(۳۰۳) شیخ فضل محمد صاحب۔ ملازم خان صاحب محمد ذوالفقار علی صاحب و محمد یوسف علی خاں صاحب'' شیخ ولی محمد صاحب مذکورہ بالا کے چھوٹے بھائی تھے۔ پندرہ سولہ سال ہوئے فوت ہوچکے ہیں۔''

''(۳۰۴) سیّد شیر شاہ صاحب ملازم خانصاحب مالیر کوٹلہ۔''

''(۳۰۵) میاں صفدر علی صاحب // // //۔'' معروف احمدی ہیں۔ وفات پاچکے ہیں۔

''(۳۰۶) میاں عبدالعزیز صاحب // //۔''

''(۳۰۷) میاں جیوا صاحب // // //۔'' مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ احمدی ہوگئے تھے۔

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خانصاحب بیان کرتے ہیں کہ ''میاں جیوا گاڑی بان مالیر کوٹلہ کے رہنے والے تھے۔ رتھ پر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان سے گورداسپور تشریف لے جاتے تھے تو یہی میاں جیوا لے جاتے تھے۔ حضورؑ کے زمانہ میں ہی احمدی ہوگئے تھے افسوس کہ ان کی اولاد احمدی نہیں۔'' مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بھی تصدیق فرماتے ہیں کہ حضورؑ کو رتھ پر یہی لے جایا کرتے تھے اور مخلص احمدی تھے۔ ان کا مدرسہ کے لئے چندہ دینے کا ذکر الحکم جلد ۵ نمبر ۳ (صفحہ ۱۶ کالم ۳) و نمبر ۴ (صفحہ ۱۶ کالم ۱) بابت جنوری ۱۹۰۱ء میں مرقوم ہے۔

''(۳۰۸) میاں قادر بخش صاحب ملازم خان صاحب مالیر کوٹلہ۔''

''(۳۰۹) میاں برکت شاہ صاحب // // //۔''

''(۳۱۰) میاں کمّے خان صاحب // // //۔''

''(۳۱۱) میاں فتح محمد صاحب // // //۔'' مکرم عرفانی صاحب اور

کسوف وخسوف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے موافق حضرت مسیح موعود مہدی مسعود علیہ السلام کی صداقت کی تائید میں ایک ہی رمضان مبارک میں چاند گرہن اور سورج گرہن ہوا۔ اور مقررہ تاریخوں پر ہوا۔ سورج گرہن کے متعلق (جو ۶/ اپریل ۱۸۹۴ء کو ہوا) نیز ان مبارک ایّام کی تہجد خوانی وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ بیان کرتے ہیں کہ

''میں قادیان میں سورج گرہن کے دن نماز میں موجود تھا۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے نماز پڑھائی تھی ☆ اور نماز میں شریک ہونے والے بے حد رو رہے تھے۔ اس رمضان میں یہ حالت تھی کہ صبح دو بجے سے چوک احمدیہ میں چہل پہل ہو جاتی۔ اکثر گھروں میں اور بعض مسجد مبارک میں آموجود ہوتے جہاں تہجد کی نماز ہوتی۔ سحری کھائی جاتی اور اوّل وقت صبح کی نماز ہوتی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تلاوتِ قرآن شریف ہوتی اور کوئی آٹھ بجے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کو تشریف لے جاتے سب خدام ساتھ ہوتے۔ یہ سلسلہ کوئی گیارہ بارہ بجے ختم ہوتا۔ اس کے بعد ظہر کی اذان ہوتی اور ایک بجے سے پہلے نماز ظہر ختم ہو جاتی۔ اور پھر نماز عصر بھی اپنے اوّل

☆ الفضل پرچہ ۲۸-۶-۱۴۔ سورج گرہن اور نماز کا ذکر ذکرِ حبیبؑ اور اصحابِؓ احمد جلد اوّل (صفحہ ۸۱ حاشیہ) میں بھی ہے۔ سورج گرہن کی نماز کی ادائیگی کے مقام کے متعلق اختلاف ہے۔ مکرم عرفانی صاحب مجھے تحریر فرماتے ہیں کہ ''میرے علم میں صحیح بات یہ ہے کہ مسجد مبارک کی چھت پر یہ نماز ادا کی گئی تھی۔''

بقیہ حاشیہ:- مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ یہ احمدی تھے۔ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''یہ مولوی فتح محمد خانصاحب مولوی فاضل تھے۔ ضلع لدھیانہ کے باشندہ تھے۔ صاحبِ اولاد تھے۔

مدرسہ مصلح الاخوان جو مالیر کوٹلہ میں حضرت والد صاحب نے جاری کیا تھا اس میں ملازم رہے اور ریاست پٹیالہ میں محکمہ چونگی بھی ملازم رہے۔ احمدی تھے ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک تک زندہ تھے اب معلوم نہیں۔''

''(۳۱۲) میاں عبدالکریم صاحب حجّام ملازم خان صاحب ملیر کوٹلہ۔''

''(۳۱۳) میاں عبدالجلیل خانصاحب شاہجہان آباد ملازم خان صاحب ملیر کوٹلہ۔'' مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خانصاحب بیان کرتے ہیں کہ ''نواب یوسف علی خانصاحب کے خزانچی تھے۔ فوت ہو چکے ہیں۔''

وقت میں پڑھی جاتی۔بس عصر اور مغرب کے درمیان فرصت کا وقت ملتا تھا۔مغرب
کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر ساڑھے آٹھ بجے نماز عشاء ختم ہو جاتی اور ایسا ہُو کا
عالم ہوتا کہ گویا کوئی آباد نہیں مگر دو بجے سب بیدار ہوتے اور چہل پہل ہوتی۔''

آتھم کی پیشگوئی پر ابتلاء

۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر ڈپٹی عبداللہ آتھم سے اِسلام اور مسیحیّت کے متعلق حضرت اقدسؑ کا ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا جس میں اسلام کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی۔اِسکے اختتام پر آتھم صاحب کے متعلق حضورؑ نے جو پیشگوئی فرمائی وہ حضورؑ کے الفاظ میں جنگِ مقدس سے درج ذیل ہے:

''آج رات جو مجھ پر کُھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دُعا کی کہ تُو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔اور اس کو سخت ذِلّت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے۔اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے۔'' [۶۲]

اِس پیشگوئی میں یہ شرط تھی کہ بشرطیکہ آتھم رجوع نہ کرے پندرہ ماہ کی مدّت میں ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اس نے رجوع کرلیا۔آتھم کا رجوع اس امر سے ثابت ہے کہ جب اعداء احمدیت نے زبان طعن دراز کی اور حضورؑ کو یہ کہ کر اعتراضات کا نشانہ بنایا کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو حضورؑ نے بڑی قوت اور شوکت سے فتحِ اسلام وغیرہ کے عنوان سے بار بار انعامی اشتہار ایک ہزار سے چار ہزار تک کے انعام کے شائع کئے اور تحریر فرمایا کہ اگر آتھم حلفاً یہ کہدے کہ اس نے اس عرصہ میں رجوع نہیں کیا تو اس صورت میں ایک سال کی قطعی میعاد کے اندر مر جائیگا لیکن آتھم اور اس کے معاونین کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مقابل میں آئیں اور وہ قسم کھانے پر آمادہ نہ ہوا۔لیکن چونکہ سزا سے بچ کر اس نے حق پوشی کی راہ اختیار کی اس لئے کتمانِ حق کی وجہ سے حسب پیشگوئی آخری اشتہار کے سات ماہ کے اندر ۱۸۹۶ء میں وہ مر گیا۔

جہاں پیشگوئی کے آخری دن بعض کو شکوک پیدا ہوئے وہاں حضرت اقدسؑ کی تقریر سے جس میں آپؑ نے الہام کے بعد صراحت فرمائی بعض نئے آدمی داخل سلسلہ ہوئے اور بعض مخلصین نے از دیادِ ایمان کے لئے بیعت ثانی

کی۔اس ابتلاء کی نوعیت کا اندازہ منشی محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتا ہے۔فرماتے تھے:

''جب آتھم کی میعاد کا آخری دن تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد مبارک کی چھت پر تشریف لائے اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو بُلایا اور فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے اِطّلع اللہ علیٰ ھمہٖ و غمہٖ اور اس کی تفہیم یہ ہوئی کہ ہٖ کی ضمیر آتھم کی طرف جاتی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ وہ اس میعاد کے اندر نہیں مریگا۔مولوی صاحبؓ نے قادیان میں آمدہ احباب کو اس بات کی اطلاع دیدی۔خلیفہ رجب الدین صاحب☆ (خواجہ کمال الدین صاحب کے خُسر) سے (جو بعد میں

☆ مکرم عرفانی صاحب مجھے تحریر فرماتے ہیں کہ ''خلیفہ رجب الدین صاحب نے اس سے پہلے بیعت نہ کی تھی وہ اہلحدیث کے لیڈروں میں سے تھے۔ان کے متعلق حضرت منشی محمد اسمٰعیلؓ صاحب کا بیان بجائے خود صحیح ہوسکتا ہے (کہ) اسوقت تک خلیفہ رجب الدین صاحب بیعت نہ کر چکے تھے یہ پہلا موقعہ تھا۔ایسے کلمات کہہ دیئے ہونگے مگر تقریر کے بعد وہ شکوک جاتے رہے۔''

ذیل میں نواب صاحبؓ کا مذکورہ بالا خط درج کیا جاتا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم

آج ۷ستمبر ہے اور پیشگوئی کی میعاد مقررہ ۵رستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔گو پیشگوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں لیکن آپ نے جوالہام کی تشریح کی ہے وہ یہ ہے:

''میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔روسیاہ کیا جائے۔میرے گلے میں رسّہ ڈال دیا جاوے۔مجھ کو پھانسی دیا جاوے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا۔ضرور کرے گا۔ضرور کرے گا زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔''

اب کیا یہ پیشگوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں عبداللہ آتھم اب تک صحیح وسالم موجود ہے اور اس کو بہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔اگر یہ سمجھو کہ ''پیشگوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی۔'' جیسا کہ مرزا خدا بخش صاحب نے لکھا ہے اور ظاہری معنے جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے اوّل تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم صاحب پر پڑا ہو۔دوسری پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں

خلافت ثانیہ میں جماعت سے الگ رہے) خود میں نے سُنا کہتے تھے کہ اب ہم ان چالوں میں نہیں آسکتے ۔اس بات کی اطلاع مولوی صاحبؓ نے حضور علیہ السلام کو دیدی۔حضورؑ اُسی وقت باہر تشریف لے آئے اور فصیل والے پلیٹ فارم پر جو موجودہ درزی خانہ سے لیکر ڈاکٹر غلام غوث صاحب کے مکان تک ہوتا تھا ٹہلنے لگے اور فرمایا

بقیہ حاشیہ: –''اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کرر ہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا اور اس کو سخت ذِلّت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی عزّت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آئیگی بعض اندھے سوجا کھے کئے جائیں گے بعض لنگڑے چلنے لگیں گے بعض بہرے سُننے لگیں گے۔''پس اس پیشگوئی میں ہاویہ کے معنے اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جائیں اور صرف ذِلّت اور رسوائی لی جائے تو بیشک ہماری جماعت ذلّت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی اور عیسائی مذہب سچا...... جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں؟ پس اگر اس پیشگوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے۔کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگی اب رسوائی مسلمان کو ہوئی...... میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہر پیشین گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہولڑکے کی پیشین گوئی میں تفاول کے طور پر ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مرگیا تو اس وقت بھی غلطی ہوئی اب اس معرکہ کی پیشین گوئی کے اصلی مفہوم کے سمجھنے میں تو غضب ڈہایا۔اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی آخر شکست ہوئی تو اس میں اِیسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیشین گوئی نہ تھی اور اس میں لوگوں سے غلطی ہوگئی تھی اور آخر پھر جب مجتمع ہوگئے تو فتح ہوئی۔کیا کوئی ایسی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہوکر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہوگئے۔لیکن الحمدللہ! کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے اُدْیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپؑ کے دعادی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہوگیا۔پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپؑ اگر فی الواقعہ سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں اور اس زخم کے لئے کوئی مرہم عنایت فرمادیں کہ جس سے تشفی کلّی ہو۔باقی جیسا لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ ہی کہہ دیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی براہ مہربانی بدلائل تحریر فرمادیں ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کردیا۔ہم لوگوں کو کیا منہ دکھاویں برائے استفادہ یہ نہایت دلی رنج سے تحریر کرر ہا ہوں۔(راقم محمد علی خاں)

کہ باوجودیکہ حضرت یونسؑ کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی قوم کی عاجزی اور تضرّع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا عذاب ٹال دیا اور چونکہ آتھم نے بھی اس میعاد کے اندر بہت عاجزی اور تضرع کا اظہار کیا بلکہ جس وقت مباحثہ کے آخر پر میں نے کہا تھا کہ ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں اسے پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائیگا تو اس نے اسی وقت کان کو ہاتھ لگا کر کہا تھا کہ نہیں میں نے ان کی کوئی بے ادبی نہیں کی۔ وہ اس معیاد میں ہر وقت ڈرتا رہا۔ اِس طرح اس نے رجوع کرلیا اور شرط رجوع پوری ہوگئی اس لئے اس پر سے عذاب ٹل گیا۔ اندازاً دو گھنٹے تک حضورؑ نے تقریر فرمائی اور لوگوں کو تسلّی ہوگئی۔'' [۶۳]

اِس موقع پر حضرت نواب صاحبؓ کو بھی ابتلا آیا اور انہوں نے حضرت اقدسؑ کو ایک خط لکّھا جس میں اظہار تذبذب تھا۔ بہرحال نواب صاحبؓ نے اپنے شکوک کو مخفی نہیں رکھّا بلکہ اسے حضرتؑ کے حضور پیش کردیا جس کا جواب حضورؑ نے ان کو اس طرح پر دیا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی اخویم نواب صاحب سردار محمد علی خاں صاحب سلمہٗ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ مجھ کو آج کی ڈاک میں ملا۔ آتھم کے زندہ رہنے کے بارے میں میرے دوستوں کے بہت خط آئے لیکن یہ پہلا خط ہے جو تذبذب اور تردّد اور شک اور سوءظن سے بھرا ہوا تھا۔ ایسے ابتلاء کے موقعہ پر جو لوگ اصل حقیقت سے بے خبر تھے جس ثابت قدمی سے اکثر دوستوں نے خط بھیجے ہیں تعجّب میں ہوں کہ کس قدر رسوز یقین کا خدائے تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈال دیا اور بعض نے ایسے موقعہ پر نئے سرے بیعت کی اس نیت سے کہ تا ہمیں زیادہ ثواب ہو (ان دوبارہ بیعت کرنے والوں میں چوہدری رستم علی رضی اللہ عنہ کا نام مجھے معلوم ہے۔ عرفانی) بہرحال آپ کا خط پڑھنے سے اگرچہ آپ کے ان الفاظ سے بہت ہی رنج ہوا

بقیہ حاشیہ:- نوٹ: (آئینہ حق نما صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۳) مکرم عرفانی صاحب نے یہ کتاب بجواب الہامات مرزا تصنیف مولوی ثناء اللہ امرتسری ۱۹۱۲ء میں شائع کی۔ نواب صاحب کے اس مکتوب سے استشہاد کر کے جو اعتراضات آتھم کی پیشگوئی پر کئے ہیں ان کا بھی ردّ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ یہاں مکتوب نواب صاحب کا نقل کرتے ہوئے دو جگہ نقطے ڈال دیئے گئے ہیں اس لئے کہ یہ مکتوب کتاب الہامات مذکورہ سے نقل ہوا ہے جس کے مصنف نے بعض تعریفی فقرات خطوط وحدانی میں اپنی طرف سے درج کئے تھے۔ ''مؤلف''

جن کے استعمال کی نسبت ہرگز امید نہ تھی لیکن چونکہ دلوں پر اللہ جل شانہ کا تصرف ہے اس لئے سوچا کہ کسی وقت اگر اللہ جل شانہ نے چاہا تو آپ کے لئے دعا کی ہے۔نہایت مشکل یہ ہے کہ آپ کو اتفاق ملاقات کا کم ہوتا ہے اور دوست اکثر آمدورفت رکھتے ہیں۔ کتنے مہینوں سے ایک جماعت میرے پاس رہتی ہے جو کبھی پچاس کبھی ساٹھ اور کبھی سو سے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور معارف سے اطلاع پاتے رہتے ہیں اور آپ کا خط کبھی خواب خیال کی طرح آجاتا ہے اور اکثر نہیں۔

اب آپ کے سوال کی طرف توجہ کر کے لکھتا ہوں کہ جس طرح آپ سمجھتے ہیں ایسا نہیں بلکہ درحقیقت یہ فتح عظیم ہے مجھے خدا تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ عبداللہ آتھم نے حق کی عظمت قبول کر لی اور سچائی کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے سزائے موت سے بچ گیا ہے۔اور اس کی آزمائش یہ ہے کہ اب اس سے اِن الفاظ میں اقرار لیا جائے تا اس کی اندرونی حالت ظاہر ہو یا اس پر عذاب نازل ہووے۔میں نے اس غرض سے اشتہار دیا ہے کہ آتھم کو یہ پیغام پہنچایا جاوے کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ خبر ملی ہے کہ تو نے حق کی طرف رجوع کیا ہے اور اگر وہ اس کا قائل ہو جائے تو ہمارا مدعا حاصل ورنہ ایک ہزار روپیہ نقد بلاتوقف اس کو دیا جائے کہ وہ قسم کھا جاوے کہ میں نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا اور اگر وہ اس قسم کے بعد ایک برس کے بعد (تک عرفانی) ہلاک نہ ہو تو ہم ہر طرح سے کاذب ہیں اگر وہ قسم نہ کھاوے تو کاذب ہے۔

آپ اس کو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر تجربہ سے اس نے مجھ کو کاذب یقین کر لیا ہے۔اور وہ اپنے مذہب پر قائم ہے تو قسم کھانے میں اس کا کچھ بھی حرج نہیں لیکن اگر اس نے قسم نہ کھائی اور باوجودیکہ دو کلمہ کے لئے ہزار روپیہ اس کے حوالے کیا جاتا ہے اگر وہ گریز کر گیا تو آپ کیا سمجھیں گے؟ اب وقت نزدیک ہے اشتہار آئے چاہتے ہیں میں ہزار روپے کے لئے متردّد تھا کہ کس سے مانگوں ایسا دیندار کون ہے جو بلاتوقف بھیج دے گا؟ آخر میں نے ایک شخص کی طرف لکھا ہے اگر اس نے دیدیا تو بہتر ہے۔ورنہ یہ دنیا کی نابکار جائداد بیچ کر خود اس کے آگے جا کر رکھوں گا تا کامل فیصلہ ہو جائے اور جھوٹوں کا منہ سیاہ ہو جائے اور خدائے تعالیٰ نے کئی دفعہ میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اس جماعت پر ایک ابتلاء آنے والا ہے تا اللہ تعالیٰ دیکھے کہ کون سچا ہے اور کون کچا ہے اور اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میرے دل میں اپنی جماعت کا انہیں کے فائدہ کے لئے جوش مارتا ہے ورنہ اگر کوئی میرے ساتھ نہ ہو تو مجھے تنہائی میں لذت ہے بے شک فتح ہوگی۔اگر ہزار ابتلاء درمیان ہو تو آخر ہمیں فتح ہوگی ان ابتلاؤں کی نظیر آپ مانگتے ہیں ان کی نظیریں بہت ہیں۔آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بادشاہ ہونے کا جو وعدہ کیا اور وہ ان کی زندگی میں پورا نہ ہوا تو ستر آدمی مرتد ہو گئے۔حدیبیہ کے قصّہ میں تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ کئی سچّے آدمی مرتد ہو گئے۔وجہ یہ تھی کہ اس پیش گوئی کی کفارِ مکہ کو خبر ہو گئی تھی اس لئے انہوں نے شہر کے

اندر داخل نہ ہونے دیا اور صحابہ پانچ چھ ہزار سے کم نہیں تھے۔ یہ امر کس قدر معرکہ کا امر تھا مگر خدائے تعالیٰ نے صادقوں کو بچایا مجھے اور میرے خاص دوستوں کو آپ کے اِس خط سے اس قدر افسوس ہوا کہ اندازہ سے زیادہ ہے۔ یہ کلمہ آپ کا کہ ''مجھے ہلاک کیا'' کس قدر اس اخلاص سے دور ہے جو آپ سے ظاہر ہوتا رہا۔

ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ اگر ایک مرتبہ نہیں کروڑ مرتبہ لوگ پیش گوئی نہ سمجھیں یا اس رات کے طور پر ظاہر ہو تو خدائے تعالیٰ کے صادق بندوں کا کچھ بھی نقصان نہیں آخر وہ فتح یاب ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس فتح کے بارے میں لاہور پانچ ہزار اشتہار چھپوایا ہے اور ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام انوار الاسلام ہے وہ بھی پانچ ہزار چھپے گا۔ آپ ضرور اشتہار اور رسالہ کو غور سے پڑھیں اگر خدا تعالیٰ چاہے تو آپ کو اس سے فائدہ ہوگا۔ ایک ہی وقت میں اور ایک ہی ڈاک میں آپ کا خط اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کا خط پہنچا۔ مولوی صاحب کا اس صدق اور ثبات کا خط جس کو پڑھ کر رونا آتا تھا ایسے آدمی ہیں جن کی نسبت میں یقین رکھتا ہوں کہ اس جہان میں بھی میرے ساتھ ہوں گے اور اس جہاں میں بھی میرے ساتھ ہوں گے۔

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ (مکتوب نمبر ۷) ۲۴ ☆

طلب ثبوت ناپسندیدہ نہیں

حضرت نواب صاحب نے جو کچھ آتھم کی پیش گوئی کے تعلق میں لکھا اس سے آپ کی اعلیٰ اخلاقی جرأت کا ضرور اندازہ ہوتا ہے حضرت اقدسؑ کے اس مکتوب (نمبر ۱۰) پر مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت نواب صاحب نے جس جرأت اور دلیری سے اپنے شکوک کو پیش کیا ہے۔ اس سے حضرت نواب صاحب کی ایمانی اور اخلاقی جرأت کا پتہ لگتا ہے۔ انہوں نے کسی چیز کو اندھی تقلید کے طور پر ماننا نہیں چاہا جو شبہ پیدا ہوا اس کو پیش کر دیا۔ خدائے تعالیٰ نے جو ایمان انہیں دیا ہے وہ قابل رشک ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اس کا اجر انہیں یہ دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نسبت فرزندی کی عزت نصیب ہوئی۔ یہ موقعہ نہیں کہ حضرت نواب صاحب کی قربانیوں کا میں ذکر کروں جو انہوں نے سلسلہ کے لئے کی تھیں:

☆ اس مکتوب پر کوئی تاریخ درج نہیں لیکن چونکہ اشتہار ایک ہزار انعام والا ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو اور انوار الاسلام ۵ ستمبر کو تصنیف ہوئے مکتوب سے ظاہر ہے کہ اشتہار چھپ چکا تھا اور گو رسالہ پہلے لکھا گیا تھا لیکن ابھی چھپنا باقی تھا اس لئے اس مکتوب کی تاریخ ۹ ستمبر کے قریب کی ہوگی اور یہ نواب صاحب کے ۷ ستمبر کے مرقومہ خط کا جواب ہے۔

حصّہ نقشہ نمبر۳ منزل اوّل مقامات مقدسہ

پیمانہ 8 فٹ = 1 انچ
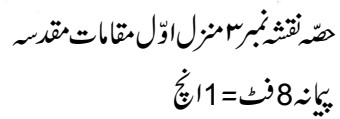
تفصیل حصہ نقشہ نمبر۳ منزل اوّل
مقامات مقدسہ (دارالمسیحؑ) قادیان
پیمانہ ۸فٹ = ۱ انچ

نوٹ: حضرت نواب صاحبؓ ہجرت کر کے دارالمسیحؑ میں جس حصہ میں مقیم رہے اس کا ذکر آپ کی روایت میں ...... پر آیا ہے۔ وہاں بغیر پیمائش کے خاکہ دیا گیا ہے اور وہ خاکہ آپ کی روایت کا ایک حصہ ہے۔ اب یہاں پیمائش کے مطابق نقشہ دیا جاتا ہے۔ اس کا ایک حصہ صفحہ ۲۷ پر ہے۔ نمبر۱ تا ۸ کا ذکر اس روایت میں ہے اور اس کے مطابق یہاں نمبر دیئے گئے ہیں۔

تفصیل: (۱) کمرہ نمبر۱ میں حضرت نواب صاحبؓ رہتے تھے۔

(۲) کمرہ نمبر۲ میں بھی حضرت نواب صاحبؓ رہتے تھے۔

(۳) کمرہ نمبر۳ بھی حضرت نواب صاحب کے زیر استعمال تھا۔

(۴) کمرہ نمبر۴ میں مولوی سیّد محمد احسن صاحب کی رہائش تھی۔

کمرہ نمبر۳، ۴ کے مغرب کی طرف جو ملحقہ برآمدہ اور کمرہ ہے یہ دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک کے بعد خاندانی ضروریات کے ماتحت تعمیر ہوئے۔

سیڑھیاں: (الف) دارالمسیحؑ کے اس صحن سے جس میں حضرت نواب صاحبؓ رہتے تھے۔ حضرت نواب صاحبؓ کے ملحقہ مکان میں جانے والی سیڑھیاں ہیں۔ سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو بوقت رُخصتانہ انہی سیڑھیوں سے حضرت ام المؤمنین اطال اللہ بقاءہا حضرت نواب صاحبؓ کے مکان کی منزل اوّل میں چھوڑنے کے لئے لے گئی تھیں۔

(ب) یہ سیڑھیاں پہلے چوبی تھیں آج کل پختہ اینٹوں کی ہیں۔ یہ نچلے صحن میں جس میں الدّار کا کوآں ہے جاتی ہیں۔

(ج) مسجد مبارک کی قدیمی سیڑھیاں جو اپنی اصل حالت میں ہیں۔ ان سیڑھیوں میں گول کمرہ کا غربی دروازہ کھلتا ہے۔

(د) یہ سیڑھیاں مسجد مبارک سے اس کی چھت کی طرف جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں نہیں تھیں۔ یہ مسجد مبارک کی توسیع اوّل کے وقت (۱۹۰۷ء میں) تعمیر ہوئیں۔

(ہ) یہ سیڑھیاں مسجد مبارک کے سامنے کے حصہ سے نیچے چوک میں جاتی ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں توسیع اوّل کے وقت یہ سیڑھیاں تعمیر ہوئی تھیں۔ لیکن توسیع ثانی (۱۹۴۴ء) کے وقت ان سیڑھیوں کو وسیع کر کے قریباً دُگنا کر دیا گیا۔

نوٹ: یہ نقشہ دارالمسیحؑ منزل اوّل کا ایک حصہ ہے جس کا ملحقہ مغربی حصہ صفحہ ۲ پر دکھایا گیا ہے۔

''بہت ہیں جن کے دل میں شبہات پیدا ہوتے ہیں اور وہ ان کو اخلاقی جرات کی کمی کی وجہ سے اُگل نہیں سکتے۔ مگر نواب صاحب کو خدا تعالیٰ نے قابل رشک ایمانی قوت اور ایمانی جرأت عطا کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر کسی شخص کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو تو اُسے قے کی طرح باہر نکال دینا چاہیے۔ اگر اسے اندر ہی رہنے دیا جائے تو بہت برا اثر پیدا کرتا ہے۔ غرض حضرت نواب صاحب کے اس سوال سے جو انہوں نے حضرت اقدسؑ سے کیا ان کے مقام اور مرتبہ پر کوئی مضر اثر نہیں پڑتا بلکہ ان کی شان کو بڑھاتا ہے اور واقعات نے بتا دیا کہ وہ خدائے تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اپنے ایمان میں بہت بڑے مقام پر تھے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْفَزِدْ۔ [۲۵]

مولوی عبدالحق غزنوی نے جو صوفی اور صاحب الہام مشہور تھا سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کی اور کچھ الہامات شائع کئے اور حضورؑ کے دعویٰ مسیحیت پر مباہلہ کا اعلان کر دیا۔ یہ ۱۸۹۱ء کا ذکر ہے۔ نواب صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں مباہلہ کی درخواست منظور کرنے کے لیے تحریر کیا تو حضورؑ نے جو جواب تحریر فرمایا اس سے بھی نواب صاحبؓ کی اس اخلاقی جرأت اور اعلیٰ مقام کا علم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ حضور طلبِ ثبوت کو ناپسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میرے پیارے دوست نواب محمد علی خاں صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا محبت نامہ عین انتظار میں مجھ کو ملا جس کو میں نے تعظیم سے دیکھا اور ہمدردی اور اخلاص کے جوش سے حرف حرف پڑھا۔ میری نظر میں طلب ثبوت اور استکشافِ حق کا طریقہ کوئی ناجائز اور ناگوار طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ سعیدوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ ورطہ مذبذبات سے نجات پانے کے لئے حل مشکلات چاہتے ہیں لہٰذا یہ عاجز آپ کے اِس طلب ثبوت سے ناخوش نہیں ہوا۔ بلکہ نہایت خوش ہے کہ آپ میں سعادت کی وہ علامتیں دیکھتا ہوں جس سے آپ کی نسبت عرفانی ترقیات کی امید بڑھتی ہے۔ [۲۶]

اسی طرح جب دعویٰ مسیحیت کے بارہ میں حضرت نواب صاحبؓ نے کسی اور طالبِ حق کی تحریک سے بعض امور دریافت کئے تو حضرت اقدسؑ نے ۱۰؍دسمبر ۱۸۹۲ء کو جواب تحریر فرمایا جو آئینہ کمالات اسلام میں درج ہے اس میں فرماتے ہیں۔

''آپ ایک خالص محبّ ہیں اور آپ کا استفسار سراسر نیک ارادہ اور نیک نیت پر مبنی ہے۔'' [۴۷]

حضرت عمرؓ سے مماثلت

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت نواب صاحبؓ کا استفسار سراسر نیک نیتی پر مبنی تھا آپ ہر ایک امر کو علیٰ وجہ البصیرت تسلیم کرنا چاہتے تھے۔آتھم کی پیش گوئی کے تعلق میں جو نواب صاحب نے خط حضور کی خدمت میں تحریر کیا۔اس سے بھی یہ امر ہویدا ہے۔چنانچہ آپ اس میں کس درد و کرب اور الحاح سے ہدایت کے لئے تڑپ کا اظہار کرتے ہیں۔فرماتے ہیں:

''میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپؑ اگر فی الواقعہ سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں اور اس زخم کے لئے کوئی مرہم عنایت فرماویں کہ جس سے تشفی کلّی ہو...... برائے استفادہ یہ نہایت دلی رنج سے تحریر کر رہا ہوں۔''

چنانچہ حضرت اقدسؑ کے ایک مکتوب سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نواب صاحب نے پر محبت و پُر جوش مکتوب لکھ کر سابقہ خط کی تلافی کر دی تھی۔حضور نے اپنے مکتوب میں نواب صاحب کی مماثلت حضرت عمرؓ سے قرار دی ہے اور فرماتے ہیں کہ ''میرے ظاہری الفاظ صرف اس غرض سے تھے کہ تا میں لوگوں پر یہ ثبوت پیش کروں کہ آں محبّ نہایت استقامت پر ہیں۔'' چنانچہ حضورؑ کا یہ مکتوب درج ذیل کیا جاتا ہے حضور فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی

مجبی عزیزی اخویم نواب محمد علی خاں صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ آں محبّ کا محبت نامہ پہنچا جو کچھ آپ نے اپنی محبت اور اخلاص کے جوش سے لکھا ہے درحقیقت مجھ کو یہی امید تھی اور میرے ظاہری الفاظ صرف اس غرض سے تھے کہ تا میں لوگوں پر یہ ثبوت پیش کروں کہ آں محبّ اپنے دلی خلوص کی وجہ سے نہایت استقامت پر ہیں۔سوالحمدللہ کہ میں نے آپ کو ایسا ہی پایا میں آپ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسا کہ اپنے فرزند عزیز سے محبت ہوتی ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اس جہاں کے بعد بھی خدا تعالیٰ ہمیں دارالسلام میں آپ کی ملاقات کی خوشی دکھاوے۔اور جو ابتلاء پیش آیا تھا وہ حقیقت میں بشری طاقتوں کو اگر وہ سمجھنے سے قاصر ہوں معذور رکھتا

ہے۔ حدیبیہ کے قصہ میں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صحابہ کو ایسا ابتلاء پیش آیا کہ **کَادُوْاَنْ یُھْلَکُوْا** یعنی قریب تھا کہ اس ابتلاء سے ہلاک ہو جائیں یہی ''ہلاک'' کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے۔ آپ نے استعمال کیا تھا گویا اس بے قراری کے وقت میں حدیث کے تلفظ سے توارد ہو گیا ہے بشری کمزوری ہے جو عمر فاروق حدیبیہ جیسے قوی الایمان کو بھی حدیبیہ کے ابتلاء میں پیش آ گئی تھی یہاں تک انہوں نے کہا کہ **عملت لذالک اعمالاً** یعنی یہ کلمہ شک کا جو میرے منہ سے نکلا تو میں نے اس قصور کا تدارک صدقہ خیرات اور عبادت اور دیگر اعمالِ صالحہ سے کیا۔

مولوی محمد احسن صاحب ایک جامع رسالہ بنانے کی فکر میں ہیں شاید جلد شائع ہو اور مولوی صاحب یعنی مولوی حکیم نوردین صاحب آپ سے ناراض نہیں ہیں آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ شاید مولوی صاحب کو بشریت سے یہ افسوس ہوا ہوگا کہ آپ اول درجہ کے اور خاص جماعت میں سے تھے۔ آپ کے نزدیک یہ خیال تک آنا نہیں چاہیئے تھا کیونکہ ہماری غائبانہ نگاہ* میں آپ اول درجہ کے محبوں اور مخلصوں میں سے ہیں جن کی روز بروز ترقیات کی امید ہے اور مولوی صاحب اپنے گھر کی بیماریوں کی وجہ سے بڑے ابتلاء میں رہے ہیں اور ان کے گھر کے لوگ مرمر کے بچے ہیں اِس لئے وہ زیادہ خط و کتابت نہیں کر سکے اور اب وہ شاید بیس روز سے سندھ کے ملک میں ہیں اور پھر غالباً بہاولپور میں جائیں گے۔ اور اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب شاید ہفتہ عشرہ تک یہاں پر تشریف رکھتے ہیں اور اس عاجز کا نیک ظن اور دلی محبت آپ سے وہی ہے جو تھی اور امید رکھتا ہوں کہ دن بدن ترقی ہو۔ والسلام

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۶۸ ☆ (مکتوب غیر مطبوعہ)

☆ اس مکتوب پر تاریخ درج نہیں حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اوّلؓ) نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ایک مکتوب میں مئی ۱۸۹۶ء کو تحریر کیا کہ ''آتھم صاحب کی معیاد گذرنے پر میں بہاولپور میں تھا۔'' (آئینہ حق نما تصنیف مکرم عرفانی صاحب صفحہ ۹۵) اس پیش گوئی کے متعلق تذبذب والا خط نواب صاحبؓ نے حضور کی خدمت میں ۷ ستمبر ۹۴ء کو تحریر کیا تھا اور وہ سب سے پہلا خط تھا جو پیش گوئی کی میعاد گذرنے کے بعد نواب صاحب نے حضورؑ کی خدمت میں تحریر کیا تھا اور اسی سے حضور کو ان کی اس پیش گوئی کے متعلق خیالات کا

* یہ لفظ اصل مکتوب میں خاکسار سے پڑھا نہیں گیا اندازاً نگاہ سمجھا ہے۔

عہد رفاقت کو حضرت اقدس مقدس سمجھتے تھے اور اس کی بہت رعایت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک دن فرمایا میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جاوے میں اس سے قطع نہیں کرسکتا ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کردے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اُس کے گرد ہو تو بلاخوف لومۃ لائم کے اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے۔ اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہیئے اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے۔'' (سیرۃ مسیح موعود)[۲۹]

گو حضرت نواب صاحب کی طرف سے تعلقات میں اس کے بعد کچھ کمی واقع ہوئی لیکن حضرت اقدسؑ رابطہ قائم رکھنے کی سعی بلیغ فرماتے رہے اور ان کو حسنات کی ترغیب دیتے رہے چنانچہ ۹؍دسمبر ۱۸۹۴ء کو تحریر

بقیہ حاشیہ: -علم ہوا اور اس امر کا ذکر حضور نے اس کے جواب میں مکتوب نمبرے میں کیا ہے۔ سو یہ غیر مطبوعہ مکتوب نمبرے کے بعد کا ہی ہوسکتا ہے ایک امر قابلِ حل ہے اور وہ یہ کہ حضرت مولوی صاحب ذکر کرتے ہیں کہ آتھم کی معیاد گذرنے پر میں بہاولپور میں تھا اور یہ تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی لیکن اس معیاد کے گذرنے کے بعد پہلے نواب صاحبؓ نے ۷ ستمبر کو خط لکھا اور حضورؑ نے اس کا جواب دیا اور پھر یہ مکتوب زیر بحث تحریر کیا لیکن اس میں حضورؑ حضرت مولوی صاحب کی بابت رقم فرماتے ہیں کہ اَب وہ شاید بیس روز سے سندھ کے ملک میں ہیں اور پھر غالباً بہاولپور میں جائیں گے۔ گویا کہ ۷ ستمبر کے کم از کم چند روز بعد تک بھی ابھی حضرت مولوی صاحبؓ بہاولپور نہ گئے تھے لیکن یہ اشکال یوں حل ہوتا ہے کہ حضورؑ کو پہلے اطلاع ملی ہوگی کہ حضرت مولوی صاحبؓ سندھ اور پھر بہاولپور جائیں گے بعد میں اطلاع نہیں آئی اس لئے سابقہ اطلاع کی بناء پر حضور نے یہ بات تحریر فرمائی اور حضور کے الفاظ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ حضور کو صرف پروگرام کا علم ہے اسی لئے حضورؑ حضرت مولوی صاحب کے بیس روز سے سندھ میں ہونے کے متعلق بھی ''شاید'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کم از کم بیس روز سے حضورؑ کو حضرت مولوی صاحب کے متعلق کوئی اطلاع نہ آئی تھی۔ حضور کے الفاظ یہ ہیں:

''اب وہ شاید بیس روز سے سندھ کے ملک میں ہیں اور پھر غالباً بہاولپور جائیں گے۔''

فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی عَلیٰ رَسولہ الکریم

مجی عزیزی نواب صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ باعثِ تکلیف دہی یہ ہے کہ چونکہ اس عاجز نے پانچ سو روپیہ آں محبّ کا قرض دینا ہے مجھے یاد نہیں کہ میعاد میں سے کیا باقی رہ گیا ہے اور قرضہ کا ایک نازک اور خطرناک معاملہ ہوتا ہے۔ میرا حافظہ اچھا نہیں۔ یاد پڑتا ہے کہ پانچ برس میں ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا اور کتنے برس گذر گئے ہوں گے۔ عمر کا کچھ اعتبار نہیں آپ براہ مہربانی اطلاع بخشیں کہ کس قدر میعاد باقی رہ گئی ہے تا حتی الوسع اس کا فکر رکھ کر توفیق باری تعالیٰ میعاد کے اندر اندر ادا ہو سکے اور اگر ایک دفعہ نہ ہو سکے تو کئی دفعہ کر کے میعاد کے اندر بھیج دوں امید کہ جلد اس سے مطلع فرما دیں تا میں اس فکر میں لگ جاؤں۔ کیونکہ قرضہ بھی دنیا کی بلاؤں میں سے ایک سخت بلا ہے اور راحت اسی میں ہے کہ اس سے سبکدوشی ہو جائے۔

دوسری بات قابل استفسار یہ ہے کہ مکرمی اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب قریباً دو ہفتہ سے قادیان تشریف لائے ہوئے ہیں اور آپ نے جب آپ کا اس عاجز کا تعلق اور حسن ظن تھا بیس روپے ماہوار ان کو اسی سلسلہ کی منادی اور واعظ کی غرض سے دینا مقرر کیا تھا۔

چنانچہ آپ نے کچھ عرصہ ان کو دیا امید کہ اس کا ثواب بہرحال آپ کو ہوگا۔ لیکن چند ماہ سے ان کو کچھ نہیں پہنچا اب اگر اس وقت مجھ کو اس بات کے ذکر کرنے سے بھی آپ کے ساتھ دل رُکتا ہے مگر چونکہ مولوی صاحب موصوف اس جگہ تشریف رکھتے ہیں اس لئے آپ جو مناسب سمجھیں میرے جواب کے خط میں اس کی نسبت تحریر کر دیں۔ حقیقت میں مولوی صاحب نہایت صادق دوست اور عارفِ حقائق ہیں وہ مدراس اور بنگلور کی طرف دورہ کر کے ہزار ہا آدمیوں کے دلوں سے تکفیر اور تکذیب کے غبار کو دور کر آئے ہیں اور ہزار ہا کو اس جماعت میں داخل کر آئے ہیں اور نہایت مستقیم اور قوی الایمان اور پہلے سے بھی نہایت ترقی پر ہیں۔

ہماری جماعت اگرچہ غرباء اور ضعفاء کی جماعت ہے لیکن (انشاء اللہ۔ ناقل) العزیز یہی علماء اور محققین کی جماعت ہے اور انہی کو میں متقی اور خداترس اور عارفِ حقائق پاتا ہوں اور نیک روحوں اور دلوں کو دن بدن خدا تعالیٰ کھینچ کر اس طرف لاتا ہے۔ **فالحمد للہ علیٰ ذالک۔**

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۹؍دسمبر ۱۸۹۴ء [40]

اسی طرح حضور ایک نیک کام کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مجی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی صاحب کو کل ایک دورۂ

مرض پھر ہوا۔ بہت دیر تک رہا۔ مالش کرانے سے صورت افاقہ ہوئی۔ مگر بہت ضعف ہے اللہ تعالیٰ شفا بخشے۔

اس جگہ ہماری جماعت کا ایک قافلہ تحقیق السنہ کے لئے بہت جوش سے کام کر رہا ہے اور یہ اسلام کی صداقت پر ایک نئی دلیل ہے جو تیرہ سو برس سے آج تک کسی کی اس طرف توجہ نہیں ہوئی۔ اس مختصر خط میں مَیں آپ کو سمجھا نہیں سکتا کہ یہ کس پایہ کا کام ہے۔ اگر آپ ایک ماہ تک اس خدمت میں مرزا خدا بخش صاحب کو شریک کریں اور وہ قادیان میں رہیں تو میری دانست میں بہت ثواب ہوگا آئندہ جیسا آپ کی مرضی ہو، دنیا کے کام نہ تو کبھی کسی نے پورے کئے اور نہ کرے گا۔ دنیا دار لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم کیوں دنیا میں آئے اور کیوں جائیں گے؟ کون سمجھاوے جب کہ خدا تعالیٰ نے نہ سمجھایا ہو دُنیا کے کام کرنا گناہ نہیں۔ مگر مومن وہ ہے جو درحقیقت دین کو مقدم سمجھے اور جس طرح اس ناچیز اور پلید دنیا کے کام یا بیوں کے لئے دن رات سوچتا یہاں تک کہ پلنگ پر لیٹے بھی فکر کرتا ہے اور اس کی ناکامی پر سخت رنج اٹھاتا ہے۔ ایسا ہی دین کی غم خواری میں مشغول رہے۔ دنیا سے دل لگانا بڑا دھوکا ہے۔ موت کا ذرا اعتبار نہیں موت ہر یک آئے سال نئے کرشمے دکھلاتی رہتی ہے۔ دوستوں کو دوستوں سے جدا کرتی اور لڑکوں کو باپوں سے اور باپوں کو لڑکوں سے علیحدہ دیتی ہے۔ مورکھ وہ انسان ہے جو اس ضروری سفر کا کچھ بھی فکر نہیں رکھتا۔ خدا تعالیٰ اس شخص کی عمر کو بڑھا دیتا ہے جو سچ مچ اپنی زندگی کا طریق بدل کر خدا تعالیٰ کا ہی ہو جاتا ہے ورنہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ یعنی ان کو کہہ دو کہ خدا تعالیٰ تمہاری پرواہ کیا رکھتا ہے اگر تم اس کی بندگی اور عبادت نہ کرو۔ سوجاگنا چاہیئے اور ہوشیار ہونا چاہئے اور غلطی نہیں کھانا چاہیئے کہ یہ گھر سخت بے بنیاد ہے۔ میں نے اس لئے لکھا کہ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان دنوں میں دنیوی ہم وغم میں اعتدال سے زیادہ مصروف ہیں اور دوسرا پلہ ترازو کا کچھ خالی سا معلوم ہوتا ہے میں نہیں جانتا کہ یہ تحریریں آپ کے دل پر کیا اثر کریں یا کچھ بھی اثر نہ کریں۔ کیونکہ بقول آپ کے وہ اعتقادی امر بھی اب درمیان نہیں جو بظاہر پہلے تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری جماعت میں سے کوئی بھی ہلاک ہو۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ خود خدا تعالیٰ قوّت بخشے اور زندہ کرے۔ کاش اگر ملاقات کی ہی سرگرمی آپ کے دل میں باقی رہتی تو کبھی کبھی کی ملاقات سے کچھ فائدہ ہو جاتا۔ مگر اب یہ امید بھی مشکلات میں پڑ گئی کیونکہ اعتقادی محرک باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی لاہور وغیرہ میں کسی انگریز حاکم کا جلسہ ہو جس میں خیالی طور پر داخل ہونا آپ اپنی دنیا کے لئے مفید سمجھتے ہوں تو کوئی دنیا کا کام آپ کو اس شمولیت سے نہیں روکے گا۔ خدا تعالیٰ قوت بخشے۔

بیچارہ نورالدین جو دنیا کو عموماً لات مار کر اس جنگل قادیان میں آبیٹھا ہے بے شک قابل نمونہ ہے۔ بہتیری تحریکیں ہوئیں کہ آپ لاہور میں رہیں اور امرتسر میں رہیں دنیاوی فائدہ طبابت کی رو سے بہت ہوگا مگر کسی کی

بات انہوں نے قبول نہیں فرمائی میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ انہوں نے سچی توبہ کر کے دین مقدم رکھ لیا ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو شفا بخشے اور ہماری جماعت کو توفیق عطا کرے کہ ان کے نمونہ پر چلیں۔ آمین۔ کیا آپ بالفعل اس قدر کام کر سکتے ہیں کہ ایک ماہ کے لئے اور کاموں کو پس انداز کر کے مرزا خدا بخش صاحب کو ایک ماہ کے لئے بھیج دیں۔ والسلام۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۸ر اپریل ۱۸۹۵ء [۴۱]

حضرت نواب صاحب کا شبہ نیک نیتی اور اخلاص پر مبنی تھا نہ کہ محض تعصب اور بے جا ضد پر اور حضرت اقدسؑ کے دل میں آپ کے لئے درد تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور ان کے دل کو نور سے منور کر دیا۔ نواب صاحب جنہوں نے لکھا تھا کہ:

''میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ اگر فی الواقعہ سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔'' وہ ہمیشہ کے لئے حضور کے ہو گئے اور حضور جو فرزندوں کی طرح ان کو عزیز سمجھتے تھے حضورؑ نے ظاہراً بھی ان کو فرزندی میں لے لیا۔

نواب صاحب کی سابقہ حالت جو ۵ر ستمبر ۹۴ء کو آتھم کی میعاد کے ختم ہونے پر شروع ہوئی تھی دسمبر ۹۵ء میں بکلّی متغیر بخیر ہو چکی تھی اور آپ کا پورا رجوع حضرت اقدسؑ کی طرف ہو چکا تھا۔ اور یہ امر حضورؑ کے دسمبر ۹۵ء کے ذیل کے مکتوب سے ظاہر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عزیزی محبی اخویم خانصاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ میں بوجہ علالت طبع کچھ لکھ نہیں سکا کیونکہ دورہ مرض کا ہو گیا تھا اور اب بھی طبیعت ضعیف ہے خدا تعالیٰ آپ کو اپنی محبت میں ترقی بخشے اور اپنی اس جاودانی دولت کی طرف کھینچ لیوے۔ جس پر کوئی زوال نہیں آ سکتا۔ کبھی کبھی اپنے حالات خیریت آیات سے ضرور اطلاع بخشا کریں۔ کہ خط بھی کسی قدر حصہ ملاقات کا بخشتا ہے۔ مجھے آپ کی طرف دلی خیال ہے اور چاہتا ہوں کہ آپ کی روحانی ترقیات بچشم خود دیکھوں مجھے جس وقت جسمانی قوت میں اعتدال پیدا ہوا تو آپ کے لئے سلسلہ توجّہ کا شروع کروں گا۔ اللہ تعالےٰ اپنا فضل اور توفیق شاملِ حال کرے آمین والسلام۔ غلام احمد عفی عنہ۔

عاجز غلام احمد عفی ۱۴ دسمبر ۱۸۹۵ء روز پنجشنبہ (مکتوب نمبر ۶) [۴۲] ☆

☆ اس کی تاریخ ۱۴ر دسمبر ۱۸۹۵ء درج ہے لیکن جنتری کے لحاظ سے اس روز شنبہ تھا۔ ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۷ء تک

علاوہ ازیں اس کی تصدیق اس طرح بھی ہوتی ہے کہ نواب صاحب نے شیروانی کوٹ کی مسجد کے متعلق حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے مشورہ مانگا اور آپ کو مالیر کوٹلہ آنے کی دعوت دی۔ حضرت مولوی صاحب کا جواب ۳۰؍جنوری ۹۶ء کا ہے۔

حکومت کی وفاداری اور ملکہ وکٹوریہ کی جوبلی وغیرہ

حضرت اقدسؑ نے یہ امر جماعت کے قلوب میں پوری طرح راسخ فرمایا ہے کہ ملک میں قیام امن کا صحیح طریق یہ ہے کہ حکومت سے تعاون اور ہر ایک نوع کی باغیانہ تحریکات سے احتراز کرنا چاہیئے چونکہ انگریزوں کی حکومت سے پہلے حد درجہ بے امنی کا دور دورہ ہو چکا تھا جس کی تلخ یاد سے ہی دل دہل جاتے تھے۔ سو انگریزوں کی حکومت میں جو امن وانصاف نصیب ہوا کہ جس میں بلاتفریق مذہب وملّت ہر ایک کو مذہبی حریت حاصل تھی اس لئے حضورؑ اس حکومت کے ان اوصاف کی وجہ سے مدّاح تھے۔ جون ۱۸۹۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی کے موقعہ پر آپؑ نے قادیان میں ایک جلسہ منعقد کر کے احباب کو وفاداری اور پُرامن رہنے کی تلقین کی اور ملک کے امن وامان اور ملکہ کے قبول اسلام کے لئے دعا کی اور غربا میں کھانا تقسیم کیا۔ اور رات کو چراغاں کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے ایک کتاب ''تحفہ قیصریہ'' تحریر کر کے عمدہ طور پر جلد کرا کے ایک چٹھی کے ساتھ ملکہ کی خدمت میں ارسال کی ملکہ موصوفہ نے اس کے پڑھنے کا وعدہ کیا اور شکریہ ادا کیا اس کتاب میں حضورؑ نے جوبلی پر مبارکباد دینے کے ساتھ مذہب اسلام کی فضیلت بیان کی اور ملکہ معظّمہ کو اس کے قبول کرنے کی دعوت دی اور مسلمانوں کے جہاد کے غلط نظریہ کی تغلیط کر کے اس کی حقیقت آشکار کی۔

بقیہ حاشیہ:- جنتری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴؍دسمبر اور پنجشنبہ کا اجتماع ۱۸۹۳ء، ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۵ء میں ہوا اگر یہ مکتوب ان تاریخوں میں سے کسی ایک کا ہو تو امر زیر تحریر کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور اگر بلالحاظ روز اس کی تاریخ درست سمجھی جائے تو اس کا تعلق امر زیر ذکر سے ہوتا ہے کہ ۱۴ دسمبر ۱۸۹۵ء تک حضرت نواب صاحبؓ کی حالت یقیناً بدل چکی تھی۔ البتہ یہ ۱۲؍دسمبر ۹۵ء کا ہوسکتا ہے کہ اس روز پنجشنبہ تھا اور نقل کنندہ نے ۱۳ یا ۱۲ کی بجائے ۱۴ پڑھا۔ یہ دونوں عدد ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ حضور کا قلمی مکتوب نہیں مل سکا کہ حقیقت معلوم ہوسکتی (مولف) جشن جوبلی کی تفصیل کے لئے حضرت اقدسؑ کی کتاب ''جلسہ احباب'' ملاحظہ فرمائیے۔

حصہ نقشہ نمبر۳ منزل اوّل
مقدماتِ مقدسہ قادیان
پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
صحن
برآمدہ
دروازہ
دریچہ
راستہ
سیڑھیاں
10-5 x 16-10
10
11-9 x 14-0
الماری
انگیٹھی
کوچہ
کوچہ بطرف مسجد اقصیٰ
بیت الدعاء
5-6 x 5
کمرہ
5 x 9
بیت الفکر
(بروایت حضرت امّاں جان رضؓ)
7
12-3 x 23
6
برآمدہ کی ڈاٹ
راستہ مسجد مبارک

حصہ نقشہ نمبر۳ منزل اوّل

مقامات مقدسہ (دارالمسیح) قادیان

پیمانہ ۸ فٹ = ۱ اِنچ

نوٹ: اس کے تعلق کے لئے صفحہ ۳۷ کے آخر کا نوٹ دیکھئے

تفصیل:

۶- صحن جو نمبر ۷ کے ساتھ متعلق ہے۔

۷- دالان حضرت ام المؤمنین اطال اللہ بقاءھا جس کو بروایت سیّدہ موصوفہ حضرت اقدس علیہ السلام بیت الفکر کا حصہ فرماتے تھے۔

۷/ا- اس دریچہ سے نچلے حصہ میں جانے کے لئے چوبی زینہ تھا جس سے حضرت اقدسؑ کی آمدورفت ہوتی تھی۔ اب یہ پختہ زینہ ہے اور دریچہ کمرہ میں اینٹوں سے بند کر دیا گیا ہے۔

۸- بیت الفکر (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸ حاشیہ نمبر۴ ملاحظہ فرمائیں)

۹- بیت الدعاء (تعمیر ۱۹۰۳ء)

۱۰- کمرہ جہاں سیّدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقیقۃ الوحی تصنیف کی۔

۱۸۹۹ء میں حضورؑ نے ''ستارہ قیصریہ'' کتاب تصیف کر کے ملکہ کی خدمت میں بھجوائی۔اس میں بھی ''تحفہ قیصریہ'' کی طرح حق تبلیغ ادا کیا گیا تھا۔جیسا کہ ہم نواب صاحب کی نوجوانی اور طالب علمی کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں آپؓ کی طبیعت میں اس قسم کا جوش تھا کہ خصوصاً مسلمانوں پر ظلم ہوتا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔لیکن فطرتِ صحیحہ کے علاوہ حضرت اقدسؑ کی تعلیم کے زیر اثر آپؓ باغیانہ خیالات کے حد درجہ مخالف رہے چنانچہ ایک عزیز کو آپؓ نے ایسے خیالات میں مبتلا پا کر اس بارہ میں بہت کچھ وعظ ونصیحت کی جشن جوبلی کے موقعہ پر نواب صاحبؓ نے مالیر کوٹلہ میں بہت خوشی منائی اس بارہ میں آپ کی رپورٹ حضرت اقدسؑ نے جلسہ احباب'' میں شائع فرمائی ہے۔جو درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

طبیب روحانی مسیح الزمان مکرم معظم سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔حسب الحکم حضور کل حال متعلق جوبلی عرض کرتا ہوں۔۲۱،۲۲رجون یعنی دو دن جشن جوبلی کے لئے مقرر ہوئے تھے چونکہ گورنمنٹ کا حکم تھا کہ کل رسوم متعلق جوبلی ۲۲رجون ۱۸۹۷ء کو پوری کی جائیں۔اس لئے سب کچھ ۲۲ کو کیا جانا قرار پایا۔

ریاست مالیر کوٹلہ میں جیسے رئیس اعظم وفادار رہے ہیں ویسے ہی خوانین بھی وفادار اور عقیدت مند گورنمنٹ کے رہے ہیں۔اور بہت مواقع میں اس کا ثبوت دیا ہے بلکہ بعض جگہ خود لڑائی میں شریک ہو کر گورنمنٹ کی اعانت کی ہے۔اب چونکہ لڑائی کا موقعہ تو جاتا رہا ہے اب بموجب حالت زمانہ ہم لوگ ہر طرح خدمت کے لئے حاضر ہیں اور ہم ایسا کیوں نہ کریں جب کہ اس گورنمنٹ کا ہم پر خاص احسان ہے وہ یہ کہ سکھوں کے عروج کے زمانہ میں سکھوں نے اس ریاست کو بہت دِق کیا تھا اور اگر وقت پر جنرل اختر لونی صاحب ابر رحمت کی طرح تشریف نہ لے آتے تو یہ ریاست کبھی کی اس خاندان سے نکل کر سکھوں کے ہاتھ میں ہوتی۔پس ہمارا خاندان تو ہر طرح گورنمنٹ کا مرہون منت ہے اور اب یہ سلسلہ بسبب حضور اور زیادہ مستحکم ہو گیا اور جو احسانات گورنمنٹ کے ہماری جماعت پر ہیں وہ قندِ مکرر کا لطف دینے لگے تو مجھ کو ضروری ہوا کہ اپنے ہمسروں سے بڑھ کر کچھ کیا جائے۔

اوّل۔چراغاں صرف قریب کی مسجد پر اور اپنے رہائشی مکان پر بہت زور سے کیا گیا۔بلکہ ایک مکان بیرون شہر جو ایک گاؤں سروانی کوٹ نام میں میرا ہے اس پر بھی کیا گیا۔کل مکانوں پر اول سفیدی کی گئی اور مختلف طرز پر چراغ نصب کئے گئے اور ایک دیوار پر چراغوں میں یہ عبارت لکھی گئی۔ God save our Empress یعنی خدا تعالیٰ ہماری قیصرہ کو سلامت رکھے۔قریباً تمام شہر سے بڑھ کر ہمارے ہاں روشنی کا اہتمام تھا مگر عین وقت پر ہوا کے ہونے سے ۲۲ کو وہ روشنی نہ ہو سکی۔اس لئے تمام شہر میں ۲۳ کو روشنی ہوئی مگر اس روز

بھی ہوا کے سبب اونچی جگہ روشنی نہ ہو سکی۔

دوم۔ تین ٹرائفل آرچ۔ ایک بر سر کوچہ اور دو اپنے مکان کے سامنے بنائے گئے اور ان پر مندرجہ ذیل عبارات سنہری لکھ کر لگائی گئیں اوّل بر سر کوچہ ''جشن ڈائمنڈ جوبلی مبارکباد''

دوم اپنے رہائشی مکان کے دروازہ پر انگریزی میں wel come یعنی خوش آمدید لکھا تھا۔ سوم دروازہ کے مقابل تیسری محراب پر لکھا تھا'' قیصرہ ہند کی عمر دراز۔ اور سروانی کوٹ میں بھی ایک ٹرائفل آرچ بنائی گئی تھی۔

سوم۔ ۲۲؍جون کو شام کے چھ بجے اپنی جماعت کے اصحاب کو جمع کر کے خداوند تعالیٰ سے حضور ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کے بقائے دولت اور درازی عمر اور یہ کہ جس طرح حضور ممدوحہ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ بھی حضور ممدوحہ پر احسان کرے اور اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں داخل کرے یعنی اسلام کے آفتاب سے وہ فیضیاب ہوں۔ دعا کی گئی۔

چہارم۔ میں نے ایک نوٹس اپنی جماعت کے لوگوں کو دیدیا تھا کہ سب صاحب جو کم سے کم مقدرت رکھتے ہوں وہ بھی سو چراغ سے کم نہ جلائیں اور جن کے پاس اتنا خرچ کرنے کو نہ ہو وہ مجھ سے لے لیں چنانچہ پانچ اصحاب کو میں نے خرچ چراغانہ دیا اور باقیوں نے خود چراغانہ کیا۔

پنجم۔ میرے متعلق جو سروانی کوٹ میں معافی دار تھے ان کو بھی میں نے حکم دیا کہ چراغانہ کریں چنانچہ انہوں نے بھی کیا اور یہ ایسا امر ہے کہ ریاست کے اور دیہات میں غالباً ایسا نہیں ہوا۔

ششم: ۲۳؍جون کو اس خوشی میں آتشبازی چھوڑی گئی۔

ہفتم: ۲۲؍جون کی شام کو معزز احباب کی دعوت کی گئی۔

ہشتم: ۲۳ کو مساکین کو غلّہ اور نقد خیرات کیا گیا۔

نہم۔ ایک یادگار کے قائم کرنے کی بھی تجویز ہے۔ جب اس کی بابت فیصلہ ہو گا وہ بھی عرض کروں گا۔

(راقم محمد علی خاں مالیر کوٹلہ ۲۵ جون ۱۸۹۷ء)

۲۴؍مئی ۱۸۹۹ء کو ملکہ موصوفہ کی سالگرہ کے موقعہ پر مسجد میں احباب کو جمع کر کے حضرت نواب صاحبؓ نے تقریر میں حکومت برطانیہ کے پُر امن زمانہ کا ذکر کیا اور شکر ادا کرنے کی تلقین کی اور ملکہ موصوفہ کی سعادت دارین کے لئے دعا کی۔☆

☆ اس جلسہ کی رپورٹ حکیم محمد زمان صاحب کی طرف سے الحکم پرچہ ۹۹-۵-۲۶ میں شائع ہو چکی ہے۔

حضرت مولوی صاحبؓ مالیرکوٹلہ میں

حضرت نواب صاحب نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کے ارشاد پر حضرت مولوی صاحب ۱۸۹۶ء میں تشریف لے گئے اور چند ماہ تک وہاں قیام رہا۔☆

☆ (الف) یہ سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ حضرت اقدسؑ کے ذریعہ نواب صاحب نے حضرت مولوی صاحب کو مالیرکوٹلہ جانے کے لئے کہلوایا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ہجرت کے بعد حضرت اقدس کے ارشاد کے بدوں حضرت مولوی صاحب اپنی مرضی سے وہاں نہ جاسکتے تھے۔

(ب) عرصہ قیام حضرت مولوی صاحب کا ذیل کے امور سے تعین ہوسکتا ہے:-

۱- حضرت مولوی صاحب بہرحال جنوری ۹۶ء میں اس لمبے قیام کے لئے نہیں گئے۔آپ نواب صاحب کو ۳۰ جنوری ۹۶ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''میں تو چاہتا ہوں کہ مالیرکوٹلہ میں پہنچوں مگر اس عشق و محبت کو کیا کہوں جو مجھے قادیان سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بہرحال کوشش کروں گا اگر خدا تعالیٰ نے مدد دی تو باہر نکلوں۔''

اس مکتوب میں ایک سابقہ سفر مالیرکوٹلہ کا ذکر اشارتاً نکلتا ہے لیکن اس کا سفر زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں۔

۲- حضرت مولوی عبدالکریمؓ صاحب کے یکم مئی کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب اس وقت مالیرکوٹلہ میں تھے۔(یہ مکتوب آگے درج کیا گیا ہے)

۳- ۶؍اپریل ۹۶ء کو حضرت مولوی صاحب قادیان میں تھے حضرت اقدسؑ ۹۶-۴-۶ کو نواب صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

''یقین کہ مولوی صاحب کا علیحدہ خط آپ کو پہنچے گا۔'' (مکتوب نمبر ۵۲)

۴- حضرت اقدسؑ نے چوہدری رستم علی صاحب رضی اللہ عنہ کو جو مکتوب ۳؍جولائی ۹۶ء کو ارسال فرمایا اس میں رقم فرماتے ہیں ''مولوی صاحب کوٹلہ مالیر کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔نواب صاحب نے چھ ماہ کے لئے مولوی صاحب کو بلایا ہے۔مگر شاید مولوی صاحب ایک ماہ یا دو ماہ تک رہیں یا کچھ زیادہ رہیں۔'' [۴۳]

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب و حضرت اقدسؑ کی مذکورہ تحریرات پر یکجائی نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا

آپ کے ہمراہ آپ کے اہل بیت بھی تھے۔ کچھ عرصہ آپ کا قیام شہر میں رہا۔ پھر آپ کے قیام کا انتظام

بقیہ حاشیہ:- ہے کہ حضرت اقدسؑ کی تحریر کے وقت دو ماہ کا عرصہ قیام تو ہو چکا تھا۔ (بلکہ جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی اس سے بھی زیادہ) باوجود اس کے حضور کا تحریر فرمانا کہ ''شاید مولوی صاحب ایک یا دو ماہ تک رہیں یا کچھ زیادہ رہیں''۔ یہ کل عرصہ قیام کے متعلق نہیں بلکہ مستقل قیام کے متعلق تھا۔

۵- مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب (درویش) ذکر کرتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحبؓ کے کوٹلہ جانے سے میرا سبق بند ہوگیا۔ میرے لکھنے پر آپ نے مجھے مالیرکوٹلہ بلوالیا۔

۶- مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی (درویش) کا بیان ہے۔ کہ اکتوبر یا نومبر ۱۸۹۵ء میں میں حضرت اقدسؑ کے حکم سے والد صاحب کے ہمراہ قادیان سے واپس گیا اور مارچ یا اپریل ۱۸۹۶ء میں واپس قادیان پہنچا۔ یہ مجھے بخوبی یاد ہے کہ ککڑی کے موسم کا آغاز ہو چکا تھا اور میرے واپس آنے کے بعد میرے سامنے حضرت مولوی صاحب مالیرکوٹلہ تشریف لے گئے۔ میں مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب سے قرآن مجید کا سبق لیا کرتا تھا اور وہ مجھ سے پدرانہ شفقت سے پیش آتے تھے ان کے جانے سے میں اداس ہوا۔ سبق بھی چھوٹ گیا۔ کم سن تھا۔ میں نے ان کو لکھا کہ حضرت اقدسؑ تو سارا دن اندرون خانہ ہوتے ہیں آپ کے جانے سے قرآن مجید کا سبق بھی رک گیا۔ انہوں نے حضرت مولوی صاحب سے اجازت حاصل کر کے مجھے کرایہ بھیج کر مالیرکوٹلہ منگوالیا۔ جلسہ اعظم مذاہب کے تعلق میں سوامی شوگن چندر صاحب غالباً اکتوبر یا نومبر میں قادیان آئے اس وقت تک حضرت مولوی صاحب ہمارے سمیت مالیرکوٹلہ سے واپس آ چکے تھے۔ سوامی صاحب جلسہ سے قبل کئی بار قادیان آئے اور حضرت اقدسؑ سے مشورہ اور جلسہ کے انعقاد کے اخراجات کے لئے مالی امداد لے جاتے رہے۔ ۲۱ر دسمبر ۹۶ء کو مضمون کے غالب رہنے کے متعلق اشتہار جو حضورؑ نے شائع فرمایا تھا میں ہی لے کر لاہور گیا تھا۔''

حضرت مولوی صاحب کی اس جلسہ میں شمولیت امر معلوم ہے ان امور سے حضرت مولوی صاحب کا قیام مالیرکوٹلہ میں اپریل سے اکتوبر تک کے درمیان معلوم ہوتا ہے۔

مکرم بھائی صاحبان اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں حضرت مولوی صاحب مالیرکوٹلہ میں درد گُردہ سے شدید بیمار ہوئے تھے تفصیل مذکورہ سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت مولوی صاحب کے جانے کے کچھ عرصہ بعد مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب اجازت منگوا کر گئے اور ان کے کچھ عرصہ بعد اجازت منگوا کر مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب وہاں گئے۔ اور ان دونوں کے سامنے یہ بیماری ہوئی اور اس کی اطلاع قادیان میں پہنچی اور چند دن تک پھر کوئی اطلاع نہ آنے سے قادیان میں تشویش ہوئی جس پر یکم مئی کو

شیروانی کوٹ میں ہوا جہاں ہر طرح کا مکمل انتظام تھا۔ گھوڑا گاڑی بھی آپ کی ضرورت کے لئے وہاں تھی۔ حضرت نواب صاحب شہر سے روزانہ شیروانی کوٹ جاتے تھے اور آپ سے قرآن مجید پڑھتے اور دوپہر کا کھانا آپ کی معیت میں تناول کر کے واپس آتے۔ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خان صاحب ذکر کرتے ہیں کہ قریباً نصف سال میں حضرت والد صاحب نے قرآن مجید ختم کر لیا۔

مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب و مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب سے تحصیل علم کی خاطر وہاں کئی ایک آپ کے شاگرد جمع ہو گئے تھے اور وہ باقاعدہ آپ کے درس و تدریس سے قادیان کی طرح مستفیض ہوتے تھے سب کے قیام و طعام کا انتظام کمال شفقت سے حضرت نواب صاحب کی طرف سے تھا۔ ہم سب شاگردوں کی ہر طرح خاطر و تواضع ہوتی تھی اور بہترین کھانے ہمارے لئے تیار ہوتے تھے۔ ایسی مرغن غذاؤں کے عادی نہ ہونے کی وجہ سے ہماری خواہش ہوتی تھی کہ بعض اوقات دال وغیرہ ملے اور ہم بعض دفعہ باورچیوں سے کھانا تبدیل کر لیتے تھے لیکن حضرت نواب صاحبؓ یہ پسند نہ کرتے تھے کہ ان کے مہمان ان کی مہماں نوازی میں بہترین کھانے سے محروم رہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسی شدید فہمائش

بقیہ حاشیہ:- حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے حضرت نواب صاحب کو اس بارہ میں خط لکھا۔ سو ۶/اپریل کے جلد بعد حضرت مولوی صاحبؓ ضرور وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔

ہم ذیل میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا مکتوب اور اس کا چربہ درج کر دیتے ہیں فرماتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم نحمدہ و نُصَلّی

مکرم معظم خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت مولوی صاحب کی بیماری کی خبر نے جو کئی روز ہوئے یہاں پہنچی تھی تمام متعلقین کو نعل در آتش کر رکھا ہے اور سب کے سب اس حیرت میں ہیں کہ پھر بعد اس کے کوئی خبر ان کی نسبت نہیں ملی۔ آپ ازارہِ کرم کچھ اطمینان آمیز خبر دے سکتے ہیں؟

جناب مولوی محمد احسن صاحب جناب امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں اپنی شکستہ حالی اور اس پُرزور * لکھ کے عرض کر چکے ہیں اور رائے ٹھہری کہ حضرت اقدسؑ ان کی طرف سے آپ کے نزدیک شفیع مشفع ہوں لہذا مجھے حکم ہوا کہ میں حضرت شفیع کی طرف سے ترجمان ہوں۔ آپ کیا اس وقت ضعیف الحال مولوی پر رحم کر کے کچھ رہا سہا ان کا انہیں دے سکتے ہیں۔ والسلام

عاجز عبدالکریم۔ سیالکوٹی یکم مئی۔ از قادیان

اصلی خط کا عکس پشت پر ملاحظہ فرمائیے۔

* یہ لفظ پڑھا نہیں گیا۔ (مؤلف)

باورچی خانہ میں کردی کہ ملازم باوجود ہماری منت سماجت کے ہم سے کھانا تبدیل کرنے سے رک گئے۔☆

مکرم میاں عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''حضرت نواب صاحبؓ فرماتے تھے کہ ان ایام میں مالیرکوٹلہ میں بھیرہ کے رہنے والے ڈاکٹر بھگت رام ساہنی پریکٹس کرتے تھے۔ہموطن ہونے کے علاوہ وہ کشمیر میں بھی ملازم رہ چکے تھے وہ حضرت مولوی صاحبؓ کی بہت عزت وتکریم کرتے تھے۔ڈاکٹر صاحب نے ذکر کیا کہ میں کہیں نہیں جاتا اور مجھے ایک ہزار روپیہ ماہوار آمد ہو جاتی ہے۔اس پر حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا کہ میں بھی کہیں نہیں جاتا پھر بھی مجھے اتنی ہی آمد ہو جاتی ہے۔ان ایام کا ذکر کر کے حضرت مولوی صاحبؓ ایک مکتوب میں نواب صاحبؓ کو نصیحت کرتے ہوئے اپنی آمد اور غیب سے رزق کا سامان ہونے کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

''میرا عریضہ توجہ سے پڑھیں اور ایک آیت ہے قرآن کریم میں اس پر آپ پوری غور فرماویں وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ۙ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ یہ نابکار خاکسار راقم الحروف متقی بھی نہیں ہاں متقی لوگوں کا محبّ اور پورا محبّ۔

مجھے بھی بمقام مالیرکوٹلہ بڑی بڑی ضرورتیں پیش آتی رہیں اور قریب قریب اڑھائی ہزار کے قریب خرچ ہوا۔مگر کیا آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کہاں سے آیا۔شاید دو تین سو سے کچھ زائد کا آپ کو پتہ ہوگا مگر باقی کا علم سوائے میرے مولیٰ کریم کے کسی کو بھی نہیں۔حتی کہ میری بی بی کو بھی نہیں۔☆☆

جلسۂ اعظم مذاہب میں شمولیت کے بعد جنوری ۱۸۹۷ء میں حضرت مولوی صاحب پھر مالیرکوٹلہ تشریف لے گئے۔آپ کے اہل بیت بھی اس دوسری دفعہ کے قیام میں آپ کے شریک تھے۔حضرت ام المؤمنین

☆ مکرم بھائی صاحبان بتاتے ہیں کہ ان طلباء میں سے ہمیں حکیم محمد زمان صاحب حکیم غلام محمد صاحب رضی اللہ عَنْھُمَا اور حکیم دین محمد ملتانی اور خاکی شاہ یاد ہیں حکیم غلام محمد صاحب اس وقت احمدی تھے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حکیم محمد زمان صاحب بعد میں حضرت نواب صاحب کے ملازم ہو گئے تھے۔مخلص احمدی تھے۔حکیم غلام محمد صاحب خاکسار کے سب سے بڑے تایا تھے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔مکرم بھائی صاحبان فرماتے ہیں کہ حکیم دین محمد ملتانی نے بعد ازاں خلافِ شرع نکاح کر لیا اور احمدیت سے منقطع ہو گیا......غلام محی الدین عرف خاکی شاہ کے متعلق عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وہ قادیان سے نکالا گیا اور مرتد مرا۔(نوٹ بر مکتوب نمبر۱۳)

☆☆ پیاروں کی ہر بات پیاری ہوتی ہے اس لئے ایک واقعہ اگر یہاں حضرت مولوی صاحب کے تعلق میں ذکر کر دوں تو امید ہے کہ قارئین کرام معاف فرمائیں گے مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی (درویش) بیان فرماتے ہیں کہ ''میں حضرت مولوی صاحب کے گھر کے ایک حصہ میں رہتا تھا۔حضرت پیر منظور محمد صاحب

اطال اللہ بقاء ہا کے نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ولادت پہ علیل ہونے کے باعث آپ کو بذریعہ تار مارچ میں وہاں سے حضرت اقدسؑ نے بلوالیا سواس دفعہ آپ کا قیام کم ازکم ڈیڑھ ماہ تک رہا۔ ☆

حضرت نواب صاحب کی خواہش تھی کہ حضرت مولوی صاحبؓ جیسے بابرکت وجود سے مستفیض ہوتے رہیں لیکن اس میں روکیں پڑتی رہیں چنانچہ حضرت اقدسؑ اس بارہ میں ۱۷/اپریل ۱۸۹۰ء کو تحریر فرماتے ہیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم نحمدہ نصلّی علیٰ رسولہ الۡکریۡم

مجبی عزیزاخویم نوب صاحب سلمہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آخر مولوی صاحب

بقیہ حاشیہ:- کے مکان سے شمال مشرق کی طرف کی سڑک تک جگہ خالی تھی ان ایام میں احباب بھرتی ڈلوا کر مکان بنا لیتے تھے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ ایک روز میں حضرت مولوی صاحب کے پاس مطب میں بیٹھا تھا۔ فرمانے لگے کہ یہ جگہ مجھے دے دو۔ مریضوں کی رہائش کے لئے درکار ہے۔ یہ حضرت مولوی صاحب کے مکان کے ملحق ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جیسے آپ پسند فرماویں دریافت فرمانے پر کہ کتنا خرچ آیا ہے میں نے نوے روپے گنوائے تو مجھے مطب کے مغربی دروازے سے نکل کر پچھواڑے کی طرف آنے کے لئے فرمایا اور خود مکان کے مشرق کی طرف سے آئے اور بک ڈپو کے پچھواڑے میں کنوئیں کے پاس ملے اور مجھے سوروپے کا ایک نوٹ دے کر فرمایا کہ دس روپے مجھے واپس دے دینا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رزق غیب کی صورت ہوگی۔ مطب میں روپیہ رکھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اور اگر گھر میں کسی جگہ رکھتے تھے یا جیب میں تھے تو مجھے ایک طرف سے بھیج کر خود دوسری طرف سے آنے کی کیا ضرورت تھی۔‘‘

☆ مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب اور مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ دوسری بار قیام مالیرکوٹلہ کے اثناء میں میاں عبدالرحیم خاں صاحب کی ولادت ہوئی انہیں سانس نہ آیا۔ حضرت مولوی صاحب کے ارشاد پر انہیں باری باری ایک ٹھنڈے اور ایک گرم پانی کے ٹب میں ڈبویا گیا جس سے سانس جاری ہوگیا۔

میاں عبدالرحیم خان صاحب کی تاریخ ولادت ۱۳ یا ۱۴/جنوری ۱۸۹۷ء اور نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی تاریخ ولادت ۲/مارچ ۹۷ء ہے۔ سیّدہ موصوفہ فرماتی ہیں کہ یہ امر یقینی ہے کہ میری ولادت کے موقعہ پر حضرت اماں جان کی طبیعت ناساز ہوگئی تھی۔ اس لئے تار دے کر حضرت مولوی صاحبؓ کو مالیرکوٹلہ سے بلوالیا تھا۔ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بھی اس دفعہ کا قیام اندازاً ڈیڑھ ماہ تک کا بتاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب وسط جنوری تک دوبارہ مالیرکوٹلہ تشریف لے جا چکے ہوں گے۔

حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں کہ یکم فروری ۱۸۹۷ء کو ذیل کی پیشگوئی بیان کی گئی جو مارچ ۱۸۹۷ء میں پوری ہوئی۔

حصہ نقشہ نمبر ۳ منزل اوّل
مقامات مقدسہ (دار المسیح)
قادیان
پیمانہ ۸ فٹ = ۱/۲ انچ
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
کوچہ
دریچہ
انگیٹھی
۱۳
دروازہ
۱۴ کمرہ
الماری
دروازہ
دروازہ
دریچہ
برآمدہ
دروازہ
۱۴ کمرہ
دروازہ
الماری
دریچہ
الماری
دریچہ
صحن ۱۲
دروازہ
دروازہ (الف)
دروازہ
راستہ
دروازہ
کمرہ ۱۱
انگیٹھی
کمرہ تصنیف
حقیقۃ الوحی
دروازہ
الماری
دریچہ
دروازہ (ب)
سیڑھیاں جو کوچہ میں کھلتی ہیں۔
کوچہ مسجد اقصیٰ

حصہ نقشہ ۳ منزل اوّل

مقاماتِ مقدسہ (دارالمسیح)

قادیان

پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ

تفصیل:-

۱۱- کمرہ۔ عرصہ درویشی میں مکرم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب نائب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ اسے بطور دفتر استعمال کرتے تھے۔

۱۲- صحن۔

۱۳- کمرہ جہاں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ عرصہ قیام فرمایا۔

۱۴- حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے رہائشی کمرے بوقت شادی۔

نوٹ:

اس تمام بالائی حصہ کا نام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دارالبرکات تجویز فرمایا چنانچہ کھڑکی کے باہر اب تک یہ نام لکھا ہوا موجود ہے۔ بعد میں یہ سیّدہ اُم طاہر صاحبہؓ کی رہائش گاہ تا وفات رہی۔ آج کل بوقت تصنیف کتاب ہذا یہاں بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام ہے۔

کی وہ پیاری لڑکی جس کی شدت بیماری کی وجہ سے مولوی صاحب آ نہ سکے کل نماز عصر سے پہلے اس جہان فانی سے کوچ کر گئی۔ انّا للّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ اس کی والدہ

بقیہ حاشیہ:- ''جب میری لڑکی مبارکہ والدہ کے پیٹ میں تھی تو حساب کی غلطی سے فکر دامنگیر ہوا اور اس کا غم حد سے بڑھ گیا کہ شاید کوئی اور مرض ہو تب میں نے جناب الٰہی میں دعا کی تو الہام ہوا کہ ''آید آں روزے کہ مستخلص شود'' اور مجھے تفہیم ہوئی کہ لڑکی پیدا ہوگی چنانچہ اس کے مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۱۴ھ کو لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مبارکہ رکھا گیا۔'' (نزول المسیح صفحہ ۲۰۲) اور اس پیشگوئی کی تصدیق میں زندہ گواہوں میں حضرت مولوی صاحب کا نام بھی درج ہے۔ اس سے شاید کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ تاریخ بیان پیشین گوئی یکم فروری ۹۷ء ہے اور اس تاریخ کو حضرت مولوی صاحبؓ ضرور قادیان میں ہوں گے۔ یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ان تمام پیشگوئیوں کے سننے والوں کے اسماء دریافت کر کے لکھے گئے ہوں گے چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب ذکر حبیبؑ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نزول المسیح کا یہ نقشہ میں نے تیار کیا تھا (صفحہ ۱۵۸) اس میں کیا شک ہے کہ اکثر احباب کو مرکز سے آمدہ خطوط کے ذریعہ ہی حالات اور پیش گوئیوں کی اطلاع ہوتی رہتی تھی۔ سو نزول المسیح میں اسماء کے اندراج کا یہ مفہوم نہیں کہ ان احباب نے حضرت اقدسؑ سے براہ راست پیشگوئیاں سنیں بلکہ یہ مراد ہے کہ ان کے پورا ہونے سے قبل ان کو پیشگوئی کا علم ہو چکا تھا۔ اس کی تصدیق مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مالیر کوٹلہ میں قیام کے دوران میں میاں عبدالرحیم صاحب پیدا ہوئے تھے اور نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ولادت پر حضرت اماں جان کی علالت کے باعث حضرت مولوی صاحب کو قادیان بلوایا گیا تھا۔ چنانچہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مجھے اپنے مکتوب مورخہ ۵۱-۸-۱ میں تحریر فرماتی ہیں کہ:''حضرت خلیفہ اوّلؓ مارچ ۹۷ء تک مالیر کوٹلہ ٹھہرے عبدالرحیم خاں ان کے سامنے پیدا ہوئے۔ یہ امر بالکل ثابت شدہ ہے حضرت اماں جی (اہل بیت حضرت خلیفہ اوّلؓ- مؤلف) بیمار تھیں، لاہور ان سے ملنے گئی۔ اُنہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم سال بھر قریباً وہاں ٹھہرے تھے۔ عبدالرحیم خا کی ہمارے سامنے پیدا ہوئے۔ دوسری بار کے جانے کی تاریخ اُن کے علم میں بھی نہیں۔ اُس وقت غالباً تنہا تھے۔ عیال ساتھ نہ تھے۔ حضرت اُمّاں جان (اُمّ المؤمنین) کے نام بھی آپ کا خط ملا۔ آپ بہت ضعیف ہو چکی ہیں۔ کسی وقت تو کچھ بات یاد آ جاتی ہے کبھی کچھ نہیں۔ اِن کو اکثر ضعف رہتا ہے۔ زیادہ بات چیت بھی نہیں فرما سکتیں۔ اے اللہ! تو اِنہیں اور جملہ صحابہ کو دیر تک صحت و عافیّت کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھ۔ (آمین۔ مؤلف)۔ صرف اتنا دریافت کرنے پر فرمایا کہ کوٹلہ سے بُلوایا تھا۔ جب تم پیدا ہوئی تھیں۔ تفاصیل وہ بیان نہیں کر سکتیں۔ اس سے زیادہ اس وقت تک کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔ شاید کسی کاغذ وغیرہ سے کبھی پتہ لگ سکے۔ ترجمہ قرآن شریف اِس اثناء میں ختم ہو چکا تھا یہ مجھے میاں (مُراد حضرت نواب صاحب ہیں- مؤلف) سے

سخت مصیبت کی حالت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر بخشے والسلام (مکتوب نمبر ۱۳)

اسی طرح مکتوب نمبر ۱۳ میں جو مکرم عرفانی صاحب کے نزدیک مئی ۱۸۹۸ء کا ہے نواب صاحبؓ کو حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:

''افسوس کہ مولوی صاحب اس قدر تکلیف کی حالت میں ہیں کہ اگر اور کوئی سبب بھی نہ ہوتا تب بھی اس لائق نہیں تھے کہ اس شدت گرمی میں سفر کر سکتے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہو جاتے ہیں۔ پیرانہ سالی کے عوارض ہیں اور مولوی صاحب کی بڑی لڑکی سخت بیمار ہے کہتے ہیں کہ اس کو سلّ ہوگئی ہے علامات سخت خطرناک ہیں۔نواسی بھی ابھی بیماری سے صحت یاب نہیں ہوئی ان وجوہ کی وجہ سے درحقیقت وہ سخت مجبور ہیں۔'' [۷۴]

اسی طرح مکتوب مورخہ ۶؍اگست ۱۸۹۸ء میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی صاحب کی دوسری لڑکی انہیں دنوں سے بیمار ہے جب کہ آپ نے بلایا تھا۔ اب بظاہر ان کی زندگی کی چنداں امید نہیں۔ جو اس میں بھی فرق آ گیا ہے اور مولوی صاحبؓ بھی ہفتہ میں ایک مرتبہ بیمار ہو جاتے ہیں بعض دفعہ خطرناک بیماری ہوتی ہے۔'' [۷۵]

حضرت مولوی صاحبؓ کی شادی کیلئے کوشش

حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے نرینہ اولاد نہ تھی۔ آپؓ حضرت اقدسؑ کے فدائی تھے

بقیہ حاشیہ:- سن کر علم ہوا ہے''۔ خاکسار یہ عرض کرتا ہے کہ مذکورہ بالا بیانات سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اماں جی۔ (اہل بیت حضرت مولوی صاحب) بوقت ولادت میاں عبدالرحیم خاں صاحب ۱۴/۱۳ جنوری ۱۸۹۷ء کو مالیر کوٹلہ میں تھیں۔ ان کو دوسرے سفر کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ اِن دونوں سفروں کو ایک ہی تسلسل میں سمجھتی تھیں کیونکہ یہ واقعہ ولادت تو دوسرے سفر کا ہے اِس لئے یہ بات درست نہیں کہ حضرت مولوی صاحب اُس وقت اکیلے مالیر کوٹلہ گئے تھے یا تو حضرت اماں جی اُس عرصہ میں جبکہ حضرت مولوی صاحب قادیان اور لاہور گئے مالیر کوٹلہ میں ہی رہیں یا حضرت مولوی صاحب کے ساتھ دوبارہ تشریف لے گئیں۔ چنانچہ مکرم عبدالرحیم صاحب (درویش) بیان کرتے ہیں کہ قیام مالیر کوٹلہ میں حضرت مولوی صاحب ایک بار کچھ عرصہ کے لئے وہاں سے تشریف لے آئے تھے لیکن میں ۱۸۹۷ء میں ہی واپس آیا اور حضرت مولوی صاحب کے اہلِ بیت بھی ۱۸۹۶ء میں جا کر ۱۸۹۷ء میں ہی قادیان واپس آئے۔ عبدالرحیم خاں صاحب کی ولادت میرے قیام مالیر کوٹلہ کے دوران میں ہوئی تھی میں جلسہ اعظم مذاہب میں بھی شامل نہیں ہوا۔

جیسے نبض قلب سے متابعت تامّہ رکھتی ہے۔ یہ ہی حال آپؓ کا تھا حضورؑ چاہتے تھے کہ اگر دو شادیوں سے نرینہ اولاد نہیں ہوئی تو تیسری شادی کر لی جائے شاید اس سے میسر آجائے چنانچہ حضور کے حکم سے حکیم مولوی فضل الدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ نے ذیل کا خط حضرت نواب صاحب کو تحریر کیا۔ حضرت نواب صاحب کو اس بارہ میں تحریر کرنے کا موجب یہ امر بھی ہوگا کہ حضرت نواب صاحب حضرت مولوی صاحب کیلئے حد درجہ احترام رکھتے تھے اور یہ خواہش بھی رکھتے تھے کہ حضرت مولوی صاحب مالیرکوٹلہ تشریف لایا کریں۔

مکرم معظم جناب نواب صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حضرت امام حجۃ الاسلام سلّمہم اللہ تعالیٰ وَاَیَّدَہٗ کا منشاء ہے کہ مولوی نورالدین صاحب کی شادی تیسری ہو جاوے اس فکر میں بہت طرف خیال کیا تو ایک امر یہ بھی خیال ہیں آیا کہ کھیرو میں نور محمد کی لڑکی بھی ہے آپ ایک لائق سمجھدار رازدار عورت بھیج کر دریافت فرماویں کہ وہ لڑکی کیسی ہے مفصل پتہ لے کر اطلاع فرما دیں۔

۶ / جون ۹۷ء۔ خاکسار فضل دین

حاشیہ: حاشیہ میں اس کا چربہ دیا جاتا ہے: حسب الحکم امام صادق ایدہ اللہ تعالیٰ از دارالامان قادیان

مکرم معظم جناب نواب صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ حضرت امام حجۃ الاسلام سلمہم ا[illegible]
تعالےٰ وایدہ کا منشاء ہے کہ مولوی نورالدین صاحب کی
شادی تیسری ہو جاوے اس فکر میں بہت طرف خیال کیا
تو ایک امر یہ بھی خیال میں آیا کہ کھیرو میں نور محمد کی لڑکی
بھی ہے۔ آپ ایک لائق سمجھدار رازدار عورت بھیجکر
دریافت فرماویں کہ وہ لڑکی کیسی ہے مفصل پتہ
لے کر اطلاع فرماویں۔ ۶ جون ۹۷ خاکسار فضل دین
حسب الحکم امام صادق ایدہ اللہ تعالےٰ از دارالامان قادیان

اوپر کے خط کے دوسری اور پھر اگلے صفحہ پر ذیل کا مکتوب مرقوم ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ مولوی صاحب کے پانچ لڑکے ہو کر فوت ہو گئے ہیں اب کوئی لڑکا نہیں۔ اب دوسری بیوی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اس صورت میں میں نے خود اس بات پر زور دیا کہ مولوی صاحب تیسری شادی کر لیں۔ چنانچہ برادری میں بھی تلاش در پیش ہے۔ مگر میاں نور محمد کھیر و والے کے خط سے معلوم ہوا کہ ان کی ایک نا کدخدا لڑکی ہے اور وہ بھی قریشی ہیں۔ اور مولوی صاحب بھی قریشی ہیں اسلئے کچھ مضائقہ معلوم نہیں ہوتا کہ اگر وہ لڑکی عقل اور شکل اور دوسرے لوازم زنانہ میں اچھی ہو تو وہیں مولوی صاحب کے لئے انتظام ہو جائے۔ پس اس غرض سے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ آپ کوئی خاص عورت بھیج کر اس لڑکی کے تمام حالات دریافت کراویں اور پھر مطلع فرماویں اور اگر وہ تجویز نہ ہو اور کوٹلہ میں آپ کی نظر میں کسی شریف کے گھر میں یہ تعلق پیدا ہو سکے تو یہ بھی خوشی کی بات ہے کیونکہ اس صورت میں مولوی صاحب موصوف کو کوٹلہ سے ایک خاص تعلق ہو جاوے گا مگر یہ کام جلدی کا ہے اس میں اب توقف مناسب نہیں آپ بہت جلد اس کام میں پوری توجہ کے ساتھ کارروائی فرماویں۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ (۶ جون ۹۷ء غیر مطبوعہ) [۷۶]

اس بارہ میں نواب صاحب کی طرف سے ایک مکتوب آنے پر ۲۷ جون ۱۸۹۷ء کو حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:

''اخویم مکرمی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کے لئے مجھے ابھی تک آں محبّ کی طرف سے کچھ تحریر نہیں آئی۔ مَیں نے سُنا ہے کہ مولوی صاحب کی نسبت انہیں کی برادری میں سے ایک پیغام اور آیا ہے اور ایک جگہ اور ہے۔ سو آپ کو یہ بھی تکلیف دی جاتی ہے کہ اگر وہ مقام جو آپ نے سوچا ہے قابل اطمینان نہ ہو یا قابل تعریف نہ ہو یا اس کا ہونا مشکل ہو تو آپ جلد اس سے مطلع فرماویں۔ تا دوسرے مقامات میں سلسلہ جنبانی کی جائے۔'' [۷۷]

نواب صاحب نے ایک خط اس تعلق میں ارسال کیا جس کے جواب میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت مجھ کو آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اس کو پڑھ کر اس قدر خوشی ہوئی کہ اندازہ سے باہر ہے۔ مجھے اول سے معلوم ہے کہ نور محمد کی لڑکی کی شکل اچھی نہیں اور نہ ان لوگوں کی معاشرت اچھی ہے۔

اگر سادات میں سے کوئی لڑکی ہو جو شکل اور عقل میں اچھی ہو تو اس سے کوئی امر بہتر نہیں۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر کسی دوسری شریف قوم میں سے ہو۔ مگر سب سے اول اس کے لئے کوشش چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو جلد ہونا چاہئے۔ اگر ایسا ظہور میں آ گیا تو مولوی صاحب کے تعلقات کوٹلہ سے پختہ ہو جائیں گے اور اکثر وہاں رہنے کا بھی اتفاق ہوگا۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور چند ہفتہ میں یہ مبارک کام ظہور میں آئیں تو کیا تعجب ہے کہ یہ عاجز بھی اس کار خیر میں مولوی صاحب کے ساتھ کوٹلہ میں آوے۔ سب امر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے امید کہ پوری طرح آں محبّ کوشش فرماویں کیونکہ یہ کام ہونا نہایت مبارک امر ہے۔ خدائے تعالیٰ پوری کر دیوے آمین ثم آمین۔'' [۴۸]

پھر حضورؑ نے ۴ستمبر ۱۸۹۸ء کو مزید تاکید کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''افسوس کہ مولوی صاحب کے لئے نکاح ثانی کا کچھ بندوبست نہیں ہو سکا۔ اگر کوٹلہ میں یہ بندوبست ہو سکے تو بہتر تھا۔ آپ نے سن لیا ہوگا کہ مولوی صاحب کی جوان لڑکی چند خورد سال بچے چھوڑ کر فوت ہو گئی ہے۔'' [۴۹]

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ

''مالیر کوٹلہ میں سیدوں کا ایک خاندان تھا جو رئیس خاندان کے پیر کہلاتے تھے۔ ان کے خاندان میں سے ایک کو خط حضرت نواب صاحبؓ نے لکھا تھا لیکن کسی جگہ کامیابی نہ ہوئی اور پھر اولا دنرینہ بھی ہونے لگی اس لئے بالآخر اور شادی کا خیال رہ گیا۔''

حضرت اقدسؑ کی طرف سے نواب صاحب کوملاقات کی بار بار ترغیب

انبیاء کی صحبت تمام امراضِ روحانیہ کے دفعیہ کے لئے تریاق اور اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ صحبت صالحین والے اثرات بدرجہ اولیٰ ان کی صحبت سے مترتب ہوتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ ہمیشہ احباب کو بار بار قادیان آنے اور زیادہ سے زیادہ قیام کرنے کی تلقین فرماتے تھے ان کی آمد سے آپ کے دل کی کلی کھل جاتی تھی اور ان کی واپسی کی جدائی آپ کے قلب رقیق کو مغموم کئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ چنانچہ آپ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیحؓ الثانی رحمہ اللہ) کے ختم قرآن کی آمین کے موقعہ پر بیرونی دوستوں کو بھی شرکت کے لئے مدعو کیا ان کی واپسی کا خیال کر کے آپ اپنے غم کا اظہار اِن الفاظ میں فرماتے ہیں:

مہماں جو کر کے الفت آئے بصد محبت — دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت

پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑیگا جو ملا ہے — گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے

شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

نواب صاحب کو بھی حضرت اقدسؑ بار بار ملاقات کی تلقین فرماتے تھے اور حضورؑ کی توجہات سے نواب صاحب کو قادیان بار بار آنے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ بیعت کے ذکر میں گذر چکا ہے کہ بیعت سے قبل ۱۵ / جولائی ۱۸۹۰ء کو اور بعد بیعت ۱۴ / فروری ۱۸۹۱ء کو آپؓ کے قادیان میں ہونے کا ذکر حضرت اقدسؑ نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے۔ اسی تعلق میں حضورؑ نے ۹ / جنوری ۱۸۹۲ء کو آپ کو تحریر فرمایا:

> ''یہ عاجز انشاء اللہ العزیز ۲۰ / جنوری ۱۸۹۲ء کو لاہور جائیگا اور ارادہ ہے کہ تین چار ہفتہ تک لاہور رہے۔ اگر کوئی تقریب لاہور میں آپ کے آنے کی اس وقت پیدا ہو تو یقین کہ لاہور میں ملاقات ہو جائے گی۔'' [۸۰]

پھر ۱۰ / دسمبر ۱۸۹۲ء کو تحریر فرمایا:

> ''مکرر میں آپ کو کہتا ہوں کہ اگر آپ چالیس روز تک میری صحبت میں آجائیں تو مجھے یقین ہے کہ میرے قرب و جوار کا اثر آپ پر پڑے اور اگر چہ میں عہد کے طور پر نہیں کہہ سکتا۔ مگر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ کچھ ظاہر ہوگا جو آپ کو کھینچ کر یقین کی طرف لے جائے گا۔'' [۸۱]

مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں:

''جنوری ۹۲ء میں حضرت اقدسؑ لاہور تشریف لے گئے ابتداً چونے منڈی میں منشی میران بخش کی کوٹھی میں فروکش ہوئے۔ وہاں آپ نے ایک تقریر کی اور حضرت حکیم الامّہ نے بھی تقریر کی تھی۔ اس کے بعد محبوب رایوں کے مکان واقعہ ہیرا منڈی میں تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔ فروری میں مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری سے حضرت اقدسؑ کا مباحثہ ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت نواب صاحب کو لاہور آنے کا موقعہ نہیں ملا۔ البتہ آپ جلسہ سالانہ ۹۲ء میں شریک ہوئے۔''

مارچ ۹۳ء میں حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی دو روز کے لئے دعا کی خاطر قادیان آنے کی آپ کو تحریک فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ مع التسلیم۔ خاکسار نورالدین۔ **اللھم اجعلہ** کَاِسمِہٖ آمین۔ بگرامی خدمت حضرت نواب صاحب مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش پرداز

۱- عرق اور افسنتین۔ دونوں وقت سحر اور افطار کے وقت کھانے سے اول گودس منٹ ہی پہلے کیوں نہ ہو کھالیں۔

۲- معدہ پر روغن کا ملنا خلّو معدہ کے وقت انسب ہے اور رمضان شریف میں وہ دوپہر اور رات کے دس بجے کافی ہے۔ اگر دو وقت نہ ہوسکے تو ایک ہی وقت کافی ہے۔ دوپہر کے وقت۔

یہاں تک آپ کے ۱۳ مارچ ۹۳ء کے کرم نامہ کا جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اپنی صفات میں اپنے افعال باہمہ کامل عدل اور کامل رحم کے بالکل مستغنی ہے اور صاف ظاہر ہے کہ کامل علم کامل قدرت کامل خدائی کو غنا لازمی ہے۔ پھر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ حیّیٌ اور ستیّر ہے۔ کیا معنی بڑا حیا والا اور پردہ پوش ہے۔ یہ میری باتیں سرسری نہیں بلکہ واقعی ہیں۔ حضرتؑ جب آپ کے لئے دعا پر زور دیتے تب ہی آپ کے لئے صبر اور تقویٰ کا حکم نازل ہوتا حضرتؑ حیران رہ جاتے کہ یہ کیا معاملہ ہے آخر یہ صلاح ٹھہری کہ پیارا نواب صرف دوروز کے واسطے یہاں آجاوے۔ مطلب یہ تھا کہ بعض وقت روبرو ہونے سے حجاب جلد اُٹھ جاتا ہے۔ ان چند روزوں میں آپ کے لئے توجہ پیش تھی آپ زیادہ تر خوف الٰہی اور خشیتِ رَبانی سے کام لیتے اور مجھے یقین

ہے کہ اب آپ تلافی کریں گے۔ استغفار۔ لاحول اور نماز میں دعا سے زیادہ کام لیں گے۔ رمضان شریف زیادہ موقعہ دیگا۔

سنو بھائی! جو عذر آپ نے بیان فرمائے ہیں وہ خود ہی کیا ہیں۔ بحمد اللہ ہماری حالت بھی بہت امیروں، دولتمندوں، آسودوں سے کم نہیں اور علم وفہم اور اس پر مختلف مجلسوں مختلف بلاد اور مختلف باتوں کے سننے کا موقعہ ہم کو بہ نسبت امراء کے زیادہ تر حاصل ہے۔ پھر آپ جانتے ہیں ان دنوں مجھے علاج معالجہ کے واسطے زیادہ فرصت نکالنی مناسب تھی۔ مگر پھر بھی مرزا جی کی صحبت کو کتنا مقدم کر لیا۔ آپ کی ضرورتیں مجھ سے زیادہ نہیں مگر یہ فقرہ تفسیر طلب ہے تو میں تفسیر کو حاضر ہوں۔''

حضرت نواب صاحبؓ کی ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸؍جنوری ۹۸ء کو آپ کوٹلہ سے روانہ ہو کر اگلے روز قادیان۔ پہنچے ۲۸؍جنوری کی ڈائری سے بھی آپ کے قادیان میں ہونے کا علم ہوتا ہے اور گو ابتداء جولائی ۹۸ء میں بھی آپ قادیان آئے تھے ☆ پھر بھی حضورؑ نے ۲۱؍جولائی ۹۸ء کو آپ کو تحریر فرمایا کہ:

''ان دنوں التزامِ نماز ضروری ہے۔ مجھے تو یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ دن دنیا کے لئے بڑی بڑی مصیبتوں اور موت اور دُکھ کے دن ہیں اب بہر حال متنبّہ ہونا چاہیئے۔ عمر کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ میں نے خط کے پڑھنے کے بعد آپ کے لئے بہت دعا کی ہے اور امید ہے کہ خدا تعالیٰ قبول فرمائے گا مجھے اس بات کا خیال ہے کہ اِس شورِ قیامت کے وقت جس کی مجھے الہام الٰہی سے خبر ملی ہے حتی الوسع اپنے عزیز دوست قادیان میں ہوں مگر سب بات خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔'' [۸۲]

حضور ۲۹؍جنوری ۱۹۰۰ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور کامل طور پر قوت ایمان عطا فرماوے اور ہر طرح سے امن میں رکھے تب اِس کے باقی ہموم وغموم کچھ چیز نہیں۔ میرا دِل بہت چاہتا ہے کہ آپ دو تین ماہ تک میرے پاس رہیں نہ معلوم کہ یہ موقعہ کب ہاتھ آئے گا۔'' [۸۳]

☆ فروری ۹۸ء میں حضرت نواب صاحب کے قادیان آنے کا علم الحکم پرچہ ۹۸-۳-۱۳ (صفحہ۲ کالم۱) سے اور جولائی میں آنے کا علم حضرت اقدس علیہ السلام کے ایک غیر مطبوعہ مکتوب مورخہ ۴ جولائی ۹۸ء سے ہوتا ہے جس میں حضرت اقدسؑ اگلے روز قادیان سے جانے کی اجازت نواب صاحب کو مرحمت فرماتے ہیں۔

اور ۷ اگست ۱۹۰۰ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اپنے بے انتہا اور نہ معلوم کرم اور فضل آپ پر کرے اور لباس التقویٰ سے کامل طور سے اولیاء اور صلحا کے رنگ سے مشرف فرمادے۔ایک بڑی خواہش ہے کہ آپ فرصت پا کر تشریف لاویں کیونکہ اب تک یک سوئی اور مخاطبت کی صحبت کا آپ کو اتفاق نہیں ہوا''۔[۸۴]

نواب صاحب ۱۳ر نومبر ۱۹۰۱ء کو روانہ ہوکر اگلے روز قادیان پہنچے اور آخر ماہ تک آپ کا قیام قادیان میں رہا۔ پھر آپ کچھ دنوں کے لئے چلے گئے بعد ازاں دسمبر کے اواخر میں دوبارہ قادیان تشریف لائے۔☆

ہجرت کے محرکات

حضرت نواب صاحبؓ کی ہجرت کی راہ میں متعدّد موانع تھے۔ظاہری دولت وحشمت ،مال ومنال، عزّ وجاہ، اقارب، جاگیریں اور وطن جہاں آپ کی ایک طرح کی حکومت تھی۔قادیان آنا ایک حد تک ان سب علائقِ دنیویہ سے انقطاع چاہتا تھا اور یہاں آ کر قیام کرنے سے ان میں کمی آتی تھی۔سوا گر قادیان میں لانے کا باعث کوئی باطنی اور روحانی کشش نہ تھی اور کون سی ظاہری جاذبیت تھی کہ جس نے ان سے سب کچھ چھڑا کے دو چھوٹے چھوٹے کمروں میں جن کے قریب ایک دو اور کچّے کمرے بنوا لئے تھے رہنے پر آمادہ کرلیا اور آپ کے دل نے اپنے محلّات چھوڑ کر اس تنگ جگہ کی بود وباش کو اپنے لئے باعثِ صد عزّ وفخر جانا اور ہر طرح اطمینان پایا۔اسوقت قادیان کی کیا حالت تھی پانچ سال بعد کی ہی حالت سے اندازہ لگا لیجئے جب کہ مئی ۱۹۰۵ء میں مولانا ابوالکلام آزاد (وزیر تعلیم بھارت) کے بھائی مولانا ابوالنصر آہ قادیان آئے آپ تحریر کرتے ہیں:

☆ آپ کی ڈائری ۰۱-۱۱-۱۳ سے ۰۱-۱۱-۲۶ تک ملی ہے اس کے بعد ۰۲-۱-۱ سے شروع ہوتی ہے۔اس سفر میں ساتھ آنے والوں میں مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کا نام بھی درج ہے۔میاں صاحب موصوف ذکر کرتے ہیں کہ آمین کے وقت میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ چوکی پر کھڑا ہوا تھا۔ سیدہ موصوفہ اور آپ کے بھائیوں کی آمین ۰۱-۱۱-۳۰ کو ہوئی تھی۔اور سیدہ موصوفہ تصدیق فرماتی ہیں کہ میاں صاحب موصوف کا آمین کے وقت موجود ہونا مجھے بھی یاد ہے گویا کہ نواب صاحب کا قیام اس تاریخ تک ہونا یقینی ہے۔قادیان سے جانے کی تاریخ کا کوئی ریکارڈ نہیں۔

''نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی شاندار اور بلند عمارت تمام بستی میں صرف ایک ہی عمارت ہے۔ راستے کچے اور ناہموار ہیں۔ بالخصوص وہ سڑک جو بٹالہ سے قادیان تک آئی ہے اپنی نوعیت میں سب پر فوق لے گئی ہے۔ آتے ہوئے یکّہ میں مجھے تکلیف ہوئی تھی۔ نواب صاحب کے رتھ نے لوٹتے وقت اس میں نصف کی تخفیف کر دی۔ اگر مرزا صاحب کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں موجزن نہ ہوتا تو شاید آٹھ میل تو کیا آٹھ قدم بھی آگے میں نہ بڑھ سکتا۔'' [۸۵]

مولانا موصوف کے بیان سے اس وقت کی حالت ظاہر ہے جن دوستوں نے مذکورہ مکان حضرت نواب صاحب کا دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ معمولی حیثیت کا ہے جب وہ سارے قادیان میں اس وقت ایک ہی شاندار عمارت سمجھا جاتا تھا تو اس وقت کی قادیان کی جو حالت ہوگی ظاہر ہے۔ سو ہجرت کے محرکات کیا تھے؟ دنیا سے رد گردانی۔ بے پناہ مذہبی جذبہ اور صحبت صالحین سے استفادہ کا جوش ☆ یہ حقیقت ہے کہ دل

☆ حضرت نواب صاحب میں جو دین کے لئے جذبہ تھا وہ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے ذیل کے مکتوب سے عیاں ہوتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ وساوس ہیں اور سالک کو ضرور پیش آتے ہیں۔ اِن میں تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اور ہرگز نہیں۔ آپ ذرّہ بھی توجہ نہ فرماویں۔ یہ کیا وساوس ہیں کیا اچھا ہوتا اگر آپ گاہے گاہے قادیان آجایا کرتے۔ کوئی بھی تکلیف آپ کو یہاں انشاء اللہ تعالیٰ نہ ہوتی نہ غسل خانہ کی نہ پاخانہ کی اور میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ چیزیں تیار کر دونگا۔ باقی قصّہ ایسا ہے کہ جلد طے ہوسکتا ہے۔ یہ شیطانی وساوس ہیں ان کا کیا بقا ہے۔ ثبوت اشیاء کا اس طرح بھی ہوتا ہے کہ راست باز اور بکثرت راست باز شہادت دیں اور ان کی شہادت میں کوئی کارستانی نہ ہو۔ نواب! میں راستباز ہوں اور بدُوں کسی طمع وغرض کے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی آواز اور کلام میں نے خود سنی ہے۔

میرے دوستوں میں مرزا خدا بخش بھی ہیں ان کو السلام علیکم عرض کر دیں اور یاد دلا دیں کہ **القول المستحسن** میاں یوسف علی خاں صاحب کو دیدی پہنچا دی یا نہیں۔

نورالدین ۹؍دسمبر ۹۷ء از قادیان

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے کنبہ کو صحت وعافیت بخشے۔

میں نور پیدا ہوتا ہے تو آسمانی نور بھی نازل ہوتا ہے۔آپ کا قلب صافی صحبتِ صالحین کے شوق میں بار بار حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو مالیر کوٹلہ آنے کی تحریک کرتا تھا۔حضرت نواب صاحب کا نور قلب حضرت اقدس علیہ السلام کی توجہات شفقت اور دعاؤں کے لئے جاذب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت نواب صاحب کے لئے تمام مشکلات سہل کر دیں۔اور انشراح قلب کے ساتھ ہجرت کا عزم کر لینے کی توفیق ارزاں کی لیکن جب تک آپ کا قادیان ہجرت کرآنا متعذر رہا۔آپ **المکتوب نصف الملاقات** سے کما حقہ فائدہ اٹھاتے رہے۔چنانچہ حضرت اقدسؑ کے علاوہ دیگر بزرگانِ کرام سے بھی آپ کی خط و کتابت تھی اور ان سب کی طرف سے آپ کو ترغیب حسنات کی جاتی۔سلسلہ کے حالات سے آگاہ کیا جاتا۔ایک عرصہ تک نواب صاحب نے اپنے نمائندہ کے طور پر اپنے ملازم مرزا خدا بخش صاحب کو قادیان بھیجا تا کہ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دعاؤں کی تحریک ہوتی رہے اور قادیان کے حالات کی اطلاع بھی آتی رہے۔اور بعض اوقات حضرت اقدسؑ بھی بطور نمائندہ مرزا صاحب کو بلوا لیتے تھے☆ چنانچہ حضورؑ ۱۸/اپریل ۱۸۹۹ء کو حضرت نواب

☆ ذیل میں احباب کے علم کے لئے اور فائدہ کے لئے ان ایام کے مکتوبات درج کر دئے جاتے ہیں ان میں بعض غیر مطبوعہ رؤیا بھی ہیں اور وعظ ونصیحت وغیرہ بھی۔مرزا خدا بخش صاحب کے متعلق سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ ''نواب صاحب نے بطور نمائندہ انہیں قادیان میں بھیجا تھا۔وہ سال بھر قادیان میں رہے۔حضرت اقدسؑ کے حالات نواب صاحب کو لکھا کرتے تھے۔انہیں ساٹھ روپے مشاہرہ ملتا تھا جو اس زمانہ کے لحاظ سے بہت بڑی رقم تھی ان کو حضرت اقدسؑ نے سیدّہ ام ناصر احمد صاحبہ والے حصہ میں دارالمسیحؑ میں ٹھہرنے کے لئے جگہ دی اور ان کا خاص خیال رکھتے تھے اور یہ سب احترام نواب صاحب کی وجہ سے تھا اور بعد میں بھی یہی امر مرزا صاحب کے ابتلا کا موجب بنا کہ وہ سمجھنے لگے کہ ان میں کوئی خاص خوبی پائی جاتی ہے۔'' یہ چونکہ ان کا بعد میں حال ہوا اس لئے پہلے کے ایام کے ان کے نوشتہ حالات درج کرنے میں حرج نہ دیکھ کر انہیں بھی شائع کیا جا رہا ہے۔

۱- مرزا خدا بخش صاحب حضرت نواب صاحب کو تحریر کرتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم   **نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم**

قادیان ۲۲/مارچ ۹۳ء

آقائے نامدار عالی وقار۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آج کل حضرت اقدسؑ باوجود ضعف و بیماری کے جناب کے واسطے سخت مجاہدہ میں مصروف رہے۔کل شب کو ایک خواب اور کچھ تحریری طور پر لکھا ہوا پیش

صاحب کوتحریر فرماتے ہیں:

بقیہ حاشیہ:- ہوا۔لکھا ہوا تو سوائے ن وض کے اور کچھ پڑھا نہ گیا اور خواب بھی سارا یاد نہیں رہا۔اخیری فقرہ یادرہا وہ یہ تھا۔ان اللہ علیم حَکِیْمٌ آج شب کوخداوندتعالیٰ (نے) فیصلہ ہی کردیا ہے اور اب حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں۔اب بار بار اسی مطلب کے واسطے دعا کرنا اللہ تعالیٰ کے سامنے گستاخی کرنا ہے۔الہام جو آج رات کو ہوا وہ یہ ہے ان اللہ علی کل شی قدیر۔پھر کشفی طور پر یہ معلوم ہوا قُل کُونوا اللہ قَانِتِنُ۔ اوّل کے تو یہ معنی ہیں کہ اللہ سب چیز پر قادر ہے۔دوسرے کے یہ ہیں کہہ دے کہ وہ اللہ کے فرمانبردار ہوجائیں یعنی دعا تو قبول ہوچکی ہے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء جناب کے مدعا براری کے لئے پائی جاتی ہے۔مگر شرط یہ لگائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پورے پورے فرماں بردار ہوجاؤ۔اب سب بات آپ پر آن پڑی ہے آپ کو چاہیئے کہ ہر امر میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو اپنا شیوہ بنائیں۔حضرت اقدسؑ کل خود ایک خط جناب کی خدمت میں تحریر فرمادیں گے......اَحْقَرُ العباد خدا بخش۔

نوٹ: حضرت اقدسؑ کے ۹۳-۳-۲۵ کے مکتوب میں کُوْنُوْا نہیں بلکہ قُوْمُوا [۸۲] مرقوم ہے۔

۲- حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم الحمد لولّیہ و الصلوۃ و السلام علی نبیہ و آلہ۔جناب مکرم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عبداللہ فخری کا خباثت اور شرارت اور نا قابل عفو گستاخی سے بھرا ہوا خط خدمت میں ارسال کرتا ہوں جو کل کی ڈاک میں موصول ہوا مجھے افسوس ہے کہ اس ناپاک خط کے پڑھنے سے آپ کو تکلیف ہوگی۔گستاخ بے ادب کو اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اس میں مخاطب کرنے کا کونسا محل ہے۔بہرحال امید ہے کہ آپ اسے سمجھائیں گے۔

ایک ہفتہ ہوا لاہور سے ایک بی اے نوجوان بنّوں کا رہنے والا بڑا تیز طبع ہمارے حضرت کو دیکھنے کے لئے (آیا) دوسرے روز جمعہ تھا۔بعد از جمعہ اس نے رخصت مانگی۔حضرت کے دل میں القاء ہوا کہ اس کے لئے دعا کرو۔دعا کی معاً اس کا قلب تبدیل کیا گیا اور بیعت کی درخواست کی اور بفضل اللہ زمرۂ مخلصین عباد میں شامل ہوگیا۔والحمدللہ علی ذٰلک

رسالہ دعا ابھی لکھا جارہا ہے۔آپ کے کرم سے انگریزی اخبار برابر دیکھنے میں آتا ہے۔اگر مرزا خدابخش صاحب خدمت میں ہوں سلام علیکم اور میری امانت جلد مجھے پہنچائیں مجھے سخت ضرورت ہے۔عاجز عبدالکریم ۱۹؍اپریل۔

''عید کی تقریب پر اکثر احباب قادیان آئیں گے اور بعض دینی مشورے بھی
اسی دن پر موقوف رکھے گئے ہیں۔سو اگر آں محبّ آ نہ سکیں جیسا کہ ظاہری علامات ہیں

بقیہ حاشیہ:- نوٹ: رسالہ دعا سے مراد کتاب ایّام الصلح ہے جس میں دعا کے متعلق حضرت اقدسؑ نے بہت کچھ رقم فرمایا ہے اور اس کا ترجمہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کررہے ہونے کا ذکر پہلی بار الحکم پرچہ ۲۷؍مارچ ۹۸ء ۶؍اپریل میں آتا ہے اور طبع شدہ ہے۔حضرت مولوی صاحب کے اسی ماہ کے ایک اور مکتوب میں رسالہ دعا کے ساتھ مولوی سید محمد احسن صاحب کی کتاب مسلک العارف کا بھی ذکر ہے اور وہ بھی ۹۸ء کی تصنیف ہے۔

۳- حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے رقم فرمایا:

شامی صاحب کا معاملہ۔شامی صاحب کی شادی میں دو آدمیوں کے خرچ کا ذمہ دار یہ خاکسار ہوا ہے اور یہی وعدہ میرا تھا جس پر میں بدل قائم ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ قائم رہوں گا۔یہ انشاء اللہ تاکیدی اور قسم ہے نہ حیلہ سازی لفظ۔

مجھے یاد پڑتا ہے اگر میری یادداشت غلطی نہیں کرتی اور اگر غلطی ہو آپ اصلاح فرمادیں کہ آپ نے فرمایا تھا چھ روپیہ دو آدمیوں کے لئے کافی ہیں پس اس کی دو صورتیں ہیں۔آپ کے دو آدمی مولوی عبداللہ صاحب میاں نواب خاں ہمارے پاس کھانا لیا کریں اور آپ اسکے بدلہ میں شامی کی بی بی اور اس کی والدہ کو دیں۔

جناب من۔شامی کے ہاتھ اگر خزانہ قارون ہو کفایت نہیں کرتا۔اور ہم اس کے فضول خرچ کے ذمہ دار نہیں نہ شرعاً نہ عرفاً۔جب اس کو اپنے اخراجات کے لئے مجبور نہ کیا جاویگا وہ فضولی میں ترقی کریگا جس کی حد نہیں۔پس یہ ہماری غلطی ہوگی اور ہے۔

شامی کے ہاتھ نقد روپیہ ہرگز نہ دیجئے اور کہہ دیجئے کہ ہم نے شادی کردی تم اپنا فکر کرو۔بی بی کا فکر نہ کرو نہ شادی کا۔یہ ہماری طرف سے سلوک کم نہیں۔میں تو شامی کو خوب جانتا ہوں مگر اس کی شادی کو اس کی اصلاح کا باعث خیال کرتا ہوں۔اگر اللہ تعالیٰ میرے ظنّ کو صحیح کردے میں دل سے عرض پرداز ہوں کہ شامی صاحب کی بی بی اور ساس کا خرچہ جہاں تک مجھ میں توفیق ہے ۶ روپیہ ماہانہ یا آپ مجھے امداد کریں تو پانچ روپے۔۱۶؍دسمبر ۹۳ء سے میرے ذمّہ ہوا۔اگر طالب علموں کا تبادلہ منظور ہو تو پھر روپیہ ششماہی یا ماہانہ جس طرح آپ فرماویں روانہ کروں۔والسلام جو نابینا قابل رحم ہے اس کو آپ دیں۔''

نوٹ: یہ خط مکمل ہے۔

تو مناسب ہے کہ ایک ہفتہ کے لئے مرزا خدا بخش صاحب کو بھیج دیں تا ان مشوروں

بقیہ حاشیہ:- ۴- ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مقدمہ کے تعلق میں مرزا خدا بخش صاحب تحریر کرتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی

گورداسپور ۲۱ اگست ۹۷ء

مخدوم ومکرم جناب نواب صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنان دین کا منہ کالا کردیا۔ اس مخبر نے محض تائید الٰہی سے صاف صاف بیان کردیا کہ فلاں فلاں پادری نے مجھے سکھلایا اور اس وکیل نے جو عیسائیوں کی طرف سے عدالت میں پیروکار تھا۔ امرتسر کے مقام پر یہ یہ باتیں سکھلائیں اور مجھے بہت ڈرایا اور دھمکایا گیا اور میرا تین دفعہ فوٹو لیا گیا اور کہا گیا کہ اگر تو بھاگ جائیگا تو تجھے گرفتار کرایا جاوے گا۔ غرض ان سے کل (لفظ پڑھا نہیں گیا) کے ساتھ ہر ایک عیسائی کے سامنے بڑی جرأت سے کل راز سر بستہ کو کھول کر عیسائیوں کے مکر اور فریب اور بے ایمانی کو اظہر من الشّمس کردیا۔ **والحمد للہ علیٰ ذلک۔** حضرت اقدسؑ سے جواب دعویٰ ہی نہیں لیا گیا۔ صاحب مجسٹریٹ نے اس مخبر کو رہا کردیا اور ہدایت کی تم اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ کپتان صاحب نے بڑی عمدہ شہادت دی کہ اس مخبر کی خاص نگرانی کی گئی۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا کوئی آدمی نزدیک نہیں آنے پایا۔ جب میں نے بحکم صاحب مجسٹریٹ اس مخبر سے اصلیت کی تحقیق کے لئے اس سے دریافت کیا تو برابر اپنے سابقہ بیان ...... پر مُصر رہا۔ ایک روز میں نے بذات خود دریافت کیا۔ دو دفعہ تو یہی کہا کہ میرا وہی بیان ہے جو...... تیسری مرتبہ کپتان نے (کہا) کہ تم ٹھیک ٹھیک بیان کردو اس پر یک لخت اس...... پگڑی کو سر سے اتار کر کپتان صاحب کے پاؤں پر گر پڑا اور زار زار رونے لگا...... اگر مجھے معافی ہو تو میں صاف صاف بیان کردیتا ہوں۔ کپتان نے کہہ دیا کہ اچھا تمہیں معافی دی جاتی ہے تم راست راست ایمان سے کہو چنانچہ اس نے صاف صاف بیان کردیا اور پھر مجسٹریٹ کے سامنے بھی اس نے بڑی جرأت کے ساتھ اصل حقیقت بیان کردی ہے۔ کپتان کے روبرو اس نے محمد حسین بٹالوی کا نام بھی لیا تھا کہ اس نے مجھے بہت کچھ سمجھایا تھا۔ مگر عدالت میں اس نے اس کا نام بیان نہیں کیا۔ شاید سہواً بھول گیا۔ اس کم بخت بدنصیب شیخ کا انجام بد ہی نظر آتا ہے مخالفت اور عداوت میں اس کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے لیکن چونکہ اس کی نسبت الہام مدت سے ہے کہ **انی مھین من اراداھانتک** اس کی کرّات مرّات تصدیق ہونی ضروری ہے کیونکہ وہ اب تک اپنی سرکشی سے باز نہیں آیا۔ اس موقعہ پر جو ذلّت اور خواری اس نا اہل مولوی کو نصیب ہوئی اس کی کوئی انتہا ہی نہیں چونکہ منشی یعقوب علی صاحب نے کل کارروائی کو چھاپ دیا ہے۔ اس واسطے اس کا لکھنا ضروری

میں شامل ہو جائیں۔'' ۸۷

اسی طرح حضورؑ ۲۹؍جنوری ۱۹۰۰ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''دعا تو بہت کی گئی اور کرتا ہوں مگر ایک قسم دعا کی ہوتی ہے جو میرے اختیار

بقیہ حاشیہ:- نہیں معلوم ہوتا اللہ تعالیٰ نے بے مانگے حضرت اقدسؑ کو کرسی دلوادی اور جہاں جہاں سے گذر ہوا لوگ زیارت کے لئے آتے اور بڑے ادب سے تعظیم وتکریم کرتے۔ بٹالہ کے اسٹیشن پر جب پہنچا تو اسٹیشن پر حضرت اقدس مع ایک کثیر جماعت کے موجود تھے۔ اسٹیشن ماسٹر باوجود ہندو ہونے کے ان کی اس قدر تعظیم کرتا تھا کہ جس کی حد نہیں اور لوگ بہت ہی جھک جھک کر سلام کرتے اور گورداسپور تک جس قدر سٹیشن تھے۔ لوگ ان کے آنے کے منتظر اور زیارت کے خواہاں موجود تھے اور ہندو اور سکھ وغیرہ آن کر سلام کرتے اور کہتے کہ بڑے مہاتما بڑے ولی ہیں۔ گورداسپور میں ادنیٰ سے اعلیٰ تک خواہ حکام تھے۔ یا غیر حکام حضرت اقدسؑ کی تعظیم کرتے تھے۔ اس مقدمہ سے حضرت اقدسؑ کی مماثلت حضرت مسیح علیہ السلام سے کامل طور سے ثابت ہوئی (پانچ سطر چھوڑ کر ناقل) اسی طرح یہاں پر محمد حسین نے کہا کہ بغاوت کا ارادہ اور بادشاہ بننے کی خواہش کرتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیحؑ کے ساتھ حاکم معہ اپنے ملازمان کے طرفداری کرتے تھے ایسا ہی یہاں پر ہوا کہ چپڑاسیوں تک خیر خواہ تھے جیسے وہاں ایک معتقد نے گرفتار کروایا تھا ایسا ہی یہاں پر ہوا۔ اِسی طرح یہاں پر بھی جمعہ کے روز فیصل ہوا۔ جیسے جمعہ کے روز وہ مقدمہ فیصل ہوا تھا اس جمعہ کو بوجہ عید یہودیان تعطیل تھی اسی طرح اس جمعہ کو جنم اشٹمی کی وجہ سے رخصت تھی۔ مگر باوجود اس کے دونوں موقعوں پر مقدمہ پیش ہوا۔ غرض ہر طرح مماثلت ثابت ہوتی ہے۔

اس دفعہ جس قدر ذلت محمد حسین کی ہوئی ہے ایسی شاید کسی کی نہیں ہوئی......اللہ تعالیٰ (نے) سب کو شرمندہ کیا۔ محمد حسین تو اگر ذرّہ بھی شرم اور حیا رکھتا ہو ڈوب کر مرجائے۔ مگر خدا معلوم ابھی اور ذلتوں کا منہ دیکھنا باقی ہوگا......صاحب مجسٹریٹ نے مخبر کو رہائی دیکر جہلم کو سوار کرا کر بھیج دیا ہے اور ہمارے وکلاء کو کہہ دیا ہے کہ غالباً تمہارے آنے کی ضرورت نہیں ہوگی اتوار کو فیصلہ لکھوں گا اور پیر کو سناؤں گا......

ہماری جماعت کے بہت لوگ آئے ہوئے ہیں۔ والسلام عاجز مرزا خدا بخش

۵- مرزا خدا بخش صاحب تحریر کرتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم **نحمدہ ونصلی** دارالامان قادیان ۲۳؍فروری ۱۹۰۰ء

مخدوم مکرم جناب نواب صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ......حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ

میں نہیں۔ غالباً کسی وقت کسی قدر ظہور میں آئی ہوگی اور اس کا اثر یہ ہوا ہوگا کہ پوشیدہ آفات کو خدا تعالیٰ نے ٹال دیا۔ لیکن میری دانست میں ابھی تک اکمل اور اتم طور پر ظہور میں نہیں آئی۔ مرزا خدا بخش صاحب کا اس جگہ ہونا بھی بہت یاد دہانی کا موجب

بقیہ حاشیہ:- عیدالاضحیٰ یہاں آن کر پڑ ہیں۔ اگر سارا ڈیرہ ہمراہ نہ ہو تو صرف مجرّد ہی ایک دو روز کے لئے ضرور آ جائیں۔ اسی موقعہ پر تمام جماعت کا فوٹو بھی لیا جائے گا۔ مسجد بڑی کو وسعت دے دی گئی ہے۔ غالباً عید بھی اسی مسجد میں پڑھی جائے گی۔

ٹرانسوال کے زخمیوں کے لئے چندہ اب تک کوٹلہ سے وصول نہیں ہوا۔ ادھر حضرت اقدسؑ نے خاکسار کو تاکیداً حکم دیا ہے کہ جس قدر فہرست تیار ہو چکی ہے وہ روئیداد کے ساتھ شائع کر دو۔ روئیداد میں نے کاتب کو دے دی ہے۔ اگر وہاں سے فہرست چندہ دہندگان آ جائے تو ساتھ ہی شائع ہونا مفید ہوگا۔

کل حضرت اقدسؑ کو چار پانچ مریدوں کی قسمت دکھلائی گئی جن کو وہ خوب جانتے ہیں اور ایک کی عمر صرف چار سال باقی ہے اس سے زیادہ بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک یہ الہام بھی ہوا ہے کہ **مَا اَھْلَکَ اللّٰہُ اَھْلَکَ** یعنی اہل سے مراد وہ سب لوگ ہیں جو دارالامان میں رہتے ہیں۔ معنی اللہ تیرے اہل کو ہلاک نہیں کرے گا۔

اور ایک الہام یہ بھی ہوا **وقادرٌ عَلَی الْاِجتماع والاجماعِ والْجمعِ**۔

نظام الدین وامام الدین نے جو رستہ بند کر رکھا ہے اس کی اپیل چیف کورٹ میں ہماری طرف سے دائر ہے چیف کورٹ سے فریق مخالف کے نام نوٹس جاری ہوا ہے اور ۱۲/ اپریل تاریخ مقرر ہے۔ اس تاریخ کو مجھے بھی چیف کورٹ میں حاضر ہونا ہوگا۔ ہماری طرف * مارٹیگن جو ایک لائق بیرسٹر کی طرح مشہور ہے۔ مقرر کیا گیا ہے۔ مقدمہ فوجداری میں ہے۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اس کارروائی سے ڈپٹی کمشنر گورداسپور جو ایک شرابخور اور کینہ ور آدمی ہے ناراض سا ہے۔

پانچ روز ہوئے حضرت اقدسؑ نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی قتل ہو گیا ہے اور کل اس کا وقوعہ ہو گیا۔ یہاں کے زمیندار باہم لڑ پڑے اور ایک آدمی مارا گیا۔ ہماری جماعت سے ان کو تعلق نہیں ہے۔

...... کچھ یہاں دیوار مکان مرمت کر دی گئی ہے اور کچھ باقی ہے۔ روپیہ آنے پر مرمت کر دی جائے گی...... اب ٹھیکہ کی کیا صورت ہے؟ ......صوفی صاحب کی اہلیہ کی وفات کا افسوس ہوا۔ عاجز مرزا خدا بخش۔

۶ - حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب دعاؤں کے تعلق میں قیمتی شے ہے فرماتے ہیں:

ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ کسی وقت کوئی ایسی گھڑی آ جائے گی کہ یہ مدعا کامل طور پر ظہور میں آ جائے گا۔'' ۸۸

بقیہ حاشیہ:- قادیان یکم جنوری۔

مکرم بندہ خاں صاحب۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔دل میں سخت درد پہنچتا ہے۔اگر خدا تعالیٰ کا وجود اور اس کی صفت سمیع الداعین پر پُر از بصیرت یقین نہ ہوتو ایک رنجیدہ دل سے تو اس دنیا کی زندگی سے تلخ تر کوئی چیز نہ ہو۔جب یہ صحیح ہے کہ جوش کا دل میں پیدا کرنے والا وہی ہے اور دل محسوس کرتا ہے کہ حقیقی اور بلا تصنع جوش سے لبریز ہے تو کیونکر اس یقین سے سیرابی نہ ہو کہ آپکے حق میں جو دعائیں جارقلب سے نکل رہی ہیں ضرور ایک دن پھل لائیں گی۔

مجھے اس تصور سے درد ضرور پہنچتا ہے پر تعجب نہیں پیدا ہوتا کہ آپ کے ابتلاؤں نے لنبی (مراد لمبی) اور بھیانک شکل پیدا کر لی ہے۔اس لئے کہ بڑوں کے ابتلاء بھی بڑے ہوتے ہیں اور اسی مقدار پر دعائیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔رہا دعاؤں کے قبول میں توقف واقع ہونا یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔یہ مسلم امر ہے کہ قبول دعا میں جتنی تاخیر ہو قبول کا ہونا یقینی اور قطعی ہو جاتا ہے۔ہاں کرب اور قلق کی بات یہ ہے کہ ہمارے اخلاص اور انابت اور تبتل میں کوئی کوتاہی ہو اور ابتلاء اصطفاء کے رنگ میں نہ ہو۔یہ بھی ہمارے علم اور احاطہ ادراک سے باہر بات ہے۔ہم کہاں تک مغالطاتِ نفس سے واقف ہو سکتے یا بچ سکتے ہیں۔بہرحال ہمارا کام آستانہ الوہیت پر سر رکھے رہنا ہے۔والسلام۔

امید ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے آپ کو خط لکھا ہوگا۔کل میں (نے) عرض تو کیا تھا کہ اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائیں۔مولوی صاحب کی حالتِ صحت اطمینان دِہ نہیں۔بائیں بازو کا درد بہت خوفناک مرض ہے۔اس کی شدت اکثر ہو جاتی ہے۔میری حالت الحمد اللہ رُوبا فاقہ ہے۔

پنج شنبہ کے دن بڑی مسجد میں حضرتؑ نے بڑی مؤثر تقریر کی جمعہ کے دن بھی بیعت کے بعد کچھ تقریر فرمائی کل میرے سوال پر فرمایا کہ اب پیشاب میں بھی بہت فرق پیدا ہو گیا ہے۔والسلام۔خاکسار عبدالکریم۔

نوٹ: میرے نزدیک یہ خط یکم جنوری ۱۹۰۵ء کا ہے۔اس کے سنہ کی تعیین یوں ہوسکتی ہے کہ یہاں پنجشنبہ اور جمعہ کا ذکر کر کے پھر کل کا ذکر کیا ہے۔گویا جمعہ کے بعد کل کا دن تھا یعنی ہفتہ اور روز تحریر اتوار تھا۔سو اتوار اور یکم جنوری کا اجتماع ۹۳ء، ۹۹ء اور ۱۹۰۵ء میں ہوا ہے۔میرے نزدیک یہ ۰۸ء کا ہے۔قرائن یہ ہیں:

۱- مالی ابتلاء ۱۹۰۰ء کے ٹھیکہ سے شروع ہوا۔

ہجرت میں التوا

مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ نواب صاحب عرصہ سے ہجرت کر کے قادیان آ بسنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن اس وقت آپ کی ہمشیرہ بوفاطمہ بیگم صاحبہ جو آپ سے شدید محبت رکھتی تھیں اور علیحدگی گوارانہ کرتی تھیں اور آپ کی پہلی اہلیہ سے بھی محبت رکھتی تھیں۔ جو اس وجہ سے ان کے بہت زیر اثر تھیں، دونوں ہجرت سے مانع رہیں۔ اہلیہ گو اس امر پر رضامند تھیں کہ آپ اکیلے قادیان ہجرت کر جائیں لیکن خود جانا پسند نہ کرتی تھیں معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اہل وعیال کے بغیر مستقل طور پر دوسری جگہ قیام کرنا محال نظر آتا تھا اور خاص طور پر یہ مشکل بھی نظر آتی ہوگی کہ ماحول نامناسب تھا وہاں اہل وعیال کو مستقل طور پر اکیلے چھوڑ آنا ان کے لئے اور اپنے لئے ہر وقت کی پریشانی کا موجب ہوگا۔ اس لئے آپ اس وقت ہجرت نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ۱۸رنومبر ۹۸ء کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب کو یہ تحریک کی جاچکی تھی کہ وہ ہجرت کر کے قادیان آجائیں تا مدرسہ کا انتظام بہتر ہو سکے۔ اس وقت مدرسہ سیکنڈ مڈل تک کھل چکا تھا۔۷ایا ۱۸رنومبر نواب صاحب کی اہلیہ اول کی وفات کی تاریخ ہے۔ حضرت مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ:- ۲- نواب صاحب ۰۴-۸-۲۳ کو قادیان سے گئے۔

۳- ۰۴-۱۰-۸ کو بمقدمہ کرم دین حضرت اقدسؑ اور حکیم فضل الدین صاحب کو سات صد روپیہ جرمانہ ہوا تھا۔ یہ رقم نواب صاحب نے لاہور سے بھجوائی تھی۔

۴- ۰۴-۱۰-۲۴ کو حضرت اقدسؑ نے نواب صاحب کو سفر سیالکوٹ کے بعض امور کی سرانجام دہی کے لئے مرزا خدا بخش صاحب کو منگوانے کے لئے لکھا۔

۵- نواب صاحب کو عنایت نامہ آنے پر حضرت اقدسؑ نے ۰۵-۱-۱۲ کو ان کے لئے ابتلاء کے بارہ میں خط لکھا اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب والا خط بھی اسی مضمون کا ہے۔

۶- ۰۴-۱۰-۲۴ سے ۰۵-۱-۱۲ نواب صاحب کا قادیان آنا ریکارڈ سے ثابت نہیں بلکہ یہ ثابت ہے کہ کئی ماہ کے بعد اپریل ۰۵ء میں واپسی ہوئی۔

۷- پنج شنبہ کی تقریر جس کا اوپر ذکر ہے حضورؑ کا ۰۴-۱۲-۰۹ کو مسجد اقصیٰ میں احباب کی درخواست پر کرنا ثابت ہے۔

''میں نے مدرسہ کے متعلق بہت فکر کی ہے۔ میری رائے میں اس کی الجھنوں کا سلجھانا ایسا دشوار ہے کہ ایک لحاظ سے محال کے قریب قریب جا پڑتا ہے معاً اس یقین سے لبریز ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر اسکا آسان کرنا آسان ہے۔ نیت کے تمام گوشوں کو خوب مطالعہ کر کے کامل اخلاص اور خداترسی کو مدّنظر رکھ کر دلیری سے آپ ایک بات فیصلہ کر دیں۔ پھر دیکھ لیں کوئی بھی حرج و ہرج پیدا نہ ہوگا۔ میں سالہا سال کے تجربہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شجاعت سے ایک امر طے کرنے والا آخر اپنی راہ صاف اور ہموار دیکھ لیتا ہے بہرحال آپ کا یہاں آنا ازبس ضروری ہے خواہ تنگی کے ساتھ گذران کر لیں۔ آپ کی ذات کے لئے بھی مفید ہے اور دیگر مصالح کے لئے بھی۔''☆

آپ نے چند روز بعد دوسری شادی کر لی آپ کی یہ رفیقہ حیات آپ کے ہمراہ ہجرت کر آنے پر رضامند تھیں۔ میر عنایت علی صاحب لدھیانوی رضی اللہ عنہ نے سنایا کہ ۱۹۰۰ء میں نواب صاحب ہجرت کرنے کے لئے تیار تھے کہ نواب لوہارو نے جوان ایام میں ریاست مالیر کوٹلہ کے سپرنٹنڈنٹ لگے ہوئے تھے آپ کو کہا کہ ریلوے لائن کی تعمیر کا ٹھیکہ آپ لیں۔ میر صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ نواب صاحب کیوں نہیں آئے۔ میر صاحب نے ٹھیکہ کی وجہ بتائی تو فرمایا خیر یہ دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ چنانچہ میر صاحب قادیان آئے تو حضورؑ نے یہی سوال کیا اور میر صاحب کے ٹھیکہ کی وجہ بتانے پر خاموش رہے دوسرے ٹھیکیدار تو افسران کی منت خوشامد کر کے رشوت دے کر مال پاس کرا لیتے ہیں نواب صاحب فطرتاً اس امر سے متنفر تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کا اول درجہ کا مال دوم اور سوم درجہ میں پاس کیا گیا چنانچہ اس ٹھیکہ میں نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا۔☆☆ (ع)

ہجرت

حضرت نواب صاحب کے بلند روحانی مقام کا کون اندازہ کرے جس نے ایک رئیس کے گھر میں پیدا ہو کر تیس اکتیس برس کی عمر میں جب رئیس زادوں کو لہو ولعب کے سوا اور کوئی کام نہیں ہوتا دنیا اور اس کی لذات

☆ یہ غیر مطبوعہ مکتوب بتمامہ مدرسہ کے تعلق میں نقل کیا گیا ہے۔

☆☆ گذشتہ صفحات میں حاشیہ میں مندرجہ مرزا خدابخش صاحب کے خط میں بھی ۱۹۰۰ء میں حضرت نواب صاحب کے ٹھیکہ لینے کا ذکر آتا ہے۔

سے منہ موڑ کر خدا کے مسیح کے در پر آ دھونی رمائی اور پھر ایسا آیا کہ وہاں کا ہی ہو رہا صرف یہی بات آپ کی زندگی کی ایک مکمل تفسیر ہے۔

۱۸۹۸ء میں ہی آپ کو قادیان ہجرت کر آنے کی تحریک ہو چکی تھی اور آپ بھی اس کی خواہش رکھتے تھے اور پھر ۱۹۰۰ء میں ہجرت کا ارادہ تھا کہ ریلوے کی تعمیر کا ٹھیکہ لینے کی وجہ سے یہ ارادہ عملی جامہ نہ پہن سکا۔ آپ نومبر ۱۹۰۱ء میں قادیان آئے اور قریباً دو ہفتہ کے قیام کے بعد واپس چلے گئے اور پھر اواخر دسمبر ۱۹۰۱ء میں اہل وعیال سمیت چھ ماہ کے قیام کے ارادہ سے تشریف لائے۔ ابھی ہجرت کا قطعی فیصلہ کرنا باقی تھا۔☆ چنانچہ آپ مولوی عبداللہ صاحب فخری کو ۱۲رفروری ۱۹۰۲ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں ہندو اور عیسائی مسلمان بن کر فیض اٹھا رہے ہیں قریباً ہر قسم اور ہر ملک کے لوگ آ گئے ہیں۔ ہر روز قدم آگے ہے پیچھے نہیں میں نے بھی ارادہ کیا ہے کہ ہجرت کر کے یہاں ہی رہوں خداوند تعالیٰ پورا کرے''۔

ہجرت کے متعلق آپ کے جذبات

سو بعد میں ہجرت کا عزم کر لیا چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ ''۱۹۰۱ء میں میں قادیان مع اہل وعیال آ گیا اور پھر مستقل رہائش یہاں اختیار کر لی۔''[۸۹] آپ کے اقارب جن کو امور دنیویہ میں آپ کے صلاح ومشورہ کی ضرورت تھی۔ اس کلّی انقطاع کے مخالف تھے۔ اور انتہائی کوشش کرتے تھے کہ آپ مالیرکوٹلہ واپس چلے جائیں لیکن گو آپ کو شدید مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جن کی خاطر آپ بار بار اور سالہا سال تک حضورؑ کی خدمت اقدسؑ میں دعا کے لئے عرض کرتے رہے لیکن آپ کے ہجرت کے عزم کو مشکلات کا کوہ گراں کسی صورت میں بھی متزلزل نہ کر سکا اور آپ نے اشارتاً اور کنایۃً بھی کبھی اس امر کا اظہار نہیں کیا کہ ان دنیوی امور کی جبر واصلاح آپ کے قادیان سے باہر قیام رکھنے کی متقاضی ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات وخطوط پیش ہیں۔ جن

☆ معزز الحکم میں ''دارالامان کا ہفتہ'' کے زیر عنوان مرقوم ہے کہ ''عالی جناب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ مع جناب بیگم صاحبہ وصاحبزادگان کے مکرر تشریف فرما ہوئے۔ اس مرتبہ امید کی جاتی ہے کہ کئی مہینے تک آپ کا قیام دارالامان میں رہے گا۔''[۹۰] چار ماہ بعد مہاجرین کا ذکر کرتے ہوئے پیر سراج الحق صاحب رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔ ''نواب محمد علی خاں صاحب مع اپنے رفقاء واہل بیت وملازمین بہت مدت سے یہاں ہیں اور بہت سا اپنا رہنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔''[۹۱]

سے حضرت نواب صاحب کے ہجرت کے متعلق پاک جذبات کا ہمیں علم ہوتا ہے۔آپ کے بھائی خان محمد احسن علی خاں صاحب نے لکھا کہ آپ آئیں بعض مقدمات کا انفصال آپ کے آنے پر موقوف ہے تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ:

''فی الحال میں کوئی تاریخ اپنے آنے کی عرض نہیں کرسکتا......امراض روحانی کا علاج حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود امام آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ایسے چشمہ روحانی سے طالبان حقیقت کا علیٰحدہ ہونا گویا کہ سکندر کا آب حیوان سے علیحدہ ہونا ہے یا ایک طالب کا مطلوب سے علیحدہ ہونا۔ہم لوگ جس شخص کا انتظار کررہے تھے اور جس کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونے کا ہم کو ارمان تھا وہ امام الوقت آگیا اور خداوند تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو وہ چشم بِیْنَا عطا فرمائی کہ ہم نے اس کو اپنی آنکھوں (سے دیکھا) اور (اللہ تعالیٰ نے) اس کی جماعت میں داخل فرمایا فَالحمد علیٰ ذالک۔''

پھر ۱۶ رفروری ۱۹۰۲ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''باقی رہا میرے بغیر انفصال مقدمات کا التواء سو اگر کوئی معاملہ خلاف شریعت نہیں محض ریاستی ہے تو جب آپ تین صاحب ہیں تو پھر میری رائے کی ضرورت ہی کیا؟ آپ تینوں صاحب ایسے امور میں جو کریں گے وہی میری رائے ہوگی۔''

اسی طرح آپ نے اپنی ہمشیرہ کے خط کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

''علاج روحانی کا یہاں سماں ہے۔دعا کے لئے موقع حاصل۔دعا کے لئے میں مختصر عرض کرتا ہوں کہ دعا کرنے کرانے کا قاعدہ لوگ بالکل نہیں جانتے۔دعا کرنے کے لئے تو چاہیئے صبر اور استقلال۔اس طرح دعا مانگے جس طرح فقیر لوگوں سے مانگتے ہیں۔فقیر دو طرح کے ہوتے ہیں۔ایک خرگدا جو اَڑ کر لیتے ہیں۔ جب تک ان کو دیا نہ جائے ٹلتے نہیں۔ایک ہوتے ہیں نرگدا جو صدا کی اور چل دئے۔تو دعا کرنے والے کو خرگدا بننا چاہیئے ......پس انسان کو مرتے دم تک دعا کرنی چاہئے اور دعا سے تھکنا نہیں چاہیئے۔

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن بر آید

یعنی یا تو مطلوب تک انسان پہنچ جائے اور مطلب حاصل ہو جائے یا جان تن سے نکل جائے۔اب رہا دعا کرانا اس کے لئے ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح کرے۔جس سے دعا کرائی جاوے اس سے گہرا تعلق پیدا

کیا جائے...... بلاتعلق انبیاء سے بھی دعا کم نکلتی ہے...... پس دعا کے لئے تعلق کا پیدا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ دعا اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اسکے لئے بھی وقت اور تحریک کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس پاس رہنے سے تحریکیں ہوتی رہتی ہیں۔ اکثر حضرت اقدسؑ کا قاعدہ ہے کہ کوئی شخص معمول پر اگر حاضر نہیں ہوا تو دریافت فرماتے ہیں کہ فلاں کیوں نہیں آیا اگر وہ بیماری کی وجہ سے حاضر نہیں ہوا تو ان کو تحریک ہوتی ہے۔ یا اگر اور ذرائع سے معلوم ہوا کہ فلاں شخص بیمار ہے تو آپ جس طرح ایک بہت ہی محبت کرنے والی ماں بے چین ہوتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر بے چین ہوتے ہیں اور اس لئے تحریک پیدا ہوتی ہے یا کسی وقت دعا کا عمدہ وقت مل گیا تو جن کے نام یاد ہوتے ہیں نام لے لے کر دعا فرماتے ہیں اور اب جو دور ہے ممکن ہے کہ اس کا نام بھول جائے۔ پس جو ہر وقت سامنے رہتے ہیں۔ ان کے لئے دعاؤں کا زیادہ موقعہ ملتا ہے۔ اس لئے یہاں کے علاج میں بڑا فائدہ ہے جو دوسری جگہ حاصل نہیں ہوسکتا۔'' [۹۲]

آپ کے بڑے بھائی خان احسن علی خاں صاحب نے آپ کو ذیل کا خط واپس بلانے کے لئے تحریر کیا:

''برادر بجاں برابر بلکہ از صد جانم بہتر خوشتر عزیزی محمد علی خاں صاحب سلمہ۔ بعد دعائے از دیادِ عمر و دولت مطالعہ کرے کہ اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے۔ خیر و عافیت اس عزیز کی درگاہ ربّ العزت سے شب و روز نیک خواہاں و جویان۔ عرصہ ہوا کہ وہ عزیز مع اہل و عیال ریاست گاہ کو چھوڑ کر دارالامان قادیان میں سکونت پذیر ہے۔ اوّلاً خیال طبیعت کو یہ تھا کہ بعد گذرنے ایام گرما کے آپ اپنے مکان پر آجائیں گے لیکن ابھی تک یہ صرف خیال ہی خیال ہے۔ چونکہ آپ کا اپنی ریاست میں آنا ہی ضروریات سے ہے۔ اس واسطے میں اپنی شخصی رائے ظاہر کرتا ہوں کہ مع اہل و عیال کوٹلہ آجائیں اور اس جگہ اپنے ارکان مذہبی کو پورے طور پر ادا کریں اور جس وقت طبیعت رغبت کرے آپ بذات خود شوق سے بیس دن مہینے کے واسطے قادیان چلے جایا کریں اور پھر واپس ریاست کو آجایا کریں۔ مجھ کو کامل امید ہے کہ آپ میری اس رائے کو پسند کریں گے اور مجھ کو اپنی تاریخ روانگی سے اطلاع دیں گے تاکہ میں ہی قادیان پہنچوں اور تم کو ہمراہ لے کر کوٹلہ کو چلا آؤں۔ بہت ایسے معاملات ہیں کہ جن میں تمہارے مشورہ سے ان کی اصلاح ضروری ہے۔ اسی خیال سے ایک خط بخدمت جناب مرزا صاحب بھی روانہ کیا گیا ہے بقیہ وہ بھی تم سے تذکرہ کریں گے۔ باقی خیریت بچوں کو دعا و پیار۔''

اس کے جواب میں نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دارالامان قادیان ۲۷ستمبر ۱۹۰۲ء

بھائی صاحب مکرم معظم سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔والا نامہ پہنچا۔جواباً عرض ہے جناب نے شفقتِ بزرگانہ سے جو کچھ تحریر فرمایا جناب کی شفقت اسی کی مقتضی تھی۔مگر جناب کو غالباً ان امور کی اطلاع نہیں جن امور کے لئے میں نے قادیان میں سکونت اختیار کی ہے۔میں نہایت صفائی سے ظاہر کرتا ہوں کہ مجھ کو حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود کی بیعت کئے ہوئے بارہ سال ہو گئے اور میں اپنی شومئ طالع سے گیارہ سال سے گھر ہی میں رہتا تھا اور قادیان سے مہجور تھا۔صرف چند دنوں گاہ گاہ یہاں آتا رہا اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر بہت سی اپنی عمر ضائع کی۔آخر جب سوچا تو معلوم کیا کہ عمر تو ہوا کی طرح اڑ گئی اور ہم نے نہ کچھ دین کا بنایا اور نہ دنیا کا اور آخر مجھ کو شعر یاد آیا کہ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

یہاں میں چھ ماہ کے ارادہ سے آیا تھا مگر یہاں آ کر میں نے اپنے تمام معاملات پر غور کیا تو آخر یہی دل نے فتویٰ دیا کہ دنیا کے کام دین کے پیچھے لگ کر تو بن جاتے ہیں۔مگر جب دنیا کے پیچھے انسان لگتا ہے تو دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی اور دین بھی برباد ہو جاتا ہے اور میں نے خوب غور کیا تو میں نے دیکھا کہ گیارہ سال میں نہ میں نے کچھ بنایا اور نہ میرے بھائی صاحبان نے کچھ بنایا اور دن بدن ہم باوجود اس مایوسانہ حالت کے دین بھی برباد کر رہے ہیں۔آخر یہ سمجھ کر کہ کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد۔کوٹلہ کو الوداع کہا۔اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ہجرت کر لوں۔سو الحمدللہ میں بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے کوٹلہ سے ہجرت کر لی ہے اور شرعاً مہاجر پھر اپنے وطن میں واپس اپنے ارادہ سے نہیں آ سکتا۔یعنی اس کو گھر نہیں بنا سکتا ویسے مسافرانہ وہ آئے تو آئے۔پس اس حالت میں میرا آنا محال ہے۔میں بڑی خوشی اور عمدہ حالت میں ہوں۔ہم جس شمع کے پروانے ہیں اس سے الگ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ کہاں کوٹلہ تنہا رہنا یا اگر کوئی ملا تو وہ ہم مذاق نہیں۔بری صحبت۔خلاف شریعت امور میں مبتلا۔آخر ایسے لوگوں کی صحبت سے جو زنگ ایک شخص کے دل پر بیٹھ سکتا ہے اس کو وہی سمجھ سکتے ہیں جن کو اس کا تجربہ ہے۔ ؎

ہمنشین تو از تُو بہ باید
تا ترا عقل و دیں بفزائد

آپ صاف آئینہ کوایک صاف مکان میں رکھ دیں تھوڑے عرصہ کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اردگرد سے نامعلوم طور سے گرد آ کر اس پر جم گئی ہے۔اور اگر چند ایام اس کو اسی طرح رکھا رہنے دیا جائے۔تو آخر کار اس کی حالت ایسی ہوگی کہ اس میں سے کوئی چہرہ نہ دیکھ سکے گا۔یہی حالت انسان کے قلب کی ہے اس پر بھی نامعلوم طور سے زنگ جمتی رہتی ہے۔پھر وہ نہایت مکدّر ہو جاتا ہے۔اگر بہت ہی مدت گذر جائے تو پھر ایسی زنگ جمتی ہے کہ **خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قلوبھم وعلٰی سمعھم** [۹۳] کا مصداق بن جاتا ہے کہ پھر اس کا صیقل ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے پس جس طرح ہر ایک آئینہ کے لئے ضروری ہے کہ اس پر ہر روز ہاتھ پھرتا رہے اسی طرح قلب کی بھی ہمیشہ صفائی ہوتی رہے تب وہ ٹھیک رہتا ہے۔ایمان کا معاملہ ایسا نازک ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص اعمال صالحہ کرتا ہے یہاں تک کہ بہشت اور اس میں ایک بالشت کا فرق رہ جاتا ہے پھر اس میں تغیر آتا ہے اور وہ برے کام شروع کرنے لگتا ہے آخر دوزخ میں پڑتا ہے اسی طرح ایک شخص نہایت برے کام کرتا ہے۔یہاں تک کہ دوزخ اور اس میں ایک بالشت کا فرق رہ جاتا ہے اور وہ پھر اچھے کام کرنے لگتا ہے اور بہشت میں داخل ہوتا (ہے) نتیجہ اس کا یہ ہے کہ تمام کاموں کا اعتبار خاتمہ پر ہے پس جس شخص کا خاتمہ بخیر ہوا،اس نے سب کچھ پایا قرآن شریف میں آیا ہے کہ **ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون** [۹۴] پس جب ہمارا مقصودِ خلقت عبادت ہے اس سے ہم کس طرح الگ ہو سکتے ہیں اور اس مقصود اصلی کو ہم بلا ایک ہادئ برحق کے ہرگز نہیں پا سکتے اور اعتقادات صحیحہ اور اعمال صالحہ بلا ہدایت ہادی ہرگز میسر نہیں ہو سکتے وہ توحید جو اسلام نے قائم کی ہے تمام معبودینِ باطلہ سے نکال کر انسان کو ایک خدا کی حکومت میں داخل کیا اور سوائے اس خدا کے جو **رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین** ہے کسی معبود کی پرستش جائز نہیں رکھی کس طرح قائم ہوتی اگر حضرت رسول کریم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوتے اسی طرح اس سے قبل انبیاء کے ذریعے سے ہدایت نہ آتی؟ پس انسان کے لئے ایک ہادی اور نمونہ کی ضرورت (ہے) جس کی ہدایت پر وہ عمل کرے اور جس کے نمونہ کو دیکھ کر وہ اس کی پیروی کرے۔چنانچہ حضرت رسول کریم صلعم نے اعتقادات صحیحہ کو بتلایا اور اعمال صالحہ کو کر کے دکھلایا تا کہ اِس طرح پر کریں اس لئے ضروری ہے کہ ہادی کی صحبت میں انسان رہے تا کہ اعتقاد اور اعمال کی اصلاح ہوتی رہے۔اور اس کا آئینہ دل ہمیشہ گرد وغبار گناہ سے پاک وصاف رہے۔چونکہ جیسا میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جس مسیح موعود اور امام آخر زماں مہدی معہود کی تمام دنیا منتظر تھی۔جب کہ ہم نے اس کو پالیا تو کس طرح ہم اس کے قدموں سے علیحدہ ہو سکتے ہیں؟ اب تو ہماری دعا یہی ہے کہ اسی بابرکت آستانہ پر ہمارا خاتمہ بخیر ہو۔آمین ثم آمین میں اپنی بڑی خوش قسمتی سمجھتا ہوں خداوند تعالیٰ نے مجھے اس سعادت کے حاصل کرنے کا موقعہ دیا اور میں ان لوگوں کی بڑی بدقسمتی سمجھتا ہوں جو اس آستانہ مبارکہ سے الگ ہیں۔

مندرجہ بالا تو میرے آنے اور جانے کی بابت ہے۔ میں جناب کی شخصی رائے کی بڑی قدر کرتا اگر **رَبُّ العالمین ۔مالک الملک ۔حیّ و قیوم** خدا کی طرف سے اس کے خلاف حکم نہ ہوتا۔اب جناب ہی غور فرمائیں میں اپنے مالک حقیقی کا حکم مانوں یا جناب کے ارشاد کی تعمیل کروں۔باقی رہا جناب کا تشریف لانا۔سو یہ میرے لئے موجب سعادت ہے ۔

ہمائے اوجِ سعادت بدام ما افتد
گر ترا گذرے بر مقامِ ما افتد

مگر اگر میرے لے جانے کے لئے ہی آنا مقصود ہے تو جو کچھ میں نے عرض کیا وہی ہے اور ویسے جناب کے آنے میں میری اور آپ کی دونوں کی سعادت ہے۔خداوند تعالیٰ آپ کو بھی ہدایت عطا فرمائے اور جس طرح مجھ کو اس خدائے رحیم وکریم نے اپنے فضل اور کرم سے اور محض اپنی رحمانیت سے شرک سے نکال کر مُجھ کو اس رسول ظلِ محمد صلعم جری اللہ فی حلل الانبیاء کے فرماں برداروں میں داخل کر دیا ہے آپ کو بھی داخل کرے۔

میرے پیارے بزرگ بھائی میں یہاں خدا کے لئے آیا ہوں اور میری دوستی اور محبت بھی خدا ہی کے لئے ہے۔میں کوٹلہ سے الگ ہوں۔مگر کوٹلہ کی حالتِ زار سے مجھ کو سخت رنج ہوتا ہے۔خداوند تعالیٰ آپ کو ہماری ساری برادری اور تمام کوٹلہ والوں کو سمجھ عطا فرمائے کہ آپ سب صاحب اسلام کے پورے خادم بن جائیں اور ہم سب کا مرنا اور جینا محض اللہ ہی کے لئے ہو۔ہم خداوند تعالیٰ کے پورے فرماں بردار مسلم بن جائیں۔کاش آپ قرآن شریف پڑھے ہوئے ہوتے تو میں آپ کو دکھلاتا کہ قرآن شریف میں ایک مامور مِنَ اللہ کی تکذیب کرنا اور اس طرح علیحدہ رہنا خطرناک (ہے) چہ جائیکہ اس پاک وجود کو جو امت محمدیہ میں سوائے حضرت رسول کریم صلعم سب سے مرتبہ اور فضائل میں بڑھ کر ہو۔جس کے لئے حضرت رسول کریم صلعم نے وصیت کی ہو کہ اس کو میرا اسلام کہنا افسوس صد افسوس کہ لوگ تبرہ کے عادی ہیں اِس مقدس پر تبرہ کر کے گناہ میں مبتلا ہوتے اور حضرت (رسول) کریم کی وصیت کے خلاف کرتے ہیں۔میرے پیارے بزرگ ابھی وقت ہے دیکھو سنبھلو بڑا نازک زمانہ ہے یہ خدا کے دن ہیں۔خداوند تعالیٰ کا غضب نہایت جوش میں ہے۔اپنے آپ کو منعم علیہم میں بناؤ اور ضالّین اور مغضوب علیہم سے بچاؤ یہ میری باتیں آپ کو معمولی اور شاید بُری معلوم ہوں۔مگر میں یہ سچی باتیں کہہ رہا ہوں جس میں آپ کا فائدہ ہے، آؤ اور اس امامِ برحق کے غلام بن جاؤ تا کہ نجات پا جاؤ۔کیونکہ یہ مرتبہ جو اس امام مرسل من اللہ کو ملا ہے حکماً عدلاً ہونا یہ آج تک امتِ محمدؐیہ

میں کسی کونصیب نہیں ہوا۔اگر کسی کو حاصل ہوا ہے تو پیش کرے اب آخر میں اس بات کا جواب بھی عرض کرتا ہوں کہ میں اپنے امور دنیاوی کوٹلہ سے غافل نہیں۔مجھ کو وہاں کی ذرہ ذرہ خبر ملتی ہے اور میں خدا کے فضل سے اسی طرح اپنا کام چلا رہا ہوں جس طرح کوٹلہ میں بلکہ اس سے بہتر۔اسی طرح میں مناسب مشورہ بھی دے سکتا ہوں پھر وہ کون سی بات ہے جس کے لئے میں کوٹلہ میں رہوں اور اس برکت کو چھوڑوں جو خداوند تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اور خدائے رحیم وکریم نے ہم کو وہ نیک گورنمنٹ بھی عطا فرمائی جس کے سایہ عاطفت میں اس طرح آرام سے ہم اپنے ارکانِ مذہبی ادا کرتے ہیں اور نہایت عمدہ طور سے بے دغدغہ روحانی فائدے حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارا اپنا ایمان ہے کہ اگر ہم اس گورنمنٹ کے شکر گذار نہ ہوں تو بموجب **لایشکر النَّاسَ لایشکر الله** ہم خداوند تعالیٰ (کے) انعام کی ناقدری کریں گے۔کیونکہ یہ خداوند تعالیٰ ہی کے انعامات میں سے ہے اور ہماری شرائط بیعت میں ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے شکر گذار ہوں اس کی پوری اطاعت کریں یہی چیز مجھ کو یہاں رکھ رہی ہے کہ جوں جوں مجھ میں ایمان بڑھتا جاتا ہے اسی قدر دنیا ہیچ معلوم ہوتی جاتی ہے اور دین مقدم ہوتا جاتا ہے خداوند تعالیٰ اور انسان کے احسان کے شکر کا احساس بھی بڑھتا جاتا ہے اسی طرح گورنمنٹ عالیہ کی فرمانبرداری اور شکر گذاری دل میں پوری طرح سے گھر کرتی جاتی ہے۔

راقم محمد علی خاں

قادیان کے قیام میں مشکلات

قادیان کی آبادی گو احمدیت کی وجہ سے روز بروز ترقی کر رہی تھی لیکن یہ ترقی ابھی بالکل ابتدائی حیثیت کی تھی۔مولانا ابوالنصر آہ کی زبانی چار سال بعد کی قادیان احباب دیکھ چکے ہیں اِس وقت پہلے سے کافی ترقی ہو چکی ہو گی لیکن کافی عرصہ تک یہ حال رہا کہ روز مرّہ کی ضروریاتِ زندگی بھی پورے طور پر مہیّا نہ ہو سکتی تھیں۔چنانچہ ۱۹۰۲ء میں پیر سراج الحق صاحب رضی اللہ عنہ نے اخبار میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ باہر سے آنے والے دوست ان کے لئے پان لے آیا کریں پان تو الگ رہا وہ تو ضروریاتِ زندگی سے نہیں لیکن معمولی کپڑا اور طعام وقیام کی حوائج ضروریہ بھی یہاں سے پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔چنانچہ مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ مہمانوں کے لئے آٹا میں حضرت اقدسؑ کے ارشاد پر دہاریوال سے لایا کرتا تھا۔دہاریوال قادیان سے چھ میل کی مسافت پر ہے۔سو تنعم کی زندگی بسر کرنے والے رئیس اور ان کی بیگم اور صاحبزادگان کے لئے یہ کوئی معمولی قربانی نہ تھی وہی شخص ایسی قربانی پر آمادہ ہو سکتا تھا جس کے مدنظر محض امور آخرت ہوں

اور جس نے نفس کشی کر کے خشن پہننے اور خشن کھانے کو اختیار کر لیا ہو ان تکالیف کے ذکر میں مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ نواب صاحب نے ایسی قربانی کیونکر کی تھی آپ فرماتے ہیں:

''شروع شروع میں جب والد صاحب قادیان آئے تو ملازموں کی اور خاص کر تربیت یافتہ خادمات کی ازحد دقت تھی۔ مالیر کوٹلہ سے یہاں آنا کوئی پسند نہیں کرتا تھا۔ قادیان کے اُجڈ لوگ ہمیں پسند نہ تھے۔ اس ضمن میں بھی والد صاحب اور خالہ صاحبہ نے بہت تکلیف برداشت کی۔ والد صاحب جب یہاں آئے تو آپ کو قریباً ایک دس بارہ فٹ مربعہ کمرہ اور ایک کوٹھری شاید ۸×۸ مربعہ فٹ ملی (یعنی حضرت سیدہ ام متین والا حصہ دار المسیحؑ کا) غسل خانہ اور ٹٹی بھی جو کہ آرام کا موجب ہو سکے بعد میں بنوانی پڑی ورنہ پہلے انتظام بہت معمولی تھا۔ یہ اس رئیس اور ان کی بیگم کی قادیان میں جائے رہائش تھی جو کہ ایک بڑے محل کو مالیر کوٹلہ میں چھوڑ کر آئے تھے۔ میں نے والد صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے اس قدر بڑے مکان کو چھوڑ کر قادیان میں اتنے تنگ مکان میں آکر کسطرح گذارہ کیا۔ میرے جیسا آدمی جس نے وہ آرام و آسائش نہیں دیکھے جو آپ نے اپنی زندگی میں دیکھے تھے۔ اِس تنگ جگہ میں گذارہ کرنا مشکل سمجھتا ہے۔ آپ نے کس طرح گذران کی؟ فرمانے لگے کہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ''داغ ہجرت'' کا الہام ہوا تھا۔ گورنمنٹ بھی ہمارے خلاف تھی لوگوں کی مخالفت بھی زوروں پر تھی۔ تو میں نے مالیر کوٹلہ اس عزم و ارادہ سے چھوڑا تھا کہ اب وہاں واپس نہیں جانا۔ اب معلوم نہیں کہ آئندہ زندگی ہمیں ہجرت کرنے کی وجہ سے کہیں جنگلوں وغیرہ میں گزارنی پڑے گی اور جو کچھ ہمارے پاس ہے یہ بھی ہمارے پاس رہے گا یا نہیں۔ سو جو کچھ ہمیں ملتا تھا۔ وہ بھی غنیمت معلوم ہوتا تھا اس لئے مجھے کسی قسم کی تنگی اور تکلیف کا احساس نہیں ہوا۔''

میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب اس تعلق میں بیان کرتے ہیں کہ:

''اس مکان کی تنگی کی یہ حالت تھی کہ ایک کوٹھڑی میں جس میں صرف ایک پلنگ کی گنجائش تھی۔ حضرت والد صاحب اور خالہ جان رہتے تھے اور ہم تینوں بھائی ساتھ کے کچّے کمرہ میں رہتے تھے۔ دوسرا کچا کمرہ حضرت والد صاحب کا دفتر تھا۔ جب بارش ہوتی تو ان کے گرنے کا خطرہ ہوتا۔ اس لئے ہمیں حضرت والد صاحب دار المسیحؑ میں اپنے پاس بلا لیتے اور ساتھ کے کمرہ میں ہم فرش پر سوتے اور موسم سرما میں تو موسم بھر ہم چاروں بہن بھائیوں کو وہاں فرش پر سونا پڑتا کیونکہ سب کے لئے چارپائیاں کمرہ میں نہ سما سکتی تھیں بیت الخلاء مکان سے بالکل باہر تھا ہمیں بان کی چارپائیاں استعمال کرنی پڑتی تھیں۔ قادیان سے ضروریات دستیاب نہ ہوتی تھیں۔ حتّٰی کہ جلانے کے لئے ایندھن بھی حضرت والد صاحب مالیر کوٹلہ سے منگواتے تھے۔ ہری کین لیمپ کے سوا روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ تین چار سال اسی راہبانہ حالت میں گذر گئی۔''

ہجرت کی قبولیت

آپ کی ہجرت جس رنگ میں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور جس طرح آپ کونوازا یہ آپ کی زندگی کا ایک کھلا ورق ہے۔حضرت اقدسؑ کی فرزندی میں آنے کے تعلق میں دوسری جگہ تفصیل دی گئی ہے۔نواب صاحب کی یہ زندگی راہبانہ اور چلّہ کشی کی سی تھی چنانچہ یہی نظارہ آپ کی ہمشیرہ بوفاطمہ بیگم صاحبہ کوخواب میں دکھایا گیا۔اُنہوں نے یہ چارسال کا عرصہ بہت بے قراری سے تڑپ کرگذارا اور پرانے طریق کے مطابق چلّے وغیرہ کرواتیں۔صدقے خیرات کرتیں منّتیں مانتیں تاکہ کسی طرح بھائی واپس آجائیں اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھی لکھتی رہیں کہ نواب صاحب کو واپسی کی اجازت دیں۔بیان کرتی تھیں کہ میں نے ان ایام میں ایک دفعہ خواب میں دیکھا تھا کہ قادیان آئی اور ایک مسجد کی سیڑھیاں چڑھی ہوں (نقشہ بعینہٖ مسجد مبارک کی سیڑھیوں تک کا بالکل ٹھیک بتلاتی تھیں) نواب صاحب جس کمرہ میں ہیں وہاں پہنچی اور دروازہ کھٹکھٹایا تو نواب صاحب نے دروازہ کھولنے سے انکار کردیا اور اندر سے ہی آواز دے کر کہتے ہیں کہ میں چار سال کا چلّہ بیٹھا ہوں میں ملوں گا مگر چلّہ پورا ہونے پر......اس پر مجھے پورا یقین ہوگیا کہ میرا بھائی ایک عرصہ گذرنے پر مل سکے گا...... بالاخر دونوں کی ملاقات ۰۵ء میں ہوئی (ن)

حضورؑ کی شفقت

حضرت اقدسؑ تمام احباب کو اپنے گھرانہ کے افراد سمجھتے تھے اور ہمیشہ یہی خواہش رہتی تھی کہ تمام لنگرخانہ سے کھانا کھائیں اور باربار اجازت مانگنے پر بھی ہمیشہ اس خواہش کا اظہار ہوتا تھا کہ دوستوں کے کھانے کا وہیں انتظام ہو مزید برآں نواب صاحبؓ مزید خصوصیات بھی رکھتے تھے۔

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب سناتے ہیں کہ:

> ''والد صاحب نے بڑی کوشش کی کہ حضورؑ اجازت دیں کہ کھانے کا انتظام اپنا کریں اور عرض کیا کہ میرے پاس باورچی ہیں لیکن حضور نہ مانے اور قریباً چھ ماہ تک حضور کے ہاں سے کھانا آتا رہا جس کا انتظام حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءہا خود فرماتیں۔پھر یہاں تک ہی بس نہیں حضورؑ نواب صاحب کے خدّام سے بھی دریافت فرمایا کرتے کہ نواب صاحبؓ کونسا کھانا شوق اور رغبت سے کھاتے ہیں تاکہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔پھر وہ کھانا بھجواتے اعلیٰ مہمان نوازی لمبے عرصے تک کرنا بہت مشکل

ہوتا ہے۔لیکن حضورؓ کی مہمان نوازی اعلیٰ درجہ کی تھی اور برابر چھ ماہ تک رہی۔کھانا بہترین ہوتا تھا اتنے لمبے عرصہ کی مہمان نوازی کے بعد بھی حضورؓ نے بصد مشکل اور والد صاحب کے بار بار اصرار کرنے پر گھر پر کھانے کا اپنا انتظام کرنے کی اجازت دی ورنہ حضور یہی پسند فرماتے تھے کہ یہ مہمان نوازی بدستور جاری رہے۔''

مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب فرماتے ہیں کہ چھ ماہ تک پانچ پانچ چھ چھ کھانے حضور کے ہاں سے روزانہ تیار ہو کے آتے تھے اور والد صاحب نے بتایا کہ میں اپنے طور پر لنگر خانہ کے لئے رقم دے دیتا تھا تا کہ سلسلہ پر بوجھ نہ ہو۔''

مکرم میاں صاحب موصوف یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ:

''۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء میں جب حضرت نواب صاحبؓ قادیان آئے تو اپنے ساتھ خیمے بھی لائے تھے اور غالباً مدرسہ احمدیہ والی جگہ پر لگوائے تھے۔ جب ہجرت کے ارادہ سے قادیان آئے اور حضرت اقدس نے دارالمسیح کے سیدہ ام متین صاحبہ والے حصّے میں آپؓ کو ٹھہرایا تو حضورؑ نے اس کا ایک کمرہ قالین اور گاؤ تکیہ سے آراستہ کروایا۔ دسمبر کے دن تھے مغرب کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ آتے تھے اور مجلس لگتی تھی اور کھانا بھی وہیں کھایا جاتا عجیب پر کیف وسرور مجلس ہوتی تھی۔نواب صاحبؓ فرماتے تھے کہ حضور کا طریق اور سلوک اس قسم کا تھا جیسے مشفق باپ کا اپنے بیٹوں سے ہوتا ہے بے تکلفی والی فضاء ہوتی تھی (سیدّہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اسے پڑھ کر تحریر فرماتی ہیں کہ یہی ذکر اور نقشہ نواب صاحب بیان کرتے تھے) کمرہ میں ایک گاؤ تکیہ بھی تھا لیکن حضورؑ ایک کونہ میں بیٹھ جاتے تھے پھر تکیہ کون استعمال کرتا میں بھی ایک کونہ میں بیٹھ جاتا۔تکلف اس مجلس میں نہیں ہوتا تھا۔''

حضورؑ کی شفقت بے پایاں کا گونا گوں رنگ میں اظہار ہوتا رہتا تھا۔حضور کی ہر حرکت وسکون مجسم شفقت اور رحمت تھی اور ہوتی بھی کیونکر نہ جب کہ آپ رحمتہ للعالمین صلعم کے مظہر اتم تھے اور آنحضرت صلعم کے خلق عظیم آپ کے وجود باجود میں جلوہ گر تھے۔آنحضرت صلعم بچوں کے ساتھ ان کے مناسب حال پیار اور شفقت کی باتیں کرتے تھے جیسے ایک بچہ سے اس کی چڑیا کی بابت دریافت کرتے ہوئے فرمایا یَـأَبـا عُمَیـر مَـافَـعَـلَ الـنُّغَیرُ[۹۵] اسی طرح مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب سناتے ہیں کہ ''ایک دفعہ میں اور میاں محمد عبداللہ خاں صاحب حضور کے پاس گئے تو حضور نے لفظ ''مرغی'' لکھ کر ہمارا امتحان لیا اور فرمایا کہ پڑھ کے بتاؤ۔ چنانچہ ہم میں سے ایک نے پڑھ لیا۔ پھر حضورؑ نے دریافت فرمایا کہ ہمیں جیب خرچ ملتا ہے یا نہیں۔ہم نے

عرض کیا کہ نقدی نہیں ملتی البتہ جس چیز کی ضرورت ہو ہمیں والد صاحب لے دیتے ہیں۔ والد صاحب کا خیال تھا کہ نقدی بچوں کے ہاتھ دینے سے ان کی تربیت میں نقص واقع ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ حضرت اقدسؑ کا یہ طریق تھا کہ آپ کے بچے پیسے مانگتے اور آپ رومال میں سے کھول کر دیتے۔''

شفقت کا ایک عجیب نظارہ

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ کے ارشاد پر بمقدمہ کرمدین کمشنر اینڈ رسن سے ملاقات کیلئے حضرت والد صاحب لاہور گئے۔ مجھے بھی ساتھ لے گئے میں وہاں جا کر شدید بیمار ہو گیا۔ میری علالت کے باعث حضرت والد صاحب کو لاہور میں رُکنا پڑا۔ اس عرصہ میں حضرت اقدسؑ قادیان میں ہمارے گھر کی ضروریات کا ہر طرح خیال رکھتے اور ہمارے ہاں خود جا کر روزانہ گھر کے حالات سے اطلاع دیتے۔

ان مکتوبات کے مطالعہ سے انسان پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے ایک میں حضور رقم فرماتے ہیں

''شب بیداری اور دلی توجہات سے جو عبدالرحمٰن کے لئے کی گئی میرا دل و دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے بسا اوقات آخری دم معلوم ہوتا تھا یہی حقیقت دعا ہے۔''

یہ مکتوبات ازبس مفید ہیں، ان سے حضرت اقدسؑ کی نواب صاحب اور آپ کی اولاد سے قلبی تعلق کا اظہار ہوتا ہے اس لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں:

۱- بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہٗ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایسے وقت آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا کہ میں دعا میں مشغول ہوں اور امیدوار رحمتِ ایزدی۔ حالات کے معلوم کرنے سے میری بھی یہی رائے ہے کہ ایسی حالت میں قادیان میں لانا مناسب نہیں امید کہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد وہ دن آئے گا کہ باآسانی سواری کے لائق ہو جائیں گے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ جس وقت عزیزی عبدالرحمٰن ڈاکٹروں کی رائے سے ریل کی سواری کے لائق ہو جائیں تو بٹالہ میں پہنچ کر ڈولی کا انتظام کیا جائے کیونکہ یکّہ وراستہ وغیرہ ضعف کی حالت میں ہرگز سواری کے لائق نہیں۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے بہت توجہ سے دعا کرتا رہوں گا۔

دو خاص وقت ہیں (۱) وقت تہجد (۲) اشراق۔ ماسوا اس کے پنج وقت نماز میں انشاء اللہ دعا کروں گا اور جہاں تک ہو سکے آپ تازہ حالات سے ہر روز مجھے اطلاع دیتے رہیں۔ کیونکہ اگرچہ اسباب کی رعایت بھی

ضروری ہے مگر حق بات یہ ہے کہ اسباب بھی تب ہی درست اور طبیب کو بھی تب ہی سیدھی راہ ملتی ہے جب کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہو اور انسان کے لئے بجز دعا کے کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جو خدائے تعالیٰ کے ارادہ کو انسان کی مرضی کے موافق کر دے۔ ایک دعا ہی ہے۔ اگر کمال تک پہنچ جائے تو ایک مُردہ کی طرح انسان اس سے زندہ ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ دعا کمال کو پہنچ جائے۔ وہ نہایت عمدہ چیز ہے۔ یہی کیمیا ہے اگر اپنی تمام شرائط کے ساتھ متحقق ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کا جن لوگوں پر فرض ہے اور جو لوگ اصطفاء اور اجتباء کے درجہ تک پہنچتے ہیں اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ان کو نہیں دی گئی کہ اکثر دعائیں اُن کی قبول ہو جائیں مشیّت الٰہی نے یہ قانون رکھا ہے کہ بعض دعائیں قبول کی بھی مقبول نہیں ہوتیں لیکن جب دعا کمال کے نقطہ تک پہنچ جاتی ہے جس کا پہنچانا محض خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے یہ کبریتِ احمر ہے جس کا وجود قلیل ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ از قادیان [۹۶]

۲- بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی نواب صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ مضمون پڑھ کر کہ عزیزی عبدالرحمٰن خاں کو پھر بخار ہو گیا ہے نہایت قلق ہوا۔ خدا تعالیٰ شفا بخشے۔ اب میں حیران ہوں کہ اس وقت جلد آنے کی نسبت کیا رائے دوں۔ پھر دعا کرنا شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شفا بخشے۔ اس جگہ طاعون سخت تیزی پر ہے۔ ایک طرف انسان بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور صرف چند گھنٹوں میں مر جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کب تک یہ ابتلا دُور ہو۔ لوگ سخت ہراساں ہو رہے ہیں۔ زندگی کا اعتبار اُٹھ گیا ہے ہر طرف چیخوں اور نعروں کی آواز آتی رہتی ہے۔ قیامت برپا ہے اب میں کیا کہوں اور کیا رائے دوں۔ سخت حیران ہوں کہ کیا کروں۔ اگر خدائے تعالیٰ کے فضل سے بخار اُتر گیا ہے اور ڈاکٹر مشورہ دے دے کہ اس قدر سفر میں کوئی حرج نہیں تو بہت احتیاط اور آرام کے لحاظ سے عبدالرحمٰن کو لے آویں۔ مگر بٹالہ سے ڈولی کا انتظام ضرور چاہیئے۔ اس جگہ نہ ماجیور* ڈولی بردار ملتا ہے نہ ڈولی کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ بٹالہ سے کرنا چاہئے۔ آپ کے گھر میں ہر طرح خیریت ہے۔ اُمّ حبیبہ مرزا خدا بخش کی بیوی برابر آپ کے گھر میں سوتی ہے اور بچے چھوڑ کر چلی جاتی ہے وہ اکثر روتے چیختے رہتے ہیں کوئی عورت نہیں جو ان کی حفاظت کرے۔ اس لئے یہ تجویز خیال میں آتی ہے کہ اگر ممکن ہو تو چند روز مرزا خدا بخش آ کر اپنے بچوں کو سنبھالیں۔ وہ بالکل ویرانہ حالت میں

---

* غالباً ماچھی جھیور لفظ ہے۔ اصل مکتوب نہیں مل سکا کہ مقابلہ کیا جا سکتا۔ (مؤلف)

ہیں۔ باقی سب طرح خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

مکرر یہ کہ آتے وقت ایک بڑا بکس فینائل کا جو سولہ یا بیس روپے کو آتا ہے ساتھ لے آویں۔ اس کی قیمت اس جگہ دی جاوے گی اور علاوہ اس کے آپ بھی اپنے گھر کے لئے فینائل بھیج دیں اور ڈس انفیکٹ کے لئے رس کپور اس قدر بھیج دیں جو چند کمروں کے لئے کافی ہو۔[۹۷]

۳- بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجی عزیزی نواب صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت تار کے نہ پہنچنے سے بہت تفکر اور تردد ہوا۔ خدا تعالیٰ خاص فضل کر کے شفاء بخشے۔ اس جگہ دور بیٹھے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اصل حالت کیا ہے۔ اگر کوئی صورت ایسی ہو کہ عبدالرحمٰن کو ساتھ لے کر قادیان آ جاویں تو روبرو دیکھنے سے دعا کے لئے ایک خاص جوش پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شفاء بخشے اور وہ آپ کے دل کا درد دور کرے۔ باقی سب طرح سے خیریت ہے۔ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۵/ مارچ ۱۹۰۴ء [۹۸]

۴- بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجی عزیزی نواب صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج کی ڈاک میں آپ کا خط مجھ کو ملا۔ اس وقت تک خدا کے فضل و کرم اور جود اور احسان سے ہمارے گھر اور آپ کے گھر میں بالکل خیر و عافیت ہے۔ بڑی غوثاں ☆ کو تپ ہو گیا تھا۔ اس کو گھر سے نکال دیا ہے۔ لیکن میری دانست میں اس کو طاعون نہیں ہے۔ احتیاطاً نکال دیا ہے اور ماسٹر محمد الدین* کو تپ ہو گیا اور گلٹی بھی نکل آئی اس کو بھی باہر نکال دیا ہے۔ غرض ہماری اِس طرف بھی کچھ زور طاعون کا شروع ہے، بہ نسبت سابق کچھ آرام ہے۔ میں نے اس خیال سے پہلے لکھا تھا کہ اس گاؤں میں اکثر وہ بچے تلف ہوئے ہیں جو پہلے بیمار یا کمزور تھے اسی خیال نے مجھے اس بات کے لکھنے پر مجبور کیا تھا کہ وہ دو ہفتہ تک ٹھہر جائیں یا اس وقت تک کہ یہ جوش کم ہو جائے۔ اب اصل بات یہ ہے کہ محسوس طور پر تو کچھ کمی نظر نہیں آتی۔ آج ہمارے گھر میں ایک مہمان عورت کو جو دہلی سے آئی تھی بخار ہو گیا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ آپ سخت تفرقہ میں مبتلا ہیں اس وقت یہ خیال آیا کہ بعد استخارہ مسنونہ خدا تعالیٰ پر

☆ زوجہ نور محمد صاحب باورچی مدفونہ بہشتی مقبرہ قادیان۔ (مؤلف)

* مُراد مولانا محمد الدین صاحب پنشنر ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان حال ناظر تعلیم ربوہ۔ (مؤلف)

توکل کر کے قادیان آجاویں۔ میں تو دن رات دعا کر رہا ہوں اور اس قدر زور اور توجہ سے دعائیں کی گئی ہیں کہ بعض اوقات میں ایسا بیمار ہو گیا کہ یہ وہم گذرا کہ شاید دو تین منٹ جان باقی ہے اور خطرناک آثار ظاہر ہو گئے۔ اگر آتے وقت لاہور سے ڈس انفیکٹ کے لئے کچھ رَس کپورا اور کسی قدر رفینائل لے آویں اور کچھ گلاب اور سرکہ لے آویں تو بہتر ہوگا۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد ۶/۱اپریل ۱۹۰۴ء ۹۹

۵- **بسم اللہ الرحمن الرحیم** **نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم**

محبی عزیزی نواب صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ مجھ کو ملا۔ **الحمدللہ والمنتہ** کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے عزیزی عبدالرحمٰن خان کو صحت بخشی۔ گویا نئے سرے زندگی ہوئی ہے اب میرے نزدیک تو یہی بہتر ہے کہ جس طرح ہو سکے قادیان میں آجائیں لیکن ڈاکٹر کا مشورہ ضروری ہے۔ کیونکہ مجھے دور بیٹھے معلوم نہیں کہ حالات کیا ہیں اور صحت کس قدر ہے؟ بظاہر اس سفر میں چنداں تکلیف نہیں کیونکہ بٹالہ تک تو ریل کا سفر ہے اور پھر بٹالہ سے قادیان تک ڈولی ہو سکتی ہے۔ اور گو ڈولی میں بھی کسی قدر حرکت ہوتی ہے۔ لیکن اگر آہستہ آہستہ یہ سفر کیا جائے تو بظاہر کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا۔ اور قادیان کی آب وہوا بہ نسبت لاہور کے عمدہ ہے آپ ضرور ڈاکٹر سے مشورہ لے لیں اور پھر ان کے مشورہ کے مطابق بلا توقف قادیان میں چلے آویں باقی اس جگہ زور طاعون کا بہت ہو رہا ہے۔ کل آٹھ آدمی مرے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم کرے آمین۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۶اپریل ۱۹۰۴ء ۱۰۰

۶- **بسم اللہ الرحمن الرحیم** **نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم**

محبی عزیزی نواب صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ **الحمد للہِ والمنتہ** عزیز عبدالرحمٰن خاں صاحب کی طبیعت اب رو بہ صحت ہے۔ **الحمد للہ ثمّ الحمد للہ**۔ اب میرے نزدیک (واللہ اعلم) مناسب یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر مشورہ دیں تو عبدالرحمٰن کو قادیان میں لے آویں۔ اس میں آب وہوا کی تبدیلی بھی ہو جائے گی۔ ریل میں تو کچھ سفر کی تکلیف نہیں۔ بٹالہ سے ڈولی کی سواری ہو سکتی ہے۔ بظاہر بات تو یہ عمدہ ہے، تفرقہ دور ہو جائے گا۔ اس جگہ قادیان میں آج کل طاعون کا بہت زور ہے۔ اردگرد کے دیہات تو قریباً ہلاک ہو چکے ہیں۔ باقی اس جگہ سب خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۰۱

۷-   بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلّمہٗ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ آپ کا خط آج کی ڈاک میں پہنچا۔ پہلے اس سے صرف بہ نظر ظاہر لکھا گیا تھا۔ اب مجھے یہ خیال آیا ہے کہ توکلا علیٰ اللہ اس ظاہر کو چھوڑ دیں۔ قادیان ابھی تک کوئی نمایاں کمی نہیں ہے۔ ابھی اس وقت جو لکھ رہا ہوں ایک ہندو بیج ناتھ نام جس کا گھر گویا ہم سے دیوار بہ دیوار ہے چند گھنٹہ بیمار رہ کر راہئی ملک بقا ہوا۔ بہرحال خداتعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کر کے آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ بخیروعافیت تشریف لے آویں۔ شب بیداری اور دلی توجہات سے جو عبدالرحمٰن کے لئے کی گئی میرا دل و دماغ بہت ضعیف ہوگیا ہے۔ بسا اوقات آخری دم معلوم ہوتا تھا یہی حقیقت دعا ہے۔ کوئی مرے تا مرنے والے کو زندہ کرے یہی الٰہی قانون ہے۔ سو میں اگرچہ نہایت کمزور ہوں لیکن میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ آپ جب آویں تو پھر چند روز درد انگیز دعاؤں سے فضل الٰہی کو طلب کیا جائے۔ خداتعالیٰ صحت اور تندرستی رکھے۔ سو آپ بلاتوقف تشریف لے آویں۔ اب میرے کسی اور خط کا انتظار نہ کریں۔

والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ☆ [۱۰۲]

قادیان میں مکان بنانے کی تحریک

حضرت اقدسؑ نے نواب صاحب کو بار بار قادیان آنے کی ترغیب کے علاوہ قادیان میں مکان بنانے کی بھی تحریک فرمائی تھی۔ چنانچہ حضور اپریل ۹۹ء میں تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم   ۱۸؍اپریل ۱۸۹۹ء   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

محبی اخویم نواب صاحب سلّمہٗ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ، عنایت نامہ پہنچا۔ اگرچہ آں محبّ کی ملاقات پر بہت مدت گزر گئی ہے اور دل چاہتا ہے کہ اور دوستوں کی طرح آپ بھی تین چار ماہ تک میرے پاس رہ سکیں لیکن اس خانہ داری کے صدمہ سے جو آپ کو پہنچ گیا ہے بڑی مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ یہ روک کچھ ایسی معلوم نہیں ہوتی کہ ایک دو سال تک بھی دور ہوسکے بلکہ یہ دائمی اور اس وقت تک ہے

☆ مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب حضرت اقدسؑ کی شفقت کا ان الفاظ سے ذکر کرتے ہیں کہ والد صاحب مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کو جب حضورؑ کے ارشاد پر قادیان لائے تو رات کے ساڑھے تین بجے کا وقت تھا۔ حضرت اقدسؑ اس وقت تشریف لائے اور حال دریافت فرماتے رہے اور کچھ دیر بیٹھے رہے۔

کہ ہم دنیا سے چلے جائیں۔غرض سخت مزاحم معلوم ہوتی ہے۔صرف یہ ایک تدبیر ہے کہ آپ کی طرف سے ایک زنانہ مکان بقدر کفایت قادیان میں تیار ہو اور پھر کبھی کبھی معہ قبائل اور سامان کے اس جگہ آ جایا کریں اور دو تین ماہ تک رہا کریں لیکن یہ بھی کسی قدر خرچ کا کام ہے اور پھر ہمت کا کام ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اسباب پیدا کر دے اور اپنی طرف سے ہمت اور توفیق بخشے۔دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے۔وقت آخر کسی کو معلوم نہیں اس لیئے دینی سلسلہ کو کامل کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔دانشمند کے لئے فجر سے شام تک زندگی کی امید نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے کسی سے یہ عہد نہیں کیا کہ اس مدت تک زندہ رہے گا۔ ماسوا اس کے ہمارے ملک میں طاعون نے ہی ایسے پیر جمائے ہیں کہ دن بدن خطرناک حالت معلوم ہوتی ہے مجھے ایک الہام میں معلوم ہوا تھا کہ اگر لوگوں کے اعمال میں اصلاح نہ ہوئی تو طاعون کسی وقت جلد پھیلے گی اور سخت پھیلے گی۔ایک گاؤں کو خدا محفوظ رکھے گا۔وہ گاؤں پریشانی سے بچایا جائے گا۔ میں اپنی طرف سے گمان کرتا ہوں کہ وہ گاؤں غالباً قادیان ہے۔اور بڑا اندیشہ ہے کہ شاید آئندہ سال کے ختم ہونے تک خطرناک صورت پر طاعون پھیل جائے اس لئے میں نے اپنے دوستوں کو یہ بھی صلاح دی تھی کہ وہ مختصر طور پر قادیان میں مکان بنالیں۔مگر یہی وقت ہے اور پھر شاید وقت ہاتھ سے جاتا رہے۔'' [۱۰۳]

اسی طرح حضورؑ نے ۹۹ء میں ماہ ستمبر میں یا اس کے قریب نواب صاحبؓ کو تحریر فرمایا:

''کوئی ایسی تجویز ہو آپ کے لئے اس جگہ کوئی سامان تیار ہو جائے۔خدا تعالیٰ ہر ایک شے پر قادر ہے۔'' [۱۰۴]

سو حضور کے ارشادات کی تعمیل میں حضرت نواب صاحبؓ نے ہجرت سے قبل دو ایک کچے کمرے دار المسیح سے ملحق جانب مشرق تعمیر کروائے اور بعد ازاں چند سال بعد انہیں گروا کر ایک پختہ چوبارہ تعمیر کروایا۔

خلافت اولیٰ میں آپ نے قادیان کی اس وقت کی آبادی سے باہر ایک کھلی جگہ پر دار السلام کو بھی تعمیر کرایا۔جس میں باغ بھی لگوایا۔یہ کوٹھی اور باغ کئی گھماؤں زمین میں ہے۔سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ قادیان کی کوٹھی کا نام دار السلام مالیر کوٹلہ کے شہر والے مکان کا نام دار الفضل اور شیروانی کوٹ والی کوٹھی کا نام دار الاحسان حضرت صاحب نے رکھے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی عمارات کو بھی اپنے فضل سے نوازا ہے۔چنانچہ مکرم میاں محمد

عبدالرحمٰن خاں صاحب ذکر کرتے ہیں کہ جب شہر کے مکان کی تعمیر ہو چکی تو حضرت ام المؤمنین اطال اللہ بقاءہا نے فرمایا کہ ہم آپ کا مکان دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ بمعیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب تشریف لائیں۔ حضرت اماں جان کے پردہ کی خاطر حضرت والد صاحب نچلے حصے میں ٹھہرے رہے اور خالہ جان نے حضرت اماں جان کو اوپر کا حصہ دکھایا۔ پھر اس کی تعمیر کی خوشی میں حضرت والد صاحب نے کھانا تیار کرا کے حضورؑ کے ہاں بطور دعوت بھجوایا۔

آپ کی عمارات کا بابرکت ہونا

یہ چوبارہ حضرت اقدس کی پرانی ڈیوڑھی کے اوپر ہے اس لئے دار کا ہی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت اقدسؑ کے لختِ جگر حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے رخصتانہ کے ساتھ بابرکت ہوا۔ کوٹھی دارالسلام حضرت خلیفۃ المسیحؓ اوّلؓ کے بارہا وہاں جانے مرض الموت میں وہاں قیام رکھنے، خلافت کے قیام کے متعلق مشوروں، نیز حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور نونہالانِ خاندانِ مسیح موعود کی آمدورفت، سیّدہ موصوفہ کے لمبے قیام اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے لختہائے جگر کے وہاں پر مستقل قیام ہونے سے بابرکت ہوتا رہا ہے۔ اسی طرح شیروانی کوٹ بھی ان بزرگوں کے قیام و آمدورفت سے بابرکت ہو چکا ہے۔ یہ برکات مخصوص ہیں اور عدیم المثال اور قابلِ رشک۔

حضرت اقدسؑ کے قلبِ اطہر میں احباب کے لئے جس قدر جذبہء شفقت و رحمت موجزن تھا۔ اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اس کا ایک مظاہرہ یہ تھا کہ حضور کوشش فرماتے کہ جس قدر ممکن ہو احباب دار کے اندر ہی اقامت رکھیں۔ چنانچہ بیک وقت بہت سے احباب اہل و عیال سمیت دار میں مقیم رہتے تھے باوجودیکہ اس سے گھر میں تنگی ہو جاتی تھی لیکن نہ حضور اور نہ ہی احباب اس تنگی کو محسوس کرتے تھے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی وحی اِنِّـیْ اُحَـافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار [105] نے کشتی نوحؑ کی طرح طاعون کے خطرناک ایام میں اس کے ساکنین کے محفوظ و مصئون رہنے کا وعدہ دیا تھا اس لئے بھی حضور اقدس اور احباب کی خواہش دار کے اندر مقیم ہونے کے متعلق تیز تر ہو گئی تھی۔ دار کا حضرت نوحؑ کی فُـلْـکِ الْـمَشْحُوْنِ کی طرح بھرے رہنا امر معلوم ہے۔ حضور بھی مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ کو اس بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس جگہ بڑی مشکل یہ ہے کہ مکان نہیں ملتا اکثر لوگ شرارت سے دیتے نہیں۔ ہمارے گھر میں بیس کے قریب عورتیں بھری ہوئی ہیں نواب صاحب بھی مع عیال و

اطفال اس جگہ ہیں۔سو اس گھر میں تو بالکل گنجائش نہیں......طاعون کا دورہ ساٹھ ساٹھ ستّر ستّر ،اسی اسی برس ہوتا ہے۔ ☆

چونکہ حقیقت یہی تھی کہ ساکنین دار کے لئے بوجہ اژدہام کثرتِ ساکنین تنگی تھی۔اس لئے حضرت نواب

☆ مکتوبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام مولوی عبداللہ صاحب سنوری مکتوب نمبر ٦٦۔اس مکتوب پر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے ایک نوٹ دیا ہے جسے مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم میں بھی نقل کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے:

''نوٹ اس خط پر حضورؑ نے تاریخ نہیں دی ہے (ہاں اس بات سے اس سال کا اندازہ ہوسکتا ہے جس میں یہ خط حضورؑ نے لکھا ہے کہ یہ طاعون کے حملے کے پہلے سال کا واقعہ ہے۔حضور اپنے مکتوب مورخہ ۲۵ /اپریل ۹۸ء بنام جناب سیٹھ حاجی عبدالرحمٰن اللہ رکھا صاحب مدراس میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس طرف طاعون کا بہت زور ہے سنا ہے کہ ایک دو مشتبہ وارداتیں امرتسر میں بھی ہوئی ہیں''۔اور مکتوب مورخہ ۵/مئی ۹۸ء بنام سیٹھ صاحب موصوف نیز فرماتے ہیں کہ:

''اس طرف طاعون چمکتی جاتی ہے۔اب اسی[۸۰] کے قریب گاؤں ہیں جن میں زور شور ہو رہا ہے۔قادیان میں یہ حال ہے کہ لڑکوں اور جوانوں اور بڈھوں کو بھی خفیف سا تپ چڑھتا ہے۔دوسرے دن کانوں کے نیچے یا بغل کے نیچے یا بن ران میں گلٹی نکل آتی ہے۔گلٹی تیسرے چوتھے روز خود بخود تحلیل ہوکر کم ہو جاتی ہے''۔مگر اس خط بنام مولوی عبداللہ صاحب میں یہ کوئی ذکر نہیں کہ اس علاقہ میں بھی طاعون نمودار ہو رہی ہے جس سے بطور تخمینہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط مارچ یا اپریل ۹۸ء کا لکھا ہوا ہے۔''

مؤلف ہذا کے نزدیک یہ مکتوب ۱۴/نومبر ۱۹۰۱ء سے ۱۳/اگست ۱۹۰۴ء تک کی کسی تاریخ بلکہ غالباً ۱۹۰۲ء کا ہی خود سیٹھ صاحب کے قادیان کے نواح میں طاعون کے شدت پکڑنے کا ذکر ہے چنانچہ حضورؑ ۰۲-۴-۳ کو تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت قادیاں کے چاروں طرف طاعون ہے قریباً دو کوس کے فاصلہ پر اور قادیان اس وقت ایک ہی کشتی کی طرح ہے جس کے اردگرد سخت طوفان ہو اور وہ دریا

صاحب نے رہائش کے لئے پختہ گو مختصر ترین عمارت کی تعمیر کا ارادہ کرلیا۔ یہ امر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ذیل کے مکتوب سے ظاہر ہے کہ نواب صاحب کو دیئے ہوئے دارالمسیحؑ کے حصہ کو حضرت اقدسؑ

بقیہ حاشیہ:- میں چل رہی ہے۔ ہر یک ہفتہ میں شاید بیس ہزار کے قریب آدمی مرجاتا ہے''۔(مکتوب نمبر۸۰)اور۰۲-۵-۲۰ کو تحریر فرماتے ہیں اس طرف طاعون کا اس قدر زور ہے کہ نمونہ قیامت ہے۔ گرمی کے ایام میں بھی زور چلا جاتا ہے۔(مکتوب نمبر۹۱)اور۰۲-۱۰-۲۶ کو تحریر فرماتے ہیں۔''سنا گیا ہے کہ امرتسر میں طاعون دن بدن چمکتی جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ طاعون سے خدمتِ مفوضہ لینا کس مدت تک حضرت احدیت کا ارادہ ہے''۔(مکتوب نمبر ۱۸۹۔ سو ظاہر ہے کہ پنجاب میں ۹۸ء میں طاعون کا زور ہوا پھر شدت کم ہوگئی تھی اور پھر دوبارہ چمک اٹھی تھی اس لئے اب دیگر وجوہات جس عرصہ سے اسے متعلق کردیں گے درست ہوگا سو میرے نزدیک جو وجوہات ہیں درجِ ذیل ہیں۔

۱- یہاں حضرت مولوی عبداللہ صاحبؓ کے نام کے مکتوب کی تاریخ کی تعیین کا ذکر ہے۔ آپ کو بھی حضور ۰۲-۹-۱۸ کو تحریر فرماتے ہیں۔''ٹیکہ اگرچہ بیہودہ سا علاج ہے اور کہتے ہیں کہ خطرہ سے خالی نہیں اور بعض اس سے مجذوم اور دیوانہ بھی ہوگئے ہیں بعض طاعون کو خود بلا کر جانِ عزیز کھوتے ہیں۔ مگر آپ ملازم ہیں آپ کو شاید توکّلاعلی اللہ لگانا ہی پڑیگا''۔(مکتوب نمبر۳۷) گویا کہ حضرت مولوی صاحبؓ والے علاقہ میں بھی اس وقت طاعون تھی* اس طرح ۰۲-۱-۲۰ کو حضرت اقدسؑ حضرت سید فضل شاہ صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں۔''اگر جموں میں طاعون کی ترقی کا خطرہ نہیں تو خیر ورنہ ضرور عیال کو اس جگہ سے نکالنا چاہیئے''۔(مکتوب نمبر۳ /۱۶۱)

۲- اس مکتوب میں نواب صاحب کے اہل وعیال کے دارالمسیح میں مقیم ہونے کا ذکر ہے۔ نومبر ۹۸ء میں آپ کی پہلی اہلیہ فوت ہوئیں اور وہ کبھی قادیان نہیں آئیں اور نواب صاحب کے اہل وعیال میں سب سے پہلے میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب

* اوراغلب یہ ہے کہ اسوقت کے قریب یہ خط لکھا گیا ہوگا۔ اس سال طاعون کی شدت کے باعث حضرت اقدسؑ نے ضروری خیال فرمایا کہ جلسہ سالانہ بھی منعقد نہ ہو۔

ان سے دریافت کئے بغیر کسی اور کو ان کی غیبوبت میں دینا پسند نہیں فرماتے تھے اور ان سے دریافت کر کے بھی صرف عرصہ غیبوبت کے لئے دینے کا منشاء تھا چنانچہ حضرت مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

قادیان ۵/مارچ

خاں صاحب مکرم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ حضرت اقدس علیہ السلام ایک ہفتہ سے درد شکم کے سبب سے بیمار ہیں کل ظہر کے وقت کئی دن کے بعد تشریف لائے ۔ مجھے فرمایا کہ میں ان کی طرف سے آپ کو لکھوں ۔

''محمد علی شاہ صاحب نے حضرت سے درخواست کی ہے کہ انہیں حضرت اپنے دار میں جگہ دیں اس لئے کہ ان کے گھر کے پاس چند واقعات طاعون کے ہو گئے ہیں ۔ حضرت نے فرمایا ۔ اگر نواب صاحب کو ایک ماہ اور لاہور میں ٹھہرنا ہو تو ان کا مکان شاہ صاحب کے لئے فارغ کیا جا سکتا ہے ۔ پرسوں آپ کے مولوی خدا بخش صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ نواب صاحب دو ماہ تک نہیں آ سکتے ۔ حضرت نے اس خط پر اعتماد نہیں کیا اور فرمایا جب تک نواب صاحب خود نہ لکھیں جب تک وہ مکان محمد علی شاہ صاحب کو نہیں دے سکتے آپ از راہِ کرم واپسی اطلاع دیں کہ آپ کا کیا منشا ہے ۔

کل سُندر سے معلوم ہوا کہ وہ بہت سے روپے کی منظوری آپ سے عمارت پر لگانے کے لئے لے آیا ہے وہ کہنے لگا ہزار تم لوگ نصیحت کرو آخر وہ بادشاہوں کے بیٹے

بقیہ حاشیہ:- قادیان آئے اور ان کی آمد کی تاریخ ۱۴/نومبر ۱۹۰۱ء ڈائری میں مرقوم ہے اور ان کے بہن بھائی اور ان کی دوسری والدہ یعنی خالہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ دسمبر ۱۹۰۱ء میں قادیان آئے اور پہلی بار آئے ۔ میاں صاحب موصوف اپنی اور ان کی پہلی آمد کے نومبر دسمبر ۱۹۰۱ء میں ہونے کی تصدیق کرتے ہیں ۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب سنوری کے نام کا مکتوب کسی طور سے ۹۸ء کا نہیں قرار پاتا ۔

۳- نواب صاحب ۱۴/نومبر ۱۹۰۱ء کو قادیان مع اہل وعیال تشریف لائے صرف چند دن کے لئے سفر پر گئے پھر ۲۳ اگست ۱۹۰۴ء کو کئی ماہ کے لئے لاہور گئے تھے ۔

ہیں وہ کہاں مانتے ہیں۔ والسلام۔ خاکسار عبدالکریم ☆

آپ بعض ذاتی امور کی سرانجام دہی کے لئے ۲۳؍اگست ۰۴ء کو قادیان سے باہر تشریف لے گئے ☆☆ اور آپ کوئی ماہ تک واپس آنے کا موقعہ نہ ملا۔ یقیناً یہ غیبوبت با مر مجبوری ہوگی۔ آپ کی قلبی کیفیت ہم ہجرت کے ذکر میں سابقہ اوراق میں دیکھ چکے ہیں۔ اس سفر کے قریب بھی آپ نے اپنے ایک بھائی کو اس خط کے جواب میں تحریر کیا کہ آپ کیوں قادیان سے باہر نہیں جانا چاہتے۔ اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حد درجہ مجبوری کے بغیر یہ غیبوبیت نہ ہوئی ہوگی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم دارالامان قادیان

برادر عزیز سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ آپ کا ایک خط پہلے اور ایک کل مجھ کو ملا۔ اِن دنوں میں بیمار ہوں...... آپ جانتے ہیں کہ ہر ایک قسم کے نفع نقصان کو جو آپ جانتے ہیں میں بھی جانتا ہوں۔ اگر آپ سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں جانتا اور خوب سمجھتا ہوں۔ مجنوں نہیں خداوند تعالیٰ کے فضل سے اب تک جیسا کچھ ہے دماغ صحیح ہے مگر باوجود اس کے میں سب نقصانوں کو برداشت کرتا رہا ہوں اور کرتا ہوں۔ اب اس وقت کوٹلہ میں نہ رہنے سے میرے مالی اور جائداد وغیرہ کے دنیاوی نقصان بہت سے ہو رہے ہیں۔ مگر جب میں نے قادیان میں رہنے کا ارادہ کیا تو ساتھ ہی ان سب نقصانات کے برداشت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ انسان کے جسم میں ایک دل ہے دو نہیں۔ پس وہ ایک طرف ہی لگ سکتا ہے یا دنیا کی طرف یا دین کی طرف۔ میری رہائش قادیان میں بڑھتی جاتی ہے۔ اسی قدر دنیا سے سرد مہری ہوتی جاتی ہے اور امراض کا سلسلہ ہر وقت موت کی یاد قائم رکھتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ایک ماہ سے تو بالکل کوئی خواہش دنیا قلب میں نہیں رہی۔ اب میں دل میں سوچتا ہوں تو صرف عاقبت کی فکر قلب میں نظر آتی ہے اور اس کے سوا کوئی خواہش نہیں رہی اس کا قدرتی نتیجہ یہ ضروری ہے کہ ہر قسم کی دنیاوی عزت اور امور سے نفرت قطعی ہوگئی ہے۔ اور اب جتنا کچھ جاگیر وغیرہ کا تعلق ہے۔ یہ بھی وبال نظر آتا ہے بلکہ ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے کہ کوئی ایسی سبیل نکلے کہ میں ان علائق سے بھی سبکدوش ہو جاؤں تو آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جب کہ موجودہ حالت ہی وبال معلوم ہوتی ہے تو اس سے زیادہ دنیا میں ترقی میرے لئے کیسی وبال جان ہو سکتی ہے۔ اب ہم کیا چاہتے ہیں بس یہی کہ ہماری حالت دنیا کے

☆ یہ مکتوب ۵؍مارچ ۱۹۰۵ء کا ہے کیونکہ حضرت نواب صاحب بعد ہجرت ۰۴-۸-۲۳ سے ۰۵-۴-۲۷ تک قادیان سے باہر رہے تھے۔

☆☆ اس سفر کا ذکر الحکم پرچہ ۱۷/۲۴؍اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ کالم ۱ میں آتا ہے۔

لحاظ سے حقوق ملکیت اور حقوق ریاست میں بہت کمزوری آ گئی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم پھر اسی حالت میں ہو جائیں جو پہلے تھی یا کم از کم موجودہ حالت سے کچھ تو حالت اچھی ہو جائے اب میری حالت اس موجودہ حالت سے ترقی کو بالکل ناپسند کرتی ہے کیونکہ مجھ کو تو موجودہ حالت بھی خطرناک معلوم ہوتی ہے اس لئے زیادہ حالت بڑھی تو اور زیادہ ذمہ داریاں بڑھیں گی اور مجھے موجودہ ذمہ داریاں ہی نبھتی نظر نہیں آتیں اس سے زیادہ کہاں نبھیں گی اس لئے میں تو ذمہ داریوں کے بڑھانے میں کوشش کرنا اور ان کو چاہنا اپنے لئے سمِّ قاتل سمجھتا ہوں اور موجودہ حالت چونکہ میری خواہش کے بغیر ملی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھ کر شکر یہ کے ساتھ اس پر قانع۔ مگر ہے یہ میرے لئے بڑی مشکل چیز۔ مسلمانوں کی یہی حالت ہے کہ وہ خواہش دنیا نہیں کرتے اور نہ اس کے لئے کوشش ہاں اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے تو پھر اَلْاَمْرُ فَوْقُ الْاَدَبِ اس کو ایک امانت سمجھ کر گلے پڑا ڈھول بجاتے ہیں ورنہ ان کی دلی خواہش صرف دین ہوتا ہے۔

تو آپ ان مندرجہ بالا سطور سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ میں دنیاوی امور میں کس قدر آپ کا شریک ہو سکتا ہوں۔ سب کام خواہش پر ہوتے ہیں جب وہ دل ہی نہیں کہ جس میں خواہش ہو اور کوئی امنگ پیدا ہو تو پھر اس کو کسی کام میں کوشش کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کوئی کہے کہ اچھا اپنے لئے نہیں تو اولاد کے لئے ہی سہی تو اس کا جواب وہی (ہے)۔ آنچہ بر خود نمی پسندی بر دیگراں ہم مپسند۔ پس اس لحاظ سے مجھ کو تو اب قطعاً امور سے نفرت ہے اور میرا دل اس طرف آتا ہی نہیں کہ میں اس دنیا کے میدان میں قدم رکھوں جن کو ریاست اور جاگیر اور عزتِ دنیا کی ضرورت ہو وہ کوشش کریں ان کو مبارک ہو۔ میں تو یک طرف ہو کر اور دنیا کے علائق کو (چھوڑ) چھاڑ کر اپنی عاقبت کی فکر میں ہوں معلوم نہیں کب موت آ جائے پھر میری یہ کوشش وغیرہ کس کام آئیں۔ مجھ کو نہ عزت دنیا کی ضرورت ہے اور نہ کسی قسم کی دنیاوی امور کی۔ ہماری حالت یہ ہے کہ

کجا بیند دلِ ناپاک روئے پاک حضرت را　　مصفّا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا

نمی باید مرا یک ذرہ عزت ہائے دین ودنیا

منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

اگر دل میں حبّ دنیا ہے تو دین مشکل اور اگر دین کی خواہش ہے کہ جو پھر دنیا کی ناپاکی سے دل صاف ہو تو خدا نظر آئے اور میری طبیعت اب کُل ان امور سے سیر ہے۔ میں تو اب اس (کے) لئے تیار بیٹھا ہوں کہ خداوند تعالیٰ جس قدر فرصت دے اس میں اپنی محبت اور ذکر کی توفیق دے۔ اور ایمان کے ساتھ خاتمہ بخیر کرے اور دین کی خدمت میں اور ایمان کے ساتھ مدت العمر رہوں اور آخر سرخرو خدا کی جناب میں پہنچوں دنیا کے لحاظ سے اب ہم لوگ مر چکے اور آپ اگر دنیا کے لحاظ سے میرا وجود چاہیں تو سمجھ لیں کہ ایک بھائی

مر گیا وہ دنیا میں موجود نہیں۔ بھائی یوسف علی خاں مرحوم مر گئے تو آخر دنیا کا کام رکا نہیں رہا اور آخر ہم میں سے بھی سب نے یکے بعد دیگرے مرنا ہے مگر دنیا ہے کہ اسی طرح چلتی رہے گی پس آپ فرض کرلیں کہ میں بھی یوسف علی خاں صاحب کی طرح مر گیا میں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو ذرا بھی دنیا کی ہوس نہیں ہے اور (نہ) عزتِ دنیا کا کوئی خیال۔ اگر ایسا ہوتا تو کوئی جانے بوجھے کنوئیں میں گرتا ہے؟ اگر مجھ کو اپنے نقصاناتِ دنیاوی کا کوئی خیال ہوتا تو میرے دل میں ایک تپش ہوتی جس سے میں دوڑتا پھرتا۔ مگر وہ کیا چیز ہے کہ جس نے مجھ کو اس بات سے ہٹا دیا وہ یہی کہ دنیا کی طرف سے میرا دل مر گیا ہے اور یہ حالت خدا کرے کہ ترقی کرے...... میں صاف صاف آپ صاحبوں کو کہتا ہوں کہ میں ہرگز ہرگز ان دنیاوی امور میں پڑنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ امور میری دینی منزل میں قزاقوں کا کام کرتے ہیں اور میں اپنا دین لُٹانا نہیں چاہتا پس جو کچھ آپ صاحبوں نے کرنا ہے میرے وجود کو اپنے میں سے خارج کر کے کریں۔ ہاں مگر آپ صاحبوں کی خاطر بادل ناخواستہ اس قدر میں کرسکتا ہوں کہ میں اپیل پر دستخط کردوں اور سوائے ایسے معاملات کے جن سے مجھ کو قطعاً اختلاف نہ ہو میں خرچ کا شریک رہوں اور دستخط کردوں۔ میرے پیارے بھائی! میں کیا کروں میری حالت ایسی ہو رہی ہے کہ میں آپ کے منشا کو پوری نہیں کرسکتا۔ اور ہماری حالت بالکل مختلف ہے

معشوق من آنست کہ بنزدیک توزشت است

آپ کو بُرا نہ منانا چاہیئے کیوں کہ اصول ومقاصد کا اختلاف اس علیحدگی کا موجب ہے۔ اگر میرے مقاصد بھی وہی ہوتے جو آپ کے ہیں تو مجھ کو کوئی عذر نہ ہوتا آگے میں ہمیشہ ایسے کاموں میں آگے قدم رکھتا تھا۔ دعا کے لئے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اکثر یاد دلاتا رہا ہوں اور وہ فرماتے ہیں کہ ہم دعا کرتے ہیں پس جو صورت ہمارے لئے خدا نکالے گا۔ وہ مبارک ہوگی میں بھی انشاء اللہ جو کچھ مجھ سے ہوگا دعا میں مشغول رہوں گا مگر میں ایسے دنیاوی امور میں ایکٹو پارٹ لینے سے معذور ہوں خدا کرے کہ آپ کو میری اس تحریر سے رنج نہ ہو اور مجھ کو واقعی معذور سمجھیں گے اور اپنے کاموں میں اسی طرح لگیں گے کہ گویا میں دنیا میں نہیں۔ راقم محمد علی خاں ☆

☆ یہ مکتوب ۱۴ جون ۱۹۰۴ء یا زیادہ سے زیادہ ۰۴-۸-۲۳ تک کا ہے اسلئے کہ نقول روبکار کے رجسٹر سے صفحات مسلسل ہوتے ہیں، اور اس سے قبل کی چٹھی پر تاریخ ۰۴-۶-۱۴ درج ہے۔ مکتوب ہذا اِس رجسٹر کی آخری چٹھی ہے۔ یہ بہرحال ۲۳ اگست ۰۴ء تک کا ہے۔ کیونکہ اس تاریخ کو حضرت نواب صاحب قادیان سے باہر گئے اور ۰۵ء میں واپس آئے۔

حضرت اقدسؑ کا باغ میں قیام

ایک شدید زلزلہ نے وادی کانگڑہ میں عظیم تباہی مچادی تھی اور مزید زلازل کے متعلق حضورؑ کو الہام ہو چکے تھے اس لئے حضور مع خدّام بڑے باغ میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔ مدرسہ بورڈنگ، دفتر ریویو، درسِ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ غرضیکہ اب سب کچھ وہیں تھا۔ چونکہ ان ایام میں قادیان اور نواح میں طاعون زوروں پر تھی۔ اس لئے حضرت اقدس نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

> محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلّمہٗ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
> قادیان میں تیزی سے طاعون شروع ہوگئی ہے۔ آج میاں محمد افضل ایڈیٹر اخبار البدر کا لڑکا جاں بلب ہے۔ نمونیا پلیگ ہے آخری دم معلوم ہوتا ہے۔ ہر طرف آہ وزاری ہے۔ خدا تعالیٰ فضل کرے۔ ایسی صورت میں میرے نزدیک بہت مناسب ہے کہ آپ اخیر اپریل ۱۹۰۵ء تک ہرگز تشریف نہ لاویں دنیا پر ایک تلوار چل رہی ہے خدائے تعالیٰ رحم فرماوے باقی خدا تعالیٰ کے فضل سے سب خیریت ہے۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ۔[۱۰۶]

قادیان میں قیام کے متعلق جن جذبات کا ذکر ہم اوراق سابقہ میں پڑھ چکے ہیں ان سے ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ نواب صاحب حضرت اقدسؑ اور قادیان سے دوری کو آبِ حیواں سے بُعد یقین جانتے تھے اس لئے اس عرصہ مہجوری اور سرچشمۂ علم وعرفان سے دوری میں آپ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہوں گے یہ خیالی امر نہیں بلکہ حقیقت ثابتہ ہے۔ چنانچہ بدر میں مکرم مفتی محمد صادق صاحب رقم فرماتے ہیں

> ’’۱۴؍اپریل ۱۹۰۵ء نواب محمد علی خاں صاحب کا خط آیا جس میں انہوں نے الحاح کے ساتھ لکھا ہوا تھا کہ میں اب لاہور میں ہرگز نہیں رہ سکتا۔ مجھے باغ کے کسی گوشہ میں جگہ دے دیں۔ عاجز راقم کو حکم دیا کہ ان کو تحریر کردو کہ آجائیں اور باغ کے کسی حصہ میں جہاں چاہیں جگہ کرلیں‘‘۔[۱۰۷]

سو آپ قادیان تشریف لے آئے چنانچہ معزز بدر میں مرقوم ہے:

> ’’حضرت نواب محمد علی خاں صاحب بمعہ ڈیرہ لاہور سے واپس قادیان آگئے اور حضرت کے قریب باغ میں اپنا خیمہ لگایا‘‘۔[۱۰۸]

آپ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب والے باغیچہ میں خیمہ زن ہوئے جہاں آپ نے پندرہ سولہ خیمے لگوائے اور قناتیں لگوائیں اور نمازوں وغیرہ کی ادائیگی کے لئے ایک بہت بڑا خیمہ بھی لگوایا۔ باغ میں پہرہ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب رینجر سابق پروانشل امیر کشمیر مرحوم۔ ڈاکٹر عطر الدین صاحب حال درویش ڈاکٹر فضل الدین افریقوی اور دیگر طلبا دوسرے احباب کے علاوہ دیا کرتے تھے۔ حضرت نواب صاحب نے بھی کچھ پہرہ دار پہرہ کی خاطر رکھے ہوئے تھے جن میں سے ایک حاکم علی سپاہی تھا جو سرکار کی طرف سے قادیان میں متعین تھا۔ اسے حضرت نواب صاحب کچھ الاؤنس اپنے طور پر دیدیتے تھے۔☆ (ع)

انجمن مصلح الاخوان اور مدرسۃ الاسلام کا قیام

صلاح خلق اور بے لوث خدمت کا جو جذبہ بے پایاں نواب صاحب کے قلبِ صافی میں متموج تھا اس سے مجبور ہو کر آپ نے مالیر کوٹلہ میں ایک انجمن بنام مصلح الاخوان ۱۸۹۶ء کے قریب اور اس انجمن کی زیر نگرانی ایک مدرسہ بنام مدرسۃ الاسلام ۱۸۹۸ء کے لگ بھگ جاری کیا۔ انجمن میں آپ نے معززین کو شامل کیا۔ اس وقت نواب احمد علی خاں صاحب ولیعہد نابالغ تھے اس لئے بوجہ علالت نواب ابراہیم علی خاں ریاست کا کام چلانے کے لئے نواب امیر الدین خاں والی لوہارو سپرنٹنڈنٹ مقرر ہو چکے تھے۔ حضرت نواب صاحب اس انجمن کے سیکرٹری بنے اور نواب لوہارو کو اس کا صدر بنایا۔ اِس مدرسہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا تھا لیکن بعد میں مرزا خدا بخش صاحب کو۔ اس سے مولوی صاحب ناراض ہو کر وہاں سے چلے

☆ معزز الحکم میں مرقوم ہے:

''عالی جناب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ جو کئی ماہ سے اپنے بعض ذاتی کاروبار کے لئے لاہور تشریف لے گئے ہوئے تھے ۲۷/اپریل کی شب کو خیر و عافیت سے دارالامان واپس آ پہنچے اور باغ کے مغربی جانب ایک دوسرے باغیچہ میں خیمہ زن ہیں (۳) میاں حاکم علی کانسٹیبل* متعینہ قادیان اس وقت نہایت مستعدی سے حفاظت قصبہ کر رہا ہے کیونکہ اکثر حصہ باہر نکلا ہوا ہے اور وہ بھی مختلف حصوں میں ساری رات اسے ادھر ادھر بھاگنا پڑتا ہے غرض ہر طرح سے تسلی بخش انتظام ہو رہا ہے اور ایسے وقت میں یہ نہایت قابل قدر ہے''۔ [109]

* مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی و مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی بیان کرتے ہیں کہ یہ فوت ہو چکے ہیں احمدی نہیں ہوئے تھے فیض اللہ چک کے باشندے تھے۔

گئے۔حکیم محمد زمان صاحب مرحوم بھی بطور مدرس وہاں کام کرتے تھے۔حضرت نواب صاحب کی رواداری کا یہ حال تھا کہ دونوں احمدیوں کی مولوی صاحب کے ساتھ احمدیت کے تعلق میں بحث و تمحیص ہوتی رہتی تھی۔مولوی صاحب جس طینت کے مالک تھے وہ ان کے مخالفانہ لٹریچر سے واضح ہے لیکن ان سے کبھی تعرض نہیں کیا جاتا تھا۔انجمن کے رجسٹرات فسادات ۱۹۴۷ء کی نذر ہو چکے ہیں۔

انجمن مصلح الاخوان اور مدرستہ الاسلام کے نیک اغراض ومقاصد حضرت نواب صاحب کی قلم سے سنئے تحریر فرماتے ہیں:

انجمن مصلح الاخوان مالیر کوٹلہ

انجمن مصلح الاخوان مالیر کوٹلہ چار سال سے قائم ہے اور اپنے فرائض کو ایک حد تک پورا کر رہی ہے۔یہ انجمن اہل اسلام کی دینی تمدنی اور اخلاقی اصلاح اور ترقی و بہبودی کی غرض سے بہ سر پرستی رئیسان قائم ہوئی ہے اس انجمن کے مقاصد اعلیٰ ہیں۔اسلام کے اصول مقدسہ کی حمایت اور رسوم خلافِ اسلام کا ترک کرنا اور رسوم مسنونہ اسلام کا تعدیل کرنا مسلمانوں میں دینداری،تہذیب، اخلاق، معاشرت اور تمدّن کے اعلیٰ درجہ پر پہنچانے کی کوشش کرنا اور قرونِ اولیٰ کے قدم بقدم چلنے کی ترغیب دینا اور مسلمانوں میں اعلیٰ تعلیم دینے اور اعلیٰ تعلیم انگریزی کے پھیلانے کی کوشش کرنا۔

اس انجمن کے متعلق ایک مدرسہ بھی دو سال سے جاری ہے جس میں کوشش کی گئی ہے کہ طالب علم آٹھ سال میں انگریزی میں انٹرنس پاس کر لے اور حدیث۔فقہ۔تفسیر اور ادب میں منتہی ہو جائے۔یعنی حدیث میں صحاح ستہّ اور فقہ میں ہدایا اور تفسیر میں بیضاوی اور ادب میں حُماسہ اور متنبّی تک طالب علم پڑھ لے۔اس مدرسہ کا نام مدرستہ الاسلام مالیر کوٹلہ ہے۔پس اے ہمدردانِ قوم اس انجمن اور مدرسہ کی امداد فرمائیں اور جو کچھ آپ میں وسعت ہو اس قدر آپ امداد فرمائیں۔‘‘

الملتمس

محمد علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ و لائف جنرل سیکرٹری ’’انجمن مصلح الاخوان مالیر کوٹلہ‘‘☆

☆ یہ اعلان حضرت نواب صاحب کے شائع کردہ ’’عربی اردو کا قاعدہ‘‘ کے آخر پر ہے جو آپ نے ’’مدرستہ

حضرت اقدسؑ کی طرف سے قادیان میں مدرسہ کے قیام کی تجویز

ابتدا میں احمدی بچے آریہ مدرسہ میں تعلیم پاتے تھے لیکن وہاں کا ماحول ان بچوں کی مذہبی روح کے لئے حد درجہ مُضر پا کر حضرت اقدسؑ نے اشتہار مورخہ ۱۵؍ستمبر ۱۸۹۷ء کے ذریعہ قادیان میں ایک مڈل سکول یا بشرطِ وسعت سرمایہ انٹرنس سکول کھولنے کی تجویز فرمائی☆☆ اس مدرسہ کی اہمیت کا اندازہ حضورؑ کے اشتہار کے پڑھے بغیر نہیں ہوسکتا اس لئے درج کیا جاتا ہے حضورؑ فرماتے ہیں:

بقیہ حاشیہ:- التعلیم الاسلام قادیان و مدرستہ الاسلام مالیر کوٹلہ کی پہلی جماعت کے لئے تالیف کیا۔'' اور اس امر سے سن تصنیف وسن قیام انجمن وقیام مدرسہ کا علم ہوتا ہے قرائن درج ذیل ہیں (۱) مدرسہ تعلیم الاسلام جنوری ۹۸ء میں قائم ہوا۔ (۲) ۵؍ستمبر ۱۹۰۰ء کو نواب صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کے ڈائرکٹر مقرر ہوئے (۳) مدرسہ تعلیم الاسلام سے گہرا تعلق آپ کا ہو چکا تھا۔ جب یہ قاعدہ تالیف ہوا۔ اور وہ گہرا تعلق بصورت ڈائرکٹر ہونے کے ہی ہوسکتا تھا (۴) دسمبر ۱۹۰۱ء میں نواب صاحب ہجرت کر آئے اور مدرستہ الاسلام بند کر دیا۔ اِن سب امور سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۰ء میں یہ قاعدہ تالیف ہوا اس سے دو سال قبل یعنی ۱۸۹۸ء میں مدرستہ الاسلام کا اور چار سال قبل یعنی ۱۸۹۶ء میں انجمن مصلح الاخوان کا قیام عمل میں آیا تھا۔

☆☆ اس کے اجراء کی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''ایک وہ زمانہ تھا کہ ہمارے لئے ہائی کلاسز کو جاری کرنا بھی مشکل تھا۔ یہاں آریوں کا مڈل سکول ہوا کرتا تھا۔ شروع شروع میں اس میں ہمارے لڑکے جانے شروع ہوئے تو آریہ ماسٹروں نے ان کے سامنے لیکچر دینے شروع کئے کہ تم کو گوشت نہیں کھانا چاہیئے۔ گوشت کھانا ظلم ہے وہ اس قسم کے اعتراضات کرتے تھے جو اسلام پر حملہ تھے۔ لڑکے سکول سے آتے اور یہ اعتراضات بتلاتے یہاں ایک پرائمری سکول تھا اس میں بھی اکثر آریہ مدرس آیا کرتے اور یہی باتیں سکھلایا کرتے تھے۔ پہلے دن جب میں اس سرکاری پرائمری سکول میں پڑھنے گیا اور دوپہر کو میرا کھانا آیا تو میں سکول سے باہر نکل کر ایک درخت کے نیچے جو پاس ہی تھا کھانا کھانے کے لئے جا بیٹھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس روز کلیجی پکی تھی اور وہی میرے کھانے میں بھجوائی گئی اس وقت میاں عمر الدین صاحب مرحوم جو میاں عبداللہ صاحب حجام کے والد تھے۔ وہ بھی اسی سکول میں پڑھا کرتے تھے لیکن وہ بڑی جماعت میں تھے اور میں پہلی جماعت میں تھا میں کھانا کھانے بیٹھا تو وہ بھی آ پہنچے اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلّی

ایک ضروری فرض کی تبلیغ

اگر چہ ہم دن رات اِسی کام میں لگے ہوئے ہیں کہ لوگ اس سچے معبود پر ایمان لاویں جس پر ایمان لانے سے نور ملتا اور نجات حاصل ہوتی ہے لیکن اس مقصد تک پہنچانے کے لئے علاوہ ان طریقوں کے جو

بقیہ حاشیہ:- دیکھ کر کہنے لگے ''ہیں ماس کھاندے او ماس''۔ حالانکہ وہ مسلمان تھے اس کی یہی وجہ تھی کہ آریہ ماسٹر سکھلاتے تھے کہ گوشت خوری ظلم ہے اور بہت بری چیز ہے۔ ماس کا لفظ میں نے پہلی دفعہ ان سے سنا تھا اسلئے میں سمجھ نہ سکا کہ ماس سے مراد گوشت ہے۔ چنانچہ میں نے کہا یہ ماس تو نہیں کلیجی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ماس گوشت کو ہی کہتے ہیں۔ پس میں نے ماس کا لفظ پہلی دفعہ ان کی زبان سے سنا اور ایسی شکل میں سنا کہ گویا ماس خوری بُری ہوتی ہے اور اس سے بچنا چاہیئے۔ غرض آریہ مدرس اس قسم کے اعتراضات کرتے رہتے اور لڑکے گھروں میں آ آ کر بتاتے کہ وہ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ آخر یہ معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا جس طرح بھی ہو سکے جماعت کو قربانی کر کے ایک پرائمری سکول قائم کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ پرائمری سکول کھل گیا اور یہ سمجھا گیا کہ ہماری جماعت نے انتہائی مقصد حاصل کر لیا ہے۔ اس عرصہ میں ہمارے بہنوئی نواب محمد علی خاں صاحب مرحوم ومغفور ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ انہیں سکولوں کا بڑا شوق تھا چنانچہ انہوں نے مالیر کوٹلہ میں بھی ایک مڈل سکول قائم کیا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں اس کو مڈل کر دیا جائے میں وہاں سکول کو بند کر دونگا اور وہ امداد یہاں دید یا کروں گا چنانچہ قادیان میں مڈل سکول ہو گیا۔ پھر بعد میں کچھ نواب محمد علی خاں صاحب اور کچھ حضرت خلیفۃ المسیحؑ اول رضی اللہ عنہ کے شوق کی وجہ سے فیصلہ کیا گیا کہ یہاں ہائی سکول کھولا جائے۔ چنانچہ پھر یہاں ہائی سکول کھول دیا گیا۔ لیکن یہ ہائی سکول پہلے نام کا تھا کیونکہ اکثر پڑھانے والے انٹرنس پاس تھے اور بعض شاید انٹرنس فیل بھی۔ مگر بہر حال ہائی سکول کا نام ہو گیا۔ زیادہ خرچ کرنے کی جماعت میں طاقت نہ تھی اور نہ ہی یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا''۔ [۱۱۰]

استعمال کئے جاتے ہیں ایک اور طریق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ قائم ہو کر بچوں کی تعلیم میں ایسی کتابیں ضروری طور پر لازمی ٹھہرائی جائیں جن کے پڑھنے سے اُن کو پتہ لگے کہ اسلام کیا شے ہے اور کیا کیا خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے اسلام پر حملے کئے ہیں۔ حملے کیسے خیانت اور جھوٹ اور بے ایمانی سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ کتابیں نہایت سہل اور آسان عبارتوں میں تالیف ہوں اور تین حصّوں پر مشتمل ہوں۔ پہلا حصّہ ان اعتراضات کے جواب میں ہو جو عیسائیوں اور آریوں نے اپنی نادانی سے قرآن اور اسلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں۔اور دوسرا حصّہ اسلام کی خوبیوں اور اس کی کامل تعلیم اور اس کے ثبوت میں ہو اور تیسرا حصہ ان مذاہب باطلہ کے بطلان کے بیان میں ہو جو مخالف اسلام ہیں اور اعتراضات کا حصہ صرف سوال اور جواب کے طور پر ہو تا بچے آسانی سے اس کو سمجھ سکیں اور بعض مقامات میں نظم بھی ہو تا بچے اس کو حفظ کر سکیں ایسی کتابوں کا تالیف کرنا میں نے اپنے ذمّہ لے لیا ہے اور جو طرز اور طریق تالیف کا میرے ذہن میں ہے اور جو غیر مذاہب کی باطل حقیقت اور اسلام کی خوبی اور فضیلت خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمائی ہے، میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ایسی کتابیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے میں تالیف کروں گا بچوں کو پڑھائی گئیں تو اسلام کی خوبی آفتاب کی طرح چمک اٹھے گی اور دوسرے مذاہب کے بطلان کا نقشہ ایسے طور سے دکھایا جائے گا جس سے ان کا باطل ہونا کھل جائے گا۔

اے دوستو یقیناً یاد رکھو کہ دنیا میں سچا مذہب جو ہر ایک غلطی سے پاک اور ہر ایک عیب سے منزہ ہے صرف اسلام ہے یہی مذہب ہے جو انسان کو خدا تک پہنچاتا اور خدا کی عظمت دلوں میں بٹھاتا ہے ایسے مذہب ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں جن میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے جیسے انسان کو خدا کر کے مان لو یا جن میں یہ تعلیمیں ہیں کہ وہ ذات جو مبدء ہر ایک فیض ہے وہ تمام جہان کا خالق نہیں ہے۔ بلکہ تمام ارواح خود بخود قدیم سے چلے آتے ہیں گویا خدا کی بادشاہت کی تمام بنیاد ایسی چیزوں پر ہے جو اس کی قدرت سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ قدامت میں اس کے شریک اور اس کے برابر ہیں۔سو جس کو علم اور معرفت عطا کی گئی ہے اس کا فرض ہے جو ان تمام اہل مذاہب کو قابل رحم تصور کر کے سچائی کے دلائل ان کے سامنے رکھے اور ضلالت کے گڑھے سے ان کو نکالے اور خدا سے بھی دعا کرے کہ یہ لوگ ان مہلک بیماریوں سے شفا پاویں اس لئے میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلامی روشنی کو ملک میں پھیلاؤں اور جس طریق سے میں اس خدمت کو انجام دونگا میرے نزدیک دوسروں سے یہ کام ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اِس طوفان ضلالت میں اسلامی ذریت کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچانے کے لئے اس ارادہ میں میری مدد کرے۔سو میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بالفعل قادیان میں ایک مڈل سکول قائم کیا جائے۔اور علاوہ تعلیم انگریزی کے ایک

حصّہ تعلیم کا وہ کتابیں رکھی جائیں کہ جو میری طرف سے اس غرض سے تالیف ہوں گی کہ مخالفوں کے تمام اعتراضات کا جواب دے کر بچوں کو اسلام کی خوبیاں سکھلائی جائیں اور مخالفوں کے عقیدوں کا بے اصل اور باطل ہونا سمجھایا جائے۔اس طریق سے اسلامی ذریّت نہ صرف مخالفوں کے حملوں سے محفوظ رہے گی بلکہ بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ حق کے طالب سچ کی روشنی اسلام میں پاکر باپوں اور بیٹوں اور بھائیوں کو اسلام کے لئے چھوڑ دیں گے مناسب ہے کہ ہرایک صاحب توفیق اپنے دائمی چندہ سے اطلاع دیوے کہ وہ اس کار خیر کی امداد میں کیا کچھ ماہواری مدد کرسکتا ہے اگر یہ سرمایہ زیادہ ہو جائے تو کیا تعجب ہے کہ یہ سکول انٹرنس تک ہو جائے۔واضح رہے کہ اول بنیاد چندہ کی اخویم مخدومی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ڈالی ہے کیونکہ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ میں اس سکول کے لئے دس روپے ماہواری دوں گا اور مرزا خدا بخش صاحب اتالیق نواب محمد علی خاں صاحب نے دوروپیہ اور محمد اکبر صاحب نے ایک روپیہ ماہواری اور میر ناصر نواب صاحب نے ایک روپیہ ماہواری اور اللہ داد صاحب کلرک شاہ پور نے ۸ للہ ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے۔

المشتہر میرزا غلام احمد از قادیان ۱۵/ستمبر ۱۸۹۷ء۔ [۱۱۱]

تسمیہ مدرسہ

حضورؑ کے ارشاد کے بموجب ایک خاص سب کمیٹی ۲۷دسمبر ۱۸۹۷ء کو ہوئی اس کمیٹی نے تجویز کیا کہ یکم جنوری ۱۸۹۸ء سے پرائمری سکول کھولا جائے جس کا نام حسبِ ارشاد حضرت اقدسؑ مدرسہ تعلیم الاسلام رکھا جائے۔چنانچہ مدرسہ کا اجراء جنوری ۱۸۹۸ء سے ہوا جو کہ پرائمری تک تھا۔ [۱۱۲]

مدرسہ کا اجراء

چنانچہ یہ مدرسہ جاری ہوا پونے دوماہ بعد اس بارہ میں جو کوائف شائع ہوئے درج ذیل ہیں:

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان دارالامان

جس مدرسہ کی ضرورت اجراء پر اکتوبر ۱۸۹۷ء میں اشتہار دیا گیا تھا جنوری ۱۸۹۸ء سے اس کا افتتاح ہوگیا ہے۔اس وقت ساٹھ طالب علم درج رجسٹر ہیں اور چار مدرس جو سیدنا مرزا صاحب کے مشن کے خادم ہیں تعلیم دیتے ہیں۔مدرسہ کے

نصاب تعلیم میں دینیات لازمی مضمون قرار دیا گیا ہے اور عام مدرسوں کی نسبت یہ لحاظ اور خیال رکھا گیا ہے کہ طالب علم ۶ سال کے اندر پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مڈل میں داخل ہو سکے اور انگریزی تعلیم حروف تہجی شروع کرتے ہی شروع ہوتی ہے۔ مدرسہ کا انتظام ایک مجلس ناظم التعلیم کے سپرد ہے جس کے جنرل سیکرٹری خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور مقرر ہوئے ہیں اور میرِ مجلس جناب مولانا مولوی نورالدین صاحب بھیروی اور پیٹرن اور سرپرست حضرت اقدس حجتہ اللہ سیدنا مرزا صاحب مسیح موعود...... دوسو سے زائد ممبروں کے نام درج رجسٹر ہو چکے ہیں اس وقت دوسری مڈل تک مدرسہ میں تعلیم دی جاتی ہے۔ بورڈنگ ہاؤس کی تجویز ہو رہی ہے عنقریب کھلنے والا ہے۔ ہمارے احباب اور عوام لوگ جو دینی و دنیاوی برکات سے بہرہ مند اور متمتع ہونا چاہتے ہیں اپنے لڑکے بھیجیں۔ اس وقت تک مدرسہ میں کوئی فیس بھی نہیں لی جاتی گو کچھ عرصہ کے بعد بہت قلیل فیس لگائی جاوے گی۔" [۱۱۳]

مدرسہ کی مالی امداد کی تلقین

چار ماہ بعد مدرسہ کے لئے مالی امداد کی تحریک کرتے ہوئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

اشتہار ضروری

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اے برگزیدہ جماعت کے ممبرو اور اے اسلام کے سچّے حامیو! بموجب ریزولیوشن کمیٹی منتظمہ منعقدہ ۵ رمئی ۱۸۹۸ء آپ کی خدمت مبارک میں گذارش ہے کہ یہ امر آپ پر مخفی نہیں کہ حضرت اقدسؑ جناب امام الزمان مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل اسلام کے بچوں کی حالت زار کو دیکھ کر اور اس امر کی اشدّ

ضرورت محسوس کر کے ان کی تعلیمی حالت نہایت ناقص اور خراب ہے۔ایک اشتہار شائع کیا تھا کہ ضرورت بالا کے پورا کرنے کے لئے ایک مدرسہ قادیان میں جاری کیا جائے چنانچہ بعض ہمدردان قوم نے اپنی حیثیت کے بموجب چندہ سے امداد کی مگر جس سٹینڈرڈ کا مدرسہ فی الحال تجویز کیا گیا تھا وہ آمد اس کے لئے غیر مکتفی تھی۔اِس لئے ابھی مدرسہ مڈل کی دوسری جماعت تک یکم جنوری ۱۸۹۸ء سے جاری کر دیا گیا اور اسی مدرسہ میں اس وقت دارالامان اور گردونواح کے دیہات کے طلباء تعلیم پاتے ہیں لیکن بہت سے برادرانِ بیرونی نے اس امر کی بھی خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ اپنے اپنے بچوں کو وہاں بھیجنا چاہتے ہیں لیکن جہاں مکان مدرسہ اور بورڈنگ ہاؤس کی عمارت تیار نہیں علاوہ اس کے بہت سے مساکین طلبا بھی ہیں جن کی تعلیم وتربیت کی سخت ضرورت ہے لہذا ذیل کی مدّ ین قائم کر کے آپ صاحبان کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے کہ ہر ایک صاحب مقدور ہر مدیا جس مد کے لئے چاہیں امداد فرما کر سعادت دارین کے مستحق ہوں (۱) عام اغراض مدرسہ (۲) تعمیر مکان مدرسہ وبورڈنگ ہاؤس (۳) مساکین فنڈ۔

آپ صاحبان پر روشن ہے کہ ایسے کام سوائے قوم کی مجموعی امداد کے چل نہیں سکتے اور یہ امداد بھی کسی غیر کی امداد نہیں ہے بلکہ یہ امداد اپنے نفس کے لئے ہے کیونکہ آپ ہی لوگوں کے بچے یہاں تعلیم پا کر دنیا کے لئے نمونہ بن کر نکلیں گے۔اس امداد سے دُگنا ثواب ہے۔ایک تو دنیاوی کہ آپ کے بچے دنیا میں خاص امتیازی فخر حاصل کریں گے۔دوسرا دینی جس سے ہمارا مالک ہمارا خالق۔ہمارا پاک پروردگار ہم پر راضی ہوگا۔اور انجمن امید کرتی ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو ڈونیشن اور ماہانہ یا سالانہ رقوم ارسال فرما کر مشکور وممنون فرماویں گے اور تساہل اور سہل انگاری کو دور کر کے بہت جلد اس کی تعمیل میں کوشش فرمادیں گے۔

المشتہر عبدالکریم جائنٹ سکرٹری انجمن تعلیم الاسلام

(دارالامان قادیان مورخہ ۷؍مئی ۱۸۹۰ء (الحکم بابت ۶؍مئی ۱۸۹۰ء) ☆

☆ اسوقت جس قدر مالی اعانت درکار تھی وہ ذیل کے اعلان سے بھی ظاہر ہے''بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم نحمدہ اللہ العلی

مدرسہ کی بہتری کے لئے حضرت نواب صاحب کی ایک تجویز

حضرت نواب صاحبؓ باوجودیکہ مدرسہ کے انتظام میں ابھی شریک نہ تھے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ کی محبت کی وجہ سے آپ کو اس سے پوری دلچسپی تھی اور آپؓ کا دردمند دل اس کے فنڈز کی کمی کو پورے طور پر محسوس کرتا تھا اور اس مشکل کے حل کے لئے غلطان و پیچاں رہتا ہوگا۔سو ۵؍ستمبر ۱۹۰۰ء کو جس دن بعد کے ایک فیصلہ کے رو سے آپؓ ڈائرکٹر مقرر کئے گئے آپؓ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے مدرسہ کی آمد کو بڑھانے کے لئے کمیٹی نے ایک فیصلہ کیا اس تجویز کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نواب صاحب کے کسی لمبے غور و فکر کا نتیجہ ہے۔آپ کی تجویز کے مطابق ایک کونسل ٹرسٹیاں ان اصحاب پر مشتمل مقرر کی گئی جو مدرسہ کو کم از کم ساٹھ روپیہ سالانہ مدد دیں یا مدرسہ کے لئے چندہ وصول کریں۔یا مدرسہ کی علمی مدد کریں چنانچہ اس کے مطابق اکیس اشخاص کونسل ٹرسٹیاں کے ممبر قرار دئے گئے جن میں سے اب صرف مکرم عرفانی صاحب ہی زندہ ہیں۔اطال اللہ بقاہ

۲۹؍دسمبر ۱۹۰۰ء کو بیت السلام قادیان میں بصدارت حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کونسل ٹرسٹیان کے

بقیہ حاشیہ:- العظیم ونصلّی علی رسولہ الکریم

دوستو اک نظر خدا کیلئے

مسیح موعودؑ کے جان نثار خادم۔حضور ممدوح ایدہ اللہ کے مقاصد سے واقف دینی ضرورتوں کے مہیا کرنیکی پیاس رکھنے والی قوم۔پھر میں ناحق کا دردسر اٹھا کر قصہ کو لمبا کروں۔زمانہ کے معروف چکنے چپڑے فقرے لکھوں کیا حاصل۔صاف اور سیدھی بات کہے دیتا ہوں کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کو آپکی ہمدردی کی سخت ضرورت ہے۔ممکن ہے کہ ابتک بعض کو معلوم نہ ہو کہ مدرسہ کا خرچ کہاں تک بڑھ گیا ہے اور یہی وجہ انکی بے التفاتی کی ہو۔سوسُن لو یکم اگست سے مدرسہ کا ماہوار خرچ ایک سو گیارہ روپیہ آٹھ آنہ ہو گیا ہے۔علاوہ ماسٹر شیر علی صاحب بی۔اے کے ایک لائق ٹرینڈ انڈر گریجوایٹ سیکنڈ ماسٹر منگوایا گیا۔ان سب پر بورڈنگ ہاؤس بنانے کے لئے روپیہ درکار ہے۔کیونکہ مدرسہ کی ترقی طلباء قطعاً اسی پر موقوف ہے۔دائمی چندہ دینے والے مقرر رقم میں کچھ اضافہ کریں۔غافل ہوشیار ہو جائیں اور خدا کے لئے مافات کی تلافی کریں اور مقدور والے اچھی یک مشت رقموں سے اعانت کر کے اجر لیں۔والسلام۔

المشتہر عبدالکریم سیالکوٹی منجانب
سیکرٹری مدرسہ تعلیم الاسلام

اجلاس میں ذیل کے عہدہ دار منتخب ہوئے۔

(۱) پریزیڈنٹ حضرت نواب صاحبؓ (۲) وائس پریزیڈنٹ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ مرزا خدابخش صاحب (۳) سکریڑی حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ (۴) جائنٹ سکرٹری مولوی محمد علی صاحب اور آئندہ سال کے لئے اٹھارہ اشخاص علاوہ ٹرسٹیاں کے مجلس منتظمہ کے ممبر قرار دیئے گئے۔ اور ۱۹۰۱ء کے لئے پانچ ہزار تین سو اٹھارہ کا بجٹ (بشمول ڈیڑھ ہزار روپیہ برائے عمارت مدرسہ و بورڈنگ) منظور ہوا۔ (۱) میر مجلس حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نائب میر مجلس حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اور سید محمد احسن صاحب جنرل سیکرٹری مولوی محمد علی صاحب جائنٹ سیکرٹری مرزا خدابخش صاحب۔ اسسٹنٹ سیکرٹری۔ مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اگزامینر آف اکاؤنٹس منشی تاج الدین صاحبؓ۔ انجینئر حضرت میر ناصر نواب صاحب۔ فنانشیل سیکرٹری حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ۔ اسسٹنٹ فنانشل سیکرٹری مکرم شیخ عبدالرحیم صاحب☆ مہتمم حضرت حکیم فضل دین صاحبؓ۔ انسپکٹر مدرسہ مولوی محمد علی صاحب۔ اسسٹنٹ انسپکٹر مدرسہ مرزا خدابخش جنرل انسپکٹر جائداد مرزا خدا بخش صاحب سٹور کیپر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ مقرر ہوئے۔ ان ایام میں یہاں جو قلیل مشاہرہ دیا جارہا تھا اس کا علم اس سے ہوتا ہے کہ ابتدائی مدرس سے لے کر ہیڈ ماسٹر تک کا مشاہرہ چھ سے پچاس روپے تک تھا۔

ہجرت کر کے آجانے کی تحریک

حضرت نواب صاحبؓ کو تعلیمی امور سے حد درجہ شغف تھا آپ انجمن مصلح الاخوان کے زیر انتظام مالیر کوٹلہ میں مدرسہ کا قیام عمل میں لائے تھے۔ ہر دو کے متعلق آپ کو تجربہ تھا اور کامیاب تجربہ تھا۔ ادھر قادیان کے مدرسہ کی حالت مالی لحاظ سے اور انتظامی لحاظ سے اس امر کی مقتضی تھی کہ حضرت نواب صاحبؓ جیسا انسان اس کی باگ ڈور سنبھال لے۔ چنانچہ ابھی مدرسہ کے اجراء پر سال بھی نہیں گزرا تھا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے زور دیا کہ حضرت نواب صاحب قادیان چلے آئیں اس سلسلہ خط و کتابت کا صرف ایک مکتوب مورخہ ۱۸/نومبر ۱۸۹۸ء دستیاب ہوسکا ہے نہ معلوم یہ خط و کتابت کس وقت سے ہو رہی تھی حضرت مولوی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

قادیان جمعہ ۱۸/نومبر

مکرم خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کے دو خط کل مجھے

☆ مراد مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی حال درویش قادیان۔ آپ اس امر کی تصدیق فرماتے ہیں۔

ملے۔عصر کے وقت محراب میں جناب کی تکلیفوں کے متعلق میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا اور نہ کوئی خط ہی دکھایا۔فرمایا میری طرف سے انہیں لکھ دیں کہ میں نے التزام کیا ہوا ہے کہ پانچوں نمازوں میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں خدا تعالیٰ وقت پر آثار دکھائے گا۔

میں نے جو آپ کو لکھا تھا کہ حضرت اقدسؑ نے آپ کا خط پڑھ کر اس سے اتفاق کیا وہ وہ خط تھا جو آپ نے مرزا خدا بخش صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ ان کی نسبت ایسا اور ایسا ارادہ کیا گیا ہے اور کہ انہیں چندہ کی گرداوری کے لئے بھیجنا مناسب نہیں اور یہ کہ ہر شہر میں سر برآوردہ لوگ اس کام پر مقرر ہونے چاہئیں اور کوئی خط غلام حسین کے زدو کُوب اور انتظام مدرسہ کے متعلق مجھے نہیں ملا۔

میں نے مدرسہ کے متعلق بہت فکر کی ہے میری رائے میں اس کی الجھنوں کا سلجھانا ایسا دشوار ہے کہ ایک لحاظ سے محال کے قریب قریب جا پڑتا ہے معاً اس یقین سے لبریز ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر اس کا آسان کرنا آسان ہے۔نیت کے تمام گوشوں کو خوب مطالعہ کر کے کامل اخلاص اور خدا ترسی کو مدّ نظر رکھ کر دلیری سے آپ ایک بات کا فیصلہ کر دیں۔پھر دیکھ لیں کوئی بھی حرج وھرج پیدا نہ ہوگا۔میں سالہا سال کے تجربے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شجاعت سے ایک امر طے کرنے والا آخر اپنی راہ صاف اور ہموار دیکھ لیتا ہے۔

مدرسہ کے متعلق بعض لوگوں نے ایسی ناجائز کارروائی کی ہے کہ اس کے تصور سے بھی دل کانپتا ہے۔غلام حسین کا معاملہ ایک فیصلہ چاہتا ہے۔جو آپ کے یہاں آنے پر عرض خدمت کیا جائے گا جس صورت میں اب لپیٹ دیا گیا ہے وہ مفید نہیں بلکہ مضر ہے۔بہر حال آپ کا یہاں آنا ازبس ضروری ہے۔خواہ تنگی کے (ساتھ) گذران کر لیں۔آپ کی ذات کے لئے بھی مفید ہے اور دیگر مصالح کے لئے بھی۔ والسلام۔خاکسار عبدالکریم☆ (غیر مطبوعہ)

☆ اس مکتوب کی تاریخ ۱۸ نومبر بروز جمعہ درج ہے جنوری ۱۸۹۱ء میں مدرسہ کا اجراء ہوا۔۱۸۹۸ء میں ۱۸ر نومبر کو جُمعہ تھا ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۰ء کے سالوں میں اس تاریخ کو جمعہ نہ تھا ۱۹۰۱ء میں نومبر کو نواب صاحب ہجرت کر کے قادیان پہنچ چکے تھے۔

باوجود التوائے ہجرت حضرت نواب صاحب کا تقرر بطور ڈائریکٹر

آپ بعض موانع اور عوائق کی وجہ سے اسوقت ہجرت نہ کر سکے۔ایک روک تو یہ ہوئی کہ اسی نومبر ۹۸ء میں آپ کی زوجہ محترمہ داغ مفارقت دے گئیں۔اسی طرح بعض اور موانع بھی ہوں گے۔لیکن اب انٹرنس کلاس فروری ۱۹۰۰ء میں کھل چکی تھی ایسے ادارے کے لئے دوضروریات مہیا ہونی لازم تھیں۔اوّل روپیہ جو اس کی ضروریات کا مکتفی ہو۔دوسرے ایسا شخص جو کماحقہ اس کی نگرانی کر سکے اور پوری دلچسپی سے اس کے انتظام کو چلانے کی اہلیت رکھتا ہو۔اب آپ کی ہجرت کا مزید انتظار نہیں کیا گیا یہ دونوں ضروریات حضرت نواب صاحب کے وجود باجودت میں بدرجہ اتم پوری ہوتی دکھائی دیں اور یہ یقین ہوا کہ آپ اس درجہ انتظام وانصرام امور کی قابلیت کے مالک ہیں کہ دور مالیرکوٹلہ بیٹھے ہی تمام امور تسلی بخش طور پر سرانجام دے سکیں گے۔

ریزولیوشن نمبر ۳۰۲ مورخہ ۵ رستمبر ۱۹۰۰ء سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے مدرسہ کو ایک ہزار روپیہ سالانہ مدد دینے کا وعدہ فرمایا۔اس امداد کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ جیسا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ایک مضمون میں مرقوم ہے۔اس وقت تک سب سے زیادہ چندہ مدرسہ کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ دے رہے تھے جو دس روپیہ ماہوار تھا اور باقی چار احباب کا ذکر کیا ہے جو پانچ روپیہ یا اس سے زیادہ چندہ دیتے تھے۔نواب صاحب کی امداد کی اہمیت کا اندازہ ہمیں اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اس مضمون میں تحریک کی ہے کہ ان پانچ کے علاوہ بھی لوگ ٹرسٹی بنیں تا مدرسہ کے اخراجات پورے ہوسکیں۔سو اس وقت جب کہ ساٹھ روپیہ سالانہ دینے والے بھی معدودے چند تھے اس وقت حضرت نواب صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ سالانہ چندہ دینے کی پیش کش فرمائی۔آپؓ کی امداد کے بارے میں الحکم میں مرقوم ہے:

> ''مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی امداد کے لئے عالی جناب محمد علی خاں صاحب رئیس اعظم مالیرکوٹلہ نے سردست ایک ہزار روپیہ سالانہ کی امداد منظور فرمائی ہے۔جس کو وہ بارہ سو تک بڑھا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔یہ امداد مدرسہ کی پابحالی کے لئے مردے از غیب بیروں آید و کارے بکند کا مصداق ہے۔اللھم زد فزد'' [۱۱۴]

بطور ڈائرکٹر نواب صاحب کے وسیع اختیارات

یہ صرف وعدہ ہی نہیں تھا بلکہ عملاً آپ اس کا ایفاء کرتے تھے۔چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اپنے اشتہار

مورخہ ۱۶/۱۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں نواب صاحب کے مدرسہ کے لئے اسّی روپیہ ماہوار دینے کا ذکر کیا ہے اس مدد کے وعدہ پر بہ اختیارات ذیل حضرت نواب صاحبؓ کو ڈائرکٹر مدرسہ مقرر کیا گیا کہ

۱- دس روپے ماہوار سے زیادہ تنخواہ کے ملازمین کی تقرری اور موقوفی اور عمارت یا متفرق اخراجات کے لئے پچاس روپے سے زیادہ کا خرچ ان کی منظوری کے بغیر نہ ہوگا۔ عدم موجودگی کونسل ٹرسٹیاں کی صورت میں وہ بجٹ کی منظوری دیں گے مکانات کے نقشوں میں ان کا مشورہ لیا جائے گا اوران کی رائے کو ترجیح دی جائے گی سکیم میں اگر وہ کوئی مناسب ترمیم کریں تو کمیٹی اسے منظور کرے گی۔ انسپکٹر مدرسہ نائب ڈائرکٹر متصور ہوگا اور ڈائرکٹر صاحب کو اختیار ہوگا کہ اگر کوئی دِقّت دیکھیں تو مناسب ہدایات دے کر انسپکٹر کو معائنہ مدرسہ کی ہدایت کریں۔ مدرسہ کی مفصل رپورٹ نواب صاحب کے پاس پہنچتی رہے گی اوران کی رائے پر خاص توجہ دی جایا کرے گی۔ کمیٹی منتظم کونسل ٹرسٹیاں کے ماتحت ہوگی۔

تفصیل بالا سے بھی ظاہر ہے کہ مدرسہ کے تعلق میں وسیع اور کلی اختیارات حضرت نواب صاحب کو تفویض کر دیئے گئے تھے۔ حالانکہ ابھی آپ مالیر کوٹلہ میں ہی تھے اوراس کے سوا سال بعد آپ نے ہجرت کی گویا کہ یہ یقین کر لیا گیا تھا کہ نواب صاحب باوجود مالیر کوٹلہ میں ہونے کے اس حسن انتظام کی قابلیت رکھتے ہیں کہ مدرسہ کو باحسن طریق جاری رکھ سکیں گے۔

شاخ دینیات کا اجراء اور بعض دیگر کوائف

اب جب کہ مدرسہ حضرت نواب صاحبؓ کے زیر انتظام آچکا تھا یکم نومبر ۱۹۰۰ء سے اس میں شاخ دینیات کی کھولی گئی گواس کے کھولنے کی تجویز مارچ ۱۹۰۰ء میں ہو چکی تھی۔ اوراس کے لئے مارچ یا اپریل میں نواب صاحب نے پانچ صد روپیہ کی اعانت بھی کی تھی۔ جس میں سات طالب علم تعلیم پانے لگے۔ مدرسہ میں آخر سالہائے ۱۸۹۸ء و ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۰ء میں علی الترتیب ۳۹-۱۰۵، اور ۱۲۴ طلبا تھے، ۱۹۰۰ء میں مڈل کے تینوں طلباء کامیاب ہو گئے تھے جب کہ آریہ سکول قادیان کے دس طلباء میں سے صرف ایک کامیاب ہوا تھا پہلے دو سال فیس نہیں لگائی گئی۔ مئی ۱۹۰۰ء سے بورڈنگ کا مستقل طور پر انتظام کیا گیا۔ فیس بورڈنگ مدرسہ سے قریباً یک صد تراسی روپے کی آمد ہوئی کل آمد ۱۹۰۰ء مع بقایا قریباً پونے تین ہزار روپیہ اور کل خرچ اس سے قریباً پینتالیس روپے زیادہ ہوا۔ اس میں قریباً نوصد روپیہ اخراجات عمارت بھی تھے جو گذشتہ دو سالوں میں مجموعۃً قریباً سوا گیارہ صد کئے گئے تھے گویا کہ کل اخراجات کے تہائی سے زیادہ کے پورا کرنے کے کفیل ذاتی طور پر

حضرت نواب صاحبؓ تھے۔☆

کن حالات میں آپ کو ڈائرکٹر بنایا گیا

ان حالات کا جائزہ لینے کے لئے جن میں سے اس وقت مدرسہ گذر رہا تھا۔ یہ ذکر کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء کو چار پانچ کالم کے طویل اداریہ میں الحکم کے ایڈیٹر صاحب محترم نے احباب کو تلقین کی کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو پیش نظر رکھ کر مدرسہ کی امداد کے لئے مالوں کو قربان کریں کیونکہ اس قدر روپیہ بھی نہیں کہ جو ایک ماہ کی تنخواہوں کا کفیل ہو سکے۔ مزید ہم حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی ایک تحریک من وعن نقل کر دیتے ہیں۔ اس سے اس معاملہ کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے آپ تحریر فرماتے ہیں:

جماعت کی خدمت میں مدرسہ تعلیم الاسلام کے سیکرٹری کی درخواست

اس وقت مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کا ماہوار خرچ دوسو روپیہ ہے اور بہت جلد اس سے بھی زیادہ ہوتا نظر آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بہت سے بھائی ایسے ہیں جنھیں خصوصاً اس طرف توجہ کرنے کی فرصت نہیں ملی شاید ان کی فکر اور رویت نے اس کو زیادہ گراں قدر اور اہم نہیں سمجھا اگر کوئی یہاں حضرت اقدسؑ کی صحبت میں چند روز بسر کرے تو جس طرح اس کو یقین ہوگا کہ اس دوررس امر کی طرف حضرت اقدسؑ کی خاص توجہ معطوف ہے اسے معاً یہ بھی یقین ہو جائے گا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کو حضرت اقدسؑ بہت ضروری اور اپنی غرض اور غایت کی مہمات میں سے سمجھتے ہیں۔

جہاں تک میں غور کرتا ہوں اس وقت تک اس کی بقاء محض حضرت اقدسؑ کی دعاؤں پر منحصر رہی ہے ورنہ ہمارے بھائیوں کی غفلت نے اس کو ضعف پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ہر مہینہ میں ہمیں دلدوز فکر لگتی ہے

☆ مذکورہ بالا تمام کوائف رپورٹ مورخہ ۲۹؍دسمبر ۱۹۰۰ء مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جائنٹ سیکرٹری مجلس منتظمہ اور رپورٹ مولوی محمد علی صاحب سکرٹری کونسل ٹرسٹیاں مندرجہ ضمیمہ الحکم (۱ تا ۲۲) پرچہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۱ء ماخوذ ہیں (ب) گو الحکم بابت ۱۹۰۰-۳-۱۷ (صفحہ ۳ کالم ۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ دینیات کی شاخ اس وقت کھول دی ہے (اور مجد داعظم میں بھی اس کے کھلنے کا زمانہ مارچ ہی قرار دیا گیا ہے) لیکن خود الحکم بابت ۱۹۰۰-۴-۱۰ کے اداریہ میں صاف مرقوم ہے کہ ابھی شاخ دینیات کے کھلنے کی تجویز ہی تھی اور رپورٹ مندرجہ الحکم بابت ۱۰؍جنوری ۱۹۰۰ میں بھی یہی مرقوم ہے کہ یہ شاخ یکم نومبر ۱۹۰۰ء کو کھولی گئی۔

کہ استادوں کی تنخواہ کہاں سے بہم پہنچائیں۔حضرت اقدسؑ آج کل بہت بڑے کاموں میں مصروف ہیں۔ آپؑ کا ایک ایک لمحہ ایک عظیم الشان پہاڑ کے پاش پاش کرنے میں مصروف ہے۔ایسے وقت میں ان کے اوقات گرامی میں تشویش ڈالنا ایک عارف خادم کو سخت گراں معلوم ہوتا ہے۔بایں ہمہ سکول کی حالت نے کئی دفعہ مجھے اور برادر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کو مضطر کر دیا ہے کہ ہم حضرتؑ کے اوقاتِ گرامی میں خلل انداز ہوں اور مدرسہ کی زار حالت کا نقشہ ان کی خدمت میں پیش کریں۔حضرت اقدسؑ نے آخر ایک تدبیر سوچی ہے جس کی نسبت عنقریب اشتہار دیں گے۔اور نیز حضرتؑ کی دعا سے ایک اور تجویز پیدا ہوگئی ہے یعنی خاں محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے مدرسہ کو ایک ہزار روپیہ سالانہ دینا کیا ہے جس کے کچھ اوپر اسی روپے ماہوار ہوتے ہیں مگر نواب صاحب نے یہ سوچ کر مدرسہ کے اخراجات کے لئے یہ رقم بہت ناکافی ہے۔اپنی نکتہ رس تیز فہم طبیعت سے کمیٹی کو یہ مدد دی کہ ٹرسٹیوں کے مقرر کرنے کی تجویز نکالی یعنی جو شخص پانچ روپیہ ماہوار چندہ دے۔وہ مدرسہ تعلیم الاسلام کا ٹرسٹی قرار دیا جاوے۔اگرچہ اس سے پہلے بھی چند دوست ایسے ہیں جو پانچ روپے ماہوار یا اس سے بھی زیادہ چندہ دیتے ہیں۔جیسے شیخ رحمت اللہ صاحب بمبئی ہاؤس لاہور اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے پلیڈر پشاور اور حضرت مولوی نورالدین صاحب دس روپے ماہوار دیتے ہیں اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پانچ روپے ماہوار دیتے ہیں اور چوہدری رستم علی خاں صاحب کورٹ انسپکٹر انبالہ پانچ روپے ماہوار دیتے ہیں مگر یہ تعداد یہیں تک محدود ہے کمیٹی نے حسنِ ظن اور وثوق کی بناء پر بعض مخلص دوستوں کے نام انتخاب کئے ہیں جن سے چاہا ہے کہ وہ از راہ کرم ٹرسٹی بننے کے لئے درخواستیں بھیجیں گے اور حضرت اقدسؑ کے منشا کو پورا کر کے خدا تعالیٰ کی رضاء حاصل کریں گے۔

اس وقت بھائیوں کو توجہ دلانے اور تحریک عام کی غرض سے یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ کی اور بھی ضرورتوں کو بیان کر دیں جن کے انصرام کے لئے ہمیں جانکاہ فکر لگی ہوئی ہے۔

مدرسہ اور بورڈنگ کی عمارت بالکل ناکافی ہے اور مدرسہ کے مقصد کو ہرگز پورا نہیں کرتی۔اس کی توسیع کی ازبس ضرورت ہے۔خصوصاً بورڈنگ کی توسیع بہت جلد اور سب سے زیادہ ضروری ہے،اس لئے مدرسہ کی ترقی بیرونی طلباء کے اجتماع پر موقوف ہے اور با سامان اور موزوں بورڈنگ ہی ایک ایسی جگہ ہے جو ان کو اکٹھا کرسکتی ہے۔سو ہماری بے سامانی کا یہ حال ہے کہ عجالۃً ہم نے ایک کچا بورڈنگ قریباً بارہ سو روپے کے خرچ سے تیار کیا تھا جسے برسات کی غیر مترقب بارشوں نے خصوصاً سخت صدمہ پہنچایا ہے اور اب بہت سا حصہ از سرِنو بنانے اور بعض حصّہ ترمیم کے قابل ہوگیا ہے۔قادیان میں کوئی ایسا مکان بھی نہیں ملتا جسے کرایہ پر لے کر بورڈنگ قرار دیا جاسکے علاوہ برآں مدرسہ میں مدرسہ کی تعلیمی ضروریات کے متعلق بھی ہنوز کوئی سامان نہیں

ہے۔ نیز کمیٹی نے بہت سے مسکین طالب علموں کا خرچ اپنے ذمہ لے رکھا ہے جس کے لئے بھی اسے اپنے بھائیوں کی امداد کی سخت ضرورت ہے۔غرض یہ زارنالے قوم کی خدمت میں عرض کر کے التماس کیا جاتا ہے کہ ہرایک بھائی اللہ تعالیٰ کے لئے۔ اس کے مسیحؑ کے لئے اور قوم کے لئے مدرسہ کی تائید کی فکر کرے اور مستقل فنڈ کے بہم پہنچانے کے لئے اپنی اپنی جگہ میں ایک عام تحریک کرے۔ جو بھائی ٹرسٹی بننے کا مقدور رکھتا ہے وہ بلا تذبذب ٹرسٹی بنے اور جو یک مشت ایک کافی رقم بھی دے سکتا ہے وہ اس سے بھی دریغ نہ کرے۔غرض ہرایک اپنی اپنی استعداد کے موافق جوانمردی دکھائے۔ وباللہ التوفیق۔

خادم قوم عاجز عبدالکریم سیالکوٹی'' [۱۱۵]

اس دردانگیز اپیل کے بعد بھی مدرسہ کی جو مالی حالت تھی اس کا اس امر سے علم ہوتا ہے کہ اِس کے دو ماہ بعد ۱۷رنومبر کو معزز ایڈیٹر صاحب الحکم نے اپنے اخبار میں تحریر کیا کہ چالیس ٹرسٹی ہوں جو ماہوار پانچ روپیہ چندہ دیں تب مدرسہ کے اخراجات چل سکتے ہیں بیس مقرر ہو چکے بقیہ بیس کی تعداد کیونکر پوری ہو اور اپنی طرف سے یہ تجویز پیش کی کہ ٹرسٹی چونکہ بارسوخ ہیں اس لئے ان میں سے ہرایک مدرسہ کے لئے ایک ایک ہمدرد مہیا کرے جو دوروپیہ ماہوار کی اعانت کرے، اگر ایسے پچاس معاون مہیا ہوجائیں تو بقیہ رقم مہیا ہو سکے گی۔۳رجنوری کو سیکرٹری مجلس منتظمہ مدرسہ کی طرف سے الحکم بابت ۱۰-۱-۱۰ میں ان احباب کا شکریہ ادا کیا گیا جنھوں نے عالی حوصلگی سے محصّل کو خیر مقدم کہا، ان میں سے دو نے ۲۵ روپے۔ایک خاتون نے بیس عدد نقرئی چوڑیاں دیں۔ یہ سب سے زیادہ چندہ تھا۔اس میں بھی مذکور ہے کہ اسی ماہ میں حضرت نواب صاحب پانصد روپیہ بھیج چکے تھے پھر بھی آپ نے محصل کو پچاس روپے مزید چندہ دیا۔ یہ مدرسہ کا اس وقت حال ہے جب کہ ایک ہزار روپیہ سالانہ کی امداد حضرت نواب صاحب کی طرف سے پیش ہو چکی تھی۔

ان حالات کا مزید علم حضرت نواب صاحب کی ۱۶نومبر کی ۱۹۰۱ء ڈائری سے بھی ہوتا ہے جس میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ نے سیر میں مدرسہ کے لئے چندہ فراہم کرنے کے متعلق تقریر کی بلکہ یہاں تک فرمایا کہ جو ایسے چندے سے احتراز کرتے ہیں وہ گویا ہمارے مرید نہیں۔اس وقت کی کیفیت کا علم معزز الحکم کے ذیل کے نوٹ سے بھی ہوتا ہے جو مذکورہ سیر کے متعلق ہے۔تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت اقدسؑ نے گذشتہ ہفتہ میں مدرسہ اور دیگر ضروریات سلسلہ عالیہ کے متعلق سیر کے وقت لطیف اور مؤثر تقریر فرمائی تھی اور اس امر پر زور دیا تھا کہ ہر ایسے آدمی پر جو سلسلہ بیعت میں داخل ہے فرض ہے کہ وہ چندہ میں شریک ہو۔ ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب نے واپس آکر دارالامان میں چندہ کرنا چاہا۔تھوڑی ہی دیر میں

تیئس کے قریب چندہ ہوگیا اس دن کے بعد آج تک مدرسہ کا چندہ ہر روز کچھ نہ کچھ آ جاتا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے اور بے شک خارق عادت امر۔'' [۱۱۶]

انتظام مدرسہ بعد از ہجرت

دسمبر ۱۹۰۱ء میں حضرت نواب صاحب قادیان ہجرت کر آئے اور مدرسہ تعلیم الاسلام کی باگ ڈور مزید اختیارات کے ساتھ آپ کو سونپی گئی۔ اب آپ نے مدرستہ الاسلام مالیرکوٹلہ کو بند کر کے اس کا سارا ساز و سامان قادیان منگوالیا اور مدرسہ تعلیم الاسلام کو دیدیا۔ اب مالیرکوٹلہ کے مدرسہ کا بند ہونا لازمی امر تھا کیونکہ نواب صاحب کی مالی امداد اور ذاتی توجہ سے وہ برقرار تھا ورنہ آپ کو یہ کیونکر اختیار حاصل تھا کہ مدرسہ بند کر کے اس کا جملہ سامان قادیان لے آتے۔ اب تو انجمن مصلح الاخوان کے رجسٹرات ضائع ہو چکے۔ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ جنھوں نے دیکھے تھے فرماتی ہیں کہ آپ نے اس میں بہت روپیہ خرچ کیا اور بڑی حد تک کامیابی حاصل کی مگر آپ کے آجانے کی وجہ سے وہ انجمن چل نہ سکی۔

سو قادیان آجانے پر مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے نئے قواعد تجویز ہوئے ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ مدرسہ کے تعلق میں حضرت نواب صاحب کو پہلے سے بھی وسیع تر اختیارات سونپ دئے گئے تھے:

مدرسہ کے مربّی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے (گو اس کے ذکر کی ضرورت نہ تھی کیونکہ حضور اپنے مقام کے لحاظ سے جماعت کے ہر نیک کام کے مربّی تھے)''اس مدرسہ کا انتظام حسب منشا وخواہش وتحریک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاں صاحب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کریں گے جو ڈائرکٹر کہلائیں گے۔''

معاونین مدرسہ کی تین اقسام ہوں گی:

۱- ٹرسٹی جو وقتاً فوقتاً اپنی آراء سے ڈائرکٹر کو اطلاع دے سکتے ہیں اور ڈائرکٹر بھی ان سے رائے لے سکتے ہیں۔ وہ ہوں گے جو ساٹھ یا اس سے زائد چندہ سالانہ دیں یا باجازت وصول کر کے ارسال کریں یا مدرسہ کے لئے کتابیں تالیف کر کے حق تالیف مدرسہ کو مفت عنایت کر دیں یا نصیحت وغیرہ وعظ وغیرہ ایسی خدمت مدرسہ کی مفت کریں جس میں ملازم کی ضرورت ہو مثلاً مدرس۔ علاج انجینئری وغیرہ یا صدر صاحبان مقامی انجمن ہائے وصولی چندہ مدرسہ۔

۲- وزیٹر جنھیں مدرسہ کے دیکھنے کا اختیار ہوگا۔ اور انتظام میں نقص کی اطلاع ڈائرکٹر کو دے سکتے تھے۔ وہ

ہوں گے جو ایک روپیہ ماہوار چندہ دیتے ہوں اور مدرسہ سے خاص دلچسپی رکھتے ہوں یا جو کوئی عمدہ تجویز سمجھائیں جس سے مدرسہ کو مالی یا علمی معتدبہ فائدہ حاصل ہو۔

۳- حامی یعنی جو کم از کم ماہوار چندہ دیتے ہوں۔

(۸) انتظام مدرسہ بموجب حکم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مرقومہ بالا تاریخ موصولہ ۲ دسمبر ۱۹۰۱ء سے خانصاحب محمد علی خاں صاحب ڈائرکٹر کے سپرد ہوا۔ بمنشاء حکم ہذا خانصاحب کو اختیار ہے کہ بطور خود یا بذریعہ کسی کمیٹی کے انتظام مدرسہ یا بذریعہ چند اصحاب کے ان کو جدا کام سپرد کر کے اپنی نگرانی میں انتظام مدرسہ کرائیں اور تمام ممبران فرقہ احمدیہ پابند رہیں کہ جن سے انتظام مدرسہ وغیرہ میں خاں صاحب مدد لینا چاہیں وہ بلا عذر اس امر میں مدد دیں یا جو کام ان کے سپرد کیا جائے انجام دیں۔

(۹) ٹرسٹیاں کو سال بھر میں ایک دفعہ دارالامان میں جمع ہونا ہوگا ان کے مطابق رپورٹ مدرسہ پڑھ کر سنائی جایا کرے گی اور ٹرسٹیاں مدرسہ کے لئے تعلیم اور دیگر ضروریات مدرسہ مثل تعمیر وغیرہ کے لئے فنڈ مہیا کرنے کے واسطے تدابیر سوچیں گے اور اس پر بحث کریں گے اور جو ریزولیوشن اس غرض سے پاس کریں گے ان کو عمل میں لا کر فنڈ جمع کر کے مدرسہ کو دیں گے اور اسی طرح اور مفید مدرسہ ریزولیوشن پاس کر کے ان پر عملدرآمد کریں گے اور جو ریزولیوشن مفید متعلق تعلیم انتظام مدرسہ پاس کریں گے اس کی ڈائرکٹر کو (اطلاع) دیں گے۔ اور حسب مصلحت وقت جو ریزولیوشن عملاً مفید سمجھے جائیں گے ان کے بموجب ڈائرکٹر صاحب اصلاح کریں گے۔'' [۱۱۷]

چندہ کی تقسیم حضرت اقدس کے نام اور حضرت نواب صاحب کے نام

انبیاء پر ابتداء میں اکثر غریب طبقہ کے لوگ ایمان لاتے ہیں اور دنیا پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ عزت وجاہ اور مال ومنال کے زور پر الٰہی سلسلہ کو ترقی نہیں ہوئی۔ ابتدائے اسلام کے وقت ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف قیصر وکسریٰ کی پُرشوکت سلطنتوں کے مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کی خبر دی جارہی تھی لیکن اکثر ایمان لانے والے حد درجہ غریب تھے۔ حتیٰ کہ چندہ کے لئے ایک مٹھی بھر جو، یا کھجور دینے کی بھی انہیں بمشکل توفیق ہوتی تھی حضرت ابو ہریرہؓ جیسے بہت سے صحابہ پر فاقوں پر فاقہ آتا تھا۔ اسی طرح جماعت احمدیہ ابھی بالکل طفولیت میں تھی۔ کفر میدان میں ہر چہار سو دندناتا پھرتا تھا۔ سلسلہ کے؟ ہر ایک کام کے لئے اور اسی طرح مدرسہ کے لئے روپے کی ضرورت تھی جس کے لئے بار بار تحریک کی جاتی تھی چنانچہ اب یہ اعلان کیا گیا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے متعلق ہر قسم کا روپیہ حضرت نواب صاحبؓ کے نام آنا چاہئے اور لنگر خانہ کے متعلق کل روپیہ حضرت اقدسؑ کے نام [۱۱۸] حضرت اقدسؑ نے بھی مختلف مدّات کے چندوں کی اہمیت کا ذکر کر کے ان کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارے ساتھ مدرسہ کا بھی تعلق ہے اور اس کا انتظام خرچ بھی ناقص اور بالکل ناقابل اطمینان ہی ہے۔''

''......یاد رہے کہ مدرسہ کا قیام اور بقا بھی چونکہ بہت سے مصالح پر مبنی ہے۔لہٰذا ازبس ضروری ہے کہ حسب استطاعت ہر شخص اس کے لئے بھی ایک ماہوار رقم اپنے اوپر لازم کر لے ....اور اس کی تجدید اور تعیین چندہ کی سب درخواستیں اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کے پاس آنی چاہیں''۔ [۱۱۹]

چندہ کے متعلق مشکلات

چندہ کے متعلق جو مشکلات تھیں وہ حضرت اقدسؑ کے ذیل کے مکتوب سے ظاہر ہیں۔

بسم اللہ

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔اشتہار کے بارے میں جو مدرسہ کے متعلق لکھا ہے چند دفعہ میں نے ارادہ کیا کہ لکھوں اور ایک دفعہ یہ مانع اس میں آیا کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو یہ لکھا جائے کہ جس قدر مدد کا لنگر خانہ کی نسبت ارادہ کیا جاتا ہے۔اسی رقم میں سے مدرسہ کی نسبت ثلث یا نصف ہونا چاہئے۔تو اس میں یہ قباحت ہے کہ ممکن ہے کہ اس انتظام سے دونوں طرف خرابی پیدا ہو یعنی نہ تو مدرسہ کا کام پورا ہو اور نہ لنگر خانہ کا۔جیسا کہ دو روٹیاں دو آدمیوں کو دی جائیں تو دونوں بھوکے رہیں گے اور اگر چندہ دینے والے صاحبوں پر یہ زور ڈالا جائے کہ وہ علاوہ اس چندہ کے مدرسہ کے لئے چندہ دیں تو ممکن ہے کہ ان کو ابتلاء پیش آوے اور وہ اس تکلیف کو فوق الطاقت تکلیف سمجھیں۔اس لئے میں نے خیال کیا ہے کہ بہتر ہے کہ مارچ اور اپریل دو مہینے امتحان کیا جائے کہ اس تحریک کے بعد جو لنگر خانہ کے لئے کی گئی ہے۔کیا کچھ ان دو مہینوں میں آتا ہے۔پس اگر اس قدر روپیہ آ گیا کہ جو لنگر خانہ کے تخمینی خرچ سے بچت نکل آئے تو وہ روپیہ مدرسہ کے لئے ہو گا۔میرے نزدیک ان دو ماہ کے امتحان سے ہمیں تجربہ ہو جائے گا کہ جو کچھ انتظام کیا گیا ہے کس قدر اس سے کامیابی کی امید ہے اگر مثلاً ہزار روپیہ ماہوار چندہ کا بندوبست ہو گیا تو آٹھ سو روپیہ لنگر خانہ کے لئے نکال کر دو سو روپیہ ماہوار مدرسہ کے لئے نکل

آئے گا۔ یہ تجویز خوب معلوم ہوتی ہے کہ ہر ایک روپیہ جو ایک رجسٹر میں درج ہوتا رہے اور پھر دو ماہ بعد سب حقیقت معلوم ہو جائے۔ والسلام

غلام احمد عفی عنہ [120] ☆

حضرت اقدسؑ کا مدرسہ کے چندہ کے متعلق اعلان

دو ماہ تک چندہ دینے کی مقدار کا جو علم حاصل ہوا ہوگا اسے حضور نے دیکھ لیا ہوگا۔ چنانچہ حضورؑ نے ذیل کا اعلان جماعت کے لئے فرمایا۔ اس اعلان سے مدرسہ کی اہمیت اور نواب صاحبؓ کی اس بارے میں ذمہ داری کا اندازہ ہو جاتا ہے حضورؑ فرماتے ہیں:

حضرت اقدسؑ کا خط .... احمدی قوم کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت جمیع اخوان واحباب ایں سلسلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سب سے پہلے مجھے اللہ تعالیٰ کا شکر دل میں جوش مارتا ہے جس نے میری جماعت کو سچی ارادت اور محبت اور ہمدردی عطا فرمائی ہے، اگر خدا تعالیٰ کا فضل ان کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ توفیق ان کو ہرگز نہ دی جاتی کہ وہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قدم پر اس درجہ پر اطاعت کرتے کہ باوجود اپنی مالی مشکلات اور کی آمدن کے اپنی طاقت سے بڑھ کر خدمت مالی میں مصروف ہوتے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان سب کے مالوں میں برکت دے اور یہ نصرت اور عانت جو وہ دینی اغراض کی تکمیل کے لئے کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان کی بھلائی کا موجب کرے آمین ثم امین۔

بعد اس کے اے عزیزان اس وقت اخویم مرزا خدا بخش صاحب کو آپ صاحبوں کی خدمت میں اس غرض کے لئے روانہ کیا جاتا ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ قادیان کی قائمی کے لئے جو آمدن ہونی چاہئے اس کی حالت بہت ابتر ہے اور اگر یہی

☆ یہ مکتوب حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے پاس محفوظ ہے یہ فروری ۱۹۰۲ء کا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس کی خط کشیدہ عبارت اور اشتہار حضرت اقدسؑ مندرجہ الحکم ۲۴ر جون ۱۹۰۲ء جو آگے درج کیا گیا ہے کے ملانے سے ظاہر ہے مکتوبات میں یہ مکتوب نمبر ۶۰ ہے لیکن یہاں اصل سے نقل کیا گیا ہے۔

حال رہا تو پھر اس مدرسہ کا قیام مشکل ہے اگر چہ ہمارے سلسلہ کے لئے جو اصل غرض ہماری زندگی کی ہے کوئی عمدہ نتیجہ معتد بہ ابھی تک اس مدرسہ سے پیدا نہیں ہوا۔ مگر اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ اگر پوری احتیاط اور انتظام سے کام لیا جاوے تو پیدا ہو سکتا ہے زمانہ حال میں حکمت عملی پر چلنے والے جس قدر فرقے ہیں انہوں نے مان لیا کہ سادہ دلوں پر اثر تعلیم ڈالنے کے لئے جس قدر سریع الاثر اور جاندار یہ طریق ہے۔ اور کوئی طریق نہیں اسی لئے وہ لڑکے جو پادریوں کے سکولوں کالجوں میں پڑھ کر اور ایک مدت تک ان کے زیر اثر رہ کر جس قدر خراب ہوتے اور نفرت دل سے اسلام کے دشمن ہو جاتے ہیں اس قدر وہ لوگ خراب اندرون نہیں ہوتے جو محض روپیہ کے لالچ سے عیسائی ہوتے ہیں۔ سو جب کہ دلوں پر اثر ڈالنے کا ایک یہ بھی طریق ہے تو ہم کیوں پیچھے رہیں۔ بہر حال اس مدرسہ کا قائم رہنا اسی بات پر موقوف ہے کہ ہماری جماعت کی اس طرف بھی پوری توجہ ہو۔ بباعث اس سلسلہ کی ابتدائی حالت کے ہر یک شاخ میں مشکلات تو بہت ہیں۔ مینار کے لئے بھی ابھی روپیہ کافی نہیں۔ بعض کتابیں جن کے لئے ارادہ ہے کہ کم سے کم بیس ہزار چھپ جائیں ان کے لئے کچھ بھی سامان نہیں۔ مہمان خانہ کے لئے بعض ضروری عمارتوں کی ضرورت ہے ان کے لئے روپیہ مہیا نہیں یہ ایسے امور ہیں کہ ابھی ہماری جماعت کی طاقت سے خارج معلوم ہوتے ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ ان غموں کو خدا تعالےٰ ہمارے دل پر سے دور کر دے لیکن ہماری جماعت کی توجہ ہو تو قادیان کے مدرسہ کے قائم رہنے کے لئے بالفعل بہت مدد کی ضرورت نہیں۔ اگر ایک ہزار آدمی چار چار آنے ماہواری اپنے ذمہ قبول کر لے تو اڑہائی صد روپیہ ماہواری مدرسہ کو مل سکتا ہے اور رونق کے بعد فیس کی آمدنی بھی ہو سکتی ہے۔ غرض اس مشکل کے دور کے لئے مرزا خدا بخش صاحب کو روانہ کیا جاتا ہے ہر ایک صاحب جو اس کام کے لئے کوئی مدد تجویز فرمائیں وہ لنگر خانہ سے اس مدد کو مخلط نہ کر دیں۔ یہ اختیار ہوگا کہ اگر مقدرت نہ ہو تو لنگر خانہ کی رقم ...... سے جو ان کے ذمہ ہے کچھ کم کر کے اس میں شامل کر دیں۔ مگر اس کو بالکل الگ رکھیں اور یہ رقم بخدمت محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی صاحب بمقام قادیان یا جس کو وہ تجویز کریں۔ آنی چاہئے۔ تا حساب صاف رہے کیونکہ لنگر خانہ کا روپیہ میرے پاس پہنچتا ہے اور یہ کام

دقّت سے خالی نہیں کہ پہلے مدرسہ کا روپیہ میرے پاس پہنچے اور پھر میں وہ روپیہ کسی دوسرے کے حوالے کر دوں ۔ بالفعل یہ تمام کاروبار مدرسہ کا نواب صاحب موصوف کے ہاتھ میں ہے ۔ پس ان ہی کے نام روپیہ آنا چاہئے ۔ بہر حال اس مدرسہ کے لئے کوئی خاص رقم مقرر ہونی چاہئے جو ماہ بماہ آیا کرے میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ قائمی مدرسہ بامید اس نیک نتیجہ کے ہے جس کے ہم امیدوار ہیں اسی لئے ہم اس سلسلہ کے ضروری اخراجات میں اس کو شریک کرتے ہیں ۔

والسلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ ۔ الراقم المتفقر الی اللہ الصّمد غلام احمدؐ عافاہ اللہ وایدّ ۔ [۱۲۱]

مدرسہ کی مالی مشکلات اور نواب صاحب کی طرف سے امداد

مدرسہ کا انتظام سہل امر نہ تھا ہر وقت کی پریشانی اور تفکّر کا موجب تھا☆ اخراجات کو پورا کرنے کے لئے احباب کو بار بار یاددہانی کرائی جاتی تھی☆☆ خود نواب صاحب حددرجہ فیاضی سے ہر قسم کی کمی کو ذاتی طور پر پورا

☆ یہ امر ذیل کے اعلان سے بھی ظاہر ہوتا ہے: دارالامان کی ضرورتیں یَوْ مًافَیَو مًا بڑھ رہی ہیں ۔ خصوصاً مدرسہ اور مہمان خانہ کی وسعت کا سوال آج کل خصوصیت سے قابل غور ہو رہا ہے ۔ مدرسہ کی حالت یہاں تک کمزور ہو رہی ہے کہ اگلے مہینہ غالباً مدرسہ کے ماہواری اخراجات بھی مشکل سے پورے ہوں'' ۔ [۱۲۲]

☆☆ یہ امر ذیل کے دو اقتباسات سے بھی ظاہر ہے ۔ چنانچہ ایک عید کے موقعہ پر ذیل کا اعلان کیا گیا:

''عید آ گئی ۔ اظہار مروت کا وقت آیا ۔ سیالکوٹ کی معزز اور مقتدر جماعت کی یہ پاک تحریک ہمیشہ اس کی نیکیوں میں ازدیاد ثواب کا باعث رہے گی ۔ جو مدرسہ تعلیم الاسلام کی امداد کے لئے اس نے عملی طور پر دو سال ہوئے پیش کی تھی کہ ہر فرد احمدی جماعت کا عید کے دن ایک روپیہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی امداد کے لئے دے ۔ اہل ثروت حسب استطاعت اس سے زیادہ اور کم استطاعت اس سے کم بھی دے سکتے ہیں ۔ اب چونکہ عید قریب آ گئی ہے اور الحکم کا اس سال کا یہ آخری نمبر ہے ۔ اس لئے ہم تمام احمدی قوم کو یاد دلاتے ہیں کہ وہ اس تقریب پر حسب معمول اپنی قوم کے خادم مدرسہ تعلیم الاسلام کو نہ بھولیں اور عید فنڈ کے بہم پہنچانے میں پوری کوشش کریں اگر ہر ممبر اس قوم کا اس وقت ۴ر فی کس بھی دے تو ۲۵ ہزار سے زیادہ روپیہ جمع ہو سکتا ہے ۔ بحالیکہ اکثر ایسے بھی ہیں جو کئی کئی روپے دیا کرتے ہیں ۔ بہر حال دینی ضروریات سے آگاہ قوم کو اسی قدر یاددہانی کافی ہے ۔

کرتے تھے اور وظائف جاری کر رکھے تھے۔

بقیہ حاشیہ:- کل روپیہ خاں صاحب نواب محمد علی خاں صاحب ڈائرکٹر مدرسہ کے نام آنا چاہئے اور کوپن منی آڈر پر عید فنڈ لکھا جاوے اگر صدقہ فطر بھی بھیجا جاوے تو اس کی تفصیل الگ ہو۔'' [۱۲۳] اِسی پرچہ میں ایسی تحریک نواب صاحب کی طرف سے بھی شائع ہوئی ہے۔

اسی طرح مکرم مفتی محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ کالج و ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی اسکول نے غریب طلباء کے لئے چندہ جمع کرنے کی تحریک کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''غرض یہ نہایت ضروری امر ہے کہ غریب طلباء کو وظائف کے ساتھ مدد دے کر ان کو اس مدرسہ کی تعلیم اور حضرت اقدس مسیح علیہ السلام اور آپ کے پاک حاشیہ نشینان کی مقدس صحبت سے موقعہ دیا جاوے تا کہ آئندہ نسلوں کے واسطے ایک ہرا بھرا باغ طیار ہو جاوے۔ مگر یہ کام روپے سے ہوتا ہے اور یہاں بہ مشکل اتنا چندہ جمع ہوتا ہے کہ استادوں کی تنخواہیں، معمولی سامان اور عمارت کے لئے کافی ہو، یا کافی سے بھی کچھ کم ہو تو نواب محمد علی خاں صاحب اپنے خزانہ میں سے اس میں کچھ ڈالتے رہا کریں۔ جب سے مکرمی مخدومی نواب صاحب یہاں تشریف لائے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ اکثر کتب سامان عمارت، عملہ میں اس قدر مدد دے رہے ہیں کہ اگر اس مدرسہ کے بانی حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کا مقصد خدمت دین نہ ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ ان کی مدد کے بغیر مدرسہ شاید بڑی رڈی حالت میں ہوتا چہ جائے کہ کالج تک ترقی کر کے اس قابل بن جائے کہ علامہ دہر واجب التعظیم برخورد وکلاں ماہر علوم دینیہ و دنیویہ حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب اور مسلمانوں کے لیڈر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ...... ایسے ایسے بزرگ اس کالج کے طلباء کی تعلیم اپنے ذمہ لیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے علاوہ مالی امداد اور ظاہری تدبّر و تفکّر کے اندر ہی اندر اپنی کوٹھڑی کے دروازے بند کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے دستِ دعا کچھ ایسے انداز سے پھیلائے ہیں کہ ہاتھ خالی نہیں پھرا ورنہ بغیر فضل الٰہی یہ ترقی محال ہے۔''

انسپکٹر مدارس کی رپورٹ

اسی طرح انسپکٹر مدارس نے ۱۱ر فروری ۱۹۰۴ء کو مدرسہ تعلیم الاسلام کا معائنہ کر کے رپورٹ میں تحریر کیا کہ سکول کی بنیاد حضرت صاحبؑ نے ۹۸ء میں پرائمری کی شکل میں رکھی۔ ۹۹ء میں مڈل سکول بن گیا۔ ۱۹۰۰ء میں ہائی سکول اور ۱۹۰۳ء میں کالج کی پہلی جماعت کھولی گئی جس میں تین لڑکے ہیں اِکاوَن لڑکے سکنڈری میں اور اکانوے پرائمری میں ہیں۔'' کل خرچ مدرسہ سال گذشتہ کے لئے ۳۹۸۶ روپے تھا۔ حالانکہ چندہ موعودہ کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی اور آئندہ ہر طرح سے امید ہے کہ وہ باقاعدہ آتا رہے گا۔ کیونکہ اس کے حامی اور مینیجر باثروت وقابل وثوق آدمی ہیں جن میں کہ ایک نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ بھی ہیں ...... کل فیس سال گذشتہ کی ۵۲۶ روپے تھی۔ مگر معاف طلباء کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے قریباً ۴۵ فی صدی معاف ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر طلباء کو مفت تعلیم دینے کی طرف زیادہ رغبت پائی جاتی ہے۔'' [۱۲۴]

بقیہ حاشیہ:-

اس جگہ مجھے تین بزرگوں کا شکریہ کے ساتھ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو حضرت استاذی المعظم مولانا مولوی نور الدین صاحب جو کئی طلباء کو وقتاً فوقتاً ماہوای اور ایک مشت مدد دیا کرتے ہیں۔ دوم مخدومی نواب محمد علی خان صاحب جو اپنی جیب خاص سے مدرسہ کے چار طلباء کو ماہواری معقول وظیفہ دیتے ہیں اور تیسرے مکرم و مخدوم نواب فتح نواز جنگ مولوی مہدی حسن صاحب بیرسٹرایٹ لا لکھنؤ جنہوں نے کالج کے واسطے ایک مستقل وظیفہ مبلغ پچاس روپیہ ماہوار مقرر کر دیا ہے۔ **فجزاھُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ الۡجَزَاء فِی الدّنۡیَا وَالۡعُقۡبٰی۔''** [۱۲۵]

نوٹ: مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ ''نواب فتح نواز جنگ مولوی مہدی حسن صاحب نے بیعت کر لی تھی۔ یہ نواب سروقار الامراء امیر پائیگاہ اور مدار المہام حیدرآباد دکن کے خاص معتمد تھے۔ اور قادیان حضرت (اقدسؑ) کے عصر سعادت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور اس طرح پر صحابی تھے۔ ان کے آنے پر حضرتؑ نے تقریر فرمائی تھی۔'' ان کی وفات کا علم البدر پرچہ ۴-۲-۰۴ ص ۱۰ کالم ۳ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح الحکم بابت ۲۴-۱-۰۴ (صفحہ ۱۰، ۱۱) سے ان کی وفات اور قبول احمدیت کا علم ہوتا ہے۔

اوورسیئری کلاس کا اجراء

آپ کی کوشش سے ماہ جون ۱۹۰۳ء سے مدرسہ تعلیم الاسلام میں ایک اوورسیئر طلباء کو نقشہ نویسی سکھلانے کے لئے متعین کئے گئے تا کہ اوورسیئری وغیرہ امتحان کے لئے طلباء تیار کئے جاسکیں۔ [۱۲۶]

ارشاد حضرت اقدسؑ درباره امداد مدرسہ

اس وقت مالی مشکلات میں کسی قسم کی تخفیف نہ ہوئی تھی لیکن باوجود اس کے نواب صاحبؓ مدرسہ کی ترقی کے لئے ہر وقت کوشاں تھے۔ چنانچہ اس وقت کالج بھی مدرسہ کے ساتھ کھل چکا تھا۔ ان مشکلات کا ذکر آپ حضرت اقدسؑ کے الفاظ میں سُنیئے فرماتے ہیں:

ارشاد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام درباره امداد مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک ضروری امر اپنی جماعت کی توجہ کیلئے

اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں۔ یہاں تک کہ بعضوں کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے لیکن جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف یہ مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اس خدا کا یہ صریح منشا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی ☆

☆ اس سے پہلے ایک صریح وحی صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی نسبت ہوئی تھی جب کہ وہ زندہ تھے۔ بلکہ وہ قادیان ہی میں موجود تھے اور یہ وحی الٰہی میگزین انگریزی ماہ فروری ۱۹۰۳ء میں اور الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء اور البدر ۱۶ر جنوری ۱۹۰۳ء کالم ۲ میں شائع ہو چکی ہے جو مولوی صاحب کے مارے جانے کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے قتل خیبةً وَزِیدَ ھَیْبَةً یعنے ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سُنا۔ اور اس کا مارا جانا ایک ہیبت ناک امر تھا۔ یعنی لوگوں کو بہت ہیبتناک معلوم ہوا اور اس کا بڑا اثر دلوں پر ہوا۔

اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کردو تا وہ بڑھے اور پھولے۔ سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالےٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دیگا۔ سو میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جاویگی مگر ابھی تک یہ حال ہے کہ اگر میں ایک تھوڑی سی بات بھی اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لیے جماعت کے آگے پیش کرتا ہوں تو ساتھ ہی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ مبادا اس بات سے کسی کو ابتلاء پیش نہ آوے۔ اب ایک ضروری بات جو اپنی جماعت کے آگے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ لنگر خانہ کے لئے جس قدر میری جماعت وقتاً فوقتاً مدد کرتی رہتی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ ہاں اس مدد میں پنجاب نے بہت حصہ لیا ہوا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ پنجاب کے لوگ اکثر میرے پاس آتے جاتے ہیں اور اگر دلوں میں غفلت کی وجہ سے کوئی سختی آجائے تو صحبت اور پے در پے ملاقات کے اثر سے وہ سختی بہت جلد دور ہوتی رہتی ہے اس لئے پنجاب کے لوگ خاص کر بعض افراد ان کے محبت اور صدق اور اخلاص میں ترقی کرتے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے ہر ایک ضرورت کے وقت وہ بڑی سرگرمی دکھلاتے ہیں اور سچی اطاعت کے اثار ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ ملک دوسرے ملکوں سے نسبتاً کچھ نرم دل بھی ہے۔ بائیں ہمہ انصاف سے دور ہوگا اگر میں تمام دور کے مریدوں کو ایسے ہی سمجھ لوں کہ وہ ابھی اخلاص اور سرگرمی سے کچھ حصہ نہیں رکھتے کیونکہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف جس نے جان نثاری کا یہ نمونہ دکھلایا وہ بھی تو دور کی زمین کا رہنے والا تھا جس کے صدق اور وفا اور اخلاص اور استقامت کے آگے پنجاب کے بڑے بڑے مخلصوں کو بھی شرمندہ ہونا پڑتا ہے کہ وہ ایک شخص تھا کہ ہم سب سے پیچھے آیا اور سب سے آگے بڑھ گیا۔ اسی طرح بعض دور دراز کے مخلص بڑی بڑی خدمت مالی کر چکے ہیں اور ان کے صدق و وفا میں کبھی فتور نہ آیا۔ جیسا کہ اخویم سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس اور چند ایسے اور دوست لیکن کثرت تعداد کے لحاظ سے پنجاب کو مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ پنجاب میں ہر ایک طبقہ کے آدمی خدمت دینی سے بہت حصہ لیتے ہیں اور دور کے اکثر لوگ اگرچہ ہمارے سلسلہ میں داخل تو ہیں مگر بوجہ اس کے کہ ان کو صحبت کم نصیب ہوتی ہے ان کے دل بکلی دنیا کے گند سے صاف نہیں ہیں۔ امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آخر کار وہ گند سے صاف ہو جائیں گے اور یا خدا تعالےٰ ان کو اس پاک سلسلہ سے کاٹ دیگا اور ایک مردار کی طرح مریں گے۔ بڑی غلطی انسان کی دنیا پرستی ہے۔ یہ بد بخت اور منحوس دنیا کبھی خوف دلانے اور کبھی امید دینے سے اکثر لوگوں کو اپنے دام میں لے لیتی ہے اور یہ اِسی میں مرتے ہیں نادان کہتا ہے کہ کیا ہم دنیا کو چھوڑ دیں اور یہ غلطی انسان کو نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو بے ایمان کر کے ہلاک نہ کرے۔ اے نادان کون کہتا ہے کہ تو اسباب کی رعایت چھوڑ دے مگر دل کو دنیا اور دنیا کے فریبوں سے الگ کر لو ورنہ تو ہلاک شدہ ہے اور جس عیال کے لئے تو حد سے زیادہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ خدا کے فرائض کو

بھی چھوڑتا ہے اور طرح طرح کی مکاریوں سے ایک شیطان بن جاتا ہے اس عیال کے لئے تو بدی کا بیج بوتا ہے اوران کو تباہ کرتا ہے اس لئے کہ خدا تیری پناہ میں نہیں کیونکہ تو پارسا نہیں۔ خدا تیرے دل کی جڑ کو دیکھ رہا ہے سُو تو بے وقت مرے گا اور عیال کو تباہی میں ڈالے گا۔ لیکن وہ جو خدا کی طرف جھکا ہوا ہے اس کی خوش قسمتی سے اس کے زن وفرزند کو بھی حصہ ملے گا اور اس کے مرنے کے بعد وہ کبھی تباہ نہیں ہوں گے۔

جو لوگ مجھ سے سچا تعلق رکھتے ہیں وہ اگر چہ ہزار کوس پر بھی ہیں تاہم ہمیشہ مجھے لکھتے رہتے ہیں اور دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں موقعہ دے تا وہ برکات صحبت حاصل کریں مگر افسوس کہ بعض ایسے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ قطع نظر ملاقات کے سالہا سال گزر جاتے ہیں اور ایک کارڈ بھی ان کی طرف سے نہیں آتا اس سے میں سمجھتا ہوں کہ ان کے دل مر گئے ہیں اور ان کے باطن کے چہرہ پر کوئی داغ جُذام ہے میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالےٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالےٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہیں۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں۔ کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونے سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنھوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے نہ ان کی نظر پاک ہے اور نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ سے کاٹے گئے ہیں وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے جو شخص میری اِس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اس کی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرامکاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار اور اپنی تمام خودداری کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہولے میں اس شخص کو اس کتے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے اور جہاں

گلے سڑے مردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اِس طرح پر دیکھنے کے لئے ایک جماعت ہو؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کرے گا جو صدق اور وفا میں ان سے بہتر ہوگی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے جو نیک دل لوگ میری طرف ڈوڑتے ہیں کوئی نہیں جو آسمانی کشش کو روک سکے بعض لوگ خدا سے زیادہ اپنے مکر وفریب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ شاید ان کے دلوں میں یہ بات پوشیدہ ہو کہ نبوتیں اور رسالتیں سب انسانی مکر ہیں اور اتفاقی طور پر شہرتیں اور قبولیتیں ہو جاتی ہیں اس خیال سے کوئی خیال پلید تر نہیں اور ایسے انسان کو اس خدا پر ایمان نہیں جس کے ارادے کے بغیر ایک پتہ بھی گر نہیں سکتا۔ لعنتی ہیں ایسے دل اور ملعون ہیں ایسی طبیعتیں۔ خدا ان کو ذلت سے مارے گا کیوں کہ وہ خدا کے کارخانے کے دشمن ہیں ایسے لوگ درحقیقت دہریہ اور خبیث باطن ہوتے ہیں وہ جہنمی زندگی کے دن گذارتے ہیں اور مرنے کے بعد بجز جہنم کی آگ کے ان کے حصّہ میں کچھ نہیں۔

اب مختصر کلام یہ ہے کہ علاوہ لنگر خانہ اور میگزین کے جو انگریزی اور اردو میں نکلتا ہے جس کے لئے اکثر دوستوں نے سرگرمی ظاہر کی ہے ایک مدرسہ بھی قادیان میں کھولا گیا ہے اس سے یہ فائدہ ہے کہ نوعمر بچے ایک طرف تو تعلیم پاتے ہیں اور دوسری طرف ہمارے سلسلہ کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرتے جاتے ہیں اس طرح پر بہت آسانی سے ایک جماعت طیار ہو جاتی ہے بلکہ بسا اوقات ان کے ماں باپ بھی اس سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں لیکن ان دِنوں میں ہمارا یہ مدرسہ بڑی مشکلات میں پڑا ہوا ہے باوجودیکہ محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اپنے پاس سے روپیہ ماہوار دیکر اس مدرسہ کی مدد کرتے ہیں مگر پھر بھی استادوں کی تنخواہیں ماہ بماہ ادا نہیں ہوسکتیں صدہا روپیہ قرضہ سر پر رہتا ہے۔ علاوہ اس کے مدرسہ کے متعلق کئی عمارتیں ضروری ہیں جو اب تک تیار نہیں ہوسکیں یہ غم علاوہ اور غموں کے میری جان کو کھا رہا ہے۔ اس کی بابت میں نے بہت سوچا کہ کیا کروں آخر یہ تدبیر میرے خیال میں آئی کہ میں اس وقت اپنی جماعت کے مخلصوں کو بڑے زور کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ دلاؤں کہ اگر وہ اس بات پر قادر ہوں کہ پوری توجہ سے اس مدرسہ کے لئے کوئی ماہانہ چندہ مقرر کریں تو چاہیئے کہ ہر ایک ان میں سے مستحکم عہد کے ساتھ کچھ نہ کچھ مقرر کرے جس کے لئے وہ ہرگز تخلّف نہ کرے مگر کسی مجبوری سے جو قضا وقدر سے واقع ہو اور جو صاحب ایسا نہ کرسکیں ان کے لئے بالضرورت یہ تجویز سوچی گئی کہ جو کچھ وہ لنگر خانہ کے لئے بھیجتے ہیں اس کا چہارم حصہ براہِ راست مدرسہ کے لئے نواب صاحب موصوف کے نام بھیج دیں لنگر خانہ میں شامل کر کے ہرگز نہ بھیجیں بلکہ علیحدہ منی آرڈر کرا کر بھیجیں۔ اگرچہ لنگر خانہ کا فکر ہر روز مجھے کرنا پڑتا ہے اور اس کا غم براہ راست میری طرف آتا

ہے اور میری اوقات کو متسوش کرتا ہے لیکن یہ غم بھی مجھ سے دیکھا نہیں جاتا اس لئے میں لکھتا ہوں کہ اس سلسلہ کہ جواں مرد لوگ جن سے میں ہر طرح امید رکھتا ہوں وہ میری التماس کو ردی کی طرح نہ پھینک دیں اور پوری توجہ سے اس پر کاربند ہوں۔ میں اپنے نفس سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہوں جو خدا تعالیٰ میرے دل میں ڈالتا ہے میں نے خوب سوچا ہے اور بار بار مطالعہ کیا ہے میری دانست میں اگر یہ مدرسہ قادیان کا قائم رہ جائے تو بڑی برکات کا موجب ہوگا اور اس کے ذریعہ سے ایک فوج نئے تعلیم یافتوں کی ہماری طرف ہوسکتی ہے اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اکثر طالب علم نہ دین کے لئے بلکہ دنیا کے لئے پڑھتے ہیں اور ان کے والدین کے خیالات بھی اسی حد تک محدود ہوتے ہیں مگر پھر بھی ہر روز کی صحبت میں ضرور اثر ہوتا ہے اگر بیس طالب علموں میں سے ایک بھی ایسا نکلے جس کی طبیعت دینی امور کی طرف راغب ہو جائے اور وہ ہمارے سلسلہ اور ہماری تعلیم پر عمل کرنا شروع کرے تب بھی میں خیال کروں گا کہ ہم نے اس مدرسہ کی بنیاد سے اپنے مقصد کو پالیا۔ آخر میں یہ بھی یاد رہے کہ یہ مدرسہ ہمیشہ اس سقم اور ضعف کی حالت میں نہیں رہے گا بلکہ یقین ہے کہ پڑھنے والوں کی فیس سے بہت سی مدد مل جائے گی یا وہ کافی ہو جائے گی۔ پس اس وقت ضروری نہیں ہوگا کہ لنگر خانہ کی ضروری رقوم کاٹ کر مدرسہ کو دی جائیں۔ سو اس وسعت کے حاصل ہونے کے وقت ہماری یہ ہدایت منسوخ ہو جائے گی۔ اور لنگر خانہ جو وہ بھی درحقیقت ایک مدرسہ ہے اپنے چہارم حصہ کی رقم کو پھر واپس پائے گا اور یہ مشکل طریق جس میں لنگر خانہ کو حرج پہنچے گا۔ اس لئے میں نے اختیار کیا کہ بظاہر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر مدد کی ضرورت ہے شاید جدید چندہ میں وہ ضرورت پوری نہ ہو سکے لیکن اگر خدا کے فضل سے پوری ہو جائے تو پھر اس قطع برید کی ضرورت نہیں اور میں نے جو یہ کہا کہ لنگر خانہ بھی ایک مدرسہ ہے یہ اس لئے کہا کہ جو مہمان میرے پاس آتے جاتے ہیں جن کے لئے لنگر خانہ جاری ہے وہ میری تعلیم سنتے رہتے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو لوگ ہر وقت میری تعلیم سنتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے گا اور ان کے دلوں کو کھول دے گا۔ اب میں اسی قدر پر بس کرتا ہوں اور خدا تعالےٰ سے چاہتا ہوں کہ جو مدعا میں نے پیش کیا ہے میری جماعت کو اسکے پورا کرنے کی توفیق دے۔ اور ان کے مالوں میں برکت ڈالے اور اس کار خیر کے لئے ان کے دلوں کو کھول دے آمین ثم آمین۔ والسلام۔ علیٰ من اتبع الھدی

الراقم میرزا غلام احمد۔ ۱۶/ اکتوبر ۱۹۰۳ء [۱۲۷]

نوٹ:- مدرسہ کے متعلق تمام زر چندہ بنام خاں صاحب محمد علی خاں صاحب ڈائرکٹر مدرسہ آنا چاہئے اور تعلیم طلباء کے متعلق تمام خط و کتابت مفتی محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ کالج تعلیم الاسلام سے ہونی چاہئے۔''

تعلیم الاسلام قادیان کا قیام وافتتاح

باوجود تمام مالی مشکلات کے نواب صاحبؓ کی عالی ہمتی سے قادیان میں کالج کا قیام ہوا۔اس کے افتتاح کے متعلق معزز البدر رقم طراز ہے:

''تعلیم الاسلام کالج اور بورڈ نگ کے درمیان جو میدان ہے اس میں اس جلسہ کا انتظام ہوا تھا۔شمالی جانب ایک چبوترہ بنا کر اس پر اراکین مدرسہ و دیگر معزز احباب کی خاطر کرسیاں رکھی گئیں۔جنوبی جانب اس چبوترہ کے ایک بڑی میز تھی جس پر دہنی طرف قرآن کریم اور بائیں طرف کرۂ ارض رکھا ہوا تھا۔میدان کی دھوپ سے حفاظت کے واسطے ایک سائبان لگایا گیا تھا اور میز کے بالمقابل ایک لمبا ستون☆ تھا۔ ۱۲۸

تقریب افتتاح پر سادگی

حضرت اقدسؑ کی علالت کے باعث حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی۔اس تقریب کے لئے نہ کوئی دعوتی کارڈ جاری ہوئے نہ اس میں کسی پارٹی کا اہتمام کیا گیا بلکہ محض دعا کے لئے اور طلبا اور اساتذہ اور دیگر کارکنوں کی ہدایت کی خاطر جلسہ کیا گیا۔ ۱۲۹

حضرت اقدسؑ کی علالت اور دعا کا وعدہ

ہم معزز ایڈیٹر صاحب البدر کے الفاظ میں افتتاح کی کارروائی درج کر دیتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

''۱۵مئی ۱۹۰۳ء کو کالج تعلیم الاسلام کا افتتاحی جلسہ ہونا تھا مگر چونکہ حضرت اقدسؑ کی طبیعت ناساز تھی اور آپ شریک جلسہ نہ ہو سکتے تھے،اس لئے وہ تاریخ ملتوی کر دی گئی۔لیکن گزشتہ ایام سے آپ کی طبیعت روبصحت تھی اس لئے آج کی تاریخ اس جلسہ کے لئے مقرر کی گئی۔ساڑھے چھ بجے کے بعد احاطہ سکول میں جلسہ کا انتظام ہوا اور ہر ایک پروفیسر اور مدرس اور لڑکے کی آنکھ خدا کے محبوب اور برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد آمد پر لگی ہوئی تھی کہ اس اثناء میں مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے آکر اطلاع دی کہ حضرت اقدسؑ نے مجھے ایک پیغام دے کر روانہ کیا ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ میں نے حضرت خلیفۃ اللہ

☆ مراد ورزش کی لکڑی۔موئف

علیہ السلام کی خدمت میں تشریف آوری کے واسطے عرض کی تھی آپ نے فرمایا کہ ''میں اس وقت بیمار ہوں حتیٰ کہ چلنے سے بھی معذور ہوں لیکن وہاں حاضر ہونے سے بہت بہتر کام یہاں کر سکتا ہوں کہ ادھر جس وقت جلسہ کا افتتاح شروع ہوگا میں بیت الدعا میں جا کر دعا کروں گا۔'' یہ کلمہ اور وعدہ حضرت خلیفتہ اللہ علیہ السلام کا بہت خوش کن اور امید دلانے والا ہے۔ اگر آپ خود تشریف لاتے تو بھی باعث برکت تھا اور اگر اب نہیں لائے تو دعا فرماویں گے اور یہ بھی خیر و برکت کا موجب ہوگی اس قدر تقریر فرما کر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کرسی پر بیٹھ گئے اور اس کے بعد تعلیم الاسلام کالج کے ڈائرکٹر عالی جناب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ نے اٹھ کر ذیل کی تقریر فرمائی۔''

تقریر نواب محمد علی خاں صاحب

''جناب میر مجلس و حضّار جلسہ۔ میں اس وقت کالج کے افتتاح کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں مگر بوجہ علالت طبع کے زیادہ دیر نہ بول سکوں گا۔ سب سے اول خدا کا احسان ہم پر ہے کہ جس کے فضل سے سب کام چل رہے ہیں۔ یہ اُسی کا فضل ہے کہ ہمیں اس سلسلہ میں داخل ہونے کی ہدایت ہوئی اور آخری زمانہ کے آخری امام یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایۂ عاطفت میں ہمیں جگہ ملی۔ خدا کرے کہ ہم کامل طور پر آخرین منھم میں سے ہو جاویں۔ اس کالج کی غرض کوئی عام طور پر یہ نہیں ہے کہ معمولی طور پر دنیاوی تعلیم ہو اور صرف معاش کا ذریعہ اسے سمجھا جائے بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ایک عالم اس سلسلہ کی تعلیم سے مستفید ہو جو کہ خدا نے قائم کیا ہے دنیوی تعلیم کا اگر کچھ حصہ اس میں ہے تو اس لئے کہ مروّجہ علوم سے بھی واقفیت ہو جس سے خدا تعالیٰ کی معرفت میں مدد ملے ورنہ اصل غرض دین اور دین کی تعلیم ہی ہے اور ایک بڑی غرض یہ بھی ہے کہ اپنی احمدی جماعت کے کم سن بچے ابتدا سے دینی علوم سے واقف ہوں اور حضور مسیح موعود کے فیضان صحبت سے فائدہ اٹھاویں اور بڑے ہو کر اس پاک چشمہ سے ایک عالم کو سیراب کریں جس سے وہ خود سیراب ہو چکے ہیں۔

یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ کالج کی موجودہ حالت سب احباب پر ظاہر ہے اس کے کارکنوں نے جو کچھ آج تک کیا ہے وہ کسی انسانی طاقت کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ سب کچھ محض خدا کے فضل سے ہی ہوا ہے مدرسہ کو کھلے ہوئے پانچ سال ہو گئے۔ یکم جنوری ۱۸۹۸ء میں پرائمری سکول کھلا تھا۔ اس کے چار ماہ بعد ہی یعنی ۵ مئی ۱۸۹۸ء سے مدرسہ کو مڈل تک ترقی دی گئی پھر فروری ۱۹۰۰ء میں ہائی سکول ہوا اب اس امر کے اظہار کی خوشی ہے کہ آج وہ دن ہے کہ ہم اسے کالج بنا رہے ہیں یہ ایک فوق العادت ترقی ہے اور صرف حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ علی گڑھ کالج ہندوستان میں ایک بڑا کالج ہے مگر اس نے بھی اس طرح ترقی نہیں کی اور

امید ہے جیسے کہ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے دعاؤں کا وعدہ کیا ہے۔خدا کی ذات سے بڑی امید ہے کہ یہ کالج بہت جلد ایک یونیورسٹی ہوگا اور اس احمدی جماعت کے لئے ایک بڑا مفید دارالعلوم ثابت ہوگا۔

''اگرچہ یہ سب کام خدا کے ہی ہیں اور وہی ان کو چلا رہا ہے۔مگر تاہم ظاہری اسباب کے لحاظ سے طلباء اوران کے والدین کو اس طرف بہت متوجہ ہونا چاہئے اور اس ثواب کے موقعہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے گو کہ یہ کالج چلے گا اور دعاؤں کے ذریعہ سے اس کا نشو ونما ہوگا۔مگر تاہم بدیں خیال کہ ہر ایک اس کارخیر کے ثواب میں سے حصہ لیوے کہا جاتا ہے کہ وہ مالی طور سے امداد دیویں۔یہ تقریر فرما کر ڈائرکٹر صاحب کرسی پر تشریف فرما ہوئے اوران کے بعد احمدی جماعت کے فخر حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ نے تقریر فرمائی۔'' [۱۳۰]

تقریر حضرت مولوی نورالدین صاحب

آپ نے فرمایا:

اَشْھَدُ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وحدہٗ لاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدہٗ ورسولہٗ امّا بعد ہم تو ہر روز تم کو وعظ سناتے ہیں اور سارا دن اسی میں صرف ہوجاتا ہے۔قرآن شریف کا وعظ بھی خدا کے فضل سے مستقل طور پر جاری ہے۔مگر اس وقت خصوصیت سے مجھے ارشاد ملا ہے کہ کچھ سناؤں تمہید کی ضرورت نہیں ہے۔اس وقت یہ نظارہ میرے سامنے موجود ہے ایک طرف قرآن شریف اور دوسری طرف کرہ ارض پڑا ہوا ہے پھر اوپر سائبان ہے اور ایک طرف وہ لمبی لکڑی☆ ہے۔یہی مضمون کافی ہے انسان کو خدا نے بنایا ہے اوراس کے اندر اس قسم کی اشیاء رکھی ہیں کہ اگر ان سب کا نشو ونما نہ ہوتو پھر وہ انسان انسان نہیں رہتا ایک ذلیل مخلوق ہوجاتا ہے لیکن اگر ان خدا کی عطا کردہ قوتوں کا عمدہ نشو ونما ہوتو وہی انسان خدا کا مقرب بن سکتا ہے اوراس کے یہی ذرائع ہیں جو تمہارے سامنے ہیں (قرآن کی طرف اشارہ کرکے) یہ پاک کتاب جب نازل ہوئی اس وقت ساری دنیا میں اندھیر تھا۔عرب خصوصیت سے ایسی حالت میں تھا کہ کل دنیا کا روبراست ہوجانا آسان مگر اس کا سدھرنا مشکل سمجھا جاتا تھا۔یرمیاہ نبی کے نوحہ میں یہ ایک فقرہ موجود ہے جس میں وہ اپنی قوم کو نصیحت کرتا ہے کہ تم نے سچے خدا کو چھوڑ دیا دیکھو تمہارے پاس عرب موجود ہیں وہ جھوٹے خداؤں کو نہیں چھوڑ سکتے۔لیکن یہ ایک کتاب ہے جس نے ان عربوں کو ایسا بنایا اور وہ عزت دی کہ وہ دنیا کے ہادی، مصلح، نور اور ہدایت بن گئے۔اس کا ذریعہ صرف قرآن کریم ہی تھا جو ان کے واسطے شفا، نور اور رحمت ہوا۔

☆ مراد ورزش کی لکڑی اس کا ذکر الحکم پرچہ ۲۴-۶-۰۲ (ص ۱۰) پر ہے۔مؤلف

''قرآن کریم کا دائیں جانب ہونا تمہارے لئے خوش قسمتی کی فال ہے اور یہ وہی کتاب ہے جو کہ دائیں جانب ہونی چاہئے اس سے یہ تفاول ہے کہ تمہارے دائیں ہاتھ میں ہو (کرۂ ارض کی طرف اشارہ کرکے) دوسری طرف یہ ہے جس پر زندگی چل رہی ہے۔ کتاب اللہ میں بھی اس کی ترتیب اس طرح سے ہے کہ اول آسمان کا ذکر ہے تو پھر زمین کا موجودہ ضرورت کے لحاظ سے جس سے عرب کی نابود ہستی بود ہو کر نظر آئی وہ ذریعہ قرآن کریم ہے کہ جس سے اس کرہ پران کو حکمرانی حاصل ہوئی تھی اس وقت اس کے بڑے حصہ ایشیاء اور افریقہ اور یورپ ہی تھے جن کو مخلوق جانتی تھی اور اس قرآن کی بدولت ان معلوم حصص پران کی حکمرانی ہوئی مگر اس کے ساتھ ہی اصلی جڑ فضل الٰہی کا سائبان بھی ان پر تھا ور نہ قرآن تو وہی موجود ہے اور اس وقت اہل اسلام کی تعداد بھی اس وقت اضعاف مضاعفہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پڑھے لکھوں کی تعداد ۱۳۵ سے زیادہ ہرگز نہ تھی۔ خطرناک قوم کے مقابلہ پر سخت جنگ کی حالت میں ۳۱۳ سے زیادہ سپاہی نہ تھے۔ غزوۂ خندق میں چھ سو تھے اب باوجود اس کے اس وقت سے بہت بہت زیادہ تعداد موجود ہے مگر وہ بات نہیں ہے نہ وہ عزت نہ آبرو نہ اندرونی خوشی نہ بیرونی۔ تو اس بات کی جڑ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جس وقت فرمان نازل ہوا۔ اس کی قدر کی گئی اس کو دستور العمل بنایا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل عرب جو اول کچھ نہ تھے پھر سب کچھ بن گئے۔ قرآن شریف کے ابتدائی الفاظ میں لکھا ہے ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْهِ نبی کریمؐ نے اس کتاب کا ادب اس طرح سے کیا کہ آپ کے زمانہ میں سوائے قرآن کے اور کوئی کتاب نہ لکھی گئی اس وقت بھی خوش قسمتی سے وہی کتاب موجود ہے اگر کوئی اور بھی اس وقت کی لکھی ہوئی ہوتی تو پھر یہ جوش نہ ہوتا۔ یا خدا اور کوئی راہ کھول دیتا۔ غرضیکہ اس کتاب کی عزت سے فضل الٰہی کا وہ سایہ قائم ہوا جیسے اس وقت تم لوگ آسائش سے بیٹھے ہو سائبان تم پر ہے دھوپ کی تپش سے محفوظ ہو۔ اس طرح وہ لوگ جو کہ جنگلوں میں اور دور دراز بلاد میں رہتے تھے وہ اس کے ذریعہ سے امن کی زندگی بسر کرنے لگے۔

''تمام ترقیوں عزت اور حقیقی خوشی کی جڑ یہ کتاب ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہم اس (کرۂ ارض) پر حکمرانی کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ سے فضل الٰہی کا سایہ ہم پر پڑ سکتا ہے۔ یہ نہ خیال کرو کہ ایرانی سلطنت ایسی راحت میں ہے۔ ہرگز نہیں جس قدر وہ اس کتاب سے دور ہے اسی قدر اس میں گند ہے۔ مگر تم کو ان باتوں کا علم نہیں ہے بڑے بڑے لائق چالاک اور پھرتی سے بات کرنے والوں کے ساتھ ناچیزی کی حالت میں میرا مقابلہ ہوا ہے مگر اس قرآن کے ہتھیار سے جب میں نے ان سے بات کی ہے تو ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگ گئیں ایک انسان جو کہ بیماریوں میں مبتلا ہو بظاہر تم اسے خندہ اور خوش دیکھ سکتے ہو مگر اندر سے دکھ اسے ملامت کا نشانہ بنا رہے ہیں یاد رکھو خوشی کا چشمہ قلب۔ پھر عقل پھر حواس ہیں اس کے بعد جسم میں

خوشی ہوتی ہے۔مگر جولوگ غموں میں مبتلا ہوں ان کو حقیقی خوشی نہیں ہوا کرتی۔

''میں تم کوایک بچہ کا قصہ سناتا ہوں کیونکہ تم بھی بچے ہومگر وہ عمر میں تم سب سے چھوٹا تھا اس کا نام یوسفؑ ہے جس وقت بھائیوں نے اسے باپ سے مانگا اور چاہا کہ اسے باپ سے الگ کر دیں اور جنگل میں جا کر ایک کنوئیں میں اتار دیا اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کی کیا عمر تھی۔اگر چہ وہ چھوٹا تھا اور ناواقف تھا مگر پھر بھی بچوں کی طرح باپ سے الگ ہونے اور نکالے جانے کا اسے علم تھا اور یہ جانتا تھا کہ اس سے دکھ ملتا ہے ذرا سوچو تو جب ایک بچہ کو اس کی ماں سے الگ کیا جاتا ہے تو بچہ کا کیا حال ہوتا ہے پھر بچہ ہونے کے نام سے دب جاتے ہیں سہم جاتے ہیں اور اس کو وہ تاریک کنواں دکھایا گیا جس میں اسے اتارا گیا۔نہ اس وقت کوئی یار اور نہ آشنا نہ ماں اور نہ باپ۔اگر ہوتے بھی تو اسے وہ بات نہ بتلا سکتے جو خدا نے بتائی اور ان کو کیا علم تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔مگر خدا کا سایہ اس پر تھا اور خدا نے اسے بتایا لَتُنَبِّـئَـنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَايَشْعُرُوْنَ کہ اے یوسفؑ دیکھ تجھے باپ سے الگ کیا تیری زمین سے تجھے الگ کیا اور اندھیرے کنوئیں میں ڈالا مگر میں تیرے ساتھ ہوں گا اور اس علیحدگی کی تعبیر کو تو بھائیوں کے سامنے بیان کرے گا اور ان کو اس بات کا شعور نہیں ہے۔ دیکھو یہ باتیں باپ نہیں کر سکتا نہ وعدہ دے سکتا ہے کہ یوں ہوگا یا جاہ وجلال کے وقت تک یہ تندرستی بھی ہوگی ایک باپ بچے سے پیار تو کر سکتا ہے مگر وہ اس کی آئندہ حالت کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے ان باتوں کو جمع کر کے دیکھو اگر کوئی انسان تسلی دیتا تو بچہ کو پیار کرتا گلے میں ہار ڈالتا اور اسے کہتا کہ ہم چیجی دیویں گے مگر خدا کی ذات کیا رحیم ہے وہ فرماتا لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا ۔ہم وہ عروج دیویں گے کہ تو ان احمقوں کو اطلاع دیوے گا۔

''یہ حقیقت ہے اس سایہ کی جسے میں چاہتا ہوں تم پر ہو۔علوم کی تحصیل آسان ہے۔مگر خدا کے فضل کے نیچے تحصیل کرنا یہ مشکل ہے کالج کی اصل غرض یہی ہے کہ دینی اور دنیوی تربیت ہو۔مگر اول فضل کا سایہ ہو پھر کتاب پھر دستور العمل ہو،اس کے بعد دیکھو کہ کیا کامیابی ہوتی ہے۔فضل الٰہی کے لئے پہلی بشارت پیارے عبدالکریم نے دی ہے وہ کیا ہے؟ حضرت صاحب کی دعائیں ہیں۔میں ان دعاؤں کو کیا سمجھتا ہوں یہ بہت بڑی بات ہے اور یقیناً تمہارے ادراک سے بالاتر ہوگی مگر میں کچھ بتلاتا ہوں۔

''مخالفتوں سے انسان ناکامیاب ہوتا ہے گھبراتا ہے۔ایک لڑکا ماسٹر کی مخالفت کرے تو اسے مدرسہ چھوڑنا پڑتا ہے۔جس قدر مہتمم مدرسہ کے ہیں اگر وہ سب مخالفت میں آویں تو زندگی بسر کرنی مشکل ہوا گر چہ افسر بھی لڑکوں کے محتاج ہیں مگر ایک ذرا سے نکتہ سے اسے بورڈنگ میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔اب اس پر اندازہ کرو کہ ایک کی مخالفت انسان کو کیسے مشکلات میں ڈالتی ہے۔لیکن ہمارے امام کی ساری برادری مخالف ہے رات دن یہی تاک ہے کہ اسے دکھ پہونچے پھر گاؤں والے مخالف حالانکہ ان کو نفع پہنچتا ہے۔میں نے

ایک شریر سے پوچھا کہ اب مرزا صاحب کی طفیل تمہاری کتنی آمدنی ہوگئی ہے تو کہا کہ بیس روپیہ ماہوار زیادہ ملتے ہیں علیٰ ہذاالقیاس ،ان گدھے والوں اور مزدوروں سب سے دریافت کروتو یقین ہوگا کہ ان کے واسطے ہمارا یہاں رہنا کیسا بابرکت ہے۔مگران سب کے دلوں میں ایک آگ بھی ہماری طرف سے ہے باوجود ہم سے متمتع ہونے کے پھر بھی ان کے اندر ایک کپکپی ہے کہ یہ یہاں کیوں آگئے ابھی ایک مینار بن رہا ہے اگر کوئی میرے جیسا خلیق ہوتا تو راستہ کوتوڑ کر مینار ایک کونے میں بناتا۔مگراس مجسم رحم انسان (مرزا غلام احمدؑ) نے اسے مسجد کے اندر بنایا کہ لوگوں کوتکلیف نہ ہوان لوگوں کو غیرت نہیں آتی کہ کیا ان دروازے سے آنے والوں کی عقل ماری گئی ہے کہ دوڑے چلے آرہے ہیں؟ یہ کہاں کے فلاسفر ہوئے جوایسی بات کرتے ہیں؟ کیا ان کے تجارب ہم سے زیادہ ہیں۔یا معلومات میں ہم سے بڑھ کر ہیں؟ شرم کے مارے کچھ جواب تو نہیں دے سکتے یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی مت ماری گئی ہے کہ روپیہ اپنا کھاتے ہیں اور یہاں رہتے ہیں ۔ یہ حال تو گاؤں کی مخالفت کا ہے پھر سب مولوی مخالف،گدی نشین مخالف،شیعہ مخالف،سنی مخالف،آریہ مخالف،مشنری مخالف۔دہریوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا مگر وہ بھی مخالف اور نہایت خطرناک دشمن اس سلسلہ کے ہیں۔ان تمام مشکلات کے مقابلہ میں دیکھو وہ (حضرت مرزا صاحبؑ) کیسے کامیاب ہے۔کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تم اس طرح کامیاب ہو؟ یہاں ہمارا رہنا تمہارا رہنا اسی کے نظارہ ہیں کہ باوجوداس قدر مخالفت کے پھر پروانہ واراس پر گرتے ہیں اس کا باعث یہی ہے کہ وہ کتاب اللہ کا سچا حامی ہے اور رات دن دعا میں لگا ہوا ہے اس لڑکے سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت نہیں ہے جس کے لئے یہ دعائیں ہوں مگران باتوں کو وہی سمجھتا ہے جس کی آنکھ بینا اور کان شنوا ہو۔(۱۹رجون۱۹۰۳ء)

’’لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا کی صدا یوسفؑ کے کان میں پڑی۔اسی سے سوچو کہ جب خدا کا فضل ساتھ ہوتا ہے تو کوئی دشمن ایذا نہیں پہنچا سکتا۔کس طرح کا جاہ وجلال اور بحالی یوسف کو ملی اور سب سے عجیب بات یہ کہ ان بھائیوں کو آخر کہنا پڑا اِنَّا كُنَّا خَاطِئِين اس کا جواب یوسفؑ نے دیا لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ یہ اللہ پر یقین کا نتیجہ تھا تم بھی اللہ پر کامل یقین کرواوران دعاؤں کے ذریعہ جو کہ دنیا کی مخالفت میں سپر ہیں فضل چاہو۔کتاب اللہ کو دستور العمل بناؤ تا کہ تم کو عزت حاصل ہو باتوں سے نہیں بلکہ کاموں سے ۔اس کتاب کے تابع اپنے آپ کو ثابت کرو۔ہنسی،تمسخر،ٹھٹھا،ایذاء گالی یہ سب اس کتاب کی تعلیم کے برخلاف ہے جھوٹ سے لعنت سے تکلیف اور ایذا دینے سے ممانعت اور لغو سے بچنا اس کتاب کا ارشاد ہے۔صوم اور صلوٰۃ اور ذکر وشغل الٰہی کی پابندی اس کا اصول ہے۔تمہاری تربیت کی ابتدائی حالت ہے اوراگر چہ تربیت کرنے والے اس قابل نہیں ہیں کہ تم کو اعلیٰ منازل تک پہنچا دیں مگر کوئی کمزوری اور نقص

اگر انتظام میں ہے تو اس کی اصلاح تمہارے ہی ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنی اس طرح ہم ظالموں پر ظالموں کو ولی کرتے ہیں تا کہ اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتیں پھر فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ پس اپنی اصلاح میں لگو کہ مصلح تمہارا متولی اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے کہ فضل خدا کا سایہ تم پر ہو اس کی کتاب تمہارا دستور العمل ہو۔ کرۂ زمین پر عزت سے زندگی بسر کرو دنیا کے لئے کمال نور اور ہدایت ہو جاؤ، اپنی کمزوریوں کے لئے دعا کرو اور کوشش کرو کہ یوسفؑ کی طرح بن جاؤ۔'' (۲۶/جون ۱۹۰۳ء)

یہ تقریر فرما کر حضرت مولانا حکیم صاحب کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے مدرس جناب مولوی مبارک علی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کشمیری نے باری باری نظمیں پڑھیں۔ بعد اختتام نظم جناب ڈائرکٹر صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ خدا کے فضل واحسان سے افتتاح کالج کی رسم ادا ہو چکی ہے اور اس خوشی میں آج مدرسہ کو رخصت دی جاتی ہے اس کے بعد دعا کی گئی اور جلسہ برخاست ہوا۔''☆

☆ ذیل میں مولوی مبارک علی صاحب کی نظم درج کی جاتی ہے۔

نظم

مَرا ازَدْ ذکر بنازم بخت بیدارم — کہ آفرید مسلماں مرا خدائے جہاں
دریں زمانہ بہ بخشید خلعت ہستی — کہ داردآں شرفِ بعثتِ مسیح زماں
فزوں تر از ہمہ جودوعطا ہمیں کرمے — کہ پیش روئے حبیبم شگفتہ دل خنداں
نہ از لیاقتم این است ونے ز خوبیٔ من — کہ ست رحمت ایزد کشیدم از احساں
بپائے بوسی آں دلستاں مرا آورد — بعزّ معرفت حق نواختم شاداں
بَرُ پرآستانۂ دولت سراسر افگندم — چو دیدم از سر طارم خورشیدی رخشاں
عطا نمود مرا منصبے بمدرسئہ اش — نشاند برسر کرسی بجملہ استاداں
مبارک است پے افتتاح ایں کالج — کہ برکشاد خد ایش میان دار اماں
سزد کہ گویمش اکنوں کمال گاہ علوم — بجا است گرشمرم جنبش پئے صبیاں
ہزار رفعت دبرکت نصیب اوبادا — کہ ہست بانی و حامیش مرسل یزداں

کالج کے لئے حضرت اقدسؑ کی دعا

کالج کی امداد واعانت کی تحریک کرتے ہوئے معزز الحکم رقم طراز ہے۔

’’قوم کی خدمت میں التماس

افتتاح کالج کی روئداد ناظرین الحکم کے سامنے پیش کرنے کے بعد ہم اپنی قوم کی خدمت میں التماس کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس وقت تک تعلیم الاسلام ہائی سکول نے جس قدر ترقی کی ہے اس کا جہاں تک اسباب سے تعلق ہے وہ قوم کی سرپرستی اور عنایت سے ہوئی ہے اگر چہ ان ساری ترقیوں کی جڑ حضرت اقدسؑ کی دعائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فیض اور فضل کو جذب کرتی رہی ہیں اور آئندہ جو کچھ ترقی ہوگی وہ بھی محض خدا ہی کے فضل سے اور حضرت مسیح موعودؑ کی دُعاؤں کی برکت سے۔ لیکن ہماری قوم کا فرض ہے کہ بلحاظ اسباب کالج کی ہر قسم کی اعانت کے لیے فیاضی سے کام لیں۔ حضرت حجۃ اللہ کالج کی بہتری اور ترقی کے لئے تو یہاں تک خواہشمند ہیں کہ آپ نے لنگر خانے کے چندہ سے وضع کر کے مدرسہ کو چندہ دینے کی بھی تاکید کر دی تھی جن سے بڑھ کر اور کوئی طریق اس ہمدردی اور دلچسپی کے اظہار کا نہیں ہوسکتا تھا جو آپ کو مدرسہ کے ساتھ ہے۔ گویا لنگر خانہ کے پہلو بہ پہلو حضور مدرسہ کی ضروریات کو محسوس کرتے ہیں تو قوم خود سمجھ سکتی ہے کہ اس کو کس درجہ تک سمجھنا چاہئے اب ہم اس روئداد کو اس بات پر ختم کر دیتے ہیں کہ کالج کے پروفیسروں میں حضرت حکیم الامت دینیات کے پروفیسر۔ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب ادب عربی کے پروفیسر اور حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ریاضی کے پروفیسر ہیں جو آنریری طور پر محض خدا کے لئے کام کرتے ہیں جس کی جزاء اللہ تعالیٰ ہی ان کو دیگا۔ اس سے ثابت ہوسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ کے ساتھ

بقیہ حاشیہ:-

خجستہ منزل و فرخ نثر اد و خوش محضر	جناب خان معظم امیر دالا شاں
باھتمام و نظامش بعزم دل پر داخت	فزود رونق ورنگ و بہار ایں بستاں
چو فکر از پئے سال کشادش کر دم	بگفت ہاتفِ غیبم بگوش دل غفراں

نوٹ: جملہ کارروائی افتتاح مع نقاریر البدر بابت ۰۳-۵-۱۶ اور ۰۳-۶-۱۹ اور ۰۳-۶-۲۶ میں درج ہے مکرم ایڈیٹر صاحب الحکم اس موقع پر قادیان سے باہر تھے بعد میں انہوں نے بھی اس کارروائی کو الحکم پرچہ ۰۳-۶-۲۶ میں شائع کر دیا

بزرگان ملت بھی اس جوش اور ہمت کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے ہیں جس کالج کے پروفیسر ایسے ایسے بزرگان ملت ہوں اس کے طلباء کی اخلاقی اور عملی حالت کس پایہ اور درجہ کی ہوگی ،اب قوم کا فرض ہے کہ وہ ہر طرح سے اپنے اس قومی کالج کی بہتری اور پا بحالی کے لئے دامے درمے اور سب سے بڑھ کر دعاؤں سے مدد کریں۔ہم کافرٹھہریں گے اگر اس آرٹیکل کو ختم کرتے ہوئے جناب ڈائرکٹر صاحب کی سعی اور جانفشانی کا جو وہ کالج کے لئے کرتے رہتے ہیں شکریہ ادا نہ کریں۔نواب صاحب کا قریباً سارا وقت ان تجاویز اور امور کے سوچنے میں صرف ہوتا ہے جو کالج کے لئے مفید ہو سکتے ہیں اور قطع نظر اس کے جو گرانقدر عطیہ آپ کالج کے لئے دیتے ہیں وہ ناظرین سے مخفی نہیں اور پھر کالج کی بہت سی ضروریات کا تکفل آپ کرتے ہیں ہماری وہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارخیر میں سعی اور سرگرم رہنے کی اس سے بھی بڑھ کر توفیق دے۔اور آپ کے ارادوں میں استقامت اور اپنے مقاصد میں آسانیاں پیدا کرے (آمین)۔

''جلسہ سے فراغت پا کر عالی جناب نواب صاحب قبلہ نے اعلیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے حضور افتتاح کالج کا اطلاعی عریضہ لکھا جس کو معہ جواب حضرت اقدسؑ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ڈائریکٹر صاحب کا عریضہ

سیدی ومولائی طبیب روحانی سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضورؑ کی طبیعت نصیب اعداء علیل ہے اس لئے حضورؑ تشریف نہیں لا سکتے گو کہ اس سے ایک گونہ افسوس ہوا مگر وہ کلمات جو مولانا موصوف نے نیابتاً فرمائے ان سے روح تازہ ہوگئی اور خداوند تعالیٰ اور حضورؑ کی دعاؤں کے بھروسہ پر کارروائی شروع کی گئی جلسہ نہایت کامیابی سے تمام ہوا اور کالج کی رسم افتتاح ہوگئی اطلاعاً گذارش ہے۔خداوند تعالیٰ حضورؑ کو صحت عطا فرمائے حضورؑ نے......دعا فرمائی ہوگی اب بھی استدعائے دعا ہے۔

راقم محمد علی خاں

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔

رات مجھ کو دل کے مقام پر درد ہوتی تھی اس لئے حاضر نہیں ہو سکا لیکن میں نے اسی

حالت میں بیت الدعا میں نماز میں اس کالج کے لئے بہت دعا کی غالباً آپ کا وہ وقت اور میری دعاؤں کا وقت ایک ہی ہوگا خدا تعالیٰ قبول فرماوے آمین ثم آمین

والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ۔ ۱۳۱

تعلیم وانتظام مدرسہ وکالج

مکرم مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں کہ ''حضرت مولوی شیر علی صاحب کالج کے پروفیسر مقرر ہوئے تھے اور میں اس کا مینیجر نیز وہاں پروفیسر بھی تھا اور مدرسہ کا ہیڈ ماسٹر بھی'' مکرم مولوی محمد الدین صاحب ناظر تعلیم وتربیت ربوہ فرماتے ہیں کہ اس کالج میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی تعلیم دیتے تھے حضرت حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل فارسی۔ مولوی محمد علی صاحب ریاضی۔ مفتی صاحب لاجک (منطق) حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ عربی اور دینیات (اور تھوڑا عرصہ حضرت مولوی نورالدین صاحب دینیات) اور مولوی شیر علی صاحبؓ انگریزی کے پروفیسر تھے۔ اور آپ کی بیماری کے ایام میں دو ماہ تک آپ کے برادر اکبر حضرت حافظ عبدالعلی صاحب انگریزی پڑھاتے رہے۔ غالباً درزی خانہ والا کمرہ کلاس روم۔ مگر اس کے علاوہ پرانے صحن مدرسہ کا مشرقی کمرہ بھی استعمال ہوتا رہا۔ درزی خانہ کا اوپر والا کمرہ بھی بعض دفعہ لیکچروں اور بعض دفعہ کالج کے بورڈروں کی رہائش کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس کالج میں حافظ صوفی غلام محمد صاحبؓ مرحوم (مبلغ ماریشس) ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم بی بی ایس لاہور (غیر مبائع) شیخ عالم الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مرحوم شیخوپورہ (غیر مبائع) اور شاید مرزا محمود بیگ صاحب پٹی والے بھی پڑھتے رہے☆ میں صرف چندروز تک پرائیویٹ طور پر بیٹھتا رہا مگر میں نے جلدی چھوڑ دیا۔ مکرمی (حکیم) مولوی فضل الدین صاحب بھی کچھ عرصہ پڑھاتے رہے اور مولوی یار محمد صاحب ایم اوایل وکیل بھی کچھ عرصہ ریاضی پڑھاتے رہے۔''☆☆

☆ البدر بابت ۵-۱-۱ (صفحہ۲ کالم۲) میں ''مولوی غلام محمد صاحب'' کے ایف اے کے امتحان کے داخلہ کا اور بدر بابت ۰۵-۴-۲۰ (صفحہ ا کالم۲) میں طفیل حسینؓ۔ غلام محمد اور علم دین کے ایف اے میں کامیاب ہونے کا ذکر آتا ہے۔

☆☆ مکرم مفتی محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ تعلیم الاسلام کالج کی طرف سے اعلان ہوا کہ فی الحال کالج میں دوسال تک فیس نہیں لی جائے گی۔ مضامین دینیات، عربی، انگریزی، فارسی، فلاسفی، تاریخ اور ریاضی ہوں گے۔ ۱۳۲

مکرم مولوی محمد الدین صاحب فرماتے ہیں کہ یہ کالج صرف دو سال ہی جاری رہا یعنی صرف ایک ہی کلاس نے تعلیم پائی یہ کالج یونیورسٹی کمیشن کی جو لارڈ کرزن کے ماتحت قائم ہوا تھا ھدایات کے ماتحت بند کرنا پڑا کیوں کہ اس نے شرطیں کڑی کر دی تھیں جن کی پابندی ممکن نہ تھی ۔نواب صاحب کو تعلیم کا خاص شوق وشغف تھا۔ مدرسہ اور کالج کا انتظام عام طور پر اچھا تھا۔آپ ہمیشہ نئی نئی تجاویز سوچا کرتے تھے۔

گو اس وقت کالج بند کرنا پڑا لیکن اللہ تعالیٰ نے تقریباً چالیس سال بعد پھر تعلیم الاسلام کالج قادیان میں اور ہجرت کے بعد لاہور میں کھولنے کی توفیق جماعت کو عطا کی اور سنا ہے کہ اب قریب میں مغربی افریقہ میں بھی کھلنے والا ہے **اللّٰھم زدفزد**۔

شروع میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب ہیڈ ماسٹر تھے مگر چونکہ حضرت اقدسؑ ان کو عموماً کرمدین کے مقدمہ میں ساتھ ساتھ رکھتے تھے اس لئے مدرسے کا ہرج ہوتا تھا۔لہذا مولوی شیر علی صاحب کو ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔ پہلے طلباء اگر بیمار ہوتے تو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے دوائی وغیرہ لیتے مگر نواب صاحب نے مدرسہ کی ڈسپنسری کا علیحدہ انتظام کیا۔اور ڈاکٹر عبداللہ صاحب (نومسلم) کو ملازم رکھا جو بورڈنگ کے ٹیوٹر بھی تھے۔(ع)

مدرسہ کے کام میں شغف

مدرسہ اور کالج کے امور میں حضرت نواب صاحب کو جس قدر شغف تھا وہ ان کی چند دن کی ڈائری کے ذیل کے اقتباسات سے ظاہر ہے:

بروز جمعہ ۱۵/نومبر ۱۹۰۱ء

نو بجے کے (وقت) مدرسہ اور بورڈنگ ہاؤس دیکھا مکان نہایت بے ترتیب بنے ہوئے ہیں''۔''نماز جمعہ کے بعد گھر آئے۔مولوی نورالدین (صاحب) میری درخواست پر تشریف لائے،ان سے اپنے حالات امراض اور مدرسہ پر گفتگو ہوتی رہی۔''

۱۶/نومبر ۱۹۰۱ء

''بعد نماز (فجر)......ایک خط بابت حالات مدرسہ لکھا جس کا یہ خلاصہ تھا کہ حضرت اقدسؑ کا اس مدرسہ سے کیا مقصد ہے۔

اس خط کے بھیجنے کے تھوڑے عرصہ بعد حضرت اقدسؑ سیر کے لئے تشریف لائے یہ کوئی ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ حضرت اقدسؑ نے میرے خط ہی کی تمہید پر تمام سیر میں نہایت عجیب گفتگو فرمائی اس میں سے میرے خط کے متعلق خلاصہ تو یہ تھا کہ ہمارا اصل مقصد دینی تعلیم ہے مگر اس کو بسہولت مدرسہ میں داخل کرنا چاہئے تا کہ بچے گھر نہ جائیں۔ اور ہمارا مقصد صرف جاہل مولوی بنانا بھی نہیں کہ باجود کتابوں کے پڑھنے کے عقل سے کام نہیں لیتے......ثبوت کے بعد ہماری مخالفت پر اڑے ہوئے ہیں اور ہم کو اس سے بڑا افسوس رنج ہوتا ہے جب ہم اپنی جماعت میں اختلاف سنتے ہیں ہم تو یہ دعائیں کرتے ہیں کہ تم میں اتفاق ہو اور وہ گندی باتیں تم میں نہ ہوں جو دوسرے دنیاداروں میں ہیں۔ اب تک اپنے مریدوں پر یہ حسن ظن کرتا ہوں ان سب کی نیت بہتر ہے گو اختلاف ہے اور اگر یہ حالت نقار تک پہنچی ہے تو پھر گویا ہم سے تم نے کچھ فائدہ ہی نہیں اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔

''الحمد کی تفسیر اس دوران گفتگو میں عجیب ہی کی۔ فرمایا کہ مخالف ہی معارف کے ظاہر کرنے کا باعث ہوتے ہیں ابوبکرؓ نے کیا معارف ظاہر کرانے تھے جو بلا دلیل دریافت مان بیٹھے تھے فرمایا کہ اگر مخالفت نہ ہوتی تو قرآن شریف کے یہ تیس پارے نہ ہوتے ہماری کتابیں بھی مخالفین ہی نے لکھوائی ہیں الحمد بھی آئندہ کے مخالفین نے لکھوائی ہے فرمایا عیسائی الرحمٰن اور الرحیم کے منکر ہیں اور **غیر المغضوب علیهم و لا الضالین** میں پیشگوئی ہے مغضوب علیہم سے مراد مخالف یہودی اور الضالین سے مراد عیسائی ہیں تو اشارہ کہ چونکہ مسلمانوں نے یہودیوں (کی) مماثلت کرنی ہے اس لئے ان کے لئے ان ہی میں سے مسیح آنا چاہئے تھا اور عیسائیت کا بھی عروج۔ واپسی پر مدرسہ کے لئے چندہ فراہم کرنے کی تقریر کی بلکہ یہاں تک کہ جو ایسے چندے (سے) پہلو تہی کرتے ہیں وہ گویا ہمارے مرید نہیں، ☆

''......پھر مدرسہ دیکھنے گئے جونیئر ہائی اور مڈل کلاس دیکھی جونیئر ہائی کو ہیڈ ماسٹر پڑھا رہے تھے۔ مضمون انگریزی تھا جماعت میں ترجمہ میں کمزوری اور مطالعہ کی کمی دیکھی۔ طرز تعلیم استاد اچھا تھا طالب علم ذکی کم تھے۔ مڈل کلاس میں حساب میں حساب مفتی محمدؐ صادق پڑھا رہے تھے چونکہ جزر کا قاعدہ سمجھا رہے تھے اس لئے پوری حالت معلوم نہیں ہوسکی قاعدہ نشست ٹھیک نہ تھا...... بعد نماز ظہر اور عصر......مدرسہ کے متعلق مولوی عبدالکریم اور مولوی نورالدین صاحب سے گفتگو ہوئی''۔

☆ اس کا ذکر الحکم پرچہ ۰۱-۱۱-۲۴ میں آتا ہے اور گذشتہ اوراق میں نقل کر چکا ہوں۔ (مؤلف)

۱۷؍نومبر ۱۹۰۱ء

''مولوی محمد علی صاحب سے تخلیہ میں مدرسہ کے متعلق گفتگو ہوئی انہوں نے اس جھگڑے کو مٹانے کے لئے اپنی علیحدگی کی پسندیدگی ظاہر کی جس سے مفہوم ہوتا تھا کہ مولوی نورالدین صاحب کا کمیٹی میں ہونا ان کو پسند نہیں ......عصر...... کے بعد ڈکسن نے حضرت کی مع مریدین تصویر کھینچی۔اس سے واپس آ کر مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی نورالدین صاحب سے گفتگو کی۔

۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء

''مولوی محمد علی صاحب آئے اور میں نے اور انہوں (نے) مِل کر کچھ قواعد انجمن بنائے۔

۱۹؍نومبر ۱۹۰۱ء

''میں (نے) تمام مدرسہ کا معائنہ کیا۔ڈسپلن اور طریق تعلیم کے محتاج استادوں کو پایا ویسے سٹاف عمدہ ہے۔شام کو مولوی محمد علی اور نواب خاں صاحب تشریف لائے۔اور مدرسہ کے قواعد کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔☆

۲۱؍نومبر ۱۹۰۱ء بروز جمعرات

''شام کو مولوی نورالدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب سے یکے بعد دیگرے گفتگو مدرسہ کے متعلق ہوتی رہی۔اس وقت بھی نماز عشاء سے پہلے مولوی صاحب سے مدرسہ کے متعلق اور بعد نماز بھی باتیں ہوتی رہیں۔''

۲۲؍نومبر ۱۹۰۱ء بروز جمعہ

''صبح...... بعد نماز پھر کمیٹی مجلس منتظمہ مدرسہ ہوئی اور ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی، مدرسہ کے نئے قواعد کی تجویز ہوئی اور سکیم کے لئے سیلیکٹ کمیٹی مقرر ہوئی۔''

☆ الحکم پرچہ ۰۱-۱۱-۲۴ میں مرقوم ہے''۔عالی جناب خاں صاحب نواب محمد علی خاں صاحب نے بحیثیت ڈائرکٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کا معائنہ فرمایا اور مبلغ تین سو روپیہ مدرسہ کی امداد کیلئے اپنے معمول کے موافق عطا فرمایا''۔

۲۵؍نومبر ۱۹۰۱ء بروز سوموار

’’سیر سے پہلے میں سکیم مدرسہ بناتا رہا بعد ظہر وعصر سکیم بنائی ۔سیلیکٹ کمیٹی کا جلسہ ہوا اور پانچ بجے کے قریب تک رہا۔‘‘

۲؍جنوری ۱۹۰۲ء ۲۱ رمضان المبارک

’’بعد نماز ظہر وعصر مدرسہ کے متعلق قواعد مرتب کرتا رہا۔‘‘

۳؍جنوری ۱۹۰۲ء ۲۲ رمضان المبارک

’’(صبح) قواعد مدرسہ لکھے نماز عصر...... کے بعد مولوی محمد علی صاحب سے مشورہ متعلق قواعد مدرسہ کیا۔‘‘

۴؍جنوری ۱۹۰۲ء ۲۳ رمضان المبارک

’’سیر سے آ کر مولوی محمد علی صاحب (سے) عہدہ داران مدرسہ وغیرہ کے متعلق گفتگو ہوتی رہی ۔پھر مولوی نورالدین صاحب تشریف لے آئے ۔پھر بعد نماز بھی مولوی محمد علی صاحب سے کتابوں وغیرہ کے متعلق گفتگو ہوئی۔‘‘

مدرسہ کا انتظام اس عرصہ میں کس خوش اسلوبی سے سرانجام پاتا رہا۔مکرم مفتی محمد صادق صاحب کی زبانی سنئے ۔کچھ اعداد وشمار بھی اس ضمن میں معلوم ہو جائیں گے فرماتے ہیں کہ :’’مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ۳؍جنوری ۱۸۹۸ء سے کُھلا ۔اس وقت وہ پرائمری تک تھا۔اول مدرس کی تنخواہ پندرہ اور آخری مدرس کی پانچ روپے ماہوار تھی ۔۱۸۹۸ء میں مڈل ۱۹۰۰ء میں ہائی کی پہلی ۔۱۹۰۱ء میں ہائی کی دوسری کھولی گئی۔‘‘

’’جب حضرت نواب محمد علی خاں صاحب ہجرت کر کے قادیان آ گئے تو حضرت اقدسؑ نے مدرسہ کا کام ان کے سپرد کر دیا۔اور ۲؍دسمبر ۱۹۰۱ء سے مجلس منتظمہ کی بجائے تمام انتظام مدرسہ حضرت نواب صاحب موصوف کے ہاتھ میں ہوگیا۔جنھوں نے اس خدمت کو تین سال تک نہایت محنت اور کوشش سے ادا کیا لیکن جبکہ ابتدائے ۱۹۰۵ء میں نواب صاحب کو اپنے بعض خانگی امور طے کرنے کے واسطے ایک عرصہ تک لاہور میں ٹھہرنا پڑا تو مدرسہ کا انتظام بحکم حضرت اقدسؑ دوبارہ ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔‘‘

نیز فرماتے ہیں کہ دوسال تک کالج کا قیام رہا اور نتیجہ بھی عمدہ رہا۔لیکن یونیورسٹی کے نئے قوانین کے انتظار

میں جو اسوقت بن رہے تھے۔اس کے بعد کوئی جماعت نہ کھولی گئی۔۱۹۰۵ء میں کالج کے پانچ طلباء میں سے تین کامیاب ہوئے۔کالج کے پرنسپل مولوی شیر علی صاحب بنے اور مفتی صاحب کو ہیڈ ماسٹر اور سپرنٹنڈنٹ کالج مقرر کیا گیا۔مدرسہ کے کھلتے وقت طالب علم ۳۸ تھے۔بعد میں مندرجہ ذیل سالوں کے آخر پر طلباء کی تعداد یہ تھی۔۱۹۰۱ء۱۴۶۔۱۹۰۲ء۱۵۰۔۱۹۰۳ء۱۵۲۔۱۹۰۴ء۱۳۲۔۱۹۰۵ء۱۳۸۔۱۹۰۶ء۲۰۸۔۹۸ء میں جب مدرسہ شروع ہوا اس وقت مدرسہ کے واسطے کوئی عمارت نہ تھی۔صرف مہمانخانہ میں طلباء کو بٹھایا گیا تھا لیکن جلد ہی مہمانخانے کے متصل دو تین کمرے مدرسہ کے واسطے بنوائے گئے وہ کمرے بعد میں بورڈنگ ہاوس کے کام آئے۔پھر ۹۹ء اور ۱۹۰۰ء میں اور عمارت بنوائی گئی۔۱۹۰۱ء میں جب مدرسہ کا انتظام نواب محمد علی خاں صاحب کے سپرد ہوا تو نواب صاحب نے مدرسہ کی عمارت میں ضروری اصلاح کر کے ایک عمدہ اور خوشنما پیرایہ میں بنا دیا اور ڈھاب کو پُر کر کے بورڈنگ اور ملازمان بورڈنگ کے واسطے کوارٹر بنائے۔ [۱۳۳]

آپ کی مدرسہ سے مجبوراً علیحدگی

آپؓ کو مجبوراً لاہور قیام کرنا پڑا اس لئے آپؓ کو مدرسہ وغیرہ کے کام سے اس کے مفاد کی خاطر علٰیحدہ ہونا پڑا۔چنانچہ مرقوم ہے:

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کا نیا انتظام

بھائیوں کو معلوم ہے کہ کچھ عرصہ سے مدرسہ کا انتظام جناب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کے زیر اہتمام تھا۔خاں صاحب موصوف نے محنت اور سعی سے جہاں تک خدا تعالیٰ نے انہیں موقعہ دیا اور توفیق بخشی اس کو چلایا اور بعض مصالح اور مجبوریوں کے سبب سے خاں صاحب کو قادیان سے باہر رہنا ضروری معلوم ہوا۔اس لئے وہ مدرسہ کا انتظام اور نگرانی جیسا کہ چاہئے نہیں کر سکتے تھے۔اور یہ امر ان کی طبیعت پر شاق تھا کہ وہ اس طرح ان فرائض کے ادا کرنے سے قاصر تھے۔جنہیں وہ نہایت ضروری سمجھتے تھے۔حضرت اقدس حجتہ اللہ امام علیہ السلام نے ان کی تکلیف اور مجبوریوں پر نظر کر کے انہیں اس بارگراں سے سبکدوش فرمایا اور مدرسہ کا انتظام پھر ایک کمیٹی کے سپرد کیا جس کے ممبر اصحاب ذیل ہیں۔

مولوی نورالدین صاحب۔مولوی محمد علی صاحب۔شیخ یعقوب علی صاحب اور خاکسار راقم۔

اب نہایت ضروری بات جس پر تمام قوم کو توجہ کرنی چاہئے یہ ہے کہ مدرسہ کے لئے مستقل سرمایہ کی ضرورت ہے بعض اوقات ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ قیام مدرسہ کی صورت دشوار معلوم ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مومنین کے کام ابتداء میں ایسی مشکلیں اختیار کرتے ہیں کہ ان کی نسبت کامیابی کی پیشگوئی کرنا مادّیین (یعنی Naturalists موئف) کی نگاہ میں دوراز کار امر معلوم ہوتا ہے۔مگر آخر کار خدا تعالیٰ کی نصرتیں حسب وعدہ ان کی دستگیری کرتی اوران کے بگڑے ہوئے کاموں کو زمینی مدبرّ وں کے کاموں سے بڑھ کر سنوار دیتی ہیں۔کیا ہی مبارک اور ایمانوں کو بڑھانے والی تقریر فرمائی حضرت امام علیہ السلام نے اس سے اگلے دن جب کہ مدرسہ کو اپنے خدام کے سپرد کیا۔فرمایا اس وقت جو مالی مشکلات ہیں ان کے لحاظ سے مضطرب نہ ہونا چاہئے دیکھو سکھوں نے کتنا سرمایہ جمع کرلیا اور دکھایا ہے کہ ان کے مدرسہ کی بنیاد مضبوط ہوگئی ہے۔یہ حال ہے اس قوم کا جن کی ترقی زمینی اسباب کی بناء پر اور زمین پر ہے۔ہماری ترقی خدا تعالیٰ کے وعدوں کے موافق اور آسمان پر لکھی جا چکی ہوئی ہے۔ہمیں کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئے۔اور فرمایا ہمارے تمام کاروبار کا ذمہ دار اللہ تعالےٰ ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ تمام رکاوٹوں کو ہماری راہ سے اُٹھا دے گا۔کوشش کرو اور کوشش سے نہ تھکو۔اور نہ ہارو۔خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ اسباب اور جائز وسائل کو مضبوط پکڑو،اور دُعائیں بھی کرو،وہ اپنے وعدوں کے موافق خود سب کچھ کردے گا۔

اس وقت نہایت ضروری بات یہ ہے کہ دو ہزار روپیہ ہمارے پاس موجود ہو اور یہ یک مشت چندوں سے بہت جلد جمع ہو جائے اور ماہوار چندہ باقاعدہ ہو۔اور کوئی فرد بھی احمدی جماعت کا چندہ سے باہر نہ رہ جائے۔خواہ کتنی ہی قلیل مقدار اپنے ذمہ لے۔

بہت واضح اور پھاڑ کر لکھنا ضروری نہیں۔مناسب وقت اور تقاضائے مصلحت یہ ہے کہ ہمارے بھائی ہر ایک کام سے اسے اہم سمجھ کر کمر ہمت باندھ لیں اور ہر شہر میں کارروائی کر کے قوم اور خدا تعالےٰ کے نزدیک ثواب اور اجر کے مستحق بنیں۔

آخر میں اللہ تعالےٰ کی جناب میں دعا ہے کہ وہ ان چند حرفوں میں اپنی طرف سے برکت رکھ دے اور قوم کے دلوں کو اس کارِ خیر کی طرف مصروف کرے اوران کے قلب میں الہام کرے کہ ایک دفعہ ہی غفلت کو چھوڑ کر پوری سعی میں لگ جائیں۔

(خاکسار عبدالکریم'') [۱۳۴]

حصہ نقشہ نمبر ۳ منزل اوّل
مقامات مقدسہ
قادیان
پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ
شمال
مغرب
مشرق
جنوب
صحن
سطح زمین
دریچہ
10 × 10-4
1
بیت الریاضۃ
دروازہ
صحن
باورچی خانہ
کوچہ
بطرف مکانہا
تائی صاحبہ
صحن
الدار
دار حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
دروازہ
دروازہ
دریچہ
2
الماری
5
دروازہ
دروازہ
دروازہ
3
صحن
9-9 × 7-6
4
دروازہ
دروازہ
دروازہ
دروازہ
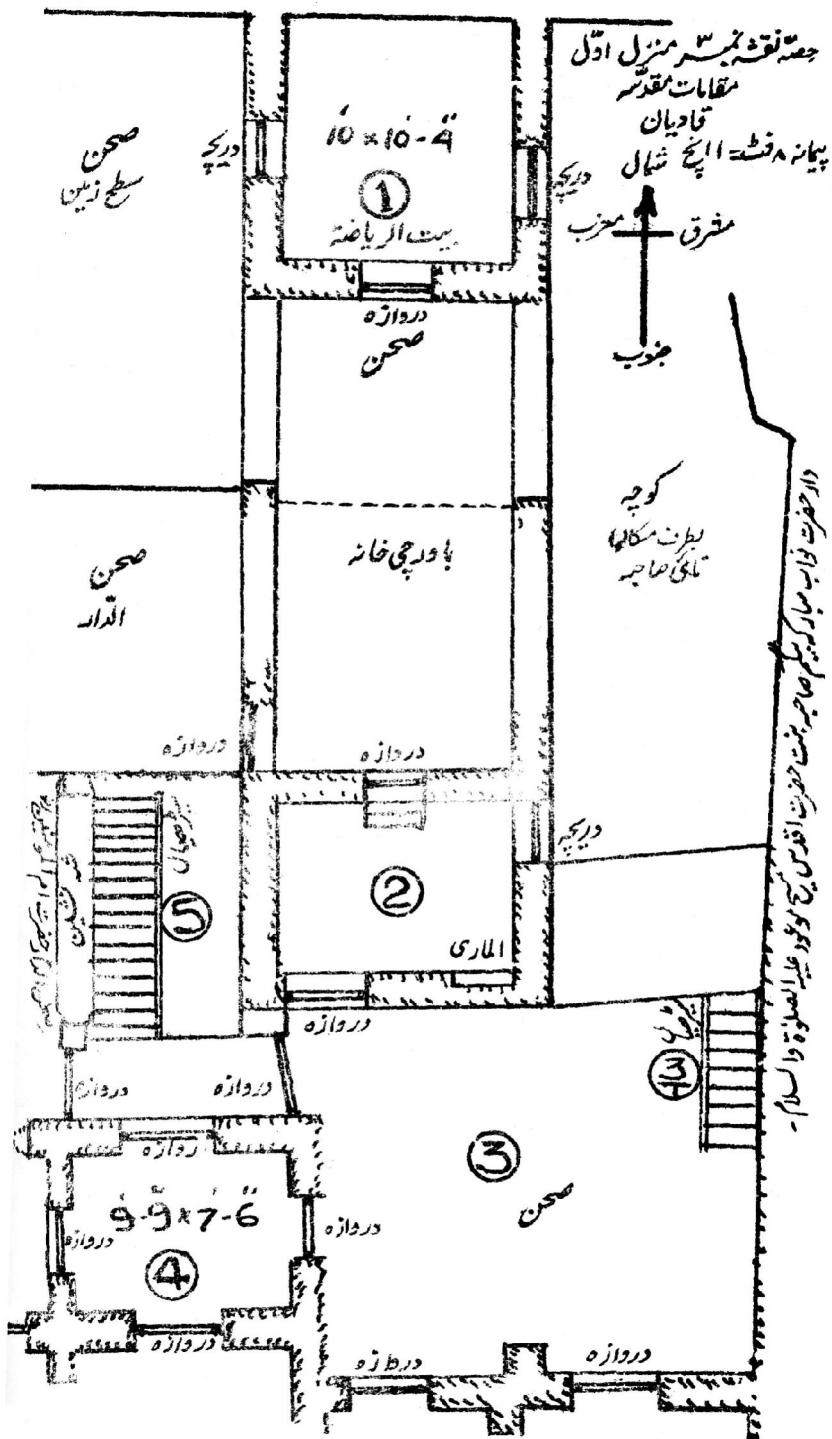
تفصیل حصہ نقشہ نمبر۳ منزل اوّل

۱- بیت الریاضتہ ۔جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰہ والسلام نے کئی ماہ تک حکم الٰہی سے روزے رکھے تھے۔اس کے مُلحقہ جانب شمال کی نچلی منزل میں حضورؑ کے برادر اکبر محترم مرزا غلام قادر صاحب کی رہائش تھی۔جن کے ہاں سے کھانا آتا تھا اور جن کی اہلیہ محترمہ ''تائی'' صاحبہ کا الہام میں ذکر آتا ہے۔کسی خانگی تقسیم سے بیت الریاضتہ مرزا سلطان احمدؐ صاحب رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا تھا۔جو بعد میں اِسی تقدّس کی وجہ سے جنوبی حصّہ میں شامل کرلیا گیا تھا۔

۲- یہ کمرہ سٹور تھا۔

۳- یہ صحن اس حصّہ دارالمسیحؑ کا ہے جو اب سیّدہ امّ متین صاحبہ کی جائے رہائش تھی۔اس حصّہ میں حضرت نواب صاحبؓ ۱۹۰۱ء میں ہجرت کرکے آنے پر مقیم ہوئے تھے۔

۱۸۹۵ء میں اس میں حضرت حافظ احمد اللہ صاحبؓ کو حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے مقیم دیکھا ہے۔

۳/۱ - (یہ جنوبی سیڑھیاں صحن مذکور ۳) سے مُلحقہ چوبارہ حضرت نواب صاحب کو جاتی تھیں اور اب بھی موجود ہیں۔اور انہی سیڑھیوں کے راستہ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا رُخصتانہ ہوا تھا۔مُلحقہ چوبارہ کا مقام بطور دار حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اس نقشہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

۴- اس کمرہ کا ذکر روایت حضرت نواب صاحبؓ میں بطور کمرہ نمبر۳ دوسری جگہ آچکا ہے۔

۵- یہ سیڑھیاں جو نچلی منزل کو جاتی ہیں حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں پہلے چوبی تھیں جو بعد میں حضورؑ کے زمانہ میں ہی پُختہ تعمیر ہوگئی تھیں جو اب بعینہٖ موجود ہیں۔

کوٹھی حضرت 1 نواب محمد علی خاں صاحب رح
2
3
4
محلہ دار العلوم
5
6
7
8
9
سقوف مکانات
سقوف مکانات
سقوف مکانات
سقوف مکانات
مذبح
10
11
12
13
14
15
کچا تالاب
شمال
جنوب
مغرب
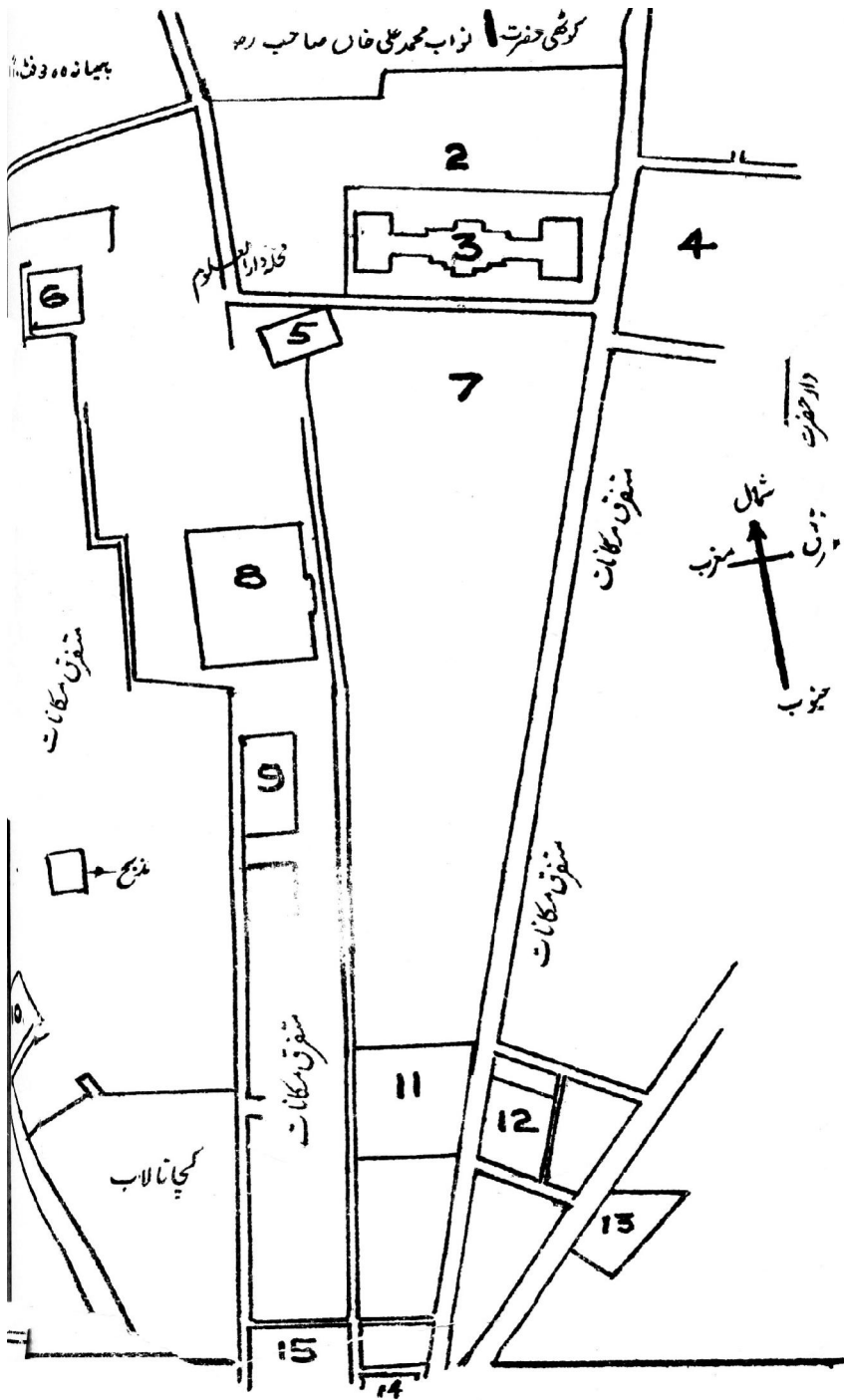
تفصیل حصہ نقشہ جات نمبر ۱۲ مقامات مقدسہ قادیان

نوٹ: جن صفحات پر ذیل میں سے کسی کا ذکر ہے انہیں خطوط وحدانی میں درج کر دیا گیا ہے۔

۱- دارالسّلام یعنی کوٹھی حضرت نواب محمد علی خاں صاحب۔ جہاں حضرت خلیفۃ المسیحؑ الاول نے وفات پائی اوراسی کوٹھی میں بیماری کے آخری چند ایام بسر فرمائے (ص ۱۳۹، ۳۵۳، ۴۸۴، ۴۹۰)

۲- مقام جہاں حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا جنازہ پڑھا گیا۔

۳- تعلیم الاسلام کالج (یہ عمارت پہلے تعلیم الاسلام ہائی اسکول کی تھی (ص ۱۸۳ و ۴۹۲)

۴- کوٹھی حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب

۵- مسجد نور (ص ۳۶۷)

۶- تقسیم ملک سے قبل یہ تعلیم الاسلام کالج کا فضل عمرؓ ہوسٹل تھا اس سے پہلے سالہا سال تک جامعہ احمدیہ تھا اورابتدا میں مولوی محمد علی صاحب (بعدازاں لیڈر غیر مبائعین) اسمیں سکونت پذیر تھے

۷- جلسہ گاہ سالانہ

۸- بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول

۹- پرائمری حصہ مدرسہ تعلیم الاسلام ''درمیان میں کچھ عرصہ کیلئے ہوسٹل جامعہ احمدیہ بھی یہاں منتقل رہا۔'' قریباً اٹھائیس سال قبل طاعون کی وجہ سے چند ہفتوں کے لئے مدرسہ احمدیہ و بورڈنگ شہر سے باہر کچھ عرصہ اس میں اور کچھ عرصہ بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں منتقل کیا گیا تھا)

۱۰- نصرت گرلز ہائی اسکول

۱۱- نور ہسپتال

۱۲- مملوکہ مکانات موسومہ بیت البرکات مملوکہ مرزا برکت علی صاحب آف ابادان اسسٹنٹ انجینئر

۱۳- دفتر میونسپل کمیٹی

۱۴- مکان حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۵- یعنی مکان حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نوٹ: بقیہ حصہ نقشہ صفحہ ۳۲۱ پر درج کیا گیا ہے۔

مدرسہ کا نیا انتظام اور نواب صاحب کی توجہ

چونکہ حضرت نواب صاحب کو قادیان سے باہر کچھ عرصہ کے لئے مجبورًا رہنا پڑا تھا۔اس لئے آپ مدرسہ کے انتظام سے سبکدوش ہو گئے تھے۔معلوم ہوتا ہے کہ اسی لئے آپؓ کو مجلس منتظمہ میں شامل نہیں کیا گیا تھا لیکن بعد ازاں پھر آپ جیسے آزمودہ کار کی خدمات سے فائدہ اٹھانا ضروری معلوم ہوا ۔چنانچہ بدر بابت ۰۶-۶-۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت مدرسہ کی انتظامیہ کمیٹی میں اصحاب مذکورہ بالا کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور حضرت مولوی شیر علی صاحب وحضرت نواب صاحب بھی شامل کئے جا چکے تھے۔البتہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اسوقت وفات پا چکے تھے۔

آپ مدرسہ کے کام میں پوری دلچسپی لیتے تھے۔ چنانچہ رسالہ تعلیم الاسلام (سرورق ج) بابت ستمبر ۱۹۰۶ء میں مرقوم ہے:

''ایک قابل تقلید نمونہ۔گذشتہ دسمبر کے جلسہ پر جبکہ اس امر میں تقریریں ہو رہی تھیں کہ سب احمدی احباب جو اپنے بچوں کو پڑھانا چاہتے ہوں وہ اپنے بچوں کو مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیم دیں تا کہ علاوہ بچوں کے دینی فائدہ کے مدرسہ کو مالی امداد پہنچے تو اس وقت نواب محمد علی خاں صاحب نے ایک یہ تجویز پیش کی تھی کہ جو احباب کسی عذر سے مدرسہ میں اپنے بچوں کو نہ بھیج سکتے ہوں وہ اس قدر نقد روپیہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں دے دیا کریں۔جو کہ ان کے اپنے بچوں کی فیس میں دینا لازم ہوسکتا ہو۔اور وعدہ فرمایا تھا کہ میں اپنے تینوں بچوں کی فیس مدرسہ میں داخل کر دیا کروں گا۔

چنانچہ اس دن سے حضرت نواب صاحب ممدوح مبلغ ۹ روپیہ ماہوار بطور فیس مدرسہ ہذا میں داخل فرماتے ہیں۔اس قابل تقلید تجویز کو اگرچہ سب حاضرین جلسہ نے منظور فرمایا تھا اور اس کی بڑی تحسین کی تھی لیکن افسوس کہ سوائے نواب صاحب ممدوح کے کوئی مہربان اس کو عمل میں نہیں لایا۔حالانکہ بہت سے ایسے احباب ہیں جو کہ اس تجویز کے ماتحت ہیں''۔

نواب صاحب کی اہلیہ کی وفات

جیسا کہ مذکور ہوا نواب صاحب کی شادی اپنی خالہ زاد محترمہ مہر النساء بیگم صاحبہ سے ہوئی تھی ۔وہ بہت شریف اور منتظم خاتون تھیں لیکن اعزہ کا اثر ان پر بہت تھا۔آٹھ سال ان کی تربیت میں ہی گزرے اور آخر یہ ہوا کہ انہوں نے چوری چھپے کی رسوم اور تعویذ گنڈا جو ان کی والدہ نواب صاحب کی خالہ کبھی دے جاتی تھیں

ترک کر دیا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب کبھی کسی چلّہ یا علالت کے موقعہ پر ایسی کوئی چیز گھر میں آئی باوجود نہایت درجہ پوشیدہ رکھنے کے حضرت نواب صاحب کو علم ہوگیا۔ لطیفہ بیان فرماتے تھے کہ ایک کپڑے کی باریک سیون میں ایک بار خالہ نے تعویذ سی دیا اس پر بھی میرا ہاتھ پڑا اور فوراً اس سیون کے کرارا پن سے شبہ پیدا ہوا۔ اسی وقت اُدھیڑ ڈالا اور دیکھا تو تعویذ۔ اس پر ان کو ایک اعتقاد سا ہوگیا تھا کہ نواب صاحب کو ایسی چیز کا پتہ لگ جاتا ہے کچھ ہر وقت کی صحبت اور نصیحت کا اثر پڑا۔ اور آخر میں انہوں نے اپنے آپ کو بالکل نواب صاحبؓ کے مزاج کے مطابق بنالیا تھا۔ (ن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ہمیشہ اپنے عزیزوں کی طرح نواب صاحبؓ کی تربیت میں مشغول رہتے تھے۔ اہل بیت سے حسن سلوک کی تلقین کرتے ہوئے ۸؍نومبر ۱۸۹۸ء کے مکتوب میں رقم فرماتے ہیں:

> آپ نے اپنے گھر کے لوگوں کی نسبت جو لکھا تھا کہ بعض امور میں رنج پیدا ہوتا ہے سو میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے میں اس حدیث پر عمل کرنا علامت سعادت سمجھتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور وہ یہ ہے خَیْرُ کُمْ خَیْرُ کُمْ لِأَھْلِہٖ یعنی تم میں سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو عورتوں کی طبیعت میں خدا تعالیٰ نے اس قدر کجی رکھی ہے کہ کچھ تعجب نہیں کہ بعض وقت خدا اور رسول یا اپنے خاوند یا خاوند کے باپ یا مرشد یا ماں یا بہن کو بھی برا کہہ بیٹھیں اور ان کے نیک ارادہ کی مخالفت کریں۔ سو ایسی حالت میں بھی کبھی، مناسب رعب کے ساتھ اور کبھی نرمی سے ان کو سمجھا دیں اور ان کی تعلیم میں بہت مشغول رہیں لیکن ان کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کریں۔ اور مروت اور جواں مردی سے پیش آویں اور ان کو سمجھاتے رہیں کہ مسلمان کے لئے آخرت کا فکر ضروری ہے تا خدا تعالیٰ مصیبتوں سے بچاوے وہ ہیبت ناک چیز جو خاوند اور بیوی اور بچوں اور دوستوں میں جدائی ڈالتی ہے جس کا دوسرے لفظوں میں نام موت ہے دعا کرنا چاہئے کہ وہ بے وقت نہ آوے اور تباہی نہ ڈالے اور دل نرم رکھنا چاہئے اور ان کو سمجھاویں کہ نماز کی پابندی کریں نماز جناب الٰہی میں عرض معروض کا موقع دیتی ہے اپنی زبان میں دنیا اور آخرت کے لئے دعائیں کریں بد تقدیروں سے ڈرتے رہیں خدا تعالے ان پر رحم کرتا ہے جو امن کے وقت ڈرتے ہیں اور نیز آپ ان کے واسطے نماز میں دعائیں کریں یہ نازیبا بات ہے کہ ادنیٰ لغزش دیکھ کر دل میں قطع تعلق کریں۔ بلکہ وفاداری سے اصلاح

کی کوشش کریں اور سچی ہمدردی سے کام لیں۔ ۱۳۵☆

یہ مکتوب مرحومہ کی وفات سے دس روز قبل کا ہے مرحومہ تعویز وغیرہ کو اس وقت تک ترک کر چکی تھیں اور مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن صاحبؓ کے بیان کے مطابق نماز کی پابند تھیں۔اس لئے بعض امور جن سے نواب صاحب کو رنج پہنچتا تھا یہ رسومات نہ تھیں بلکہ دراصل نواب صاحب ہجرت کر کے قادیان آنا چاہتے تھے لیکن مرحومہ کا کہنا تھا کہ میں آپ کو جانے سے منع نہیں کرتی لیکن خود جانا پسند نہیں کرتی اسی طرح نواب صاحب کی ہمشیرہ بُو فاطمہ بیگم صاحبہ بھی اس امر میں مرحومہ کی رائے کے حق میں تھیں اور دونوں سے بُو صاحبہ کو محبت تھی اور ان سے جدائی انہیں حد درجہ ناگوار تھی۔اس لئے نواب صاحب اہل وعیال کے بغیر مستقل قادیان ہجرت کر کے نہ آ سکتے تھے۔جیسا کہ حضرت اقدسؑ نے تعزیتی مکتوب میں رقم فرمایا ہے۔نواب صاحب کے متعلق آپ نے کچھ بلا اور غم دیکھا تھا۔شاید یہی وجہ ہو کہ مکتوب زیرِ ذکر میں حضورؑ نے نواب صاحب کو توجہ دلائی کہ اہلیہ کو امور آخرت کی طرف متوجہ کریں اور موت کا خوف دلائیں یا شاید اللہ تعالیٰ نے ہونے والے واقعہ کا اظہار خود ہی حضور کی قلم سے کروادیا نواب صاحب نے یقیناً اس کی تعمیل کی ہوگی۔جس کے نتیجے میں ہم دیکھتے ہیں کہ مرحومہ کا انجام بخیر ہوا۔چنانچہ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ مرحومہ نے عہد کیا تھا کہ میں احمدیت کو سچا جانتی ہوں اور اس دفعہ زچگی سے فراغت کے بعد بیعت کرلونگی لیکن اجل نے مہلت نہ دی اور میاں عبدالرّب کی نومبر ۱۸۹۸ء میں ولادت پر زچگی میں وفات پا گئیں۔☆☆ **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔دونوں بزرگ اور میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ نواب صاحب

☆ مکتوب نمبر ۳۵۔ یہاں الحکم جلد ۷ نمبر ۳۲ صفحہ ۱۳۔ پرچہ ۰۳-۸-۱۳ سے نقل کیا گیا ہے۔

☆☆ اس زچگی کی تصدیق حضرت اقدسؑ کے ذیل کے مکتوب نمبر ۳۶ سے بھی ہوتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم نواب سردار محمد علی خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عنایت نامہ پہنچا۔ خدائے تعالیٰ فرزند نوزاد کو مبارک اور عمر دراز کرے۔آمین ثم آمین۔میں نے سنا ہے کہ جب کم دنوں میں لڑکا پیدا ہوتا ہے تو دوسرے تیسرے روز ضرور ایک چمچہ کیسٹر ائل دے دیتے ہیں اور لڑکے کے بدن پر تیل ملتے رہتے ہیں۔حافظ حقیقی خود حفاظت فرمادے اور آپ کے لئے مبارک کرے آمین ثم آمین۔دعا میں آپ کے لئے مشغول ہوں۔اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔والسلام

خاکسار۔مرزا غلام احمد از قادیان ۱۱ نومبر ۱۸۹۸ء ۱۳۶

نے ہمیں بتایا تھا کہ حضرت اقدسؑ نے مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھا تھا۔ راقم کے استفسار پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا کہ مجھے اس جنازے کے پڑھے جانے کا علم نہیں۔

درحقیقت ۱۸۹۸ء کا زمانہ ایسا ہے کہ اس میں خاموش اور احمدی اقارب کے زیر اثر اور ان میں ملے جلے اور ان میں گھرے ہوئے اور مصدق اقارب کے متعلق زیادہ سختی نہ تھی جیسا کہ اوائل میں غیر احمدیوں کی اقتداء میں نماز کی ادائیگی کے متعلق بھی سختی نہ تھی۔ سو مرحومہ چونکہ ایک مخلص احمدی کی مصدق بیوی تھیں۔ اس لئے حضرت اقدسؑ نے جنازہ پڑھ دیا ہوگا۔ چنانچہ مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں:

> حضرت اقدسؑ نے ان کا جنازہ پڑھا تھا اور بیگم صاحبہ مرحومہ کے اس خیال کا اظہار ہو چکا تھا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کو سچا یقین کرتی ہیں اور یہ کہ زچگی کے بعد بیعت کرلیں گی انہوں نے بیعت کو ملتوی اسلئے کیا تھا کہ زچگی اور نفاس میں طہارت کامل نہیں ہوتی اور وہ بیعت کو اعلیٰ درجہ کی عبادت یقین کرتی تھیں اس لئے وہ درحقیقت مبائعہ ہی تھیں صرف مصدقہ نہ تھیں۔''

مرحومہ کی خوش قسمتی دیکھئے کہ بعد میں آپ کے ایک صاحبزادہ حضرت اقدسؑ کی فرزندی میں آئے جن کی اولاد کی شادیاں بھی حضور کے خاندان میں ہی ہو رہی ہیں غالباً یہ اس دعا کا اثر ہو جو حضور نے توجہ اور الحاح سے ان کی مغفرت کے لئے فرمائی چنانچہ حضورؑ نے نواب صاحبؓ کو تحریر فرمایا کہ ''انشاء اللہ آپ کی بیوی مرحومہ کے لئے توجہ اور الحاح سے دعائے مغفرت کرونگا''۔ (مکتوب نمبر ۲۰)

نیز مرحومہ کی وفات کی خبر موصول ہونے پر حضورؑ نے جو تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا اس میں مرحومہ کے غریق رحمت ہونے کے لئے دعا کی اور نواب صاحبؓ کو استقامت کی تلقین فرمائی۔ اس مکتوب سے ظاہر ہے کہ حضورؑ بہت لطیف پیرایوں میں صبر جمیل کی تلقین فرماتے تھے ورنہ ایسے اندوہناک مواقع پر بسا اوقات بعض لوگ صبر کا دامن چھوڑ دہریت اور کفر کے عمیق گڑھوں میں گرتے اور ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ مکتوب درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلّمہٗ تعالیٰ

بقیہ حاشیہ:- اہلیہ کی وفات پر حضرت اقدسؑ کے تعزیتی مکتوب نمبر ۲۵ کی تاریخ ۸ نومبر طبع ہوئی ہے۔ مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ دراصل ۱۸/ نومبر ہے چھاپہ کی غلطی کی وجہ سے ۸ نومبر چھپ گئی ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج صدمۂ عظیم کی تار مجھ کو ملی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرماوے اور اس کے عوض کوئی آپ کو کوئی بھاری خوشی بخشے۔ میں اس درد کو محسوس کرتا ہوں جو اس ناگہانی مصیبت سے آپ کو پہنچا ہوگا اور میں دعا کرتا ہوں کہ آئندہ خدا تعالیٰ ہر ایک بلا سے آپ کو بچائے اور پردۂ غیب سے اسباب راحت آپ کے لئے میسر کرے۔ میرا اس وقت آپ کے درد سے دل دردناک ہے اور سینہ غم سے بھرا ہے خیال آتا ہے کہ دنیا کیسی بے بنیاد ہے ایک دم میں ایسا گھر کہ عزیزوں اور پیاروں سے بھرا ہوا ہو، ویران بیابان دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ☆ اس رفیق کو غریق رحمت کرے اور اسکی اولاد کو عمر اور اقبال اور سعادت بخشے لازم ہے کہ ہمیشہ ان کو دعائے مغفرت میں یاد رکھیں۔

میری یہ بڑی خواہش رہی کہ آپ ان کو قادیان میں لاتے اور اس خواہش سے مدعا یہ تھا کہ وہ بھی سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر اس گروہ میں شریک ہو جاتے کہ جو خدا تعالیٰ تیار کر رہا ہے۔ مگر افسوس کہ آپ کی بعض مجبوریوں سے یہ خواہش ظہور میں نہیں آئی اس کا مجھے بہت افسوس ہے۔

میں نے کچھ دن ہوئے خواب میں آپ کی نسبت کچھ بلا اور غم کو دیکھا تھا۔ ایسے خوابوں اور الہاموں کو ظاہر نہیں کر سکتا مجھے اندیشہ تھا آخر اس کا یہ پہلو ظاہر ہوا۔ یہ تقدیر مبرم تھی جو ظہور میں آئی۔ معلوم ہوتا ہے علاج میں بھی غلطی ہوئی یہ رحم کی بیماری تھی اور بباعث کم دنوں میں پیدا ہونے کے زہریلا مواد رحم میں ہوگا۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو علاج یہ تھا کہ ایسے وقت پچکاری کے ساتھ رحم کی راہ سے آہستہ آہستہ یہ زہر نکالا جاتا اور تین چار دفعہ روز پچکاری ہوتی اور کیسٹر آئل سے خفیف سی تلیین طبع بھی ہوتی اور عنبر اور مشک وغیرہ سے ہر وقت دل کو قوت دی جاتی اور اگر خون نفاس بند تھا تو کسی قدر رواں کیا جاتا اور اگر بہت آتا تھا تو کم کیا جاتا اور نزلبسی اور ہینگ وغیرہ سے تشنج اور غشی سے بچایا جاتا۔ لیکن جب کہ خدا تعالیٰ کا حکم تھا تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ پہلی دو تاریں ایسے وقت میں پہنچیں کہ میرے گھر کے لوگ سخت بیمار تھے اور اب بھی بیمار ہیں۔ تیسرا مہینہ ہے دست اور مروڑ ہیں۔ کمزور ہو گئے ہیں۔ بعض وقت ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ غشی پڑ گئی اور حاملہ کی غشی گویا موت ہے۔ دعا کرتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے گھر کے لوگوں کے لئے مجھے دعا کا موقعہ بھی نہ ملا۔ تاریں بہت بے وقت پہنچیں۔ اب میں یہ خط اس نیت سے لکھتا ہوں کہ آپ پہلے ہی بہت نحیف ہیں میں ڈرتا ہوں کہ بہت غم سے آپ بیمار نہ ہو جائیں اب اس وقت آپ بہادر بنیں اور استقامت دکھلائیں۔ ہم سب لوگ ایک دن نوبت بہ نوبت قبر میں جانے والے ہیں۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ غم کو دل پر غالب ہونے

☆ ''اس کے جگہ'' ''آپ کے'' چاہئے۔ جیسا کہ سیرت مسیح موعودؑ حصہ دوم (۲۰۷) میں مرقوم ہے۔

نہ دیں۔ میں تعزیت کے لئے آپ کے پاس آتا۔مگر میری بیوی کی ایسی حالت ہے کہ بعض وقت خطرناک حالت ہو جاتی ہے۔مولوی صاحب کے گھر میں بھی حمل ہے۔شاید چھٹا ساتواں مہینہ ہے۔وہ بھی آئے دن بیمار رہتے ہیں۔آج مرزا خدا بخش صاحب بھی لاہور سے قادیان آئے شاید اس خط سے پہلے آپ کے پاس پہنچیں۔والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد قادیان ۸/نومبر ۹۸ء ۱۳۷ ☆

مرحومہ کے بطن سے اولاد

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب و مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہماری پھوپھیوں کے ہاں اولاد نہ تھی انہوں نے والد صاحب سے کہا کہ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کریں نواب صاحب نے عرض کیا بعد ازاں حضورؑ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ مجھے گولیاں ملی ہیں کچھ میں نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو دیدیں کچھ آپ کو لیکن میں نے نواب عنایت علی خاں صاحب (خاوند بو فاطمہ بیگم صاحبہ) کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملے* اس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہاں کئی لڑکے ہو کر فوت ہو چکے تھے اس کے بعد آپؓ کو نرینہ اولاد عطا ہوئی اسی طرح حضرت نواب صاحبؓ کے ہاں دو لڑکیاں ہی ہوئی تھیں۔اور اس کے بعد نرینہ اولاد ہوئی لیکن نواب عنایت علی خاں صاحب کے ہاں ہماری پھوپھی بو فاطمہ بیگم صاحبہ کے بطن سے اولاد نہ ہوئی البتہ ایک دوسری بیگم کے بطن سے دو لڑکیاں ہوئیں حضرت نواب صاحب کے تعلق میں اس خواب کے پورا کرنے کا سامان بروایت مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب یوں ہوا کہ جب متواتر دو لڑکیاں تولّد ہوئیں ایک امتہ السلام جو چند ماہ بعد وفات پا گئیں۔دوسری بو زینب بیگم صاحبہ اہل بیت حضرت مرزا شریف احمد صاحب ولادت ۱۹/مئی ۱۸۹۳ء) اور لڑکا کوئی نہ ہوا۔تو والد صاحب کو فکر ہوا اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے ذکر کیا چنانچہ آپ نے نسخہ دیا جس کے چار جزو

☆ مکتوب نمبر ۳۴ سیرۃ مسیح موعود حصہ (دوم ۲۰۷) پر بھی اس کا ایک حصہ درج ہے یہاں الحکم جلد ۷ نمبر (۳۶ پرچہ ۰۳-۷-۳) سے نقل کیا گیا ہے۔

* مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ خواب میں نے مرزا صفدر علی صاحب ملازم اور غالباً والد صاحب سے بھی سنی تھی۔صاحب موصوف نے یہ خواب میری موجودگی میں میاں نجم الدین صاحب بھیروی کو سنائی تھی۔

تھے جو کہ ہماری والدہ صاحبہ نے استعمال کئے اور اس کے استعمال کے بعد ہر دفعہ لڑکا پیدا ہوتا رہا جن کے نام حسب ذیل ہیں عبد الرحمٰن خاں (ولادت ۱۹ ؍اکتوبر۱۸۹۴ء) عبداللہ خاں (ولادت یکم جنوری ۱۸۹۶ء) عبدالرحیم خاں (ولادت ۱۳یا۱۴؍جنوری ۱۸۹۷ء) اور عبدالرب جو ۱۸۹۸ء میں والدہ کی وفات کے چندروز کے اندر ہی فوت ہو گئے تھے۔

دوسری شادی

جیسا کہ حضرت اقدسؑ کے تعزیتی مکتوب میں ہم پڑھ چکے ہیں حضرت اقدسؑ متفکر تھے کہ مبادا نواب صاحب فرطِ غم سے بیمار ہو جائیں اور ان کو بہادر بننے اور استقامت دکھلانے کی تلقین کی تھی۔ اس مکتوب کے تین روز بعد ۲۱؍نومبر کو پھر حضورؑ نے تحریر فرمایا ''کہ آپ حسب تحریر میرے استقامت اور استواری سے کام لے کر جلد تر تجویز شادی فرماویں'' (مکتوب نمبر ۳۷) اس سے اگلے روز پھر صبر و استقامت کی تلقین کرتے ہوئے حضور نے جلد تر شادی کرنے کی نصیحت پر مشتمل مکتوب ارسال فرمایا اور اس میں کیا شک ہے کہ مونس وغم گسار رفیقۂ حیات کے آنے سے غم غلط ہونے کا یقینی امکان ہوتا ہے☆ چنانچہ اس مشورہ کو قبول کرتے

☆ ہم اس مکتوب کو مندرجہ ذیل میں درج کرتے ہیں حضور فرماتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　　　　نحمدہ و نصلیٰ علیٰ رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا اللہ تعالیٰ آپ کو صبر اور استقامت بخشے اور اس مصیبت کا اجر عطا فرماوے۔ دنیا کی بلائیں ہمیشہ ناگہانی ہوتی ہیں۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو آپ دوسری شادی کی تجویز کریں۔ میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو اس صدمہ سے دل پر کوئی حادثہ نہ پہنچے جہاں تک ممکن ہو کثرت غم سے پرہیز کریں۔ دنیا کی یہی رسم ہے۔ نبیوں اور رسولوں کے ساتھ بھی ہوتی آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے پیار کرتا ہے اس کو کسی امتحان میں ڈالتا ہے اور جب وہ اپنے امتحان میں پورا نکلتا ہے تو اس کو دنیا و آخرت میں اجر دیا جاتا ہے۔

ایک آپ کو اطلاع دینے کے لائق ہے کہ آج جو پیر کا دن ہے یہ رات جو پیر کی گذری ہے اس میں غالباً تین بجے کے قریب آپ کی نسبت مجھے الہام ہوا تھا اور وہ یہ ہے فَبِاَیِّ عَزِیْزٍ بَعْدَہٗ تَعْلَمُوْنَ ۱۳۸ یہ اللہ جل شانہ کا کلام ہے وہ آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اس حادثہ کے بعد اور کون سا بڑا حادثہ ہے جس سے تم عبرت پکڑو گے اور دنیا کی بے ثباتی کا تمہیں علم حاصل ہوگا۔ درحقیقت اگرچہ بیٹے بھی پیارے ہوتے ہیں اور بھائی بہن بھی

ہوئے آپ نے اپنی خالہ کو راضی کر کے اس صدمہ کے پندرہ دن بعد ہی مرحومہ کی چھوٹی بہن محترمہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ سے (جن کا اصلی نام حمید النساء بیگم تھا) شادی کر لی۔مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ نکاح حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پڑھا تھا اور اس تقریب پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور مولوی سید محمد احسن صاحب بھی مالیر کوٹلہ آئے تھے۔موصوفہ اس وقت بارہ سال کی کم سن لڑکی تھیں اور

بقیہ حاشیہ:- ہوتے ہیں لیکن میاں بیوی کا علاقہ ایک الگ علاقہ ہے جس کے درمیان اسرار ہوتے ہیں۔ بیوی میاں ایک ہی بدن اور ایک ہی وجود ہو جاتے ہیں۔ ان کو صدہا مرتبہ اتفاق ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی جگہ سوتے ہیں۔وہ ایک دوسرے کا عضو ہو جاتے ہیں۔بسا اوقات ان میں ایک عشق کی سی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس محبت میں باہم انس پکڑنے کے زمانہ کو یاد کر کے کون سا دل ہے جو پُر آب نہیں ہو سکتا۔یہی وہ تعلق ہے جو چند ہفتہ باہر رہ کر آخر فی الفور یاد آتا ہے۔ایسے تعلق کا خدا تعالیٰ نے بار بار ذکر کیا کہ باہم محبت اور انس نہ کرنے کا یہی تعلق ہے۔بسا اوقات اس تعلق کی برکت سے دنیوی تلخیاں فراموش ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس تعلق کے محتاج تھے۔جب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم بہت ہی غمگین ہوتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ اَرِحْنَایَا عَائِشَہ یعنے یا عائشہ ہمیں خوش کر کہ ہم اس وقت غمگین ہیں۔اس سے ثابت ہے کہ اپنی پیاری بیوی یار موافق انیس عزیز☆ ہے جو اولاد کی ہمدردی میں شریک غالب اور غم کو دور کرنے والی اور خانہ داری کے معاملات کی متولی ہوتی ہے جب وہ یک دفعہ دنیا سے گذر جاوے تو کیسا صدمہ ہے اور کیسی تنہائی کی تاریکی چاروں طرف نظر آتی اور گھر ڈراؤنا معلوم ہوتا ہے اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔سو اس الہام میں خدا تعالیٰ نے یہی یاد دلایا ہے کہ اس صدمہ سے دنیا* میں قدم آگے رکھو۔نماز کے پابند اور سچے مسلمان بنو۔اگر ایسا کرو گے تو خدا جلد اس کا عوض دیگا اور غم کو بھلا دے گا وہ ہر یک بات پر قادر ہے۔یہ الہام تھا اور پیغام تھا۔اس کے بعد آپ تازہ نمونہ دینداری کا دکھلائیں۔خدا برحق ہے اور اس کے حکم برحق۔تقویٰ سے غموں کو دور کر دیتا ہے۔

والسلام

خاکسار۔مرزا غلام احمد از قادیان ۲۲/نومبر ۹۸ء [۱۳۹]

☆ مکتوب میں ''نہ کرنے بجائے'' ''پکڑنے'' درج ہے۔جو صحیح معلوم ہوتا ہے (مؤلف)

مکتوبات میں پیارا رفیق اور انیس عزیز ہے'' مرقوم ہے (مؤلف)

* مکتوبات میں ''دین درج ہے اور یہی ہونا چاہئے''۔

عملاً والد کی وفات کی وجہ سے سب بہن بھائی نواب صاحب کے زیر تربیت تھے۔اس وجہ سے وہ نواب صاحب کے زیر اثر تھیں اور بہت مطیع رہیں۔

شادی سے سکون قلب

یہ شادی بابرکت ثابت ہوئی اوراس سے نواب صاحب کا غم غلط ہوا۔آپؓ کوان سے بہت محبت تھی اور فرماتے تھے کہ میرے ہر حکم کی بلا چون و چرا تعمیل کرتی تھیں اور میرے دینی عزائم اور ارادوں میں کبھی حارج نہیں ہوئیں۔نیز گوان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن اپنی سوتیلی اولاد سے بہترین سلوک کرتی تھیں جس کا اولاد کو بھی احساس ہے چنانچہ اس کا علم نواب صاحبؓ کے ایک مکتوب سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے اپنے ایک بھائی کو ایک ایسے صدمہ کے موقعہ پر رقم فرمایا تھا۔اس مکتوب سے نواب صاحبؓ کی عفت کے اعلے معیار اوراس خصوص میں اقارب کی زبوں حالی بھی مترشح ہوتی ہے۔امراء کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہوئے پھر ایسے امور سے نفرت یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔☆

☆ یہ مکتوب ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالامان قادیان

۵رجنوری ۱۹۰۲ء

برادر عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔عرصہ سے آپ کی حالت پر غور کرتا رہا ہوں مگر مجھ کو کوئی پیرایہ نہیں ملا سوجھتا تھا کہ کس پیرایہ اور تمہید سے آپ کو لکھوں، اس لئے اب تک کوئی خط نہ لکھ سکا۔اب بھی ایک ہفتہ سے اسی سوچ بچار میں تھا۔میں نے بڑے غور کے بعد آج توکل علی اللہ آپ کو یہ خط لکھنے کا ارادہ کیا۔آپ کی غمگین حالت پر جب غور کرتا ہوں تو عجیب اثر مجھ پر ہوتا ہے جو موقعہ آپ کو پیش آیا ہے وہی موقعہ تقریباً تین سال ہوئے مجھ کو پیش آیا تھا۔گو اُس غم کا اندازہ آپ اُس وقت نہ کر سکتے ہوں گے مگر اب آپ بخوبی کر سکتے ہیں کہ بیوی خاوند کے کیا تعلقات ہوتے ہیں۔اوراس کی علیحدگی کیسی غمناک ہوتی ہے مگر کیا وجہ کہ آپ کو اس قدر اور مجھ پر بظاہر کوئی صدمہ نہ معلوم ہوا اس کی بڑی وجہ جب میں غور کرتا ہوں یہ ہے کہ آپ کو (آپ معاف فرمائیں) مذہب اسلام سے بے خبری ہے جبکہ آپ کسی مذہب کے بھی پابند نہیں۔میں اس لئے یہ جملہ کہتا ہوں کہ مان لینا کسی چیز کا کافی نہیں جب تک اس کا یقین نہ ہو اور پھر اس پر عمل نہ ہو۔مثلاً اگر کوئی یہ تو

اہلیہ ثانی کی وفات

محترمہ موصوفہ نواب صاحب کے ہمراہ جب وہ ۱۹۰۱ء میں ہجرت کر کے قادیان چلے آئے ساتھ ہی

بقیہ حاشیہ:- مانتا ہے کہ آفتاب ہے مگر اس نے کبھی اس کی شکل نہیں دیکھی یا کم از کم اس کے فوائد سے فائدہ نہیں اٹھایا اور ایک اندھیری کوٹھڑی میں بیٹھا ہوا مانتا ہے کہ آفتاب ہے اور اس کے فوائد ہیں اور اس کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ پس ایسے کا ماننا کچھ مفید نہیں ہوسکتا دوسرا شخص مانتا ہے کہ آفتاب ہے اور اس میں روشنی اور فائدے ہیں وہ آفتاب کو دیکھتا اور پھر اس روشنی سے فائدہ اٹھاتا۔ طرح طرح کے رنگ دیکھتا قسم قسم کی چیزیں دیکھتا اور اس روشنی سے اپنے ہزاروں کاروبار کرتا اس کی کشش اور تعلقات سیارگان کا مطالعہ کرتا۔ اور زمین کی گردش سالانہ محوری سے دن اور رات مہ وسال کا حساب لگاتا اور پھر زراعت وغیرہ میں روشنی سے کام لیتا (ہے) چنانچہ اب سنا ہے کہ امریکہ میں شیشوں کے ذریعہ آفتاب کی حرارت سے کلوں کے چلانے کا کام لیا جانا ایجاد ہوا ہے اور ارادہ ہے کہ اس ذریعے سے ریلیں اور کلیں چلائی جاویں پس اس دوسرے شخص اور پہلے شخص میں کتنا فرق ہے یہ کامیاب اور وہ محروم۔ پس اس طرح خدا کو ماننا مگر اس کو ہر چیز پر قادر نہ ماننا اور اس کی صفات پر ایمان نہ لانا۔ گو آفتاب کو ماننا اور اس کی روشنی اور حرارت سے انکار کرنا ہے اور اس طرح اصلی چیز سے انکار ہے، اور خداوند تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کرنا اس سے فائدہ نہ اٹھانا ہے۔ کیا وہ غلام جو اپنے آقا کا آقا ہونا تو مانتا ہے۔ مگر اس کے اختیارت سے ہی انکاری ہے اور اس کے احکامات کو نہیں مانتا کیا ایسا ملازم اس قابل ہے کہ آقا سے کوئی فائدہ اٹھائے، پس اللہ تعالیٰ کی ایک بے حس وحرکت و بے اختیار ہستی ماننی نہ ماننے کے برابر ہے۔ بلکہ خود نہ ماننا ہے۔ اسی طرح کسی مذہب میں ہونا اور اس سے الگ رہنا ٹھیک نہیں بلکہ خطرناک ہے۔ ہاں اگر ایک مذہب بعد تحقیقات خداوند تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہو اس کو قبول کیا جاوے اور پھر اس کی پیروی پوری طرح سے کرنی چاہئے لیکن کسی ہی مذہب سے بھی تعلق نہ رکھنا اور اس کے احکامات کی تعمیل نہ کرنی نہایت ہی خطرناک ہے۔ آخر ہم نے مرنا ہے جس طرح پہلے لوگ ہم سے مر چکے پھر خداوند تعالےٰ کے سامنے جانا ہے۔ مبارک وہ شخص جو وہاں جا کر شرمندہ نہ ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کو مذہب سے تعلق نہیں اور چونکہ مجھے (گو میں سخت گنہ گار ہوں مگر) مذہب سے تعلق تھا۔ تو خداوند تعالےٰ نے میرے کئی سامان کر دئے کہ مجھ کو اپنی بیوی کا مرنا زیادہ رنج کا موجب نہ ہوا (۱) یہ بات تھی کہ خداوند تعالےٰ نے ان کی صحت ہی کی حالت میں میرے دل میں یہاں تک ڈال دیا کہ مجھ کو یقین بے اختیاری ہو گیا تھا کہ اس دفعہ یہ زندہ نہ رہیں گی اور اس

آ گئیں تھیں اور بظاہر گویا سب خاندان سے قطع تعلق ہی کر لیا تھا۔ قادیان میں جو اس وقت تک معمولی گاؤں تھا

بقیہ حاشیہ:- لئے ان کی موت میرے لئے کوئی مرگ مفاجات نہ ہوئی گو تین دن کے اندر خاتمہ ہو گیا۔ (۲) مذہب کی ڈور ہاتھ میں تھی دل کو فوراً تسلی ہوگئی کہ خداوند تعالیٰ نے اتنی ہی عمران کی رکھی تھی۔ آخر اپنے اپنے وقت پر سب نے مرنا ہے اور ان کا یہ وقت تھا جو آ گیا پس اب بجائے رنج کے ان کے لئے مغفرت کا سامان کرنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے ان دنوں میں اور اب جب موقعہ لگتا ہے۔ ان کے لئے دعا کرتا ہوں آپ خیال کر سکتے ہیں کہ دس سال کا مونس یک لخت الگ ہو گیا مگر دل پر کوئی ایسا صدمہ نہ پڑا جو میرے حواس پر کوئی اثر ڈالتا کیونکہ خداوند تعالیٰ نے مذہب کی ڈور پکڑائی ہوئی تھی (۳) جب یہ حادثہ ہوا تو میں نے پڑھا ہوا تھا کہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ [۱۳] یعنی وہ عورتیں تمہارے لباس اور پردہ ہیں اور تم ان کا لباس اور پردہ ہو تو میری حالت ایسی ہوئی کہ میں جب اپنے پر خیال کرتا تھا۔ تو مجھ کو اپنا آپ عریاں معلوم ہوتا تھا اور اس حالت نے فوراً مجھ کو مجبور کیا کہ میں جلد دوسرا نکاح کر لوں نکاح کا کرنا تھا کہ وہ غم بالکل جاتا رہا گو اب تک کسی وقت پرانے مونس کی یاد ستاتی ہے وہی خدا تعالیٰ پر بھروسہ اس کو دور کر دیتا ہے۔ مگر چنانچہ آپ کے پاس یہ دوا نہیں ہے اس لئے آپ کو یہ صدمہ اچانک معلوم ہوا دوسرے مذہب سا کوئی تسلی دہندہ نہ تھا اور نہ اب مذہبی مجبوریاں آپ کو جلد نکاح پر آمادہ کر سکتی ہیں تو اب دل کی دھڑکن کم ہو تو کس طرح؟ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ ایسے صدمات انسان کو جگانے کے لئے ہوتے ہیں تا کہ وہ دنیا کی بے ثباتی پر غور کر کے اپنی اصلاح حال کرے اور اگلے جہان کی تیاری کے لئے طیار ہو، ان گُروں کو ہم کو اس امام زمان نے بتلایا ہے جس نے بلند آواز سے کہہ دیا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ میں اسلام میں حضرت محمد مصطفٰی واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو کر محمد و مسیح بن کر آیا ہوں اور اس وقت اگر کسی مذہب کو اسلام کے مقابلہ پر دعویٰ ہے تو سامنے آئے اور اس کو پاش پاش کر دوں گا اور اسلام ہی کا بول بالا ہوگا۔ پھر خونی مسیح نہیں بلکہ احمدی مسیح صلیب کو توڑنے کے لئے آیا ہے اس کی زبان میں عجب شیرینی ہے اس کے افعال واعمال میں تاثیر ہے۔ پھر روحانی اور جسمانی مرضوں کا طبیب ہے۔ اس چشمے سے جو محمدؐ کے بڑے چشمے سے نکلا ہے۔ عجب معرفت کا پانی نکلتا ہے پس ایسے وقت میں وہ شخص بڑا ہی محروم ہے جو تحقیقات مذہبی کر کے اس امام سے فائدہ نہ اٹھائے اور اس سے تعلقات پیدا نہ کرے۔ آپ نے دیکھا کہ دنیا کیسی بے ثبات چیز ہے۔ پس اس کے لئے انسان (کو) اس قدر کاوش نہ چاہئے۔ میرے پیارے بھائی میں نہایت درد دل سے لکھتا ہوں کہ آپ اپنے روحانی جسمانی علاج کے لئے کم از کم بطور سیاحت ہی آ جائیں گو یہاں تکلف اور آرام کے وسیع مکانات نہیں ایک فقیرانہ حالت ہے مگر آئیں اور

جہاں معمولی اشیاءِ ضروریاتِ زندگی کی بھی نہ ملتی تھیں۔ ہر طرح کے عیش و آرام کو جواب دے کر چلے آنا اور تمام زندگی یہاں گذار دینا بہت بڑی قربانی تھی۔ ہجرت کے بعد صرف ایک بار ۱۹۰۵ء میں وہ مالیرکوٹلہ گئیں اور واپس آ کر ۱۹۰۶ء میں وفات پائی (م) مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ خالہ جان کی اس بیماری میں حضرت اقدسؑ نے حضرت مولوی نورالدینؓ کے ذریعہ نواب صاحب سے کہا کہ بڑے باغ میں کھلی ہوا میں جا کر رہنا مفید ہوگا۔ باغ والے مکان میں چلے جائیں۔ چنانچہ نواب صاحب خالہ جان کو وہاں لے گئے۔ ان دنوں باغ کا انتظام میر ناصر نواب صاحبؓ کے سپرد تھا۔ انہوں نے باغ کی حالت بہت عمدہ بنا رکھی تھی۔

حضورؑ نے ان کو کہہ دیا کہ نواب صاحبؓ یہاں آئے ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ اگر کسی قسم کا نقصان کریں تو اغماض فرمائیں، وہاں جُوہی کے پھول بھی تھے جو ہر روز حضورؑ کے لئے لے جائے جاتے تھے۔ مگر ہم صبح سویرے اُٹھتے ہی توڑ لیا کرتے تھے۔ اس عرصہ میں علاج حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا تھا۔ مگر حضورؑ خود بھی بعض دوائیں تجویز فرماتے اور ہر دس بارہ دن کے بعد خود عیادت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ جب خالہ صاحبہ فوت ہوگئیں حضورؑ بھی تشریف لائے فرمایا۔ ''مجھے تو پہلے ہی اللہ تعالےٰ نے رؤیا کے ذریعہ خبر دیدی تھی''۔ اور اس کی تفصیل بیان فرمائی گویا کہ مرحومہ کی وفات حضرت اقدسؑ کی صداقت کے نشانات میں سے ایک نشان تھا جو باوجود صدمہ کے خصوصاً نواب صاحب کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوا ہوگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے لئے مصائب کو سہل کر دیتا ہے اور انہیں اجر عظیم کا موجب بنا دیتا ہے۔☆

بقیہ حاشیہ:- دیکھیں کہ کیا ہو رہا ہے مجھ کو یقین (ہے) کہ جب آپ یہاں آ کر تحقیقات کریں گے تو آپ کے امراض اور غم میں نمایاں فائدہ ہوگا خدا کرے کہ آپ پر اس خط کا اثر ہو اور آپ یہاں تشریف لے آئیں یہاں پر روحانی علاج امام زماں کریں گے اور حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب جسمانی علاج کے لئے ہیں، آپ ضرور تشریف لائیں۔ یہاں ایک انگریزی میگزین نکلنے والا ہے اس کا پراسپیکٹس عنقریب آپ کے پاس پہنچے گا۔ سوائے نزلہ اور کھانسی کے ہم سب اچھے ہیں۔ راقم محمد علی خاں۔

☆ حضورؑ نے اس نشانات کا ذکر کر تتمہ حقیقۃ الوحی میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

منجملہ ان نشانوں کے یہ نشان ہے کہ نواب محمد علی خاں صاحب رئیس کوٹلہ مالیر کی نسبت میرے پر خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر کیا کہ ان کی بیوی عنقریب فوت ہو جائے گی اور موت کی خبر دیکر یہ بھی فرمایا کہ دردناک دکھ اور دردناک واقعہ

مرحومہ کی تدفین

مرحومہ کا جنازہ حضورؑ نے دار الضعفاء (ناصر آباد) کے متصل مرزا علی شیر صاحب کی زمین میں پڑھایا تھااور یہ جگہ میاں شادی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان کے شمال کی طرف ہے جب نعش قبر میں رکھنے لگے تو حضورؑ زمین پر ہی سنگتروں کے کھتے میں جو کہ بہشتی مقبرہ کے ورلی طرف تھا، بیٹھ گئے ،نواب صاحب بھی وہیں بیٹھے رہے۔مگر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ قبر پر تشریف لے گئے اور جب تک قبر پوری طرح تیار نہ ہوگئی وہیں رہے۔ یہ قبر اب حضرت اقدسؑ کے مزار والی چاردیواری کے اندر آ گئی ہے۔چنانچہ اسے نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ حاشیہ:- میں نے اس خبر سے سب سے پہلے اپنے گھر کے لوگوں کو مطلع کیا،اور پھر دوسروں کو اور پھر اخبار بدر اور الحکم میں پیشگوئی شائع کرادی اور یہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی تھی جب کہ نواب صاحب موصوف کی بیوی ہر طرح تندرست اور صحیح وسالم تھی ، پھر تخمیناً چھ ماہ کے بعد نواب محمد علی خان صاحب کی بیوی کو سِلّ کی مرض ہوگئی۔اور جہاں تک ممکن تھا ان کا علاج کیا گیا۔آخر رمضان ۱۳۲۴ھ میں وہ مرحومہ اسی مرض سے اس ناپائیدار دنیا سے گذر گئیں۔اس پیشگوئی سے نواب صاحب کو بھی قبل از وقت خبر دی گئی تھی اور ہمارے فاضل دوست حکیم مولوی نوردین صاحب اور مولوی سیّد محمد احسن صاحب اور اکثر معزز اس جماعت کے اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **فلا یظھر علٰی غَیۡبِہٖ احد الا من ارتضی من رسول** یعنی خدا تعالیٰ صاف صاف اور کھلا کھلا غیب بجز اپنے رسولوں کے کسی پر ظاہر نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ دعویٰ کے ساتھ کسی پیشگوئی کو بتمام تر تصریح شایع کرنا اور پھر اس کا اسی طرح بکمال صفائی پورا ہونا اس سے زیادہ روشن نشان کی اور کیا علامت ہوسکتی ہے''۔[۱۲۱]

بہشتی مقبرہ

قادیان دارالامان جنت نشان

پیمانہ ۳۲ فٹ : ۱ انچ

چار دیواری مزارِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
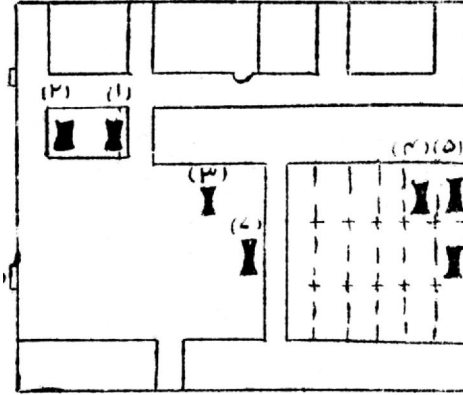
۱- مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲- مزار حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

۳- مزار صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ ۴- مزار حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ

۵- مزار زینب صاحبہؓ اہلیہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ ۶- مزار امتہ الحمید بیگم صاحبہؓ اہلیہ نوابؓ صاحب

۷- مزار حضرت نواب صاحبؓ

مرحومہ کی حضرت اقدسؑ کی طرف سے تربیت

۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے کہ حضرت اقدسؑ شدید بیمار ہو گئے لیکن محترمہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ عیادت کے لئے نہ جا سکیں، اس سے حضرت اقدسؑ کو قلق ہوا اور حضورؑ نے دونوں گھروں کے درمیان کا دروازہ بند کروا دیا ☆ یہ

☆ دروازہ کے تعلق میں حضرت نواب صاحبؓ کی ایک روایت درج کی جاتی ہے (تفصیل مع نقشہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین صاحب کی خدمت میں بھیجنے پر حضرت ممدوح نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ روایت کے ساتھ خطوط وحدانی میں درج کر دیا گیا ہے۔ الفضل اور نقل روایت جو مجھے حاصل ہوئی دونوں میں نقشہ موجود ہے لیکن یہاں مکرم مرزا برکت علی صاحب سے مطابق پیمائش بنوا کر درج کیا گیا ہے۔ اور یہ ان دونوں سے زیادہ مکمل ہے بلکہ ان دونوں میں سیڑھیاں غلط درج ہیں لیکن یہاں صحیح درج کی گئی ہیں) نواب صاحب

طبعی امر ہے کہ جس کے ساتھ زیادہ تعلق اور رابطہ ہو اس سے زیادہ توقعات وابستہ ہوتی ہیں اور اگر کوئی ادنیٰ سا امر بھی ان توقعات کے خلاف ظہور پذیر ہو تو اس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ اگر کسی اور سے

بقیہ حاشیہ:- فرماتے ہیں: ''حضرت جس مکان میں رہا کرتے تھے اب اس میں ام المومنین علیہا السلام رہتی ہیں (اس) کے صحن اور میرے مکان کے صحن میں صرف ایک دروازہ حائل تھا۔ گویا اس وقت نقشہ یہ تھا:

کمرہ ۱ و۲ و۳ میں میری رہائش تھی درست ہے گو۳ کے متعلق یقینی یاد (نہیں) ۴ میں مولوی محمد احسن صاحب رہا کرتے تھے (پختہ یاد نہیں مگر شاید درست ہی ہے) و۵ میرا صحن تھا (درست ہے) و۶ حضرت صاحب کا صحن (درست ہے) الف دونوں صحنوں کے درمیان دروازہ تھا (درست ہے) اور ۷ میں آپ کا رہائشی کمرہ اور ۸ میں بیت الفکر تھا (درست ہے) حضرت اماں جان فرمایا کرتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کمرہ ۷ کو بھی بیت الفکر میں شامل فرماتے تھے یعنی ۷ (۸ دونوں عرف عام میں ۸ ہی بیت الفکر کہلاتا ہے)

اور ۷ آپ کا رہائشی کمرہ اور ۸ بیت الفکر تھا۔ تو اس طرح حضرت صاحبؑ جب کوئی بات کرتے تو ہمیں صاف سنائی دیتی ویسے کوئی بات ہو یا عورتوں میں تقریر ہو رات دن میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو آپ کے منہ سے یہی کلمہ نکلتا تھا۔ ''ہمارے رسول کریم ہمارے رسول کریمؐ''

ظاہر ہوتا۔نواب صاحبؓ اور آپ کے اہل بیت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا عزیز سمجھتے تھے۔اور اپنے قرب میں دار میں ٹھہرایا ہوا تھا اور ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھتے تھے۔اس لئے ہر ایسے امر کے پیدا ہونے پر توجہ دلاتے تاکہ تربیت واصلاح میں کسی قسم کا نقص پیدا نہ ہو اور وہ بھی اس شفقت بھرے طریق کو اپنے لئے اطیب واعلیٰ یقین رکھتے تھے۔سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ کوئی غلط فہمی یا شکائیت پیدا ہو جاتی تو فوراً حضورؑ اس کو ظاہر فرماتے ۔ دریافت فرماتے اور پھر حقیقت کا علم ہونے پر نہایت محبت سے عذر کو قبول فرما کر پھر زیادہ دلداری شروع کرتے کہ سر، اس ابر کرم کے بار احسان سے اور بھی جھک جاتا۔میاں عبدالرحیم خاں صاحب کی علالت کے دنوں میں حضرتؑ نے بے حد فکر اور توجہ مبذول رکھی ۔ ہر وقت خود آتے اور دیکھتے اور بھی ہر موقعہ پر خبر گیری اور ویسے بھی ہر تکلیف کو پوچھتے رہنا،نواب صاحب بیان کرتے تھے کہ سیر کو جاتے ہوئے مسجد مبارک کے قریب ٹھہر کر حضور میرے آنے کا انتظار فرماتے اور میرے آنے پر روانہ ہوتے اور مجھے ذرا دیر لگ جاتی تو مجھے بے حد شرم آتی۔☆

نواب صاحبؓ جس ذات والا صفات کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر اس کے در پر دھونی رمائے بیٹھے تھے بھلا اس کی ناراضگی کی حالت کب برداشت کرسکتے تھے۔آپ نے بمشورہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ذیل کا عریضہ معذرت خواہی کے لئے حضرتؑ کی خدمت اقدس میں بھیجا۔*

''سیدی مولائی مکرمی معظمی طبیب روحانی سلمہ اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔جو رنج اور قلق اس واقعہ سے جو ہماری بدقسمتی اور بے سمجھی سے پیش آیا ہے یعنی میرے گھر سے حضورؑ کی علالت کے موقعہ پر حاضر نہیں ہوئے اب اس کے وجوہات کچھ بھی ہوں ہم کو اپنے قصور کا اعتراف ہے۔

ہم اپنی روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے حاضر ہوئے ہیں ،اب تک جو معافی قصور کے لئے درخواست کرنے میں دیر ہوئی وہ میرے گھر کے لوگوں کو بہ سبب ایسے واقعات کے کبھی پیش نہ آنے کی وجہ سے اور زیادہ حجاب واقع ہوگیا اور ان کو شرم ہر ایک سے آنے لگی۔میں اب تک خاموش رہا کہ جب تک اس جھوٹی شرم سے خود ہی باز نہ آئیں گے جب تک میں خاموش رہوں تاکہ دل سے ان کو یہ اثر محسوس ہو اور خود دل سے

☆ نواب صاحب فرماتے ہیں پہلے جب سیر کو تشریف لیجاتے تو میرا انتظار فرماتے بعض وقت بہت دیر بھی ہو جاتی تھی جب سے مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح مجھ سے ہوا تو آپ نے پھر میرا انتظار نہیں کیا (یا تو حیا فرماتے اور اس کی وجہ سے ایسا نہیں کیا یا مجھے فرزندگی میں لینے کے بعد فرزند سمجھ کر انتظار نہیں کیا'') [۱۴۲]

* اس مشورہ کا ذکر مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کرتے ہیں۔

معافی چاہیں چنانچہ انہوں نے ایک پرچہ اپنے حال کا لفافہ میں رکھ بھیجا ہے تا کہ حضورؑ کی خدمت میں پیش کروں پس اب عرض ہے بقول ؎

برما منگر بر کرم خویش نگر

از خورداں خطا واز بزرگان عطا

آپ میری بیوی کا یہ قصور معاف فرمادیں۔راقم محمد علی خاں

جواباً حضور نے رقم فرمایا:

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جو کچھ میں نے رنج ظاہر کیا تھا وہ درحقیقت ایسا ہی تھا جیسا کہ باپوں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے چونکہ میں تربیت کے لئے مامور ہوں سو میری فطرت میں داخل کیا گیا ہے کہ میں ایک معلم ناصح اور شفیق مربی کی طرح اصلاح کی غرض سے کبھی رنج بھی ظاہر کروں اور خطا کو معاف نہ کرنا خود عیب میں داخل ہے۔اس لئے میں پورے دل کی صفائی سے اس خطا کو معاف کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو اپنے فضل سے سچی پاکیزگی اور سچی دینداری سے پورے طور پر متمتع فرمائے۔آمین ثم آمین اور اپنی محبت اور اپنے دین کی التفات عطا فرمائے۔آمین۔والسلام خاکسار مرزا غلام احمد عفی۔[۱۴۳]

نواب صاحبؓ نے اس واقعہ کو ڈائری میں تحریر کیا ہے کہ

''حضور علیہ السلام ......سخت بیمار ہو گئے ...... پہلے مرض دردگردہ تصور کی گئی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ریاحی اور عصبی درد تھا جس کو گردہ سے کوئی تعلق نہ تھا،اس مرض کے ایام (میں) ہم لوگ برابر دعاؤں (میں) مشغول رہے اور جب موقعہ ملتا تھا میں عیادت کے لئے جاتا رہا۔مگر میرے گھر سے چند وجوہات سے نہ گئے اول وجہ یہ تھی کہ میں نے ان کو تاکید کی ہوئی تھی کہ ان کے سامنے نہ ہوں۔کیونکہ وہ اب بالغ ہیں اور......میرے گھر سے بندش کے عادی تھی (۲)-میرے گھر سے گو تحریری بیعت کر چکے ہیں مگر میری بداعمالی کی وجہ سے میرا اثر ان پر پورا نہیں ہو سکا۔اس لئے ایک حد تک کیا بلکہ جہاں تک مجھے خیال ہے وہ معتقد نہیں اور نہ اب تک ہیں،ان کے خیالات نہایت سطحی ہیں میں نے کئی دفعہ سمجھانا چاہا مگر ان کی عقل میں کچھ نہیں آیا کچھ...... بے تعلقی کی وجہ سے وہ نہ گئے۔(۳)-چونکہ وہ پہلے سے کسی جگہ جانے کے عادی نہ تھے اور عورتوں میں جاتے شرم ان کو آتی تھی،ایک یہ وجہ رکاوٹ (کی) ہوئی......بہر حال ایسے وجوہات پیش آئے کہ وہ عیادت کے لئے نہ جا سکیں اور اس سے حضور علیہ السلام کو رنج ہوا۔حضورؑ مجھ پر بھی ناراض ہوئے۔تین ماہ تک عہد کر لیا کہ دروازہ جس (سے) حضور علیہ السلام کی طرف سے عورتیں آتی جاتی تھیں بند کرا دیا اور اس کو قفل لگوا دیا آخر

میں نے جا کر معذرت کی اور حضور علیہ السلام نے معاف فرما دیا مگر دروازہ تین ماہ تک بند رہا تین ماہ کے بعد دروازہ کھلا پھر میری بیوی نے ایک خط عذر تقصیر بھیجا اور حضور علیہ السلام نے ان کو بھی معاف فرما دیا۔''☆

معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ حضور نے یہ خیال فرمایا ہوگا کہ مرحومہ کو شفقت کی پوری طرح قدر نہیں ہوگی اس کا احساس دلانے کے لئے معاف کر دینے کے باوجود تین ماہ تک حضورؑ نے دروازہ بند رکھا ہوگا بعد کے واقعات اور بیگم صاحبہ محترمہ کے حسنِ خاتمہ نے ظاہر کر دیا کہ حضورؑ کی توجہ نتیجہ خیز ثابت ہوئی ایسا ہی ایک واقعہ ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کا ہے جس کا علم حضورؑ کے ایک مکتوب نمبر ۶۴ سے بھی ہوتا ہے۔ جو بیگم صاحبہ کے نام ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ررحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خط میں نے پڑھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس بات کے معلوم ہونے سے کہ جس قدر بوجہ ہمسائیگی ہمدردی ضروری ہے وہ آپ سے ظہور میں نہیں آئی یعنی والدہ محمود جو قریباً دس ماہ تک تکالیف حمل میں مبتلا رہیں اور جان کے خطرہ سے اللہ تعالیٰ نے بچایا اس حالت میں اخلاق کا تقاضا یہ تھا کہ آپ سب سے زیادہ ایسے موقعہ پر آمد ورفت سے ہمدردی ظاہر کرتے اور اگر وہ موقعہ ہاتھ سے گیا تو عقیقہ کے موقعہ پر برادرانہ تعلق کے طور پر آنا ضروری تھا بلکہ اس موقعہ پر کم تعلق والی عورتیں بھی مبارکباد کے لئے آئیں مگر آپ کی طرف سے ایسا دروازہ بند رہا گویا سخت ناراض ہیں اس سے سمجھا گیا کہ جب کہ اس درجہ تک آپ

☆ نواب صاحب نے موسم گرما ۱۹۰۲ء میں ڈائری نہیں لکھی یکم نومبر ۱۹۰۲ء کی ڈائری کی موقوفی کی وجوہات تحریر کر کے اس عرصہ کے بعض واقعات تحریر فرمائے ہیں ان میں مندرجہ بالا بھی ہے۔

بعض قرائن دونوں کے علیحدہ واقعات ہونے پر دلالت کرتے ہیں مثلاً ڈائری میں (۱) حضرت اقدسؑ کی علالت کا ذکر ہے۔ (۲) بیگم صاحبہ کی علالت کا ذکر نہیں۔ (۳) بیگم صاحبہ کی طرف سے دروازہ بند کئے جانے کا ذکر نہیں (۴) یہ ذکر ہے کہ معذرت پر معافی دینے پر بھی دروازہ تین ماہ تک بند رہا۔ لیکن حضورؑ کے مکتوب نمبر ۶۴ میں (۱) حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءَ ہا کی علالت کا ذکر ہے (۲) بیگم صاحبہ کی طرف سے پہلے دروازہ بند ہونے کا ذکر ہے (۳) بیگم صاحبہ کی شدید علالت کا ذکر ہے ان کی وفات ۱۹۰۶ء میں ہوئی تھی اور ڈائری والا واقعہ ۱۹۰۲ء کا ہے (۴) مکتوب میں عذر ہونے پر حضورؑ کی طرف سے دروازہ کھلوا دینے کا ذکر ہے۔ مزید غور کرنے سے معلوم ہوا کہ حضورؑ کے مکتوب میں ایک بچہ کی ولادت کا ذکر ہے۔ ۱۹۰۲ء میں حضور کے ہاں کوئی ولادت نہیں ہوئی البتہ ۱۹۰۲ء میں صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ اور ۱۹۰۴ء میں صاحبزادی امتہ الحمید بیگم صاحبہ کی ولادت ہوئی اس لئے یہ مکتوب ان دونوں سالوں میں سے کسی ایک موقعہ کا ہے۔ کیونکہ مرحومہ قادیان ۱۹۰۱ء میں آئی تھیں۔

ناراض ہیں تو پھر دروازہ کا کھلا رہنا نامناسب ہے۔ایسے دروازے محض آمدورفت کے لئے ہوتے ہیں اور جب آمدورفت نہیں تو ایسا دروازہ ایسی ٹہنی کی طرح ہے جس کو کبھی کوئی پھل نہ لگتا ہواس لئے اس دروازہ کو بند کردیا گیا لیکن خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سخت بیمار تھے اس وجہ سے آنے سے معذوری ہوئی اس عذر کے معلوم ہونے کے بعد میں نے وہ دروازہ کُھلا دیا ہے اور درحقیقت ایسی بیماری جس سے زندگی سے بھی بیزاری ہے۔خدا تعالیٰ شفا بخشے۔میں نے والدہ محمود کو بھی سمجھا دیا ہے کہ ایسی سخت بیماری کی حالت میں کیونکر آسکتے تھے۔امید ہے کہ جس طرح نواب صاحب سچی ہمدردی رکھتے ہیں آپ بھی اس میں ترقی کریں خدا تعالیٰ ہر ایک آفت اور بیماری سے بچاوے۔آمین۔والسلام خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ [۱۴۴]

محترمہ بیگم صاحبہ کی طرف سے دروازہ بند کئے جانے کے تعلق میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ فتنہ پرداز اشخاص ہر زمانہ میں ہوتے ہیں اس وقت بھی ایک شخص اور اس کی اہلیہ اس قسم کے تھے کہ جھوٹ سچ کہنے سے انہیں باک نہ تھا اور اس سے وہ لطف اندوز ہوتے تھے۔اُنہوں نے حضرت اقدسؑ کی طرف ایک غلط بات منسوب کرکے کہہ دی اور وہ یہ کہ حضورؑ کا منشا ہے کہ فلاں فلاں مستورات جو کہ بیچاری شریف نیک احمدی خواتین تھیں آپ کے ہاں نہ آئیں جائیں نہ ان سے ملا جائے۔اب محترمہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ کو دقّت ہوئی کہ کس طرح انہیں روکیں۔ایک گھر کا سا معاملہ ٹھہرا۔اور اگر کوئی چاہے تو ہر وقت آجا سکتا تھا اس لئے انہوں نے یہ تدبیر کی کہ دروازہ کا کُنڈا بند رکھیں۔اس طرح ممنوعہ خواتین کو حتی الوسع ٹال دیا قبل ازیں چونکہ خانہ واحد کی صورت پر درمیانی دروازہ کھلا رہتا تھا،اس لئے ان ہی فتنہ پردازوں نے بیگم صاحبہ کی طرف باتیں منسوب کرکے کہ وہ دراصل آنا جانا ملنا پسند نہیں کرتیں وغیرہ حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاء ہا کو بھی پہنچا دیں۔حضرت اقدسؑ کو قدرتاً رنج ہوا۔آپ نے نواب صاحبؓ کو بیٹوں کی طرح گھر میں رکھا ہوا تھا اس لئے آپ نے بھی دروازہ بند کرا دیا۔لیکن معاملہ کھل جانے پر دروازہ کھول دیا گیا۔یہ فتنہ پرداز بار بار فتنہ پھیلانے کی کوشش کرتے تھے پھر انہیں قادیان سے نکال دیا گیا تھا۔☆

☆ ذیل کے مکتوب سے بھی حضورؑ کی ان سے شفقت کا علم ہوتا ہے۔تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزہ سعیدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔میں نے آپ کا خط غور سے پڑھ لیا ہے اور جس قدر آپ نے اپنی عوارض لکھی ہیں غور سے معلوم کر لئے ہیں انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔میں نہ صرف دوا بلکہ آپ کے لئے بہت توجہ سے دعا بھی کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پوری شفاء دیگا۔یہ تجویز جو شروع ہے آپ کم از کم

معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی بارہ میں بیگم صاحبہ محترمہ نے حضورؓ کی خدمت میں ایک خط تحریر کیا جس کے جواب میں حضورؓ فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عزیزہ امتہ الحمید بیگم زادعمرہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط مجھ کو ملا میں نے اول سے آخر تک پڑھ لیا ہے۔ یاد رہے کہ میں آپ کی نسبت کسی قسم کی بات نہیں سنتا۔ ہاں مجھے یہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ جن کو ہم عزیز سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دین اور دنیا میں ان کی بھلائی ہو ان کی نسبت ہمیں یہ جوش ہوتا ہے کہ کوئی غلطی ان میں ایسی نہ ہو رہے جو خدا تعالیٰ کے سامنے گناہ ہو جس میں ایمان کا خطرہ ہو اور جس قدر کسی سے میری محبت ہوتی ہے اسی قدر......''☆

امر مذکور فتنہ پردازوں کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھا ورنہ حضورؓ مرحومہ کا خاص خیال رکھتے تھے چنانچہ مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضورؓ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو بالعموم خود ہی ملنے کے لئے تشریف لے آتے ......حضورؓ کی توجہ جاذب فضل الٰہی ہوئی چنانچہ حضور تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلّمہٗ تعالیٰ۔ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج بوقت چار بجے صبح کو میں نے ایک خواب دیکھا۔ میں حیرت میں ہوں کہ اس کی کیا تعبیر ہے میں نے آپ کی بیگم صاحبہ عزیزہ سعیدہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ کو خواب میں دیکھا کہ جیسے ایک اولیاء اللہ خدا سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہیں اور ان کے ہاتھ میں

بقیہ حاشیہ:- چالیس روز تک اس کو انجام دیں اور دوسرے وقت کی دوا میں آپ ناغہ نہ کریں وہ بھی خون صاف کرتی ہے اور دل کی گھبراہٹ کو دور کرتی ہے اور آنکھوں کو بھی مفید ہے۔ مگر آپ بیچ میں ناغہ کر دیتے ہیں جیسا کہ کل آپ نے دوا نہیں پی۔ ناغہ نہیں ہونا چاہئے اور۔ نیز مصالحہ، مرچیں اور لونگ اور لہسن وغیرہ نہیں کھانا چاہئے۔ یہ آنکھوں کے لئے بھی مضر ہیں۔ آپ کیلئے یہ غذا چاہئے۔ انڈا، دودھ، پلاؤ گوشت ڈال کر، گوشت جس میں کچھ سبزی ہے۔ ثقیل یعنی بوجھل چیزوں سے پرہیز چاہئے۔ بہت میٹھا یعنی شیرینی نہیں کھانی چاہئے۔ ایک جگہ بیٹھے نہیں رہنا چاہئے۔ کچھ حرکت چاہئے۔ عمدہ ہوا ربیع کی لینی چاہئے۔ غم نہیں کرنا چاہئے۔ اس علاج سے پھنسیاں وغیرہ انشاء اللہ دور ہو جائیں گی۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ[۱۲۵]

☆ یہ مکتوب نمبر ۶۲ مکمل طبع نہیں ہوا۔

دس روپیہ سفید اور صاف ہیں یہ میرے دل میں گذرا ہے کہ دس روپیہ ہیں میں نے صرف دور سے دیکھے ہیں تب انہوں نے وہ دس روپیہ اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف پھینکے ہیں اوران روپیوں میں سے نور کی کرنیں نکلتی ہیں جیسا کہ چاند کی شعاعیں ہوتی ہیں وہ نہایت تیز اور چمکدار کرنیں ہیں جو تاریکی کو روشن کر دیتی ہیں اور میں اس وقت تعجب میں ہوں کہ روپیہ میں سے کس وجہ سے اس قدر نورانی کرنیں نکلتی ہیں اور خیال گزرتا ہے کہ ان نورانی کرنوں کا اصل موجب خود وہی ہیں اس حیرت سے آنکھ کُھل گئی۔گھڑی بگڑی ہوئی تھی ٹھیک اندازہ نہیں ہوسکتا مگر غالباً چار بج گئے تھے اور پھر جلد نماز کا وقت ہوگیا اور تعجب میں ہوں کہ اس کی تعبیر کیا ہے شاید اس کی یہ تعبیر ہے کہ ان کے لئے خدا تعالیٰ کے علم میں کوئی نہایت نیک حالت درپیش ہے اسلام میں عورتوں میں سے بھی صالح اور ولی ہوتی رہی ہیں جیسا کہ رابعہ بصری رضی اللہ عنہا اور یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ شاید اس کی یہ تعبیر ہو کہ زمانہ کے رنگ بدلنے سے آپ کو کوئی بڑا مرتبہ مل جائے اور آپ کی یہ بیگم صاحبہ اس مرتبہ میں شریک ہوں آئندہ خدا تعالےٰ کو بہتر معلوم ہے۔والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

(مکتوب غیر مطبوعہ)

اس پر نواب صاحب نے تحریراً عرض کیا کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔سیدی ومولائی طبیب روحانی سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔

رات حضورؑ کا والا نامہ پہنچا۔خداوند تعالیٰ سے امید کہ حضورؑ کی فیض صحبت اور دعاؤں سے ہم میں خاص تبدیلی پیدا ہوگی۔خدا کرے کہ ہم حضورؑ کے قدموں میں نیکی اور عمدگی سے بسر کریں اور ترقیات روحانی ہم کو حاصل ہو۔ راقم محمد علی خاں

چنانچہ حضور نے جواباً رقم فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے تو رات کے خواب سے کہ ایک قسم کا کشف تھا نہایت خوشی ہوئی کہ اندازہ سے باہر ہے۔اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔کل سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کی دعا کے ساتھ ان کو بھی شریک کردوں۔شاید خدا تعالیٰ نے یہ نمونہ اس لئے دکھایا ہے کہ میں ایک مستعد نفس کے لئے نماز میں دعا کرتا رہا ہوں۔اصل میں دنیا اندھی ہے کسی شخص کی باطنی حالت کو معلوم نہیں کرسکتی بلکہ دنیا تو دنیا خود انسان جب تک وہ دن نہ آوے، اپنی حالت سے بے خبر رہتا ہے۔ ایک شاہزادہ کا حال لکھا ہے کہ شراب پیتا اور سارنگی بجایا کرتا تھا۔اتنے میں ایک بزرگ باخدا اس کوچہ میں سے گذرے اور قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ [۱۴۶]

یعنی کیا اب تک وقت نہیں آیا کہ مومنوں کے دل خدا کے لئے فروتنی کریں اور اس سے ڈریں پس جب آیت اس شاہزادہ نے سُنی فی الفور سارنگی کو توڑ دیا اور خدا کے خوف سے رونا شروع کیا اور کہا کہ وقتم رسید وقتم رسید۔ اور کہتے ہیں کہ وہ آخر کار بڑے اولیاء سے ہوگیا۔سو یہ کشف کچھ ایسی ہی خوش خبری سنا رہا ہے اس لئے کل میں نے ارادہ کیا کہ ہماری دولڑکیاں ہیں۔مبارکہ اور امتہ النصیر۔پس امتہ الحمید بیگم کو بھی اپنی لڑکی بنالیں اور اس کے لئے نماز میں بہت دعائیں کریں تا کہ ایک آسمانی روح خدا اس میں پھونک دے۔وہ لڑکیاں تو ہماری کم سن ہیں شاید ہم ان کو بڑی ہوتی دیکھیں یا عمر وفا نہ کرے۔مگر یہ لڑکی جوان ہے ممکن ہے کہ ہم باطنی توجہ سے اس کی ترقی بچشمِ خود دیکھ لیں۔پس جب کہ ہم ان کو لڑکی بناتے ہیں تو پھر آپ کو چاہئے کہ...... ہماری لڑکی (کے) ساتھ زیادہ ہمدردی اور وسیع اخلاق سے پیش آویں۔والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ☆ ۱۶۴

مرحومہ کی تدفین اوراخلاق وغیرہ

مرحومہ کی تدفین وحسن اخلاق کے بارہ میں معزز بدر رقم طراز ہے:

’’دردناک دکھ اور دردناک واقعہ‘‘

بیگم صاحبہ مرحومہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی اہلیہ صاحبہ قریباً پانچ ماہ سے بعارضہ امراض سل ودق بیمار تھیں اور آخر وہ صدمہ کا دن جس کا خوف دامنگیر ہو رہا تھا آ گیا اور بیگم صاحبہ نے گذشتہ شنبہ کے دن ۲۷؍نومبر ۱۹۰۶ء کو نماز فجر کے وقت اس جہان فانی سے کوچ کیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ کی عمر صرف ۲۰ سال کی تھی۔بارہ سال کی عمر میں شادی ہوئی تھی۔اور آٹھ سال کے عرصہ میں جس قدر محبت اطاعت اور ہمدردی کے ساتھ مرحومہ اپنے خاوند کے واسطے قرۃ العین کا موجب ہوئیں وہ نیک بیویوں کے واسطے ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔مرحومہ کا اس چھوٹی سی عمر میں ایسا جلد انتقال کر جانے کا حال تو اسی دن سے ظاہر ہو رہا تھا جس دن کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت نواب صاحب کو ایک رقعہ میں لکھا تھا کہ دردناک دُکھ اور دردناک واقعہ والا الہام (جو کہ اخبار بدر مورخہ ۲؍مارچ ۱۹۰۶ء میں شائع ہو چکا تھا) آپ کی بیگم صاحبہ کے مطابق ہے۔اس الہام کے علاوہ مرحومہ کے متعلق حضرت اقدسؑ کو ایک الہام یہ بھی ہوا تھا کہ امتہ الحفیظ اور

☆ یہ تینوں مکتوبات بغیر تاریخ کے ہیں چونکہ ولادت صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ کی ۱۹۰۳ء کی اور وفات اس کے چند ماہ بعد کی ہے اور ان کا اس میں ذکر ہے۔اس لئے اندازاً عرصہ کی تعیین ہوجاتی ہے۔

اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس الہام میں حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور خدا کے وعدے سچے ہیں مگر اس جگہ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حفاظت سے مراد حفاظت جسم ہے یا حفاظت روح۔ مرحومہ کے متعلق چند روز گذرے حضرت ام المومنین نے بھی ایک رؤیا دیکھا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کب وہ وقت قریب ہے کہ بیگم صاحبہ حُسنِ خاتمہ کے ساتھ اور ایمانی حالت کی عمدگی کے ساتھ اس جہاں سے کوچ کر جائیں۔ مذکورہ بالا وحیٔ الٰہی جو کہ اخبار بدر نمبر ۹ مورخہ ۲ / مارچ ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی تھی اور مرحومہ کے متعلق تھی اس کے الفاظ جیسا کہ درج اخبار ہوئے تھے اس طرح سے ہیں:

''۲۵ / فروری۔ الہام۔ دردناک دکھ اور دردناک واقعہ۔ اس کے بعد رؤیا میں دیکھا کہ کوئی خادمہ عورت جو اپنے تعلق والوں میں سے کسی گھر کی ہے۔ آئی ہے اور کہتی ہے کہ میری بیوی یکا یک مرگئی یہ سن کر میں اٹھا ہوں کہ اپنے گھر میں اطلاع کردوں کہ پہلا الہام پورا ہوگیا☆ اور پگڑی اور عصا ہاتھ میں لیا اور چلنے کو تھا کہ بیداری ہوگئی''۔

اس الہام الٰہی میں یکا یک کا مرنا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مرحومہ کی عمر بہت تھوڑی تھی اور بیمار بھی تھوڑا عرصہ ہی رہی اور وہ بھی اوائل میں کوئی خطرناک معلوم نہ ہوتی تھی بلکہ معمولی معلوم ہوتی تھی۔ صرف آخری دنوں میں زیادہ تر خوفناک ظاہر ہوئی ورنہ سل دق کے مریض برسوں تک زندہ رہتے ہیں۔

''مرحومہ ایک ذہین عورت تھی اور تعلیم یافتہ تھی اور تعلیم کا اکثر حصہ اپنے پیارے خاوند نواب صاحب سے حاصل کیا تھا۔ جس کا سبب یہ ہوا تھا کہ مرحومہ نواب صاحب موصوف کی دوسری بیوی تھی۔ اور آپ کی پہلی بیوی مرحومہ کی بڑی بہن تھی جس کی وفات پر نواب صاحب موصوف کا نکاح مرحومہ کے ساتھ ہوا تھا۔ اور اپنی بڑی بہن کے ایام زندگی میں بھی مرحومہ کی رہائش زیادہ تر نواب صاحب کے گھر میں اپنی بہن کے پاس ہوتی تھی اور نواب صاحب موصوف سے تعلیم حاصل کرتی تھی۔ اس تعلق کے علاوہ مرحومہ نواب صاحب کی خالہ کی بیٹی تھی مرحومہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن نواب صاحب موصوف کی پہلی اولاد کے ساتھ (جو کہ مرحومہ کے ہمشیرہ زاد ایک لڑکی تین لڑکے ہیں) اس کو بہت محبت اور انس تھا۔ اور ہر طرح سے ان کی تربیت اور حفاظت میں ساعی رہتی تھیں۔ مرحومہ میں یہ سب خوبیاں تھیں لیکن سب سے بڑی بات جو اس کے متعلق قابل ذکر ہے یہ ہے کہ مرحومہ کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ساتھ نہایت مخلصانہ ارادت کا تعلق تھا۔ اور آپ کے دعاوی پر اس کو سچا ایمان تھا اور باوجود ایک دولتمند ہونے کے اس تعلق بیعت کے نباہنے میں کوئی شئے اس کے واسطے

☆ یہ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۷ مورخہ ۰۶-۲-۲۴ میں بھی چھپ چکا ہے۔

سدراہ اور حجاب کا موجب نہ ہوتی تھی۔اپنے قابل فخر خاوند کے ساتھ اس لئے اپنے وطن کو ترک کر کے اور عالی شان وسیع مکانات کو چھوڑ کر دین کی خاطر گویا تنگ اور تاریک مکانوں میں زندگی بسر کرنا دل کی خوشی کے ساتھ قبول کیا ہوا تھا یہی وجہ کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو بہشتی مقبرہ میں جگہ دی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے ساتھ قادیان کے باہر باغ کے متصل میدان میں اس کے واسطے نماز جنازہ ادا کی اور مرحومہ کے دفن ہونے تک اس کی قبر پر موجود رہے۔اللہ تعالےٰ اس محترمہ کو جنت میں جگہ عطا فرمائے اور اس کی مغفرت کرے آمین ثم آمین۔

''حضرت اقدسؑ جب بمعہ جماعت جنازہ کے واسطے قادیان سے باہر تشریف لائے۔تو نواب صاحب موصوف کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی قضاوقدر میں جو مقدر تھا وہ ہو کر رہا لیکن آپ نے بے شک خدمت کا حق پورے طور سے ادا کر دیا ہے فرمایا افسوس ہے کہ ان کی بیماری کے ایام میں میں خود بھی بیمار رہا اور حق دعا کا جو تھا وہ پورے طور پر ادا نہ ہو سکا اگر چہ نمازوں میں بھی میں نے ان کے واسطے دعا کی مگر مجاہدہ کے ساتھ ایک دورات......☆نے ان کے واسطے دعا میں نہ لگا سکا۔اللہ تعالےٰ آپ کو صبر دے اور صبر کا اجر دے اور نعم البدل عطا فرمائے خدا رحیم و کریم ہے مگر اس کے ہر کام میں کوئی حکمت مخفی ہوتی ہے۔خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی مصائب پر جو لوگ صبر کرتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو اجر عظیم دیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں ان کو برکات عطا کرتا ہے۔

''مرحومہ نے اپنی وصیت میں اپنے تمام مال کا دسواں حصہ اشاعت اسلام کے واسطے لکھا ہوا تھا۔**اللھم اغفرھا**۔☆☆

ورثہ کی تقسیم

مرحومہ کے ورثہ کے تعلق میں نواب صاحبؓ فرماتے ہیں:''میری دوسری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا میں نے اپنی بیوی کے ورثہ کی تقسیم کی بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ غیر احمدی ورثہ کو روثہ نہ دیا جائے۔تبرع اور

☆ اصل میں اسی طرح کچھ جگہ خالی ہے(ناقل)

☆☆ بدر جلد ۴۴ پرچہ یکم نومبر ۱۹۰۶ء مرحومہ نے رسالہ الوصیت کی اشاعت کے پون سال کے اندر ۳ستمبر ۱۹۰۶ء کو وصیت کر دی تھی اس وقت ان کے پاس پانچ ہزار روپیہ نقد اور اتنی ہی مالیت کے زیورات تھے۔آپ کی وصیت کا نمبر ۱۳۸ ہے

احسان کے طور پر دیا جائے تو حرج نہیں یہ بات چوک احمدیہ میں ہوئی تھی۔حضرت سیر کے لئے تشریف لائے تھے زیادہ لوگ ابھی نہ آئے تھے۔مولوی محمد علی صاحب موجود تھے۔انہوں نے کہا کہ غیر احمدی اقرباء کا احمدی ورثہ لیں یا نہ لیں؟ تو فرمایا ایسا موقعہ جب آئے گا تو اس وقت بتلائیں گے۔''☆

مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس کے باوجود بطور احتیاط کے ان کے قیمتی زیور وغیرہ کا شرعی حصہ والد صاحب نے ان کی والدہ اور ہمشیرہ کو دیدیا عجیب اتفاق کی بات ہے کہ جن کو یہ ورثہ ملا سب احمدی ہو گئے۔یعنی ہمارے ماموں کرنل اوصاف علی خاں صاحب اور خالہ رقیہ بیگم صاحبہ احمدی ہو چکے ہیں اور ان کی سوتیلی بہن دوسری خالہ بھی جو منشی نواب خاں صاحب ثاقب مرحوم کی بھانجی ہیں۔

نواب صاحب کی بلند اقبالی

کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند　　　　زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

چنانچہ پہلی اہلیہ کے بعد دوسری اہلیہ کا صدمہ ایسا ہی ثابت ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نواب صاحبؓ کی بلندی کے متعلق جو کشف دیکھا تھا ان پے بہ پے صدمات کے بعد وقت آن پہنچا کہ اب اس کے پورا ہونے کا عجیب طریق پر سلسلہ شروع ہو۔تا یہ ثابت ہو کہ آپ شتاب باز اور بے وفا نہیں۔حضورؑ نے کیا کشف دیکھا حضورؑ کے الفاظ میں سنئے ۲۲ر دسمبر ۱۸۹۱ء کو رقم فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مشفقی عزیزی محبی نواب صاحب سردار محمد علی خان صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آپ کا عنایت نامہ آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا۔ الحمد اللہ والمنتہ کہ خدائے تعالیٰ نے آپکو صحت بخشی۔اللہ جلشانہ آپ کو خوش رکھے اور عمر اور راحت اور مقاصد دلی میں برکت اور کامیابی بخشے،اگرچہ حسب تحریر مرزا خدا بخش صاحب آپ کے مقاصد میں سخت پیچیدگی ہے۔مگر ایک دعا کے وقت کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ میرے پاس موجود ہیں اور ایک دفعہ گردن اونچی ہو گئی۔اور جیسے اقبال اور عزت کے بڑھنے سے انسان اپنی گردن کو خوشی کے ساتھ ابھارتا ہے۔ویسی ہی صورت پیدا ہوئی۔میں حیران ہوں کہ یہ بشارت کس وقت

☆ روایت غیر مطبوعہ۔

اور کس قسم کے عروج سے متعلق ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ظہور کا زمانہ کیا ہے ۔مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی وقت میں کسی قسم کا اقبال اور کامیابی اور ترقی عزت اللہ جل شانہ کی طرف سے آپ کے لئے مقرر ہے۔ اگر اس کا زمانہ نزدیک ہو یا دور ہو۔ سو میں آپ کے پیش آمدہ ملال سے گو پہلے غمگین تھا مگر آج خوش ہوں۔ کیوں کہ آپ کے مآل کار کی بہتری کشفی طور پر معلوم ہوگئی۔ **واللہ علم با لصواب**'' [۱۴۸]

نیز دوسری جگہ اسی کشف کے تعلق میں حضورؑ رقم فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی نواب صاحب سردار محمد علی خاں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مبلغ ۲۸۱ روپیہ آں محبّ کل کی ڈاک میں مجھ کو مل گئے۔ جزاکم اللہ خیراً جس وقت آپ کا روپیہ پہنچا ہے مجھ کو اتفاقاً نہایت ضرورت درپیش تھی۔ موقعہ پر آنے کی وجہ سے میں جانتا ہوں کہ خداوند کریم وقادر اس خدمت لِلّٰہی کا آپ کو بہت اجر دے گا۔ **واللہ یُحِبُّ المحسنین** ۔آج مجھ کو صبح نماز کے وقت بہت تضرع اور ابتہال سے آپ کے لئے دعا کرنے کا وقت ملا۔ یقین کہ خدائے تعالیٰ اس کو قبول کرے گا اور جس طرح چاہے گا اس کی برکات ظاہر کرے گا۔ میں آپ کو خبر دے چکا ہوں کہ میں نے پہلے بھی بشارت کے طور پر ایک امر دیکھا ہوا ہے۔ گو میں ابھی اس کو کسی خاص مطلب یا کسی خاص وقت سے منسوب نہیں کرسکتا۔ تاہم بفضلہٖ تعالےٰ جانتا ہوں کہ وہ آپ کے لئے کسی بہتری کی بشارت ہے اور کوئی اعلیٰ درجہ کی بہتری ہے جو اپنے مقررہ وقت پر ظاہر ہوگی۔ **واللہ اعلم با لصّواب** ۔

خداوند ذوالجلال کی جناب میں کوئی کمی نہیں۔ اس کی ذات میں بڑی بڑی عجائب قدرتیں ہیں اور وہی لوگ ان قدرتوں کو دیکھتے ہیں کہ جو وفاداری کے ساتھ اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ جو شخص عہد وفا کو نہیں توڑتا اور صدق قدم سے نہیں ہارتا اور حسن ظن کو نہیں چھوڑتا اس کی مراد پوری کرنے کے لئے اگر خدا تعالیٰ بڑے بڑے محالات کو ممکنات کر دیوے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ ایسے بندوں کا اس کی نظر میں بڑا ہی قدر ہے کہ جو کسی طرح اس کے دروازہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور شتاب باز اور بے وفا نہیں ہیں''۔ [۱۴۹]

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلیٰ

عزیزی محبی اخویم نواب محمد علی خاں صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے دوعنایت نامے پہنچے یہ عاجز بباعث شدّت کم فرصتی وعلالت طبع جواب نہیں لکھ سکا اور نیز یہ بھی انتظار رہی کہ کوئی بشارت کھلے کھلے طور پر پا لینے سے خط لکھوں چنانچہ اب تک آپ کے لئے جہاں تک انسانی کوشش سے ہوسکتا ہے توجہ کی گئی اور بہت سا حصہ وقت کا اس کام کے لئے لگایا۔ سوان درمیانی امور کے بارہ میں اخویم مرزا خدا بخش صاحب اطلاع دیتے رہے ہوں گے اور آخر جو بار بار کی توجہ کے بعد الہام ہوا وہ یہ تھا ان اللہ علی کل شئی قدیر ۔قل قوموا للہ قانتین ۔[۱۵۰] یعنی اللہ جل شانہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ کوئی بات اس کے آگے ان ہونی نہیں۔ انہیں کہدو...... جائیں اور یہ الہام ابھی ہوا ہے۔ اس الہام میں جو میرے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے فعلی طور پر کئے وہ یہی ہیں کہ ارادہ الٰہی آپ کی خیر اور بہتری کے لئے مقدر ہے لیکن وہ اس بات سے وابستہ ہے کہ آپ اسلامی صلاحیت اور التزام صوم وصلوٰۃ وتقویٰ وطہارت میں ترقی کریں بلکہ ان شرائط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امر مخفی نہایت ہی بابرکت امر ہے جس کے لئے یہ شرائط رکھے گئے ہیں۔ مجھے تو اس بات کے معلوم کرنے سے بہت خوشی ہوئی ہے کیونکہ اس میں آپ کی کامیابیوں کے لئے کچھ نیم رضا سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ امر تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ اس قسم کے الہامات اس شخص کے حق میں ہوتے ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ ارادہ خیر فرماتا ہے اس عالم سفلی میں اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی کسی معزز عہدہ کا خواہاں ہو...... وقت اس کو اس طور سے تسلی دے کہ تم امتحان دو ہم تمہارا کام کردیں گے۔ سو خدا تعالیٰ آپ میں اور آپ کے دوسرے اقارب میں ایک صریح امتیاز دیکھنا چاہتا ہے اور چونکہ آپ کی طبیعت بفضلہٖ تعالیٰ نیک کاموں کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اس لئے یہی امید کی جاتی ہے کہ آپ اپنے مولیٰ کریم کو خوش کریں گے میں نے مرزا خدا بخش صاحب کو رمضان کے دنوں تک اس لئے ٹھہرالیا ہے کہ تا پھر بھی ان مبارک دنوں میں وقتاً فوقتاً آپ کے لئے دعائیں کی جائیں۔ مجھے ایسا الہام کسی امر کی نسبت ہو تو میں ہمیشہ سمجھتا ہوں کہ وہ ہونے والا ہے۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ طاقت سے زیادہ کسی پر بار نہیں ڈالتا بلکہ رحم کے طور پر تخفیف کرتا ہے اور ہنوز انسان

پورے طور پر اپنے تئیں درست نہیں کرتا کہ اس کی رحمت سبقت کر جاتی ہے گویا نیک بندوں کے لئے یہ بھی ایک امتحان ہوتا ہے چونکہ اللہ جل شانہ بے نیاز ہے نہ کسی کی اس کو حاجت ہے اور نہ کسی کی بہتری کی اس کو ضرورت ہے اس لئے جب ......فرماتا ہے کہ کسی بندہ پر فیضان نعمت کرے تو ایسے وسائل پیدا کر دیتا ہے جس کی رو سے اس نعمت کو پانے کے لئے اس بندہ میں استحقاق پیدا ہو جائے تب وہ بندہ خدا تعالیٰ کی نظر میں جوہر قابل ٹھہر کر مورد رحم بننے کے لئے لیاقت پیدا کر لیتا ہے سو اس خیال سے بے دل نہیں ہونا چاہئے کہ ہم کیونکر باوجود اپنی کمزوریوں کے ایسے اعلیٰ درجہ کے اعمال صالحہ بجا لا سکتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ کو راضی کر سکیں اور ہرگز خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ایسی شرط تعلیق بالمحال ہے کیونکہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں کو جن کے لئے کار خیر کا ارادہ فرماتا ہے آپ توفیق دے دیتا ہے۔مثل مشہور ہے کہ ہمت مرداں مدد خدا۔سو نیک کاموں کے لئے بدل و جان جہاں تک طاقت ہے متوجہ ہونا چاہئے خدا تعالیٰ کو ہر ایک چیز اور ہر ایک حال اور ہر شخص پر مقدم رکھ کر نماز با جماعت پڑھنی چاہئے کہ قرآن کریم میں بھی جماعت کی تاکید ہے اگر بانفراد نماز پڑھنا کافی ہوتا تو اللہ جَلَّ شانہٗ یہ دعا نہ سکھاتا کہ **اهدنا الصراط المستقیم** بلکہ یہ سکھاتا **اهدنی الصراط المستقیم** اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ **کونوا مع الصادقین**......(**وَارْكَعُوْا**) **مع الراكعين** اور **واعتصموا بحبل الله جميعاً** ان تمام آیات میں جماعت......سو اللہ جَلَّ شَانہٗ کے احکام میں کسی سے شرم نہیں کرنا چاہئے۔تقویٰ کے یہ معنی ہیں کہ اس......قائم ہو جائے پھر اس کے مقابل پر کوئی ناموس یا ہتک یا عار یا خوفِ خلق یا کسی کے۔لعن وطعن کی کچھ حقیقت نہ رکھے۔ ایمان تقویٰ کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی دوسرے شخص یا کسی دوسری چیز کو یا کسی دوسرے خیال کو کچھ حقیقت سمجھتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے وہ تقویٰ کے شعار سے بالکل بے بہرہ ہوتا ہے ہمارے لئے کامل خدا بس ہے۔والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ [۱۵۱] ☆

۲۵؍مارچ ۱۸۹۳ء

☆ یہ غیر مطبوعہ مکتوب ہے مجھے اس کی نقل دیکھنے کا موقعہ ملا ہے جس پر درج ہے کہ اصل بعض جگہ دریدہ ہے چنانچہ وہاں نقطے ڈال دئے گئے ہیں۔

یہ کشف اورالہام گوناگوں طریق پر پورے ہوئے مثلاً آتھم کی پیشگوئی پرنواب صاحبؓ کوتذبذب ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اورآپ کواس گروہ میں شامل فرمایا جوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا مصداق تھا جس کا ذکرہم تین سوتیرہ صحابہؓ کے تعلق میں گذشتہ اوارق میں کرچکے ہیں اور یہ فضیلت نہ ایک بار بلکہ دوبارآپ کوحاصل ہوئی۔سلسلہ کی مالی خدمات کا خوب موقعہ ملا۔اور باوجودنوابی شان کےاس وقت کی قادیان جیسی بستی میں آپ ہجرت کرآئے جب کہ والی مالیرکوٹلہ ودیگراقارب آپ کوواپس بلاکرآنکھوں پر بٹھلانے کے لئے تیار تھے۔آپؓ کو مدرسہ تعلیم الاسلام کے ڈائریکٹر کے طور پر خدمت سلسلہ کا موقعہ ملا۔خلافت اولیٰ وثانیہ میں مخالفین خلافت کےخلاف اہم پارٹ ادا کرنے اور ملکانہ کی شدھی کے ایام میں اس علاقہ میں دورہ کرنے اورحضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی مرض الموت میں خدمت کی توفیق ملی وغیرہ ان سب سے بڑھ کراللہ تعالیٰ نے آپ کو فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡھَا اسۡمُہٗ (سورۃالنور) کا اس رنگ میں مصداق بنایا کہ جوبےنظیر ہےاوراس فضیلت سے ابدی طورپراللہ تعالیٰ نے آپ ہی کونوازدیا ہے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔میری مراد یہ ہے کہ موعوداقوام عالم حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی تیرہ سو سال بلکہ ہزار ہا سال سے انتظارتھی اورجن کا علوشان گوقارئین کرام سے مخفی نہیں لیکن پھربھی جیسا کہ حضورؑ نے ایک مکتوب میں نواب صاحب کوتحریرفرمایا تھا،ہم پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہیں اور مرورزمانہ سے حضورؑ کی شان اورعلوم مرتبت زیادہ سے زیادہ ظاہرہوتی جائے گی جس کےمتعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’لولاک لما خلقت الافلاک ‘‘ [۱۵۲] اور یہ کہ ’’بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘اورجسے پاک اورمطہراولاد دئے جانے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یَتَزَوَّجُ وَیُوۡلَدُ لَہٗ [۱۵۳] کےالفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی حضورؑ کو’’انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی‘‘ [۱۵۴]’’جری اللہ فی حلل الانبیاء‘‘ [۱۵۵] ’’یحمدک اللہ من عرشہ‘‘ [۱۵۶] ’’الارض والسماء معک کما ھو معی‘‘ [۱۵۷] ’’آسمان پرسے کئی تخت اُترے پرتیراتخت سب سےاوپربچھایا گیا‘‘ [۱۵۸] اور’’جس سے توبہت پیارکرتا ہےمیں اس سے بہت پیارکرونگااورجس سے تو ناراض ہے میں اس سے ناراض ہونگا‘‘ [۱۵۹] کے خطابات سےنوازگیا۔سواللہ تعالیٰ نے نواب صاحب کواس فضیلت سےمشرف فرمایا کہ آپ کی بڑی بیٹی حضرت صاحبزادہ مرزاشریف احمدصاحب کےعقدمیں آکرحضورؑ کی صاحبزادی بن گئیں۔اس کامفصل ذکرآگےآتا ہے پھراس نبی آخرالزماں کی بڑی صاحبزادی آپ کےعقدمیں آئیں اورآپؓ نےحضورؑ پراللہ تعالیٰ کےنازل کردہ افضال میں سےحصہ وافرپایا وہ افضال اُشکرنعمتی رئیت خدیجتی‘‘ [۱۶۰] اور’’الحمدللہ الذی جعل لکم الصھر ولنّسب‘‘ ۔[۱۶۱] سےظاہرہے۔سیّدہ نواب مبارکہ صاحبہ کےمتعلق بھی حضرت اقدسؑ

کوئی مبشرات ہوئے جن سے ان کے علوّ مرتبت وغیرہ کا علم ہوتا ہے چنانچہ حضور حقیقۃ الوحی میں رقم فرماتے ہیں:

سینتیسواں نشان یہ ہے کہ بعد اس کے خدا تعالیٰ نے حمل کے ایام میں ایک لڑکی کی بشارت دی اور اس کی نسبت فرمایا تُنشّاء فِی الْحِلیۃِ یعنی زیور میں نشو ونما پائے گی یعنی نہ خورد سالی میں فوت ہوگی اور نہ تنگی دیکھے گی۔ چنانچہ بعد اس کے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مبارکہ بیگم رکھا گیا۔[۱۶۲]

اس طرح حضورؑ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’میں نے خواب میں دیکھا کہ مبارکہ پنجابی زبان میں بول رہی ہے کہ مینوں کوئی نہیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی جس نے ایہہ مصیبت پائی۔‘‘ [۱۶۳]

حضورؑ اپنی مبشّر اولاد کے تعلق میں فرماتے ہیں:

یہ پانچوں جو کہ نسل سیّدہ ہیں — یہی ہے پنج تن جس پر بنا ہے

چونکہ ان سے اور ان کی اولاد سے حضرت نواب صاحبؓ اور آپ کی اولاد کو تعلق قرابت پیدا ہوا اسلئے ان کے بارے میں حضورؑ نے جو دعا فرمائی ہے اس کا نقل کر دینا غیر موزوں نہ ہوگا آپؑ فرماتے ہیں:

کیوں کر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا — تو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا۔ جاتا رہا اندھیرا — یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا — دل دیکھ کر یہ احسان تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا۔ صد شکر ہے خدایا — یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور — تو نے مجھے دئے ہیں یہ تیرے تین چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر — یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
ہے آج ختم قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں — تو نے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے رب محسن کیونکر ہو شکر احساں — یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے — کیونکر ہو حمد تیری کب طاقت قلم ہے
تیرا ہوں میں ہمیشہ جب تک کہ دم میں دم ہے — یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
اے قادر و توانا! آفات سے بچانا — ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
غیروں سے دل غنی ہے جب سے کہ تجھ کو جانا — یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
احقر کو میرے پیارے اک دم نہ دور کرنا — بہتر ہے زندگی سے تیرے حضور مرنا

واللہ خوشی سے بہتر غم سے ترے گذرنا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بارو بَر ہیں تیرے غلام در ہیں

تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت

دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر

تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُرنور رکھیو دل پر سرور رکھیو

ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری

ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

دن ہوں مرادوں والے پر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اسکے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر

کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے
کر ان سے دور یارب دنیا کے سارے پھندے

چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے

یہ فضل کر کہ ہو ویں نیکو گُہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میری جاں کے جانی اے شاہِ دوجہانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی

دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سُن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری
رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے منہ کے واری

اپنی پنہ میں رکھیو سن کر یہ میری زاری — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے واحد و یگانہ اے خالق زمانہ — میری دعائیں سن لے اور عرضِ چاکرانہ

تیرے سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

فکروں سے دل حزیں ہے جاں درد سے قریں ہے — جو صبر کی تھی طاقت وہ مجھ میں اب نہیں ہے

ہر غم سے دور رکھنا تو ربِّ عالمیں ہے — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اقبال کو بڑھانا اب فضل لے کے آنا — ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے چھڑانا

خود میرے کام کرنا یا رب نہ آزمانا — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر — یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہوویں نور یکسر

یہ مرجع شہاں ہو ں یہ ہوویں مہر انور — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں — حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں

بابرگ وبار ہوویں اک سے ہزار ہوویں — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تو ہے جو پالتا ہے ہر دم سنبھالتا ہے — غم سے نکالتا ہے دردوں کو ٹالتا ہے

کرتا ہے پاک دل کو حق دل میں ڈالتا ہے — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تو نے سکھایا فرقاں جو ہے مدار ایماں — جس سے ملے ہے عرفاں اور دور ہووے شیطاں

یہ سب ہے تیرا احساں کہ تجھ پر نثار ہو جاں — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تیرا نبی جو آیا اُس نے خدا دکھایا — دینِ قویم لایا بدعات کو مٹایا

حق کی طرف بلایا مل کر خدا ملایا — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قرباں ہیں تجھ پہ سارے جو ہیں میرے پیارے — احساں ہیں تیرے بھارے گن گن کے ہم تو ہارے

دل خوں ہے غم کے مارے کشتی لگا کنارے — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اس دل میں تیرا گھر ہے تیری طرف نظر ہے — تجھ سے ہوں میں منور میرا تو تُو قمر ہے

تجھ پر میرا توکل در پر ترے یہ سر ہے — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

جب تجھ سے دل لگایا سو سو ہے غم اُٹھایا — تن خاک میں ملایا جاں پر وبال آیا

پر شکر اے خدایا جاں کھو کے تجھ کو پایا — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

دیکھا ہے تیرا منہ جب چمکا ہے ہم پہ کوکب — مقصود مل گیا سب ہے جام اب لبالب

تیرے کرم سے یارب میرا بر آیا مطلب — یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

احباب سارے آئے تو نے یہ دن دکھائے — تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بُلائے

یہ دن چڑھا مبارک مقصود جس میں پائے
یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
مہماں جو کرکے الفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت
یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے
یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زاد راہ لے لو۔ کچھ کام میں گذارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو
یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
جی مت لگاؤ اس سے دل کو چھڑاؤ اس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے بس دور جاؤ اس سے
یارو یہ اژدہا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اسکے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں
ان پر خدا کی رحمت جو اس پر لائے ایماں
یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے ملے ولایت
یہ نور دل کو بخشے دل میں کرے سرایت
یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**
قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکر معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک **سبحان من یرانی**

صرف یہ ایک ہی کوئی کم فخر نہ تھا۔لیکن اللہ تعالےٰ نے اس سے بھی بڑھ کر آپ پر افضال ورحمت نازل کئے اور موسلا دھار بارش کی طرح کئے۔اب حضور کی ایک ہی صاحبزادی باقی تھیں ان کے متعلق ''دخت کرام'' کا الہام ہوا تھا۔جدّی طور پر ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے پہلے ہی کریم بنت کریم تھیں۔اس الہام سے سسرال کے لحاظ سے دخترِ کرام بننا اور اپنے اخلاق کریمانہ کے لحاظ سے دُخت کرام ثابت ہونا مراد تھا چنانچہ وہ بھی نواب صاحبؓ کے ایک صاحبزادے کے عقد میں آئیں۔بعد ازاں رشتوں کا سلسلہ اس طور پر چلا کہ اللہ تعالےٰ نے نواب صاحب کی صرف اس اولاد کی نسل جاری کی کہ جو حضرت اقدسؑ کے تعلق اور وساطت سے وابستہ ہے۔چنانچہ میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کے ہاں کسی اولاد کا نہ ہونا افسوس کا باعث ضرور ہے مگر ممکن ہے کہ یہ امر اس وجہ سے ہو کہ اُن کی اہلیہ احمدیت میں داخل نہیں اسی طرح میاں محمد عبدالرحیم خاں صاحب کے ہاں بھی اولاد نہیں،ان کے گھر سے بھی غیر احمدی ہیں۔اس طرح پر اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ آئندہ نواب صاحب کی وہی اولاد بڑھے گی جو خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کی

اولاد ہے اور یہ دراصل اس پیشگوئی کے موافق ہے جو خود حضرت اقدسؑ کی اولاد کثیر کے متعلق ہے۔ جب حضورؑ چالیس روز تک بمقام ہوشیار پور خلوت گزیں ہو کر خاص طور پر عبادت واذکار میں مصروف ہوئے اور اسلام کی ترقی کے لئے دعائیں کیں ان کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو ایک خاص شان کے فرزند کی ولادت کی خبر دی۔ اس الہام کو حضورؑ نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شایع کیا۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے۔

''تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا؟ [۱۶۴]

سو نواب صاحب کی کئی صاحبزادیاں پوتیاں اور ایک نواسی حضور کے خاندان میں نکاح میں آ کر موعود خواتین مبارکہ کے زُمرہ میں شامل ہوئیں نیز **خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس** [۱۶۵] کے الہام میں جو ابناء فارس مخاطب ہوئے ہیں ان کا ایک حصہ آپ کی اولاد میں سے ہونے والی خواتین مبارکہ کے بطن سے ہونے کے باعث یہ امر نواب صاحب کی علوشان کو اور بھی چار چاند لگاتا ہے اور مرور زمانہ سے یہ فخر نواب صاحب کا بڑھتا رہے گا اوران امور میں کبھی کوئی شخص آپ کا مماثل نہیں ہوسکتا۔ **جفّ القلم بما ھو کائن۔**

شجرہ نسب سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ سے آپ کو اس وقت تک پندرہ قرابتیں ہو چکی ہیں چنانچہ دو رشتوں سے آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سمدھی اور ایک رشتہ سے حضور کے داماد۔ دو رشتوں سے حضرت خلیفۃ المسیحؓ الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے سمدھی۔ دو رشتوں سے قمرالانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے سمدھی اور ایک رشتہ سے آپ حضرت اقدسؑ کے سسرال میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے سمدھی ہوتے ہیں آپ کی صاحبزادی محترمہ بوزینب بیگم صاحبہ ایک رشتہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی اور ایک رشتہ سے حضرت اقدسؑ کے نبیرہ مکرم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد کی سمدھن ہوئیں اور نواب صاحب کے صاحبزادہ مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب حضرت اقدس علیہ السلام کی فرزندی میں آنے کی فضیلت کے علاوہ ایک رشتہ سے حضرت خلیفۃ المسیحؓ الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور دو رشتوں سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے سمدھی ہونے کا شرف بھی رکھتے ہیں۔

نواب صاحب کا پردہ کے متعلق تشدد

محترمہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ کے وفات کی بعد حضورؓ نے نواب صاحبؓ کے ایک جگہ رشتہ کرا دینے کی

انتہائی کوشش کی ۔ چنانچہ آپ کا بیان ہے کہ:

''میری دوسری بیوی کے انتقال پر حضرتؓ نے بتوسّل حضرت مولانا (مولوی) نورالدین صاحبؓ شیخ فضل الٰہی صاحب سوداگر راولپنڈی کی سالی سے میرا رشتہ کرنا چاہا مجھے یہ رشتہ پسند نہ تھا کیونکہ مجھے ان کے اقربا اچھے نہ معلوم ہوتے تھے۔ مگر حضرت کو یہ رشتہ بہت پسند تھا...... زور دیا...... شیخ فضل الٰہی صاحب نے خود یہ بات اٹھائی کہ وہ ان کی سالی بہنوئیوں سے پردہ نہ کرے گی اور سخت پردہ کی پابندی نہ ہوگی (میرے متعلق کہا) کہ نواب صاحب سنا جاتا ہے پردہ میں سختی کرتے ہیں ۔حضرت میرے پاس میرے مکان پر خود تشریف لائے اور فرمایا کہ وہ یہ کہتے ہیں میں نے عرض کی قرآن شریف میں جو فہرست دی گئی ہے میں اس سے تجاوز کرنا نہیں چاہتا۔ فرمانے لگے کہ کیا بہنوئی سے بھی پردہ ہے میں نے عرض کیا کہ حضورؑ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے قرآن شریف کی فہرست میں بہنوئی نہیں چنانچہ آپؑ خاموش ہوگئے ۔اور پھر اس رشتے کے متعلق آپؑ نے کچھ نہیں فرمایا اور شیخ صاحب چلے گئے'' ☆

مکرم عرفانی صاحب اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ

''شیخ فضل الٰہی صاحب مع اپنے اہل وعیال کے قادیان آئے تھے اور بڑے ٹھاٹھ سے رہتے تھے ۔حضرت اقدسؑ کو ان کی خاطر منظور تھی اور وہ لڑکی بڑی خوب صورت مگر کسی قدر آزاد طبیعت نئے تمدّن اور ماحول کی وجہ سے تھی اس لئے ایسی صورت پیش آئی ۔اس رشتہ میں نواب صاحب کی ناپسندیدگی کے وجوہات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں مگر ایک بات جو ان کی پاکیزہ فطرتی پر دلالت کرتی ہے اس کا ذکر نہ کرنا ایک ظلم ہوگا۔لڑکی نہایت خوب صورت ۔خاندان دنیوی حیثیت سے ممتاز ۔ مگر نواب صاحب کے مدّنظر اگر یہ چیزیں ہوتیں تو ضرور پسند کرتے ۔مگر ان کے زیر نظر تو دین اور صرف دین تھا اور وہ بات من وجہ موجود نہ تھی علاوہ ازیں یہ امر سرار الٰہیہ

☆ یہ نواب صاحب کی روایت کے اصل لفاظ ہیں بتغییر الفاظ یہ روایت الفضل مورخہ ۳۸-۶-۱۴ میں شائع ہو چکے ہیں شیخ صاحب خلافت ثانیہ کے قیام پر جماعت سے وابستہ نہیں ہوئے اور اب فوت ہو چکے ہیں ۔

میں سے ہے ۔اللہ تعالےٰ کے علم میں تو یہ مقام حضرت سیّدہ مبارکہ صاحبہ کے لئے تھا
اور اس وقت حضرت اقدسؑ کے بھی وہم و گمان میں نہ تھا ورنہ حضرتؓ فضل الٰہی
صاحب کی سالی کے رشتہ پر زور نہ دیتے مگر آگے چل کر اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور تقدیر کا
ظہور رہوا اور بہت مبارک ہوا۔''

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کا بیان ہے کہ نواب صاحب ہمیشہ فرماتے جو قرآن کریم نے فہرست اقارب پردہ کے تعلق میں پیش کی ہے اس پر عمل کرنا فرض ہے جب والدہ صاحبہ زندہ تھیں تو اول تو وہ خود گھر سے باہر جانا پسند نہ کرتی تھیں اور آپ بھی ان کو رشتہ داروں کے ہاں جانے سے احتراز کی تلقین کرتے لیکن اگر کبھی ضرورت ہوتی اور شیروانی کوٹ وغیرہ جانا ہوتا تو گاڑی میں بٹھا کر اسے قفل لگواتے پھر ایک بہت بڑی چادر سے گاڑی کو لپیٹ دیا جاتا۔اور ایک جمعدار کو اس کی چابی دی جاتی جو کوچوان کے علاوہ اسی کام کے لئے مقرر رہوتا۔خالہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ بھی اسی طرح پردہ کرتیں۔ایک دفعہ خالہ جان لاہور گئیں تو گاڑی کے ڈبّے سے اتارتے وقت بہت بڑی چاندنیاں استعمال کی گئیں جو ڈبےّ کے اوپر سے پلیٹ فارم پر ڈولی تک تان دی گئیں اور اس پردہ تلے وہ ڈولی میں سوار ہوئیں ۔اسی طرح پہلی دفعہ جب قادیان آئیں تو ڈبہّ ریز روتھا۔جب بٹالہ اسٹیشن پر باہر آنے لگیں تو اسی طرح پردہ کر کے اتار کر فینس☆ میں سوار کیا گیا۔اور اوپر سے چادریں لپیٹ دی گئیں ۔مجھے بھی خالہ جان کے ہمراہ اس میں سوار کیا گیا تھا۔باوجود موسم سرما کی سردی کے میرا اس حبس میں گرمی سے بُرا حال ہوا۔اور میں نے چلتی فینس سے نیچے چھلانگ لگادی۔

پردہ کے تشدد کی وجہ

نواب صاحب کا پردہ کے بارے میں تشدد بلا وجہ نہ تھا۔مالیر کوٹلہ میں اقارب خلیع الرسن ہو کر ہر قسم کی رنگ رلیوں میں مشغول ہو چکے تھے اور زمانہ کا رنگ اچھا نہ تھا بعض اقارب کنچنیاں رکھتے تھے اور ان کے ملاقاتی آتے تو کنچنیوں کی موجودگی میں بے حجابانہ ان سے ملتے اور ہنسی مذاق ہوتا۔نواب صاحب کی تقوٰی شعاری اور ایسے امور سے اجتناب کا ان لوگوں پر گہرا اثر تھا۔اور باوجودیکہ یہ لوگ خاندانی لحاظ سے بزرگوں کا درجہ رکھتے تھے ۔مگر کیا مجال کہ ان عورتوں کی موجودگی میں نواب صاحب سے ملاقات کریں ۔مگر میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ چونکہ دوسرے اقارب کے بُرے چال چلن کی وجہ سے والدصاحب

☆ شکرم کی طرز کی گاڑی جس کو آٹھ کے قریب کہار اٹھاتے ہیں۔

پردہ کے نہایت سختی سے پابند تھے حتی کہ خادمات کی عفت وعصمت کی بھی بہت تشدد سے حفاظت کرتے تھے۔ خادمات کے مردوں سے خلائلہ کی اجازت نہ تھی۔ڈیوڑھی پر پانچ چھ معمر آدمی پہرہ دار کے طور پر متعین ہوتے جن پر ایک جمعدار جوداروغہ ڈیوڑھی کہلاتا۔افسر ہوتا۔خادمات جو اندر سے آتیں یا اندر جاتیں ان کے لئے باقاعدہ اجازت نامے بنے ہوئے تھے۔والد صاحب ناچ گانے بجانے سے انتہائی نفرت رکھتے تھے اور بیاہ شادی یا ولادت کسی موقعہ پر بھی اجازت نہ دیتے تھے۔ایک دفعہ مالیرکوٹلہ میں آپ دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے۔ایک میراثن نے گانا بجانا شروع کیا۔اور آپ نے بھی آواز سن لی چنانچہ اُسے سختی سے تنبیہ کی۔مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم اے حال ربوہ نے مجھے سنایا کہ قادیان کے نیک ماحول میں چونکہ ایسے تشدّد کی ضرورت نہ تھی۔اس لئے بعد میں میں نے نواب صاحب کو سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ہمراہ اپنی کوٹھی سے شہر پیدل جاتے بھی دیکھا ہے۔ملک صاحب کے بیان سے پردہ کے تشدد کی توجیہ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

اسلامی پردہ

پردہ کے تعلق میں حضرت اقدس کے متعلق نواب صاحب فرماتے ہیں کہ

> ''ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پردہ کے متعلق دریافت کیا اس وقت میں ایک کام کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔اس وقت صرف میں اور حضرت صاحب ہی تھے اور یہ اس مکان کا صحن تھا جو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے رہائشی مکان کا صحن تھا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے جنوبی جانب بڑے کمرے کی چھت پر تھا۔حضرت اس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے۔حضور نے دستار کے شملہ سے مجھے ناک کے نیچے کا حصہ اور منہ چھپا کر بتلایا کہ اس طرح ہونا چاہئے۔گویا آنکھیں کھلی رہیں اور باقی سب ڈھکا رہے۔اس سے قبل حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ سے میں نے ایک دفعہ دریافت کیا تھا اور آپ نے گھونگٹ نکال کر دکھلایا تھا۔''☆

☆ یہ روایت کے اصل الفاظ ہیں جو بادنیٰ تغیر الفضل مورخہ ۳۸-۲-۱۴ میں شائع ہو چکے ہیں۔

سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کے رشتے کے لئے سلسلہ جنبانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار ترے اے مرے مربی کیا عجائب کام ہیں

حضور خود نواب صاحب کا رشتہ کسی اور جگہ کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر اپنا کام کر رہی تھی۔ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے نواب صاحبؓ کی صاحبزادی کو اپنی بہو کے طور پر انتخاب فرمایا۔حضور نواب صاحب کے نکاح کے لئے بھی کوشش میں تھے۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے بیان کے مطابق اس کی تفصیل یوں ہے کہ اس دوران میں نواب صاحبؓ کی شادی کے ذکر کئی جگہ اٹھے کوئی نہ کوئی بات پیدا ہو کر ختم ہوئے۔غیر احمدی خاندان کی ایک لڑکی کو خود حضرت مسیح موعودؑ نے ایک نظر حسب حکم شریعت کہلا بھی دیا مگر بعض وجوہ سے یہ رشتہ بھی ناپسند ہی رہا۔میری عمر اس وقت چھوٹی تھی۔مگر لڑکیاں اور خصوصاً اچھی اٹھان کی لڑکیاں بچپن کی حد سے نکل کر جب بڑھنے لگتی ہیں تو پھر واقعی ککڑی کی طرح بڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر یوں کام کر رہی تھی کہ ادھر ان کی شادی کا سوال ہر جگہ اُٹھ کر رہ جاتا تھا اور ادھر سال پلٹتے پلٹتے کافی بڑی ہو گئی تھی اور غالباً یہ دیکھ کر ہی کہ یہ سوال بھی قابل غور ہو سکتا ہے سب سے پہلے یہ خیال حضرت خلیفہ اولؓ کے دل میں پیدا ہوا۔میاں فرماتے تھے کہ ایک جگہ خط لکھوانے کو میں حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس حاضر ہوا اور ذکر کیا تو بے دلی سے قلم اٹھا کر فرمایا کہ ''اچھا لکھ دیتے ہیں مگر دل نہیں چاہتا۔ ہمارا تو کچھ اور دل چاہتا ہے۔مگر زبان جلتی ہے''۔ کہتے تھے جب آپ نے فرمایا کہ ''زبان جلتی ہے۔''تو میں فوراً سمجھ گیا اور پھر آپ سے پوچھا بھی نہیں کیونکہ آپ کے ادب کو میں جانتا تھا اور کہا کہ ''نہیں پھر آپ نہ لکھیں''اور اٹھ کر آ گیا اور اس کے بعد قطعی اور طرف خیال ترک کیا، دعا شروع کی۔مگر حضرت خلیفہ اولؓ کے شاگرد تھے جائے ادب سمجھ کر زبان پر لفظ نہ لا سکتے تھے۔آخر جرأت کی اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی بیوہ حضرت مولویانی صاحبہ سے (جو اسی نام سے مشہور تھیں اور بہت ہمدرد طبع تھیں اور اکثر نواب صاحب کے ہاں بوزینب صاحبہ کو دیکھنے جاتی تھیں۔) بات کی اور سخت تاکید کر دی کہ میرا نام نہ لینا اور پیام کی طرح سے نہ کہنا صرف اپنے طور پر عندیہ لینا کہ ایسا ہو سکتا ہے؟ مگر وہ صاف گو اور حضرتؑ سے بے تکلف تھیں میرا نام لے کر ہی کہہ دیا اور آ کر بتلا بھی دیا اور کہا کہ حضور نے جواب دیا ہے کہ میری لڑکی ابھی چھوٹی ہے۔بیس سال کی عمر میں اس کی شادی ہم تو کریں گے وہ اتنا انتظار کر سکتے ہیں؟ گویا ایک ٹالنے کی ہی بات سمجھی جا سکتی تھی۔مگر کہتے تھے کہ اب میرے لئے بھی دوسری جگہ سوچنا تک مشکل ہو گیا تھا۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق پیدا

ہو جانے کی سخت خواہش پیدا ہوگئی تھی ۔ پھر حضرت خلیفہ اولؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کا اشارہ ہی میں سمجھ گیا تھا اور یہ معاملہ اس طرح ہوا۔ وہاں سے قریباً جواب ہی ملا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ آپ کہلا بھیجیں کہ جتنے سال بھی فرمائیں گے بڑی خوشی سے انتظار کروں گا۔اب یہ سلسلہ غالبًا استاذی المکرّم پیر منظور محمد صاحب کی معرفت چلا۔دوسری بار حضورؑ نے فرمایا کہ کم از کم چار سال (غالبًا) کو میں تو شادی کر سکتا ہوں۔حضرت خلیفہ اولؓ نے سن کر فرمایا کہ سال کم تو ہوئے جو بھی فرمائیں آپ منظور کر لیں۔آخر کار ایک دن خود ہی خط لے کر پیر محمد صاحب آ گئے کہ اس شرط مہر پر رشتہ منظور ہے نکاح ہو جائے رخصتانہ ایک سال کے بعد ۔اس وقت میری عمر صرف گیارہ سال بلکہ چند دن کم ہی تھی ۔

نکاح کی بابت خط وکتابت

اس مبارک نکاح کے بارے میں جو خط وکتابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت نواب صاحبؓ کے مابین ہوئی ہم ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔نواب صاحب نے مالیر کوٹلہ جانے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے حضور کی خدمت میں تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدی و مولائی طبیب روحانی سلمکم اللہ تعالےٰ۔السّلام علیکم۔ میں نے چونکہ آج غسل کیا ہے۔اور سردی کی برداشت بہ سبب اس کے، ابھی نزلہ وغیرہ سے فارغ ہوا ہوں کہ نہیں ہے ۔اس لئے سیر سے آج معافی چاہتا ہوں۔

دوم ۔ چونکہ میری ابتلائیں آج کل بہت بڑھی ہوئی ہیں اور خصوصاً مالی مشکلات اس لئے اس انتظام کے لئے ضروری طور پر مجھ کو کوٹلہ جانے کی سخت ضرورت ہے۔ میں اب تک جا بھی آیا ہوتا مگر بخار ہو جانے کی وجہ سے رک گیا۔اب چونکہ اچھا ہوں اور فصل کا موقعہ ہے وہاں میری سخت ضرورت ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ اگر حضور اجازت فرمائیں تو کل کوٹلہ چلا جاؤں اور ۲۶ یا ۲۷ تک واپس آ جاؤں گو یا اس طرح زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ لگے گا۔

سوم ۔ چونکہ بعض اسباب ایسے پیش آ گئے کہ بعض ملازم میرے ساتھ جائیں گے۔ یہاں ملازموں کی کمی ہو گی اسلئے عرض ہے کہ ایک ہفتہ کے لئے اگر حضور نور محمد کو اجازت فرما دیں تو وہ میرے بچوں کے پاس ایک ہفتہ رہے۔

چہارم ۔رتھ کی بھی اجازت چاہتا ہوں۔

پنجم ۔حضور جانتے ہیں کہ سخت ابتلا کی وجہ سے میں ایسے نازک وقت میں جاتا ہوں ورنہ ایسے موقعہ میں

کہ جلسہ سر پر ہے، اور سردی سخت ہے مجھ کو جانا پڑا ہے بس استدعاءِ دعا ہے کہ میرے بچوں اور متعلقین کو حسنات دین دنیا حاصل ہوں اور ہر طرح صحت رہے اور ہر طرح خیر رہے اور جس کام کے لئے میں جاتا ہوں وہ بخیر وخوبی ہو جائے۔

راقم محمد علی خاں

حضورؑ نے جواباً تحریر فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کو اجازت ہے آپ چلے جائیں۔ نور محمد بے شک اس وقت تک رہے صرف اس قدر کام کر دیا کرے کہ پانچ چار روٹیوں کے لئے جو پھلکے پکاتا ہے وہیں آٹا لے جائے اور پکا کر بھیج دے اور لال ٹینوں میں تیل ڈال دیا کرے۔ رتھ تو آپ کا مال ہے جب چاہیں لے جائیں اور میں اب ایک مدت سے ہر یک نماز میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور کل میں نے سنا ہے کہ میری لڑکی مبارکہ کے (لئے) آپ کی طرف سے پیغام آیا تھا اس میں ابھی دو مشکلات ہیں۔

ا- ایک یہ کہ ابھی وہ صرف گیارہ سال عمر پورے کر چکی ہے اور پیدائش...... میں بہت ضعیف البنیان اور کمزور ہے کھانسی ریزش تو ساتھ لگی ہوئی ہے جب تک کہ پندرہ سال کی نہ ہو جائے کسی صورت سے شادی کے لائق نہیں۔ اگر پہلے ہو تو اس کی عمر کا خاتمہ ہو جائیگا۔

۲- دوسرے نہایت خوفناک امر جو ہر وقت دل کو غمناک کرتا رہتا ہے ایک پیشگوئی ہے جو چند دفعہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو چکی ہے۔ میں نے بجز گھر کے لوگوں کے کسی پر اس کو ظاہر نہیں کیا۔ اس پیشگوئی کے ایک حصہ کا حادثہ ہم میں اور آپ میں مشترک ہے بہت دعا کرتا ہوں کہ خدا اس کو ٹال دے۔ اور دوسرے حصّہ کا حادثہ خاص ہم سے اور ہمارے گھر کے کسی شخص کے متعلق ہے یہ بھی الہام کسی حصہ کی نسبت ہے کہ ۲۷ تاریخ کو وہ واقعہ ہوگا۔ نہیں معلوم کس مہینہ کی تاریخ اور کونسا سن ہے۔ اخبار میں مَیں نے چھپوا دیا ہے اور آپ کو معلوم ہوگا کہ شاید ایک مہینہ کے قریب ہو گیا کہ میں نے ایک الہام اخبار میں صرف اشارہ کے طور پر چھپوایا تھا جس کی یہ عبارت تھی کہ ایک نہایت چھپی ہوئی خبر پیش کرتا ہوں دراصل وہ خبر ان ہی حوادث کے متعلق ہے یہ بھی دیکھا کہ گھر میں ہمارے ایک بکرا ذبح کیا ہوا کھال اتاری ہوئی ایک جگہ لٹک رہا ہے پھر دیکھا کہ ایک ران لٹک رہی ہے۔ یہ سب بعض موتوں کی طرف اشارات ہیں۔ میں دعا کر رہا ہوں۔ والسلام

مرزا غلام احمد

نوٹ: اس خط کا جواب میں نے یہ دیا تھا کہ جو کچھ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے درست اور قبول و

منظور اور انتظار ممکن۔ محمد علی خاں [۱۲۲]

یاداشت ۱۰/ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۰۸ء

آج مرزا خدا بخش حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میری شادی کے متعلق تذکرہ ہوا۔ اور مبارکہ بیگم کی نسبت جو میرا پیغام گیا ہوا تھا اس کے متعلق ذکر ہوا۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم بھی ایک برس کو جواب دیں گے۔ یہ مرزا خدا بخش صاحب (نے) مجھے آ کر کہا اب دیکھئے کب شادی ہوتی ہے۔ محمد علی خاں۔

حضور کی طرف سے مہر کی تعیین

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میری لخت جگر مبارکہ بیگم کی نسبت جو آپ کی طرف سے تحریک ہوئی تھی میں بہت دنوں تک اس معاملہ میں سوچتا رہا۔ آج جو کچھ خدا نے میرے دل میں ڈالا ہے اس شرط کے ساتھ اس رشتے میں مجھے عذر نہیں ہوگا اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کو بھی اس میں تامل نہیں ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ مہر میں آپ کی دوسال کی آمدن جاگیر مقرر کی جائے یعنی پچاس ہزار روپیہ اور اس اقرار کے بارے میں ایک دستاویز شرعی تحریری آپ کی طرف سے حاصل ہو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ نہایت درجہ اخلاص میں گداز شدہ ہیں اور آپ نے ہر ایک پہلو سے ثبوت دے دیا ہے کہ آپ کو جان فشانی تک دریغ نہیں۔ مگر جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے وہ اول تو آپ کی خداداد حیثیت سے بڑھ کر نہیں اور پھر آپ کی ذات کی نسبت نعوذ باللہ اس میں کوئی بدگمانی نہیں۔ محض خدا نے میرے دل میں ایسا ہی ڈال دیا ہے۔ اور ظاہری طور پر اس کے لئے ایک صحیح بناء بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ موت حیات کا اعتبار نہیں اور آپ کے خاندان کے عمل درآمد کی رو سے عورتیں اپنے شرعی حقوق سے محروم ہوتی ہیں اور اگر بعد میں کچھ گذارہ تجویز کیا جائے تو وہ مشکوک اور (نہ) اپنے اختیار میں ہوتا ہے اور خدا آپ کی اولاد کی عُمر دراز کرے وہ بعد بلوغ اپنے اپنے خیالات اور اغراض کے پابند ہوں گے۔ اور حق مہر کا فیصلہ ایک قطعی امر ہے اور ایک قطعی حق ہے جو خدا نے ٹھہرا دیا ہے اور عورتیں جو بے دست و پا ہیں اس حق کے سہارے سے ظلم سے محفوظ رہتی ہیں۔ آپ کی زندگی میں اس مہر کا مطالبہ نہیں لیکن خدانخواستہ اگر لڑکی کی عمر ہو اور آپ کی عمر وفا نہ کرے تو اس کی تسلی اور اطمینان کے لئے اور پریشانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ طریق اور اس قدر مہر کافی ہوگا۔ تا کہ دوسروں کے لئے صورت رعب قائم رہے۔ یہ وہ امر ہے جس کو سوچنے کے لئے میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ ایک قطعی فیصلہ ہے اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ اگر ان دونوں باتوں کی

آج آپ تکمیل کر دیں تو گولڑ کی ایک سال کے بعد رخصت ہو مگر پیر کے دن نکاح ہو جائے۔ یہ ایک قطعی فیصلہ ہے جو میری طرف سے ہے اس میں کسی طرح کمی بیشی نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے میں نے اس خیال سے اور اسی انتظار سے عزیزی سید محمد اسمعیل (مراد حضور کے برادر نسبتی حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب موئف) کو پیر کے دن تک ٹھہرا لیا ہے۔ مگر آپ کی طرف سے اس شرط کی نامنظوری ہوگئی تو پھر وہ کل ہی اپنی نوکری پر چلا جائے گا۔ والسلام راقم مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۲؍فروری ۱۹۰۸ء (مکتوب غیر مطبوعہ)

نوٹ: اس خط کا جواب زبانی پیر منظور محمد صاحب حامل خط ہذا کو یہ دیدیا تھا کہ مجھ کو بلا عذر سب کچھ منظور ہے۔ محمد علی خاں۔ [۱۶۷]

حضور نے نکاح کے موقعہ کے تعلق میں حکیم محمد حسین صاحب قریشی رضی اللہ عنہ کو ذیل کا مکتوب ارسال فرمایا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب قریشی سلّمہٗ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت رات کا وقت ہے۔ میں قیمت نہیں بھیج سکتا۔ آپ مفصلہ ذیل کپڑے ساتھ لے آویں۔ آپ کے آنے پر قیمت دیدی جاوے گی۔ بہرحال اتوار کو آ جائیں والسلام مرزا غلام احمد عفی عنہٗ" ☆

تحریر اسٹامپ مہر نامہ

مہر نامہ جو اسٹامپ پر اس بارہ میں ضبط تحریر میں لایا گیا نیز اخراجات وغیرہ کی یادداشتیں درج ذیل کی جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز یہ امر بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کام کو پورے حزم و احتیاط سے اور

☆ مکتوبات امام بنام غلام۔ اس میں پارچات کی فہرست درج نہیں۔ ذیل کا نوٹ درج ہے فرماتے ہیں،

"نوٹ: یہ اس موقعہ پر حضور پرنور نے مُجھ خاکسار کو کمال مہربانی سے یاد فرمایا تھا جبکہ صاحبزادی مبارکہ بیگم کے نکاح کی تقریب سعید اگلے روز قرار پا چکی تھی اور الحمدللہ کہ ہم چند خادمان لاہور جن کو حضور نے یاد فرمایا تھا موقعہ پر پہنچ کر اس مبارک تقریب میں شامل ہوئے۔ قریشی"

خاکسار موئف عرض کرتا ہے کہ قریشی صاحبؓ کو مکتوب کی تاریخ کے بارے میں سہو ہوا ہے کہ نکاح سے ایک روز قبل کا ہے کیونکہ نکاح ۱۷؍فروری ۱۹۰۸ء کو بروز سوموار ہوا اور پارچہ جات خرید کر اتوار کو قادیان پہنچنے کا حضور قریشی صاحب کو ارشاد فرماتے ہیں اس لئے یہ مکتوب نکاح سے ایک روز نہیں بلکہ کم از کم دو روز قبل کا معلوم ہوتا ہے۔

اونچ نیچ پرسوچ بچار کر کے اور عواقب کو زیرغور لاکر سرانجام دینا توکل کے منافی نہیں بلکہ توکل کا ایک اہم اور لابدی جزو ہے۔☆

مہرنامہ　　بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از جانب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ خلف خاں صاحب غلام محمد خاں صاحب مرحوم رئیس مالیرکوٹلہ

باعث تحریر آنکہ

چونکہ آج بتاریخ ۱۴؍محرم الحرام ۱۳۲۶ءہجری مطابق ۱۷؍فروری ۱۹۰۸ء بروز دوشنبہ کو میرا عقد نکاح مبارکہ بیگم دختر سیّدنا ومولانا وامامنا حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ السلام رئیس قادیان ضلع گورداسپور سے بعوض مہر مبلغ چھپن ہزار روپیہ ۵۶۰۰۰ کلدار جس کے نصف مبلغ اٹھائیس ہزار ۲۸۰۰۰ روپیہ ہوتے ہیں ہوا ہے یہ چھپن ہزار روپیہ مہر مبارکہ بیگم صاحبہ مذکور کا بطور مؤجل مقرر ہوا ہے۔ جو میرے اور میرے ورثاء پر حق واجب ہے۔ پس زوجہ ام مذکور جب چاہیں اس رقم کو مجھ سے یا مرے ورثاء سے وصول کرسکتی ہیں پس یہ چند کلمات مہرنامہ واقرارنامہ وسند کے لکھ دئے ہیں کہ عندالحاجت کام آئیں۔ المرقوم ۱۷؍فروری ۱۹۰۸ء

بقلم خود محمد علی خاں خلف خانصاحب غلام محمد خاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ

گواہ شد

نورالدین پسر حافظ غلام رسول قریشی فاروقی ساکن
بھیرہ ضلع شاہ پور حال قادیان ضلع گورداسپور

گواہ شد

K H Kamaluddin Pleader
witness to prompt dower
Rs fifty six thousand

گواہ شد

S. Rehmatullah Ahmadi
Proprietor the English ware house
The Mall Lahore SimlA

گواہ شد

Tajuddin Acct N.W. Ry

☆ مکرم عرفانی صاحب بطور تحدیث بالنّعمتہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھے تکمیل دستاویزات ضروریہ اور خطبہ نکاح کا تاریخی موقعہ عطا فرمایا۔ رجسٹر وغیرہ کو میں خود جا کر لایا اس لئے کہ ان ایام میں اس قسم کے تمام امور جو آج نظارت امور عامہ و خارجہ کرتی ہے اسی خاکسار کے عملاً سپرد تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد ہے کہ مجھے اس مبارک تحریک میں اہم خدمت اور ثواب کا موقعہ دیا۔

گواہ شد

Muhammad Ali Editor Review of Religions Qadian.

گواہ شد

بابتہ چھپن ہزار روپیہ مہر موجل مذکورہ بالا محمدؐ صادق عفی اللہ عنہ عثمانی قریشی ولد مفتی عنایت اللہ ایڈیٹر اخبار بدر قادیان ضلع گورداسپور

گواہ شد

یعقوب علی ایڈیٹر و مالک الحکم قادیان بقلم خود

گواہ شد

حکیم محمد حسین قریشی کارخانہ رفیق الصحت لاہور

گواہ شد

محمد حسین انسپکٹر ڈاکخانجات

گواہ شد

محمد سرور سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس تعلیم الاسلام

گواہ شد

معراج الدین عمر مالک اخبار بدر قادیان

گواہ شد

خلیفہ رجب الدین تاجر ورئیس لاہور حالوار قادیان

گواہ شد

مرزا نظام الدین بقلم خود ولد مرزا غلام محی الدین قادیان

گواہ شد

شیر علی ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

گواہ شد

غلام محمد فورمین ریلوے پریس لاہور حال وارد قادیان

گواہ شد

فضل دین حکیم ساکن بھیرہ شاہ پور حال قادیان ضلع گورداسپور

گواہ شد

Chiragh uddin Govt pensioner

گواہ شد

شیخ عبدالرحیم اتالیق صاحبزادگان محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ

گواہ شد

حکیم شیخ نور محمد منشی عالم مالک ہمدم صحت لاہور موری دروازہ لال حویلی

گواہ شـــــــــــــــــــد

سید محمد علی شاہ از قادیان

یہ درخواست حسب درخواست مسمی محمد علی خاں صاحب خلف غلام محمد خاں رئیس و جاگیردار مالیر کوٹلہ حال وارد قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپوران کی جائے سکونت پر بمقام قصبہ قادیان آج بتاریخ ۲۱ر فروری ۱۹۰۸ء یوم جمعہ ۱/۲ ۹ بجے دن روبرو صاحب سب رجسٹرار بٹالہ پیش ہوئی۔

الـــــــعـبـــــــد دستـــــــخـــــــط

محمد علی خاں مقر   محبوب علی شاہ صاحب سب رجسٹراز بٹالہ ۲۱ر فروری ۱۹۰۸ء

مسمی محمد علی خاں ولد غلام محمد خاں قوم افغان ساکن قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور نے جس کو مسمیاں نظام الدین نمبردار ولد مرزا غلام محی الدین قوم مغل پیشہ نمبرداری و شیخ یعقوب علی ولد شیخ محمد علی قوم شیخ ساکنان قصبہ مذکور نے جن کے اعتبار سے اطمینان ہوگیا ہے۔ شناخت کیا۔ تکمیل دستاویز کا اقبال کیا۔ العبد محمد علی خاں مقر رئیس و جاگیردار مالیر کوٹلہ۔

الـــــــعـبـــــــد الـــــــعـبـــــــد مقر موجود نہیں

مرزا نظام الدین گواہ بقلم خود   شیخ یعقوب علی گواہ   محبوب علی شاہ رجسٹرار بٹالہ ۲۱ر فروری ۱۹۰۸ء

دستاویز ہذا بہ نمبر ۱۱ بہی ۴ جلد ۳ صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۵ پر آج بتاریخ ۲۲ فروری ۱۹۰۸ء یوم شنبہ درج رجسٹر ہوئی اور نشانات انگوٹھا دست چپ ہمارے روبرو لگائے گئے۔

محبوب علی شاہ سب رجسٹرار بٹالہ

اعلان نکاح

اس بارہ میں معزز بدر کے الفاظ پڑھیے۔ لکھتے ہیں:

مبارک

۱۷ر فروری ۱۹۰۸ء بروز سہ شنبہ (سہ شنبہ معلوم ہوتا ہے سہواً مرقوم ہوا یہ دوشنبہ کا دن تھا) بعد از نماز عصر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی صاحبزادی مبارکہ بیگم کا عقد نکاح حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے ساتھ ہوا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے خطبہ پڑھا جس میں آپ نے اول عربی زبان میں حمد الٰہی کے

بعد چند آیات قرآنی پڑھیں اور پھر عربی زبان کی ضرورت اور خوبیوں پر مختصر ریمارکس کرتے ہوئے عربی عبارت کی تفسیر اور تشریح کی اور نکاح کی ضرورت اور اس کے فوائد پر بحث کی......اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے اس تعلق کو جانبین کے واسطے اپنی رحمتوں اور برکتوں کا موجب کرے۔آمین [۱۶۸] ☆

☆ ہم ذیل میں اس مبارک نکاح کا خطبہ درج کرتے ہیں۔

''خطبہ نکاح جو حضرت حکیم الامتہ نے صاحبزادی صاحبہ مبارکہ بیگم کے نکاح کی تقریب پر ۱۷فروری ۱۹۰۸ء کو ۵۶ ؍ہزار مہر پر نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ سے ہوا مسجد اقصیٰ میں پڑھا۔ ''ایڈیٹر''

خطبہ نکاح

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسناو من سيّات اعمالنامن يهده الله فلا مضّل له ومن يُضلله فلا هادى له واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له و اشهد ان محمداًعبده ورسوله امابعد اعوذُبالله من الشيطان الرّحيم'' [۱۶۹]

بسم الله الرحمن الرحيم (خطبہ مسنونہ کی آیات پڑھیں) نکاح نام ہے اس تقریب کا جب کسی عورت یا لڑکی کا کسی مرد کے ساتھ رشتہ یا عقد کیا جاتا ہے اس میں اوّلاً اللہ تعالےٰ کی رضامندی دیکھ لی جاتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے یا نہیں؟ پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضابطہ اور عملدرآمد کے موافق ہے یا نہیں؟ پھر لڑکیوں کے ولی کی رضامندی ضروری ہے اگر ولی رضامند نہ ہوں اور پھر کوئی نکاح ہو تو ایسے نکاح بدیوں میں مل جاتے ہیں اور ان کے نتائج خراب اور ناگوار ہوتے ہیں ایسا ہی لڑکیوں اور لڑکوں کی رضامندی بھی ضروری ہے ان پانچ رضامندیوں کے بعد گویا نکاح ہوتا ہے،اور اگر ان میں کسی ایک کی بھی رضامندی اور مخالفت ہو تو پھر اس میں مشکلات پیدا ہوتے ہیں۔یہ پانچ رضامندیاں کیا ہیں حق سبحانہ اللہ تعالیٰ کی اجازت (یعنی ان رشتوں میں نہ ہو جن کی ممانعت کی گئی ہے) آپ کے مہبط وحی جناب محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا عملدرآمد ولیوں اور طرفین کی رضامندی کے بعد جب ایک فریق منظور کرتا ہے اور دوسرا اس کو قبول کرتا ہے تو یہ نکاح ہوتا ہے۔

قسم قسم کی بدیوں اور شرارتوں کو روکنے کے لئے اعلان اور خطبہ نکاح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی

اسی طرح دوسری جگہ مرقوم ہے۔

مبارک

گذشتہ ہفتہ میں مختصراً نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کا نکاح صاحب زادی مبارکہ بیگم کے

بقیہ حاشیہ:- اعلان نکاح میں دوست دوشمن کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے جہاں ایک دوسرے کی غلطیوں سے آگاہی ہو جاتی ہے وہاں وراثتوں اور جائدادوں کے جھگڑوں میں کوئی دقت پیدا نہیں ہوتی اور خطبہ کے کئی اغراض ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ عربی زبان کی حفاظت۔ سو یہ زبان ایسی زبان ہے جس کے ساتھ دین رسول اور قوم رسول کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کی کتاب اسی زبان میں ہے اس کتاب کی حفاظت کے مختلف سامان اور ذریعے ہیں ان میں ایک اس زبان کی حفاظت بھی ہے اس لئے اس کو مسلمانوں کے لئے تمام عظیم الشان کاموں سے تعلق ہے ان کے دینی عظیم الشان کام نماز، اقرار باللسان، حج، روزہ زکوٰۃ ہے۔ سوشل معاملات میں نکاح سب سے بڑا کام ہے تمدنی امور میں تجارت زراعت بھی اعلیٰ کام ہیں، ان سب امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین، تبع تابعین ائمہ دین، اولیاء امت سلف صالحین اور حضرت امام الزماں نے کچھ نہ کچھ الفاظ عربی زبان کے لازمی قرار دئے ہیں۔ مثلاً اقرار باللسان میں **لا الہ الا للہ وحدہ لا شریک لہ و اشھدُ ان مُحمدًا عبدہ و رسولہ** امام صاحب جب بیعت لیتے ہیں تو بہت سے عربی الفاظ بیان فرماتے ہیں اور معاہدہ لیتے ہیں۔ عربی کے الفاظ کی سنت متوارثہ مجدد الوقت نے بیعت کے الفاظ اور معاہدات میں لازم رکھا ہے۔ عورتوں کی بیعت میں بھی میں نے سنا ہے ایسا ہی کرتے ہیں اور مردوں کی بیعت میں تو دیکھا ہے۔ اقرار باللسان کے بعد اعلیٰ شان کی چیز نماز ہے۔ اگر کسی نے ضائع کی تو اس نے اپنا دین ضائع کیا اور سچ تو یہ ہے کہ کفر اور اسلام کا تفرقہ اسی میں واقع ہوا ہے۔ اس کا سارا ہی حصہ دیکھ لو۔ سوائے اس حصہ کے جو انسانی ضرورتوں حاجتوں اور مشکلات کے لئے دعاؤں کا ہے اس کے لئے امام نے اجازت دی ہے کہ اپنی زبان میں دعائیں مانگ لو اور اس سے پہلے امام ابو حنیفہ نے بھی اجازت دی ہے مگر پھر بھی اگر چہ ضرورتاً اپنی زبان میں دعاؤں کی اجازت تو دی ہے لیکن مسنون دعاؤں کے ساتھ عربی کو ضائع نہیں کیا۔ یہ اجازت نہیں دی کہ نماز اپنی زبان میں پڑھو ایسا ہی حج میں **لبّیک اللّھم لبّیک لاشریک لک** وغیرہ کلمات عربی زبان میں ہیں جمعہ کے خطبے۔ عیدین کے خطبے تم نے سُنے ہیں ایک حصہ عربی میں ہوتا ہے اسی طرح روزہ کے متعلق جو دعائیں ہیں وہ عربی میں ہیں۔ اسی طرح ہر ایک کام میں یہاں تک کہ بول و براز کے

ساتھ ۱۷ فروری کو ہونا ذکر کیا گیا تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے خطبہ نکاح میں کیا خوب فرمایا تھا

بقیہ حاشیہ:- وقت کے لئے بھی ایک حصہ عربی کا رکھا ہے۔ ایسا ہی خطبہ نکاح جو جوانوں بڈھوں کے لئے لازمی ہے اس میں عربی کا ایک حصہ رکھا ہے۔ بنوامیّہ نے عربی زبان کی وسعت اور حفاظت میں بڑی کوشش کی کہ انہوں نے اپنی سلطنت میں اس کو مادری زبان بنا دیا۔ یہاں تک کہ الجزائر۔ مارکش فارمس میں اس کو مادری زبان ہی بنا دیا۔ مشرق میں البتہ یہ دقّت رہی کہ درباری زبان (فارسی) کو بڑھاتے بڑھاتے اصل زبان کا درس تدریس مشرق سے مفقود ہو گیا۔ میں نے بارہا کوشش کی ہے کہ اگر عام مسلمان اور خاص کر ہمارے امام کی جماعت روزمرّہ کے کاموں کے الفاظ کو یاد کر لے تو اسے قرآن شریف کا ایک حصہ یاد ہو جاوے لیکن افسوس سے کہا جاتا ہے کہ اس طرف بہت کم توجہ ہے اور جو یہاں رہتے ہیں وہ بھی پوری توجہ نہیں کرتے لغات القرآن جو یہاں چھپی ہے ایک مفید اور عمدہ کتاب ہے جو بڑی محنت سے لکھی گئی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ حضرت امام نے بھی اس کی تعریف کی ہے لیکن اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی اس کتاب سے فائدہ اٹھایا جاوے تو قرآن شریف میں سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے غرض قرآن مجید کی حفاظت کا ایک ذریعہ عربی زبان کی حفاظت بھی ہے۔ اور اس طرف مسلمانوں کو توجہ کرنی چاہئے اور خصوصاً ہماری جماعت کو بہت متوجہ ہونا چاہئے۔

میں نے اس نکاح کی تقریب پر اسی سنت متوارثہ پر عمل کرنے کے لئے عربی زبان میں خطبہ پڑھا ہے۔ مگر طرفین ہی ایسے ہیں کہ نہ خطبہ سننے کی ضرورت نہ کہنے کا موقعہ ایک طرف حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ان کو ہم سنانے نہیں آئے بلکہ ان سے سننے آئے ہیں پس اگر میں تصریح کروں تو میرا نفس مجھے ملامت کرتا ہے آج جو کچھ میں عرض کروں گا یا کہا ہے یہ محض حضرت امام کے حکم کی تعمیل ہے۔ عربی زبان کی تائید میں اس لئے کہا ہے اس متوارث سنت کو تمہارے کانوں تک پہنچاؤں جس سے رسول کی زبان محفوظ رہے اور تم قرآن کریم کی ارفع اطیب زبان میں ترقی کرو۔ اب اس کے بعد میں ان آسان کلمات کا آسان ترجمہ سناتا ہوں جو ابھی میں نے پڑھے ہیں۔

اللہ جل شانہ چونکہ ربّ ہے بے مانگے اس نے نعمتیں دی ہیں اور پھر مقدرت قوت اور استطاعت بھی اس نے دی ہے اور اس امکان سے جو یُـمَکِّنَنَّ میں وعدہ دیا ہے۔ اس قدرت سے جو پاک نتیجے مترتب ہوں اس کے فضل سے ہوتے ہیں ہاں اسی کے فضل سے ہوتے ہیں اس کی ربوبیت عامہ۔ رحم۔ فضل وسیع اور بلا مبادلہ ہے اور وہ رحم جو بالمبادلہ ہے وہ مالکیت چاہتی ہے۔ ان سب نوازشوں اور مہربانیوں پر نگاہ کر کے بے اختیار دل سے نکلتا ہے۔ الحمد اللہ۔ یعنی سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ مومن تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہے

کہ ایک وقت تھا جب کہ حضرت نواب صاحب موصوف کے ایک مورث اعلیٰ صدر جہاں کو ایک بادشاہ نے

بقیہ حاشیہ:- کیا بلحاظ اس کے کہ اس کو پیدا کیا ہے اور یہ ایک عظیم الشان انعام انسان پر ہے کیونکہ ساری خوشیاں اور خوش حالیاں اس کے بعد ملتی ہیں کہ پیدا ہو۔ پھر پیدا بھی اپنے رب کے ہاتھ سے ہوا جو بتدریج کمال تک پہنچاتا ہے۔ چونکہ وہ فی الواقع حمد کا مستحق ہے اس لئے ہم بھی نحمدہ کہتے ہیں یعنی ہم بھی ایسے رب کی حمد میں دلی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ بہت سے وجوہات ہیں جو ہم پر فضل الٰہی کا فرض ٹھہراتے ہیں منجملہ جناب الٰہی کی حمدوں کے یہ ہے کہ انسان کا حوصلہ ایسا وسیع نہیں کہ وہ ساری دنیا سے تعلق رکھے اور محبت کر سکے۔ نبیوں اور رسولوں کو بھی جب تباہ کار سیاہ روزگار شریروں نے دکھ دیا تو آخر ان میں سے ایک بول اٹھا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ [۷۰] فی الحقیقت ان پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ شریر نفوس کی حیاتی بھی پسند نہیں کرتے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کا اتنا حوصلہ کہاں ہو سکتا ہے کہ سارے جہان سے اس کا مخلصانہ تعلق ہو پس اس سلسلہ کو وسیع کرنے کے باوجود محدود کرنے کے لئے نکاح کا ایک طریق ہے جس سے ایک خاندان اور قوم میں ان تعلقات کی بناء پر رشتہ اخلاص اور محبت پیدا ہوتا ہے نکاح میں جو تعلق خسر کو داماد سے ہوتا ہے۔ یا فرزندانہ تعلقات داماد کو خسر سے ہوتے ہیں۔ وہ دوسرے کو نہیں ہوتے۔ یہ سچی بات ہے کہ...... وہ تعلق جو صُلبی اولاد اور داماد کے ساتھ ہو سکتا ہے اس میں سارا جہان کبھی شریک نہیں ہو سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے شعوب اور قبائل بنائے ہیں اور قوم درقوم بنا کر محبت کے تعلق اور سلسلہ کو وسیع کر دیا ہے اسی لئے جو لوگ نکاح نہیں کرتے احادیث میں ان کو بطّال کہا گیا ہے کیونکہ ان کے تعلقات نوع انسان کے ساتھ سچے نہیں ہو سکتے۔ مگر جن کے تعلقات سچے اور اسلام پر مبنی ہیں وہ جانتے ہیں کہ رشتہ کے سبب سے مخفی در مخفی محبت کا تعلق بڑھتا جاتا ہے اور پھر اولاد کی وجہ سے یہ تعلقات اور بھی بڑھتے ہیں اور اس طرح پر یہ دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے ایسا ہی رنج مصیبت میں یار غم گسار اور ایسے احباب کی ضرورت ہے جو اس میں شریک ہو کر اسے کم کریں ان صورتوں میں اس قسم کے تعلقات اور روابط مفید ہیں۔ ان ساری باتوں پر جب ہم غور کرتے ہیں تو پھر بے اختیار نحمدہ کہتے ہیں۔ اس حمد کے بھی مختلف رنگ ہیں یہاں ہی دیکھو کہ کچھ لڑکے ہیں وہ صرف اسی لئے جمع ہوئے ہیں کہ کچھ چھوہارے ملیں گے۔ ان کا الحمد اپنے ہی رنگ کا ہے۔ یہ بھی ایک مرتبہ ہے اور عوام اور بچوں کا یہیں تک علم ہے ایک وہ ہیں جنھوں نے الحمد ہی سے نبوتوں کو ثابت کیا اور مذاہب باطلہ کا رد کیا ہے۔ تین مرتبہ میں نے حضرت صاحب کی تفسیر الحمد پڑھی ہے ایک براہین میں اور پھر کرامات میں اور پھر اعجاز المسیح میں۔ اسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ الحمد کا اعلیٰ مقام وہ ہے جہاں یہ پہنچے ہیں۔ یہ بھی الحمد کے ایک معنٰی ہیں اور ایک متوسط لوگ

اپنی لڑکی نکاح میں دی تھی اور وہ بزرگ بہت ہی خوش قسمت تھا مگر ہمارے دوست نواب محمد علی خان صاحب اس سے زیادہ خوش قسمت ہیں کہ اُن کے نکاح میں ایک نبی اللہ کی لڑکی آئی ہے۔نواب صاحب موصوف کے

بقیہ حاشیہ:- ہیں میں بھی ان ہی میں ہوں یہ اپنے رنگ میں الحمد کے معنے سمجھتے ہیں اوران کی حمد اپنے رنگ کی ہے۔ یہاں ناطے رشتے ہوتے ہیں اوران تقریبوں پر مجھے حضرت امام کے حکم سے موقعہ ملتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں اس لئے میں اس فضل پر ہی حمد الٰہی کرتا ہوں۔ میں یوں تو عجیب عجیب رنگوں میں حمد کرتا ہوں مگراس وقت کے حسب حال یہی وجہ ہے جو میں نے بیان کی ہے اور یہ معمولی فضل نہیں ہے مگر یہ توفیق اور فضل اللہ ہی کی مدد سے ملتا ہے۔اس لئے نَسۡتَعِیۡنُہٗ ہم اسی کی مدد چاہتے ہیں خدا تعالےٰ کی مدد بھی شامل حال ہوتو بات بنتی ہے۔ورنہ واعظ میں ریا۔سمعت۔دنیا طلبی پیدا ہوسکتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر عاجز مخلوق کو اپنا معبود اور محبوب بنالیتا ہے جب اس کے دل میں مخلوق سے اپنے کلام اور وعظ کی داد کی خواہش پیدا ہو۔واعظ کے لئے یہ امر سخت مہلک ہے۔پس میں خدا کی حمد کرتا ہوں اور اسی کے فضل سے حمد کرتا ہوں کہ اس نے محض اپنے فضل ہاں اپنے فضل ہی سے مجھے مخلوق سے مستغنی کر دیا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی مدد کب ملتی ہے۔یہ مدد اُسی وقت ملتی ہے۔جب انسان میں بدی نہ ہو۔بدکار ایک وقت نیکی بھی کرسکتا ہے مگر نیکی اور بدی کے میزان اور ہر ایک کی کثرت اور قلّت اسے نیک یا بد ٹھہراتی ہے۔نیکیاں بہت ہوں تو نیک اور بدیاں زیادہ ہوں تو بدکار کہلاتا ہے بدی چونکہ بدی ہے اور درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اس لئے جب حمد الٰہی کی توفیق اور جوش پیدا نہ ہو یا اللہ تعالےٰ کی مدد اور نصرت نہ ملے تو ایسی حالت میں ڈرنا چاہئے۔اور سمجھ لینا چاہئے کہ بدیاں بڑھ گئی ہیں۔اس کا علاج کرنا چاہئے اور وہ علاج کیا ہے استغفار۔اس لئے فرمایا نستغفرہ۔

اللہ تعالیٰ کے وسیع قانون اور زبردست حکم اس قسم کے ہیں کہ انسان بعض بدیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے بڑے بڑے فضلوں سے محروم رہ جاتا ہے۔جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کیکسی حکم اور قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ غلطی اور کمزوری اس کی راہ میں روک ہو جاتی ہے اور یہ عظیم الشان فضل اور انعام سے محروم کیا جاتا ہے۔اس لئے اس محرومی سے بچانے کے لئے یہ تعلیم دی کہ استغفار کرو۔استغفار انبیاء علیہم السلام کا اجماعی مسئلہ ہے۔ہر نبی کی تعلیم کے ساتھ اَسۡتَغۡفِرُوا رَبَّکُم ثُمّ تُوبُوا اِلیه ۔[171] رکھا ہے ہمارے امام کی تعلیمات میں جو ہم نے پڑھی ہیں استغفار کو اصل علاج رکھا ہے۔استغفار کیا ہے؟ پچھلی کمزوریوں کو جوخواہ عمدًا ہوں یا سہوًا غرض مَاقَدَّمَ وَمَا أَخَّرَ جو نہ کرنے کا کام آگے گیا۔اور جو نیک کام کرنے سے رہ گیا ہے۔اپنی تمام

خاندان میں حق مہر کے متعلق دستور ہوتا ہے کہ کئی کئی لاکھ روپے مقرر کیا جاتا ہے اور انہوں نے اپنی قومی رسم کے مطابق اب بھی یہی کیا تھا مگر حضرت اقدس نے پسند نہ فرمایا تاہم نواب صاحب کی وجاہت کے لحاظ سے چھپّن

بقیہ حاشیہ:- کمزوریوں اور اللہ تعالےٰ کی ساری رضامندیوں کو ماأَعْلَمُ وَمَالاأَعْلَمُ کے نیچے رکھ کر اور آئندہ کے لئے غلط کاریوں کے بدنتائج اور بداثر سے مجھے محفوظ رکھ اور آئندہ کے لئے ان بدیوں کے جوش سے محفوظ فرما۔ یہ ہیں مختصر معنی استغفار کے پھر ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ حضرت امام نے اس زمانہ کو امن کے لحاظ سے نوحؑ کا زمانہ کہا ہے۔ حضرت نوحؑ نے جب اپنی قوم کو وعظ کیا اور خدا تعالےٰ کا پیغام اسے پہنچایا تو کیا کہا اَسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ لا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ لا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۔[۴۲] استغفار کے برکات اور نتائج ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام نے انسانی ضروریات کی جہت سے بیان فرمائے ہیں غور کر کے دیکھ لو کہ انسان کو ان ہی چیزوں کی ضرورت دنیا میں نہیں ہے؟ پھر ان کے حصول کا علاج استغفار ہے۔ امن کے زمانہ میں چیزوں میں گرانی ہوتی ہے اور یہ امن کے لئے لازمی امر ہے۔ نادان کہتا ہے ایک وقت روپیہ کا من بھر گیہوں ہوتا تھا اور پانچ سیر گھی۔ مگر وہ نہیں سمجھتا کہ وہ زمانہ امن کا نہ تھا۔ اس لئے تبادلہ تجارت کے لئے لوگ گھر سے مال نکال نہ سکتے تھے۔ اور جب امن ہوتا ہے تو تبادلہ اشیاء کی وجہ سے اموال بڑھ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی فضولیاں بھی بڑھتی ہیں۔ غرض استغفار ایسی چیز ہے جو انسان کی تمام مشکلات کے حل کے لئے بطور کلید ہے اس لئے خدا تعالیٰ کی حمد اور اس کی استعانت کے لئے استغفار کرو۔ مگر استغفار بھی اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالےٰ پر ایمان ہو اس لئے فرمایا ونومن به اور ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ جمیع صفات کاملہ سے موصوف اور تمام بدیوں سے منزہ ہے وہ اپنی ذات میں اپنے صفات میں اسماء اور محامد اور افعال میں وحدہٗ لاشریک ہے وہ اپنی ذات میں یکتا ہے۔ صفات میں بے ہمتا اور افعال میں لیس کمثله شی اور بے نظیر ہے اور اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی رضامندی اور نارضامندی کی راہوں کو ظاہر کرتا رہا ہے اور ملائکہ کے ذریعہ اپنا کلام پاک اپنے نبیوں اور رسولوں کو پہنچاتا رہا ہے۔ اور اس کی بھیجی ہوئی کتابوں میں آخری کتاب قرآن شریف ہے جس کا نام فضل۔ شفاء۔ رحمت اور نور ہے اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم النبیین ہیں اور اب کوئی نبی اور رسول آپ کے سوا نہیں ہوسکتا اس وقت بھی جو آیا وہ آپ کا غلام ہو کر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا یہ خلاصہ ہے۔ ایمان باللہ جب کامل ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ ہو اس لئے یہ تعلیم دی ونتوکل علیه اور ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور تَوَکُّلْ کرتے ہیں توکل سے یہ مطلب ہے کہ ہم میں یہ بات پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں جس مطلب اور غرض کے لئے بنائی ہیں وہ اپنے نتائج اور ثمرات اپنے ساتھ ضرور رکھتی ہیں

ہزارروپیہ حق مہر موجل مقرر ہوا (نوٹ حضرت اقدسؑ اورنواب صاحبؓ کی خط وکتابت کے پیش نظر بدر کا مہر کے متعلق بیان کسی غلطی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت نواب صاحبؓ

بقیہ حاشیہ:- اس لئے اس پر ایمان ہونا چاہئے کہ لَابُدَّ ایمان کے ثمرات اور نتائج ضرور حاصل ہوں گے اور کفر اپنے بدنتائج دیئے بغیر نہ رہے گا۔ انسان بڑی غلطی اور دھوکا کھاتا ہے جب وہ اس اصل کو بھول جاتا ہے۔ اعمال اور اس کے نتائج کو ہرگز ہرگز بھولنا نہیں چاہئے۔ سعی اور کوشش کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ یہ سب کچھ بھی ہو۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں پر پوری اطلاع نہیں رکھتا اور اندرونی بدیوں میں ایسا مبتلا ہو جاتا ہے جو خبط اعمال ہو جاتا ہے اور اصل مقصد سے دور جا پڑتا ہے۔ شیطان انسان کو عجیب عجیب راہوں سے گمراہ کرتا ہے اور نفس ایسے دھوکے دیتا ہے اس لئے یہ تعلیم دی نَعُوْذُ بِااللهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ بڑی پناہ اور معاذ اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ ہے جو ساری قوتوں اور قدرتوں کا مالک ہے اور ہر نقص سے پاک ہے اور ہر کامل صفت سے موصوف ہے کس بات سے پناہ چاہتے ہیں مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا انسان کی اندرونی بدیاں اور شرارتیں اس کو ہلاک کر دیتی ہیں مثلاً شہوت کے مقابلہ میں زیر ہو جاتا ہے اور ترک عفت کرتا ہے۔ بدنظری اور بدکاری کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ حلم کو چھوڑتا اور غضب کو اختیار کرتا ہے وہ اور کبھی قناعت کو جو سچی خوش حالی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ چھوڑ کر حرص و طمع کا پابند ہوتا ہے غرض یہ نفس کا شر عجیب قسم کا شر ہے اس کے پنجہ میں گرفتار ہو کر انسان بدی کو نیکی اور نیکی کو بدی بنالیتا ہے اور ہر شخص کو اس کے حسب حال دھوکا دیتا ہے مولویوں کو ان کے رنگ میں اور میرے جیسے انسان کو اپنے رنگ میں۔ غرض عجیب عجیب امتحان ہوتے ہیں۔ تعوذ ایسا ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو تعوذ پر ختم فرمایا ہے اس لئے کبھی اس سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

نفس کا شر اور اعمال کا شر اس کے بدنتائج ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں انسان نہ آ جاوے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور پھر کوئی اسے بامراد نہیں کر سکتا۔ اور نہ بچا سکتا ہے اور اسی طرح اخلاص اور نیکی کے ثمرات نیک ہوتے ہیں ایسے شخص کو جب وہ اللہ تعالےٰ کی پناہ میں آ جاتا ہے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔ اس لئے فرمایا **من يهدى الله فلا مضل له وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فلا ها دى له** ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے **ونشهد ان محمداً عبدُه ورسوله** یہ خلاصہ اور اصل عظیم الشان اصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اپنا معبود، محبوب اور مطاع نہ بناؤ اور زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں غرض کل جوارح اور عضاء اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں لگے ہوئے ہوں کوئی خوف اور امید مخلوق سے نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ کے فرماں بردار بنیں اور اس کے حکم کے مقابل کسی اور حکم کی پروا نہ کریں فرماں برداری کا اثر

بتاتے تھے کہ جب حضرت اقدسؑ نے دوسالہ آمدنی کی جمع ۵۶ ہزارروپیہ تمہارا مہر مقرر فرمایا تو اس وقت میری آمدنی کم تھی مگر میں خاموش ہورہا اور حضرت کے اندازے کی تردید مناسب نہ سمجھی لیکن اس سال کے اندر ایک ورثہ کے شامل ہوجانے سے ٹھیک اتنی ہی آمد ہوگئی جس کا دوسالہ حساب ۵۶ ہزار بنتا تھا۔کئی بار مجھ سے اس

بقیہ حاشیہ:- اورامتحان مقابلہ کے وقت ہوتا ہے۔ایک طرف قوم اور رسم ورواج بلاتا ہے دوسری طرف خداتعالیٰ کا حکم ہے۔اگر قوم اور رسم ورواج کی پروا کرتا ہے تو پھر اس کا بندہ ہے اور اگر خداتعالیٰ کی فرماں برداری کرتا ہے اور کسی بات کی پروانہیں کرتا تو پھر خدا تعالےٰ پر سچا ایمان رکھتا ہے اور اس کا فرماں بردار ہے اور یہی عبودیت ہے قرآن مجید نے اسلام کی یہی تعریف کی ہے۔مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ ۔[۷۳] سچی فرماں برداری یہی ہے کہ انسان کا اپنا کچھ نہ رہے۔اس کی آرزوئیں اور امیدیں اس کے خیالات اور افعال سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور فرماں برداری کے نیچے ہوں۔میرا اپنا تو یہ ایمان ہے کہ اس کا کھانا پینا۔ چلنا پھرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہوتو مسلمان اور بندہ بنتا ہے۔خداتعالیٰ کے فرماں برداراوررضامندی کی راہوں کو بتانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ ہر شخص کو مکالمۂ الہیّہ کے ذریعہ الٰہی رضامندی کی خبر نہیں ہوتی۔اگر کسی کو ہو بھی تو اس کی وہ حفاظت اور شان نہیں ہوتی جو خدا تعالےٰ کے ماموروں اور مرسلوں کی وحی میں ہوتی ہے اور خصوصاً سرورانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ جس کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہزاروں ہزار ملائکہ حفاظت کے لئے ہوتے ہیں۔اس لئے کامل نمونہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور وہی مقتدا اور مطاع ہیں۔

پس ہر ایک نیکی تب ہی ہوسکتی ہے کہ جب وہ اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہو۔اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نیچے ہو۔اس کے بعد میں نے کچھ آیتیں پڑھی ہیں۔ان میں عام لوگوں کو نصیحت ہے کہ نکاح کیوں ہوتے ہیں۔اور نکاح کرنے والوں کو کن امور کا لحاظ رکھنا چاہئے۔مخلوق کو اللہ تعالےٰ نے معدوم سے بنایا ہے اور یہ شان ربوبیت ہے۔نکاح میں ربوبیت کا ایک مظہر ہے۔اس لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۔[۷۴] یہ ایک سورۃ کا ابتدا ہے اس سورۃ میں معاشرت کے اصولوں اور میاں بیوی کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔یہ آیتیں نکاح کے خطبوں میں پڑھی جاتی ہیں اور غرض یہی ہوتی ہے کہ تا ان حقوق کو مدنظر رکھا جاوے۔اس سورۃ کو اللہ تعالیٰ نے یاایھا الناس سے شروع فرمایا ہے۔ الناس جو انس سے تعلق رکھتا ہے تو میاں بیوی کا تعلق اور نکاح کا تعلق بھی ایک انس ہی کو چاہتا ہے تاکہ دو اجنبی وجود متحد فی الارادۃ ہوجائیں غرض فرمایا لوگو! تقویٰ اختیار کرو۔اپنے رب سے ڈرو۔وہ ربّ جس نے تم کو ایک جی سے بنایا۔اور اسی جنس سے تمہاری بیوی بنائی اور پھر دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

واقعہ کا ذکر کیا۔اس کے بعد ان کی آمد سالانہ اور زیادہ ہوگئی تھی قریباً ۳۷ ہزار سالانہ''۔) جس پر ایجاب وقبول مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ یہ تعلق نواب صاحب کے واسطے بہت ہی خوش قسمتی کا موجب ہوا۔اس تعلق سے

بقیہ حاشیہ:- خلق منها زوجها سے یہ مراد ہے کہ اسی جنس کی بیوی بنائی اس آیت میں اتقوا ربکم جو فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی اصل غرض تقویٰ ہونی چاہئے اور قرآن مجید سے یہی بات ثابت ہے۔نکاح تو اس لئے ہے کہ انسان احصان اور عفت کے برکات کو حاصل کرے۔مگر عام طور پر لوگ اس غرض کو مدّ نظر نہیں رکھتے بلکہ وہ دولت مندی حسن و جمال اور جاہ وجلال کو دیکھتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیک بذات الدین بہت سے لوگ خط وخال میں محو ہوتے ہیں جن میں جلد تر تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ڈاکٹروں کے قول کے موافق تو سات سال کے بعد وہ گوشت پوست ہی نہیں رہتا۔مگر عام طور پر لوگ جانتے ہیں کہ عمر اور حوادث کے تحت خط وخال میں تغیر ہوتا رہتا ہے اس لئے یہ چیز نہیں جس پر انسان محو ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی اصل غرض تقویٰ بیان فرمائی دیندار ماں باپ کی اولاد ہو، دیندار ہو۔ پس تقویٰ کرو۔اور رحم کے فرائض کو پورا کرو میں تمہارے لئے نصیحتیں کرتا ہوں۔ یہ تعلق بڑی ذمہ داری کا تعلق ہے میں نے دیکھا ہے بہت سے نکاح جو اغراض حُبّ پر ہوتے ہیں ان سے جو اولاد ہوتی ہے وہ ایسی نہیں ہوتی جو اس کی روح اور زندگی کو بہشت کر کے دکھائے ان ساری خوشیوں کے حصول کی جڑ تقویٰ ہے اور تقوی کے لئے یہ گُر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے رقیب ہونے پر ایمان ہو چنانچہ فرمایا ان الله کان علیکم رقیباً ۔ جب تم یہ یاد رکھو گے کہ اللہ تعالے تمہارے حال کا نگران ہے تو ہر قسم کی بے حیائی اور بدکاری کی رہ سے جو تقویٰ سے دور پھینک دیتی ہے بچو گے۔

دوسری آیت یہ ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۔[۱۷۵] اس میں بھی اللہ تعالیٰ تقویٰ کی ہدایت فرماتا ہے اور ساتھ ہی حکم دیتا ہے کہ پکی بات کہو۔انسان کی بات بھی ایک عجیب چیز ہے جو گاہے مومن اور گاہے کافر بنا دیتی ہے۔معتبر بھی بنا دیتی ہے اور بے اعتبار بھی کر دیتی ہے اس لئے حکم ہوتا ہے کہ اپنے قول کو مضبوطی سے نکالو۔خصوصاً نکاحوں کے معاملہ میں۔اس معاملہ میں پوری سوچ بچار اور استخاروں سے کام لو اور پھر مضبوطی سے اُسے عمل میں لاؤ۔جب تم پوری کوشش کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ [۱۷۶] تمہارے سارے کام اصلاح پذیر ہو جائیں گے۔تمہاری غلطی کو جناب الٰہی معاف کر دیں گے۔کیونکہ جب تقویٰ ہو تو اعمال کی اصلاح کا ذمہ دار اللہ تعالے ہو جاتا ہے اور اگر نافرمانی ہو جائے تو وہ معاف کر دیتا ہے ان معاملات نکاح میں عجیب در عجیب کہانیاں سنائی جاتی ہیں۔اور دھوکہ دیا جاتا ہے۔خدا تعالیٰ کا ہی

نواب صاحب موصوف خدا تعالیٰ کے مسیح کی دعاؤں سے بیش از پیش فیض اٹھائیں گے اور خدا تعالیٰ کے ان انعام و اکرام سے حصہ لیں گے۔ جو مبارکہ بیگم کی ذات بابرکات کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے موعود مامور کے ذریعے وعدہ فرمائے ہوئے ہیں کیونکہ مبارکہ بیگم کے واسطے بہت سے ایسے الہام ہوئے تھے جو اخباروں

بقیہ حاشیہ:- فضل ہو تو کچھ آرام ملتا ہے ورنہ چالاکی سے کام کیا ہو اور دنیا میں بہشت نہ ہو۔ پھر فرمایا بہت لوگ پاس ہونے کے لئے تڑپتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ اصل بات تو یہ ہے کہ جو اللہ اور رسول کا مطیع ہوتا ہے وہ ہی حقیقی بامراد ہوتا اور یہی حقیقی پاس ہے۔

پھر اس معاملہ میں تیسری آیت یہ ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [۱۷] اس تیسری آیت میں بھی تقویٰ کی تاکید ہے کہ تقویٰ اللہ اختیار کرو اور ہر ایک جی کو چاہئے کہ بڑی توجہ سے دیکھ لے کہ کل کے لئے کیا کیا۔ جو کام ہم کرتے ہیں ان کے نتائج ہماری مقدرت سے باہر چلے جاتے ہیں اس لئے جو کام اللہ تعالےٰ کے لئے نہ ہوگا تو وہ سخت نقصان کا باعث ہوگا لیکن جو اللہ کے لئے ہے تو وہ ہمہ قدرت اور غیب دان خدا جو ہر قسم کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے اس کو مفید اور مثمر ثمرات حسنہ بنا دیتا ہے۔ یہ سب باتیں تقوےٰ سے حاصل ہوتی ہیں۔

اس وقت جو مجمع ہے مَیں اس کی خوشی کا اظہار کروں تو بعض نادان بدظنی کرینگے مگر بدظنیاں تو ہوتی ہی ہیں۔ مجھے ان کی پروا نہیں اور میں کسی رنگ میں مخلوق کی پروا کرنا اپنے ایمان کے خلاف یقین کرتا ہوں۔ یہ امر اخلاص اور اسلام کے خلاف ہے۔ پس میں صاف طور پر کہتا ہوں کہ اس تقریب کی وجہ سے مجھے بہت ہی خوشی ہے اور کئی رنگوں میں خوشی ہے۔ نواب محمد علی خاں میرے دوست ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ اس وجہ سے دوست ہے کہ وہ خاں صاحب یا نواب صاحب یا رئیس ہیں میں نے کسی دنیوی غرض کے لئے ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفہ کے لئے کبھی ان سے دوستی نہیں کی وہ خوب جانتے ہیں اور موجود ہیں مجھے ان کے ساتھ جس قدر محبت ہے محض خدا کے لئے ہے۔ کبھی بھی نہ ظاہری طور پر اور نہ باطنی طور پر ان کی محبت میں کوئی غرض نہیں آئی۔ ایک زمانہ ہوا میں نے ان سے معاہدہ کیا تھا۔ کہ آپ کے دکھ کو دکھ اور سکھ کو سکھ سمجھوں گا۔ اور اب تک کوئی غرض اس معاہدے کے متعلق میرے واہمہ میں نہیں گذری۔ ان کا یہ رشتہ کا تعلق حضرت امام علیہ السلام سے ہوتا ہے یہ سعادت اور فخر ان کی خوش قسمتی اور بیدار بختی کا موجب ہے ان کے ایک بزرگ تھے۔ شیخ صدر جہاں (علیہ الرحمتہ) ایک دنیا دار نے ان کو نیک سمجھ کر اپنی لڑکی دی تھی۔ مگر یہ خدا کے فضل کا نتیجہ ہے اور اس کی نکتہ نوازی ہے کہ آج محمد علی خاں کو سلطان دین نے اپنی لڑکی دی ہے یہ اس بزرگ مورث سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ یہ میرا علم میرا دین اور ایمان بتاتا ہے کہ وہ حضرت صدر جہاں سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔

میں شائع نہیں ہوئے ان میں سے صرف ۱۹۰۱ء میں ایک الہام اس بارے میں اخبار الحکم میں شایع ہوا تھا جب کہ مبارکہ بیگم کی عمر صرف چار برس کی تھی اور نواب محمد علی صاحب کی پہلی بیوی صحیح وسالم ان کے گھر میں آباد تھی اور وہ الہام یہ ہے ۔نواب مبارکہ بیگم ۔ یہ الہام دو الگ الگ فقرے ہیں ۔ایک (نواب) دوسرا فقرہ (مبارکہ بیگم) اس الہام میں دونوں فقروں کو ایک جگہ بالمقابل لکھ کر یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ مبارکہ بیگم نوابی خاندان میں بیاہی جائے گی ۔اس الہام کو شایع کئے چار برس ہو گئے اور یہ پیشگوئی نہایت صاف اور واضح ہے اور دونوں نام بالمقابل بیان کرنے سے جو اشارہ کیا گیا ہے وہ ایسا اشارہ ہے جو اس سے بڑھ کر باوجود اجمال

بقیہ حاشیہ:- میں نہیں جانتا کہ میری کون قوم ہے ۔مگر میرا علم بتاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوں ۔حضرت عمر میرے جدّ امجد بڑے مہروں کو پسند نہیں کرتے تھے ۔مگر ایک مرتبہ جب ایک عورت نے کہا۔ قَنَاطِيْرُ الْمُقَنْطَرُ ةٌ بھی مہر ہو تو خدا نہیں روکتا تو عمر کون روکنے والا ہے ۔اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ عمر سے تو مدنیہ کی عورتیں بھی افقہ ہیں ۔پس ایک فاروقی کے منہ سے اس وقت ۵۶ ہزار کے مہر کو خفیف سمجھنا ضرور قابل غور ہے کیا میرے جیسے آدمی کا مہر اتنا باندھا جاسکتا ہے جس نے آیا تو کھالیا کپڑا مل گیا تو پہن لیا اس کا مہر تو اُسی حیثیت کا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ایک صحابی کو کہا کہ تیرے پاس کچھ ہے اس نے جواب دیا نہیں ۔پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا لوہے کی انگوٹھی ہی لے آ جب اس نے اس سے بھی انکار کیا اور کہا کہ صرف تہ بند ہے تو اس کا مہر بـما منک من القران فرمایا فقہاء نے اس پر اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تیری قرآن دانی کے بدلے اور بعض کہتے ہیں کہ قرآن کی تعلیم دینے کے لئے ۔ بہرحال مہروں کا اندازہ انسان کے حالات پر ہوتا ہے ۔چار سو درہم یا دو سو درہم یا پانچ سوٹکا سلطانی یہ کوئی شرعی حدود یا قیود نہیں ہیں پس جو لوگ کل کی بات کو غور سے سوچتے ہیں ان کو اور بھی مشکلات ہوتے ہیں ۔

بہرحال حضرت صاحب نے تمام امور کو مدّ نظر رکھ کر ۵۶ ہزار روپیہ مہر تجویز فرمایا ہے اور میری اپنی سمجھ میں یہ مہر ان حالات کے ماتحت جو خوانین کے ہاں پیش آتے ہیں ۔کچھ بھی نہیں اور بہت تھوڑی رقم ہے ۔تاہم حضرت صاحب نے بڑی رضامندی سے اس مہر پر مبارکہ بیگم کا نکاح کر دینا قبول فرمایا ۔اس سے یہ اجتہاد نہیں ہوسکتا کہ نور دین جیسے کا بھی یہی مہر ہو ۔مہر حالات کے لحاظ سے ہوتا ہے اس کے بعد ایجاب وقبول ہوا اور حضرت اقدسؑ نے دعا فرمائی''۔

نوٹ: یہ خطبہ الحکم جلد ۱۲ نمبر ۵ پرچہ ۲۶ فروری ۱۹۰۸ء میں درج ہے اور وہاں سے بدر جلد ۷ نمبر ۹ پرچہ ۵ / مارچ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔

کے طریق کے توضیح اور زیادہ نہیں ہوسکتا۔

مبارکہ بیگم کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ان الہامات کی طرف حضرت نے اپنی ایک نظم میں بھی اشارہ فرمایا تھا جو کہ ۱۹۰۱ء میں چھپی تھی ۔ چنانچہ ان میں سے چند اشعار اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

خدایا! اے میرے پیارے خدایا — یہ کیسے ہیں پ تیرے مجھ پر عطایا
کہ تو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا — کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کر آیا
بشیر احمد جسے تو نے پڑھایا — شفا دی آنکھ کو بینا بنا یا
شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا — کہ اس کو تو نے خود فرقاں سکھایا
یہ چھوٹی عمر پر جب آزمایا — کلام حق کو ہے فرفر سنایا
برس میں ساتویں جب پیر آیا — تو سر پر تاج قرآں کا سجایا
ترے احساں ہیں اے ربّ البرایا — مبارک کو بھی تو نے پھر جلایا
جب اپنے پاس اک لڑکا بُلایا — تو دے کر چار جلدی سے ہنسایا
غموں کا ایک دن اور چار شادی — **فسبحان الذی اخزی الاعادی**
اور ان کے ساتھ کی ہے ایک دختر — ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر
کلام اللہ کو پڑھتی ہے فر فر — خدا کا فضل اور رحمت سراسر
ہوا اک خواب میں مجھ پر یہ اظہر — کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزت کا پاوے وہ مقرر — یہی روز ازل سے ہے مقدر
خدا نے چار لڑکے اور یہ دختر — عطا کی پس یہ احساں ہے سراسر

اس تقریب سعید کی شمولیت کے لئے لاہور سے معزز دوست شیخ رحمت اللہ صاحب، خواجہ کمال دین صاحب، خلیفہ رجب الدین صاحب، میاں چراغ دین صاحب (ناظر محاسبہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ) ڈاکٹر حکیم نور محمد صاحب، حکیم محمد حسین صاحب قریشی ، بابو غلام محمد صاحب، مستری محمد موسیٰ صاحب وغیرہم بھی تشریف لائے تھے''۔[۱۴۸]

چونکہ جملہ امور تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ان کے اندراج میں کوئی حرج نہیں ۔ جیسا کہ خط و کتابت سے ظاہر ہے نکاح بالکل غیر متوقع طور پر اچانک ہوا اس لئے نواب صاحب کو تیاری کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے آپ نے پہلے زیورات مستعار حاصل کئے اور اپنی طرف سے تیار ہو گئے تو مستعار زیورات واپس کر دئے۔ زیورات کی تفصیل نواب صاحب کی نوشتہ درج ذیل کی جاتی ہے۔

’’فرد زیور جو مستعار لیا گیا

نتھ میر منصب علی صاحب لودیانہ یک۔ بذریعہ میر عنایت علی اہلکار	یہ سب زیور جن سے مستعار لیا تھا وہ سب ان کو دیا گیا
جلجل وضع عام ہندی برادر مرزا خدا بخش صاحب یک بذریعہ مرزا خدا بخش صاحب لاہور	۲۰؍جون ۱۹۰۸ء محمد علی خاں
پہنچیاں طلائی ایضاً ایضاً یک جوڑی	

مندرجہ بالا زیور حضرت اقدسؑ کے ہاں بھیجا گیا

نوٹ: اب حضرت اقدسؑ کی جانب بجائے ان زیورات کے (جو) نکاح کے وقت بھیجے گئے مندرجہ ذیل پانچ زیور ہیں جو محض ہمارے ہیں کسی سے مستعار لئے ہوئے نہیں۔

نتھ مرصع	جلجل ہندی مرصع	بازوبند سلمانی مرصع	کڑھ ساخت انگریزی مرصع
یک	یک	یک جوڑی	یک

انگشتری ساخت انگریزی مرضع

یک ۲۰؍جون ۱۹۰۸ء محمد علی خاں‘‘

اخراجات بر موقعہ نکاح

نکاح کے موقعہ پر حضرت نواب صاحبؓ کی طرف سے جو اخراجات ہوئے وہ آپ کی ایک یادداشت سے بعینہ درج ذیل ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے جو دیگر امراء کی طرح لغویات اور رسوم میں روپیہ ضائع کرنے کی بجائے اس موقعہ کے مناسب حال جو کچھ اخراجات کئے اس کے قریب قریب آپ نے صدقہ و خیرات۔ دعوت مساکین۔ امداد مستحقین۔ انعام ملازمین اور اشاعت اسلام کے لئے روپیہ خرچ کیا۔ اور ان مدّات میں صرف کثیر کا وصف ممتاز طور پر زندگی بھر آپ کے شامل حال رہا ہے۔ فرد اخراجات یوں ہے۔

’’فرد اخراجات بروز نکاح خاں صاحب محمد علی صاحب رئیس مالیر کوٹلہ

با دختر کلاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بروز دوشنبہ ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء

چھوہارے	۲۰ روپے	شیخ عبدالرحمٰن صاحب	۵ روپے
مٹھائی	۲۵ روپے	حاجی تفضّل حسین	۵ روپے
عطر	۲۲ روپے	شیرینی طلباء مدرسہ	۲۰ روپے
مہندی	۲ روپے	مساکین مدرسہ	۱۵ روپے
نقد جوڑا کے ساتھ اشرفیاں			
جو حضرت اقدسؑ کے ہاں بھیجا گیا	۷۵ روپے	مفت میگزین برائے ارسال بہ ممالک غیر	۲۰ روپے
ایضاً برائے جوتہ	۱۰ روپے		
ازاربند	۵ روپے	دین محمد بگّا	۲ روپے
انعام خادمان وخادمات حضرت اقدسؑ		مائی تابی	۲ روپے
شیخ عبدالرحیم صاحب	۱۵۰ روپے*	اخراجات رجسٹری مہرنامہ	۱۹ روپے
مرزا خدا بخش صاحب	۵۰ روپے	دعوت مساکین	۲۰ روپے ۱۵ آنے ۹ پائی
خیرات	۷۴ روپے	قیمت نتھ	۳۵۰ روپے

اس نسبت فرزندی پر نواب صاحب کا تشکر

زہے قسمت کہ اللہ تعالیٰ نے نواب صاحب کو خاص الخاص فضل سے نوازا اور حضرت مسیح زماں سے نسبت فرزندی عطا کی۔ نواب صاحب اس پر رب محسن و کریم کے حد درجہ شکر گزار تھے۔ چنانچہ آپ کے جذبات تشکّر و امتنان کا علم ہمیں آپ کی ڈائری اور ان خطوط سے ہوتا ہے جو اس موقعہ پر آپ نے اپنے اقارب کو ارسال کئے۔ ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں۔

☆ نوٹ: شیخ عبدالرحیم صاحب سے مراد مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم حال درویش ہیں اور انہیں اور مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب کو اس سے اتفاق ہے اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب سے مراد عبدالرحمٰن صاحب فرید آبادی مرحوم خادم اولاد نواب صاحب ہیں۔ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب کو اس سے اتفاق ہے۔ دونوں بزرگ بھائی صاحبان نکاح کی تقریب میں شامل تھے۔ مؤلف۔

’’فروری ۱۹۰۸ء ۱۷؍ پیر کا دن

الحمد للہ کہ آج وہ دن ہے جس روز میرا نکاح حضرت کی بڑی صاحبزادی مبارکہ بیگم صاحبہ سے بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں بالعوض ۵۶۰۰۰ روپیہ ہوگیا۔ یہ وہ فضل اور احسان اللہ تعالےٰ کا ہے کہ اگر میں اپنی پیشانی کو شکر کے سجدے کرتے کرتے گھسا دوں تو بھی خداوند کے شکر سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ میرے جیسا نابکار اور اس کے ساتھ یہ نور یہ خداوند تعالےٰ کا خاص رحم اور فضل ہے۔ اے خدا۔ اے میرے پیارے مولا جب تو نے اپنے مرسل کا مجھ کو داماد بنایا ہے اور اس کی لخت جگر سے میرا تعلق کیا ہے تو مجھ کو بھی نور بنا دے تا کہ اس کے قابل ہوسکوں‘‘۔

اقارب کے نام خطوط میں سے بطور نمونہ دو درج ذیل کئے جاتے ہیں جو آپ نے اپنے چھوٹے بھائی خان محمد ذوالفقار علی خاں صاحب کو تحریر کئے فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم | دارالامان قادیان
برادر عزیز سلمکم اللہ تعالیٰ | (۱۶؍ فروری ۱۹۰۸ء)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے چند روز ہوئے ایک تار بھیجا تھا کہ ہماری اپیل منظور ہوگئی اور احکامات بذریعہ کمشنر صاحب پہنچ گئے۔ اس سے اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ کوئی حد نہیں اور سجدات شکر اللہ کے آگے کئے گئے۔ مگر یہ ایسا خدا کا فضل ہوا ہے کہ اگر سجدے کرتے کرتے ہمارے ماتھے گھس جائیں تو بھی تھوڑے ہیں اور خاص کر آپ مبارکباد کے مستحق ہیں کیونکہ جس قدر سعی اور تکلیف آپ نے اس امر میں اٹھائی وہ بہت ہی بڑی تھی۔ خداوند نے آپ کی سعی مشکور کی اور تکلیف کا معاوضہ بہت اچھا دیا۔ ہم کو آپ کو یہ فتح اور بالخصوص آپ کو مبارک ہو۔ آپ کو بہت ہی خداوند کے سامنے جھک جانا چاہئے کیونکہ یہ خاص فضل اللہ تعالیٰ کا ہوا ورنہ فریق مخالف کے مقابلہ میں ہماری کیا حقیقت تھی۔ یہ محض اللہ تعالےٰ کے دست قدرت نے کام کیا ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ اب زیادہ نازک وقت ہے پس ہم کو بہت سنبھلنا چاہئے اور خداوند تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [۱۷۹] اگر تم قدر کرو تو میں تم کو اور بھی زیادہ دوں گا۔ مفصّل پھر لکھوں گا۔ کیا اچھا ہو میں مجمل و مفصل سن لوں اور اس طرح آپ کے حظّ میں بھی شامل ہو جاؤں۔ آپ کے پتہ کے معلوم نہ ہونے سے اس وقت التواء جواب ہوا۔

ایک اور امر کی آپ کو اطلاح دیتا ہوں جو میرے لئے نہایت خوشی کا موجب ہے وہ یہ ہے کہ کل بتاریخ ۱۷؍ فروری ۱۹۰۸ء کو میرا عقد سیدنا مولانا امامنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی لڑکی سے قرار پایا ہے

اور ۵۶۰۰۰ ہزار روپیہ مہر مقرر ہوا ہے۔ اس وقت تک میں نے کوئی رشتہ پسند نہ کیا تھا اس میں بھی یہی لم* تھی کہ میں اس کوشش میں تھا۔ راقم محمد علی خان

اسی طرح انہیں دوسری بار تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم دارالامان قادیان

۲۲رفروری ۱۹۰۸ء

برادر عزیز سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ آپ کی تار کے بعد کوئی تفصیلی خط وغیرہ نہیں آیا۔ تاکہ میں اور خوش ہو جاتا۔ کیا اچھا ہوتا کہ اصل حکم کی مجھ کو بھی نقل آپ بجھوا دیتے تاکہ مجھ کو قند مکرر کا لطف آتا۔ یہ ایک خوشی مجھ کو حاصل ہوئی تھی اس کہ اس سے چند روز بعد دوسری خوشی مجھ کو حاصل ہوئی چنانچہ اس کی بابت میں آپ کو پہلے اطلاع کر چکا ہوں وہ یہ کہ میرا نکاح ہونے والا ہے۔ چنانچہ بروز دوشنبہ ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء کو بعد نماز عصر میرا نکاح حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور کی بڑی لڑکی سے ...... ہو گیا ہے اور مہر ۵۶۰۰۰ ہزار روپیہ قرار پایا ہے۔ یہ نکاح اس اعتقادی لحاظ سے جو ہم کو ہے نہایت ہی غیر مترقبہ اور میرے لئے فخر کا موجب ہے۔ اطلاعاً آپ کو اطلاع دی گئی۔ میں اسی روز اطلاع دیتا اور آپ کو شرکت کے لئے بھی تکلیف دیتا۔ مگر جب مجھ کو اپنے نکاح کی اطلاع ملی تو صرف دو دن میرے نکاح میں تھے۔ اور آپ کا پتہ مجھ کو معلوم نہ تھا اس لئے شرکت کے لئے تکلیف نہ دے سکا۔ اور اَب بھی مجھ کو یوم نکاح سے ہی زکام ہے اس وجہ سے خط نہ لکھا سکا۔ بہتر ہو کہ آپ کی نقل و حرکت جب کبھی ہوا کرے مجھ کو اطلاع صحیح ملتی رہے تاکہ خط وغیرہ بھیجنے میں دقت نہ ہو۔

راقم محمد علی خاں

رخصتانہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

نواب صاحب لاہور گئے ہوئے تھے۔ رخصتانہ کے لئے وہاں سے قادیان آئے۔ رخصتانہ کے تعلق میں مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب کا شادی بیاہ کے معاملہ میں یہ خیال تھا کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ابتدائی زمانہ ہے اور ہم ابتدائی لوگ ہیں۔ ہماری معمولی سی بے احتیاطی بھی بعد میں بُرے نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ حضورؑ نے بدقت ہمیں رسوم سے آزاد کرایا ہے اگر ہم پھر بھی ان رسوم کے پابند ہو گئے جس طرح پہلے مسلمان فرائض کی پابندی چھوڑ کر رسوم میں گرفتار ہو گئے۔ تو ہم

* یعنی وجہ۔ مؤلف

بھی اسی طرح ہو جائیں گے۔ ہمارے خاندان میں رواج ہے کہ ولیمہ کی دعوت نہیں کی جاتی لیکن لڑکی کے والدین برات کی دعوت ضرور کرتے ہیں یعنی اصل کو ترک کر دیا اور رسم کو اختیار کر لیا گیا ہے۔ والد صاحب کا یہ خیال تھا کہ لڑکی کے رخصتانہ کے متعلق ہمیں وہی طریق اختیار کرنا چاہئے جو حضرت عائشہؓ کی شادی پر کیا گیا تھا کہ ان کی والدہ دلہن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں خود پہنچا آئیں، بعد میں والد صاحب حضرت حافظ روشن علی صاحب سے تحقیقات کرانے کے بعد اس امر کے قائل ہو گئے تھے کہ برات لے جائی جا سکتی ہے۔ اور انصار میں برات کا طریق جاری تھا۔ سو والد صاحب اس وقت کی اپنی رائے کے مطابق کوئی برات رخصتانہ کے لئے لے کر نہیں گئے۔ بلکہ حضرت اماں جان دلہن کو ساتھ لائیں اور رقت آمیز الفاظ میں نواب صاحب سے کہا کہ میں یہ یتیم بچی آپ کے سپرد کرتی ہوں حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ:

> ''افسوس کہ نکاح کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اسی سال ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہم اس سایہ رحمت مجسم سے محروم ہو گئے۔ میرا رخصتانہ ۱۴ رمارچ ۱۹۰۹ء کو حضرت والدہ صاحبہ مکرمہ کے ہاتھوں اور حضرت خلیفہ اولؓ کی دعا کے ساتھ نہایت سادگی کے ساتھ عمل میں آیا۔ اب میاں (یعنی نواب صاحب) کا اندرون شہر والا مکان بن چکا تھا اور کافی عرصہ سے (آپ) اسی میں مقیم تھے اور وہ بھی تقریباً دار کا ہی حصّہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی ڈیوڑھی کی ہی زمین پر ہے اور بیچ میں ہی راستہ بھی ہے۔ مجھے خود حضرت والدہ صاحبہ ساتھ لے کر ان کے گھر چھوڑ آئی تھیں اور دروازہ تک حضرت خلیفہ اوّلؓ بھی آئے تھے۔'' ☆

☆ اس مبارک تقریب پر معزز الحکم نے ایک خاص پرچہ میں ذیل کا تہنیت نامہ شائع کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم **نحمدہ و نُصلی علی رسُولہ الکریم**

مُبارکباد

قِرانُ السّعدین

اللہ تعالیٰ ہی کی حمد اور ستائش ہے جس نے صہر اور نسب کو بنایا اور اس کے رسول پر صلوٰۃ اور سلام ہو جس نے رحمت للعالمین ہو کر دنیا میں صہری رشتوں کی عظمت اور قدر کو قائم کیا اور پھر خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھ سے معطر کئے ہوئے مسیح موعود اور ہمارے سیّد و مولیٰ امام پر سلام ہو جس کے نسبی اور صہری شرف کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام سے شہادت دی **الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب**[۱۸۰] یعنی وہ

ڈائری نواب صاحب بابت رخصتانہ

رخصتانہ کے تعلق میں حضرت نواب صاحب کی ڈائری کا اندراج از سب ضروری ہے اِس لئے ہدیۂ قارئین کرام کی جاتی ہے۔تحریر فرماتے ہیں:

بقیہ حاشیہ:- خدا سچا خدا اور ساری تعریفوں کا سزاوار ہے جس نے تمہاری دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف بنایا جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ وحی ایک لمبا زمانہ گزرا حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق (جیسا کہ صراحت کے ساتھ پیشگوئیوں میں مذکور تھا اور حضرت مسیح موعودؑ نے کھول کر اپنی تصانیف میں لکھا ہے) حضرت جریؔ اللہ کا صہری تعلق دہلی میں حضرت خواجہ میر درد کے صحیح النسب اور دیندار اور خدا پرستی میں ممتاز خاندان کے ساتھ ہوا۔اور وہ محترم خاتون جواب ہماری ام المؤمنین ہے (خدا کی رحمتیں اس پر ہوں اور اس کا سایہ ہمارے سروں پر) خدیجۃ اللہ کے لقب سے خدا تعالےٰ کی وحی کی رو سے نامزد ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے ہر طرح سے اس کے دامن مراد کو بھر دیا۔ چنانچہ کئی بچے جو اپنے رنگ میں آیت من آیات اللہ تھے اور ہیں (وہ باخدا اور بامراد ہو کر دنیا کے رہنما اور پیشوا ہوں) ان میں سے حضرت بنت رسولؑ صاحبزادی مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح ۱۷رفروری ۱۹۰۸ء کو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ سے ہوا تھا۔ جیسے کہ یہ خبر مبارک اثر شائع ہو چکی ہے۔آج پھر مجھے موقعہ ملا ہے کہ اس مسرت بخش خبر کی اشاعت کی تجدید کروں جب کہ حضرت صاحبزادی صاحبہ کی تقریب رخصت کا مبارک دن ہے۔

میں نے مختلف اوقات پر تہنیت نامے۔مبارکبادیں خاندان نبوت کے نونہالوں کی تقریبوں پر شایع کی ہیں۔ میری غرض ہمیشہ اِن سے یہی ہوا کرتی ہے کہ آیات اللہ کے تذکرہ اور یاد دہانی سے اپنے احباب کو ایمان بڑھانے کا موقعہ دوں اسی نیت سے پھر اس مبارکباد کو شایع کرتا ہوں۔

''میں اس موقعہ پر حضرت نواب صاحب قبلہ کو خصوصیت سے مبارکباد دیتا ہوں اس لئے کہ جو فضل ان پر ہوا ہے اور خدا کے برگزیدہ رسول مہدیؑ اور مسیح نے جس شفقت اور اکرام سے ان کو نوازا ہے وہ لانظیر ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے بھی ایک شرف اور بزرگی بخشی تھی۔مگر یہ فضل نور علیٰ نور کا مصداق ہے اس لئے میں پھر خصوصیت سے ان کو مبارکباد دیتا ہوں۔

''یہ تعلق ان کے لئے بیش از پیش انعامات اور برکات کا موجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ذات بابرکات کے لئے اپنے موعود مامور کے ذریعہ جو وعدے فرمائے ہیں وہ ضرور پورے

۱۴؍مارچ ۱۹۰۹ء اتوار

الحمد للّٰہ و المنتہ ۔

لِلّٰہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر می خواست　　　　آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

بقیہ حاشیہ:- ہوں گے۔ چنانچہ میں یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو شعر درج کرتا ہوں جو حضور نے نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے متعلق لکھے ہیں:

ہوا ایک خواب میں مجھ پر یہ ظاہر　　　　کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر

لقب عزت کا پاوے وہ مقرر　　　　یہی روزِ ازل سے ہے مقدّر

''نواب مبارکہ بیگم'' بھی الہامی اعزاز ہے اور اللہ تعالےٰ جس طرح پر چاہے گا اپنے وعدوں کو پورا کرے گا۔ بہرحال نواب صاحب کی سعادت اور خوش قسمتی جس سے اس تعلق سے دور جدید شروع ہوا ہے بہت ہی مبارکباد کے قابل ہے۔ میں الفاظ نہیں پاتا جس میں انعام عظیم کی عظمت کا اظہار کر سکوں۔ بجز اس کے کہ میں اپنے آقا و امام حضرت خلیفۃ المسیحؑ مدظلہ تعالیٰ (جن کے ہاتھوں حضرت مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح ہوا اور جن کے ہاتھوں مبارکہ کی تقریب رخصت کا ادا ہونا مقدر تھا) کے وہ الفاظ درج کر دوں جو آپ نے خطبہ میں فرمائے تھے۔ ''ایک وقت تھا جب کہ نواب محمد علی خاں صاحب کے مورث اعلیٰ شیخ صدر جہاں علیہ الرحمۃ کو ایک رئیس اعظم نے اپنی لڑکی دی تھی۔ مگر یہ خدا کے فضل کا نتیجہ ہے اور اس کی نکتہ نوازی ہے کہ آج محمد علی خاں صاحب کو سلطان دین نے اپنی لڑکی دی ہے اور یہ اس بزرگ مورث سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ یہ میرا دین میرا علم، میرا ایمان بتاتا ہے کہ وہ حضرت صدر جہاں سے زیادہ خوش قسمت ہیں'' فی الجملہ یہ بڑی ہی خوش قسمتی اور سعادت ہے نواب صاحب پہلے بھی ہمارے محسن و مخدوم ہیں مگر اس رشتہ نے احمدی قوم کے لئے انہیں بہت ہی زیادہ واجب الاحترام بنا دیا ہے **ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ** ۔ آخر میں خاندان نبوت کی سردار سیّدۃ النساء خدیجۃ اللہ حضرت ام المومنین اور آپ کے تمام خاندان کو ایسی تقریب پر صدق دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس قران السعدین کو اپنے انعامات و فیوض و برکات سے بہرہ ور کرے اور وہ ہمارے سیّد و مولا امام کی ان دعاؤں کے ثمرات سے متمتع ہوں جو آپ نے ان کے لئے کیں اور جو ہمارا موجودہ امام خلیفۃ المسیحؑ کر رہا ہے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

گذارندہ خاندان نبوت ایک ادنیٰ خادم یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان۔ ۱۸۱

کہ آج مبارکہ بیگم صاحبہ صاحبزادی صاحبہ کلاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جن کا نکاح مجھ سے ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء کو بروز شنبہ ہوا تھا۔ رخصت ہو کر میرے گھر آئیں اور میرے کلبۂ احزان کو منوّر کیا۔ یہ رخصتانہ بوقت تین بجے وقوع میں آیا۔ میں نے ان میں حسن صورت و حسن سیرت دونوں کا پایا۔ لیاقت علمی بھی خاصی ہے الحمد اللہ علیٰ ذالک۔ یہ خدا کا عجیب فضل ہے کہ میرے جیسے ناکارہ کے ساتھ اس درج برج نبوت سے میرا پیوند کر دیا ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللہ ذو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡم۔

''رخصتانہ نہایت سیدھی سادی طرز سے ہوا مبارکہ بیگم صاحبہ کے آنے سے پہلے مجھ کو حضرت ام المومنین علیہا السلام نے فہرست جہیز بھیج دی اور دو بجے حضرت ام المومنین علیہا السّلام خود لے کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو میرے مکان پر ان سیڑھیوں کے راستہ سے جو میرے مکان اور حضرت اقدسؑ کے مکان کو ملحق کرتی تھیں تشریف لائیں۔ میں چونکہ مسجد میں تھا اس لئے اُن کو بہت انتظار کرنا پڑا۔ اور جب بعد نماز میں آیا تو مجھ کو بلا کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو بایں الفاظ نہایت بھری آواز سے کہا کہ ''میں اپنی یتیم بیٹی کو تمہارے سپرد کرتی ہوں۔'' اس کے بعد ان کا دل بھر آیا اور فوراً سلام علیک کر کے تشریف لے گئیں۔

''۱۵/ مارچ ۱۹۰۹ء دوشنبہ

آج میں نے تمام احمدی بھائیوں کو جو قادیان میں ہیں۔ اور بعض عمائد قصبہ کو دعوت ولیمہ دی ہے مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ میں نے شادی محض خداوند تعالیٰ کی رضا جوئی اور حضرت اقدسؑ کے تعلقات کے بڑھانے کے لئے کی مگر خداوند تعالیٰ نے ماسوائے اس کے مجھ پر بہت فضل کئے حسب کے لحاظ سے مبارکہ بیگم صاحبہ بیٹی ہیں حضرت اقدسؑ کی۔ ایک معزز قوم مغل برلاس سے اور پھر اناث کی جانب سے دوودادیاں حضور ممدوح کی سیدانی تھیں اور آپ حضرت ام المومنین علیہا السلام جو والدہ مبارکہ بیگم صاحبہ ہیں سیدانی ہیں۔ میر ناصر نواب صاحب کی بیٹی ہیں جو نبیرہ خواجہ میر درد صاحب ہیں۔ اس طرح مبارکہ بیگم صاحبہ کا ددھیال اور ننھیال دونوں آفتاب و ماہتاب ہیں۔ اور احمدیوں میں تو اس سے معزز گھرانا نہیں ہوسکتا اور فی الواقعہ دنیا بھر میں بسبب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی گھرانہ نہیں کہ ایسا خدا کے نزدیک معزز ہو۔ پھر صورت کے لحاظ سے ......اور روحانی لحاظ سے بھی حالت معزز ہے اور سیرت کے لحاظ سے کس باپ کی بیٹی ہیں پس نہایت پیارا انداز اور عجیب دلکش طبیعت ہے محبت کرنے والی بیوی ہیں۔ پھر مجھ کو کیوں محبوب نہ ہوں خداوند تعالیٰ ہمارے بہت ہی بڑے تعلقات کر دے اور غایت درجہ کا عشق آپس میں پیدا کر دے اور بہت بڑی مدت تک خداوند تعالیٰ ہم کو نیکی محبت اور عزت آبرو صحت اور خوشی و خوش حالی اور دین کی خدمت میں اکٹھا رکھے۔ آمین۔

''۱۶/مارچ ۱۹۰۹ء منگل

آج بھی قادیان میں قیام رہا۔ اور مبارکہ بیگم صاحبہ کا جہیز جس قدر ہے بہت اچھا اور کارآمد ہے۔

''۱۷/مارچ ۱۹۰۹ء بدھ

آج بھی قادیان میں قیام رہا۔

''۱۸/مارچ ۱۹۰۹ء جمعرات

آج میں مبارکہ بیگم صاحبہ کو ساتھ لے کر لاہور روانہ ہوا۔ حضرت ام المومنین علیہا السلام نے مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ بسم اللہ دختر قدرت اللہ خاں اور بسم اللہ کی دولڑکیاں ولیّہ اور رفیعہ ساتھ کر دی ہیں۔ کریمہ اور حلیمہ کو میں ساتھ لایا ہی تھا۔ مرزا خدا بخش مع اہل وعیال میں لاہور سے ساتھ لایا تھا۔ رحم دین۔ مددخاں صفدر بھی ساتھ آئے تھے اور ساتھ گئے۔ یہ مختصر قافلہ قادیان سے کوئی دو بجے گاڑی اور یکّوں وغیرہ میں روانہ ہوا اور بخیریت بٹالہ پہنچا۔ وہاں سے جو ریزرو گاڑی فرسٹ کلاس لی گئی تھی اس میں سوار ہو گئے اور لاہور بخیر پہنچ گئے۔ ہم چھ بجے شام بٹالہ سے روانہ ہو کر نو بجے لاہور پہنچے۔ وہاں اسٹیشن سے ہم چلے تھے کہ اتفاقاً عبدالرحمٰن کی آواز سُنی معلوم ہوا کہ بچے شیخ عبدالرحیم کو لے کر بائیسکلوں پر سوار ہو کر لینے آئے ہیں ان سعادت مند بچوں کی اس بات سے مجھے بہت خوشی ہوئی کہ انہوں نے اپنی نئی ماں کا خوشی اور محبت سے استقبال کیا اور پھر کوٹھی پر پہنچ کر اور بھی طبیعت خوش ہوئی کیونکہ زینب نے ☆ بھی نہایت عمدہ طرح سے مبارکہ بیگم صاحبہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ زنیب اور بچّوں نے خوب کوٹھی سجائی تھی جس سے ان کی خوشی اور محبت کا اندازہ لگتا تھا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بچوں نے ان کو اپنی اصلی ماں کی طرح برتاؤ کیا فالحمد للہ علیٰ ذالک یہ سفر قادیان سے لاہور تک نہایت مزے سے گذرا۔ [۱۸۲]

حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے رشتہ کی تحریک

حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی شادی کا سلسلہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے بیان کے مطابق

☆ بوزینب بیگم صاحبہ حضرت نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو صاحبزادہ حضرت میاں شریف احمد صاحب کے عقد میں ہیں۔ شیخ عبدالرحیم صاحب سے مراد مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب حال درویش ہیں۔

یوں ہوا کہ دوسری بیوی کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اولؓ کو اور خود حضور اقدسؑ کو بے حد خیال تھا کہ نواب صاحب کی اور شادی جلد ہو جائے اور خود نواب صاحب کو اپنی بیٹی بوزنیب صاحبہ کی وجہ سے بہت ہی فکر تھا کہ قریب بہ بلوغت لڑکی تنہا ہے۔اس قسم کی کسی بات پر جو اظہار فکر کیا تو یہ بات کسی نے حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچائی۔حضرت کو خود ہی ان کا بہت خیال تھا۔اور اکثر ذکر بہت فکر اور خیال کے ساتھ فرماتے اور یہ مجھے بھی یاد ہے۔مگر اس دن کے ذکر پر حضرت اقدسؑ کو خاص طور پر بوزنیب بیگم صاحبہ کے معاملہ کی جانب توجہ ہوئی اور چھوٹے بھائی مرزا شریف احمد صاحب کا پیام دیا۔

اس رشتہ کے لئے نواب صاحب کی قربانی

اس رشتہ کی تحریک کو نواب صاحب نے قبول کرلیا۔دوست شاید خیال کریں کہ یہ حلوائے شیریں تھا۔اس میں کوئی ابتلا کا سامان نہ ہوا ہوگا۔نہیں بلکہ مرد مومن کو عمر بھر مختلف انواع واقسام کے ابتلا پیش آتے ہیں۔جن سے اللہ تعالےٰ اپنے بندے کا اخلاص ظاہر کرتا اور اس کی قوت ایمانیہ میں ترقی بخشتا ہے۔بے شک یہ رشتہ تھا نعمت غیر مترقبہ لیکن ظاہری ریاست کے فخر میں اور روحانی بصیرت سے محرومی کے باعث نواب صاحب کے اقارب نے اسے ناپسند کیا۔لیکن نواب صاحب نے جرأت ایمانی اور شجاعت سے کام لیتے ہوئے ان کی بات کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔چنانچہ اس بارے میں مجھے مفتی محمد صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> ''جب حضرت نواب صاحب کی صاحبزادی زینب بیگم کے نکاح کی تجویز حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ قرار پائی تو نواب صاحب کے بھائی اپنے قومی خیالات کی وجہ سے اس رشتہ کی مخالفت کرنے کے لئے قادیان میں آئے اور نواب صاحب کو اس کام سے روکا۔مگر انہوں نے جواب دیا کہ جب میں ایک شخص کو مسیح موعودؑ مان چکا ہوں تو آپ خیال کرو کہ میری پوزیشن کیا ہے اور میں ان کو رشتہ دینے سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں چنانچہ وہ بھائی ناراض ہو کر چلے گئے اور حضرت نوابؓ صاحب نے اس بارہ میں ان کی کوئی بات نہ مانی''

اس روایت کی تصدیق سیّدہ نواب مبارکہ صاحبہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے فرماتی ہیں:

> ''نواب صاحب کو زینب بیگم صاحبہ سے بہت محبت تھی اور اب تک چھوٹے بچوں میں سے زیادہ تر ان ہی کی بچپن کی باتیں بڑی محبت سے سنایا کرتے تھے۔
>
> نواب صاحبؓ کے تمام عزیز لڑکی کی شادی یہاں کردینے سے بے حد ناراض

تھے۔ کہتے تھے کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا اس نے غضب کر دیا۔ نواب صاحب کے بھائیوں کو سخت غصہ اور صدمہ تھا۔ فرماتے تھے کہ میرے بھائی نے کہا کہ آپ نے کیا دیکھ کر لڑکی کو جھونک دیا ہے؟ میں نے کہا جو میں نے دیکھا ہے وہ آپ کو نظر نہیں آ سکتا۔ اتنا آپ سن لیں کہ اگر شریف احمد ٹھیکرا لے کر گلیوں میں بھیک مانگ رہا ہوتا (اور دوسری جانب ایک بادشاہ رشتہ کا خواستگار ہوتا) تب بھی شریف احمد کو ہی بیٹی دیتا۔ یہ بات خود نواب صاحب نے مجھے سنائی اور میرے دل پر اس وقت ایک عجیب اثر ان کے ایمان کا ہوا تھا۔''

خیر یہ تو آپ کے اقارب کا خیال اور آپ کے ایمان کا حال تھا۔ لیکن اس میں کیا شک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نواب صاحب کی فرزندی میں ایسا وجود دیا جو مبشر اولاد میں سے ہے اور جس کے بارے میں متعدّد مبشر بشارات الٰہیہّ موجود ہیں۔☆

حضرت اقدسؑ کی طرف سے جلد نکاح ہو جانے کی تحریک

حضرت اقدسؑ نے نواب صاحب کو تحریک فرمائی کہ عمر ناپائیدار کا کوئی اعتبار نہیں نکاح منسون طور پر کر دیا

☆ آپ کی ولادت سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو یہ بشارت ملی تھی۔

انا نُبشرُک بغلام ۔[۱۸۳]

اور اس خوش خبری کے پورا ہونے کے متعلق حضور فرماتے ہیں:

''ہمیں خدا تعالےٰ نے عبدالحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائے گا جیسا کہ ہم اسی رسالہ انوآر الاسلام میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے ہیں۔ سو الحمد اللہ والمنتہ کہ اس الہام کے مطابق ۲۷ر ذی قعد ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۴رمئی ۱۸۹۵ء میں میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔'' [۱۸۴]

پھر فرمایا:

''جب یہ پیدا ہوا تھا تو اس وقت عالم کشف میں آسمان پر ایک ستارہ دیکھا تھا جس پر لکھا تھا **معمر اللہ**'' [۱۸۵]

جائے۔ دونوں کے بلوغ کے بعد رخصتانہ ہو جائے گا چنانچہ اس بارہ میں حضورؑ نے تحریر فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزم اخویم نواب صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا خط مرسلہ پہنچا۔ اس کے رقعہ کی کچھ ضرورت نہ تھی لیکن میں جانتا ہوں کہ جس طرح انسان دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک فیصلہ کر کے مطمئن ہو جاتا ہے اور پھر اس درد سے نجات پاتا ہے کہ جو تنازعہ کی حالت میں ہوتی ہے اسی طرح انسان کا نفس

بقیہ حاشیہ:- اسی طرح حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی بیماری کی حالت میں ان کی نسبت یہ الہامات ہوئے:

۱ - عَمَّرَہُ اللّٰہُ عَلٰی خِلَافِ التَّوَقُّعِ

۲ - اَمَّرَہُ اللّٰہ عَلٰی خِلَافِ التَّوَقُّعِ

۳- اَءَ نْتَ لَاتَعْرِفِیْنَ الْقَدِیْرَ

۴- مُرَادُکَ حَاصِلٌ

۵ - اَللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًاھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ‘‘ [۱۸۶]

ترجمہ الہامات (۱) اس کو یعنی شریف احمد کو خدا تعالیٰ امید سے بڑھ کر عمر دیگا۔ (۲) اس کو اللہ تعالےٰ امید سے بڑھ کر امیر کریگا۔ (۳) کیا تو قادر کو نہیں پہچانتی (یہ ان کی والدہ صاحبہ کی نسبت الہام ہے) (۴) تیری مراد حاصل ہو جائے گی (۵) خدا سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے

’’رؤیا۔ شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ’’وہ بادشاہ آیا۔‘‘

دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔

فرمایا۔ قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو ردّ کرے۔ [۱۸۷]

فرمایا چند سال ہوئے ایک دفعہ ہم نے عالم کشف میں اس لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا کہ اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں۔ [۱۸۸]

اور جب یہ پیدا ہوا تھا تو اس وقت عالم کشف میں میں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک روپیہ اترا اور میرے ہاتھ پر رکھا گیا اس پر لکھا تھا **معمر اللہ**‘‘ [۱۸۹]

خدا تعالیٰ نے ایسا بھی بنایا ہے کہ وہ بھی اپنے اندر کئی مقدمات برپا رکھتا ہے۔ اور ان مقدمات سے نفس انسانی بے آرام رہتا ہے لیکن جب انسان کسی امر کے متعلق ایک فیصلہ کر لیتا ہے تب اس فیصلہ کے بعد ایک آرام کی صورت پیدا ہو جاتی ہے آپ کی رائے میں صرف یہ کسر باقی ہے کہ ہمیں زندگی کا اعتبار نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا ہے ایسا ہی آپ بھی زندگی پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اور اس بارے میں یہ شعر شیخ سعدی کا بہت موزوں ہے۔

مکن تکیہ بر عمر ناپائدار　　مباش ایمن از بازیٔ روزگار

پس اگر ہمیں موت آ گئی تو ہم اس رشتہ کی خوشی سے محروم گئے اور نیز اس دعا سے محروم رہے کہ جو ہماری زندگی کی حالت میں اس رشتہ کے مبارک ہونے کے لئے کر سکتے تھے کیونکہ وہ دعا اس وقت سے مخصوص ہے جب نکاح ہو جاتا ہے۔ علاوہ اس کے ہر یک کو اپنی عمر پر اعتماد کرنا بڑی غلطی ہے آج سے چھ ماہ پہلے آپ کے گھر کے لوگ صحت کے ساتھ زندہ موجود تھے۔ کون خیال کر سکتا تھا کہ وہ اس عید کو بھی نہ دیکھ سکیں گے۔ اسی طرح ہم میں سے کس کی زندگی کا اعتبار ہے اگر موت کے بعد اس وعدہ کی تکمیل ہو تو گویا میری اس بات کو یاد کر کے خوشی کے دن میں رونا ہوگا۔ مگر میں آپ کی رائے میں کچھ دخل نہیں دیتا۔ صرف عمر کی بے ثباتی پر خیال کر کے یہ چند سطریں لکھی ہیں کیونکہ بقول شخصے

اے ز فرصت بے خبر در　　ہرچہ باشی زود باش

وقت فرصت کو ہاتھ سے دینا بسا اوقات کسی دوسرے وقت میں موجب حسرت ہو جاتا ہے میری دانست میں تو اس میں کچھ ہرج نہیں اور سراسر مبارک ہے کہ رمضان کی ۲۷ تاریخ کو جو بظنّ غالب لیلۃ القدر کی رات اور دن ہے مسنون طور پر نکاح ہو جائے اور اس میں کیا حرج ہے کہ اس سے لڑکی کو اطلاع دی جائے مگر وداع نہ کیا جائے۔ لڑکی بجائے خود پرورش اور تعلیم پاوے اور لڑکا بجائے خود۔ جب دونوں بالغ ہو جائیں تب رخصت کیا جائے۔ کیونکہ فی التاخیر آفات کا ہی مقولہ صحیح ہے جو تجربہ اس کی صحت پر گواہی دیتا ہے۔ زندگی کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ شیخ سعدی نے اس میں کیا عمدہ ایک غزل لکھی ہے اور وہ یہ ہے۔

بلبلے زار زار مے نالید　　برفراق بہار و وقت خزاں
گفتمش صبر کن کہ باز آید　　آں زماں شگوفہ و ریحاں
گفت ترسم بقا وفا نکند　　ورنہ ہر سال گل دہد بستان

اسی طرح شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سال دیگر را کہ می داند حساب　　تا کجا رفت آں کہ باما بود یار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَاتَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْم یعنی ان باتوں کے پیچھے مت پڑ جن کا تجھے علم نہیں پس ہمیں کیا علم ہے کہ سال آئندہ میں ہم زندہ ہوں گے یا نہ ہوں گے اور جب قائم مقاموں کے ہاتھ میں بات جاتی ہے تو وہ اپنی ہی رائے کو پسند کرتے ہیں۔ میں نے یہ محض میں نے اپنی رائے لکھی ہے اور آپ اپنی رائے اور ارادہ میں مختار ہیں۔

۸ر نومبر ۱۹۰۶ء　　　　خاکسار مرزا غلام احمد

۲۰ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۴ء [۱۹۰]

اعلان نکاح

چنانچہ نکاح کا اعلان ہوا۔☆ اس بارہ میں معزز ایڈیٹر صاحب الحکم تحریر فرماتے ہیں:

’’قِران السّعدین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے حمد رب العالمین

تجھے حمد و ثناء زیبا ہے پیارے　　　　کہ تو نے کام سب میرے سنوارے

ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے　　　　چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے

گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے　　　　ہمارے کر دیئے اونچے منارے

مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے　　　　کہاں مرتے تھے تو نے ہی مارے

شریروں پر پڑے ان کے شرارے　　　　نہ ان سے رک سکے مقصد ہمارے

انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

☆ ہم ذیل میں خطبہ نکاح درج کرتے ہیں۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے خطبہ نکاح کی مسنونہ آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا ’’خطبہ نکاح میں ان آیات کا پڑھنا مسنون ہے اور ہمیشہ سے مسلمانوں کا اس پر عملدرآمد چلا آیا ہے۔ ان آیات میں تقویٰ کا حکم ہے تقویٰ سے مراد اول عقاید کی اصلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ صفات میں کوئی شریک ہے اور نہ افعال میں کوئی شریک ہے۔ عبادت میں اس کا کوئی شریک بنانا ناجائز ہے یہ عقاید میں مرتبہ اول ہے اور مرتبہ دوم ملائکہ پر ایمان لانا ہے۔

''اما بعد۔نہایت مسّرت اور دلی انبساط کے ساتھ یہ خبر فرحت افزا شائع کی جاتی ہے کہ ۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۲۴ء ہجری المقدس کو بعد نماز عصر پنجشنبہ کے دن حضرت صاحبزادہ شریف احمد سلمہ اللہ الاحد کے

بقیہ حاشیہ:- ملائکہ ہمارے دلوں پر نیکیوں کی تحریک کرتے ہیں جو شخص اس تحریک کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔اس کا تعلق ملائکہ کے ساتھ بڑھ جاتا ہے اور پھر ملائکہ زیادہ سے زیادہ نیک تحریکات کا سلسلہ اس کے دل کے ساتھ لگائے رکھتے ہیں۔جو لوگ شیطان کی تحریک بد کو قبول کرتے ہیں ان کا تعلق شیطان کے ساتھ بڑھ جاتا ہے اور جو لوگ ملائکہ کی تحریک نیک پر عمل درآمد کرتے ہیں اُن کا تعلق ملائکہ کے ساتھ بڑھ جاتا ہے۔بیٹھے بیٹھے بغیر کسی بیرونی محرک کے جو انسان کے دل میں ایک نیک کام کے کرنے کا خیال پیدا ہو جاتا ہے اور اِس طرف توجہ ہو جاتی ہے وہ فرشتے کی تحریک ہوتی ہے اور جو بد خیال دل میں اچانک پیدا ہو جاتا ہے۔وہ شیطان کی تحریک ہوتی ہے جس طرف انسان توجہ کرے اسی میں ترقی کر جاتا ہے۔ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب یہی ہے کہ جب کسی کے دل میں نیک تحریک پیدا ہو تو فوراً اس نیکی پر عملدرآمد کرے برخلاف اس کے جب بد خیال دل میں آئے تو لاحول پڑھنا یا اعوذ پڑھنا اور بائیں طرف تھوکنا شیطان کی شرارت سے بچاتا ہے کیونکہ شیطان طرف راست سے نہیں آتا وہ راستی کا دشمن ہے بلکہ ہمیشہ طرف چپ سے آتا ہے جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور ملائکہ کی نیک تحریکات سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی کتاب کو تدبیر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور مرسلین کا نیک نمونہ اختیار کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ صراط مستقیم پر قدم مارنے کی توفیق دیتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرتے ہوئے مکالمہ ومخاطبہ کی نعمت کے حصول تک پہنچ جاتے ہیں۔خدا تعالیٰ کی توحید اور ملائکہ پر ایمان کے بعد تیسری بات ایمان بالآخرۃ ہے۔جزا وسزا کا عقیدہ انسان کے واسطے ترقی کا موجب ہے اور اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو یہ ترقی بتدریج انسان حاصل کر سکتا ہے۔اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ترقی کے واسطے بہت سے سامان بآسانی مہیا کر دئے ہیں۔دیکھو خدا کا مامور ہمارے سامنے موجود ہے اور خود اس مجلس میں موجود ہے۔ہم اس کے چہرے کو دیکھ سکتے ہیں یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ ہزاروں ہزار ہم سے پہلے گذرے جن کی دلی خواہش تھی کہ وہ اس کے چہرے کو دیکھ سکتے پر انہیں یہ بات حاصل نہ ہوئی اور ہزاروں ہزار اس زمانے کے بعد آئیں گے جو یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ مامور کا چہرہ دیکھتے۔پر ان کے واسطے یہ وقت پھر نہ آئے گا۔یہ وہ زمانہ ہے کہ عجیب در عجیب تحریکیں دنیا میں زور وشور کے ساتھ ہو رہی ہیں اور ایک ہل چل مچ رہی ہے۔عربی زبان دنیا میں خاص طور پر ترقی کر رہی ہے۔کتابیں کثرت سے شائع ہو رہی ہیں وہ عیسائیت کی عمارت جس کو ہاتھ لگانے سے خود ہمارے ابتدائی عمر کے زمانے میں لوگ خوف کھاتے تھے آج خود عیسائی قومیں اس مذہب کے عقائد سے متنفر ہو کر اس کے برخلاف کوشش میں ایسے سرگرم ہیں کہ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِهِمْ [۱۹۱] کے مصداق بن رہے ہیں اور شرک کے

نکاح کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔ یہ مبارک رشتہ میرے محسن ومخدوم جناب خان صاحب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس اعظم مالیرکوٹلہ کی دختر نیک اختر صاحبزادی زینب بیگم صاحبہ سے ہوا۔اور ایک ہزار روپیہ مہر مقرر

بقیہ حاشیہ:- ناپاک عقائد سے بھاگ کر ان پاک اصول کی طرف اپنا رخ کر رہے ہیں جن کے قائم کرنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ سب واقعات قرآن شریف کی اس پیشگوئی کی صداقت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ [۱۹۲] تحقیق ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں جیسا کہ الفاظ کی حفاظت یادکرنے والوں اور لکھنے والوں کے ذریعہ سے ہوئی۔ ویسے ہی معانی کی حفاظت مجدّدوں کے ذریعہ سے ہوئی اور ہو رہی ہے یہ سب کچھ موجود ہے مگر خوش قسمت وہی ہے جو ان باتوں سے فائدہ اٹھائے۔ جذبات نفس پر قابو رکھ کر خدا تعالےٰ کے احکام پر عمل کرے۔ مساکین اور یتامیٰ کو مال دیوے قسم قسم کے طریقوں سے رضاجوئی اللہ تعالیٰ کی کرے۔ ایک وقت کا عمل دوسرے وقت کے عمل سے بعض دفعہ اتنا فرق رکھتا ہے کہ اوّل مہاجرین نے جہاں ایک مٹھی جَو کی دی تھی بعد میں آنے والا کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا دیتا تھا تو اس کی برابری نہ کرسکتا تھا۔ سائل کو دو، دکھی کو دو، ذوی القربیٰ کو دو، نماز سنوار کر پڑھو۔ مسنون تسبیح اور کلام شریف اور دعاؤں کے بعد اپنی زبان میں بھی عرض معروض کروتا کہ دلوں پر رقت طاری ہو، غریبی میں۔ امیری میں مشکلات میں۔ مقدمات میں۔ ہر حالت میں مستقل رہو اور صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ تقویٰ کا ابتداء دعا، خیرات اور صدقہ سے ہے اور آخر ان لوگوں میں شامل ہونے سے ہے جن کی نسبت فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا [۱۹۳] جن لوگوں کے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر استقامت دکھائی۔

تقویٰ کرنے کے متعلق حکم کے بعد یہ حکم ہے کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [۱۹۴] چاہئے کہ ہر ایک نفس دیکھ لے کہ اس نے کل کے واسطے کیا تیاری کی ہے انسان کے ساتھ ایک نفس لگا ہوا ہے۔ جو ہر وقت متبدّل ہے کیونکہ جسم انسان ہر وقت تحلیل ہو رہا ہے۔ جب اس نفس کے واسطے جو ہر وقت تحلیل ہو رہا ہے اور اس کے ذرّات جدا ہوتے جاتے ہیں اس قدر تیاریاں کی جاتی ہیں اور اس کی حفاظت کے واسطے سامان مہیا کئے جاتے ہیں تو پھر کس قدر تیاری اس نفس کے واسطے ہونی چاہئے جس کے ذمہ موت کے بعد کی جوابدہی لازم ہے اس آنی فانی والے جسم کے واسطے جتنا فکر کیا جاتا ہے کاش کہ اتنا فکر اس نفس کے واسطے کیا جاوے جو کہ جوابدہی کرنے والا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ [۱۹۵] اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔ اس آگاہی کا لحاظ کرنے سے آخر کسی نہ کسی وقت فطرت انسانی جاگ کر اسے ملامت کرتی ہے اور گناہوں میں سے گرنے سے بچاتی ہے۔

ہوا نکاح کی مسنون تقریب ادا کرنے کے لئے دارالبرکات کا صحن تجویز ہوا تھا۔ جہاں دارالامان کی موجودہ جماعت حاضر ہوئی اور حضرت حجۃ الاسلام امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں حضرت حکیم الامت نے خطبہ نکاح پڑھا اور اس طرح پر یہ مبارک تقریب ادا ہوئی اس تقریب سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہر فرد کو جو مسرت ہوسکتی ہے وہ ایک ظاہر امر ہے۔ میں بحیثیت خادم قوم حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور

بقیہ حاشیہ:- اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور سیدھی بات بولو تو خدا تعالےٰ تمہاری کمزوریوں کو معاف کرے گا اور تمہاری غلطیوں کی سنوار اور اصلاح ہو جائے گی انسان کو چاہئے کہ ہر وقت اپنے اعمال کی اصلاح میں کوشش کرتا رہے۔ جب مرنے کا وقت قریب آتا ہے تو انسان کے حقیقی اعمال جو خدا تعالیٰ کے نزدیک پسند یا غیر پسند ہوں پیش ہوتے ہیں نہ کہ وہ اعمال جو لوگوں کے سامنے وہ دکھاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور خدا تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے آدم کو پیدا کیا اور اس سے بہت مخلوق پھیلائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات پر اس کا خاص فضل ہوا۔ اور ابراہیم کو اس قدر اولاد دی گئی کہ اس کی قوم آج تک گنی نہیں جاتی اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ خدا نے ہمارے امام کو بھی آدم کہا ہے اور بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا کی آیت ظاہر کرتی ہے کہ اس آدم کی اولاد بھی دنیا میں اسی طرح پھیلنے والی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ بڑے خوش قسمت وہ لوگ ہیں جن کے تعلقات اس آدم کے ساتھ پیدا ہوں۔ کیونکہ اس کی اولاد (میں) اس قسم کے رجال اور نساء پیدا ہونے والے ہیں جو خدا تعالےٰ کے حضور میں خاص طور پر منتخب ہو کر اس کے مکالمات سے مشرف ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ۔ مگر یہ باتیں بھی پھر تقویٰ سے حاصل ہوسکتی ہیں اور تقویٰ کے ذریعہ سے فائدہ پہنچا سکتی ہیں کیونکہ خدا کسی کا رشتہ دار نہیں ہے۔ مجھے سب سے بڑھ کر جوش اس بات کا ہے کہ میں مسیح موعود کی بیوی بچوں۔ متعلقین اور قادیان میں رہنے والوں کے واسطے دعائیں کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو رجالاً کثیراً اور تقوی اللہ والے کا مصداق بنائے۔ آج کی تقریب ایک خاص خوشی کا موقعہ ہے اور خاص خوشی۔ خان صاحب نواب محمد علی خاں کے لئے ہے کہ خدا نے اپنے فضل سے ان کی قسمت میں یہ بات کر دی کہ وہ اس تعلق میں شمولیت حاصل کریں۔ آج یہ تقریب ہے کہ ہمارے امام آدم وقت کے اس شریف لڑکے کا نکاح نواب صاحب کی اکلوتی بیٹی زینب کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کا مہر وہی ایک ہزار روپیہ مقرر کیا جاتا ہے جو کہ حضرت کے دوسرے لڑکوں کا مقرر ہوا ہے۔ کہ آپ کو (نواب صاحب کی طرف توجہ کر کے) منظور ہے؟ (نواب صاحب نے کہا منظور ہے۔ پھر صاحبزادہ شریف احمد صاحب سے پوچھا گیا اس نے بھی کہا منظور ہے) اس کے بعد حضرت نے بمعہ جماعت دعا کی۔'' [۱۹۶]

حضرت ام المومنین علیہا السلام کے حضور نہایت ادب سے مبارکباد عرض کرتا ہوں اور ایسا ہی صاحبزادہ کے واجب الاحترم نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب سلمہ اللہ الوہاب اور اس معزز محترم خاتون (جسے خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے یہ شرف عطاء فرمایا کہ وہ حضرت ام المومنین کی واجب الاحترام والدہ بنی اور مسیح موعود جیسا جلیل الشان انسان رشتہ میں اس کا بیٹا قرار پایا) کو صدق دل سے مبارکباد دیتا ہوں اس تعلق اور رشتہ میں میرے مخدوم نواب صاحب سب سے زیادہ مبارک باد کے قابل ہیں کہ جنھوں نے عملی طور پر اپنی وفاداری اور ارادت واخلاص کا وہ کامل نمونہ دکھایا جو ان کی حیثیت کے لوگوں کو بہت کم ملتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابھی وہ کچھ دیکھا ہے جس کو ایک زمانہ کچھ عرصہ کے بعد دیکھنے والا ہے۔ حقیقت میں نواب صاحب پر یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ ان کی لخت جگر کے لئے وہ شوہر تجویز ہوا جو جری اللہ فی حلل الانبیاء کا لخت جگر ہے اور جس کی رگوں میں فاطمی خون گردش کر رہا ہے اور اسی وجہ سے میں اس تعلق کو قِران السّعدین کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو ہر طرح اور ہر پہلو سے نہایت ہی مبارک اور مسعود بنادے۔ آمین۔ دنیا میں نکاح ہوتے ہیں۔ امراء اور رؤسا کے بھی ہوتے ہیں بادشاہ اور غرباء کے بھی ہوتے ہیں۔ مگر اس نکاح میں مجھے بہت سی خصوصیتیں نظر آتی ہیں۔ اول یہ کہ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کا وجود ایک آیت اللہ ہے ان کی پیدائش کی خبر قبل از وقت اللہ تعالیٰ نے دی اور ایسے وقت دی جب کہ عبد الحق غزنوی سے مباہلہ ہو چکا تھا اور اس نے بھی اپنے ہاں اولاد پیدا ہونے کی پیش گوئی کی تھی چنانچہ ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو انوار الاسلام کے صفحہ ۳۹ کے حاشیہ پر حضرت اقدسؑ نے یہ الہام شائع کیا اِنَّا نبشرک بغلام یعنی ہم تجھ کو ایک لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری دیتے ہیں اور یہ رسالہ پانچہزار کے قریب شایع ہوا اور جب خوب اشاعت ہو چکی تو ۲۴؍مئی ۱۸۹۵ء مطابق ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ کو یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور صاحبزادہ صاحب کی ولادت باسعادت ہوئی اور شریف احمد نام رکھا گیا اور ضیاء الحق کے سرورق پر اسے شایع کر دیا گیا۔

''پھر ایک خصوصیت اور ہے نواب صاحب کے مورث اعلیٰ ایک باخدا بزرگ تھے۔ جن کا نام شیخ صدر جہاں (رحمۃ اللہ علیہ) تھا جو بہاول لودھی کے دوران سلطنت میں اسی ملک میں آئے اور بادشاہ وقت نے ان کے زہد واتقا کو دیکھ کر اپنے حسن اعتقاد کی وجہ سے انہیں اپنی لڑکی دیدی اسی طرح پر نواب صاحب نے محض خدا کی رضاء کو اس موقعہ پر مقدم کیا اور اسی طرح شیخ صدر جہاں ایسے باخدا بزرگ کی پوتی مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے کے نکاح میں آئی جو میرا یقین ہے کہ بزرگ موصوف کی روحانیت کا خاص اقتضا اور ان کے اپنے زمانہ کی دعاؤں کا اثر ہوگا جو حضرت مسیح موعودؑ کے کمالات کشفی رنگ میں دیکھ کر ان سے پیوند کے لئے کرتے ہوں گے۔ اور پھر جب صاحبزادہ شریف احمد صاحب کے ننھیال کی طرف نظر کرتے ہیں تو وہ

حضرت خواجہ میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا با خدا خاندان ہے اس طرح پر یہ تعلق جس پہلو سے دیکھا جاوے مقدسوں اور راست بازوں کے خون کا اجتماع ہے اس لئے خدا تعالےٰ کے فضل سے اس تعلق کے مبارک اور مثمر بہ ثمرات ہونے کی بڑی بڑی امیدیں ہیں ۔ یہ امیدیں یقین کے رنگ میں ہو جاتی ہیں ۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے اس سلسلے کو دیکھتے ہیں جو حضورؑ نے آمین میں اولاد کیلئے کی ہیں ۔نظر بہ حالات تمام میں ایک بار پھر نواب صاحب قبلہ کو صدق دل سے مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کی خوش قسمت اور بیدار بخت صاحبزادی کو قابلِ ناز شوہر ملا ہے اور یہ خدا کا فضل ہے وہ عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے ۔اللہ تعالےٰ اس کو بہت ہی مبارک کرے (آمین) ۱۹۷

اسی طرح معزز بدر میں مرقوم ہے :''

بسم اللہ الرحمن الرحیم **نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم**

مبارک

سب حمد اس رب العالمین کے واسطے ہے جس نے انسان کے واسطے تعلقات نسب وصھر بنائے اور صلوٰۃ اور سلام اس کے رسول محمدؐ پر ہوں جس نے ان تعلقات کی احسن نگہداشت کی ہم کو راہ دکھائی اور خدا کی نصرت اور تائید اس رسول کے خلیفہ پر ہو جس نے اس زمانہ میں گم شدہ ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا۔اور خلقت کو خالق کا چہرہ دکھایا۔اما بعد آج ہم اس خوشخبری کو شایع کرتے ہیں کہ ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ علیٰ صاحبھا التحیۃ والسلام روز پنجشنبہ کو بعد نماز عصر صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کا نکاح حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی اکلوتی بیٹی زینب بیگم کے ساتھ ہوا اور مبلغ ایک ہزار مہر مقرر ہوا ۔اس مبارک تقریب پر تمام جماعت احمدیہ جو قادیان حاضر ہے نئے مہمانخانہ کے اوپر کے صحن میں جمع ہوئی جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود صدر نشین تھے اور حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب نے خطبہ پڑھا (جو انشاء اللہ تعالےٰ ناظرین اخبار میں ملاحظہ فرماویں گے)

صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کا وجود بھی ایک آیت اللہ ہے کیونکہ اس کی پیدائش سے پہلے اس کے متعلق خدا تعالیٰ کے الہام کے مطابق پیشگوئی شائع کی گئی تھی ۔اس مبارک تقریب پر ہم مبارکباد کہتے ہیں حضرت امامؑ کی خدمت میں اور حضرت ام المومنین اور حضرت میر صاحب اور والدہ محمد اسحٰق کی خدمت میں اور ان کے تمام لواحقین اور اہل بیت کی خدمت میں اور تمام احباب احمدیہ کی خدمت میں اور حضرت نواب صاحب کی خدمت میں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق میں اپنے فضل و کرم سے برکات عظیم ڈالے۔آمین ثم آمین۔'' ۱۹۸

اسی طرح مزید معزز بدر میں مرقوم ہے:

''مبارک تقریب

صاحبزادہ شریف احمد صاحب کے نکاح پر مبارکباد ناظرین نے اخبار ہذا کے صفحہ دو پر دیکھی ہوگی۔ یہ تقریب بہت سے پہلوؤں سے بڑی خوشی اور خدا تعالیٰ کی حمد وستائش کا موجب ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جناب خان صاحب محمد علی خاں نے سلسلہ حقہ کے ساتھ جب سچے اخلاص اور عقیدت کے سبب اپنے وطن مالوف پر اور اپنی جاگیر کے اندر سکونت اختیار کرنے پر قادیان کی رہائش کو ترجیح دی اور ہجرت کر کے حضرت امام علیہ السلام کے قدموں میں آ بیٹھے تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کا ایک تعلق اس خاندان کے ساتھ کرایا۔ جس کے واسطے قیامت تک برکتوں اور رحمتوں کے بڑے بڑے بڑے عظیم الشان وعدے خدا نے کئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی مشیت نے جو عزت حضرت مرزا صاحب کے طفیل اس خاندان کو بخشی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے کہ عنقریب بڑے بڑے بادشاہ اس خاندان کے ممبروں کی کفش برداری اپنے واسطے فخر سمجھیں گے اور جو روحانی درجہ خدا تعالیٰ نے اس آدم کو عطا فرمایا ہے وہ بیّن ہے کہ زمین کے چارکونوں میں سے خدا تعالی نے اپنی رسالت کے واسطے اس ایک شخص کو برگزیدہ کیا ہے لیکن اس عزت روحانی کے علاوہ خدا تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق اپنے مامور کو ایک اعلیٰ خاندان سے برگزیدہ کیا ہے جس کے ممبر تخت شاہی پر بیٹھنے والے اور ریاستوں اور جاگیروں کے مالک گزرے ہیں اور پھر آج اس گھر کو خدا تعالیٰ نے اپنی برکات کا ایسا نزول گاہ کیا ہے کہ جس قدر عزت آرام اور آسائش کے سامان اس گھر کے واسطے زمین کے ہر طرف سے مہیا ہو رہے ہیں وہ بڑے بادشاہوں کے واسطے بھی نصیب نہیں۔ پس ہر پہلو سے یہ خدا تعالے کا ایک خاص فضل جناب خان صاحب اور ان کی دختر نیک اختر کے واسطے ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یہ تعلق جانبین کے واسطے خدا تعالیٰ کی بڑی رضا مندیوں کے حصول کا ذریعہ اور اس کے قرب کے حاصل کرنے کا موجب ہو اور قیامت تک اس پر برکات نازل ہوں۔'' [199]

رخصتانہ کی بابت خط وکتابت

محترمہ بوزینب بیگم صاحبہ کے جلد رخصتانہ کو حضرت اقدسؑ پسند فرماتے تھے تا موصوفہ کے پاس ہونے سے ان کے لئے دعا کا موقعہ مل سکے۔ اس بارہ میں حضور کے زبانی پیغام پر نواب صاحب نے ذیل کی چٹھی حضورؑ کی خدمت میں ارسال کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیّدی ومولائی طبیب روحانی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ پیر منظور محمد صاحب تشریف لائے اور فرمایا

کہ حضورؓ نے دریافت فرمایا ہے کہ زینب کے رخصتانہ کے متعلق اتنی ہی بات ہے جتنی پہلے طے ہو چکی ہے یا کیا۔ اس سوال سے مجھ کو تین خیال گزرے۔ ۱- یہ کہ حضورؓ اس قرارداد سے قبل رخصتانہ چاہتے ہیں۔ ۲- یہ کہ حضورؓ نے مزید تاکید کے لئے ان کو بھیجا ہے اس وقت پر رخصتانہ ہو جائے۔ ۳- یہ کہ حضورؓ کچھ اور مہلت عطا فرمانا چاہتے ہیں۔ میں نے پیر جی سے دریافت بھی کیا کہ اس کا کیا منشا ہے تو انہوں نے سوائے اس کے کوئی روشنی نہ ڈالی کہ شاید حضورؓ جلدی رخصتانہ چاہتے ہیں۔ چونکہ کوئی صاف بات پیر جی نے نہیں کہی۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ میں خود حضورؓ کی خدمت (میں) تحریراً عرض کروں گا۔ میں برابر سوچتا رہا۔ مگر کوئی صاف بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ پس یہ تین باتیں جو میری سمجھ میں آئی ہیں ان کی بابت عرض ہے مگر پیشتر اس کے کچھ عرض کروں اصولاً یہ عرض ہے اول تو نکاح کے بعد لڑکی پر میکے والوں کا کوئی زور ہوتا ہی نہیں۔ سسرال والے جب چاہیں لے جا سکتے ہیں۔ میکے والوں کو اس امانت کے ادا کرنے میں عذر ہو ہی نہیں سکتا۔ پس جب عام قاعدہ یہ ہے تو پھر حضور کے معاملہ میں تو یہ حالت ہے جب سے بیعت کی ہے معہ جان، مال، عزت اپنے آپ کو بیچ چکا ہوں۔ حضورؓ پر سب کچھ قربان ہے اور ہرج ہو یا نہ ہو۔ نفع ہو یا نقصان ہر حالت میں حضورؓ کے حکم کی فرماں برداری فرض ہے بلکہ اس میں دل میں بھی کچھ ہرج رکھنا گناہ۔ تو پھر ایسی حالت میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ میں نے جو کچھ عرض کرنا ہو گا وہ بھی حضورؓ ہی کو سوچنا ہے اور جو نہیں عرض کرنا وہ بھی حضور ہی کے سپرد۔ میری اپنی رائے کسی بھی معاملہ میں اپنی نہیں۔ میں تو حضورؓ کے حکم پر ہی چلنا چاہتا ہوں۔ پس جب ہر معاملہ میں یہ حال ہے تو پھر اس معاملہ میں بھی حضورؓ ہی جو حکم صادر فرمائیں گے وہی صائب ہو گا مگر چونکہ حضورؓ نے دریافت فرمایا ہے اس لئے **الامر فوق الادب** عرض ہے۔ ۱- اوّل معاملہ میں کہ اگر حضورؓ رخصتانہ قبل چاہتے ہیں تو عرض ہے کہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضورؓ کو ہر وقت اختیار ہے کہ جب چاہیں رخصتانہ کرا لیں اگر حضورؓ فرمائیں تو ان ہی کپڑوں میں رخصت کر دوں۔ مگر اگر حضورؓ کا خیال ہو (کہ جس طرح حضور نے اس دفعہ میرے حاضر ہونے پر فرمایا تھا کہ ہمارا منشا اس سے یہ ہے کہ آپ کو اطلاع دیدیں کہ آپ رخصتانہ کی تیاری کر لیں ہم مکان بنوائیں گے اور اس میں پانچ چھ ماہ گزر جائیں گے) کہ میں نے تیاری کر لی ہو گی۔ سو اس میں عرض ہے کہ میں اب تک کوئی تیاری نہیں کر سکا۔ پس یہ حضورؓ کا رحم اور عنایت ہو گی پہلے کی طرح مجھے مہلت ہو۔ حضورؓ میری ابتلاؤں سے واقف ہیں اگر مجھ کو اس وقت جلدی کا خیال ہوتا تو میں جس طرح ہوتا خواہ کتنی تکلیف ہوتی تو بھی تیاری کرتا۔ کیونکہ حضورؓ کے حکم میں تکلیف عین راحت ہے۔ مگر پھر بھی مجھ کو اس وقت پر حضورؓ کے حکم کی تعمیل کرنی ہے خواہ کچھ ہو۔

۲- رہی دوسری بات کہ حضورؑ نے بطور یاددہانی اور تاکید یہ فرمایا تا کہ اس وقت رخصت ہو جائے تو عرض ہے کہ حضورؑ کا اس وقت کا حکم سوتا کید کی ایک تاکید تھا۔ میں اسی دن سے دن رات اسی فکر میں ہوں۔

۳- رہا تیسرا امر کہ حضورؑ اپنے رحم اور فضل سے مجھ کو اس معاملہ میں اور مہلت عنایت فرمانا چاہتے ہیں اور ان ابتلاؤں کے زمانہ میں کچھ سہولت محض اس ہمدردی کی وجہ سے جو حضورؑ کو مجھ سے ہے دینا چاہتے ہیں تو نہایت عجز اور ابتہال سے عرض ہے کہ اگر ایسا ہو تو حضورؑ کی نہایت ہی بندہ نوازی ہو کیونکہ اس طرح سب معاملہ سہولت سے طے ہو اور مجھ کو دقّت پیش نہ آئے۔ زینب کی صحت بھی چھ ماہ سے بہت خراب ہو رہی ہے اس میں بھی کچھ خداوند تعالیٰ عافیت کی صورت نکال دے اور میں بھی انتظام کافی کر سکوں۔

بہر حال یہ عرض سب محض تعمیل حکم ہے ورنہ میری پہلی عرض ہے کہ ۔

سُپردم بتومایۂ خویش را تو دانی حسابِ کم و بیش را

اور میری ابتلاؤں اور تکالیف کا بھی حضورؑ کو ہی خیال ہے۔

راقم محمد علی خاں

اس کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام نے حسبِ ذیل مکتوب ارسال فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ تجویز آپ کی خدمت میں اس لئے پیش کی گئی تھی کہ ’’فی التا خیر آفات‘‘ کا مقولہ یاد آتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں نے بعض خوابیں دیکھی ہیں اور بعض الہام ہوئے ہیں جن کا میں نے مختصر طور پر آپ کی خدمت میں کچھ حال بیان کیا تھا اگر میرے پاس زینب ہو تو دعا کا موقعہ ملتا رہے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ لڑکا بھی جوان ہے۔ ابھی مجھے نیا مکان بنانے کی گنجائش نہیں اسی مکان میں میں نے تجویز کر دی ہے لیکن چونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ اگر لڑکیاں والد کے گھر سے سرسری طور سے رخصت ہوں تو ان کی دل شکنی ہوتی ہے اس لئے میں اس وقت تک جو آپ مناسب سمجھیں اور رخصت کے لئے تیاری کر سکیں مہلت دیتا ہوں ۔مگر آپ اس مدت سے مجھے اطلاع دے دیں۔ میرے نزدیک دنیا کے امور اور اُن کی الجھنیں چلی جاتی ہیں لڑکیوں کی رخصت کو ان سے وابستہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد

نواب صاحب کی مہلت طلبی پر رخصتانہ کے لئے مُہلت ملنا

اس کے جواب میں نواب صاحب نے جو خط لکھا درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیّدی ومولائی طبیب روحانی سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔میری اپنی رائے تو یہی تھی کہ حضور ہی کوئی مہلت معقول عطا فرمادیتے۔مگر حضور (نے) مجھ پر چھوڑا تو یہ امر زیادہ ذمہ داری کا ہوگیا اس لئے جہاں حضور نے یہ عنایت فرمائی ہے اتنی مہربانی اور ہو کہ میں ایک ماہ کے اندر سوچ کر عرض کردوں کہ میں کب تک رخصتانہ کا انتظام کرسکتا ہوں۔اس کی صرف یہ ضرورت ہے کہ میں انتظام میں لگا ہوں۔پس اس عرصہ میں مجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک معلوم ہوجائے گا کہ کس قدر عرصہ میں انتظام مکمل ہوجائے گا۔حضور بھی دعا فرمائیں کہ میں اس میں کامیاب ہوں میں آج کل ہر طرح کی ابتلاؤں (کے) نرغے میں ہوں۔

راقم محمد علی خاں

مکرر۔اس عرصہ بعد مجھ کو جتنی مہلت کی ضرورت ہوگی عرض کرکے تاریخ مقرر کردوں گا۔باقی اختیار اللہ تعالیٰ کے ہیں وہی سامان کرنے والا ہے حضور کی دعا کے ہم سب ہر وقت محتاج ہیں۔

محمد علی خاں

اس بارہ میں حضور نے فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مجھے منظور ہے۔امید ہے آپ ایک ماہ کے بعد مطلع فرمائیں گے۔والسلام

والسلام۔خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ [200]

یادداشت۔۱۰؍ذوالحجہ ۱۳۲۵ء مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۰۸ء

مرزا خدابخش صاحب حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات عرض کئے اور دقتیں سروست زینب کے رخصت کرنے میں تھیں، ان کو عرض کیا۔اس پر زبانی مرزا صاحب مذکور یعنی مرزا خدابخش، یہ معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؑ نے ان تمام امور کو سُن کر ایک سال کی مہلت عطا فرمائی ہے۔پس زینب کا رخصتانہ ایک سال کو ہوگا۔فقط محمد علی خاں

حضرت مرزا شریف احمد کی شادی

جس خوف کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا وہ وقوع پذیر ہوا۔اور یہ رخصتانہ حضور کے عہد مبارک میں تو نہ ہوسکا بلکہ ۹؍مئی ۱۹۰۹ء کو ہوا۔اس بارہ میں معزز بدؔر رقمطراز ہے:

''قِر ان السعدین۔برادران سلسلہ احمدیہ کو معلوم ہے کہ صاحبزادہ شریف احمد کا نکاح خان محمد علی خاں

صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی دختر سے ہو چکا ہے آج ۱۰؍مئی ۰۹ء کو اس کا ولیمہ ہے کیونکہ ۹ مئی کو رخصت عمل میں آئی اللہ تعالیٰ یہ قران السعدین مبارک کرے اور میرے سیّد و مولیٰ امام کی ذریت آسمان فضل و کمال کا چاند بن کر ایک جہان کو منور کرے۔'' [۲۰] ☆

مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کے غیر احمدی رشتہ کا انفاخ

حضرت نواب صاحب کی قلبی تمنا تھی کہ ان کے بچوں کے رشتے احمدیوں کے ہاں ہوں اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اس رائے میں ان سے متفق تھے اس کی تفصیل میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کی زبانی درج ذیل ہے فرماتے ہیں:

''والد صاحب کی خواہش تھی کہ ہم بھائیوں کے رشتے احمدیوں میں ہوں تا ہم احمدیت میں راسخ ہو جائیں اور دنیوی تعلقات میں پھنس کر احمدیت سے بیگانہ نہ ہو جائیں لیکن اس وقت احمدیوں کے بعض رشتے جو ہمارے سامنے پیش کئے گئے ہمیں بعض وجوہ سے پسند نہ تھے نواب موسیٰ خاں صاحب جو کہ نواب مزمل اللہ خاں صاحب سابق وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی کے رشتہ داروں میں سے تھے اور شیروانی خاندان سے ہی ہیں اور عرصہ سے علی گڑھ جا کر آباد ہو چکے ہیں ان کی ایک لڑکی ہمارے خاندان میں مالیر کوٹلہ میں نواب صاحب والی مالیر کوٹلہ کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ جعفر علی خاں صاحب سے بیاہی ہوئی تھی ان کی خواہش تھی کہ ہمارے رشتے ان کے ہاں ہوں۔ چنانچہ میاں محمد عبدالرحمٰن صاحب اور میرے رشتے کی گفتگو ہوئی۔ والد صاحب کو خیال تھا کہ ریاست کے بعض اقارب جو اپنے ہاں رشتہ کرانے کے خواہشمند ہیں۔ رشتہ زیر تجویز میں مزاحم ہوں گے اس لئے ابتداء میں ہی علی گڑھ لکھ دیا تھا کہ اگر آپ کسی مرحلہ پر ہمارے ان اقارب کے زیر اثر آئے تو سلسلہ جنبانی فوراً قطع کر دی جائے گی۔ ہمارے رشتے طے ہو گئے سب سامان بنا لیا گیا اور ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء میں قادیان سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ

☆ سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ بُو زینب بیگم صاحبہ کا رخصتانہ نہایت سادگی سے ہمارے دارالمسیحؑ سے ملحق مکان سے عمل میں آیا حضرت اماں جان نے سامان کپڑا زیور وغیرہ ہمارے ہاں بھجوا دیا تھا اور چونکہ نواب صاحب کا منشاء تھا کہ حضرت فاطمہؓ کی طرح رخصتانہ ہو۔ سو دُلہن تیار ہو گئی تو نواب صاحب نے پاس بٹھا کر نصائح کیں اور پھر مجھے کہا کہ حضرت امّ المومنین کی طرف چھوڑ آؤں۔ سیّدہ اُمّ ناصر صاحبہ والے صحن میں جو سیّدہ امّ وسیم صاحبہ کی طرف سے سیڑھیاں اُترتی ہیں وہاں حضرت امّاں جان نے استقبال کیا اور دُلہن کو دارالبرکات میں لے گئیں۔

اور حضرت اماں جان طال اللہ بقاء ہا مالیر کوٹلہ برات میں شامل ہونے کے لئے پہنچے۔ ہم نے علی گڑھ جانا تھا حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے خطبہ نکاح پڑھنا تھا لیکن علی گڑھ سے اطلاع آئی کہ کچھ مہلت دی جائے لیکن والد صاحب نے بذریعہ تار انہیں اطلاع دے دی کہ رشتے منسوخ سمجھے جائیں کیونکہ والد صاحب کو یقینی وجوہ سے معلوم ہوا کہ وہ ان ہی اقارب کے زیر اثر آ گئے ہیں۔ ان اقارب میں سے کسی نے جو اپنے ہاں رشتہ کرنا چاہتے تھے ایک اہلکار کو علی گڑھ بھیجا کہ انہیں رشتہ کرنے سے روکے (ان کیطرف سے بھی بعض قریبی رشتہ دار سخت مخالف ہو گئے تھے)

''ہم سب طالب علم تھے تعطیلات ختم ہونے پر قادیان چلے آئے اور حضرت والد صاحب نے مالیر کوٹلہ سے حضرت خلیفہ اولؓ کی خدمت میں لکھا کہ میں پہلے بھی اس بات کا خواہشمند تھا کہ میرے لڑکوں کے رشتے احمدیوں کے ہاں ہوں تا کہ ان میں دینی جذبہ قائم رہے اور وہ غیر احمدیوں کی طرف مائل ہوتے ہیں جو مجھے ناپسند ہے اب جو یہ رشتے ٹوٹے ہیں مجھے اس کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ ہم درس میں گئے تو میاں محمد عبد الرحمٰن خاں صاحب اور میاں محمد عبد الرحیم خاں صاحب اور مجھے تینوں بھائیوں کو آپ نے مغرب کے بعد اپنے ہاں آ کر ملنے کے لئے فرمایا ہم گئے تو آپ نے تین دفعہ فرمایا کہ مجھے تمہارے والد سے بڑی محبت ہے اور والد صاحب کا خط دکھایا اور کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ تمہارے رشتے احمدیوں کے ہاں ہوں اور ان کو ان رشتوں کے ٹوٹنے کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ نوابوں اور رئیسوں کی طرف تم لوگ رغبت نہ کرو اِن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عبرت کے طور پر قائم رکھا ہوا ہے۔ یہ تباہ ہونے والے لوگ ہیں۔ اُن کی بھی خیر نہیں جو ان سے واسطہ قائم کرے گا۔ وہ بھی اپنے آپ کو تباہی کی طرف لے جائے گا۔ تم مغرب اور عشاء کے درمیان دو رکعت نفل پڑھا کرو اور دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نواب صاحب کی مالی تکلیف دور کرے اور اپنے رشتوں کے لئے دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ بہتر جگہ کر دے۔ میاں محمد عبد الرحمٰن خاں صاحب اور میاں محمد عبد الرحیم خاں صاحب کا تو مجھے علم نہیں۔☆ میں کچھ عرصہ با قاعدہ نفل پڑھتا رہا اور بہت دعائیں کیا کرتا تھا چونکہ حضرت خلیفہ اوّلؓ جمعہ کے روز عصر سے مغرب تک مسجد میں یا اپنے گھر میں علیحدگی میں دُعا کیا کرتے تھے اس لئے جماعت میں بھی ایسی رو چلی ہوئی تھی میں بھی کبھی جنگل کی طرف چلا جاتا یا مکان پر ہی دعا کرتا۔ ایک روز میں دوپہر کے وقت آرام کر رہا تھا۔ کہ مجھے خواب میں کسی نے کہا حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے جو فرمایا تھا

☆ مکرم میاں محمد عبد الرحمٰن خاں صاحب نے استفسار پر کہا کہ ''مجھے یہ بات یاد نہیں۔ میاں محمد عبد اللہ خاں صاحب نے عمل کیا اور فائدہ بھی اٹھالیا۔''

کہ ان نوابوں اور رئیسوں کی طرف رغبت نہ کرو جوان سے تعلقات بڑھائے گا، اس کا بھی وہی حال ہوگا۔ بعینہ پورا ہوا۔ میرے دونوں بھائیوں کے نوابوں کے ہاں رشتے ہوئے اور ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی اور بفضلہٖ تعالیٰ ان تمام بیٹوں کی جن کے احمدیوں کے ہاں رشتے ہوئے اولاد ہے۔

''پہلے والد صاحب کو میاں محمد عبدالرحیم خاں صاحب کا رشتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں کرنے کا خیال تھا۔ لیکن ایک دفعہ مجھے ایک خط لکھا کہ جس میں تحریر تھا کہ میری دیرینہ خواہش تھی کہ میرے لڑکوں میں سے کسی کی شادی حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں ہو۔ پہلے میرا خیال تھا کہ عبدالرحیم خاں کے لئے پیغام دیا جائے لیکن اپنے لڑکوں میں سے تم کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ تمہارا پیغام دوں لیکن اس کے متعلق تمہاری رائے پوچھنا چاہتا ہوں۔ لیکن رشتہ کرنے سے پہلے تمہیں یہ سوچ لینا چاہئے کہ بہت ہی مشکل مرحلہ ہے جس میں سے تم گذرو گے۔ اگر تم پورا حسن سلوک کرسکو گے اور اپنے آپ کو اپنی بیوی کے برابر نہیں سمجھو گے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کا محض فضل سمجھو گے۔ تب اس امر کا تہیہ کرو ورنہ میں ڈرتا ہوں کہ کسی ابتلاء میں نہ پھنس جاؤ۔ اور مجھے نصیحت کی کہ اپنے آپ کو ان کے برابر نہ سمجھنا۔ مجھے چونکہ پہلے خواب میں آچکا تھا اور اس سے بڑھ کر میری خوش قسمتی کیا ہوسکتی تھی کہ میرا رشتہ حضورؑ کے ہاں ہو۔ میں نے والد صاحب کی تمام شرائط کو مانتے ہوئے ہاں کہہ دی اور بہت سوچ بچار اور استخارہ کے بعد یہ رشتہ ہوگیا۔

''اس سے پہلے نواب صاحب والی مالیرکوٹلہ نے حضرت نواب صاحبؓ کو لکھا تھا کہ میری ایک بیٹی اور دو بھانجیاں ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ کے تینوں بیٹوں سے بیاہ دی جائیں۔ لیکن آپ نے کہا کہ آپ اس خیال کو حرف غلط کی طرح دل سے مٹا دیں لیکن بعد میں بہت زور دینے پر مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کے لئے رشتہ منظور کر لیا۔☆

☆ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ نواب صاحب ابھی اس رشتہ کے مخالف تھے کہ مجھے خواب آیا کہ محمودہ بیگم ان کی بہو بیت الدعا میں بیٹھی ہوئی ہیں حضرت خلیفۃ المسیحؓ اولؓ تشریف لائے اور ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ رشتہ کرلیں یہ اپنے باپ جیسی نہیں ہے۔ چنانچہ محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت نواب احمد علی خاں صاحب مرحوم والی مالیرکوٹلہ سے ۱۹۱۶ء کو نکاح ہوا اور میاں عبدالرحمٰن خاں صاحب ذکر کرتے ہیں کہ وہ گو اپنے والد صاحب کے کہنے کی وجہ سے احمدیت میں داخل نہیں ہوئیں لیکن احمدیت کے متعلق خیالات کے لحاظ سے اپنے والد سے اچھی ہیں اور میاں محمد عبدالرحیم خاں صاحب (حال ڈپٹی کمشنر کریم نگر ریاست حیدرآباد دکن) کی شادی محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ بنت نواب جعفر علی خاں صاحب مالیرکوٹلہ سے ہوئی۔

میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کے رشتہ کے متعلق خط و کتابت

مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کے رشتے کے لئے حضرت نواب صاحب نے جو سلسلہ جنبانی کی اور اس تعلق میں جو خط و کتابت ہوئی وہ کئی لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے اس لئے اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ آپ نے میاں صاحب کو تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم دارالسلام/۹ مئی ۱۹۱۴ء

یا ابنی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم میں چاہتا ہوں کہ تمہارا رشتہ امۃ الحفیظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بقیہ حاشیہ:- چونکہ میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کے متعلق حضرت نواب صاحب کے خطوط آپ کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہیں اور اسلام سے عجیب وابستگی ظاہر کرتے ہیں اس لئے یہاں درج کردئے جاتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ابنی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ دربارہ رشتہ کوروائی میری رائے یہ ہے کہ انسان کو ایسے امور میں چند امور کا خیال رکھنا چاہئے۔ اول دین۔ دوم علم۔ سوم اچھی عادات۔ چہارم آخری درجہ صورت۔ اس لئے میں نے بو صاحبہ سے ان امور مندرجہ بالا کی نسبت دریافت کیا ہے مگر انہوں نے جواب نہیں دیا۔ کل پھر خط لکھا ہے۔ پس اب تم سے مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

اوّل۔ اگر تم کو مندرجہ ذیل امور کی دریافت کی ضرورت نہیں تو میں کل ہی لکھ دوں ورنہ امور مندرجہ بالا کے جواب آنے پر بعد غور فیصلہ کیا جائے۔

دوم۔ یہ اب تم سمجھ لو کہ یہ لوگ سخت دنیادار ہیں اور ان لوگوں سے کم از کم میرے جیسے انسان کے لئے نبھنا مشکل ہے اور پھر یہ بھی نواب صاحب مالیر کوٹلہ کے متعلق عین ممکن ہے کہ وہ کوئی روک ڈالیں اور پھر تم کو ملال ہو اور رشتہ نہ ہو سکے۔ پس تم کو اس کے متعلق قوی امید پہلے ہی قائم نہ کر لینی چاہئے۔ شرائط حسب ذیل ہوں گی۔

۱- نکاح بروز جمعہ عصر اور مغرب کے درمیان کوئی احمدی بزرگ پڑھائیں گے۔

۲- کسی قسم کی رسم سوائے سادہ نکاح کے نہ ہوگی۔ ہماری جانب سے بموجب شریعت ایک جوڑا پارچہ اور خوشبو ہوگی اور ادھر سے بھی بے فائدہ جہیز نہ ہوگا۔ محض ضروری زیور اور پارچہ کار آمد۔ باقی کے لئے نقد۔ مہر دس ہزار سے زیادہ نہ ہوگا۔ پس یہ تمہارے علم کے لئے لکھ دیا ہے تا کہ کچھ شکایت نہ ہو۔

راقم محمد علی خاں ۱۵/۱۱پریل ۱۹۴۱ء

کی صاحبزادی سے ہو اور مجھ کو اس لئے یہ تحریک ہوئی ہے کہ اس وقت میں تم کو نسبتاً دیکھتا ہوں کہ دوسرے بھائیوں کی نسبت تمہیں دین کا شوق ہے اور اس سے میں خوش ہوں مگر ساتھ ہی میں یہ کہتا ہوں میری خوشی اور ناراضگی حالات پر مبنی ہے جس طرح اب میں تم سے خوش ہوں اگر تم خدانخواستہ اب حالت بدل دو تو پھر میں

بقیہ حاشیہ:- محترمہ بیگم صاحبہ نواب احمد علی خاں صاحب حضرت نواب صاحب کی بھانجی تھیں ان کو اس رشتہ کے متعلق آپ نے ذیل کا مکتوب ارسال فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالسلام

دارالامان قادیان۔ ضلع گورداسپور

(۲۱/اپریل ۱۹۴۱ء)

عزیزہ ام سلمک اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ ہمشیرہ صاحبہ نے کئی بار آپ کی صاحبزادی کے متعلق تذکرہ کیا۔ لیکن بعض ایسے ہی حالات کے سبب سے اس طرف میری توجہ نہیں ہوئی۔ ہر ایک بات کا ایک وقت ہوتا ہے غالباً اللہ تعالےٰ کے حکم میں یہ وقت آ گیا کہ میں آپ کو اس طرف متوجہ کروں کہ آپ میرے لڑکے عبدالرحمٰن کو اپنی فرزندی میں لے لیں یعنی میرے لڑکے عبدالرحمٰن کا رشتہ اپنی لڑکی کے لئے قبول کریں۔

آپ میری بیٹی ہیں اس لئے بے تکلّفی (سے) یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو میری انوکھی طرز کا علم ہوگا مجھے بہت کچھ شریعت اور کچھ زمانہ کی حالت (نے) ایسا کر دیا ہے کہ بہت ہی کم لوگ میرے ساتھ متفق ہو سکتے ہیں، دو دفعہ پہلے اپنے لڑکے کے رشتہ میں اس انوکھے پن سے رشتہ قائم کر کے رشتہ سے دستبردار ہونا پڑا ہے قریباً دوسروں کو میرے طرز کی برداشت نہیں ہوتی۔ جب مردوں کو میری طرز کی برداشت نہیں تو آپ کو جو عورت ہیں اور جن کو رسم رسوم کا زیادہ خیال ہوتا ہے کہاں برداشت کر سکتی ہیں۔ مگر میں اپنے اصول میں مجبور ہوں اس لئے چند باتیں لکھتا ہوں ان پر غور کر کے رشتہ کی منظوری یا عدم منظوری سے اطلاع دیں۔

اول: مہر پانچ ہزار ۵۰۰۰ ہوگا۔ میں تو اس سے بھی کم پسند کرتا ہوں مگر یہاں تک ہرج نہیں۔

دوم: نکاح کسی جمعہ کو عصر اور مغرب کے درمیان ہوگا اور کوئی احمدی صاحب نکاح پڑھائیں گے۔

سوم: کوئی نام و نمود کی رسم اور نہ ہی کوئی مروجہ رسوم یا شگون ہوں گے۔ بالکل سادہ شرعی نکاح ہوگا۔

......یعنی اس طرح کہ ہماری جانب سے محض ایک جوڑا پارچہ اور کچھ خوشبو نکاح کے وقت ہوگا۔ سوائے اس کے سگائی ہوگی اور نہ اس کے متعلق کسی قسم کی رسم اور نہ بری اور دوسری رسوم بس ہماری جانب سے وہی ایک جوڑا

ناراض ہوں گا......

اب میں پھر رشتہ کے متعلق لکھتا ہوں اس معاملہ (میں) ایک مشکل بھی ہے اگر تم اس مشکل کی برداشت

بقیہ حاشیہ: — اور خوشبو ہوگی کسی قسم کا زیور ہماری جانب (سے) نہ ہوگا۔ آپ کو اختیار ہے جو چاہیں جہیز میں دیں۔ ہاں بے تکلّفی سے کہا جاتا ہے۔ بے کار رسمی کھڑاک رشتہ داروں کے جوڑوں دوسری الڑ کھلٹر نہ ہونے چاہئیں۔ زمانہ حال کے مطابق قابل استعمال لباس وزیور اور باقی اگر آپ کو دینا منظور ہی ہو تو نقد کی صورت میں کیونکہ مثلاً بعض لوگ سامان دیتے ہیں وہ بے فائدہ ہوتا ہے اور بے کار اور بعض مقامات کے مناسب حال نہیں ہوتا اس کی بجائے اگر نقد ہو تو لاہور وغیرہ سے قریب کا قریب مناسب سامان مل سکتا ہے اور مناسب زیور کے سوا زیور کا بھی روپیہ ہونا چاہئے یہ صرف بے تکلّفی سے لکھا ہے کہ زمانہ حال کے مطابق بات ہو اور جو سامان ہو لڑکی کے لئے کارآمد ہو۔ پرانی طرز میں بہت سامان بے کار جاتا ہے (لفظ پڑھا نہیں گیا ناقل) اور سوائے صرف بے جا کے کوئی نتیجہ نہیں مثلاً چاندی کے پلنگ کی بجائے اگر آج کل کے طرز کے پلنگ ہوں تو وہ زیادہ خوب صورت اور کارآمد ہوتے ہیں اِسی طرح برتنوں کا حال ہے مثلاً چاندی کے برتن شرعاً ناجائز ہیں اسی طرح اور بعض فضول امور۔ ان امور کی تشریح کی ضرورت نہ تھی۔ صرف آپ کو سمجھانے کے لئے لکھا ہے کہ بعد میں رشتہ منظور ہونے کے بعد پھر ان امور میں بدمزگی ہو ورنہ اصل امور ہر سہ گانہ بالا میں سب کچھ آ گیا۔ پہلے اوپر کی تین باتوں کے بموجب رشتہ کی منظوری ہو جائے تو پھر بعض امور موقع (کے) مناسب موقع کے مطابق مجھ کو طے کرنے ہوں گے۔ مگر وہ انہی اوپر کی باتوں کے ماتحت ہیں۔ پس اگر آپ کو میری اس طرز خاص کی حالت میں رشتہ منظور ہو اور آپ اس میں مختار ہوں تو پھر ایک ہفتہ کے اندر ہاں نا سے مطلع کریں اور اگر آپ کو روائی میں مشورے کی ضرورت ہو تو جہاں تک جلد ممکن قبولیت یا عدم قبولیت سے مطلع کریں اور بات مجھ سے کریں مجھ سے براہ راست بلا توسل غیرے کریں اور لپیٹ کی یا گول بات نہ ہو پس جو کچھ ہو صاف صاف ہو ورنہ مجھے الجھن ہوگی اور ممکن ہے کہ بنی بنائی بات بھی بگڑ جائے فقط

راقم محمد علی خاں

نواب احمد علی صاحب نے گراں بہا جہیز دیا اور حضرت نواب صاحب کو کہا کہ آپ جا کر دیکھ لیں لیکن آپ نے دیکھنے سے انکار کر دیا۔ لڑکی والوں کا کڑی شرائط کی وجہ سے خیال تھا کہ غالباً جہیز کا سارا یا بیشتر حصہ لڑکی کو نہ دیا جائے گا۔ لیکن آپ نے کبھی بھی اسے نہیں دیکھا بلکہ سب لڑکی کے پاس ہی رہنے دیا جو لوگ جہیز چھوڑنے آئے تھے انہیں ڈیڑھ ہزار روپیہ انعام دیا اسی طرح جو دلہن کو چھوڑنے آئے تھے انہیں بھی ڈیڑھ دو

کر سکتے ہو تو رشتہ کی طرف توجہ کرنا ورنہ پھر بہتر ہے کہ تم ہاں نہ کرنا۔ دوسرے، رشتہ کے بعد حضرت مسیح موعودؑ یا اہل بیت حضرت مسیح موعودؑ سے ہمسری اور ہم کُفی کا خیال اکثر لوگ کر بیٹھتے ہیں اور اس سے ابتلاء آتا ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ رشتہ کیوں چاہا جاتا ہے۔ صاف بات ہے کہ جب ان کے کپڑے تک بابرکت ہیں تو ان کے جگر کے ٹکڑے کیوں نہ بابرکت ہوں گے اور نبی جن کی وجہ سے ان کی بیوی ماں بن گئیں تو پھر اس ماں کی کیا کچھ عزت ہونی چاہئے۔ تعلق رشتہ کو موجب برکت وفخر سمجھنا چاہئے اور اپنے آپ کو وہی من آنم کہ من دانم سمجھنا چاہئے ......

میں نے رشتہ کیا اور زینب کو حضرتؓ صاحب کے ہاں دیا ان دونوں رشتوں میں برابری کا خیال بالکل دل سے نکال دیا جس طرح میں حضرت اقدسؑ کی عزت کرتا تھا وہی عزت وادب بعد رشتہ رہا اور ہے۔ اور جس طرح حضرت ام المومنین علیہا السلام کا ادب اور عزت کرتا تھا اسی طرح اب مجھ کو عزت اور ادب ہے اور اس سے بڑھ کر۔ اسی طرح جس طرح پاک وجود کے ٹکڑوں کی میں عزت کرتا تھا ویسی اب ہے میں تمہاری والدہ کی ناز برداری اس لئے نہیں کرتا کہ وہ میری بیوی ہیں گو مجھ کو شریعت نے سکھلایا ہے۔ مگر میں جب میاں محمود احمد صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب اور میاں شریف احمد صاحب کو قابل عزّت سمجھتا ہوں اور مجھ کو ان کا ادب ہے اسی طرح مجھ کو تمہاری والدہ اور امتہ الحفیظ کا ادب ہے بلکہ مجھ کو سلام۔ مظفر احمد۔ ناصر احمد۔ اور

بقیہ حاشیہ:- ہزار روپیہ انعام دے کر رخصت کیا۔ اور جو اہل کار ساتھ آئے تھے ان کی پانچ چھ ماہ تک خوب خاطر تواضع کی اور کئی کئی کھانے روزانہ ان کے لئے تیار کئے جاتے تھے اور ان اقارب کی امید سے بڑھ کر آپ نے حسن سلوک کیا، لڑکی کی والدہ نے بار بار کہا کہ میں ماموں صاحب کی سختی سے بہت ڈرتی تھی مگر کیا سمجھا تھا اور کیا نکلا اور بہت خوش رہیں (م)

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب نے بعض اخلاقی مصالح کی بنا پر میری شادی کے لئے سخت شرائط طے کی تھیں۔ والد صاحب رُخصتانہ کے موقعہ پر برات میں منشی احمد الدین صاحب گوجرانوالہ میر عنایت علیؓ صاحب لدھیانوی حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی (حال درویش) اور ہم دونوں بھائیوں اور ایک دو خادم کو لے کر گئے۔ انہوں نے برات کے لئے کھانا تیار کیا ہوا تھا۔ والد صاحب نے کھانا کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ والد صاحب کا خیال تھا شرعاً برات کا لڑکی والوں کے ہاں جا کر کھانا کھانا ناجائز ہے سوائے اس کے برات کسی اور شہر سے آئی ہو۔ والد صاحب اس پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ میری شادی بغیر رسوم کے سادگی سے ہوئی۔

ناصرہ اور منصور احمد و ظفر احمد کا ادب ہے اور پھر چونکہ بیوی خاوند کا رشتہ نازک ہے اور اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کی تعمیل بھی مجھ پر ضروری ہے اس لئے میں ادب اور عزت کے ساتھ اس کی بھی حتی الوسع تعمیل کرتا ہوں پس اگر یہی طرز تم بھی برت سکو تو پھر اگر تمہاری منشاء ہو تو میں اس کی تحریک بعد استخارہ کروں۔ ورنہ ان پاک وجودوں کی طرف خیال لے جانا بھی گناہ ہے اور تم بھی استخارہ کرو۔

راقم محمد علی خاں

نواب صاحبؓ کی طرف سے سلسلہ جنبانی

حضرت نواب صاحبؓ نے ذیل کے عریضہ کے ذریعہ سلسلہ جنبانی کی:

دارالسلام

۱۰ر مئی ۱۹۱۴ء **بسم اللہ الرّحمن الرّحیم**

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام فضل عمر مکرم معظم سلمکم اللہ تعالیٰ

سیدی حضرت ام المومنین علیہا السلام مکرمہ معظّمہ سلمہا اللہ تعالیٰ السلام علیکم۔ عرصہ سے خاکسار کو خیال تھا کہ اپنے کسی لڑکے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فرزندی میں دوں مگر حالات زمانہ اور لڑکوں کی حالت پر غور کرتا تھا اور جب تک کسی لڑکے پر اطمینان نہ ہو جرأت نہ کرسکتا تھا اب جہاں تک میرا خیال ہے عبداللہ خاں کو اس قابل پاتا ہوں۔ پس بلا کسی لمبی چوڑی تمہید کے بادب ملتجی ہوں کہ حضور اپنی فرزندی میں لے کر حضور بعد مشورہ حضرت ام المومنین علیہا السلام عبداللہ خاں میرے لڑکے کا رشتہ عزیزہ امۃ الحفیظ کے ساتھ منظور فرمائیں اور بعد استخارہ مسنونہ جواب سے مشکور فرمائیں۔

راقم محمد علی خاں

نواب صاحب کو ذمہ داری کا حد درجہ احساس

اپنی بھاری ذمہ داری کے احساس کی وجہ سے حضرت نواب صاحب میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کو اپنے اطمینان کی خاطر مزید تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ابنی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ تم کو میں نے تمام (امور) کھول کر لکھ دیئے تھے اور تم نے اس امر کو پسند کیا تھا کہ تمہارا رشتہ امۃ الحفیظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لڑکی سے کیا جائے اور تم کو میں نے استخارہ کے

لئے کہا تھا آج تقریباً ہفتہ ہو گیا ہے۔ میں نے تمہاری پسند کے اظہار پر درخواست کر دی ہے اور آج چالیس دفعہ استخارہ ختم ہو گیا ہے پس مزید احتیاط کے لئے تم کو لکھتا ہوں کہ مجھ کو تم پر جو حسن ظن ہے اس کی بناء پر میں نے یہ تعلق چاہا ہے پس تم سمجھ لو کہ یہ میری اور تمہاری بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اگر تم اپنے میں پورا حوصلہ رکھتے ہو کہ جس طرح میں نے لکھا ہے تم نبھا سکو گے تو اس جگہ قدم رکھنا چاہئے ورنہ دین دنیا کا خسارہ ہے۔

یا مکن با پیل باناں دوستی   یا بنا کن خانہ در خورد بیل

میرے نقشِ قدم پر چلنا ہو گا...... یہ تعلق میں صرف اس لئے چاہتا ہوں کہ تم لوگ بھی اہلبیت میں داخل ہو جاؤ اور یہ بڑی سعادت ہے مگر اگر ذرا مزلّت قدم ہوا، پھر دین بھی گیا پس خوب سوچ سمجھ لو۔ دوسری (بات) مجھے خوش کرنے کیلئے یہ تعلق نہ کرنا بلکہ اگر تم واقعی سچے دل سے پسند کرتے ہو اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایسا کرتے ہو تو مجھ کو جو تمہارے دل میں ہے صحیح لکھو تا کہ مجھ کو اطمینان ہو اور اگر بدل تم کو پسند نہیں اور محض میرے خوش کرنے کو مانا تو باز آ جاؤ اور میں انکار کر بھیجتا ہوں ابھی وہاں سے جواب نہیں آیا۔ بات گومگو میں رہ جائے گی۔ مگر پھر دقّت ہو گی اور اگر واقعی تمہاری اپنی ہی اصل غرض ہے کہ رشتہ امتہ الحفیظ سے ہو تو مجھ کو پوری طرح مطمئن کرو۔ میں سوائے اس کے اور کسی خیال سے نہیں لکھتا۔ صرف اپنے اطمینان قلب کے لئے لکھا ہے اور مزید احتیاط کے طور سے کیونکہ بھاری ذمہ داری (ہے) اس لئے ایک دفعہ اور تم سے پوچھنا مناسب سمجھا......

راقم محمد علی خاں

نواب صاحب کی طرف سے یاددہانی

سلسلہ جنبانی کے دو ہفتہ بعد نواب صاحب نے دوسری بار ذیل کے ذریعہ سے یاددہانی کرائی:

دارالسلام

۲۵ر مئی ۱۹۱۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیّدی حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام مکرم معظم سلکم اللہ تعالیٰ۔ ایک عریضہ حضور کی خدمت میں دربارہ رشتہ امتہ الحفیظ پیش حضور کیا تھا مگر تا حال جواب باصواب سے سرفراز نہیں ہوا۔ جس سے گمان غالب تھا کہ استخارہ ومشورہ کے سبب جواب میں تاخیر ہوئی اور غالباً میر محمد اسمٰعیل صاحب کے آنے کا بھی انتظار ہو گا۔ اب میر صاحب بھی آ کر چلے گئے مگر جواب کے متعلق ہنوز روز اول ابھی یہ معلوم ہی نہیں کہ حضور کی جانب سے انکار ہو گا یا اقبال مگر تمام جگہ شہرت عام ہو گئی۔ خواہ یہ ہماری جانب سے کسی کی بے احتیاطی ہو گئی یا اس طرف

سے اور گو اس شہرت کا چنداں خیال نہیں اور میرے جیسی طبیعت والے کو تو چنداں تردّد نہیں ہوتا۔ مگر ایسی شہرت کا اثر بچوں پر سخت ناگوار پڑتا ہے عبدالرحمٰن کو جو ابتلا آئی ہے وہ ایسی ہی شہرت کی وجہ سے ہے اس لئے بہر حال اس امر کا فیصلہ ہو جانا چاہئے تا کہ لوگ خواہ مخواہ کی مبارکبادوں سے رک جائیں۔

چونکہ ابھی یہ معاملہ گومگو میں ہے اور اگر میرے ہاں یہ رشتہ کی گفتگو نہ ہوتی تو ضرور تھا کہ میں بھی شاید مشورہ دینے کی عزت حاصل کر سکتا مگر چونکہ یہ معاملہ میری ہی جانب سے اٹھا ہے اس لئے حضور مشورہ میں شریک نہیں فرما سکے۔ مگر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خواہ مخواہ دخل در معقولات کی معافی چاہ کر کچھ عرض کر دوں تا کہ اس معاملہ میں حضور کو اور حضرت ام المومنین علیہا السلام کو رائے قائم کرنے کا زیادہ موقعہ مل جائے اور ممکن ہے کہ عمدہ نتیجہ پر پہنچنے کے لئے یہ مددگار ہو اور اللہ تعالیٰ خاص اپنے فضل سے اس میں برکت ڈال دے۔

اوّل: اس رشتہ کی تحریک دراصل میں ۱۹۰۸ء میں بحضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرحوم مغفور بذریعہ مرزا خدا بخش صاحب کر چکا ہوں جس کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا تھا کہ ''والدہ محمود نے تو خواب میں دوسرے بچے یعنی عبداللہ خاں کو دیکھا ہے اور آپ عبدالرحیم کی بابت کہتے ہیں اور فرمایا کہ سر دست جب تک مبارکہ کی رخصت نہ ہولے اس بارہ میں سر دست گفتگو نہیں ہو سکتی۔ جب مبارکہ رخصت ہو جائے گی اس وقت اس کی بابت گفتگو کی جائے گی۔'' اس وقت مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ حضرت ام المومنین علیہا السلام کو رؤیا ہوئی ہے کہ عبداللہ کا رشتہ حفیظ سے ہو جائے ورنہ مجھ کو اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ معلوم نہیں کہ اس کا تذکرہ حضرت اقدسؑ (نے) حضرت ام المومنین سے فرمایا یا نہیں۔

دوم: ایک دنیاوی اور کچھ مصلحت کا خیال مجھ کو اس رشتہ کا محرک ہوا تھا وہ یہ کہ حضرت اقدسؑ نے میرے رشتہ کے وقت لکھا تھا کہ تمہاری جانب سے تو ہم کو اطمینان ہے۔ مگر ورثاء کا خیال کر کے ہم مناسب تصور کرتے ہیں کہ مہر دو سال کی آمدنی چھپن ہزار روپیہ ہو میں نے عرض کیا کہ میری یہ آمدنی اس وقت نہیں تو فرمایا مضائقہ نہیں۔ خداوند تعالےٰ نے پھر آمدنی بھی بڑھا دی بجائے اکیس کے اٹھائیس ہزار سالانہ ہو گئی پس اس مصلحت سے مجھ کو خیال آ رہا ہے کہ موت و حیات کا پتہ نہیں۔ عام قاعدہ کے مطابق بعد میں وراثت کے جھگڑے پڑتے ہیں، اور اس وقت جو بظاہر پہلے مطیع یا متفق نظر آتے ہیں وہ بیگانے بن جاتے ہیں موجودہ میری اولاد نہایت خوردسال اور مبارکہ بیگم صاحبہ بھی ناتجربہ کار دوسری اولاد بڑی۔ اس لئے اگر ان میں بھی ایسی بات پیدا ہو جائے کہ ان کو بھی حضرت اقدسؑ کی اولاد اور میری اولاد سے بے تعلقی نہ ہو جائے یا کم از کم ایک کو جس کا رشتہ ہو جائے گا۔ اس کو تو نہیں ہو گی اور وہ تو کسی قدر ممدّ و معاون ہو سکتا ہے۔ اس خفیف سی مصلحت سے بھی میں اس رشتہ کو مناسب سمجھتا تھا۔ دوسرے میں اپنی پہلی اولاد کو حضرت اقدسؑ کی دعاؤں میں شامل کرنا چاہتا تھا

کیونکہ اس طرح میری پہلی نصف اولاد حضرت اقدسؑ کے متعلق ہو سکتی تھی۔ کیونکہ چار بچوں میں سے دو بچے حضرت اقدسؑ کے اہل بیت میں داخل ہو سکتے تھے تیسرے بہنوں بہنوں کو آپس میں ملنے جلنے میں دقت نہ ہو گی۔ یہ خیالات تھے جو مجھ کو اس امر کے محرک تھے۔

سوم: مگر اس کے مقابلہ میں مجھ کو یہ خیال ڈراتا تھا کہ میرے لڑکوں کی عمر بڑی خصوصاً عبداللہ خاں کی اور امتہ الحفیظ کی چھوٹی اتنا عرصہ انتظار مشکل اور پھر معلوم نہیں کہ بچے احمدی رہیں گے یا ان کے کیا خیالات ہوں گے۔ اس لئے میں جرأت نہیں کرتا تھا بلکہ میں نے دوسری جگہ قائم کر دیا۔ مگر وہ رشتے ٹوٹ گئے اور جس قدر جلد میں شادی ان بچوں کی کرنا چاہتا تھا وہ نہ کر سکا اور التواء ہو گئی اس پر مجھ کو خیال آیا کہ اب انتظار تو کرنا ہی پڑا، اب کیوں نہ امتہ الحفیظ صاحبہ کا ہی انتظار نہ کروں اور اس طرح بعض رؤیا بھی پورے ہو جائیں گے۔ مگر بچوں کے خیالات سے ڈرتا رہا اب چونکہ کسی قدر عبداللہ کی بابت اطمینان پیدا ہو گیا۔ اور ادھر سنا کہ حضرت اُمّ المومنین علیہا السلام امتہ الحفیظ کے رشتہ کے متعلق فکر مند ہیں تو مجھ کو خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ خطبہ ہو جائے اور اس وقت میں کچھ عرض بھی نہ کر سکوں اس لئے میں نے یہ جرأت کی کہ اس رشتہ کی تحریک پیش کر دی۔

چہارم: مجھ کو یہ خیال ضرور رہا ہے کہ امتہ الحفیظ کا وہ اٹھان بظاہر اس وقت نظر نہیں آتا جو اکثر حضرت اقدسؑ کی اولاد کا ہے بلکہ کچھ کمزور معلوم ہوتی ہیں اور پھر چھوٹی عمر سے لڑکیوں کے رشتوں سے ان کی آزادی میں فرق آ جاتا ہے اور اتنا عرصہ انتظار کرنے میں ممکن ہے کہ لڑکے کا چال چلن ٹھیک نہ رہے اور اسی خیال سے میں (نے) کسی احمدی کے ہاں رشتہ اپنے بچوں کا کرنے میں بہت زور نہیں دیا۔ کیونکہ گو میرے لڑکے ہیں مگر میرا دل تو وہ نہیں رکھتے۔ مگر غیر احمدیوں سے تعلقات میں ان کے ایمان کو خطرہ میں پاتا تھا اس لئے میں کچھ عجیب تذبذب میں تھا اور ہوں اور اسی لئے بدرجہ اولیٰ میں حضرت اقدسؑ کی اولاد کے متعلق اور بھی محتاط رہا ہوں اور ہوں۔ اور اب بھی بہت عہد و پیمان کے بعد اور ایک لڑکے کو عرصہ تک آزمانے کے بعد پیش کیا ہے چنانچہ اس کے خطوط اور اپنے خطوط جو اس بارہ میں لکھے گئے ہیں ارسال حضور ہیں ایک خیال نے مجھ کو اور بھی مجبور کیا کہ موت وحیات کا پتہ نہیں بقول حضرت اقدسؑ فی التاخیر آفات میں نے اپنی زندگی میں اس تعلق کو پسند کیا اور ان ہی مصالح سے مجھ کو ان دنوں اور ضرورت محسوس ہوئی۔

پنجم: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نورالدین صاحب مرحوم نے بھی اشارہ اِس رشتہ کے متعلق فرمایا تھا۔ چنانچہ عبداللہ کے خط سے ظاہر ہو گا۔ اِس نے بھی جرأت کو بڑھایا۔

ششم: اس خیال کی تردید کہ لڑکی کی آزادی رک جاتی ہے اور اسی خیال سے زینب کا رشتہ میں نے جلدی نہیں کیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ ہندوستان کی لڑکیوں میں فطرتاً آزادی طبیعت میں نہیں۔ یا یوں

کہنا چاہئے کہ عورت ذات میں فطرتاً آزادی نہیں میں نے زینب کو بارہ سال کی عمر تک پردہ نہیں کرایا اور ابھی اور کچھ عرصہ پردہ کرانا نہ چاہتا تھا مگر زینب ایک سال قبل سے خود ہی باہر جانے سے رک گئی۔ ہم بھیجتے تھے تو بھی بادل ناخواستہ جاتی تھی اس لئے ہم نے یہ دیکھ کر (کہ) خود پردہ کرتی ہے اس کو پردہ میں بٹھلا دیا۔ یہی حالت امتہ الحفیظ کی دیکھتا ہوں۔ پس اب اس سے زیادہ اور کیا آزادی چھن سکتی ہے، باقی یہ کہ اہل ہنود کی رسم کے مطابق جہاں رشتہ ہو وہاں آنا جانا لڑکیوں کا بند ہو جائے اور جوں جوں تعلقات بڑھیں تو کہیں کونے میں گھس جائیں اور آخر ایک کوٹھڑی میں بند ہو کر روپ چڑھائیں۔ یہ میرے خیال میں طرز ہی نہیں آتی۔ ہندوؤں میں اس لئے یہ پردہ داری تھی کہ سسرال والوں کو لڑکیوں کے عیوب کا پتہ نہ مل جائے۔ مگر مسلمانوں میں اس کا کہاں رواج ہے۔ شریعت نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ پس ہم احمدی قوم کو ضروری ہے کہ اصل اسلام کو پیش کریں اور اہل ہنود کی رسوم کو پس پشت ڈال دیں پس میری سمجھ سے موجودہ حالت میں نہیں آتا کہ لڑکی (کی) آزادی کیوں روکی جائے یار کے۔

ہفتم: میرے خیال کی تردید کہ لڑکی چھوٹی ہے خود حضرت اقدسؑ فرما چکے ہیں وہ یہ کہ میاں شریف احمد صاحب زینب سے قریباً دو سال چھوٹے ہیں اور لڑکے کا چھوٹا ہونا بہ نسبت لڑکی کے چھوٹا ہونے کے زیادہ خطرناک ہے جس کا تجربہ شاہد ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اولاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گی چنانچہ یہ تفاوت عمر کچھ مُضر ثابت نہیں ہوتی۔ پھر میرے رشتہ کے متعلق حضرت نے اس سے پہلے انیس سال کی عمر میں شادی کا ارادہ فرمایا۔ مگر میں خاموش نہیں ہوا۔ کیونکہ حضرت نے ناپسندیدگی ظاہر نہ فرمائی تھی پھر پندرہ سال کی عمر میں شادی کا اظہار فرمایا۔ پھر ایک سال اور اس طرح میری امید بڑھتی گئی اور آخر وعدہ الٰہی کہ حضرت کی اولاد جلد جلد بڑھے گی۔ مجھ کو محض تین دن کی مہلت دی گئی۔ اور شادی فرمادی اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ امتہ الحفیظ گو اس وقت کمزور ہے مگر اسی وعدہ کے مطابق جلد بڑھ جائے گی۔ یہ اب ایسی عمر آئی ہے کہ وہ بہت جلد بڑھ جائے گی۔

ہشتم: سوال کہ چال چلن یا ایمان اس کے متعلق موجود وقت حالت پر ہی قیاس ہو سکتا ہے ورنہ اعتبار انجام پر ہے اور قبر میں جا کر تو رشتہ قرابت ہو نہیں سکتی اور اس سے قبل کا اعتبار کیا؟ اس وقت کا تجربہ ظاہر ہے اور پھر جن کی بابت حضرت اقدس کو بڑے بڑے الہام ہوئے وہ مرتد ہو گئے پس اس کے متعلق بھی خداوند تعالیٰ کا فضل ہی ہو تو کچھ ہو سکتا ہے ورنہ انسان کی تدابیر کیا کام کر سکتی ہیں اس لئے بھی مجھ کو جرأت ہوئی پس اب حضور غور فرما کر جو پہلو قوی نظر آئے مجھ کو اس کی بابت حکم فرمایا جائے۔ اگر رشتہ قابل قبولیت ہو تو قبول فرما کر جلد تر مجھ کو مطمئن فرمایا جائے اور اگر ناقابل قبولیت ہو تو اس سے مطلع فرما کر سبکدوش فرمایا جائے تاکہ دوسری جگہ تلاش رشتہ کروں......

میرا بہت خیال مبارکہ بیگم صاحبہ کے لئے تھا مگر میں اور رشتوں کی تلاش میں بھی تھا کیونکہ میرا ایمان ہے کہ بعد دعا جو کام ہو وہ بابرکت ہوتا ہے۔ پس اگر منشاء خداوندی ہے وہ بہرصورت ہو کر رہے گا ورنہ نہ ہوگا۔ اس لئے میں مایوس ہونے والا نہیں۔ ہاں اگر منشاء الٰہی نہیں تو پھر رضا بقضا مجھ کو منشاء الٰہی کے ماتحت چلنا ضروری ہے۔

راقم محمد علی خاں

حضور ایدہ اللہ کا جواب

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جواباً حضرت نواب صاحب کو رقم فرمایا:

مکرمی و معظمی نواب صاحب۔ السلام علیکم۔ عزیزی عبداللہ خاں صاحب کے لئے امتہ الحفیظ کے متعلق آپ کی چند ایک تحریریں ملیں لیکن مشورہ اور استخارہ کا انتظار تھا اب اس قابل ہوا ہوں کہ آپ کو کوئی جواب دے سکوں امتہ الحفیظ کی عمر اس وقت بہت چھوٹی ہے اور سردست ظاہرا طور پر وہ شادی کے قابل نہیں یعنی اس حالت میں صرف نکاح بھی نامناسب معلوم ہوتا ہے۔

عزیز عبداللہ خاں صاحب نہایت نیک اور صالح نوجوان ہے اور اس کے متعلق ہمیں کسی قسم کا اعتراض نہیں بلکہ ہم سب اس رشتہ کو پسند کرتے ہیں اور خوش ہیں کہ اللہ تعالےٰ توفیق دے تو یہ رشتہ ہو جائے لیکن پھر بھی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ابھی سے یہ رشتہ کر دیا جائے۔

ہاں اس قدر وعدہ کر سکتے ہیں کہ اگر آپ کو اور آپ سے زیادہ لڑکے کو یہ رشتہ منظور ہو اور وہ عزیزہ کے بلوغ تک انتظار کرنا منظور کرے تو اس وقت تک کہ عزیزہ امتہ الحفیظ بالغ ہو۔ ہم اس رشتہ کا انتظار کریں گے۔ الاماشاءاللہ اور اس کو دوسری جگہوں پر ترجیح دیں گے۔ آگے آئندہ کے حالات کا اللہ تعالےٰ کو علم ہے۔

ہاں اگر کچھ مدت کے بعد عزیزہ کے ڈیل ڈول میں کوئی خاص تغیّر معلوم ہو جس سے جلد بڑھنے کی امید ہو تو اس وقت تک پھر اس تجویز پر غور ہو سکتی ہے موجودہ حالات میں عزیز عبداللہ خاں صاحب کو ایک ایسے عہد (سے) جکڑنے کی جس کے پورا ہونے کے لئے ابھی سالہا سال کے انتظار کی صورت درپیش ہے کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ امید ہے کہ آپ ان جوابات کو مناسب سمجھ کر ابھی اس معاملہ پر زور نہ دیں گے۔ والسلام۔ خاکسار مرزا محمود احمد

آپ کے لئے دعا کر رہا ہوں آپ تشریف لے جائیں اللہ تعالےٰ کامیاب واپس لائے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

ہاں ایک نہایت ضروری امر ہے جس کے لئے آپ کے آنے تک انتظار نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے اگر

آپ چند منٹ کے لئے کسی وقت آسکیں تو گفتگو ہو جائے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

نواب صاحب کی طرف سے دوبارہ تحریک اوراس کی قبولیت

ایک سال تک اس بارہ میں خموشی رہی جس کے بعد حضرت نواب صاحب نے پھر تحریک کی اور ذیل کا عرضیہ تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح مکرم معظم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ حضور کو یاد ہو گا ایک درخواست بدیں مضمون کہ اگر میرے بیٹے عبداللہ خاں کا رشتہ عزیزی امۃ الحفیظ سے منظور فرمایا جائے تو عنایت سے بعید نہ ہو گا جس پر از راہ کرم حضور نے تحریر فرمایا تھا (کہ) بوجوہ چند در چند سر دست یہ معاملہ ملتوی رہنا چاہئے۔ جب مناسب وقت ہو گا تو اول آپ کو ترجیح دی جائے گی میں حضور کے فرمانے کے بموجب خاموش تھا۔ مگر چونکہ مجھ پر اکثر ہموم وغموم کا وفور رہتا ہے اور صحت بھی اچھی نہیں رہتی اور رہی سہی امید کو منذر خوابوں نے توڑ دیا ہے جس سے دنیا سے طبیعت سرد معلوم ہوتی ہے اور زندگی کا بھروسہ کم۔ پس اگر میری حیات میں یہ کام ہو جائے تو کم از کم ایک لڑکے سے تو میں بےفکر ہو جاؤں۔ آج کل امتحان دینے کی وجہ سے لڑکے فارغ بھی ہیں اگر ان ایام فراغت میں حضور یہ رشتہ منظور فرما کر نکاح کر دیں تو عنایت ہو اور پھر عبداللہ کم از کم پابند تو ہو جائے گا۔ تودیع بعد بلوغ ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ حضور میری اس درخواست کو منظور فرمائیں گے۔

محمد علی خاں

نواب صاحب کی تحریک کو شرف قبولیت بخشا گیا چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امۃ الحفیظ اس وقت بہت کمزور اور کم عمر ہے اس لئے ابھی تین سال تک وہ رخصت ہونے کے ناقابل ہے۔ اس لئے اگر آپ اور میاں عبداللہ خاں اس بات پر راضی ہوں کہ رخصت کرنا تین سال تک ہمارے اختیار میں ہو گا اور یہ کہ مہر اسی طرح جس طرح عزیزہ مبارکہ بیگم کو لکھا گیا تھا لکھا جائے گا۔ گو مقدار کم مثلاً پندرہ ہزار ہو تو یہ رشتہ ہمیں منظور ہے۔ موخر الذکر شرط صرف حضرت صاحب کی احتیاط کے مطابق ہے۔ دوم جب لڑکی رخصت ہو تو الگ مکان میں الگ انتظام میں رہے۔ کیونکہ بصورت دیگر بہنوں میں اختلاف کا خطرہ ہوتا ہے۔

خاکسار مرزا محمود احمد

اس خط کا جواب آج ہی مل جانا چاہئے۔

نواب صاحب نے جواباً عرض کیا:

دارالسلام دارالامان قادیان　　　　　　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴؍جون ۱۹۱۵ء　　　　　　　　سیدی حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ حضور کا والا نامہ پہنچا۔ محمد عبداللہ خاں کو بھی دکھلا دیا ہم دونوں کو حضور کی شرائط ہر سہ گانہ میں کوئی عذر نہیں۔ مہر ۱۵۰۰۰ روپے منظور۔ الگ مکان سے عُذر نہیں کیونکہ قرآن شریف سے اشارہ معلوم ہوتا ہے تین سال تک تو دیع نہ تو یہ بھرنا نا قابلِ پذیرائی نہیں۔ حضور کو تو یہ لکھنا ہی مناسب نہ تھا کیونکہ میرے سابقہ عمل کے حضور واقف پھر بہ سبب رشتہ داری اور دینی یعنی حضور مخدوم ہیں اور عبداللہ خادم۔ حضور پیر ہم مرید۔ اس لئے حضور کوئی ایسا معاملہ کر ہی نہیں سکتے کہ ایک فریق کا نفع اور دوسرے کا نقصان ہو۔ پس جیسے حضور اس طرف ذمہ دار اور وکیل و مربیّ۔ اسی طرح اُس طرف بھی۔ پھر میں اپنے اوپر کیوں رکھوں میں حضور ہی کے سپرد کرتا ہوں کہ جو حضور مناسب تصوّر فرمائیں مجھ کو اِس میں کوئی عُذر نہیں۔ حضور تین سال پانچ بعد تو دیع تصور فرمائیں......(الفاظ پڑھے نہیں گئے۔ ناقل) یہ......* بعد بلوغ تو دیع مناسب تصوّر فرمائیں عین مقصود ہے۔ ایک احاطۂ مکان جُدا مناسب تصوّر فرمائیں۔ یہ قبول۔ بالکل جدا تصور فرمائیں۔ وہ مناسب۔ خلاصہ یہ کہ جو آپ مناسب تصور فرمائیں۔ وہ ہی مناسب۔ پس آپ ہی اس طرف سے وکیل، ذمہ دار، مربی، ولی، سب کچھ، میں حضور ہی پر چھوڑتا ہوں۔ میں نے نہ مبارکہ بیگم صاحبہ کے موقع پر عُذر کیا نہ اب۔ حضرت نے ایک سال فرمایا وہ منظور کیا۔ پانچ سال کہا اس سے انکار نہیں کیا۔ ایک سال فرمایا اس سے منہ نہ پھیرا۔ تین دِن فرمایا نہایت شکریہ سے قبول کیا۔ بس اب حضور جو کچھ مجھ کو کہنا چاہیں خود ہی میری جانب سے اپنے ارشاد کا جواب دیں۔ کیونکہ میں حضور کی رائے کے خلاف عذر ہی نہیں کرتا۔　　　　　　　　محمد علی خاں

اعلان نکاح

اس نکاح کا اعلان ۷؍جون ۱۹۱۵ء کو مکرم مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے مسجد اقصیٰ میں فرمایا اس موقعہ پر آپ نے جو خطبہ پڑھا ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے☆ آپ نے خطبہ مسنونہ پڑھ کر

---

* الفاظ پڑھے نہیں گئے۔ ناقل

☆ نکاح کے متعلق حضور ایدہ اللہ نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرّمی نواب صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط مل گیا چونکہ ڈاکٹر صاحب بھی آئے ہوئے ہیں اس لئے بہتر

فرمایا ''آج کا دن خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقتوں میں سے ایک عظیم الشان صداقت اور آیات اللہ میں سے ایک آیت اللہ ہے☆ دنیا میں بہتیرے نکاح ہوئے ہیں

☆ حضرت مسیح موعود کا الہام ہے۔یوم الاثنین ......یایوم الا ثنین جس کا ترجمہ آپ نے یوں فرمایا کہ دوشنبہ مبارک ہے، دوشنبہ اور چونکہ یہ نکاح دوشنبہ کے دن قرار پایا جس سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی ۔اس لئے یہ دن مسیح موعودؑ کے صداقت کی نشانوں میں سے ایک نشان قرار دیا گیا۔

بقیہ حاشیہ:- ہے کہ پیر کے دن نکاح ہو جائے والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

نوٹ: مراد ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ (مؤلف)

اس کے متعلق ذیل کا اشٹام ضبط تحریر میں لایا گیا۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مہرنامہ از جانب محمد عبداللہ خاں صاحب

باعث تحریر آں کہ

جو کہ ۷؍جون ۱۹۱۵ء بروز دوشنبہ کو میرا نکاح امۃ الحفیظ بیگم دختر سیّدنا مولانا و امامنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام مرحوم مغفور رئیس قادیان ضلع گورداسپور سے بعوض مہر مبلغ ۱۵۰۰۰ پندرہ ہزار روپیہ کلدار جس کے نصف ساڑھے سات ہزار ہوتے ہیں ہوا ہے یہ پندرہ ہزار روپیہ مہر امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مذکورہ کا بطور مہر مئوجل مقرر ہوا ہے جو میرے اور میرے ورثاء پر حق واجب ہے پس زوجہ ام مذکورہ جب چاہیں اس رقم کو مجھ سے یا میرے ورثاء سے وصول کر سکتی ہیں پس یہ چند کلمات بطور مہر نامہ واقرار نامہ وسند کے آج لکھ دئے کہ عندالحاجت کام آئیں''۔

وقت نکاح کے متعلق استفساراً نواب صاحب نے تحریر کیا:

دارالسلام بسم اللہ الرحمن الرحیم

۶؍جون ۱۹۱۵ء

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح مکرم معظم سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔غالباً نکاح بعد عصر ہوگا مگر احتیاطاً حضور سے ملتجی ہوں کہ کیا بعد عصر ہوگا یا کسی اور وقت تا کہ اس وقت حاضر ہو جائیں۔محمد علی خاں۔جواباً حضور نے تحریر فرمایا:''انشاء اللہ نماز عصر کے بعد بڑی مسجد میں ہوگا۔

مرزا محمود احمد''

اور ہوں گے مگر یہ نکاح جس کے پڑھنے کے لئے میں مامور ہوا ہوں کچھ اور ہی شان رکھتا ہے۔ حضرت عزیزہ مکرمہ امتہ الحفیظ کہ جس کے نکاح کا خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں حضرت مسیح موعودؑ کے نشانوں میں سے ایک بہت بڑا نشان ہے آپ کی پیدائش کے متعلق حضرت صاحب کا الہام ہے ''دخت کرام'' [۲۰۳] اور اللہ تعالیٰ کے فضل نے اس دخت کرام کو ایک اور رنگ میں حضرت مُبارک احمد کا رنگ بھی دیا ہے۔ کرام کریم کی جمع ہے اور اس کو جمع میں خدا تعالیٰ نے اس لئے رکھا کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک نبی کی حیثیت نہیں

بقیہ حاشیہ:- نکاح کے اعلان کی خبر معزز الفضل نے شائع کرتے ہوئے لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی رسولہ الکریم

رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید

قران السّعدین

آج ۷/جون ۱۹۱۵ء مطابق ۲۳ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ دوشنبہ مبارک دوشنبہ ہے۔ جب کہ خدا کے برگزیدہ نبی مسیح موعودؑ کی صاحبزادی امتہ الحفیظ (جن کو خدا تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں دُخت کرام فرمایا ہے اور جو خدا کے نشانوں میں ایک نشان ہیں [۲۰۴] کا نکاح مکرم معظم جناب خاں صاحب محمد علی خاں صاحب کے صاحبزادہ میاں محمد عبداللہ خاں صاحب سے ہوا۔ حضرت نواب صاحب اور ان کا فرزند ارجمند نہایت ہی خوش قسمت ہیں کہ ان کو وہ شرف ملا جو تیرہ سو سال میں کسی فرد بشر کو حاصل نہیں ہوا۔ اور پھر میاں عبداللہ خاں صاحب جو بلحاظ اپنے اخلاق حمیدہ وصفات نکوہیدہ و پابندیٔ احکام کتاب وسنت واطاعت مسیح موعود فرمانبرداری خلفاءِ مسعود کے ایک قابل تعریف نوجوان ہیں۔ ہزار ہا مبارکباد کے مستحق ہیں جن کے حبالۂ نکاح میں وہ مبارک خاتون آتی ہے کہ اس کے بعد لوگ ہزاروں لاکھوں نکاح کریں گے۔ مگر یقیناً وہ خدا کے مسیح موعودؑ خدا کے رسول۔ خدا کے نبی جری اللہ فی حلل الانبیاء کی بیٹی نہ ہوگی۔ پس یہ بہت بڑا انعام الٰہی ہے جو اس خاندان پر ہوا۔ اور جتنا بڑا انعام ہو اتنی بڑی ذمہ واری ہوتی ہے اس لئے ہم جماعت احمدیہ کی طرف سے تمام خاندان رسالت اور خاندان حضرت نواب صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ الٰہی یہ قران السعدین مبارک ہو اور ان سے مسیح موعودؑ کی نسل بڑھے پھلے اور پھولے اور وہ تمام ان کمالات اور انعامات کی وراثت ہو جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اولاد واحفاد سے وعدہ ہے۔ اللّٰھم آمین یاربّ العالمین''۔ [۲۰۵]

نئی ذمہ داریوں کو اختیار کرنے کے موقعہ پر حضرت نواب صاحب نے جو قیمتی نصائح تحریر کی ہیں وہ اس

رکھتے تھے بلکہ جری اللہ فی حلل الانبیاءعلیہم السلام کی شان کے حامل تھے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام ''کتب اللہ لاغلبن انا ورُسلی'' [۲۰۶] سے ظاہر ہے۔چنانچہ اس کی تشریح میں حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

بقیہ حاشیہ:- قابل ہیں کہ یہاں درج کر دی جائیں تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یاابنی سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔اب تک تم اور زندگی میں تھے اوراب اور زندگی اختیار کرنے والے ہواور نیاعلم تمہیں سیکھنا ہے اس لئے چند امور کا لکھنا میں ضروری سمجھتا ہوں اور میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم کو بعض امور سے خبر دار کر دوں اب تمہاری شادی ہونے والی ہے اور تاہل کے جوئے میں آنے والے ہو، دنیا کی گاڑی تاہل سے چلتی ہے جس میں میاں بیوی جوتے جاتے ہیں پس اگر ایک بیل کاندھا ڈال دے تو گاڑی چلنی مشکل ہے اس لئے اس معاملہ میں خود کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔پہلے میں وہ تحریر کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر نے فرمایا ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر کون ہمیں بتلاسکتا ہے اور پھر سنت محمد مصطفٰے صلعم سے بڑھ کر ہمارے لئے کونسا اُسوہ ہوسکتا ہے۔لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔ [۲۰۷]

پیشتر اس کے کہ میں تاہل کے متعلق کچھ تحریر کروں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے یہ بتلاؤں کہ انسان کے پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے کیا غرض بتلائی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔[۲۰۸] غرض خلقت جنّ وانس کی عبادت بتلائی ہے یعنی انسان کی پیدائش کی غرض عبادت ہے اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرے اسلام بھی اسی کا مترادف ہے کیونکہ اسلام کے معنی بھی فرماں برداری کے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔اَسْلِمْ فرماں بردار بن جاوہ مقدس وجود جواب میں فرماتا ہے اَسْلَمْتُ میں فرماں بردار بن گیا۔چونکہ غرض پیدائش انسان فرماں برداری اللہ تعالیٰ ہے اور فرماں برداری دو طرح ہی ہوتی ہے ایک بجبر اور ایک بمحبّت جو فرمانبرداری جبر سے کرائی جاتی ہے وہ اصلی نہیں ہوتی اور جب موقعہ لگتا ہے ایسے لوگ جو جبر سے مُطیع کئے جاتے ہیں اطاعت کو چھوڑ دیتے ہیں۔مگر جو لوگ اپنی نشاط طبع اور دلی میلان اور محبت سے اطاعت کرتے ہیں ان کی اطاعت مستحکم ہوتی ہے اور وہ فرماں برداری پوری طرح سے کرتے ہیں اسی لئے انبیاء کو اللہ تعالیٰ خوش خلقی کی ہدایت فرماتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ اگر تو بدمزاج اور سخت دل ہوتا تو تیرے قریب بھی کوئی نہ پھٹکتا اور فرمایا کہ مومنوں کے لئے اپنے کاندھے جُھکا دے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت میں جبر واکراہ نہیں رکھا تا لوگ محبت قلبی سے انبیاء کی اطاعت کریں اور شریعت کو نشاط طبع کے ساتھ اختیار کریں لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ [۲۰۹] اور اگر جبر سے اطاعت کرائی جائے تو پھر اطاعت کرنے والے میں عمدہ اخلاق نہیں پیدا ہوسکتے اور نہ وہ ترقی کرسکتا ہے۔دیکھو لوغلاموں میں

''اس وحی الٰہی میں خدا نے میرا نام رسل رکھا کیونکہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیھم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدمؑ

بقیہ حاشیہ:- اور جو لوگ جبراً مطیع کئے جاتے ہیں ان کے اخلاق ہمیشہ رذیل ہوتے ہیں حیوانات کو دیکھ لو کہ ان کی فطرت ہی اللہ تعالےٰ نے ایسی بنائی ہے کہ وہ مجبور ہیں کہ اپنی فطرت کے مطابق کام کریں اس لئے وہ ترقی بھی نہیں کر سکے مگر انسان جس کو خداوند تعالےٰ نے گو حیوان بنایا مگر اس میں سیکھنے کا مادہ رکھ دیا اور ایک حد تک آزاد بنا دیا اور جبراً اس سے کام لینا نہ چاہا۔ اس لئے وہ ترقی کرتا ہے اور یہاں تک خدا نے اس کو ترقی کا سامان رکھ دیا۔ کہ وہ خلیفۃ اللہ بنا۔ پس اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ انسان محبت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی فرماں برداری کرے اور نشاط طبع سے اطاعت گزار ہو اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنی محبت کا محبط اللہ تعالےٰ کو ہی صرف قرار دے کوئی محبت اللہ تعالےٰ کی محبت پر غالب نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ ہی محبوب ہو تمام فانی چیزوں سے منہ موڑ لے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے امید دلا کر بھی اطاعت کا حکم فرمایا چنانچہ فرماتا ہے کہ میں نے مومنوں کی جان اور مال کو بہشت کے بدلے میں خرید لیا۔ اب سمجھ لو کہ غلام کی جان و مال جب بِک گئی تو اس کا کیا رہ گیا اور پھر اسی لئے حکم بھی دیا۔ کہ اگر تم کو اللہ اور اُس کے رسول سے تمہارے ماں باپ۔ بیٹے، بیٹی، بیوی، رشتہ، مال و دولت باغات جو تم نے بڑے چاؤ سے لگائے اور مکانات جو بڑے اہتمام سے بنائے اور تجارتیں جن کے گھاٹے کا تم کو خوف ہے۔ زیادہ پیارے (ہیں) تو پھر اللہ تعالےٰ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ پھر سزا دے گا ان وجوہ سے صاف ظاہر ہے کہ محض اللہ تعالیٰ سے ہی محبت ہو اور اس بڑھی ہوئی محبت سے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری انسان کرے۔ ہاں دوسری چیزوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت محبت سلوک نیکی کرے اور یہ سمجھ کر کہ محبوب کی چیزیں ہیں۔

لوگ غلطی سے شادی بیاہ کے تعلقات کو محبت کی بناء پر کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں محبت محض اللہ تعالیٰ کے لئے وقف ہے کیونکہ انسان دل کے ہاتھوں مجبور ہے جب کسی سے محبت بڑھ جاتی ہے پھر دین و ایمان جان و مال سب اس پر قربان کر دیتا ہے اور بتوں کو سجدہ کرتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے دل کو اپنا مہبط بنایا اور غیر اللہ سے لگانے سے ہٹایا تاہم اسی محبوب حقیقی پر دین و ایمان و جان و مال فدا کریں بیوی بچوں سے حسن سلوک کریں مگر اسی قدر جس قدر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اجازت دے دی۔ پس محبت کی بناء پر شادی نہ ہونی چاہئے۔ دل کے ہاتھوں غیر اللہ کو کعبہ نہ بنائیں اس لئے اللہ تعالےٰ نے بعض قوانین باندھ دئے تاہم اللہ تعالیٰ کو جب جان اور مال بیچ چکے ہیں اور اس میں سے اس نے اپنے فضل (سے) باوجود خرید کے

ہوں۔ میں شیثؑ ہوں۔ میں نوحؑ ہوں۔ میں ابراہیمؑ ہوں۔ میں اسحاقؑ ہوں۔ میں اسمٰعیلؑ ہوں۔ میں یعقوبؑ ہوں۔ میں یوسفؑ ہوں۔ میں موسیٰؑ ہوں۔ میں داوٴدؑ ہوں۔ میں عیسیٰؑ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ:- خرچ کی اجازت دی ہے۔ کچھ جان و مال خرچ کریں پس شادی کے متعلق فرماتا ہے اور پہلا اصول بھی قائم کرتا ہے مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ۔ پاکباز ہوکر خواہشات کو مدّنظر رکھ کر...... حصین کہتے ہیں قلعہ کو یعنی قلعہ بند ہوکر۔ قلعہ کیوں ہوتا ہے۔ اپنے بچاوٴ کے لئے پس اپنے قویٰ اور طاقتوں کو قائم رکھ کر صحت اور عافیت کا لحاظ رکھ کر تمام تعلقات کو قائم کرنا چاہئے۔ پھر شیطان کے پنجے سے بھی بچانا چاہئے اور نہ صرف اپنے آپ کو بچانا بلکہ بیوی کو بھی۔ اس کی صحت عافیت کا خیال بھی رکھنا۔ اس کو بھی شیطان سے بچانا۔ پس پہلا اصول یہی ہے کہ حیوانات کی طرح ہر وقت خواہشات کا گرویدہ نہ رہنا چاہئے۔ اور پھر حضرت انسان تو حیوانات سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ قوانین قدرت کو توڑ دیا ہے۔ پس قوانین قدرت کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ لطیف طرز سے اللہ تعالیٰ نے شادی کو ظاہر فرمایا ہے اور اسی سے تعلقات زن وشوئی کے کل شعبوں پر روشنی ڈال دی اور جو ایک کتاب میں بھی بیان نہیں ہوسکتے۔ ایک آیت میں بیان کردئے اور وہ یہ کہ نِسَآؤُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ ۪ فَاۡتُوۡا حَرۡثَکُمۡ اَنّٰی شِئۡتُمۡ ﴿۲۲۴﴾ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آوٴ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کھیتی سے کیا غرض ہے بس یہی کہ اناج پیدا ہو اور اس اناج سے فائدہ اٹھایا جائے پس عورتیں کھیتی ہیں ان سے اولاد لی جائے بس غرض شادی کی اصل اولاد ہے۔ پھر یہ کہ تعلقات زن وشوئی کی حد یہاں تک ہونی چاہئے (کہ) اولاد ہو۔ پس حیض، رضاعت میں اجتناب لازم ہے حیض کی بابت تو صاف حکم دیا اور تمدّن انسانی کی مشکلات کی وجہ سے حمل و رضاعت کے متعلق اس آیت بالا میں لطیف طرز سے بیان کردیا اور ایک جگہ مدت کا بھی اشارہ فرمایا کہ وَحَمۡلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا ﴿۱۶﴾۔ پس اسی حد تک استعمال قویٰ ہے جہاں تک اولاد حاصل ہو اور بس اور مواقع ایسے ہیں کہ اولاد کی غرض نہ ہو تو اس سے پرہیز لازم۔ قیام صحت و عافیت بھی لازمی امر ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ انسان چونکہ متمدن مخلوق ہے اس لئے اس کو بیوی بچوں سے تعلقات بھی لمبے ہوتے ہیں۔ اس لئے بیوی کو تسکین کا باعث بتلایا ہے اور اس میں بھی بہت حکمتیں ہیں بیوی سے حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے۔ پس ان امور کے متعلق مجھ کو پوری طرح لکھنے کا وقت نہیں میں نے ایک رسالہ بنوایا ہے۔ تم کو بھیجتا ہوں اس کو پڑھ لو اور یہ خط اور وہ محفوظ رکھو۔ اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا اور توفیق اللہ تعالیٰ (نے) دی تو میں اپنی طرز پر اس کو مرتب کروں گا بعض جگہ میں نے نشان لگادئے ہیں، وہ سردست واجب العمل باتیں ہیں ان کا لحاظ لازمی ہے

اب میں آخر میں چند امور اور لکھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ دین کے لحاظ سے یا دنیا کے لحاظ سے جو بڑے ہوں ان

کے نام کا میں مظہر اتمّ ہوں یعنی ظلّی طور پر محمد اور احمد ہوں۔'' [۲۱۲]

اس لئے دُخت کرام کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہوئے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تمام انبیاء کا مفہوم صادق آتا ہے اس لئے گویا عزیزہ امتہ الحفیظ سارے انبیاء کی بیٹی ہیں دوسرے پہلو کے ساتھ صاحبزادہ مبارک احمد کے رنگ میں اس طرح سے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں   یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

حضورؑ نے جب یہ فرمایا صاحبزادہ مبارک احمد اس وقت زندہ تھے اور مبارک احمد کے سمیت پنجتن تھے لیکن جب مبارک احمد فوت ہو گئے تو اب یہ جو پنجتن کا لفظ تھا اگر مبارک احمد کے فوت ہو جانے پر عزیزہ امتہ الحفیظ ہوئی نہ ہوتی تو ایک مخالف کہہ سکتا تھا کہ بتاؤ اب پنجتن کون ہیں سو خدا کے فضل سے پنجتن کے عدد کی صداقت کو بحال رکھنے کے لئے خدا کی طرف سے عزیزہ مکرمہ کا وجود مبارک احمد کے قائم مقام ظہور میں لایا گیا۔

بقیہ حاشیہ:- سے تعلقات میں بہت مشکلات ہوتی ہیں میری شادی بھی دین کے لحاظ سے ایک بڑے مقدس محبوب الہیٰ کی بیٹی سے ہوئی ہے اور اسی کی بیٹی سے تمہاری۔ یہ ایک بڑا مشکل مرحلہ ہے اس کا نبھانا سوائے اللہ کے فضل کے نہیں ہوسکتا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمان برداری کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ [۲۱۳] اور یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا [۲۱۴] اورحدیث کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتة [۲۱۵] پر عمل ہونا چاہئے یعنی بیوی مرد کی محکوم ہو اور مرد حاکم ہو۔ دوسری طرف حسن سلوک کا حکم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا (ہے) کہ اگر تم کو بیوی میں کچھ نقص بھی معلوم ہو تو میری خاطر درگزر کرو۔ عَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَخَیْرٌلَّکُمْ ۚ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّلَّکُمْ [۲۱۶] اورحدیث خیر کم خیر کم لا ھلہ [۲۱۷] اور پھر یہ کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے پس اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو تو یہ ٹوٹ جائے گی پس جس قدر مشکل ہے کہ ایک طرف حاکم بنو دوسری طرف حسن سلوک کرو اور یہاں تک کہ بہت سیدھے کرنے کی کوشش بھی نہ کرو۔ پھر ایسے بڑے انسان کی بیٹی سے شادی تو اس سے سلوک اور بھی مشکلات میں ڈالتا ہے پس اس کی تطبیق اور طرز یہی ہوسکتی ہے کہ ایسی طرز اختیار کرو کہ بیوی تمہارے احسانات میں دب جائے حسن سلوک سے سر نہ اٹھا سکے اور محبت نشاط طبع سے تمہاری فرمابردار ہو جائے ...... پس جس طرح میں مسیحؑ کی بڑی بیٹی سے سلوک کرتا ہوں اور عزت و آداب کرتا ہوں تم کو بھی مسیحؑ کی چھوٹی بیٹی کا ادب اور حسن سلوک کرنا چاہئے اور اس کو نبھانا چاہئے اب میں اس خط کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ شادی تمہارے لئے اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ بابرکت کرے۔

راقم محمد علی خاں

پس عزیزہ امتہ الحفیظ کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صداقت کے نشانوں میں سے ایک بہت بڑا نشان ہے، اس لئے میں نے یہ عرض کیا ہے کہ اس نکاح کو دوسرے نکاحوں پر فضیلت اور خصوصیت حاصل ہے اور ان معنوں میں یہ نکاح ایسا ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کا اور کوئی نکاح اس شان اور مرتبہ کا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ نکاح اللہ تعالیٰ کے ایک نبی بلکہ عظیم الشان نبی کی صداقتوں میں سے ایک صداقت ہے

میں نے جو یہ چند آیات پڑھی ہیں ان کا خطبہ نکاح میں پڑھا جانا مسنون اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات سے ثابت ہے۔ ان آیات میں زن و مرد کے تعلقات نکاح کے اغراض اور آئین پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا کہ ایک مسلم جو نکاح کرتا ہے اور اسلام زن و شوہر کے تعلقات قائم کرنے کی ہدایت دیتا ہے تو وہ کس غرض پر مبنی ہونے چاہئیں۔ ان آیتوں میں ایک لفظ کا بڑا تکرار آیا ہے اور وہ تقویٰ کا لفظ ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے نکاح کی غرض ہی تقویٰ رکھی ہے۔ تقویٰ ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا [۲۱۸] یعنی اگر انسان کے راستہ میں کسی قسم کی مشکلات ہوں اور وہ ان سے نکلنا چاہے اور وہ نکلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تقویٰ کرے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کے لئے وہ سامان پیدا کر دیگا جن کی وجہ سے ان مشکلات سے مخلصی پا جائے گا۔ پھر فرمایا يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [۲۱۹] اور اس کو تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے بلا حساب اور بلا تکلیف رزق دیا جائے گا گویا اس میں یہ بتایا کہ اگر ایک ایسا انسان ہو جس کو نکاح کرنے کی ضرورت ہو لیکن نکاح کرنے کے سامان موجود نہ ہوں اور وہ عاجز مفلس اور کنگال ہو تو اسے چاہئے کہ تقویٰ اختیار کرے۔ تقوےٰ سے یہ ہوگا کہ جس قدر مشکلات بھی اس کے راستہ میں روک ہوں گی خدا تعالیٰ ان کو دور کر دے گا اور اس کو ان سے نکال دیگا، دوسرا زن و شوہر کے تعلقات کے بعد بھی مشکلات بڑھ جاتی اور پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً رزق کے متعلق اور ایسا ہی اولاد وغیرہ کے متعلق تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی فرماتا ہے کہ جب تمہارے تعلقات قائم ہونے سے تمہیں یہ مشکلات پیش آئیں گی تو تقویٰ کرنے سے یہ بھی دور ہو جائیں گی اور اللہ تعالےٰ خود تمہیں رزق دے گا اور اس قدر دے گا جو بغیر حساب کے ہوگا اور بلا محنت ہوگا بشرطیکہ تم متقی ہو جاؤ۔ اس لحاظ سے یہ بات اولاد پر بھی چسپاں ہو سکتی ہے کہ جو نکاح تقویٰ کی غرض سے کیا جائے گا اس سے جو اولاد ہوگی وہ بہت پاکیزہ اور کثرت سے ہوگی اور ایسے رنگ میں ہوگی کہ تمہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ ہوگا کہ کس طرح سے نیک ہوگئی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق مشاہدات سے اور نیز تاریخ سے ثابت ہے کہ ان کی اتنی اولاد ہوئی کہ شاید ہی کسی اور نبی کی ہوئی ہوگی اس کا باعث یہی تھا کہ انہوں نے تقویٰ کے لئے نکاح کیا اور ان کا تقویٰ بہت بڑا تقویٰ تھا۔ حضرت مسیحؑ موعود فرماتے ہیں ۔

میں کبھی آدمؑ کبھی موسیٰؑ ۔ کبھی یعقوبؑ ہوں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

یعنی ابراہیم علیہ السلام کی طرح میری اولاد بھی بے شمار ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرز پر جو نکاح ہوتا ہے یعنی تقویٰ پر جس کی بناء ہوتی ہے اس سے اولاد بے حساب اور پاکیزہ ہوتی ہے۔ یہ تقویٰ کے فوائد ہیں ان آیتوں میں ان ہی فوائد کو کھول کر پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۲۲۰ اے لوگو تم اپنے اس رب کے لئے تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کے زوج کو پیدا کیا۔ آگے فرمایا۔ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا ۲۲۱ تمہارے نکاح کی یہ غرض بھی ہو کہ تم تقویٰ اختیار کرو لیکن یہ بھی ہو کہ تم میں سے رجال اور نساء بھی ہوں اور تم سے یہ سلسلہ چلے لیکن یہ سلسلہ بھی تقویٰ کے نیچے ہو، ورنہ کیا کفار کی اولاد نہیں ہوتی۔ یا حیوانوں کی اولاد نہیں ہوتی اور ان سے سلسلہ نہیں چلتا۔ پھر مسلمانوں اور دوسرے لوگوں اور حیوانوں میں فرق ہی کیا ہوا؟ مسلمانوں کا تو یہ کام ہے کہ نکاح تقویٰ کے تحت کریں تا کہ نیک اولاد پیدا ہو اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کرو اور ضرور کرو چنانچہ فرمایا: النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی ۲۲۲ یعنی نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو اس میری سنت سے اعراض کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ پس اگر کوئی تقویٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ملحوظ خاطر رکھ کر نکاح کرے تو بڑے فائدہ اور بڑے ثواب کا مستحق ہوگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تناکحوا وتوالدوا ۲۲۳ کہ نکاح کرو اور اولاد بڑھاؤ۔ میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ اب ان اغراض اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کو مدنظر رکھ کر جو نکاح ہو بہت ہی بابرکت ہوگا۔ اور بہت اچھی اولاد ہوگی۔ خدا تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔ نساءکم حرث لکم ۲۲۴ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں یعنی جیسے کاشتکار اپنی کھیتیوں میں پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی پیداوار کاشت کرتا ہے تمہیں بھی اپنی ان کھیتیوں میں پاکیزہ پیداوار کے لئے کاشت کرنا چاہئے۔ یعنی یہ کاشت تقویٰ کے طرز پر ہونی چاہئے۔ اگر کوئی تقویٰ سے یہ کاشت کرے گا تو اس کی اولاد ضرور اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ پھر خدا تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کے اور بھی کئی اغراض بیان فرمائے ہیں چنانچہ فرمایا هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۲۲۵ کہ وہ تمہارے لئے لباس کا فائدہ دیتی ہیں اور تم ان کے لئے لباس کا فائدہ دیتے ہو لباس کا فائدہ بھی خدا تعالیٰ نے خود ہی بتا دیا یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ۲۲۶ کہ لباس سے انسان کی شرمگاہیں ڈھکی جاتی ہیں اسی طرح زن و مرد کے تعلقات کی وجہ سے بہت سے مرد اور عورت کی برائیاں ڈھانپی جاتی ہیں اگر یہ مرد و عورت کا تعلق نہ ہو تو ممکن ہے کہ وہ جذبات اور طبعی تقاضے جو مرد و عورت کو لگے ہوئے ہیں۔ غلط طور پر استعمال کئے جائیں۔ اور آنکھ زبان کان ہاتھ سے گذر کر انسان کو کبیرہ گناہ کا بھی مرتکب بنا دیں اور جب کوئی بدی ہوگی تو گویا وہ بدی کرنے

والا انسان ننگا ہو جائے گا کیونکہ ہر ایک گناہ کے سرزد ہونے سے انسان اسی طرح شرمندہ ہوتا ہے جس طرح کہ ننگا ہونے سے شرمندہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان بدیوں کو ڈھانپنے کے لئے عورتوں کو مردوں کا لباس بنایا ہے اور یہ جذبات جو بدیوں کی طرف لے جاتے ہیں صرف مردوں کو ہی نہیں لگے ہوئے بلکہ عورتوں کو بھی لگے ہوئے ہیں اسی لئے جیسے عورتیں تمہارا لباس ہیں تم بھی ان کا لباس ہو اسی لئے یہ فرمایا تسـاءلـون بـه و الارحـام ۔[۲۲۷] اس میں یہ اشارہ ہے کہ کچھ عورت کے حقوق مرد پر ہیں اور کچھ مرد کے حقوق عورت پر ہیں ۔ پس تم آپس میں ایک دوسرے سے اپنے اپنے حقوق مانگ لو۔ اس میں ایک دوسرا پہلو وہ بھی ہے جو جذبات سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ کہ ان جذبات کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے تقاضوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا ایسا ہو۔ ایسے وقت میں اگر کوئی انسان جذبات کی تحریک سے اپنے طبعی تقاضوں کو پورا کرنے کی خواہش کرے تو ممکن ہے کہ وہ جائز ہو یا نہ جائز۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے نکاح اس لئے رکھا ہے کہ مرد کی فطرت میں ان جذبات کے نیچے جو تقاضے پائے جاتے ہیں وہ ان کو عورت سے جائز طور پر مانگ لے اور جو عورت کی فطرت میں تقاضے ہیں وہ مرد سے مانگ لے۔

نکاح کے موقعہ پر ایک اور آیت بھی پڑھی جاتی ہے جو سورۂ احزاب کے آخر میں ہے کہ یٰـاَیُّهَـا الَّـذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا [۲۲۸] یعنی ایمان والو تقویٰ اللہ کو اختیار کرو اور منہ سے بات کہو تو صاف اور سیدھی کہو بعض نکاح اس قسم کے ہوتے ہیں جن میں مبالغہ دھوکہ اور فریب کو کام میں لا کر اپنے فائدہ کی غرض سے دوسرے کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اس لئے فرمایا کہ تم جو یہ نکاح کا معاہدہ کرو تو یہ اس بناء پر ہو کہ سب سے پہلے تقویٰ تمہارے مدّنظر ہو۔ تقویٰ سب بُرائیوں کی جڑ کاٹتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تقویٰ کا لفظ بیان فرما کر پھر اس کی تائید میں کئی اور الفاظ اور آیتیں ساتھ رکھی ہیں، ان ہی میں سے ایک یہ آیت ہے فرمایا اس معاملہ میں پیچ دار طبیعت کے ساتھ مغالطہ اور خطرناک طرز عمل اختیار نہ کرو بلکہ بہت صاف اور سیدھی اور وہ بات جو حسن معاشرت اور حسن معاملت کے اعلیٰ پیمانہ پر قائم ہو وہ کہو نہ کہ پیچیدہ، دھوکہ دینے والی اور شریعت کے خلاف، پھر فرمایا اس کے فوائد یہ ہوں گے کہ یصلح لکم اعمال لکم ویغفرلکم ذنوبکم [۲۲۹] تمہارے اعمال کو جو تقویٰ اور زبان کی راستی کے نیچے ہوں گے ان کی اصلاح کی جائے گی دنیا میں فساد تقویٰ کے چھوڑنے اور زبان کی ناراستی کی وجہ سے ہوتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس شخص کے بہشت میں جانے کے لئے ضامن ہوتا ہوں جو دو چیزوں کو قابو میں رکھے ایک زبان کو دوسرے وہ جو دونوں رانوں کے درمیان ہے واقعہ میں انسان سے جس قدر شرور سیّئات اور جرائم سرزد ہوتے ہیں ان کا بہت بڑا ذریعہ یہی

دونوں چیزیں ہیں اور اگر اللہ کے فضل سے ان پر قابو پالیا جائے تو انسان کی بہت سی اصلاح ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ اس دوسری چیز کے لئے تو فرمایا کہ تقویٰ کرو اور زبان کے لئے فرمایا کہ **قولوا قولا سدیدا** اُس سے تمہارے گناہ بخشے جائیں گے آگے فرمایا کہ کس رنگ میں تقویٰ ہو ممکن ہے لوگ اپنے رسوم و رواج پر عمل کر کے ہی کہہ دیں کہ ہم تقویٰ کی راہ پر چل رہے ہیں اس لئے اس کی تشریح فرمادی **ومن یطع اللہ ورسولہ**[۲۳۰] یعنی تقویٰ اور قول سدید وہی ہے جو اللہ اور رسول کی اطاعت کے نیچے ہو اور قرآن اور سنت کے مطابق۔ ان آیتوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور آیت بھی پڑھتے تھے۔ اس میں بھی تقویٰ پر ہی زور دیا گیا وہ آیت یہ ہے **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ واتقوا اللہ ان اللہ خبیرٌ بما تعملون**[۲۳۱] اس آیت میں حصول تقویٰ کا طریق بتایا ہے اور وہ دو طرح پر ایک **ولتنظر نفس ماقدمت لِغَدٍ** یعنی ہر ایک نفس کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے کیا فکر کی اس سے اعمال کردہ کی جزا و سزا کی طرف توجہ دلا کر ہوشیار کیا ہے کیوں کہ نیکی بدی کی جزا سزا پر ایمان ہونے سے ضرور ہے کہ انسان تقویٰ کرے اور بد عملیوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ دوسرے **ان اللہ خبیر بما تعملون** یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفت خبیر پر ایمان لانے سے بھی انسان میں تقویٰ پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ جب انسان اس بات کا یقین کرے گا کہ خدا تعالیٰ میری ہر حرکت و سکون میرے ہر قول و فعل اور ہر نیت و عمل سے خبردار اور آگاہ ہے تو ...... وہ ضرور بدی سے بچنے کی کوشش کرے گا۔

غرض تقویٰ کا ہونا نہایت ہی ضروری امر ہے اور تقویٰ کے بغیر سب کچھ ہیچ۔ لیکن یہ نکاح جس کا خطبہ پڑھنے کے لئے مجھے حکم دیا گیا۔ اس کے متعلقین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو مجھ سے تقویٰ کی باتیں سننے کا محتاج ہو کیونکہ جو خدا تعالےٰ کا رسول ہوتا ہے جب سب پاک ہدایتیں اور سچی تعلیمیں وہ خود دینے والا ہوتا ہے اور کوئی کام ایسا نہیں ہوتا جس میں رسول کی طرف سے کامل نمونہ پیش نہ ہوتا ہو تو اس نمونہ کے جب پہلے وارث یہی متعلقین ہیں پھر ان کو مجھ سے کچھ سننے کی احتیاج کیسے؟

خدا کا رسول ہر کام کا نمونہ اور زندگی کا طرز عمل اپنے نمونہ سے بتاتا ہے۔ ہمارے سامنے اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے اور آپ کے بعد آج پھر تازہ ترین ہمارے سامنے ایک عظیم الشان نبی (مسیح موعودؑ) کا نمونہ موجود ہے جس سے سب سے زیادہ مستفیض ہونے والے اہل بیت اور آپ کے متعلقین ہیں اس لئے اب کسی بات میں ان کی راہ نمائی کرنا اور خاندان نبوت کو ہدایت کے طور پر کچھ سنانا یہ ہمارا کام نہیں ہے اور نہ ہی خاندان نبوت ہماری تقریروں تحریروں اور ہدایتوں کا محتاج ہے بلکہ ہم خود ان کے محتاج ہیں اور

ہمیں خود ان کی ضرورت ہے، اس لئے میری تقریر کسی کی احتیاج کے لئے نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی ایسی بات ہے۔ ہاں ایک عظیم الشان بات یہ ہے کہ اس عزیزہ کا نکاح ہے جو خدا تعالےٰ کے نشانوں کا ایک نشان ہے پھر اس عظیم الشان انسان کی صداقت کا نشان ہے جو خدا کا عظیم الشان مرسل اور عظیم الشان نبی ہے۔ جس کی صداقت اور آیات صداقت کی تجلّیات سے زمانہ منور اور بھرا ہوا ہے اور کوئی ملک کوئی علاقہ اور کوئی جگہ خالی نہیں اور کوئی زمین کا خطّہ اور آسمان کا افق ایسا نہیں جہاں آپ کی صداقتیں جلوہ گر نہ ہوں اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو کیا حضرت عزیزہ کا وجود اور کیا نکاح کوئی معمولی بات نہیں۔ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کا وجود جو تمام رسولوں کے کمالات کی حقیقت جامع ہے، آپ کی بیٹی کا نکاح ایک عظیم الشان چیز اور نہایت ہی مبارک تقریب ہے اور بہت بڑی سعادت ہے ان لوگوں کی جن کو یہ تعلق حاصل ہوا ہے۔ حضرت مسیحؑ موعود فرماتے ہیں طوبیٰ لعین رَأَتْنِیْ قبل وقتی☆ ۲۳۳ اور فَطُوْبیٰ لِلَّذِی عَرَضَنِیْ اَوْعَرَفَ مَنْ ۲۳۳ مبارک ہے وہ جس نے مجھے دیکھا اور مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا یا میرے پہچاننے والے کو پہچانا۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے ایک وقت آئے گا جب کہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کو تلاش کریں گے اور یہ التجا کریں گے کہ کاش ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھنے والا ہی کوئی دکھائی دے۔ ایک وقت آئے گا۔ جس وقت بادشاہ کہیں گے کہ کاش ہم مفلس ہوتے۔ تنگ دست اور محتاج ہوتے۔ مگر مسیح موعودؑ کے چہرہ پر نظر ڈالنے کا موقعہ پا لیتے اور ہم مسیح موعودؑ کے صحابہ میں شامل ہوتے اور وہ بادشاہ جو اس سلسلہ میں آنے والے ہیں اس بات پر رشک کریں گے کہ کاش ہمیں یہ تخت حکومت اور سلطنت نہ ملتی مگر مسیح موعودؑ کے در کی گدائی حاصل ہو جاتی۔ وہ نہایت حسرت سے اس طرح کہیں گے لیکن ان باتوں کو نہ پاسکیں گے لیکن کیا آپؓ لوگ کچھ کم درجہ رکھتے ہیں نہیں بلکہ آپ کا درجہ تو یہ ہے ؎

بندگان جناب حضرت او   سر بسر تاجدار مے بینم

آپ ان کی حضرت کے غلام ہیں کیا یہ آپ لوگوں کے لئے کچھ کم سعادت ہے کہ روحانی رنگ میں آپ کو تاجدار کہا گیا ہے؟ اب فرمایئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دیکھنے والا انسان کس سعادت کا مستحق ہے۔ پھر جس نے آپؑ کو دیکھا اور آپ کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا اس کا کیا درجہ ہے؟ پھر ایک اور گروہ ہے جو سعادت میں بہت

☆ اس رویت اور معرفت مراد مرتبہ رویت و معرفت ہے جس کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ نے خطبہ الہامیہ میں فرمایا ہے کہ من فرق بینی وبین المصطفیٰ فماعرفنی ومارائی ۲۳۴ کہ جس نے میرے اور حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے درمیان فرق کیا اور دونوں کو الگ الگ سمجھا اس نے نہ مجھے شناخت کیا اور پہچانا اور نہ ہی دیکھا اور سمجھا پس حضورؑ کے ارشاد کے مطابق حضورؑ کا دیکھنا اور پہچاننا ان ہی معنوں میں ہے کہ حضورؑ کو محمد مصطفیٰ ؐ ہی یقین کیا جائے۔

ہی بڑھ گیا ہے اس میں ایک وہ مبارک انسان ہے جس کے ہاں حضرت مسیح موعودؑ کا علاوہ روحانی تعلق کے خونی رشتہ کا بھی تعلق ہے اسے دامادی کا فخر حاصل ہے اور اس نبی سے تعلق ہے جو جری اللہ فی حلل الانبیاء ہے اور جسکی پیشگوئی کئی انبیاء کرتے آئے ہیں اور جسکی صداقت کو آسمان اور زمین کے جلالی اور جمالی رنگ کے آیات اور مختلف حالات کے واقعات اور انقلابات بڑے زور سے ظاہر کر رہے ہیں اور جو کہتا ہے کہ آسمان اور زمین میرے لئے نئے بنائے جائینگے۔ آپؑ نے تمثیلی انکشاف کے ذریعہ ایسا ہی دیکھا اس کے مطابق اب جو تغیرات دنیا میں ہونگے ان کا بہت بڑا موجب حضرت مسیح موعودؑ کا وجود اور ظہور ہی ہے آپؑ کا الہام **لو لاک لما خلقت الافلاک** [۲۳۵] ہے اگر آپؑ نہ ہوتے تو یہ جو ذرات عالم کی موجودہ رفتار اور گردش ہے یہ بھی نہ ہوتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تُو نہ ہوتا تو یہ بھی نہ ہوتے یہ دنیا کی رفتار اور طرز تیری ہی نصرت اور تائید کے لئے ہے۔ اب بتلاؤ کہ ایسے عظیم الشان انسان کا ایسا لختِ جگر اور خونی رشتہ جو صرف مبارک احمد کے رنگ میں ہی نہیں بلکہ بجائے خود بھی ایک عظیم الشان نشان ہے۔ جس انسان کے ساتھ ہوگا وہ کتنا خوش نصیب ہوگا۔ وہ تو اگر اس نعمت کے بدلے تمام عمر سجدہ شکر میں پڑا رہے تو بھی میرے خیال میں شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اور نعمتوں اور انعاموں کو جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ کسی کو ملیں ان کو جانے دو صرف یہی ایک عظیم الشان نعمت اور فضل کیا کم ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو ایک دفعہ دیکھنے اور آپ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالنے کا موقعہ مل گیا اور اگر کوئی ساری عمر اسی نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تو نہیں کر سکتا۔ پھر ہم سے کب شکریہ ادا ہو سکتا ہے جنہوں نے آپ کو بار بار دیکھا اور مدتوں آپ کی صحبتوں اور مجلسوں سے حظ اٹھایا ایک تو یہ ہم ہیں اور ایک اور ہیں جن کو اس سے بہت بڑی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ محض خدا تعالیٰ کے فضل کے نیچے حاصل ہوئی ہے۔ **ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء** یہ خدا کی عظیم الشان نعمت اور رحمت ہے اور ان کو نصیب ہوئی جن کو خدا تعالیٰ نے حجۃ اللہ فرمایا اس سے میری مراد حضرت نوابؓ ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک بیٹی جس کے گھر جائے اس کو کس قدر سعادت ہے لیکن بتاؤ اس کی سعادت کا کس طرح اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری بیٹی بھی خدا تعالیٰ کا فضل لے جائے اگر ہزارہا سلطنتیں اور بادشاہتیں بھی حضرت نوابؓ صاحب کے پاس ہوتیں اور انہیں آپ قربان کر کے حضرت مسیح موعودؑ کا دیدار کرنا چاہتے تو ارزاں اور بہت ارزاں تھا لیکن اب تو انہیں خدا تعالیٰ کا بہت ہی شکر کرنا چاہئے کہ انہیں خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نبی کی بیٹی مل گئی ہے۔ اور دوسری بیٹی بھی ان ہی کے صاحبزادہ کے نکاح میں آئی ہے۔ نکاح پندرہ ہزار روپیہ مہر پر محمد عبداللہ خان صاحب سے ہوا۔'' [۲۳۶]

رُخصتانہ

قارئین کرام پڑھ چکے ہیں کہ حضرت اقدسؑ کی ہر دو صاحبزادیوں کے رشتہ میں تقویٰ ملحوظ رکھا گیا نہ کہ امارت وتموّل۔ حضرت اقدسؑ حضرت نوابصاحب کے رشتہ کے لئے دوسری جگہ کوشش فرماتے رہے اور بعض ایک کے قبول کرنے پر زور بھی دیا گیا اسی طرح پہلے سیّدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ کی عمر کی وجہ سے مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کا رشتہ زیرِ غور نہ لا گیا اور بعد میں فریقین کی طرف سے دُعاؤں اور استخارہ کے بعد ہی یہ تعلق منظور کیا گیا۔ یہ ذکر کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ صاحبزادی صاحبہ محترمہ کا رخصتانہ بہت ہی سادگی سے عمل میں آیا چنانچہ میاں عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''میری شادی کے روز شام کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیحؓ الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بلا بھیجا چونکہ حضرت والد صاحب ابھی برات کے طریق کو اپنی تحقیقات میں اسلامی طریق نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے شہر پہنچا ہی تھا کہ آپ نے واپس بلا بھیجا اور میں حضور ایدہ اللہ کی اجازت سے واپس چلا گیا اور بعد میں سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور ہمشیرہ بوزینب بیگم صاحبہ دلہن کو دار المسیحؑ سے دار السلام لے گئیں۔'' ☆

☆ حضرت نواب صاحب کا برات کے متعلق جو خیال تھا سیّدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ کے رخصتانہ کے تعلق میں جو خط آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر کیا اس سے ظاہر ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں:

''میری تحقیق یہی ہے کہ مسنون طریق یہ نہیں کہ دولہا دلہن کو رخصت کرا کے لائے حرام میں نہیں سمجھتا ہاں سنت یہ نظر نہیں آتی ...... چونکہ شادی کو میں ایک مقدس چیز سمجھتا ہوں اس لئے اس میں میرا ایمان یہ ہے کہ مسنون طریق ہی ہونا چاہئے۔''

بعد میں حضرت نواب صاحب برات کے طریق کو بھی اسلامی سمجھنے لگتے ہیں۔ اس موقعہ پر آپ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضور کے نزدیک اگر یہ طریق مسنون ہے کہ دولہا سسرال کے ہاں دلہن کی رخصت کے لئے جائے تو اس پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن پیغام رساں نے جو بعد میں فتنہ پرداز ثابت ہوا اور مرتد مرا ادھورا پیغام دیا لیکن اس اثناء میں سیدہ محترمہ رخصت ہو کے آگئیں اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ سے فریقین کو ہر طرح محفوظ و مصؤن رکھا۔ **فالحمدللہ علی ذالک۔**

دعوت ولیمہ

دعوت ولیمہ کی بابت جو کوٹھی دارالسلام میں کیا گیا معزز الفضل میں زیر عنوان ''مدینۃ المسیح ''مرقوم

بقیہ حاشیہ:- رخصتانہ کے بارے میں محترم ایڈیٹر صاحب الفضل تحریر کرتے ہیں:

رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مّجید

مبارکباد

۲۲رفروری ۱۹۱۷ء مطابق ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری المقدس بروز پنجشنبہ حضرت جناب صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہ کی جن کا نکاح ۷رجون ۱۹۱۵ء بروز دوشنبہ مکرم معظم خاں صاحب نواب محمد علی خانصاحب کے صاحبزادے میاں محمد عبداللہ خاں صاحب سے ہوا تھا۔تقریب تو دیع عمل میں آئی۔ہم خادمان الفضل نہایت خلوص قلب اور دلی مسّرت کے ساتھ اپنی اور تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بارگاہ عالی میں اور حضرت ام المومنین نیز حضرت قبلہ نواب صاحب کی خدمت اقدس میں مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس مبارک اور مسعود جوڑے کو صحت وعافیت کے ساتھ ہمیشہ خوش وخرّم رکھے اور اپنے خاص انعامات کا وارث بنائے۔ان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل بڑھے پھلے پھولے اور پروان چڑھے۔

اللھم ربنا امین یارب العالمین !

خاندان رسالت کے دیگر معزز ومحترم بزرگوں کی خدمت میں بھی نہایت جوش اور خلوص کے ساتھ اس تقریب سعید پر مبارکباد عرض کرتے ہیں''۔ [۳۳۷]

ایک مبارک شادی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری اور آخری صاحبزادی حضرت امۃ الحفیظ صاحبہ کا نکاح ۷جون ۱۵ء کو بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں پندرہ ہزار مہر پر حضرت نواب محمد علی خاں صاحب قبلہ کے صاحبزادہ خان عبداللہ خاں صاحب سے ہوا۔خطبہ نکاح کی عزت مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کو ملی۔الحکم کی طرف سے یہ غیر معمولی پرچہ شائع ہوا۔

غیر معمولی پرچہ الحکم مورخہ ۷رجون ۱۵ء جو بعد عصر شائع ہوا۔

ہے”۲۳و۲۴ تاریخ جناب قبلہ نواب محمد علی خاں نے احباب قادیان کو اپنے صاحبزادے محمد عبداللہ خاں صاحب کی دعوۃ ولیمہ دی۔“ ۲۳۸

بقیہ حاشیہ:- حضرت نواب محمد علی خاں صاحب اور حضرت مسیح موعودؑ کے

خاندان ایک رشتہ میں

مبارکباد

یہ روز کر مبارک سُبحَان مَن یّرانی

نہایت مسرت اور دلی انبساط کے ساتھ یہ خبر شائع کی جاتی ہے کہ آج ۷/جون ۱۵ء کو بعد نماز عصر حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعودؑ کی دوسری اور آخری صاحبزادی حضرت امتہ الحفیظ کا نکاح ساعت سعید میں حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی پہلی بیگم کے بطن کے دوسرے صاحبزادے سردار عبداللہ خانصاحب سے ہوگیا **والحمد للہ علی ذلک** ۔صاحبزادی امتہ الحفیظ خدا تعالیٰ کی پاک وحی دخت کرام کے معزز خطاب سے یاد کی گئی ہے اور قبل از وقت اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی اس لئے وہ ایک آیۃ اللہ ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کیساتھ صہری تعلقات خدائے تعالےٰ کے خاص فضل اور برکات کا نشان ہیں اور یہ سعادت ازل سے حضرت نواب محمد علی صاحب اوران کے صاحبزادہ عبداللہ خاں کیلئے مقدر تھی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشند

حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ رشتہ کے رنگ میں فرزندی کے تعلقات کے حصول کی بیہودہ کوششیں بعض بدقسمتوں کے لئے ابدی محرومی کا موجب ہوگئیں مگر وہ خدا تعالیٰ کی نظر سے اس کے ہاتھ سے ممسوح اور معطر کئے ہوئے بندے کی فرزندی کے قابل رہیں تھیں،ان کے لئے آسمان پر پہلے سے لکھا گیا تھا۔الحمداللہ وہ نوشتہ پورا ہو گیا اس کے بعد اب دنیا کے آخر ہونے تک یہ سعادت کسی کو نہیں مل سکتی اس لئے کہ مسیح موعودؑ آپ کا اور اس کی پاک اولاد جو خدا تعالیٰ کے نشانات ہیں،ہو چکی۔

دنیا میں بہت نیک اور اعلیٰ درجہ کی خواتین ہونگی مگر حضرت ام المومنین کا درجہ حضرت مسیح موعودؑ کے تعلق کے باعث حضرت میر ناصر نواب قبلہ کی بیٹی کے سوا اب نہیں مل سکتا۔ایسا ہی مسیح موعودؑ کی فرزندی کے شرف میں اب حضرت نواب محمد علی خاں صاحب اور سردار عبداللہ خاں صاحب منفرد ہو چکے۔اس لئے اس عزت اور شرف پر میں ناظرین الحکم کی طرف سے حضرت نواب صاحب اوران کے خاندان کو بہت بہت مبارکباد دیتا

شجرۂ نسب

ذیل میں حضرت نواب صاحب کی اولاد شجرہ کی صورت میں دکھائی جاتی ہے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے ۲۲ رجنوری ۱۹۰۵ء کو حضرت نواب صاحب کو تحریر کیا۔

''مکانات کا بنانا شیروانی کوٹ اور مالیر کوٹلہ میں آپ کے لئے رحمت بخش نظر نہیں
آیا اور میرے لئے بھی خموشی بہتر ہے میں نے آج رؤیا دیکھی ہے کہ آپ کے مکانات
بڑے بڑے سلسلہ میں بن رہے ہیں۔''

یہ رؤیا جہاں **فی بیوت اذن الله ان ترفع** پر دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے ظاہری رنگ میں اس طرح پورا کر دیا کہ آپ کو اس کے بعد کوٹھی دارالسلام قادیان میں بنانے کا موقعہ ملا جو ہر لحاظ سے بابرکت ہوئی اور آپ کی اولاد میں سے متعدد کو قادیان میں کوٹھیاں میسر ہوئیں ذیل میں اولاد شجرہ میں ظاہر کی گئی ہے۔

شجرہ:

جن کی تاریخ ولادت معلوم ہو سکی خطوط وحدانی میں درج کر دی گئی ہے۔ بعض جگہ الفضل میں مندرجہ تاریخوں سے اختلاف نظر آئے گا۔ سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات وہاں صحیح تاریخیں شائع نہیں ہوئی ہیں۔ یہاں درج شدہ صحیح ہیں۔

بقیہ حاشیہ:- ہوں کہ یہ بہت ہی بڑا انعام ان پر ہوا ہے وہ جسقدر سجدات شکر بجا لائیں کم ہے اور حضرت ام المومنین اور حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے تمام ممبروں اور حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ کے خاندان کے تمام ممبروں کو مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اس رشتہ کو ہر قسم کی برکات اور فضلوں کا ذریعہ بنائے۔ آخر میں حضرت امام سیّدنا فضل عمر کے حضور مبارکباد عرض کرتے ہوئے اپنے لئے درخواست دُعا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ نے یہ سعادت ان کے لئے مقدر کی تھی صاحبزادی امتہ الحفیظ کی آمین اور نکاح انکے ہاتھ پر ہوا۔'' الحمد اللہ

خاکسار یعقوب علی تراب (ایڈیٹر الحکم قادیان)

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب
(ازبطن محترمہ مہر النساء بیگم صاحبہ بنت مکرم بھاول خاں صاحب)
بوزینب بیگم (۹۳-۵-۱۹)
(اہلیت حضرت مرزا شریف احمد صاحب)
میاں محمد عبدالرحمٰن صاحب (۹۴-۱۰-۱۹)
(لاولد)
میاں محمد عبداللہ خاں (۹۶-۱-۱)
(اولاد صفحہ ۳۰۳ پر)
میاں محمد عبدالرحیم خاں (۹۷-۱-۱۴)
(لاولد)
مرزا منصور احمد (۱۱-۳-۱۷)
(ازبطن صاحبزادی ناصرہ بیگم
بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)
مرزا ظفر احمد (۱۳-۷-۱۰)
(ازبطن صاحبزادی نصیرہ بیگم
بنت مرزا عزیز احمد)
مرزا داؤد احمد (۱۴-۸-۲۰)
(ازبطن صاحبزادی نصیرہ بیگم
بنت میاں محمد عبداللہ خاں)
صاحبزادی امۃ الودود
(۱۸-۱۰-۱۵)
(مدفونہ بہشتی مقبرہ)
صاحبزادی امۃ الباری بیگم
(۲۸-۱۰-۱۷)
(زوجہ میاں عباس احمد خاں
(لاولد صفحہ ۳۰۳ پر)
صاحبزادی امۃ الوحید بیگم
(۳۵-۸-۳۱)
صاحبزادی امۃ
الشافی (۴۴-۳-۵)
صاحبزادی امۃ الناصر
(نومبر یا دسمبر ۴۵ء)
صاحبزادی امۃ المصور
(آخر فروری ۴۹ء)
صاحبزادی امۃ المعزا
(شروع اکتوبر ۵۱ء)
صاحبزادی امۃ المومن
(۴۱-۳-۱)
صاحبزادی امۃ الصمد
(۴۳-۷-۲۶)
مرزا قمر احمد
(۴۶-۳-۳۱)
صاحبزادی امۃ الودود
(۴۹-۹-۲۸)
صاحبزادی امۃ الشکور
(۵۱-۱۱-۱۵)
صاحبزادی امۃ الرؤف
(۳۵-۸-۲۳)
مرزا ادریس احمد
(۳۷-۴-۱)
صاحبزادی امۃ القدوس
(۴۰-۲-۳)
مرزا مغفور احمد
(۴۷-۸-۲۲)
مرزا مسرور احمد
(۵۰-۹-۱۵)

حضرت نواب محمد علی خاں صاحب
(از بطن سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)
میاں محمد احمد خاں (۱۰-۷-۱۱)
(از بطن صاحبزادی امۃ الحمید بیگم
بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)
صاحبزادی منصورہ بیگم (۱۱-۹-۲۷)
(زوجہ مرزا ناصر احمد
ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)
میاں مسعود احمد خاں (۱۳-۴-۱۷)
(از بطن صاحبزادی طیبہ صدیقہ بیگم
بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ)
صاحبزادی محمودہ بیگم (۱۸-۸-۱۵)
(زوجہ ڈاکٹر مرزا منور احمد
ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)
صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم (۲۹-۹-۲)
(زوجہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد
ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)
مرزا اکبر احمد طارق (۵۱-۹-۶)
میاں مودود احمد خاں
(۴۱-۴-۱۲)
صاحبزادی نصرت جہاں بیگم
(۴۳-۱۱-۱۳)
میاں منصور احمد خاں
(۴۶-۹-۷)
صاحبزادی امۃ الوسع رعنا
(۵۱-۱-۲۷)
مرزا انس احمد
(۳۷-۴-۱۷)
صاحبزادی امۃ الشکور
(اپریل ۴۰ء)
صاحبزادی امۃ الحلیم
(۴۳-۱-۲۹)
مرزا فرید احمد
(۵۰-۳-۴)
مرزا لقمان احمد
میاں حامد احمد خاں
(۳۷-۳-۳۱
صاحبزادی راشدہ مبارکہ
(۳۹-۱۰-۴)
میاں محمود احمد خاں
(۴۲-۱۲-۱۷)
مرزا مبشر احمد
(۴۳-۱۲-۲۸
مرزا مظہر احمد
(۴۶-۵-۱۰)
صاحبزادی امۃ الحی
(۴۷-۱۰-۱۷)
مرزا عمر احمد
(۵۰-۱۰-۶)
مرزا مظفر احمد
(۵۲-۸-۷)

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مجھے تحریر فرمایا تھا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے امۃ الواسع نام رکھا ہے۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اب تحریر فرمایا ہے کہ حضرت اماں جان نور اللہ مرقدہا کی وفات کے بعد نصرت جہاں کر دیا گیا ہے۔ استفسار پر حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ''ایک رؤیا کی بنا پر جو عزیز مجید احمد نے دیکھا تھا نصرت جہاں رکھا گیا۔''

حصہ نقشہ مقامات مقدسہ قادیان

۱- چاردیواری مزار حضرت اقدسؑ ۲- جہاں حضور نے ایّام زلزلہ میں قیام کیا

۴- جس درخت سے قیام باغ میں چور باندھا گیا

۵- نارنگی کے معجزہ کی جگہ (سیرۃ المہدی)

۱۱- ایّام زلزلہ میں نواب صاحب کے کیمپ کی جگہ (صفحہ ۴۶)

(خام دیوار جو دکھائی گئی ہے ۴۷ء میں اس کی تعمیر شروع ہو کر ۴۸ء میں مکمل ہوئی

خلافت اولیٰ میں فتنہ اختلاف

حضرت نواب صاحبؓ کے سوانح حیات کا جزو اعظم وہ معرکہ ہے جو تاریخ سلسلہ میں خلافت حقہ کے خلاف فتنہ انگیزی کہلاتا ہے چونکہ حضرت نواب صاحبؓ نے اپنی استطاعت کے موافق اس فتنہ کے مقابلہ اور استیصال اور تمکین خلافت کے لئے صفِ اوّل میں کام کیا ہے۔اوراس کے ذکر کے بغیران کی کتاب حیات کی تکمیل نہیں ہوسکتی اس لئے میں مجبور ہوں کہ ان حالات کوتفصیل سے بیان کروں اوراس لئے بھی کہ نئی نسل کو حقیقی واقعات سے آگاہ کیا جائے۔میرا مقصد کسی شخص کی نیت پر حملہ کرنے کا نہیں اور نہ میں اسے اپنا حق سمجھتا ہوں۔البتہ میں واقعات کو پیش کرونگا ان کو پڑھ کر ہر شخص صحیح رائے قائم کر سکے گا۔میں واقعات بالاختصار بیان کروں گا۔میں یہاں یہ کہہ جانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ فتنہ اسوقت کی صدرانجمن کے بعض اکابر سے اُٹھا۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔☆

ابتدا کیوں کر ہوئی؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے بجُز بعض کے عام طور پر جماعت کے قلوب کواس امر پر جمع کر دیا کہ خلافت راشدہ کو قائم کیا جائے اور سلسلہ کی قیادت اور سیادت حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی نامزدگی سے ہو جو بذریعہ انتخاب ہو۔چنانچہ جیسا کہ آگے معلوم ہو گا بالاتفاق حضرت مولانا مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کوخلیفۃ المسیحؑ اوّل منتخب کر کے بیعت کر لی گئی۔اور صدرانجمن کی مجلس معتمدین نے عام اعلان بیعت خلافت کر دیا اور خود بھی بیعت کر لی۔مگراس کے کچھ عرصہ بعد بعض نے جو اس وقت صدرانجمن

☆ جو دوست ان حالات و مسائل سے مکمل واقفیّت حاصل کرنا چاہیں وہ سلسلہ کے اخبارات کے علاوہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر منصب خلافت اور کتب برکات خلافت،حقیقۃ النبوّۃ،القول الفصل، انوار خلافت۔حقیقۃ الامر۔آئینہ صداقت۔اظہار حقیقت اور حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کی کتاب کشف الاختلاف اور حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی کتاب ’’اہل پیغام کے بعض خاص کارنامے۔‘‘ اور مضمون بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی مندرجہ الحکم جوبلی نمبر بابت دسمبر ۱۹۳۹ء نشان رحمت نشان فضل پسر موعود تصنیفات حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ مطالعہ فرمائیں۔حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے اعلان سے جو الفضل مورخہ ۵۱-۱۰-۲۸ میں اور بعد میں متعدد بار شائع ہوا ہے خلافت کے متعلق نئی پود کو واقفیت حاصل کرنا جس قدر ضروری ہے ظاہر ہے۔

کے کرتا دھرتا اور لیڈر رتھے محسوس کیا کہ ہم نے صحیح قدم نہیں اٹھایا اور اب اس اٹھے ہوئے قدم کو پیچھے ہٹانا بھی مشکل تھا اس لئے انہوں نے ایک مستقل منصوبہ کی بنیا د رکھی کہ خلافت کے اثر ونفوذ کو زائل کیا جائے ۔اور دراصل انجمن ہی کو تمام اختیارت کا اہل قرار دیا جائے ۔اس مقصد کے لئے جو پروگرام انہوں نے اپنے عمل سے پیش کیا وہ یہ تھا کہ صدر انجمن کے فیصلہ جات کو خلیفہ کے احکام پر حاکم قرار دیا جائے اس کی مثالیں آگے آئیں گی ۔وہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی ذات اور شخصیّت پر تو کوئی حملہ نہ کر سکتے تھے ۔آپؓ کا علم ۔سلسلہ کے لئے آپؓ کی بے مثال قربانیاں ایسی نہ تھیں کہ کسی شخص کو بھی کوئی بات متاثر کر سکتی اس لئے اپنے عمل بیعت پر مشکوک طبقہ نے انجمن ہی کے ذریعہ اعتراضات کا منصوبہ سوچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپؑ کے بعد پیدا ہونے والے فتن سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا تھا ۔آپؑ کے الہامات اور کشوف کے پڑھنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے ۔ نامناسب نہ ہوگا کہ میں ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کروں ۔چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:

۱۔ ''میں نے دیکھا کہ اپنی جماعت کے چند آدمی کُشتی کر رہے ہیں ۔میں نے کہا آؤ میں تم کو ایک خواب سُناؤں مگر وہ نہ آئے ۔میں نے کہا کیوں نہیں سنتے ۔جو شخص خدا کی باتیں نہیں سنتا وہ دوزخی ہوتا ہے۔'' [۲۳۹]

۲۔ اسی طرح بعض احمدی کہلا کر بد گُمانی کی طرف دوڑنے والوں کی نسبت حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''بعض بد قسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں ۔جیسے کُتّا مُردار کی طرف...... مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں ۔کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے ۔پس مقام خوف ہے۔'' [۲۴۰]

۳۔ اسی طرح جماعت میں پھُوٹ اور اہل حق کے ساتھ نصرت الٰہی کی خبر حضورؑ کو ان الفاظ میں دی گئی:

''خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا پس یہ پھُوٹ کا ثمرہ ہے **انی مع الا فواج آتیک بغتہ۔ انی مع اللہ الکریم** طوفان آیا وہی طوفان ۔شرّ آئی۔'' [۲۴۱]

مندرجہ بالا الہامات وکشوف میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپؑ کے بعد پیدا ہونے والے فتنہ اور اس کے پیدا کرنے والوں کے متعلق خبر دی گئی تھی اور بعض اکابر کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر

بعض انکشافات کئے ۔ان کی تعبیر وتاویل ہر شخص اپنے خیال کے موافق کر لیتا ہے ۔لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ واقعات کس کی تائید کرتے ہیں ۔بعض اکابر سلسلہ کے متعلق مندرجہ ذیل رؤیا اور کشوف قابل غور ہیں ۔اگر یہ لوگ ایک مخالف خلافت محاذ قائم نہ کرتے تو ہم ان کشوف کا مطلب اور سمجھ سکتے تھے ۔لیکن جب انہوں نے الٰہی نظام کے خلاف ایک عملی منصوبہ قائم کیا تو یہ واقعات ان کی تائید نہیں بلکہ ان کے خلاف ہیں ۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب کے متعلق حضورؑ کے رؤیا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے ۔اور دوسری رؤیا کے ساتھ ملا کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بعد ازاں ان پر انقلاب آ کر ان کی مشابہت بشپ سے ہو جانی تھی☆ ۔چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آ رہے ہیں ....

مولوی صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر مجھے بطور تحفہ دی اور کہا کہ بشپ جو پادریوں

☆ افسوس مولوی صاحب اس حالت میں ۱۵-۱۰-۱۳ کو کراچی میں وفات پا گئے اور لاہور جسے یہ لوگ مدینہ قرار دیتے تھے ۔وہاں وفات پانے سے بھی اللہ تعالیٰ نے اُنہیں محروم رکھا ۔ان کی وفات پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک پرائیویٹ خط مکرم امیر صاحب مقامی قادیان کے نام تحریر کیا جو درج ذیل ہے:

مکتوب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بنام مکرم امیر صاحب مقامی قادیان ۔

بسم اللہ الرّحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

مکرمی محترمی مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اطلاع ملی ہے کہ مولوی محمد علی صاحب ایم ۔اے امیر غیر مبائعین کراچی میں وفات پا گئے ہیں ۔ان کی عمر ۷۷ سال کے قریب ہوگی ۔جنازہ لاہور لایا گیا ہے ۔اِنَّا للہِ وانّـا الیہ راجعون ۔افسوس کہ مولوی صاحب کی وفات خلافت کے انکار پر ہوئی اور نبوت کے عقیدہ سے بھی وہ منحرف رہے ۔گو ممکن ہے کہ آخری وقت میں دل میں کوئی ندامت پیدا ہوئی ہو ۔بہر حال اب ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو ان کے متعلق شروع میں ہی جو الہام ہوا تھا کہ لنمزّقنّھم پورا ہوا ۔ کیونکہ غیر مبائعین میں سخت افتراق پیدا ہو چکا ہے بلکہ آخری چند ماہ میں تو کتابوں کے ٹرسٹ کے معاملہ میں یہ افتراق انتہا کو پہنچ گیا تھا ۔جس سے ڈر کر مولوی صاحب موصوف کو اپنی وفات سے چند دن پہلے ٹرسٹ توڑنا پڑا بلکہ معلوم ہوا ہے کہ مولوی صاحب کی ایک پرائیویٹ تحریر میں یہاں تک ذکر تھا کہ اس تفرقہ نے میری کمر توڑ

کا افسر ہے وہ بھی اسی سے کام چلاتا ہے۔وہ چیز اس طرح سے ہے جیسا کہ خرگوش ہوتا ہے۔بادامی رنگ۔اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی کے آگے ایک قلم لگا ہوا ہے۔اس نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے جس سے وہ قلم بغیر محنت کے بہ آسانی چلنے لگتا ہے۔میں نے کہا کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا۔میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دے دُوں گا۔'' [۲۴۲]

ایسا ہی جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی جماعت سے دُوری اور حملہ آور ہونے کے متعلق حضورؑ نے ایک رؤیا کا ذکر کیا۔اگرچہ یہ رؤیا شائع نہیں ہوا مگر بہت سے لوگ اس کے گواہ ہیں اور حضرت مولانا مولوی

بقیہ حاشیہ:- دی ہے اور میں شاید اس صدمہ سے جانبر نہ ہوسکوں۔سو بعینہٖ وہی ہوا۔

اس تعلق میں مجھے بھی اپنا ایک رؤیا یاد آیا۔غالباً ۱۹۱۴ء میں ہی میں نے دیکھا تھا کہ مولوی صاحب نے اپنے سر پر روٹیوں (کا) دَتّھا رکھا ہوا ہے اور اس وقت میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے کہ فَیُصْلَبُ چونکہ ظاہری اور معروف صلیب تو اب ختم ہو چکی ہے اور مولوی صاحب کے متعلق اسے قبول بھی نہیں کرتی اس لئے اس کے معنی استعارہ کے رنگ میں ہی ہو سکتے ہیں اور وہ یہی کہ مولوی صاحب کسی معاملہ کے تعلق طبیعت میں گویا مصلوب ہو جائیں گے یعنی ان کی کمر ٹوٹ جائے گی۔کیونکہ مصلوب کے معنی کمر کے ٹوٹنے کے بھی ہیں اور ٹرسٹ والے معاملہ میں بعینہٖ یہی صورت پیدا ہوئی۔بہرحال افسوس ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پُرانے صحابی کو یہ حالت پیش آئے۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ رُوحانی کمال ہے کہ آپؑ کی صُحبت کے طفیل مولوی صاحب کو بھی (جو اپنے بعض معتقدات چھوڑ چکے تھے) ظاہراً ساری عمر دینی مشغلہ کا انہماک رہا۔نبوّت اور خلافت میں صداقت کا رشتہ ترک کر دینے کے باوجود ان کے اندر حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت کے اثر کے ماتحت دینی کام کا جذبہ اس قدر راسخ ہو چکا تھا۔کہ عملاً ساری عمر میں اسی کے لئے وقف رہے۔

دوستوں کو یہ خبر پہنچا دی جائے۔اب اُمید نہیں کہ ان کے غیر مبائعین میں دینی خدمت اور دینی تنظیم کا ظاہری خاکہ بھی قائم رہے اور اگر قائم بھی ہوا تو غالباً جلد مٹ جائیگا کیونکہ تمزیق کے آثار اپنے پُورے زور پر ہیں۔فقط

والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد!!

سرور شاہ صاحبؓ نے اپنے رسالہ کشف الاختلاف میں اس کا ذکر کیا اور کسی نے اس کی تردید نہیں کی اور برکات خلافت میں شائع ہوا اور کسی کو انکار کی جرات نہ ہوئی۔ آپؓ نے فرمایا:

''میں نے دیکھا کہ خواجہ پاگل ہوگیا ہے اور مجھ پر اور مولوی (نور الدینؓ) صاحب پر مسجد کی چھت پر چڑھ کر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کسی کو کہا کہ اس کو مسجد سے باہر نکال دو مگر وہ خود ہی سڑھیوں سے نیچے اُتر گیا۔''☆

صدر انجمن کے یہی اکابر تمام کاروبار کو اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے اور رکھنا چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک خلافت کا قیام ان کے مقام اور مرتبہ کو باقی نہیں رکھ سکتا تھا۔ یہ ان لوگوں کی غلط فہمی تھی ساری سعادت اور عظمت تو خلافت کی اطاعت سے وابستہ تھی۔ بہر حال انہوں نے کچھ ایسا ہی سمجھا۔ لیڈر یہی تھے باقی بعض احباب کے مقتدی تھے۔ اس لئے خصوصیّت سے مندرجہ بالا کشوف میں ان کا ذکر آیا۔

اصل یہ ہے کہ ایک قسم کی سوءِ ظنّی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری ایاّم میں شروع کی گئی تھی۔ چنانچہ لدھیانہ کے ایک صاحب بابو محمد صاحب نے حضرت اقدسؑ کو ایک خط لکھا جس میں آپؑ پر اسراف وغیرہ کا الزام تھا۔ اس کے جواب میں آپؑ نے ایک مبسوط خط لکھا جو الحکم میں انہی ایام میں شائع ہوا۔ قبل اس کے کہ میں اس کا ایک حصّہ درج کروں ایک بات صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک عجیب معاملہ ہوا ہے بعض لوگ جنہوں نے ابتدا میں بڑے اخلاص کا اظہار کیا اور آپؑ کی تائید کے لئے ہر قسم کی قربانی کی۔ مگر ان کے اعمال میں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مخفی نقص تھا جو بالآخر ان کے اندرونی گند کے اظہار کا باعث ہوگیا۔ مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی۔ اس نے براہین احمدیہ کی اشاعت کے وقت اس پر جو ریویو لکھا وہ اس کا ایک شاہکار ہے۔ میر عباس علی صاحب کی خدمات اور اخلاص ضرب المثل تھا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں بھی ابتداءً ایک جذبہ اخلاص لیکر آیا۔ منشی الٰہی بخش۔ حافظ محمد یوسف اور منشی عبدالحق صاحبان یہ بڑے فدائی تھے اور اپنے رنگ میں دیندار تھے مگر پنہانی معصیّت ایسی معلوم ہوتی ہے کہ آخر وہ کٹ گئے۔ بابو محمد صاحب سلسلہ کی مالی امداد میں پیش پیش تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کوئی مخفی کبر تھا جس نے آخر اُن سے یہ حرکت کروائی کہ معترضانہ خط لکھا۔ پس اس سے تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ دراصل ربّانی سلسلے کسی کے

☆ مفہوم از رسالہ کشف الاختلاف صفحہ ۱۲ و برکات خلافت صفحہ ۳۱

مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش فرماتے ہیں کہ حضورؓ کی یہ رؤیا حضور کے عہد مبارک میں ہی شائع اور متعارف تھی۔ مجھے خواب اچھی طرح یاد نہیں۔

محتاج نہیں ہوتے ۔ وہ تو بجائے خود ہر اس شخص پر احسان کرتے ہیں جس کو ان میں شمولیّت کی توفیق ملتی ہے۔ قرآن کریم سورۃ الحجرت کے آخر میں فرماتا ہے یَمُنُّوۡنَ عَلَیۡکَ اَنۡ اَسۡلَمُوۡا ؕ قُلۡ لَّا تَمُنُّوۡا عَلَیَّ اِسۡلَامَکُمۡ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیۡکُمۡ اَنۡ ھَدٰکُمۡ لِلۡاِیۡمَانِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ [۲۲۳] اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ تا ثابت ہو کہ الٰہی سلسلوں کا مدار انسانوں پر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید ہی اس کے نشو و نما کا ذریعہ ہوتا ہے۔ ہاں اس کا ظہور انسانوں کے لئے ہی ہوتا ہے۔ بدقسمت انسان خدمت کا موقعہ پا کر اتراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس مقام پر گرادیتا ہے۔

سو بابو محمد صاحب نے خط لکھا اور حضرت اقدسؑ نے اس کا جواب دیا۔ اس جواب کو پڑھ کر ایک سلیم الفطرت انسان کی روح بول اُٹھتی ہے کہ یہ شخص صادق اور مُرسل من اللہ ہے۔ غرض وہ جواب جو حضرت نے دیا حسب ذیل ہے۔

''میری نسبت آپ نے ...... کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا کہ روپیہ کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ آپ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھیں اور یہ روپیہ ایک کمیٹی کے سپرد ہو جو حسب ضرورت خرچ کیا کرے۔ اور یہ بھی ذکر تھا کہ اسی روپیہ میں سے باغ کے چند خدمتگار بھی روٹیاں کھاتے ہیں اور ایسا ہی اور کئی قسم کے اسراف کی طرف اشارہ تھا جن کو میں سمجھتا ہوں۔ آپ نے اپنی نیک نیّتی سے جو لکھا بہتر لکھا۔ میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا ردّ لکھوں۔ میں آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کو پورا کرنا مومن کا فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی معصیّت ہے کہ آپ ...... کی تمام جماعتوں کو اور خصوصاً ایسے صاحبوں کو جن کے دل میں یہ اعتراض پیدا ہوا ہے بہت صفائی سے اور کھول کر سمجھا دیں کہ اس کے بعد ہم ...... کا چندہ بکلّی بند کرتے ہیں اور ان پر حرام ہے اور قطعاً حرام ہے اور مثل گوشت خنزیر ہے کہ ہمارے کسی سلسلہ کی مدد کے لئے اپنی تمام زندگی تک ایک حبّہ بھی بھیجیں ایسا ہی ہر شخص جو ایسے اعتراض دل میں مخفی رکھتا ہے اس کو بھی ہم یہی قسم دیتے ہیں۔ یہ کام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس طرح وہ میرے دل میں ڈالتا ہے خواہ وہ کام لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا غیر صحیح درست ہے یا غلط میں اسی طرح کرتا ہوں۔ پس جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے ایسا حملہ قابل برداشت نہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کر دیں یا مجھ سے منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کر دے گا جو صدق اور اخلاص رکھتی ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے:

بنصرک اللہ من عندہ ۔ینصرک رجال نوحی الیھم من السّمآء [۲۲۴] یعنی خدا تیری اپنے

پاس سے مدد کرے گا۔ تیری وہ مدد کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ وحی کریں گے اور الہام کریں گے۔
پس اس کے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا۔ جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور کیا وجہ کہ اُٹھیں جب کہ میں ایسے ایسے خشک دل لوگوں کو چندہ کے لئے مجبور نہیں کرتا جن کا ایمان ہنوز نا تمام ہے۔ مجھے وہ لوگ چندہ دے سکتے ہیں۔ جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں اور میرے تمام کاروبار خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ ان پر ایمان لاتے اور ان پر اعتراض کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں۔ میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرّہ بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی بھی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں جب کہ خدا مجھے بکثرت کہتا ہے گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں جو آتا ہے۔ اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے ایسا اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے وقت کیا گیا تھا۔ سو میں آپ کو دوبارہ لکھتا ہوں کہ آئندہ سب کو کہہ دیں کہ تم کو اس خدا کی قسم ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ایسا ہی ہر ایک جو اس خیال میں ان کا شریک ہے کہ ایک حبہّ بھی میری طرف کسی سلسلہ کے لئے بھی کبھی اپنی عمر تک ارسال نہ کریں پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا۔ اب قسم کے بعد میرے پاس نہیں کہ اور لکھوں۔

خاکسار مرزا غلام احمد۔'' [۲۴۵]

محولہ بالا مکتوب میں حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب کے اس بیان کی بھی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے تحریر کیا ہے کہ گجرات سے کڑیانوالہ کو جاتے اور واپس آتے ٹانگہ کے بتّیس چھتّیس میل کے سفر بھر میں خواجہ کمال الدین صاحب نے آپ کو مخاطب کر کے میری موجودگی میں حضرت اقدسؑ پر مالی اعتراضات کئے اور کہا:

''پہلے ہم اپنی عورتوں کو یہ کہہ کر کہ انبیاء اور صحابہ والی زندگی اختیار کرنی چاہئے کہ وہ کم اور خشک کھاتے اور خشن پہنتے تھے اور باقی بچا کر اللہ کی راہ میں دیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم کو بھی کرنا چاہئے۔ غرض ایسے وعظ کر کے کچھ روپیہ بچاتے تھے اور پھر وہ قادیان بھیجتے تھے۔ لیکن جب ہماری بیبیاں خود قادیان گئیں وہاں پر رہ کر اچھی طرح وہاں کا حال معلوم کیا تو واپس آ کر ہمارے سر چڑھ گئیں کہ تم بڑے جھوٹے ہو ہم نے قادیان میں جا کر خود انبیاء اور صحابہ کی زندگی کو دیکھا ہے جس قدر آرام کی زندگی اور تعیش وہاں پر عورتوں کو حاصل ہے اس کا تو عشرِ عشیر بھی باہر نہیں۔ حالانکہ ہمارا روپیہ اپنا کمایا ہوتا ہے اور ان کے پاس جو روپیہ جاتا ہے وہ قومی

اغراض کے لئے قومی روپیہ ہوتا ہے۔لہذا تم جھوٹے ہو جھوٹ بول کر اس عرصہ دراز تک ہم کو دھوکہ دیتے رہے ہو۔اور آئندہ ہم ہرگز تمہارے دھوکہ میں نہ آویں گی۔پس اب وہ ہم کو روپیہ نہیں دیتیں کہ ہم قادیان بھیجیں۔اس پر خواجہ صاحب نے خود ہی فرمایا تھا کہ ایک جواب تم لوگوں کو دیا کرتے ہو۔پر تمہارا وہ جواب میرے آگے نہیں چل سکتا۔کیونکہ میں خود واقف ہوں۔اور پھر بعض زیورات اور بعض کپڑوں کی خرید کا مفصّل ذکر کیا اور مجھے خوب یاد ہے کہ اس طویل سفر میں آتے اور جاتے ہوئے ان اعتراضات کے باعث مجھے ایسا محسوس ہورہا تھا کہ غضب خدا نازل ہورہا ہے اور میں متواتر دُعا میں مشغول تھا...... تیرا غضب جو نازل ہورہا ہے اس سے مجھے بچانا۔''

''جناب کو یاد ہوگا میں نے جناب کو کہا تھا کہ آج مجھے پختہ ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھر میں بہت اظہار رنج فرمایا ہے کہ باوجود میرے بتانے کے کہ خدا کا منشاء یہی ہے کہ میرے وقت میں لنگر کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں رہے۔اور اگر اس کے خلاف ہوا تو لنگر بند ہو جاوے گا۔مگر یہ (خواجہ وغیرہ) ایسے ہیں کہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ لنگر کا انتظام ہمارے سپرد کر دو اور مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔'' [۲۳۶]

مولوی محمد علی صاحب کا حضرت مسیح موعودؑ کے گھر کو اپنا گھر نہ سمجھنا

جب انسان ایک غلطی کا ارتکاب دانستہ یا نادانستہ کرتا ہے اگر سچی توبہ نہ کرے تو وہ اور آگے بڑھتا ہے سو ابتداءً تو لنگر وغیرہ کے معاملات میں حضرت اقدسؑ پر معترض ہوئے اور رفتہ رفتہ یہ مرض بڑھتا گیا۔دراصل لنگر کے سوا باقی شعبہ ہائے تعلیم وغیرہ انجمن کے ہاتھ ہی میں تھے وہ اس پر قبضہ کرنا چاہتے تھے اور انتظامی نقائص کے حیلہ کے بغیر اس میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے اور یہی ڈھنگ اُنہوں نے اختیار کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بالآخر جناب مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دار کو جہاں انہوں نے ہر قسم کا آرام اور اکرام پایا اپنا گھر نہ سمجھا۔یہ الفاظ شاید قدرت ان کے منہ سے نکلوا رہی تھی۔کیونکہ وہ اُس گھر سے جوان کے لئے دارالامن رہا نکل جائینگے۔مولوی صاحب نے اپنی اہلیہ کی وفات پر خاندان مسیح موعودؑ کے افراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ:

''ہاں سب برابر نہیں ہوتے۔اگر کسی نے میرا محسن ہونے کے باوجود بجائے اظہار غم وہمدردی کے کسی گذشتہ رنج کا اظہار اس وفات کے وقت کیا تو یہ شاید میرے لئے سبق تھا کہ دنیا کے کسی گھر کو اپنا گھر سمجھنا غلطی ہے۔'' [۲۳۷]

نواب صاحبؓ کا بیان خواجہ صاحب کے متعلق

یہ تمام بیان تو مجھے حضرت نواب صاحبؓ کے سوانح حیات کے سلسلہ میں کرنا پڑا۔نواب صاحبؓ فرماتے تھے کہ انجمن کے بنتے ہی بعض ممبران اعتراض کی باتیں حضرت نانا جانؓ مرحوم اور حضرت اماّں جان کے متعلق کرنے لگے تھے۔فرماتے تھے ان لوگوں کے دلوں میں نفاق کا بیج پُرانا تھا۔فرماتے تھے کہ مقدمہ گورداسپور کے بعد ہی میں نے خواجہ صاحب کا رویّہ بدلا ہوا پایا اور خیالات خراب ہوتے محسوس کر لئے تھے۔اس سے پہلے کبھی ایسا محسوس نہ ہوا تھا۔اور دہلی کے سفر کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بہت ناگوار الفاظ استعمال کئے۔اور لنگر کے اخراجات کے متعلق بھی یہ لوگ اعتراض کردیتے تھے۔فرماتے تھے کہ دہلی سے واپس آکر خواجہ صاحب نے کہا کہ اس شخص نے ہمیں وہاں بہت ذلیل کیا۔گویا حضورؑ کے متعلق ''اس شخص'' کا لفظ استعمال کیا۔یہ اتنا سخت لفظ انہوں نے محض خادمات کے کام کے لئے باہر مردانہ میں چلے جانے وغیرہ چھوٹی باتوں پر مُنہ سے نکال دیا تھا۔مرزا خدا بخش صاحب کی بیوی حضرت اماّں جان کی حد سے زیادہ نقل کرتی تھی اور مرزا صاحب نواب صاحب سے کہتے کہ میرا خرچ پورا نہیں ہوتا میں کیا کروں میری بیوی اماّں جان کو جو کپڑے پہنے دیکھتی ہے وہی پہننے پر اصرار کرتی ہے؟ حالانکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی دونوں بیویاں وہاں رہتی تھیں ان پر کوئی اثر نہیں تھا۔ایک دفعہ حضورؑ سے ذکر کیا گیا کہ ایک غیر احمدی عورت کہتی ہے کہ حضورؑ بادام،انڈے وغیرہ اچھی خوراک کھاتے ہیں تو حضورؑ نے بہت غُصّہ سے فرمایا کہ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نعمتیں اس کے پیاروں کے لئے نہیں ہیں ان لوگوں کے لئے ہیں؟ نواب صاحب فرماتے تھے کہ جب خواجہ صاحب نے سفر دہلی کے متعلق ان الفاظ میں اعتراض کیا تو میں کانپ اُٹھا اور قیام انجمن کے بعد میں نے محسوس کرلیا تھا کہ انجمن کی وجہ سے چونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں کام آگیا ہے اس لئے اور تکبرّ پیدا ہوگیا (ن)

نیز فرماتے تھے کہ اماّں جان سے ان لوگوں کو جو بعد میں کٹ گئے کافی نقار معلوم ہوتا تھا۔جو ان کی باتوں سے ظاہر ہوجاتا تھا۔اگر لباس یا کوئی زیور بن گیا اس کا ذکر کر کے علاوہ ازیں حضرت اقدسؑ کے حضرت اماّں جان کی دلداری کرنے اور خیال رکھنے پر بھی اعتراض کے رنگ میں بات کردیتے تھے۔حالانکہ ہم لوگ بھی گھر میں رہتے اور دیکھتے تھے کہ بجز صفائی اور شریفانہ۔حسب حیثیت خوش پوشی کے کوئی تکلف نہ تھا کوئی قابل اعتراض اسراف۔کسی لباس اور زیور وغیرہ میں زیادتی یا انہماک ہم نے نہ تو دیکھا نہ سُنا بلکہ ساری معاشرت میں سادگی ہی تھی۔اکثر یہ باتیں عورتوں سے چلتی تھیں۔جو اپنے خاوندوں سے کہتی تھیں کہ بیوی

صاحبہ کے پاس فلاں چیز دیکھی ۔فلاں رنگ کا کپڑا دیکھا۔تو وہ شاید اثر ڈالنے کو حضرت اماں جان کا نام لے لیا کرتی ہونگی لیکن ان کے خاوندوں پر اُلٹا اثر پڑتا تھا۔(ن)

نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ سستا زمانہ تھا۔ریشمی ململ قادیان میں چار آنہ گز مل جاتی تھی اگر کسی خدمت گذار لڑکی کو جو اکثر محض اخلاص سے کام کرنے والے لوگ تھے تنخواہ دار نوکر ہی نہ تھے۔کسی خوشی کے موقعہ پر کپڑے بنوا دیئے گئے یا ان کو ان کی عزت کے مطابق شریفانہ لباس میں رکھا گیا تو اس پر بھی اعتراض کر دیئے جاتے تھے۔ان باتوں کا نواب صاحب کے دل پر اتنا سخت اثر پڑا تھا کہ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ ان کو اعتراض کرنے کی عادت سے انتہائی نفرت تھی ۔وہ اس کو ایک خطرناک مُہلک علامت کہا کرتے تھے۔ جہاں کسی نے کسی دوسرے پر ڈال کر بھی گول مول الفاظ میں کوئی ایسی بات کی انہوں نے فوراً مُنہ بند کیا اور ان کو غصّہ آجاتا تھا۔اس تعلق میں بہت جوش سے کام کرتے تھے۔اگر کوئی کہتا کہ لوگ کہتے ہیں تو بہت خفا ہوتے کہ لوگ نہیں کہتے ۔تم کہتے ہو۔لوگوں کا نام لے کر بات کرنا اپنے نفس کی کمزوری ہے ۔اعتراض کرنے والے میں نے تباہ ہی ہوتے دیکھے ہیں میں اس علامت سے بہت ڈرتا ہوں ۔نواب صاحب خلافت کیلئے حد درجہ غیرت رکھتے تھے ۔ جہاں بھی موقعہ ملتا ان مخالفین خلافت کے متعلق لکھنے یا زبانی بتانے سے نہ چوکتے تھے بیسیوں بار ایسا موقعہ گھر میں آیا کسی لڑکے نے بات کی یا کسی غیر احمدی عزیز نے ہی پوچھنے کی خاطر ان لوگوں کے متعلق سوال کر دیا پھر جب تک انکی ہسٹری کھولکر نہ سُنا لیتے چین نہ آتا تھا۔اس فتنہ سے وہ سخت متنفر تھے کہتے تھے کہ بعض کی فریب خوردہ ہونے تک تو خیر مگر جو لوگ ان میں سے سب کچھ جان کر محض ضد اور تعصب سے یہ ڈھونگ رچا رہے ہیں۔ مجھے تو ان پر غصّہ آتا ہے ۔نواب صاحب اس فتنہ کی اصل جڑ محض ''حسد'' اور ''غرور'' بتلایا کرتے تھے کہتے تھے کہ اپنی ذات کی قیمت لگانے نے ان لوگوں کو ڈبو دیا ورنہ یہ کونسی بات نہیں سمجھتے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تدفین کے چھٹے روز اس گروہ کی حالت

حضورؑ کے وصال پر اس گروہ کا بھی اس امر پر اتفاق تھا کہ حضرت مولوی نورالدّین صاحبؓ کو خلیفہ منتخب کیا جائے اور یہ کہ بغیر خلیفہ کے جماعت کا گذارہ نہ ہوگا۔لیکن انتخاب کے چھٹے روز کے متعلق ذیل کے بیان سے ان کی زود پشیمانی عیاں ہوتی ہے حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہؓ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے کرتے دھرتے اور اصحاب حل وعقد پھر قادیان تشریف لائے ......شہر سے سیّدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کو اور مولوی محمد علی صاحب اور بعض اور ہم خیال آدمیوں کو انہوں نے ساتھ لیا اور مزار سیّدنا اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جا کر دُعا کی کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد شہر کو لوٹے مگر باغ کے شمال

مشرقی کونہ پر پہنچ کر خواجہ صاحب نے مغربی جانب رخ کرلیا اور ادھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ٹہلتے ٹہلتے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو مخاطب کر کے بولے:

''میاں ہم سے ایک غلطی ہوگئی ہے جس کا تدارک اب سوائے اس کے کچھ نظر نہیں آتا کہ ہم کسی ڈھنگ سے خلیفہ کے اختیارات کو محدود کر دیں وہ بیعت لے لیا کریں۔نماز پڑھا دیا کریں۔خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب وقبول اور اعلان نکاح فرما دیا کریں یا جنازہ پڑھ دیا کریں۔بس۔'' ☆

''حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس امر کو سختی سے ردّ کیا اور کہا کہ خواجہ صاحب! ہم کون ہیں جو خلیفہ کے اختیارات کی تقسیم کریں۔خلیفہ بن جانے کے بعد وہ حاکم ہیں نہ کہ ہم۔اب ہم کون ہیں جو ان کے اختیارات میں دخل دیں یا ان کو محدود کریں؟ اس پر خواجہ صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو جا کر کہا کہ ''میاں سے تو نا اُمید ہو جاؤ۔وہ تو اب ہمارے ہاتھ سے گیا۔''☆☆

۱۳رجنوری ۱۹۰۹ء کا معرکۃ الآراء دن اور حضرت خلیفہ اوّل کے عزل کی کوشش

جلسہ سالانہ ۱۹۰۸ء پر اس گروہ کے سرکردہ اصحاب نے اپنی تقریروں کے ذریعہ یہ امر جماعت کے ذہن نشین کرانا چاہا کہ صدر انجمن ہی خدا کے مامور کی مقرر کردہ خلیفہ اور جانشین ہے۔مکرم عرفانی صاحب کبیر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ آپ بھی تقریر کریں اور میں نے نظام قومی پر لیکچر لکھا۔* نواب صاحبؓ کے مکان پر خواجہ صاحب نے مجھے بُلایا اور کہا کہ اپنی تقریر مجھے دکھا دو۔میں نے کہا آپ لوگوں نے اپنی تقریریں مجھے دکھائی تھیں؟ جو میں صحیح سمجھتا ہوں بیان کروں گا۔ان کو خطرہ تھا کہ میری تقریر ان کی مساعی پر پانی پھیر دیگی۔بہت ردّ وقدح ہوئی خود جناب محمد علی صاحب بھی موجود تھے۔بالآخر میں نے کہا خواجہ صاحب الوصیت کو پڑھو۔حضرت صاحبؑ نے جن لوگوں کے متعلق الوصیت میں فرمایا ہے:

''ا- انجمن کے تمام ممبران ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور

☆ مکرم عرفانی صاحب کبیر فرماتے ہیں ''حضرت خلیفہ اوّلؓ کو جب اس کا علم ہوا تو آپؓ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا دوسرا مصرعہ شاید وہ بھول گئے کہ یہ کام کیا کرے اور کھایا بھی گھر سے کرے۔ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اپنی ضروریات کیلئے انجمن سے کچھ نہ لیتے تھے اسلئے آپؓ نے اظہار ناراضگی کو اسطرح پر قوی کر دیا۔'' (موئف)

☆☆ الحکم جوبلی نمبر ۲۹ نیز اس گفتگو کا ذکر آئینہ صداقت ۱۲۷ اور ۱۲۸ پر بھی ہے۔

* یہ چھتیس صفحات کا لیکچر ۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء کو ہوا تھا اور اسی نام سے ۲۸ دسمبر کو ہی چھپ گیا تھا۔ (موئف)

پارساطبع اور دیانتدار ہوں اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارساطبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ دیانتدار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چال باز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے۔''

ان میں پہلے آپ ہوں گے۔اس پر ڈاکٹر سیّد محمد حسین صاحب مرحوم سجدہ میں گر گئے اور باقی احباب کے چہرے بھی فق ہو گئے۔قصّہ کوتاہ نواب صاحبؓ نے فرمایا کہ دکھا دو۔کچھ حرج نہیں۔وہ میرے محُسن تھے میں نے لیکچر دکھا دیا۔اور دو تین سطروں کے نکال دینے کی خواجہ صاحب نے خواہش کی۔وہ مطبوعہ کاپی میں کٹی ہوئی ہیں۔اور اظہار مطلب کرتی ہیں۔عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے حضرت نواب صاحبؓ کی صُلح پسند فطرت کا پتہ لگتا ہے۔

غرض اس قسم کی چہ میگوئیوں کی بناء پر حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ نے کچھ سوالات حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ کی خدمت میں پیش کئے جن میں خلافت کے متعلق روشنی ڈالنے کی درخواست کی۔حضورؓ نے یہ سوالات مولوی محمد علی صاحب کے پاس جواب دینے کے لئے بھیج دیئے ان کا جواب حضور کو حیرت میں ڈالنے کے لئے کافی تھا۔کیونکہ اس میں خلیفہ کی حیثیت کو ایسا گرا کر دکھایا گیا تھا کہ سوائے بیعت لینے کے اس کا کوئی تعلق جماعت سے باقی نہ رہتا تھا۔حضور نے ان سوالات کی نقول جماعتوں کو بھی بھجوا کر جواب طلب کئے اور ۳۱؍جنوری ۱۹۰۹ء کی تاریخ مقرر کی کہ اس دن مختلف جماعتوں کے قائمقام قادیان میں مشورہ کے لئے جمع ہوں۔اس موقعہ پر بیرونجات سے آنے والے اصحاب سے معلوم ہوا کہ انہیں یہ سمجھانے کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ اصل جانشین انجمن ہی ہے خلیفہ صرف بیعت لینے کے لئے ہے جماعت سخت خطرہ میں ہے۔چند شریر اپنی ذاتی اغراض کو مدنظر رکھکر یہ سوال اُٹھا رہے ہیں اور جماعت کے اموال پر تصرف کر کے من مانی کارروائیاں کرنی چاہتے ہیں۔چنانچہ لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے مکان پر ایک خاص جلسہ کر کے سب سے دستخط لئے اور محضر نامہ تیار کیا۔صرف دو دوستوں نے دستخط سے انکار کیا خوب تیاری کر کے خواجہ صاحب قادیان پہنچے۔چونکہ دین کا معاملہ تھا اور لوگوں کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس وقت اگر تمہارا قدم پھسلا تو جماعت ہمیشہ کے لئے تباہ ہوئی۔لوگوں میں سخت جوش تھا اور بہت سے لوگ اس کام کے لئے اپنی جان دینے کے لئے بھی تیار تھے۔اور بعض صاف کہتے تھے کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ نے خلاف فیصلہ کیا تو انہیں اسی وقت خلافت سے علیٰحدہ کر دیا جائیگا۔باہر سے آنے والے خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کی تلقین کی وجہ سے

تقریباً سب کے سب اور قادیان والوں کا ایک حصّہ اس امر کی طرف جُھک رہا تھا کہ انجمن ہی جانشین ہے۔

اس روز کی اہمیت اور احباب کا کرب واضطراب

اس وقت کی اہمیت اور نزاکت کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ (خلیفۃ المسیحؑ الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) نے دُعائیں کرکے ان سوالات کا جواب لکھا آپ خلافت کی ضرورت کے عقلاً قائل تھے۔لیکن طبیعت سخت بے قرار تھی آپ فرماتے ہیں کہ سب لوگ مُردہ کی طرح ہورہے تھے اور ہم میں سے ہر ایک اس امر کو بہت زیادہ پسند کرتا تھا کہ وہ اور اس کے اہل وعیال کولہو میں پیس دیئے جائیں بہ نسبت اس کے کہ وہ اختلاف کا باعث بنیں۔اس دن دنیا باوجود فراخی کے ہمارے لئے تنگ تھی اور زندگی باوجود آسائش کے ہمارے لئے موت سے بدتر ہورہی تھی۔میرا حال یہ تھا کہ جوں جوں رات گزرتی جاتی تھی اور صبح قریب ہوتی جاتی تھی کرب بڑھتا جاتا تھا اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا گڑگڑا کر دُعا کرتا تھا کہ خدایا میں نے گو ایک رائے کو دوسری پر ترجیح دی ہے مگر الٰہی میں بے ایمان بننا نہیں چاہتا۔تو اپنا فضل کر اور مجھے حق کی طرف ہدایت دے۔میں نے فیصلہ کرلیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کچھ نہ بتایا تو جلسہ میں شامل ہی نہ ہوں گا۔میری زبان پر **قل مایعبؤ بکم ربی لولا دعاء کم** کے الفاظ جاری ہوکر اطمینان وانشراح حاصل ہوا۔یہ رات بہتوں نے قریباً جاگتے ہوئے کاٹی اور قریباً سب ہی تہجّد کے وقت سے مسجد مبارک میں جمع ہوگئے تاکہ دعا کرکے اللہ تعالیٰ سے استقامت چاہیں۔اسقدر دردمندانہ دُعائیں کی گئیں کہ عرش عظیم ہل گیا ہوگا۔سوائے گریہ وبکا کے اور کچھ سُنائی نہ دیتا تھا۔نماز فجر کے وقت حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ کی آمد سے قبل خواجہ صاحب کے رفقاء نے پھر وہی سبق پڑھا کر اونچ نیچ سمجھائی۔نماز میں سورۃ البروج کی تلاوت میں حضورؓ جب اس آیت پر پہنچے کر

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ [۲۴۸]

اس وقت تمام جماعت کا عجیب حال ہوگیا یوں معلوم ہوتا تھا گویا یہ آیت اسی وقت نازل ہوئی ہے اور ہر شخص کا دل خشیۃ اللہ سے بھر گیا۔مسجد ماتم کدہ معلوم ہونے لگی۔باوجود سخت ضبط کے بعض لوگوں کی چیخیں اس زور سے نکل جاتی تھیں کہ شاید کسی ماں نے اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات پر بھی اس طرح کرب کا اظہار نہ کیا ہوگا خود حضورؓ کی آواز بھی شدت گریہ سے رُک گئی اور کچھ اس قسم کا جوش پیدا ہوا کہ آپ نے پھر ایک دفعہ اس آیت کو دُہرایا اور تمام جماعت نیم بسمل ہوگئی۔سوائے ازلی اشقیاء کے سب کے دل دُھل گئے اور ایمان دلوں میں گڑ گیا اور نفسانیّت بالکل نکل گئی۔

نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ کی غیر موجودگی میں ان لوگوں نے پھر حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تحریر

دکھا کر سمجھانا چاہا کہ انجمن ہی آپؑ کے بعد جانشین ہے۔لوگوں کے دل چونکہ خشیۃ اللہ سے معمور ہو رہے تھے اور وہ اس تحریر کی حقیقت سے ناواقف تھے وہ یہ دیکھ کر کہ حضورؑ نے صدر انجمن کی جانشینی کا فیصلہ کر دیا تھا اور بھی زیادہ جوش میں بھر گئے ۔جلسہ کے وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) سے کہا کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ سے جا کر کہیں کہ اب فتنہ کا کوئی خطرہ نہیں رہا کیونکہ سب لوگوں کو بتا دیا گیا ہے کہ انجمن ہی حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین ہے ۔حضرت صاحبزادہ صاحب نے خاموشی مناسب سمجھی ،تو ڈاکٹر صاحب خود گئے اور عرض کیا کہ مبارک ہو سب لوگوں کو سمجھا دیا گیا ہے کہ انجمن ہی جانشین ہے ۔ یہ سُن کر آپؓ نے فرمایا کونسی انجمن؟ جس انجمن کو تم جانشین قرار دیتے ہو وہ تو خود بموجب قواعد کچھ حیثیت نہیں رکھتی ۔اس فقرہ کو سُن کر شاید خواجہ صاحب کے ساتھیوں کو پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ معاملہ ویسا آسان نہیں جیسا کہ وہ سمجھتے تھے ۔گو ہر ایک خطرہ کو سوچ کر انہوں نے لوگوں کو اس امر کے لئے تیار کر لیا تھا کہ اگر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ ان کی رائے تسلیم نہ کریں تو مقابلہ کیا جائے لیکن عموماً یہ لوگ یہی خیال کرتے تھے کہ حضور ان کے خیالات کی تائید کریں گے۔

اب مسجد مبارک کی چھت پر دو اڑھائی صد احباب جن میں سے اکثر احمدیہ جماعتوں کے قائمقام تھے جمع ہوئے اس دن آئندہ کے لئے امن کی بنیاد پڑنی تھی یعنی یہ فیصلہ ہونا تھا کہ احمدیّت دنیا کی عام سوسائٹیوں کا رنگ اختیار کرے گی یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت کا رنگ ۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے لئے مسجد میں جو جگہ تیار کی گئی تھی حضورؓ نے وہاں کھڑے ہونے سے انکار کر دیا اور ایک طرف جانب شمال اس حصّہ مسجد میں کھڑے ہو گئے ۔ جسے حضرت مسیح موعودؑ نے خود تعمیر کروایا تھا۔اس تقریر میں آپ نے فرمایا کہ خلافت ایک شرعی مسئلہ ہے اس کے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی ۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ان لوگوں میں سے اگر کوئی مرتد ہو جاوئے گا تو میں اس کی جگہ تجھے ایک جماعت دوں گا ۔خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے جوابوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ مجھے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام نماز پڑھا دینا یا جنازہ یا نکاح پڑھا دینا یا بیعت لے لینا ہے ۔ یہ جواب دینے والے کی نادانی ہے اور اس نے گستاخی سے کام لیا ہے ۔اسے توبہ کرنی چاہئے ورنہ نقصان اُٹھائے گا۔

خواجہ صاحب اور محمد علی صاحب کی از سرِ نو بیعت لینا اور اُنکی باطنی حالت

تقریر کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب اور حضرت نواب صاحبؓ سے رائے دریافت کی ۔ان

دونوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی ان خیالات کے مویّد ہیں ۔حضرتؓ نے خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو دوبارہ بیعت کرنے کے لئے کہا اور مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کو بھی اس لئے کہ شیخ صاحب نے بلا اجازت وہ جلسہ کیا جس میں خلافت کی تائید میں دستخط لئے گئے تھے۔☆

نواب صاحبؓ قادیان سے باہر گئے ہوئے تھے ۔حضرت خلیفہ اوّلؓ نے انہیں تار دے کر اس موقعہ پر بلایا۔ جب حضورؓ نے تقریر فرمائی تو تمام حاضرین روتے تھے۔اور ان لوگوں (یعنی خواجہ صاحب وغیرہ) سے دوبارہ بیعت لی گئی۔نواب صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ وہاں سے اُترتے ہوئے سیڑھیوں میں ہی مولوی محمد علی صاحب نے اعتراض کے رنگ میں کوئی بات کہی تو نواب صاحبؓ نے کہا کہ ابھی تو آپ روتے تھے تو کہنے لگے کہ میں غصہ کی وجہ سے روتا تھا۔ان لوگوں نے دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب ہونہار ہیں اور ان کے ایک وقت ان لوگوں سے بڑھ جانے کا امکان ہے اس لئے ذاتی طور پر مخالف ہو گئے اور بہت حسد کرتے تھے۔نواب صاحبؓ کہتے تھے کہ خلافت کے خلاف بغاوت کا بیج ان لوگوں کے دلوں میں حضرت

☆ مکرم عرفانی صاحب نے مجھے لکھا ہے کہ ’’مجھے جب لاہور کے جلسہ کی کیفیّت معلوم ہوئی تو میں نے قادیان کی جماعت کو اپنے مکان پر جمع کر کے اصل حالات سے واقف کر دیا۔اور ان کو اپنی رائے کے اظہار کے لئے آزادی دی۔دو کے سوا سب نے میری تائید کی اور میں ان آدمیوں میں سے ایک تھا جن کو حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ نے سوالات کا جواب دینے کے لئے مخصوص کیا تھا۔میرے پاس جب سوالات اس مقصد کے لئے آئے تو میں سیدھا دارالمسیحؑ میں پہنچا۔جہاں ان ایام میں حضرت خلیفہ اوّلؓ مقیم تھے اور ان سے عرض کیا کہ ان سوالات کا جواب تو آپؓ کو دینا ہے کہ خلیفہ اور انجمن کا کیا تعلق ہے۔آپؓ نے میرے پاس کیوں بھیجے ہیں۔فرمایا میں تو جواب دوں گا مگر میں تم لوگوں کے خیالات بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔تم نے کیا سمجھا ہے۔میں نے کہا میرا جواب تو بہت واضح ہے اللہ تعالیٰ نے آدم کا واقعہ بیان کیا ہے اور ملائکہ کو اس کی فرمانبرداری کا حکم دیا خلافت کا مقام تو اتنا بلند ہے (کہ) انجمن اگر فرشتہ بھی ہو (تو) **اُسجدو الآدم** کا حکم ہے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا جواب ان سوالات کا لکھو اور مجھے دیدو۔چنانچہ میں نے جوابات بالتفصیل لکھ کر دیدیئے۔میرے خلاف تو خطرناک منصوبہ تھا کہ اس کو قادیان سے جلاوطن کر دیا جاوے۔لاہور میں یہی طے ہوا تھا اور مجھے مکرم سیّد محمد اشرف صاحب نے اس کی اطلاع میرے گھر پر آ کر دی۔ابتداءً یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ سوالات کس نے کئے ہیں اس لئے وہ مجھ ہی کو اس کا بانی قرار دیتے رہے اور بعد میں اس حقیقت کے معلوم ہو جانے پر بھی کہا کہ اس (یعقوب علی) نے اپنے بچاؤ کے لئے حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا تھا۔حالانکہ مجھے اس کی کچھ خبر نہ تھی جب تک حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے وہ سوالات مجھے نہ بھجوائے۔(مؤلف)

مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہو گیا تھا۔نواب صاحبؓ کے پاس صاحبزادہ صاحب گھنٹوں یہاں دارالسّلام آکر اس فتنہ کے متعلق باتیں کرتے تھے۔پھر حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب کی معیت میں ۱۹۱۳ء میں شملہ آئے۔تو وہاں بھی نواب صاحب سے اس بارہ میں بہت لمبی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔اس وقت صرف یہی خیال تھا کہ کسی طرح فتنہ دب جائے اور جماعت میں زہریلا مواد پیدا نہ ہو۔لوگوں کے ایمان سلامت رہ جائیں اور وہ صحیح عقائد پر قائم رہیں۔کسی خاص خلافت کا وہم وگمان بھی اس فکر کے سامنے نہ آسکتا تھا نہ آتا تھا۔فریق مخالف کو ناحق کی بدظنی ّحسد کی بناء پر تھی۔ایک خلیفہ کی زندگی میں ایسی بات زبان پر لانا ویسے بھی نواب صاحبؓ کو اچھا نہ لگتا تھا (ن)

مولوی محمد علی صاحب کے متعلق نواب صاحب کے بیان کی تصدیق مولوی عبدالرحیم صاحب نیرّ کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔فرماتے تھے کہ بیعت کر کے نیچے اُترتے ہی مولوی محمد علی صاحب نے خواجہ صاحب کو کہا کہ آج ہماری سخت ہتک کی گئی ہے میں اس کی برداشت نہیں کرسکتا۔ہمیں مجلس میں جوتیاں ماری گئی ہیں۔ چنانچہ چند روز بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کی موجودگی میں مولوی صاحب کا پیغام حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ کی خدمت میں آیا کہ وہ قادیان سے جانے کا ارادہ کر چکے ہیں کیونکہ ان کی بہت ہتک ہوئی ہے۔تعجب کہ بعدازاں خواجہ صاحب نے اپنی کتاب میں اس بیعت کو بیعت ارشاد اور علامت تقرب اور عزّت افزائی قرار دیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ صاحب اور حضرت نواب صاحبؓ سے بھی بیعت لی گئی تھی حالانکہ یہ امر خلاف حقیقت ہے۔

خُفیہ ریشہ دوانیاں

اب ان لوگوں نے ظاہری مخالفت ترک کر کے خُفیہ ریشہ دوانیوں کی راہ اختیار کر لی۔چنانچہ صدر انجمن کے معاملات میں جہاں کہیں حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ کے کسی حکم کی تعمیل کرنی پڑتی وہاں کبھی حضرت خلیفۃ المسیحؑ نہ لکھا جاتا بلکہ یہ لکھا جاتا کہ پریذیڈنٹ صاحب نے اس معاملہ میں یوں سفارش کی ہے اس لئے ایسا کیا جاتا ہے تاکہ صدر انجمن کے ریکارڈ سے یہ ثابت نہ ہو کہ خلیفہ کبھی انجمن کا حاکم رہا ہے۔پھر مولوی حکیم مولوی فضل الدین صاحبؓ بھیروی کے مکان کی فروخت کا معاملہ اُٹھنے پر انجمن کی ان کارروائیوں کے سلسلہ میں بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا کی مثال پیدا ہو گئی۔اس کی تفصیل تو آگے آئیگی اور ان واقعات سے پتہ لگے گا کہ اس مکان کی فروخت کی آڑ لیکر حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ پر قومی مال کے نقصان کا الزام پیدا کرنا چاہتے تھے تاکہ لوگوں میں بدعقیدگی پیدا ہو۔کبھی کوئی الزام دیا جاتا اور کبھی کوئی اور۔علی الاعلان لاہور میں یہ ذکر اذکار رہتے

کہ اب جس طرح ہو حضور کو خلافت سے علیٰحدہ کر دیا جائے۔عید قریب تھی ان واقعات کی اطلاع ہونے پر آپ نے انہیں قادیان بلوایا اور عید کے خطبہ میں انہیں جماعت سے نکالنے کا اعلان کرنے کا ارادہ کیا۔چنانچہ اس موقعہ پر ان لوگوں کی جو قلبی کیفیت تھی وہ ذیل کے خطوط سے ظاہر ہے جو علی الترتیب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب و ڈاکٹر سیّد محمد حسین صاحب نے ۰۹-۹-۲۹ اور ۰۹-۱۰-۱ کو حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کو تحریر کیئے: ''سر دست تو قادیان کی مشکلات کا سخت فکر ہے خلیفہ صاحب کا تلوّن طبع بہت بڑھ گیا ہے اور عنقریب ایک نوٹس شائع کرانے والے ہیں جس سے اندیشہ بہت بڑے ابتلاء کا ہے اگر اس میں ذرہ بھر بھی تخالف خلیفہ صاحب کی رائے سے ہو تو برافروختہ ہو جاتے ہیں......سب حالات عرض کیئے گئے مگر ان کا جوش فرو نہ ہوا اور ایک اشتہار جاری کرنے کا مصمّم ارادہ رکھتے ہیں......آپ فرماویں ہم اب کیا کر سکتے ہیں ان کا منشاء یہ ہے کہ انجمن کالعدم ہو جائے اور ان کی رائے سے ادنیٰ تخالف نہ ہو مگر یہ وصیّت کا منشاء نہیں......شیخ صاحب اور شاہ صاحب بعد سلام مضمون واحد ہے۔''

''قادیان کی نسبت دل کو بٹھا دینے والے واقعات جناب کو شیخ صاحب نے لکھے ہونگے وُہ باغ جو حضرت اقدسؑ نے اپنے خون کا پانی دے کر کھڑا کیا تھا ابھی سنبھلنے ہی پایا تھا کہ بادِ خزاں اس کو گرایا چاہتی ہے حضرت مولوی صاحب (خلیفۃ المسیح اوّلؓ۔ناقل) کی محبت میں ضد اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ دوسرے کی سُن ہی نہیں سکتے وصیّت کو پس پشت ڈال کر خدا کے فرستادہ کے کلام کی بے پروائی کرتے ہوئے شخصی وجاہت اور حکومت ہی پیش نظر ہے۔سلسلہ تباہ ہو تو ہو مگر اپنے مُنہ سے نکلی ہوئی بات نہ ٹلے پر نہ ٹلے۔وہ سلسلہ جو کہ حضرت اقدسؑ کے ذریعہ بنایا تھا اور جو کہ بڑھے گا اور ضرور بڑھے گا وہ چند ایک اشخاص کی ذاتی رائے کی وجہ سے اب ایسا گرنے کو ہے کہ پھر ایک وقت کے بعد ہی سنبھلے تو سنبھلے۔سب اہل الرائے اصحاب اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں اور حضرت مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے مرتے ہی سب نے آپؑ کے احسانات کو بھُلا دیا۔آپؑ کے رتبہ کو بھُلا دیا آپؑ کی وصیّت کو بھُلا دیا۔اور پیر پرستی جس کی بنیاد اُکھاڑنے کے لئے یہ سلسلہ اللہ نے مقرر کیا تھا قائم ہو رہی ہے اور عین یہ شعر مصداق اس کے حال کا ہے۔

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ھر کسے درکارِ خود بادینِ احمد کار نیست

کوئی بھی نہیں پوچھتا کہ بھائی یہ وصیّت بھی کوئی چیز ہے یا نہیں؟ یہ تو اللہ کی وحی کے ماتحت لکھی گئی تھی کیا یہ پھینک دینے کے لئے تھی؟ اگر پوچھا جاتا ہے تو ارتداد کی دھمکی ملتی ہے اللہ رحم کرے......حالات آمدہ از قادیان سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب فرماتا ہے کہ بمب کا گولہ دس دن تک چھوٹنے کو ہے جو کہ سلسلہ کو تباہ و

چکنا چوُر کر دے گا۔ اللہ رحم کرے۔ تکبر اور نخوت کی کوئی حد ہوتی ہے نیک ظنی کی، نیک ظنی کی تعلیم دیتے دیتے بدظنی کی کوئی انتہاء نظر نہیں آتی۔ ایک شیعہ کی وجہ سے سلسلہ کی تباہی۔ اللہ رحم کرے۔ یا الٰہی ہم گنہگار ہیں تو اپنے فضل و کرم سے ہی ہمیں بچا سکتا ہے اپنی خاص رحمت میں لے لے اور ہم کو ان ابتلاؤں سے بچا لے۔ آمین۔ اور کیا لکھوں بس حد ہو رہی ہے وقت کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص تائید الٰہیٰ ہوتا کہ یہ اس کا سلسلہ صدمہ سے بچ جاوے۔ آمین۔'' ☆

اس فتنہ صمّاء کے وقت جس کا مختصر ذکر آپ سابقہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں جہاں ایسے فتنہ ساز اور اختلاف پرور لوگ جماعت میں موجود تھے وہاں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز علیہ السلام کی جماعت میں مخلصین کی بھی کمی نہ تھی بلکہ اکثر حصّہ مخلصوں پر ہی مشتمل تھا اور اُنہیں اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کی آگ سے اپنے فضل سے ہر طرح مامون و مصئون رکھا۔ ان بہی خواہان خلافت کی صفِ اوّل میں حضرت نواب صاحبؓ بھی تھے۔ جنہوں نے استحکام خلافت کے لئے پوری سعی کی۔ یہ امر حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ پر واضح تھا اور اسی لئے حضور نواب صاحبؓ کی قدر فرماتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور سے ان کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کا وعدہ تھا۔ جس کے ایفاء کی خاطر باوجود علالت کے حضرت خلیفۃ المسیحؑ اوّلؓ لاہور تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک تقریر میں فرمایا:۔

''اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو۔ پھر سُن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔''

''اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے؟ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محُسن کا بیٹا ہے۔ پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی خاں کو کہہ دیں پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب کا حق ہے یا ام المومنین کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حق دار ہو سکتے ہیں۔''

مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا وہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں اور انہوں نے اپنا دعویٰ میرے سامنے پیش نہیں کیا۔''

☆ ہر دو خطوط آئینہ صداقت ۲۴ تا ۱۶۶ میں مندرج ہیں۔

''مجھے بدر کے ایک فقرہ سے بہت رنج ہوا ہے کہ کوئی مرزا صاحب کا رشتہ دار نورالدین کا مرید نہیں ۔ یہ سخت غلطی ہے جو کی گئی ہے مرزا صاحبؑ کی اولاد دل سے میری فدائی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر ۔ نواب محمد علی خان کرتا ہے

تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا''!

''میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں ان کو خدا کی رضا کے لئے محبت ہے [۲۴۹]

عمارت کی بنیاد رکھتے وقت اپنی تقریر میں فرمایا:

ہم اس وقت حضرت صاحب کے خاندان کے پانچ آدمی موجود ہیں (خلیفۃ المسیحؓ ۔ صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب ۔ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب صاحبزادہ شریف احمد صاحب ۔ نواب محمد علی خاں صاحب) اور میں نے کہا ہے کہ ساری قوم کا اس عمارت میں حصّہ ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ لوگ درد دل سے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بابرکت کرے ...... اب میں دعا کر کے ایک اینٹ رکھ دیتا ہوں ۔ پھر میرے بعد صاحبزادہ مرزا محمود اور بشیر احمد اور شریف اور نواب صاحبؓ دعا کر کے ایک ایک اینٹ رکھ دیں ۔ یہ فرما کر آپ نے ایک اینٹ لی اور نہایت توجہ الی اللہ کے ساتھ دعا کر کے اسے ایک مقام پر رکھ دیا اور پھر صاحبزادہ صاحبان نے ارشاد کے موافق ایک ایک اینٹ رکھی اور بالآخر نواب صاحبؓ نے رکھی ۔ اس موقع پر نواب صاحبؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''دامادوں کے متعلق تو بڑی بڑی بخشیں ہوئی ہیں ۔ اس لئے آپ ضرور دعا کر کے اینٹ رکھ دیں ۔ میں دُعاؤں کا بڑا معتقد ہوں ......''

سنگ بنیاد کی تقریب جب حضرت (صاحب) فرمانے لگے تو صاحبزادگان کو بُلا کر اپنے پاس کھڑا کیا اور پھر نواب صاحبؓ (جو پیچھے کھڑے تھے) کو بُلایا کہ آگے آؤ ۔ ان میں ان کو کھڑا کیا ۔ اور پھر خود کُرسیاں لانے کے لئے حکم دیا اور ان چہار بزرگوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا ۔ ان کو بیٹھنے میں تردّد تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کھڑے ہیں ۔ فرمایا:

''میں تو تمہاری خدمت کرتا ہوں اور تمہارا ہی کام کر رہا ہوں ۔ تمہارے باپ کی جو میرا مُحسن اور آقا ہے میرے دل میں بڑی عظمت ہے آپ بیٹھ جاویں ۔'' [۲۵۰]

افسوس صد افسوس کہ اس گروہ نے انہی امور کو اختیار کیا تھا کہ جن کے اظہار پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کو مرُتد اور خارج از جماعت قرار دیا تھا۔ اور اہلبیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو اللہ تعالیٰ نے مطہرّ قرار دیا تھا اور ان کی معیّت کا وعدہ کیا تھا اور مبشّر اولاد حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوا اور ان کا شجر ایمان جسے عرصہ دراز سے گُھن لگ چُکا تھا آخر قیام خلافت ثانیہ پر نیچے آن گرا اور یہ لوگ ہمیشہ کے لئے جماعت سے الگ ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیحؓ اوّلؓ اپنے عہد میں ان لوگوں سے نرمی پر نرمی اور عفو، درگذر اور چشم پوشی کا سلوک کرتے چلے گئے کہ شاید کسی وقت ان کی اصلاح ہو جائے لیکن افسوس انہوں نے اپنے اندر پاک تبدیلی نہ کی اور اس جماعت کو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ پر جمع کیا تھا جسے اللہ کا ہاتھ کہا جاتا ہے اس گروہ نے اس میں تفرقہ پیدا کر دیا۔ اس حقیقت کو ایک حد تک وہ خط و کتابت واضح کرتی ہے جو حضرت صاحبزادہ صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) اور حضرت نواب صاحب کے مابین ہوئی اور جسے میں یہاں بِأَصْلِهَا درج کر دیتا ہوں اور اس پر میں خود رائے زنی کرنا نہیں چاہتا بلکہ اسے پڑھنے والوں کی ضمیر پر چھوڑ دیتا ہوں۔ ہاں اتنا میں نے ضروری سمجھا کہ بعض امور کی تکمیل بغرض تسلسل حاشیہ میں کر دی جائے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب تحریر فرماتے ہیں: ☆

Qadian بسم اللہ الرحمن الرحیم

9th Oct 1909

مکرمی نواب صاحب السلام علیکم۔ آپ کے خطوط گو برائے جواب نہ تھے اور آپ کی غرض جواب سے نہ تھی مگر میرا ارادہ تھا کہ میں جواب لکھوں۔ بوجہ کثرت کام کے جواب نہ دے سکا کیونکہ رمضان میں سونا بھی ایک کام ہوتا ہے پھر تعلیم الگ رہی۔ ہر روز ارادہ کرتا تھا مگر پھر رہ ہی جاتا تھا۔ یہاں تک کہ کل تو پکا ارادہ کر کے بیٹھا مگر آخر شام ہو گئی اور لکھنے کا موقعہ نہ ملا۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ میں اعتکاف میں ہوں اور اس لئے اور بھی کم فرصتی ہوتی ہے۔ آج ارادہ تھا کہ آپ کا محبت آمیز عتاب نامہ ملا۔ اس لئے سب کام چھوڑ کر پہلے آپ کو اصل حالات سے آگاہ کرتا ہوں۔ خیر خیریت تو والدہ کے خطوط سے مل ہی جاتی ہوگی میرا ارادہ بھی اس معاملہ کے متعلق خط لکھنے کا تھا سُنیئے۔

☆ اس مکتوب کا چربہ دیا گیا تھا اس کا ایک حصّہ اُڑ گیا اور دوبارہ مکتوب مل نہیں سکا اس لئے وہ حصّہ بغیر چربہ کے درج کر دیا گیا ہے (مؤلف)

حصہ نقشہ نمبر ۱۲
مقاماتِ مقدسہ
قادیان
دفتر میونسپل کمیٹی
شمال
مشرق
جنوب
ریتی چھلّہ
ہندو محلہ
15
14
17
16
18
19
20
21
22
23
24
25
26
27
28
29
30
31
32
مدرسہ احمدیہ
راستہ بطرف لیل کلاں

تفصیل حصّہ نقشہ نمبر۱۲ مقامات مقدسہ

نوٹ: نقشہ کے جس حصّہ کا ذکر کتاب کے جس صفحہ پر آیا ہے اسے آخر پر درج کر دیا گیا ہے۔

۱۴۔ مکانات حضرت مولوی شیر علی صاحب (تعمیر شدہ در خلافت اولیٰ

۱۵۔ مکان حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب موسومہ بہ الصفہؔ (تعمیر شدہ در خلافت اولیٰ)

۱۶۔ ڈسٹرکٹ بورڈ سکول جس میں کچھ عرصہ تک حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) نے تعلیم پائی عرصہ تک اس مدرسہ کے مدرس کے سپرد ڈاکخانہ کا کام بھی رہا (صفحہ۱۴۸)

۱۷۔ اس عمارت میں جو مملوکہ حضرت ام المومنین نوراللہ مرقدھا ہے کافی عرصہ سے ڈاکخانہ منتقل ہو چکا ہے۔مسجد اقصیٰ کے مشرق میں کچھ عرصہ ڈاکخانہ رہا وہاں سے نمبر ۱۷ میں منتقل ہوا

۱۸۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے گھوڑے سے گرنے کی جگہ (حاشیہ صفحہ......) مکرم سید عبدالرحمٰن صاحب حال امریکہ نے ۷رجنوری ۵۲ء کو مکرم مرزا برکت علی صاحب اور خاکسار مؤلف کو گھوڑے سے گرنے کی یہ جگہ موقعہ پر دکھائی۔اور بیان کیا کہ اس حادثہ کا میری طبیعت پر گہرا اثر ہوا اور اب تک اس کا نقشہ مجھے پوری طرح یاد ہے آپ نے ذیل کا تحریری بیان اس بارہ میں دیا:

> ’’حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ جب تنگ گلی میں سے گزر کر شیخ رحمت اللہ صاحب کوئلہ فروش کے مکان کے سامنے دروازہ کی جانب جنوب قریباً دس فٹ کے فاصلہ پر نالے کے نیچے پہنچے۔تو وہاں ایک بڑا کھنگر پڑا تھا جس سے گھوڑی نے ٹھوکر کھائی اور حضورؓ زمین پر آ رہے اور اسی کھنگر سے حضور زخمی ہو گئے۔باہر سے کسی کی آواز آپ کے گرنے کے متعلق سن کر فوراً شیخ صاحب کی اہلیہ محترمہ گھر سے باہر نکل آئیں۔میر حسین صاحب بریلوی میرے پھوپھا گلی کے سرے پر آتشباز مہردین کے مکان کے ملحق رہتے تھے اور والدہ اور میں وہاں آئے ہوئے تھے اہلیہ محترمہ شیخ صاحب وہاں بھی بتانے آئیں۔گھر میں مرد صرف میں ہی تھا۔میں فوراً حضورؓ کے پاس پہنچا تو حضورؓ زمین پر گرے پڑے تھے اور اُٹھنے کی کوشش کر رہے تھے اتنے میں شیخ صاحب چار پائی لیکر آ گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مجھ سے پہلے علم ہو چکا تھا۔اب چار پائی پر ڈال کر وہاں سے احباب لے گئے اب اس وقت کافی لوگ جمع ہو چکے تھے‘‘

خاکسار کے استفسار پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دَرمَ ضُهُمْ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس زمانے میں اس گلی میں اور اس کے قریب کھنگر پڑے ہوئے تھے۔'' اور حضرت عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ وہ گلی جو اسکول کو جاتی یا سکول سے الحکم سٹریٹ میں آتی ہے اس گلی سے آئے تھے اور شیخ رحمت اللہ کے گھر کے قریب گرے تھے۔''

۱۹- قصر خلافت (تعمیر شدہ در خلافت ثانیہ) ۲۰ چاہ چوک ہندو بازار

۲۱- مسجد اقصیٰ

۲۲- منارۃ المسیحؑ (۴۵۷)

۲۳- مکان ڈپٹی شنکر داس جو خلافت ثانیہ میں خریدا جا کر دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں تبدیل ہوا۔

۲۴- بیت الذکر (مسجد مبارک)

۲۵- مکان نواب محمد علی خاں صاحب جس میں سیّدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا رخصتانہ ہوا (صفحہ ۲۵۳)

۲۶- مکانات مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین صاحبان وغیرہ

۲۷- مدرسہ تعلیم الاسلام و کالج بعد ازاں مدرسہ احمدیہ صفحہ.................)

۲۸- مکان مکرم ڈاکٹر غلام غوث صاحب حال مہاجر ربوہ (صحابی)

۲۹- مکان حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب حال مہاجر ربوہ (صفحہ......)

۳۰- مکان میاں محمد اسمٰعیل صاحب جلد بند مرحوم والد میاں عبد اللہ صاحب جلد ساز حال مہاجر مغربی پنجاب ربوہ (......)

۳۱- پرانا اڈہ

۳۲- پنڈورہ خاکروباں (دار الصحت) (صفحہ......)

جھگڑا تو آپ جانتے ہیں کبھی دبا ہی نہ تھا۔صرف پر پرزہ سنبھالنے کے لئے ذراسی مُہلت ڈھونڈی گئی تھی۔ورنہ دلوں میں تُو وہی بُغض بھرا ہوا تھا۔جب اپنے دوستوں میں ملے تو اور،اور جب مولوی صاحب کے سامنے ہوئے تو اور،جھگڑے بڑھتے گئے اور مولوی صاحب دباتے گئے۔ہر دفعہ جب کوئی جھگڑا اُٹھتا تو مولوی صاحب کا ''مقدّس'' وجود الگ ہی رکھا جاتا تھا۔اشاروں اور کنایوں میں باتیں ہوتی تھیں۔مولوی صاحب خوب سمجھتے تھے مگر جیسا کہ آپ نے بار ہا میرے سامنے بیان فرمایا آپ چاہتے تھے کہ آپ کی زندگی میں کوئی فساد نہ ہو اور آپ کا زمانہ با امن یا بظاہر امن کی حالت میں گزر جائے عمر مگر مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی۔مولوی صاحب کی خاموشی نے ان کو یہ موقعہ دیدیا کہ ریشہ دوانیاں برابر شروع رہیں اور ایک مدت سے یہ کارروائی شروع ہوئی کہ ایک معاملہ میں مولوی صاحب کی مخالفت کی مگر آپ کے کہنے پر فوراً شرح صدر ہوگیا۔کچھ دنوں کے بعد مان تو لیا مگر شرح صدر نہ ہوا۔پھر مانا مگر وجہ پوچھی کہ کیوں مانیں اور شرح صدر بتانے پر بھی نہ ہوا جب دیکھا کہ طاقت اور بھی مضبوط ہوگئی ہے تو پھر بظاہر تو کچھ عذر کر دیا مگر اندرونی طور سے مولوی صاحب کے برخلاف کام کیا۔اس سے بھی بڑھے تو صاف الفاظ میں پریذیڈنٹ شپ کا نوٹس دیدیا۔مولوی صاحب نے ڈانٹا تو صاف کہدیا کہ اصل خلیفہ ہم ہیں وہ ہوتے کون ہیں۔جھگڑا بڑھا تو یہاں تک پہنچے کہ مولوی صاحب کی عقل ماری گئی ہے (نعوذ باللہ)

یہ تو خلاصہ ہے اب اصل سُنیئے۔آپ کے جانے کے بعد جھگڑوں نے اور بھی زور پکڑا اور اونٹ کی پیٹھ کا آخری تنکا حکیم فضل الدین صاحب کا مکان بنا۔ایک شخص زمان شاہ نے کہا کہ یہ مکان ایک مصیبت کے وقت ہم نے حکیم صاحب کے پاس نو سو روپیہ کو بیچا تھا اب یہ ہمارے پاس دوبارہ فروخت کر دیا جائے۔قیمت ساڑھے چار ہزار مقرر ہوئی۔مولوی محمد علی صاحب نے تین ماہ کی مُہلت پر اس سے فیصلہ ٹھہرایا۔مولویصاحب نے سفارش فرمائی۔کمیٹی میں بات پیش ہوئی۔مولوی صاحب موجود تھے۔جب اس معاملہ میں باہر کی رائیں دیکھنے لگے تو ایک رائے مولوی غلام حسین صاحب کی تھی جس میں مولوی غلام حسین نے لکھا تھا کہ یہ مکان تو بارہ ہزار کا ہے قوم کا روپیہ اس طرح کیوں ضائع کیا جاتا ہے۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے نہایت گُستاخی سے کام لیا ہے میں نے سفارش کی ہے اور انہوں نے میری بیعت کی ہوئی ہے۔پھر وہ اس بات کے معلوم ہونے پر اس گستاخی سے لکھتے ہیں۔اگر مکان اس قیمت پر بکتا تھا۔تو پھر اب تک بیچ کیوں نہ لیا اس لئے میں اب اس معاملہ پر رائے نہیں دیتا اور یہ کہہ کر آپ اُٹھ کر چلے گئے۔مناسب تو یہ تھا کہ اس معاملہ کو برقرار رکھا جاتا۔مولوی صاحب کے اس فیصلہ کو کہ اب میں رائے نہیں دیتا ایک آڑ بنا کر فیصلہ کر دیا کہ مکان اس کے

پاس نہ بیچا جائے۔ میں نے مخالفت کی آخر یہ فیصلہ ہوا کہ اچھا اگر پندرہ دن تک قیمت لاوے تو دیا جائے اور تین مہینہ والی مُہلت فسخ کی جائے۔اس کے بعد وہ شخص ساڑھے تین ہزارروپیہ اور پانچ سو روپیہ کی ایک ہنڈی لایا اور مولوی صاحب سے کہا کہ یہ روپیہ اور ہنڈی تو لو اور باقی روپیہ بھی میں جلد لاتا ہوں۔ابھی مُدّت سے کچھ دن باقی تھے۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہنڈی شاید وہ لوگ نہ لیں تم جا کر روپیہ ہی لاؤ۔اور اگر ایک دو دن زیادہ بھی ہو گئے کچھ حرج نہیں وہ شخص گیا اور مولوی صاحب نے میرے سامنے مولوی محمد علی سے کہا کہ میں اس سے یہ کہہ بیٹھا ہوں۔جس پر انہوں نے کہا کہ جب ساڑھے تین ہزارروپیہ دے گیا ہے تو پھر دس پندرہ دن کی بھی اس کو مُہلت دے سکتے ہیں۔خیر وہ شخص مدت کے ایک یا دو دن کے بعد آیا اور پانچ سو روپیہ اور دے کر کہا کہ باقی پانچ سو بھی لاتا ہوں۔اس کے دوسرے دن کمیٹی تھی۔چونکہ یہ لوگ بار بار لکھ رہے تھے کہ قوم کا روپیہ تباہ کیا گیا ہے۔اس لئے مولوی صاحب نے ناراضگی میں ان کو یہ لکھا کہ اگر ایسا ہی ہے تو اب مُدّت گذر چکی ہے تم اس فیصلہ کو موقوف کر دو۔اتنے میں حکیم فضل الدین صاحب کا بھائی آیا اور اس نے کہا کہ دونوں چیزیں یعنی مکان اور زمین ہمارے حوالہ کر دو اور دونوں چیزوں کی قیمت گیارہ ہزار پڑی۔کمیٹی میں معاملہ پیش ہوا اور فیصلہ ہوا کہ اس کا سودا فسخ کیا جائے اور حکیم صاحب کے بھائی کے پاس فروخت کیا جائے۔ میں نے تو کہہ دیا کہ میں اس معاملہ میں کچھ رائے نہیں دیتا۔جس پر ڈاکٹر سید محمد حسین بہت کچھ تلملائے کہ یہ تقوےٰ کے برخلاف ہے۔مگر میں خاموش ہو رہا اور کہہ دیا کہ خواہ کچھ ہو میں اس معاملہ میں کچھ رائے نہیں دے سکتا۔خیر فیصلہ ہوا اور مولوی صاحب کو سُنانے کے لئے سب مل کر گئے میں تو نہ گیا۔ایک کام کے لئے مولوی محمد علی کے کمرہ میں آیا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک لڑکے نے آ کر کہا کہ مولوی صاحب بُلاتے ہیں۔گیا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے باوجود میری رائے کے جاننے کے پھر میرے برخلاف فیصلہ کر دیا اور مجھ سے پوچھا تک نہیں میں نے عرض کر دیا کہ میں نے تو اس معاملہ میں رائے نہیں دی۔خیر پھر مولوی صاحب انہیں کہتے رہے کہ تم لوگ مجھ سے اس طرح سلوک کرتے ہو۔مگر انہوں نے سُنا تک نہیں اور آگے سے خود ہی بولتے گئے۔

آخر جو کہ دیر ہوئی کچھ اِسی لئے وہ لوگ چلے گئے۔پیچھے مرزا یعقوب بیگ صاحب نے لاہور سے خط لکھا کہ آپ ہمارے خلیفہ ہیں لیکن صرف پرائیویٹ طور کے اور ذاتی طور کے معاملات کے فیصلہ کے لئے ایک صرف پریذیڈنٹ ہونے کی حیثیت میں دیکھتے ہیں اور آپ کی کوئی حیثیت نہیں۔اس پر بات اور...... یہاں تک پہنچی کہ مولوی محمد علی نے حکیم فضل الدین صاحب کے سمجھانے پر کہا کہ فیصلہ ہم خود ہیں۔ہم مولوی صاحب

کے کہنے پر ایک پیسہ بھی نہیں چھوڑ سکتے اور لاہور کے چھ ممبروں کی نسبت ایک معتبر آدمی نے لکھا کہ انہوں نے اس سے ...... پوچھا کہ سُناؤ قادیان کا کیا حال ہے۔ خدا تعالیٰ خلیفہ صاحب کی عقل پر رحم کرے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ لوگ مشورہ کر رہے ہیں کہ کوئی اور خلیفہ مقرر کر لیا جائے اور مولوی صاحب کو معزول کر دیا جائے تاکہ خلافت والی بات بھی بنی رہے اور کام بھی ہو جائے۔ مولوی صاحب نے ارادہ کیا ہے کہ عید پر ایسا فیصلہ کریں گے۔ ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ممبر نکال دیئے جائیں اور خود مولوی صاحب کمیٹی سے علیحدگی ظاہر کریں تاکہ لوگوں کو دھوکا نہ لگے کہ خود مولوی صاحب بھی ممبر ہیں۔ خواجہ صاحب کا خط آیا تھا کہ میرے آنے تک معاملہ ملتوی رہے۔ مگر مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ کیوں اپنے آپ کو ابتلاء میں ڈالتے ہو غرض حالت خراب ہے۔ خدا رحم کرے۔ عجیب بات ہے کہ بہت سے لوگوں نے بڑی کثرت سے اِس معاملہ کی بہت خوابیں دیکھی ہیں......

واللہ اعلم بالصوّاب۔ اگر کوئی بات اور ہوئی تو وہ بھی تحریر کر دوں گا۔ اِس وقت تک کے تو یہی حالات ہیں۔ آپ بھی اِن واقعات کے کچھ نہ کچھ ذمہ دار ہیں۔ اگر ہم لوگ مصر تھے تو اِس طرح تم میں ھیٹی تو نہ ہوتی نہ یوں فتنہ ہوتا۔

والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد

معاملہ میں رہنے نہیں دیا۔ پھر دیر سے مولوی صاحب انہیں
کہتے رہے کہ تم لوگ مجھ سے العطش سلوک کرتے ہو۔ مگر انہوں
نے ریاکاری نہیں اور آئندہ یہ خود ہی بولتے گئے۔ آخر خود کر دیر
ہوئی کچھ اسکی لئے وہ لوگ چلے گئے۔ پیچھے مرزا یعقوب بیگ
صاحب نے لاہور سے خط لکھا کہ آپ ہمارے خلیفہ ہیں مگر صرف
پرائیویٹ طور سے اور رسمی طور سے تو ہم معاملات کے فیصلہ
کیلئے آپ صرف پریذیڈنٹ ہونیکی حیثیت رکھتے
ہیں اور آپ کی کوئی حیثیت نہیں ۔ اسی بات اور
پہلا شکوہ یہ تھا کہ مولوی محمد علی نے فضل الدین کے کہنے پر
کہا کہ بیشک ہم خود ہی کہ ہم مولوی صاحب کے کہتے ہیں ایک

ویسے بھی نہیں چھوڑ سکتے ۔ اور لاہور کے ممبروں کی
نسبت ایک معتبر آدمی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اس کے

....

پوچھا کہ سنا ہے قادیان کا کیا حال ہے خدا تعالیٰ نے خلیفہ صاحب
کی عقل کا درکار حکم کرے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ لوگ مشورہ
کر رہے ہیں کہ کوئی اور خلیفہ مقرر کر دیا جاوے اور موجودہ صاحب
کو معزول کر دیا جاوے تاکہ خلافت والی بات بھی بنی رہے
اور کام بھی ہو جاوے ۔ مولوی صاحب نے ارادہ کیا ہے کہ پیر
ایسا فیصلہ کر لیں۔ ارادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ممبر نکال دئے
جائیں یا کچھ زاید کر دئے جائیں ۔ اور خود مولوی صاحب لکھیں

مکتوب نواب محمد علی خاں صاحب بنام حضرت خلیفۃ المسیحؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام مکرم و معظم سلمہ اللہ تعالیٰ ☆

السلام علیکم۔ حضور کا والا نامہ دربارہ اس کے کہ حضور کے گوش گزار ہوا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ میں یہ بحث اُٹھتی رہتی ہے کہ خلیفہ اور صدر انجمن کے باہم کیا تعلقات ہیں اس کو صاف کرنا چاہئے۔ سو اس کی بابت عرض ہے کہ جس شخص نے یہ بات کہی کہ انجمن میں خلیفہ اور انجمن کے تعلقات کی بحث اُٹھتی رہتی ہے اس نے غلط بیانی سے حضور کی خدمت میں کام لیا ہے انجمن میں کوئی امر حضور جانتے ہیں بلاتحریر نہیں ہوتا اور حضور ایجنڈوں کو منگوا کر دیکھ سکتے ہیں کہ آیا کوئی ایسا ریزولیوشن انجمن میں پیش ہوا ہے کہ جس میں انجمن اور خلیفہ کے تعلقات کی صفائی چاہی گئی ہے اور چونکہ معلوم ہوا ہے کہ سوائے میرے حضور نے کسی کو تحریر نہیں فرمایا اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شکایت کنندہ نے مجھ کو اس کا بانی مبانی قرار دیا ہے۔ چونکہ اس معاملے میں سب سے پہلے مجھ سے خلیفہ اور انجمن کے متعلق ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے تذکرہ بعد وفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا تھا اور سب سے پہلا شخص جس نے اس معاملہ میں لب کشائی ناپسند کی تھی اور اس امر کو قوم میں سخت تفرقہ کا موجب قرار دیا تھا یہی عاجز تھا اور برابر اس پہلو سے بچتا رہا کہ کوئی اور میرے سبب سے تفرقہ کا موجب نہ ہو۔ چنانچہ جب یہ دیکھا کہ باوجود حضور کے احکامات اور وعظوں کے لوگ اس خیال کو نہیں چھوڑتے اور اب تک تفرقہ کی آگ بجھی نہیں بلکہ دب گئی ہے میں نے رفع فتنہ کے لئے انجمن میں جانا چھوڑ دیا تھا اور جب حضور

☆ قرائن سے یہ مکتوب دسمبر ۱۹۱۰ء کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ اب دسمبر میں حضور کی جگہ دوسرا میر مجلس مقرر ہوا اور آئینہ خلافت (صفحہ ۱۴۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی جگہ میر مجلس ۱۹۱۰ء میں مقرر ہوئے تھے۔ دوسرے یہ کہ حضور کی شدید علالت میں مولوی محمد علی صاحب کی کوٹھی پر مشورہ کا ذکر ہے۔ اور آئینہ صداقت (صفحہ مذکورہ) کے مطابق یہ مشورہ بھی ۱۹۱۰ء کے آخری مہینوں میں ہوا تھا جب حضور گھوڑے سے گر پڑے تھے۔ نواب صاحب کی ایک یادداشت میں مرقوم ہے کہ ”۲ دسمبر ۱۹۱۰ء سے حضرت مرزا محمود احمد صاحب میر مجلس مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ بحکم حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین خلیفہ اوّل مقرر ہوئے۔“

نے کئی بار اشارتاً میری انجمن کی علیحدگی کو ناپسند فرمایا۔ چنانچہ ایک روز حضور نے بحوالہ خط ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ خان صاحب محمد ذوالفقار علی خاں صاحب نے مجھ کو آج نہایت شرمندہ کیا کہ میرے بھائی محمد علی خان نہ دنیاوی کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور نہ دینی کاموں میں۔ چنانچہ صدر انجمن میں بھی نہیں جاتے۔ اسی طرح پھر ایک موقعہ پر شرکت کو فرمایا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو حضور سے دسمبر میں یہ عرض کیا کہ میں محض رفع فتنہ کے لئے اور اس لئے کہ ایک خیال کے آٹھ اصحاب تیرہ ممبروں میں سے ایک جانب ہیں اور اس طرح کثرت رائے ہمارے خلاف رہے گی۔ انجمن میں جانا ترک کیا ہوا ہے تو حضورؓ نے فرمایا تھا کہ علیحدگی بہتر نہیں باقی کثرت سے نہ ڈرو۔ حق کی تائید کرو۔ چنانچہ محض حضورؓ کے حکم کی تعمیل میں انجمن میں جانا شروع کیا اب حضور خیال فرما سکتے ہیں کہ جب محض رفع فساد کے لئے انجمن میں شریک ہونا تک گوارا نہیں کیا تو پھر ہماری جانب سے یہ شر کس طرح پیدا ہوسکتا تھا۔ پس میں حضور کی خدمت میں دادخواہ ہوتا ہوں کہ حضور اس مفتری سے جس نے مجھ پر یہ افترا باندھا ثبوت مانگ کر اس کو سزا دیں اور اگر میرا قصور ثابت ہو تو پھر مجھ کو سزا دیں۔ حضور خلیفہ ہیں اس معاملہ کی پوری تحقیق فرما کر قطعی فیصلہ فرمائیں تاکہ پھر فتنہ پردازوں اور مفتریوں کو یہ موقعہ نہ ملے کہ اس طرح کسی پر افترا باندھیں۔ میں پھر دوبارہ صاف صاف عرض کرتا ہوں کہ انجمن میں کوئی ایسا معاملہ پیش نہیں ہوا جس میں انجمن اور خلیفہ کے تعلقات پر بحث کی گئی ہو یا کی جاتی ہو۔ اور جس میں میں محرک ہوں۔ پس حضور خدا کے لئے میری داد کو پہنچیں۔ حضور خوب جانتے ہیں کہ یہ انہی لوگوں کی شان ہے جو پہلے بار بار ایسی باتیں کرتے رہے ہیں اور پھر حیرت کہ حضور کے سامنے اپنے آپ کو بے لوث بھی ظاہر کرتے ہیں۔ حضور پر ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں جس قدر لوگ ہیں۔ ان کا کوئی تعلق دنیاوی نہیں اور اگر دوستی یا دشمنی یا اختلاف آپس میں ہے تو محض دین کے لئے ہے ورنہ دنیاوی دوستی دشمنی کے لئے پہلی برادریاں اور تعلقات کافی تھے تو پھر ہمارا کوئی اختلاف ہو دین کے سوا نہیں ہوسکتا تو پھر انجمن میں اگر کوئی بات ہوگی تو محض اپنے فرائض یا انجمن کے فائدہ کے متعلق ہوگی۔

اب یہ بات کہ اصل واقعہ کیا ہے وہ یہ ہے اور اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جب سے خلافت کا جھگڑا چھڑا ہے اس وقت سے دو خیال کے لوگ کئی لوگ ہو گئے ہیں اور یہ قابل افسوس امر ہے کہ کیوں دو خیال اب تک باقی ہیں لیکن بدقسمتی سے ایسا ہے ضرور۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعد انجمن ہی خلیفہ ہے اور خلیفہ جو بنایا گیا ہے وہ ہمارا منتخب کردہ ہے اور اس کی اطاعت ہر بات میں ضروری نہیں۔ گو خلیفہ موجودہ کی بزرگی کی وجہ سے اس کو خلیفہ بنایا گیا۔ اور اس کی اطاعت کرتے ہیں یا اس کی سفارش مان لیتے ہیں مگر دراصل خلیفہ انجمن ہے اور آئندہ خلیفہ یا سرے سے نہ ہو یا اس کو ایسی وقعت نہ دی جاوے۔ اور بعد میں

جب حضور نے بار بار ایسے خیالات کے لوگوں کی بیعت لی اور سرزنش کر کے روکا اور قوم کو اپنا پورا ہم خیال نہ پایا تو بظاہر اتنے پر آ گئے کہ واقع میں اتفاق قومی کے لئے ایک خلیفہ کی ضرورت ہے اور موجودہ خلیفہ کی اطاعت ہم بہرنوع کرتے ہیں۔مگر عمل یہ رہا کہ حضور کو دسمبر تک میر مجلس ہی رکھا۔جس کی وجہ سے حکیم فضل دین صاحب کے مکان کا جھگڑا پیدا ہوا اور حضور نے اپنی شفقت سے مجھ کو کراچی میں اس کی اطلاع دی تھی۔اور اب دسمبر میں حضور کی جگہ محض حضور کے حکم سے دوسرا میر مجلس ہوا اور پھر اس تغیر سے لازمی تھا کہ قواعد پر اثر پڑتا اور جہاں حضرت مسیح موعودؑ کا قواعد میں ذکر ہے وہاں خلیفۃ المسیحؑ کا ذکر ہوتا مگر وہاں جوں کا توں یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر ہے یا انجمن کو خود مختار رکھا اور وہ نہیں چاہتے کہ خلیفہ سے وہ سلوک کریں جو انجمن حضرت مسیح موعودؑ سے کرتی تھی اور وہ اپنے دائرے کو بڑھا رہے ہیں صرف موقع کا انتظار ہے۔

دوسرے خیال کے لوگ وہ ہیں کہ جو بلا لحاظ شخصیت اور بلا لحاظ خلیفہ موجودہ یا آئندہ محض منصب خلافت کے ماتحت انجمن کو سمجھتے ہیں اور خلیفہ کو تمام قوم پر حکمران تسلیم کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ جو قواعد انجمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق تھے۔وہ قواعد اب نائب رسول خلیفۃ المسیح کے متعلق بھی ہوں۔پس ان دو خیال کا اب تک ہونا حضور پر ہویدا ہے کہ ان دو خیالوں کے لوگ موجود ہیں۔اب جب حضور کے حکم سے دسمبر سے میں جانے لگا تو انہی دنوں میں انہی بعض اصحاب جو اول الذکر خیال کے اصحاب ہیں کی خلاف مرضی انتخاب ممبر اور انتخاب میر مجلس حضور کے حکم سے ہوا تھا اور اس سے یہ چڑے ہوئے تھے۔چنانچہ میری موجودگی انجمن میں ان کو سخت شاق گزری اور بات بات پر کج بحثی کر کے جو کچھ انہوں نے مجھ کو ذلیل کیا وہ اگر ان سے حلف دے کر پوچھا جاوے تو شاید وہ بھی نہ چھپا سکیں۔چنانچہ شیخ رحمت اللہ صاحب نے نہایت سخت الفاظ میرے متعلق استعمال کئے وہ اور بڑھ جاتے اگر میاں صاحب نہ روکتے۔اس طرح بسم اللہ ہی غلط ہوگئی اور اس دن سے آج تک برابر جلسہ انجمن میں وہ سب یک زبان ہو کر وہ سلوک جو مجھ سے کرتے رہے ہیں جو ایک ذلیل سے ذلیل انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔جو باتیں محض پابندیٔ قواعد اور انتظام انجمن کے لئے کی گئیں اور جن کے خلاف ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی اور محض اس لئے کہ میں نے کیوں سیکرٹری یا بعض ممبران انجمن کے عملدر آمد کے خلاف قواعد کی پابندی کی یک زبان بلا کسی استثنائی موقعہ کے گویا قسم کھالی تھی کہ جو کچھ یہ کہے بس اس کے خلاف کرنا ہے۔پس جہاں ان کے ایک ممبر ہم خیال کے منہ سے ایک بات نکلی اور سب نے یک زبان تائید کی۔اس امر کے لئے کہ میرے خلاف کرنا ہے خواہ کچھ ہو فوری طور سے قواعد توڑے گئے اور نئے قواعد فوراً تجویز کئے گئے۔اور ان کا اثر اگلی پچھلی سب کارروائی پر ڈالا گیا۔۔مجھ کو بالکل بیوقوف بنایا گیا کہ میں قواعد کے مفہوم کو نہیں سمجھتا۔آخر میں نے ایک موقعہ پر خواجہ صاحب کو ہی حکم بنایا کہ جو کچھ میں کہتا

ہوں آپ ہی ایمان سے کہہ دیں کہ میں غلطی پر ہوں تو اس پر خواجہ صاحب نے باوجود اس امانت کے سپرد کرنے کے باوجود یہ کہنے کے کہ جو کچھ تم کہتے ہو ٹھیک ہے اور اسی طرح ہونا چاہئے۔ پھر میرے خلاف ووٹ دیا اور فیصلہ مخالف کیا۔ مجھ کو افسوس نہ ہوتا اگر کثرت رائے کی وجہ سے فیصلہ میرے خلاف ہوتا۔ مگر ایسا شخص جس کو☆ میں نے ایماناً فیصلہ چاہا تھا وہ اگر حق میری طرف جانتا تھا تو ووٹ تو میری طرف دیتا مگر باوجود حق میری جانب تسلیم کرنے کے پھر میرے خلاف رائے دی۔ اب حضور خود انصاف فرمائیں کہ کیا یہ دیانت کی کارروائی ہے؟ پس میں اس حالت کو دیکھ کر حیران ہوا کہ وہ کون سا میں نے جرم کیا ہے کہ یہ سب میرے خلاف یک زبان ہو کر تل پڑے۔ آخر ان سے یہ کہا گیا کہ انجمن میں دھڑے بندی نہ چاہئے۔ ہاں اگر میں نے کوئی غلطی کی ہے تو مجھ سے اس کا جواب مانگا جاوے۔ قواعد کی رو سے بتلایا جاوے کہ قواعد کی خلاف ورزی کی وجہ سے میں قابل تعزیر ہوں۔ اس کا جواب نہیں۔ پس جواب یہی کہ قواعد ہم نے بنائے ہیں اب ہم اس قاعدے کو بدل دیتے ہیں۔ مگر حیرت کہ اس کی وجہ کیا کہ محض ایک آدمی کی تجویز کی وجہ سے سب کچھ جائز وناجائز وسیلے ڈھونڈے گئے مگر اس کی وجہ کا پتہ مشکل سے لگتا تھا۔ چنانچہ شنبہ کو یعنی پرسوں انجمن میں نہ میری بلکہ میاں صاحب کی بھی یہی گت بنائی گئی اور معمولی سے معمولی بات پر ہم سے جھگڑتے رہے۔ گویا انہوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہ محض بدنیتی سے انجمن کے کام میں روڑا اٹکانے کے لئے کرتے ہیں۔ میں کل واقعات کہاں تک لکھوں اور بلا اظہار واقعات حضور پر اصلیت بھی نہ کھل سکے گی۔ مگر حضور! تصنیع اوقات سامی کا ڈر ہے۔ ہمارے ساتھ بعینہ اس طرح وہ کارروائی کرتے ہیں جس طرح نقل ہے کہ مہاراجہ کو سودائی بنانے کے لئے بعض ملازموں نے اتفاق کیا اور گورنمنٹ میں رپورٹ کی جس کی وجہ سے کمشنر صاحب اور ڈاکٹر آئے۔ جس وقت کمشنر اور ڈاکٹر عین دروازہ پر پہنچے راجہ ان کے آنے سے بے خبر تھا ایک چپراسی اس جرگہ کا راجہ کے پاس آیا اور اس کے کان میں نہایت گندی گالی نکال کر کہا کہ اب تو سیدھا ہو کر بیٹھنا اب کوئی سودائی والی بات نہ کرنا۔ کمشنر اور ڈاکٹر آتے ہیں۔ اب راجہ کو سخت غصہ آیا اور وہ اس کو پیٹنے لگا۔ اتنے میں کمشنر اور ڈاکٹر (آ گئے) اور یہ چلانے لگا کہ حضور ہم سخت مصیبت میں ہیں۔ ہمارے ساتھ روز یہ گت ہوتی ہے۔ باوجود اس کے ہم نے حضور تک نہ پہنچایا بلکہ ہم سوچتے تھے کہ آیا حضور کے یہ واقعات پیش کریں کہ نہیں کیونکہ حضور ایسا خیال نہ فرمائیں کہ انہوں نے بزدلی اور بے حوصلگی سے کام لیا۔ چنانچہ کل بجٹ کے پیش ہونے پر کل ایک معاملہ میں ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے صاف لفظوں میں کہا کہ اگر آپ لوگوں کی

☆ نقل مطابق اصل۔ (مؤلف)

نیت صاف ہے اور یہ معاملہ آپ نیک نیتی سے پیش کرتے ہیں تو میں تائید کروں گا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے بھی صاف یہ کہا کہ ہماری اس میں مصلحت ہے کہ یہ معاملہ اسی طرح نہ (ہو) اور شیخ رحمت اللہ نے بھی تائید کی۔ مگر جب ہم نے کہا کہ چونکہ ہماری نیت پر حملہ کیا گیا ہے اور ہماری نیت کی بابت پہلے فیصلہ ہو جائے پھر ہم شریک ہو سکتے ہیں ورنہ ہم شریک جلسہ نہیں ہوتے اس کے بعد مولوی محمد علی افسوس ظاہر کرنے لگے کہ یہ غلطی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے ایسا کہا مگر ڈاکٹر صاحب نے اپنی بات کو واپس نہیں لیا اور نہ دوسرے مویدین نے۔ اب حضور خود انصاف فرمائیں کہ اس میں ہمارا قصور ہے یا دوسروں کا۔ وہ ایک جگہ ثابت کر دیں کہ ہم چار پانچ نے بھی کبھی یا دو نے بھی ایسا اتفاق کیا ہے جس طرح وہ ہمارے ذلیل کرنے کے لئے اتفاق کر کے فیصلہ کرتے ہیں۔ اور کل صاف انہوں نے ہماری نیت پر حملہ کر دیا گو پہلے اشارتاً حملے کرتے رہے۔ اب حضور خود انصاف فرمائیں کہ ان کو ہم سے کیا عناد و اختلاف ہے اور ہمارا ان سے کیا اختلاف ہے اور کیا وجہ محض وہی لوگ ہمارے خلاف اتفاق رکھتے ہیں جو معاملہ خلافت میں خلاف تھے۔ اس سے صاف اور بین معاملہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہم محض اس جرم کے مجرم ہیں کہ ہم نے دربار خلافت کی تائید کی تھی اور اس کا بدلہ اس طرح نکالا جاتا ہے۔ اس کے سوا حضور خود غور اور انصاف فرمائیں کہ کیا وجہ کہ محض ان لوگوں نے ہمارے خلاف ایکا کیا ہے جو خلافت کے بھی خلاف (ہیں) دوسروں نے اس طرح اتفاق کے ساتھ انکار نہیں کیا اور کل صاف طور سے ایکے کی وجہ انہی میں سے ایک نے ظاہر کر دی کہ تم صفائی نیت سے معاملات پیش نہیں کرتے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو شبہ ہے یا یقین ہے کہ ہم محض ان کے خلاف ہیں اور ان کی عداوت کی وجہ سے یہ امور پیش کرتے ہیں حالانکہ اب تک جو معاملے پیش ہوئے ہیں وہ محض اختیارات عہدہ داران یا اور قواعد کی تشریح یا ان کی پابندی کے متعلق ہوئے ہیں۔ کوئی تعلق ان کا خلافت یا انجمن سے نہ تھا۔ پھر انہوں نے محض ارادتاً ہمارے خلاف کمر ہمت باندھی اور اگر حضور چاہیں تو اس کا ثبوت خود ایجنڈوں سے مل سکتا ہے۔ پس یہ ظاہر اور بین ہے کہ محض اس وجہ سے وہ ہمارے خلاف ہیں کہ ہم نے ان کی تائید خلافت کے معاملہ میں نہیں کی ورنہ وہ کون سا جرم ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے خلاف بالاتفاق تل پڑے۔ پس حضور خود انصاف فرمائیں کہ عملاً خلافت کے مسئلہ کو وہ خود چھیڑتے ہیں یا ہم۔ زبانی تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خادم ہیں مگر عملاً پھر کیوں محض اس جرم کی وجہ سے ہم کو ذلیل کرتے ہیں۔

جب ان کے اس رنگ کو ہم نے دیکھا اور صاف ہم کو نظر آ گیا کہ محض خلافت کی وجہ سے یہ ہم سے کاوش رکھتے ہیں۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ جب ہمارے دلی خیالات کا اثر انجمن میں پڑ کر روز تُو تُو میں میں ہوتی ہے جو ٹھیک نہیں۔ پس پرائیویٹ طور سے ان اختلافات کی بابت باہم تصفیہ کیا جائے تا کہ ہم پھر اسی طرح جس

طرح پہلے تھے یک دل بھائی بھائی ہوجائیں۔ چنانچہ یہ امر قرار پایا کہ سب ایک جگہ اس معاملہ میں ابھی گفتگو کریں۔مگر میں نے کہا کہ انجمن کواس سے علیحدہ رکھنا چاہئے۔انجمن سے باہر ہم آپس میں گفتگو کریں اوراختلافات کی بابت تبادلہ خیالات کر کے پہلے ان کو کھوئیں۔اور پھر عملاً بھی کھودیں۔اور سب کی گفتگو میں شاید ملال بڑھ جائے اس لئے پہلے میں اور خواجہ صاحب گفتگو کرلیں۔اگر ہم دونوں کسی نتیجہ پر پہنچ سکے تو پھر سب مل کر فیصلہ کریں۔ چنانچہ خواجہ صاحب پرسوں میرے پاس رات کو آٹھ بجے آئے اوران کو واقعات بیان کر کے کہا گیا کہ سوائے خلافت کے دراصل کوئی بڑا معاملہ اختلاف کا موجب نظر نہیں آتا تو پھر باوجود فیصلہ کے اب آپ کو ہم سے اس بارہ میں کیا اختلاف ہے تو انہوں نے ایک طرف تو یہ کہا اس معاملہ میں گفتگو کرنے سے حضرت خلیفۃ المسیح نے روکا ہے۔ پھران سے کہا گیا کہ خیر یہ نہ سہی عملاً اگر ہو کہ جن قواعد میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا نام تھا وہاں خلیفۃ المسیح علیہ السلام کا نام ہو کیونکہ اس طرح موجودہ حالات میں انتظام انجمن میں فساد بڑھ رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مامور تھے۔اوران کا حکم ہرایک (پر) واجب التعمیل تھا جو خلیفہ کی حالت میں نہیں ہوسکتا۔اور پھر یہ بھی کہا کہ خلیفہ موجودہ کی اطاعت ہم کریں گے آئندہ دیکھا جائے گا مگر قواعد میں ایسا کرنے سے ہم معذور ہیں اور پھر یہ بھی کہا کہ سوچیں گے اورقواعد میں تبدیلی نہ ہونے دیں گے۔

خلاصہ یہ کہ انہوں نے کوئی اختلاف نہ بیان کیا جس کی وجہ سے ہم قابل تعزیر ہیں۔ یہ ایک پرائیویٹ گفتگو تھی اور محض شرمٹانے کے لئے تا کہ یہ بات جاتی رہے جو روز ایک دوسرے کو لڑاتی ہے اور محض اپنی عزت بچانے کے لئے تھا اوراخوت کو بڑھانے کے لئے کیونکہ خلافت کے جھگڑے سے پہلے ان کا ہمارے ساتھ یہ سلوک نہ تھا پھراس کے بعد کیوں ایسا کرنے لگے ہیں؟

یہ واقعات ہیں جو بےکم وکاست حضور کی خدمت میں عرض کر دیئے ہیں اب آخر میں چند اور واقعات بھی عرض کرتا ہوں۔

اوّل جب حضور سخت خطرناک علیل تھے تو خواجہ صاحب نے بذریعہ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب مولوی محمد علی صاحب کی کوٹھی پر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کو اور میر ناصر نواب صاحب کو بلا کر کہا کہ ہم آپ سے ایک بات کہتے ہیں وہ کسی دوسرے پر ظاہر نہ ہو۔ وہ یہ کہ ہم حضور کے خادم ہیں۔اور میرا اور مولوی محمد علی صاحب کا کوئی خیال نہیں کہ ہم خلیفہ بنیں اوراگر خدانخواستہ مولوی صاحب کی دگرگوں حالت ہوتو آپ اتنا کریں کہ جب تک ہم نہ آئیں کوئی فیصلہ نہ ہو اور ہمارے آنے کا انتظار کیا جائے۔اور ہم کو فوراً اطلاع دیں۔اس پر میاں صاحب نے فرمایا کہ اس وقت ایسی باتیں میں سننا بھی نہیں چاہتا۔پس میاں صاحب کو

خصوصیت سے بلانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہوں......ایک یہ کہ میاں صاحب ان کے خیال میں خلافت کے متمنی ہیں دوسرے وہ ان کے خیال میں خواہش مند ہیں کہ کب خدانخواستہ حضور کا سایہ ہٹے اور کب یہ خلیفہ ہوں۔ پھر یہ کہ ہم مدعیٔ خلافت نہیں۔اب جائے غور ہے کہ اس کے اظہار کی کیا ضرورت تھی۔اور پھر حضورؓ کی موجودگی میں یہ امور ان کو کس طرح شایان تھے۔ پھر جب ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب انہی ایام میں علالت حضورؓ میں میرے پاس آئے اور کہا کہ میں نے لاہور جانے کی اجازت لیتے وقت کہا کہ حضور کو لاہور سے کسی چیز کی ضرورت ہوتو فرمایا جاوے تو حضورؓ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ خدا مجھ سے راضی ہو جاوے اور تم اپنا عمل قرآن کے بموجب کرو وغیرہ وغیرہ تو ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ کیا یہی حضورؓ کی وصیت ہے تو حضورؓ نے فرمایا کہ ہاں یہی میری وصیت ہے۔ چنانچہ مجھ سے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ حاضر غائب کو کہہ دے چنانچہ میں آپ کو پہنچاتا ہوں اور مجھ سے انہوں نے یہ صاف کہا اس کے بغیر حضرت کی کوئی وصیت یا تحریر نہیں اور آج یہ معاملہ صاف ہوگیا۔اوران کا اس وقت رنگ خلافت کے متعلق وصیت کا تھا۔اور چنانچہ حضور نے وہ مضمون پڑھا ہوگا جو شائع ہوا۔گو میں نے بدر میں بجائے وصیت کے نصیحت پڑھا۔اب ان واقعات سے حضور غور فرمائیں کہ یہ لوگ خلافت کے مسئلہ کو چھیڑتے ہیں یا ہم؟اور تعجب یہ کہ الزام ہم پر۔ یہ وہی حالت ہوئی کہ چہ آفت است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔قصور ان کا اپنا اور الزام ہم پر۔اور پھر حضور نے کبھی اس معاملہ کو ہمارے ذریعہ چھڑتا دیکھا سوائے اس کے کہ ان لوگوں کے ذریعہ چھڑے؟ پھر جب یہ تجربہ شدہ امر ہے پھر حضور ہم پر گلہ کیوں فرماتے ہیں؟اس سے زیادہ بدبختی ہماری کیا ہو کہ وہ لوگ بھی ہم کو ذلیل کریں اور حضور کے بھی معتوب ہوں؟حضور للہ ہماری داد (کو) پہنچیں۔اس سے زیادہ کیا سامعہ خراشی کروں☆ راقم محمد علی خاں

☆ ''لاہوری دوستوں کو ارشاد''

''یہ کاپی پتھر پر جم چکی تھی اور کسی وجہ سے ۲۲ کی صبح کو چھپنے کو تھی کہ ۲۲ کو ایک بجے کے قریب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے اس سوال پر کہ آپ کو کوئی خواہش ہے کچھ ارشاد فرمایا ہے۔میں جس وقت حضرت کے پاس پہنچا ہوں تو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مندرجہ ذیل مضمون بدر کے لئے لکھوا رہے تھے۔میں نے اس کی اشاعت کو مقدم سمجھ کر آج اخبار کو روک کر اس مضمون کو پتھر پر سابقہ مضمون کو کاٹ کر لکھوا دیا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے حضرت صاحب کے جن الفاظ کو قلمبند کیا وہ آگے آتے ہیں۔یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ سلسلۂ کلام جیسا کہ احباب موجودہ نے بتایا جن میں خصوصیت

اسی طرح نواب صاحبؓ نے تحریر کیا:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام مکرم معظم سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔کل شام حضرت صاحبزادہ

بقیہ حاشیہ:- سے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کے علاوہ شیخ تیمور صاحب ایم۔اے مولوی فضل دین، میاں غلام حسین وغیرہ بہت سے دوست جمع تھے ایسے طور پر شروع ہوا جس سے حضرت صاحب کی صاف گوئی اورللّٰہیت کی یہی عجیب مثال اس وقت پیش آئی ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ میں،خواجہ صاحب اور شاہ صاحب آج جاویں گے حضرت صاحب نے فرمایا کہ خواجہ صاحب نے جو ایک مضمون لکھا ہے اس کے خلاف کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کے خلاف میرے دل میں کئی دن سے مضامین آ رہے ہیں۔اس وقت طاقت ہوتی تو لکھوا دیا (نقل بمقابق اصل-ناقل) افاقہ ہونے پر کسی کو لکھا دوں گا یا سنا دوں گا۔بہرحال حضرت نے اپنے ان کلمات کو ڈاکٹر صاحب کے استفسار پر مناسب موقعہ دیکھ کر جو فرمایا ہے۔امید ہے قوم اس پر عمل کرے گی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔آمین۔حضرت کی یہ نصیحت ساعات عسر میں انشاءاللہ کام آئے گی۔اس پر مفصل پھر لکھوں گا۔وباللہ التوفیق'' (ایڈیٹر)

خدا کا فضل ہے کہ دورہ ماشرہ (ری سپلس) جو کہ دوبارہ چیرہ دینے کے بعد چہرہ پر ہو گیا تھا اب قریباً سب اتر گیا ہے اور بخار بھی اتر گیا ہے طاقت پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے۔غذا بھی خوب کھا لیتے ہیں ہوش وحواس بالکل درست ہیں اور ہر طرح سے بیماری روبصحت ہے۔آج قریباً ساڑھے بارہ بجے دن کے جب میں رخصت ہونے لگا تو میں نے پوچھا کہ حضور کا دل کس چیز کو چاہتا ہے آپ نے بجواب فرمایا کہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جاوے۔پھر اس کے بعد فرمایا کہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جاوے پھر فرمایا کہ میرا اللہ راضی ہو۔پھر یہ فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم فرمانبردار رہو۔اختلاف نہ کریو۔جھگڑا نہ کرنا۔پھر فرمایا میں دنیا سے بہت سیر ہو چکا ہوں۔کوئی دنیا کی خواہش نہیں۔مر جاؤں تو میرا مولا مجھ سے راضی ہو۔فرمایا کہ سب کو سنا دو۔پھر فرمایا میں دنیا کی پرواہ نہیں رکھتا۔میں نے بہت کمایا۔بہت کھایا بہت خرچ کیا۔دنیا کی کوئی حرص باقی نہیں۔پھر فرمایا میں نے بہت کمایا بہت کھایا۔بہت لیا بہت دیا۔کوئی خواہش باقی نہیں۔کبھی کبھی صحت میں اس لئے چاہتا ہوں کہ گھبراہٹ میں ایمان نہ جاتا رہے۔پھر بہت دفعہ دردانگیز لہجہ میں فرمایا کہ (نوٹ از ایڈیٹر) اس موقعہ پر حضرت کے دل میں ایسا جوش تھا کہ آپ بے اختیار رو پڑے کہ اللہ تو راضی ہو جاوے۔پھر کئی بار فرمایا اللّٰھُمَّ ارض عنّی۔اللّٰھُمَّ ارض عنّی۔اللّٰھُمَّ ارض عنّی۔اس کے بعد میں نے عرض کی کہ میں حضور کے الفاظ سنا دیتا ہوں۔جب دوبارہ یہاں تک سنا چکا تو

بقیہ حاشیہ:- فرمایا مجھے شوق یہ ہے کہ میری جماعت میں تفرقہ نہ ہو۔ دنیا کوئی چیز نہیں میں بہت راضی ہوں گا اگر تم میں اتفاق ہو۔ سجدہ نہیں کرسکتا پھر بھی سجدہ میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ میں نے تمہاری بھلائی کے لئے بہت دعائیں کیں۔ مجھے طمع نہیں۔ پھر فرمایا مجھے تم سے دنیا کا طمع نہیں مجھے میرا مولیٰ بہت رازوں سے دیتا ہے اور ضرورت سے زیادہ دیتا ہے خبردار جھگڑا نہ کرنا۔ تفرقہ نہ کرنا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا۔ اس میں تمہاری عزت باقی رہے گی نہیں تو کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ پھر فرمایا میں نے کبھی کسی کو حکم دیا ہے تو اپنے دلی طمع سے حکم نہیں دیا خدا کا حکم سمجھ کر دیا ہے۔ نمازیں پڑھو، دعائیں مانگو، دعا بڑا ہتھیار ہے۔ تقویٰ کرو بس۔ پھر فرمایا دعائیں مانگو نمازیں پڑھو۔ بہت مسئلوں میں جھگڑے نہ کرو۔ جھگڑوں میں بہت نقصان ہوتا ہے بہت جھگڑا ہو تو خاموشی اختیار کرو اور اپنے لئے اور دشمنوں کے لئے دعا کرو۔ پھر فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اکثر پڑھا کرو۔ قرآن کو مضبوط پکڑو۔ قرآن بہت پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ پھر فرمایا رضیــــت **باللہ ربا (و) بالاسلام دینًا وبمحمد رسولا** ۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کہ کیا یہ لکھ دیا جاوے کہ یہی حضور کی وصیت ہے فرمایا ہاں فرمایا جاؤ حوالہ بخدا۔''

نوٹ۔ حضرت نے جیسا کہ ان نصائح کا طرز بیان بتاتا ہے عام طور پر یہ فرمایا اور محض ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے خود ہی لکھا ہے کہہ دیا کہ یہ وصیت ہے۔ یہ ایسی ہی وصیت ہے جیسی ایام جلسہ میں آپ نے فرمائی وَاِلَّا یہ امر صفائی سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ ایک جانے والے آدمی کو خطاب کر کے وصیت نہیں ہوتی۔ حضرت صاحب کا عام معمول ہے کہ جب کوئی دوست ان سے رخصت ہوا کرتا ہے کہ **اوصیک بتقوی اللہ** کہا کرتے ہیں۔ اسی طرح اب بھی انہیں خطاب ہے۔ پس یہ صرف عام نصیحت کے رنگ میں ہے۔ وصیت کے لئے آپ نے ایک اور مرتبہ پہلے فرمایا تھا۔ پس لفظ وصیت سے کوئی شخص دھوکا نہ کھاوے یہ سلسلہ کلام محض ایک خاص امر سے شروع ہوا اور یہ محض حضرت کی لاہوری دوستوں کو رخصتی نصیحت ہے۔ احباب وصیت کے لفظ سے گھبرائیں نہیں گو بظاہر یہ ڈاکٹر صاحب کو خطاب اور وصیت ہے تاہم سب کے لئے یہ اسوۂ حسنہ اور واجب العمل ہے۔ ہاں اس میں ہمارے لئے ہدایت اور نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین۔'' (ایڈیٹر)

(الحکم جلد ۱۵ نمبر ۳ صفحہ ۸ بابت ۲۱ر جنوری ۱۹۱۱ء) سوائے مکرم ایڈیٹر صاحب الحکم کے اپنے الفاظ کے باقی الفاظ نصیحت بدر جلد ۱۰ نمبر ۱۳ صفحہ ۱، ۲ پرچہ ۲۶ر جنوری ۱۹۱۱ء میں بھی چھپ چکے ہیں۔ اس نصیحت سے قبل

کے میں نے لکھا تھا بہت رنج ہوا ہے۔ حضور کو معلوم ہے کہ میں نے انہی وجوہ سے انجمن میں شرکت بعد اس معاملہ خلافت کے چھوڑ دی تھی اور کنج عافیت میں بسر کرتا تھا۔ گزشتہ دسمبر سے محض حضور کے حکم سے پھر شریک ہونے لگا تھا اور جیسا کہ میرا خیال تھا پھر نا گوار امور پیش آ گئے جو حضور کے رنج کا موجب ہوئے میں نے اس لئے عریضہ نہ لکھا تھا کہ فساد بڑھے بلکہ محض اپنی غلطی پر تنبیہ کا خیال تھا۔ اسی طرح میں نے عرض کیا تھا تا کہ جو کچھ میرے خیال میں غلطی ہو اس کی حضور اصلاح فرماویں تا کہ ان غلط خیالات سے اجتناب کیا جائے اور جو طریق ثواب ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ مگر وائے برحال ما کہ بجائے اس کے کہ حضور ہماری غلطی سے متنبہ فرماتے یا خاموشی اختیار فرمائی یا اب موجب رنج ہوا اس حالت میں اب بھی مناسب خیال کرتا ہوں اور نہایت ادب والتجا سے عرض ہے کہ حضور اب مجھ کو اجازت فرمائیں کہ میں انجمن کی ممبری وغیرہ سے مستعفی ہو جاؤں تا کہ نہ دو خیال ہوں گے نہ کوئی جھگڑا پڑے گا اور نہ حضور کی ناراضگی کا موجب ہوگا۔

باقی انجمن میں شریک ہونا اور پھر جھگڑا نہ ہونا اس کی ایسی مثال ہے کہ

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمے گوئی کہ دامن ترمشو ہوشیار باش

بقیہ حاشیہ:- کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے اس واقعہ سے چند روز قبل ایک وصیت لکھ کر شیخ محمد تیمور صاحب کے پاس امانت رکھوا دی تھی تا کہ وفات کے وقت کھولی جائے۔ اور جیسا کہ جماعت کے احباب جانتے ہیں اس میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو خلیفہ بنانے کا ارشاد تھا۔ اس وصیت کو کالعدم کرنے کی خاطر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے جو کچھ کیا وہ محولہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے۔* مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ یہ وصیت کہیں چھپی نہیں اور کچھ عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے شیخ محمد تیمور صاحب سے لے کر تلف کر دی تھی۔ (مؤلف)

* ڈاکٹر صاحب کے خیال کی تردید خود حضرت خلیفہ اوّل نے کر دی۔ چنانچہ اسی پرچہ الحکم میں (صفحہ ۱۰ کالم ۲ پر) مرقوم ہے۔ ''۲۲ رجنوری ۱۹۱۱ء ۹ بجے رات۔ شیخ تیمور صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے جو چند کلمات ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کو رخصت کرتے وقت فرمائے تھے ان کی نسبت کچھ شور ہوا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے جو یہ کہا تھا کہ حضور کی یہی وصیت ہے اس کا بھی چرچا ہے۔ فرمایا کہ لوگ تو بے سمجھ ہیں۔ یہ تو چند ضروری باتیں تھیں۔''

انجمن کے قواعد نہایت مجمل ومہمل اور حسابات ودفاتر کی حالت نہایت قابل اصلاح اور کثیر گروہ اصلاح کے خلاف ۔ پھر اگر انجمن خلیفہ کے ماتحت ہے تو اصلاح کی اور صورت ہے ۔اور اگر انجمن خود مختار ہے تو اور صورت ہے ۔ پس اس صورت میں یا تو مجھ کو اپنی غلطی کا پتہ لگ جائے جس کو میں صحیح سمجھتا ہوں اس پر لازمی ماً کاربند ہوں اور اگر باوجود اس کے کہ حضور مجھ کو میری غلطی سے متنبہ فرماویں پھر اس غلطی کا اعادہ کیا جائے تو پھر بے شک قصوروار ہوں مگر جب تک غلطی معلوم نہ ہو اور سمجھ میں نہ آجائے ۔ پھر اس سے اجتناب مشکل اور جب انجمن میں ہر قدم پر اصلاح کی سخت ضرورت ہے ورنہ کسی سخت معاملہ کے پیش آنے کا اندیشہ تو اسی حالت (میں) اصلاحات ضروری اور ان میں مجبوراً بعض ایسے امور آجاتے ہیں کہ معاملہ...... ہو کیونکہ انجمن رجسٹرڈ ہے اگر رجسٹرڈ نہ ہوتی تو ایسی دقت نہ تھی ۔ پس بہتر یہی ہے کہ حضور از راہ الطاف وکرم مجھ کو انجمن سے مستعفی ہونے کی اجازت فرمائیں ۔ (راقم محمد علی خاں)

مکرم معظم نواب صاحب

السلام علیکم - اللہ تعالیٰ کے فضل سے

امید ہے کہ اخبار کا بغیر ضمانت کے اجازت

مل جائیگی - انشاء اللہ

خریداروں کی رفتار بہت سست ہے اور

ایک ایجنٹ کے بھیجنے کی اشد ضرورت ہے

آپ کے بھیج غلام [illegible] کے متعلق ذکر کیا تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواباً نواب صاحب نے تحریر کیا:-

سلمکم اللہ تعالیٰ

اخ المکرم المعظم — السلام علیکم

میں نے شیخ منعم احمد خان کے کھینچنے کا انتظام کر لیا تھا مگر ایک
وقت نے سب انتظام بگاڑ دیا — وہ شیخ صاحب کا کچھ
تعلق اسد کو مکھنے سے ہے اور وہ خوستے گئے ہیں اسلئے
کہ ان کے ابا کے بیشتر جانے سے عذر کرتے ہیں — اور
کہتے ہیں کہ چونکہ وہ انکو کالج سپرد کر گئے ہیں اسلئے جب تک وہ
واپس نہ آئیں نہیں جا سکتے — اب آپ تجویز تلاش کر لیا

. . . .

. . . .

. . . .

بہر حال کوئی تجویز شتاب سے مطلع فرمائیں

راقم محمد علی خان

مرزا صاحب تو ٹھیک نہیں ہیں وہ نہ تو اسکول کا
کام اور نہ انکے اخراجات برداشت کر سکیں گے

دوسرے میرا سمجھ میں ابھی تو کوئی آدمی نہیں آتا شاید اللہ
تعالیٰ بعد میں کوئی بند و بست کر دے۔ 18 آج صبح
خریدار اور ابھی تک آپ کی سمجھ میں اس وقت تک صرف ۵۵
خریدار ہوئے ہیں۔ الفضل بھی کوئی اللہ تعالیٰ کی
حکمت ہے۔ محمد محمود امید ہے انشاء اللہ
اخبار کے اجرا میں ترقی ہو جائیگی۔ خاکسار
مرزا محمود احمد

نواب صاحب کا ایک اہم مکتوب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　　　　دارالسلام

اخویم شیخ صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ ☆　　　　　　　　دارالامان قادیان ۔ مارچ ۱۹۱۴ء

السلام علیکم ۔ آپ کی تار پہنچی ۔ اس سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام یعنی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین

☆ نواب صاحب کا یہ مکتوب الفضل جلد ۳۳ نمبر ۴۳ پرچہ ۱۹ فروری ۱۹۴۵ء میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی طرف سے اس نوٹ کے ساتھ شائع ہوا تھا کہ مجھے مکتوب الیہ کا علم نہیں ۔ خاکسار کے نزدیک ذیل

محمود احمد صاحب فضل عمرؓ کے پاس بھی آپ کا تار اور خط پہنچا تھا۔ اور اس وقت میں وہاں موجود تھا اس لئے مضمون خط سے وہیں مجھ کو اطلاع ہو گئی تھی۔ گھر آنے پر میرے نام کا تار بھی ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس بہت

بقیہ حاشیہ:- کے قرائن سے یہ مکتوب جناب شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔اے (حال وائس چانسلر خیبر یونیورسٹی صوبہ سرحد مغربی پاکستان) کے نام لکھا گیا تھا۔

۱- اتنا طویل مکتوب نواب صاحب نے کسی ایسے شیخ صاحب کے نام لکھا ہوگا کہ جو جماعت میں معزز شمار ہوتے ہوں گے اور نواب صاحب نہ چاہتے ہوں گے کہ شیخ صاحب حالات سے ناواقف رہ کر بیعت خلافت ثانیہ سے محروم رہیں۔ سو واضح رہے کہ جناب شیخ صاحب ایسے ہی احباب میں شمار ہوتے تھے۔ چنانچہ ہم یہ مرقوم پاتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) سے ''منشی فرزند علی صاحب اور شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔اے درس قرآن پڑھتے ہیں'' (بدر جلد ۱۰ نمبر ۳ صفحہ ۹ زیر ''مدینۃ المسیح''، پرچہ ۱۷/نومبر ۱۹۱۰ء) نیز بوجہ اعزاز آپ کے متعلق مرقوم ہے ''شیخ تیمور صاحب بھی یہیں تشریف رکھتے تھے'' [۲۵۱] شیخ صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ سے بہت تعلق تھا۔ مکرم مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے مجھ سے ذکر فرمایا تھا کہ خلافت اولیٰ میں ایک دفعہ ہمیں ہندوستان میں دورہ پر بھیجا گیا تو امیر وفد شیخ صاحب موصوف مقرر ہوئے تھے۔

۲- نواب صاحبؓ کے مکتوب بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحب (مکتوب الیہ) کی موجودگی میں یا ان کی آمد سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے ۴/مارچ ۱۹۱۴ء کو آخری وصیت رقم فرمائی تھی۔ اور ہمیں الفضل سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد تیمور صاحب اس ہفتہ قادیان آئے تھے۔ [۲۵۲]

۳- لاہور میں مخالفین خلافت کی طرف سے ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو جلسہ شوریٰ منعقد کیا گیا۔ اس میں چار تاریں سنائی گئیں۔ جن میں سے دو شیخ محمد تیمور صاحب کی طرف سے تھیں (الفضل جلد ا خاص نمبر۔ پرچہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۲) گویا کہ امرِ خلافت کو شیخ صاحب کے نزدیک اتنی اہمیت تھی کہ انہوں نے اس کی مخالفت میں لاہور دو تاریں روانہ کیں اور نواب صاحب کے مکتوب میں بھی قادیان میں مکتوب الیہ کی طرف سے دو تاریں موصول ہونے کا ذکر ہے۔

۴- راقم کے استفسار پر شیخ محمد تیمور صاحب کی طرف سے دو خطوط موصول ہوئے جن میں انہوں نے تحریر کیا ہے کہ چالیس سال قبل کے واقعات یاد نہیں رہے انتخاب خلافت ثانیہ کے وقت میں قادیان میں نہیں تھا مجھے

سے غلط واقعات پہنچے ہیں جس نے آپ سے یہ تار اور خط لکھوائے اس لئے ضروری ہوا (کہ) میں نہایت صحیح واقعات جن کا مجھ کو صحیح علم ہے اور جس پر میں حلف بھی کر سکتا ہوں عرض کروں۔ وھو ھذا۔

آپ کے آنے سے پہلے غالباً وصیت لکھی جا کر میرے پاس بطور امانت حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام صدیق مرحوم مغفور یعنی مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ نے میرے سپرد کی ہوئی تھی جو حسب ذیل ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم وعلی آلہ مع التسلیم

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے **لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** میرے بچے چھوٹے ہیں ہمارے گھر مال نہیں ان کا اللہ حافظ ہے ان کی پرورش یا پرورش یتامٰی و مساکین سے نہ ہو۔ کچھ قرضہ حسنہ جمع کیا جاوے لائق لڑکے ادا کریں یا کتب، جائیداد وقف علی الاولاد۔ میرا جانشین متقی ہو۔ ہر دلعزیز عالم باعمل ہو۔ حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی و درگزر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ تھا وہ بھی خیر خواہ

بقیہ حاشیہ:- پوری طرح یاد نہیں آیا علی گڑھ کالج سے جہاں میں لیکچرار تھا میں نے کوئی برقیہ قادیان ارسال کیا تھا۔ غالباً میں نے ایک برقیہ روانہ کیا تھا لیکن یہ بات مجھے بالکل یاد نہیں رہی کہ تار کس کے نام روانہ کی تھی۔

۵- راقم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے استفسار کیا تھا آیا شیخ محمد تیمور صاحب نے حضور کے خلیفہ منتخب ہونے پر کوئی تار حضور کو روانہ کیا تھا اور اس کا مضمون کیا تھا۔ حضور رقم فرماتے ہیں ''یہ تار تھا کہ حد سے نہ بڑھو۔ اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ سے صلح کرو۔ یا ایسا ہی مضمون اور میں نے جواب دیا تھا کہ جو طریق آپ نے اختیار کیا ہے اس کا نتیجہ دہریت تک جاتا ہے جس کا نتیجہ ایک ماہ میں انہوں نے خدا تعالیٰ سے انکار کر دیا۔'' چربہ

یہ تار تھا کہ حد سے نہ بڑھو اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ سے صلح کر دیا
یہی مضمون اور میں نے جواب دیا تھا کہ طریق جو آپ نے اختیار کیا ہے اس کا نتیجہ
دہریت تک جاتا ہے جس کا نتیجہ ایک ماہ خدا تعالیٰ سے
انکار کر دیا۔

ہووے۔قرآن حدیث کا درس جاری رہے۔☆

والسلام

نورالدین۔۴؍مارچ بعد اعلان

گواہ شد	گواہ شد
مرزا محمود احمد ۱۴-۳-۴	محمد علی خاں ۱۴-۳-۴
گواہ شد	گواہ شد
محمد علی	مرزا یعقوب بیگ ۱۴-۳-۴

☆ اس بارہ میں موقر الحکم رقمطراز ہے۔

۴؍مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد نماز عصر یکا یک آپ کو ضعف محسوس ہونے لگا اسی وقت آپ نے مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب کو حکم دیا کہ قلم دوات لاؤ۔ چنانچہ سید صاحب نے قلم دوات اور کاغذ لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے لیٹے ہوئے ہی کاغذ ہاتھ میں لیا اور قلم لے کر لکھنا شروع کیا اس وقت بہت سے احباب مثلاً مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، مولوی سید سرور شاہ صاحب، قاضی سید امیر حسین صاحب، نواب محمد علی خاں صاحب، میاں عبدالحی صاحب، حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب اور بہت سے بھائی قریباً جماعت قادیان کے سب لوگ موجود تھے اور باہر سے بھی میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور...... حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ اور منشی محبوب عالم صاحب، چوہدری چھجو خاں صاحب ملازم محکمہ جنگلات...... وغیرہم موجود تھے۔ اولاً آپ نے مختصر سا حصہ وصیت کا لکھا لیکن چونکہ قلم درست نہ تھا دیسی قلم منگایا گیا۔ آپ نے ایک وصیت اپنے قلم سے تحریر کر دی اور مولوی محمد علی صاحب کو دی کہ وہ اسے سنا دیں۔ چنانچہ انہوں نے بآواز بلند اسے پڑھ کر سنا دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تین مرتبہ سنا دو۔ چنانچہ تین مرتبہ اس وصیت کو پڑھ کر سنایا گیا۔ جب وصیت پڑھی جاتی تھی حاضرین پر رقت کا عجیب اثر تھا دل اور آنکھیں روتی تھیں اور خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت کا مشاہدہ کر رہی تھیں...... غرض وصیت جو تین مرتبہ پڑھی جا چکی تو آپ نے فرمایا کہ نواب صاحب کے سپرد کر دو وہ اسے محفوظ رکھیں گے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے حاضرین کی موجودگی میں اصل کاغذ نواب صاحب کے سپرد کر دیا۔ پھر نواب صاحب نے عرض کیا کہ اس پر دستخط کرا لئے جائیں اور اس مطلب کے لئے وصیت پھر حضرت کی خدمت میں پیش کی گئی۔ آپ نے اس پر دستخط کر دئے۔ جیسا کہ وصیت کے پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ بہر حال ۴؍مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد عصر

یا آپ بھی اس وقت موجود تھے بہر حال یہ واقعہ آپ کی موجودگی یا ایک آدھ روز پہلے کا ہے مجھ کو صحیح یاد نہیں غالباً آپ موجود تھے کیونکہ حضرت میاں صاحب نے مجھ کو کہا تھا کہ آپ نے ان کو اس طرف متوجہ کیا تھا

بقیہ حاشیہ:- حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے پاک وصیت کر دی اور یہ بھی فرمایا کہ جیتے رہے تو اور بھی کچھ کہیں گے۔''

وصیت کے منقولہ الفاظ میں قدرے اختلاف ہے۔ مثلاً

۱- مکتوب نواب صاحب والحکم	''بقائمی حواس''
آئینہ صداقت	''بقائمی ہوش وحواس''
۲- مکتوب نواب صاحب	''ہمارے گھر مال نہیں''
آئینہ صداقت۔الحکم	''ہمارے گھر میں مال نہیں''
۳- مکتوب نواب صاحب والحکم	''ان کی پرورش یا پرورش یتامیٰ ومساکین سے نہ ہوگا''
آئینہ صداقت	''ان کی پرورش یتامیٰ ومساکین سے نہیں''
۴- مکتوب نواب صاحب	''قرضہ حسنہ جو جمع کیا جاوے''
آئینہ صداقت	''قرض حسنہ جمع کیا جائے''
الحکم	''قرض حسنہ جمع جمع کیا جاوے''
۵- مکتوب نواب صاحب	''جائیداد وقف علی الاولاد''
آئینہ صداقت۔الحکم	''جائیداد وقف علی الاولاد ہو''
۶- مکتوب نواب صاحب	''عالم باعمل ہو''
آئینہ صداقت والحکم	''عالم باعمل''
۷- مکتوب نواب صاحب	''وہ بھی خیر خواہ ہووے''
آئینہ صداقت والحکم	''وہ بھی خیر خواہ رہے''
۸- مکتوب نواب صاحب	''قرآن حدیث''
آئینہ صداقت والحکم	''قرآن وحدیث''
۹- مکتوب نواب صاحب	''نورالدین ۴/مارچ بعد اعلان''
آئینہ صداقت	''نورالدین ۴/مارچ ۱۹۱۴ء''
الحکم	''نورالدین ۴/مارچ ۱۹۱۴ء بعد از اعلان''

کہ وصیت میں حضرت مولانا مرحوم نے اپنی بیوی کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔

آپ کے جانے کے بعد کے واقعات حسب ذیل ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام مرحوم مغفور دن بدن نہایت کمزور ہوتے گئے اور جہاں تک میرا خیال ہے علاج میں بھی وہ توجہ نہیں رہی۔خوراک نہایت ہی کم ہوگئی۔سوائے چند تولہ کے غذا نہیں ملتی تھی۔اس پر بہت کچھ گفت وشنید ہوئی ایک اطباء کی کمیٹی بیٹھی اور چند نسخے تجویز ہوئے۔مگر حضرت کو غالباً یہ ادویات نہیں ملیں۔منگل یا بدھ سے یعنی وفات سے دوتین روز قبل حضرت موصوف کو تے شروع ہوگئی اور بدھ سے ہچکی بھی شروع ہوگئی۔اب اور بھی زیادہ ضعف ہوگیا ادھر عیادت کے لئے مہمان بہت آئے اور لوگ اضطراب سے آئندہ واقعات پر تشویش ظاہر کرنے لگے۔جہاں چار آدمی اکٹھے ہوئے اور مسائل اختلافی پر بحث شروع ہوگئی۔حضرت صاحبزادہ صاحب اور ہم بھی اضطراب سے سوچنے لگے اور جب کوئی صورت اصلاح نظر نہ آئی کیونکہ ایسی افواہیں اڑیں کہ بیرونجات سے لوگ بلائے جارہے ہیں۔چنانچہ آدمیوں سے معلوم ہوا کہ وہ سیکرٹری صاحب کے بلانے پر آئے ہیں۔پھر میر عابد علی شاہ صاحب اور چوہدری عبداللہ خاں صاحب نمبر دار نے آکر بیان کیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے وڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب سے گفتگو ہوئی۔انہوں نے صاف کہا کہ ہم اول تو خلیفہ ہی پسند نہیں کرتے اور اگر خلیفہ ہو بھی تو اس سے شرائط طے کی جائیں گی اور یہ اطلاع انہوں (نے) تحریراً بھی بطور شہادت ہم کو دے دی اور یہ واقعہ کوئی پانچ چھ روز قبل از وفات حضرت کا تھا۔ان امور سے سخت تشویش ہوئی اور ادھر دیکھا کہ لوگ مختلف طور پر کج بحثیاں کرتے ہیں۔اس لئے میاں صاحب نے سب احباب کو کہا کہ دعا سے کام لیا جائے کہ خداوند تعالیٰ حضرت مولانا کو شفاء دیدے اور اگر اس کی مشیت میں حضرت موصوف کا وقت ہی آگیا ہے تو خداوند تعالیٰ تفرقہ سے قوم کو بچائے اور کوئی مناسب خلیفہ عطا کرے۔اس پر تمام احباب نے بدھ کی اور جمعرات کی مشترکہ رات کو اٹھ کر دعائیں کیں۔صبح کے وقت میاں صاحب کو تحریک ہوئی کہ اختلافات کو سردست چھوڑ دیا جائے۔چنانچہ بعد نماز صبح مجھ سے تنہائی میں فرمایا کہ میرا منشاء ہے کہ چونکہ اس وقت دو مختلف خیال کے لوگ موجود ہیں ہر ایک فریق یہ سمجھتا ہے کہ اگر ہمارے خلاف خیالات کا خلیفہ ہوا تو پھر ہماری خیر نہیں اس لئے رفع فتنہ کے لئے ہم ایسے شخص (کو) خلیفہ منتخب کریں جس کو دونوں طرف قریباً ارادت ہو۔اور انہوں نے فرمایا کہ میرے خیال میں سید حامد شاہ صاحب

بقیہ حاشیہ:- حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ یہ اصل وصیت اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے پاس ہے اسے دیکھ کر اصل الفاظ معلوم ہو سکتے ہیں۔لیکن وہ مجھے دستیاب نہیں ہو سکی۔

(احباب اس کا چربہ صفحہ ۳۶۶-۳۶۷ پر ملاحظہ فرمائیں) (مؤلف)

سیالکوٹی کو پیش کیا جائے (ادھر میرے خیال میں بھی تحریک تھی کہ میں حضرت میاں صاحب سے دریافت کروں کہ رفع فتنہ کے لئے ہم کہاں تک اپنے خیالات چھوڑ سکتے ہیں۔ چونکہ میاں صاحب نے خود ہی میرے سوال کا جواب دینا شروع کر دیا اس لئے مجھ کو دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوئی) اور پھر میاں صاحب نے فرمایا کہ اگر وہ اس کو بھی نہ مانیں تو پھر ان میں سے جس کسی کو وہ پسند کریں خواہ خواجہ کمال الدین صاحب ہوں یا مولوی محمد علی صاحب یا کوئی اور۔ ہم بدل اس کو منظور کریں گے۔ اور بموجب آیت کریمہ **یاایّھا الّذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم** ۔[۲۵۳] الخ ہم اپنے اختلافی مسائل کو ضرور پیش کریں گے۔ ہاں اگر خلیفہ ہم کو ان مسائل سے روک دے گا تو ہم خاموشی اختیار کریں گے اور یہی ادب عمل صحابہؓ سے ثابت ہے اور ہم پورے مطیع خلیفہ کے ہوں گے۔ ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ خلیفہ بلاشرط ہو اور مقتدر ہو خواہ ہمارے خیال سے متفق ہو یا نہ ہو اس سے ہم کو غرض نہیں۔ مگر مقتدر ہونا ضروری ہے اور وصیت سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ مقتدر ہی درگزر اور چشم پوشی کر سکتا ہے۔ جب یہاں تک میاں صاحب کا میں (نے) خیال دیکھا تو میں نے ان سے اتفاق رائے ظاہر کر کے کہا کہ آج میرا دل ایک بڑے بوجھ سے ہلکا ہو گیا اور اس وقت سے برابر میاں صاحب اور میں کسی خاص شخص کی خلافت سے بالکل خالی الذہن ہو گئے۔ اس تصفیہ کے بعد میاں صاحب مکان میں آئے اور ایک مضمون لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اس وقت ہم کو سر دست تمام اختلافی امور چھوڑ دینے چاہئیں اور اس وقت تک کہ حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام یعنی مولوی نورالدین صاحب تندرست ہوں یا ان کی جگہ اللہ تعالیٰ کوئی خلیفہ مقرر کر دے کسی قسم کا تذکرہ اور اختلاف نہ رکھیں اگر کوئی شخص اس قسم کی بات چھیڑے تو اس کے پاس سے اٹھ جائیں اور تمام جماعت دعاؤں میں لگ جائے۔ یہ ایک مصیبت کا وقت ہم پر ہے پس اللہ تعالیٰ سے ہی اس کی استمداد چاہیں تا وہ ہماری نصرت فرمائے اور ہم کو تفرقہ سے بچائے۔ اس وقت ہمارا آقا بیمار ہے اور وہ ہمارے اختلافات کے متعلق کچھ خبر نہیں رکھتا اور نہ وہ اس کا تدارک کر سکتا ہے اس لئے اس وقت ایسی گفتگو اور خیالات نہایت نامناسب ہیں۔'' چنانچہ یہ مضمون لکھ کر میاں صاحب نے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کے پاس بھیج دیا کہ آپ اگر مناسب تصور کریں اپنے اور دیگر احباب کے دستخط کر دیں اور کرا دیں تا کہ قوم میں جو اس وقت اضطراب پھیلا ہوا ہے وہ جاتا رہے۔ اس پر مولوی صاحب نے لکھا کہ بیرونجات (میں) یہ اختلاف نہیں ہے اس تحریر سے خواہ مخواہ اختلاف پیدا ہوگا۔ ہاں قادیان میں ایک طوفان بے تمیزی آیا ہوا ہے اور لاہور میں بھی ہے اس لئے آپ ایک تقریر کر دیں اور میں بھی ایک تقریر کر دوں گا اور یہ آپ کو بہت عمدہ خیال پیدا ہوا ہے۔

اس پر اس مضمون کو التوا میں ڈال دیا گیا اور بعد عصر حضرت میاں صاحب نے اسی مضمون بالا کی تقریر کی

اوراس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے تقریر کی مگر اس میں اختلاف کی طرف بھی اشارہ کر گئے اس کے بعد گویا تمام جماعت میں سکون آ گیا اور وہ ٹولی بندیاں اور کج بحثیاں بند ہو گئیں۔اور یہ پنجشنبہ کا واقعہ ہے۔اس کے بعد اسی روز میں نے میاں صاحب سے عرض کی کہ یہ مولوی محمد علی صاحب کا خیال صحیح نہیں کہ باہر اختلاف نہیں میرے خیال میں یہ مضمون شائع کر کے باہر بھی بھیجا جائے۔چنانچہ اس کے طبع کرنے کا انتظام کیا گیا۔رات کو پھر تمام احباب دعا میں مصروف ہوئے۔حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کو ہچکی اور قے اور کھانسی کی سخت تکلیف رہی۔صبح یعنی جمعہ کے روز بعد نماز ہم جب کوٹھی پر آئے تو حضرت کی طبیعت کچھ زیادہ ضعیف تھی مگر ڈاکٹر کہتے تھے آج کھانسی سے آرام رہا مگر مجھ کو زیادہ ضعف محسوس ہوتا تھا۔اس کے بعد کوئی سات بجے آدمی آیا کہ ڈاکٹر صاحب بلاتے ہیں۔میاں صاحب اور میں حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کے کمرے میں گئے وہاں مولوی محمد علی صاحب بھی آ گئے اور شیخ رحمت اللہ صاحب بھی۔اس وقت حضرت صاحب کی طبیعت اور بھی نحیف معلوم ہوئی اور بلغم سانس کے ساتھ بولتی تھی مگر یخنی وغیرہ آپ (نے) اٹھ کر کھایا لیٹے لیٹے نہیں کھایا۔کوئی دس بجے وہاں سے ہم سب باہر آئے۔میں شیخ رحمت اللہ صاحب کو الگ لے گیا اور ان سے عرض کیا کہ بجائے اس کے کہ وقت پر باہم بحث ہو بہتر ہے کہ ہم سب بیٹھ کر طریق انتخاب خلیفہ کی بابت تصفیہ کر لیں اور جو طریق باہمی اتفاق سے قائم ہو اس پر آئندہ کارروائی کی جائے انہوں نے کہا کہ بعد جمعہ سب اکٹھے ہو جائیں میں بھی اپنے احباب کو کہہ دوں گا۔

اس کے بعد ہم کھانا کھانے گئے اور اس وقت میاں صاحب نے فرمایا کہ کچھ ہم (میں) سے یہاں بھی رہیں مگر حضرت کی طبیعت کسی قدر بحال دیکھ کر میں بھی جمعہ کو چلا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کے پاس صرف ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب رہ گئے۔جمعہ سے ہم واپس آ رہے تھے اور میاں صاحب اور میں گاڑی میں تھے کہ مولوی شیر علی صاحب کے مکان کے قریب میرا ملازم ملا۔اوراس نے اطلاع دی کہ حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔میاں صاحب نے گاڑی کو دوڑانے کی تاکید کی اور انّا اللہ وانّا الیہ راجعون پڑھنا شروع کیا۔بورڈنگ کے کواٹروں کے قریب گاڑی کو سست پا کر میاں صاحب اور میں پاپیادہ تیز قدمی سے چلے آخر کوٹھی پر پہنچے اور وہاں مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور شیخ رحمت (اللہ) صاحب اور کئی احباب بیٹھے رو رہے تھے۔اور میاں عبدالحی کو لئے بیٹھے تھے۔ہم بھی وہاں بیٹھ گئے۔میاں صاحب حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کے کمرے میں چلے گئے۔اسی حالت رنج وافسوس میں عصر کی اذان ہو گئی اور سب مسجد نور میں جمع ہو گئے۔بعد تمام عصر میاں صاحب نے پھر ایک تقریر کی اوراس میں اس بات پر بھی زور دیا کہ کل جو صاحب روزہ رکھ سکیں وہ روزہ بھی رکھیں۔☆ یہ تقریر پہلی تقریر کا قریباً اعادہ تھا اور نہایت

☆ یہ تقریر الحکم جلد ۱۸ نمبر ۳ صفحہ ۹ بابت ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء میں طبع ہو چکی ہے۔۔(مؤلف)

تضرّع اور رقّت اہل مجلس پر طاری تھی۔اس کے بعد میں نے میاں صاحب سے عرض کی کہ اب ہم سب کو جمع ہو کر مناسب تجویز کرنی چاہیئے۔میاں صاحب نے فرمایا کہ میرے سر میں درد ہے میں ذرا تھوڑی دور پھر آؤں جب سب آ جائیں مجھ کو بھی بلا لیا جائے۔میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب و مولوی محمد علی صاحب و ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب و مولوی شیر علی صاحب و مولوی صدرالدین صاحب کی طرف آدمی بھیج دیا۔شیخ صاحب نے کہلا بھیجا کہ مولوی محمد علی میاں صاحب سے گفتگو کرنے جاتے (ہیں) اس کے بعد ہم سب آ جائیں گے۔پھر میں خود شیخ صاحب کے پاس چلا گیا تو انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب میاں صاحب سے گفتگو کرنے گئے ہیں۔ممکن ہے کہ ان دونوں کی گفتگو ہی (سے) تمام اختلاف جاتا رہے۔اس لئے میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا اور میاں صاحب اور مولوی صاحب الگ ٹہلتے ہوئے تنہائی میں گفتگو کرتے رہے۔

مغرب کے وقت وہ ایک دوسرے (سے) الگ ہوئے میاں صاحب نے آ کر فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب سے گفتگو ہوئی ہے اور وہ وہی بات کہتے ہیں جو چوہدری عبداللہ خاں صاحب نے آ کر بیان کی تھی اور اب میں تصفیہ کر کے آیا ہوں کہ مولوی صاحب بجائے خود اپنے احباب سے مشورہ کریں اور میں اپنے احباب سے مشورہ کروں اور ہم سوچیں کہ کہاں تک ہم اپنے خیالات چھوڑ سکتے ہیں اس لئے اب مشورہ کرنا چاہیئے۔چنانچہ بعد مغرب قریب پچاس آدمیوں کو بلایا گیا۔اور چونکہ مولوی محمد علی صاحب اور میاں صاحب کا باہمی تصفیہ ہوا تھا کہ احباب کے مشورہ کو عام نہ کیا جائے اس لئے میرے مکان میں علیحدہ جگہ یہ مشورہ ہوا اور سب کے سامنے میاں صاحب نے پیش کیا کہ میری اور مولوی صاحب کی گفتگو ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ''خلیفہ''۔اوّل تو ہونا نہ چاہیئے اور اگر ہو تو تمام احمدیوں کو اس کی بیعت نہ کرنی ہو۔یعنی جو پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام مرحوم کی بیعت کر چکے ہیں وہ دوبارہ اب نئے خلیفہ کی بیعت نہ کریں۔اور مسئلہ کفر و اسلام میں خلیفہ ہمارے سدراہ نہ ہو یعنی ہمارے خیالات کے اظہار میں روک نہ ڈالے۔اور کم از کم میں (مولوی محمد علی صاحب) تو بیعت نہ کروں گا۔اس پر میاں صاحب نے فرمایا کہ خلیفہ ہونا ضروری ہے اور چونکہ میرا اعتقاد ہے کہ خلیفہ ضرور ہونا چاہیئے اس لئے میں اس پر متفق نہیں ہو سکتا۔اور چونکہ میرا یہ بھی اعتقاد ہے کہ خلیفہ مشروط نہیں ہو سکتا بلکہ خلیفہ مقتدر چاہیئے تا کہ فتنہ کے وقت وہ اپنے اختیارات سے فتنہ کو روک سکے۔اس لئے اس پر بھی میں متفق نہیں ہو سکتا۔رہے اختلافی مسائل اس کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں اختلافات ہمیشہ سے رہے اور رہتے ہیں۔مولوی محمد علی صاحب نے کہا پھر مہلت کافی ہونی چاہیئے کم از (کم) پندرہ بیس روز اس پر میاں صاحب نے فرمایا کہ خلافت مقتدر ہونی چاہیئے اور ضرور ہونی چاہیئے۔اور خلیفہ دوم قبل از دفن خلیفہ اول منتخب ہو جانا چاہیئے۔اور یہی میرا اعتقاد ہے

اس پر مجھ کو اصرار ہے اختلافی مسائل ان امور پر سد راہ نہیں ہو سکتے۔ مسئلہ کفر پر اختلاف حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کے وقت میں بھی رہا ہے اور وہ خلیفہ بھی رہے ہیں۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ نہیں جلدی نہیں چاہئے کافی وقت ملنا چاہئے تا کہ شوریٰ سے خلیفہ مقرر ہو۔ میاں صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا کے دفن سے پہلے پہلے جس قدر مشورہ ہونا ہو ہو جائے اور حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم نے بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ (السلام) کی وفات پر اس پر زور دیا تھا۔ کیونکہ خلیفہ کی ہر وقت ضرورت ہے۔ اگر ہم کو یہ علم ہو کہ مولوی صاحب مرحوم فلاں کام کیا کرتے تھے اور اس میں خلیفہ کی ضرورت تھی یا کوئی خاص کام آج سے چھ ماہ کو پیش آنے والا ہے کہ جس میں خلیفہ کی ضرورت پیش آنی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ چلو چھ ماہ انتظار کرلو۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کوئی ایسا امر ہے اور ہم کو علم ہے اس وقت خلیفہ کی ہم کو ضرورت نہیں چند روز بعد ہوگی؟ تو پھر بیشک انتظار ممکن ہے اس پر مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا کہ ایسا تو نہیں۔ پھر میاں صاحب نے فرمایا کہ نظام سلسلہ کے لئے پھر ایک منٹ بھی بلا خلیفہ درست نہیں پس خلیفہ دوم خلیفہ اول کے دفن سے پہلے مقرر ہو جانا چاہئے۔ اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے کہا مسئلہ کفر و اسلام کا ضرور تصفیہ ہو جانا چاہئے اور بیعت پر ہم کو مجبور نہ کیا جائے (جس پر اسی طرح کوئی دو گھنٹہ دونوں میں گفتگو رہی جس کا یہ اوپر خلاصہ ہے) میاں صاحب نے فرمایا کہ آخر یہ تصفیہ ہوا (کہ) احباب سے مشورہ لیا جائے جس پر آپ صاحبوں کو تکلیف دی گئی ہے اب آپ تصفیہ کریں کہ ہم کہاں تک اپنا خیال چھوڑیں اور کہاں تک نہیں۔ اس پر متفق اللفظ سب نے یہ تصفیہ کیا کہ۔

خلیفہ بلا شرط ہونا چاہئے۔ اس کی بیعت ہر احمدی پر واجب ہے اور سب کا یہ مطاع ہوگا۔ چنانچہ ایک کاغذ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی جا کر دستخط کئے گئے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ　　نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِكۡ وَسَلِّمۡ

''ہم سب اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں کہ ہم سب کے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح کا جانشین ایک شخص ہونا ضروری ہے اور اس کی بیعت کرنی ہر ایک احمدی پر واجب ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس خلیفہ سے کسی قسم کی شرائط طے کرنا جو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خلافت کے وقت طے نہیں کی گئیں بالکل جائز نہیں۔ بلکہ اس کی بیعت اسی طرح ہوگی جس طرح صحابہؓ نے کی یا جس طرح خلیفۃ المسیح اولؓ کی بیعت کی گئی۔ جو کوئی بھی خلیفہ مقرر ہو وہ کل جماعت اور صدر انجمن کا مطاع ہوگا اور سب جماعت کو اس کے احکام کی اطاعت کرنی ضروری ہوگی۔''

اب یہ قرار پایا کہ صبح مولوی (محمد) علی سے میاں صاحب اس تصفیہ کے متعلق گفتگو کریں گے اور پھر جو فیصلہ ہوگا اس پر کارروائی ہوگی۔ صبح تین بجے ایک ٹریکٹ میاں صاحب کو ایک شخص نے دیا کہ یہ تمام

اسٹیشنوں اور مضافات میں شائع اور تقسیم ہوا ہے۔اس ٹریکٹ پر مولوی محمد علی صاحب کے دستخط تھے جس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ ان کی ہی جانب سے ہے اور ان کی تصدیق مولوی غلام حسن صاحب کی (کی) ہوئی ہے۔اس پر میاں صاحب نے خیال کیا کہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اس لئے سب احباب (کو) جو کوٹھی میں موجود تھے اٹھایا کہ دعا کرو۔مجھ کو بھی اٹھایا اور ٹریکٹ بھی دیا میں اور سب احباب حیران ہوئے کہ اس اصلاح والی تحریر کو جو میاں صاحب شائع کرنا چاہتے تھے (اور بوجہ مولوی محمد علی صاحب کے روکنے کے اور حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کی وفات کے سبب سے شائع نہ ہوسکی) کو شائع کرنا باعث فتنہ مولوی محمد علی صاحب نے قرار دیا اور اپنا ٹریکٹ جو سراپا اختلاف ہے اس کو شائع کر دیا۔اور ٹریکٹ سے معلوم ہوا کہ یہ حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کے انتقال سے کوئی ہفتہ عشرہ پہلے لکھا جا چکا اور طبع بھی حضرت کی زندگی میں ہوا۔اور ادھر حضرت کی وفات کی تار پہنچی اور یہ شائع ہو گیا کیونکہ اس پر مولوی غلام حسن صاحب کے بھی دستخط ہیں۔بس جب وہ آئے تھے اسی وقت یہ منصوبہ ہوا اور یہ مضمون لکھا گیا اور طبع کرا کر رکھا گیا۔اب آپ خود غور فرمائیں کہ میاں صاحب اور ہمارا کیا ارادہ تھا۔اور ادھر سے کیا ہوا۔☆ باوجود اس کے میاں صاحب نے صبح آٹھ بجے بروز شنبہ بتاریخ ۱۴ مارچ مسجد نور میں ایک نہایت دلسوز اور پر اثر تقریر کی اور اس میں بھی جماعت کو دعا کے متعلق زور دیا کسی اختلاف کا تذکرہ نہیں کیا۔لیکن مولوی محمد علی صاحب نے نہایت غیظ وغضب سے ایک تقریر نہایت جوش سے کی اور اس میں اختلافات کا تذکرہ کیا۔اس کے بعد ہم سب آ گئے۔پھر میاں صاحب نے اپنے رشتہ داروں کو الگ مشورہ کے لئے اکٹھا کیا۔چنانچہ مندرجہ (ذیل) اشخاص اس میں شریک تھے۔☆☆ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین

☆ اس ٹریکٹ کا ذکر الحکم جلد ۱۸ نمبر ۴ صفحہ ۳ بابت ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء میں ہے۔مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا بیان ہے کہ یہ ٹریکٹ میں نے لا کر حضور کی خدمت میں پہنچایا تھا۔چنانچہ ان کی طرف سے اس امر کا ذکر الحکم جوبلی نمبر (صفحہ ۳۴) میں ہو چکا ہے۔اور مکرم عرفانی صاحب بھی اس امر کی تائید کرتے ہیں۔(مؤلف)

☆☆ آئینہ صداقت صفحہ ۱۸۷ پر اس مشورہ کا ذکر ہے لیکن وہاں ان کے اسماء درج نہیں۔حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا بیان ہے کہ اہل خاندان کے ساتھ مشورہ کیا کہ خواہ کوئی خلیفہ ہو ہم بیعت کریں گے۔اور اس مشورہ میں نواب صاحب، صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، اور صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے نام بیان کئے ہیں۔[۴۵۴] نواب صاحب کا بیان خود مشورہ میں شامل ہونے کی وجہ سے مشرح ہے۔(مؤلف)

مرزا محمود احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت میر ناصر نواب صاحب، میر محمد اسحٰق صاحب، مرزا عزیز احمد صاحب خاکسار راقم الحروف۔ اور اس میں گفتگو ہوئی اور فرمایا کہ حضرت صاحب کو الہام ہوا ہے کہ **اِنّی معک و مع اھلک** ۴۵۵ پس آپ مشورہ دیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے چنانچہ مندرجہ ذیل تصفیہ ہوا۔

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے خلاف جنہوں نے اظہار کیا ہے اس کو نہیں مان سکتے۔

۲۔ خلیفہ ضروری ہے۔

۳۔ خلیفہ مشروط نہ ہو۔

۴۔ سب متعلقین حضرت مسیح موعودؑ انتخاب میں حصہ لیں گے۔ اور یہ بھی تصفیہ ہوا کہ کسی شخصیت پر زور نہ دیا جائے۔ کوئی بھی خلیفہ ہو اس کی اطاعت کریں گے۔☆ اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب کے ٹریکٹ کے شائع

☆ تسلسل کے قائم رکھنے کی خاطر ذیل کا واقعہ درج کیا جاتا ہے۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ اقارب سے مشورہ کے بعد مولوی محمد علی صاحب کا رقعہ مجھے ملا کہ کل والی گفتگو کے متعلق ہم پھر کچھ گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو بلوالیا۔ اس وقت میرے پاس مولوی سید محمد احسن صاحب، خان محمد علی خان صاحب، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب موجود تھے۔ مولوی صاحب بھی اپنے بعض احباب سمیت وہاں آ گئے اور پھر کل کی بات شروع ہوئی۔ میں نے پھر اس امر پر زور دیا کہ خلافت کے متعلق آپ لوگ بحث نہ کریں۔ صرف اس امر پر گفتگو ہو کہ خلیفہ کون ہو۔ اور وہ اس بات پر مصر تھے کہ نہیں ابھی کچھ نہ ہو کچھ عرصہ تک انتظار کیا جاوے۔ میرا جواب وہی کل والا تھا اور پھر میں نے ان کو یہ بھی کہا کہ اگر پھر بھی اختلاف ہی رہے تو کیا ہوگا۔ اگر کثرت رائے سے فیصلہ ہونا ہے تو ابھی کیوں کثرت رائے پر فیصلہ نہ ہو...... جب سلسلہ گفتگو کسی طرح ختم ہوتا نظر نہ آیا اور باہر بہت شور ہونے لگا اور جماعت کے حاضر الوقت اصحاب اس قدر جوش میں آ گئے کہ دروازہ توڑے جانے کا خطرہ ہو گیا اور لوگوں نے زور دیا کہ اب ہم زیادہ صبر نہیں کر سکتے آپ لوگ کسی امر کو طے نہیں کرتے اور جماعت اس وقت تک بغیر رئیس کے ہے تو میں نے مولوی محمد علی صاحب سے کہا کہ بہتر ہے کہ باہر چل کر جو لوگ موجود ہیں ان سے مشورہ لے لیا جائے۔☆ اس پر مولوی محمد علی صاحب کے منہ سے

حاشیہ در حاشیہ:- ☆مکرم عرفانی صاحب روایت کرتے ہیں (جس کی تصدیق مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کرتے ہیں) کہ یہ مشورہ نواب صاحب کی کوٹھی کے ایک کمرے میں ہو رہا تھا اور جماعت مسجد نور میں جمع تھی تو لوگوں نے کہا کہ شیخ صاحب! ان کو باہر لاؤ۔ بند کمرہ میں کیا کر رہے ہیں۔ یہ سوال جماعت کا

ہونے کے سبب سے اس دریافت کے لئے کہ آیا موجودہ جماعت جو قادیان میں ہے اورآئی ہوئی ہے

بقیہ حاشیہ:- بےاختیار نکل گیا کہ آپ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ لوگ کسے منتخب کریں گے۔اس پر میں نے ان سے کہا کہ نہیں میں تو فیصلہ کر چکا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلوں۔مگر اس پر بھی انہوں نے یہی جواب دیا کہ نہیں آپ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی کیا رائے ہے یعنی وہ آپ کو خلیفہ مقرر کریں گے۔اس پر میں اتفاق سے مایوس ہوگیا اور میں نے سمجھ لیا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء کچھ اور ہے کیونکہ باوجود اس فیصلہ کے جو میں اپنے دل میں کر چکا تھا میں نے دیکھا کہ یہ لوگ صلح کی طرف نہیں آتے۔اور مولوی صاحب کے اس فقرہ سے میں یہ بھی سمجھ گیا کہ مولوی محمد علی صاحب کی مخالفت خلافت سے بوجہ خلافت کے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کے خیال میں جماعت کے لوگ کسی اور کو خلیفہ بنانے پر آمادہ تھے......جب فیصلہ سے مایوسی ہوئی تو میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ چونکہ ہمارے نزدیک خلیفہ ہونا ضروری ہے اور آپ کے نزدیک خلیفہ کی ضرورت نہیں اور یہ ایک مذہبی امر ہے اس لئے آپ جو مرضی ہو کریں ہم لوگ جو خلافت کے قائل ہیں اپنے طور پر اکٹھے ہو کر اس امر کے متعلق مشورہ کر کے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں۔یہ کہہ کر میں کھڑا ہوا اور مجلس برخواست ہوئی۔'' ۲۵۶

اس بارہ میں مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ حضور پرنور کے وصال کے بعد جب دوسرے روز صبح ۲۷ مئی کو خواجہ صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبان وغیرہ قادیان میں آئے سخت گرمی کے دن تھے ان کی خدمت، تواضع اور ناشتہ پانی وغیرہ کا کام میرے ذمہ لگایا گیا۔چنانچہ میں مناسب طریق پر کہہ سن کر ان سب کو باغ سے شہر میں لے آیا۔حضرت نواب صاحب کے مکان کے نچلے حصہ کے جنوب مغربی خام دالان میں بٹھایا......''

''اس موقعہ پر خواجہ کمال الدین صاحب نے کھڑے ہو کر نہایت ہی پرسوز تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ خدا کی طرف سے ایک انسان منادی بن کر آیا جس نے لوگوں کو خدا کے نام پر بلایا۔ہم نے اس کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے گرد جمع ہوگئے مگر اب وہ ہم کو چھوڑ کر اپنے خدا کے پاس چلا گیا ہے سوال ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔''

بقیہ حاشیہ در حاشیہ:- ہے اور اگر وہ نہیں آتے تو ہم دروازہ توڑ دینگے۔میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا تو دروازہ کھول دیا اور میں نے جماعت کا پیغام پہنچا دیا۔وہ سب مسجد میں آگئے اور اسی کے موافق فیصلہ ہوگیا۔(مؤلف)

(کا) خیال کیا ہے ۔ایک کاغذ پر دستخط کرائے گئے ۔ چنانچہ اس کے بعد کے واقعات تمام مولوی محمد احسن صاحب کے اظہار حق (سے) جولف ہذا ہے آپ کو ظاہر ہوں گے اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پیغام صلح میں

بقیہ حاشیہ:- خواجہ صاحب کا انداز بیان طریق خطاب اور تقریر کچھ ایسا درد بھرا، رقت آمیز اور زہرہ گداز تھا کہ ساری مجلس پر ایک سناٹا چھا گیا سکتہ کا عالم اور خاموشی طاری ہوگئی۔ آخر شیخ رحمت اللہ صاحب نے سکوت کو توڑا اور کھڑے ہو (کر) ٹھیٹھ پنجابی زبان میں جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ مطلب اردو میں یہ ہے کہ

''میں نے قادیان آتے ہوئے راستہ میں بھی بار بار یہی کہا ہے اور اب بھی اسی کو دہراتا ہوں کہ اس بڑھے کو آگے کرو۔ اس کے سوا یہ جماعت قائم نہ رہ سکے گی۔''

''شیخ صاحب کے اس بیان پر خاموش رہ کر گویا سبھی نے مہر تصدیق ثبت کی اور سرخم تسلیم کر دیا۔ کسی نے اعتراض کیا نہ انکار۔ اس اتفاق کے بعد انہی اصحاب نے معہ دیگر اکابر صحابہ و بزرگان جماعت سیدنا نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور درخواست کی جو باغ سے شہر تشریف لائے ہوئے تھے۔ مگر حضور ممدوح نے کچھ سوچ اور تردد کے بعد فرمایا کہ میں دعا کے بعد جواب دوں گا۔ چنانچہ وہیں پانی منگایا گیا۔ حضرت نے وضو کر کے دو نفل نماز ادا کی اور دعاؤں کے بعد فارغ ہو کر فرمایا۔

''چلو ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسد اطہر اور ہمارے بھائی انتظار میں ہیں۔''

چنانچہ یہ مجلس برخواست ہو کر پھر باغ پہنچی جہاں امیر خلافت کے متعلق موجودہ جماعت کے تمام مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے انشراح بخش کر خلافت حقہ پر متفق و متحد کر کے سلک وحدت میں پرو دیا۔'' [۳۵۷]

باغ میں جب کہ جنازہ رکھا ہوا تھا اور احباب جمع تھے۔ مکرم مفتی محمد صادق صاحب نے ذیل کی تحریر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں بطور درخواست پڑھی ان درخواست کنندگان میں سے پچاس کے قریب کے اسماء درج اخبار ہو چکے ہیں ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) حضرت نانا جانؓ، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ، نیز حضرت نواب صاحبؓ کے اسماء بھی درج تھے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام عَلٰی خاتم النّبیّین محّمد المصطفٰی وعلی المسیح الموعود خاتم الاولیاء ۔ امابعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقیٰ ہیں اور حضرت امام کے

کس قدر غلط بیانی ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ بلا خلیفہ کیا دقت ہوتی ہے۔اس وقت چونکہ کوئی خلیفہ نہ تھا اس لئے کون تھا جو کسی کو روک سکتا تھا۔اور میاں صاحب کی جو شکایت کی جاتی ہے قبل از خلافت ان

بقیہ حاشیہ:- سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔جیسا کہ آپؑ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پر از نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے، کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔'' [۲۵۸]

جب حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے احباب نے درخواست کی کہ بیعت خلافت لیں تو آپ نے اس پر اپنی تقریر میں چھ اور احباب کے جن میں حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) حضرت نانا جانؓ اور نواب صاحبؓ کے نام بھی شامل تھے نام لئے اور فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ ان میں سے کسی کے یہ کام سپرد کیا جائے۔نواب صاحبؓ کے متعلق یہ وجہ بتائی کہ حضرت صاحبؑ کی فرزندی میں داخل ہیں۔'' [۲۵۹]

اس بارہ میں خواجہ کمال الدین صاحب سیکرٹری صدر انجمن کی طرف سے ذیل کا اعلان کیا گیا۔

اطلاع از جانب صدر انجمن

''برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔حضرت سیدی ومولائی عالی جناب مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام بتاریخ ۲۴ ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ ہجری علی صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۲۶ ماہ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل بوقت ۱۰½ بجے صبح کے بمقام لاہور احمدیہ بلڈنگ میں اس دار فانی سے بعارضہ پرانی بیماری اسہال رحلت کر کے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون۔آپ کا جنازہ...... بذریعہ ریلوے گاڑی ۵ بجے شام کے لاہور سے بٹالہ لایا گیا۔اور اسٹیشن بٹالہ سے رات کے آخری حصہ میں احباب جنازہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر قادیان لائے اور دارالامان قادیان میں بعد نماز جنازہ پانچ بجے شام کے درمیان بتاریخ ۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ

کی بھی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔اور پیغام صلح نے یہ غلط لکھا ہے کہ میاں صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو تقریر سے روک دیا اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ میاں صاحب بولے تک نہیں اور میں بالکل ان کے قریب بیٹھا تھا۔یہ ہیں کل واقعات جو میں نے عرض کر دیئے ہیں۔

اب تھوڑا میں اور عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام یعنی مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم مغفور نے اپنی وصیت میں لکھا ہے کہ آپؓ کا جانشین عالم باعمل ہو۔متقی اور ہر دلعزیز ہو۔میں نے وصیت سناتے وقت اسی لئے علماء کے گروہ کو اپنے قریب کرلیا تھا علماء تمام متفق اللفظ تھے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں اور جب میں نے کہا کہ کون خلیفہ ہوتو سب طرف سے سوائے میاں صاحب کے کسی اور شخص کے لئے آواز نہیں آئی۔اور پھر مولوی احسن صاحب نے میاں صاحب کو پیش کیا۔عام رائے اس طرح اس وقت میاں صاحب کی جانب تھی کہ مولوی صاحب کی تقریر پوری ختم بھی نہیں ہوئی کہ لوگ بیعت کے لئے آگرے اب یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ صحابہ میں بھی انتخاب خلفاء مرکز کے لوگ

بقیہ حاشیہ:- قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپؑ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان واقرباء حضرت مسیح موعودؑ و بہ اجازت حضرت ام المؤمنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شرفین جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے۔مولانا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب،صاحبزادہ بشیرالدین محمود احمد صاحب،جناب نواب محمد علی خاں صاحب،شیخ رحمت اللہ صاحب،مولوی محمد علی صاحب،ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب،ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب،خلیفہ رشید الدین صاحب وخاکسار (خواجہ کمال الدین) موت اگرچہ بالکل اچانک تھی۔اور اطلاع دینے کا بہت ہی کم وقت ملا۔تاہم انبالہ، جالندھر، کپورتھلہ،امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، وزیرآباد، جموں، گجرات، بٹالہ، گورداسپور مقامات سے معزز احباب آ گئے۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ ایک کثیر جماعت نے قادیان اور لاہور میں پڑھا۔حضرت قبلہ حکیم الامۃ سلمہ کو مندرجہ بالا جماعتوں کے احباب اور دیگر کل حاضرین قادیان نے جن کی تعداد اوپر دی گئی ہے بالاتفاق خلیفۃ المسیح قبول کیا۔یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔'' [۲۶۰]

ہی کیا کرتے تھے اور انہی کے انتخاب پر سب بیعت کرتے تھے۔حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے وقت صرف تین آدمیوں نے بیعت کی اور انہی کی بیعت سے دوسروں نے بیعت کی اب پھر حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم مغفور خلیفۃ المسیح علیہ السلام کے انتخاب کے وقت جو ہوا وہ عرض کرتا ہوں ۔ پہلے لاہور میں مولوی محمد احسن صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کو کہا انت صدیق و نحن متبعوک ۔اور پھر مولوی محمد سعید صاحب حیدرآبادی نے ایک کاغذ پر دستخط کرائے کہ مولوی نورالدین صاحب خلیفہ ہوں پھر خود حضرت موصوف نے مجھ کو کہا کہ کوئی خلیفہ مقرر ہو جانا چاہئے ۔اس کے بعد میں اور خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے لاہور سے قادیان (آکر) اس امر پر گفتگو کر کے فیصلہ کیا کہ خلیفہ قبل از دفن حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقرر ہو جانا چاہئے ۔ بلکہ جب ہم قادیان پہنچے اور یہ بات چلی تو مولوی محمد علی صاحب نے اس وقت کہا کہ اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے تو خواجہ صاحب (نے کہا) کہ نہیں خلیفہ ضرور قبل از دفن حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہو جانا چاہئے ۔ پھر میرے مکان پر آکر مندرجہ ذیل اصحاب نے مشورہ کیا۔☆ خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب، مولوی محمد علی صاحب، خاکسار راقم الحروف اور مولوی نورالدین صاحب کو خلیفہ تجویز کیا اور پھر مولوی محمد احسن صاحب کو بھی بلایا گیا۔انہوں نے بھی حضرت مولانا موصوف کو تجویز کیا۔ پھر حضرت میاں صاحب کو بلایا۔انہوں نے بھی یہی امر پیش کیا کہ مولوی نورالدین صاحب خلیفہ ہوں ۔ پھر ہم سب حضرت میر ناصر نواب صاحب کے پاس باغ میں گئے ۔انہوں نے بایں الفاظ حضرت مولانا مرحوم کو خلیفہ تجویز کیا کہ ''جس کو تم خلیفہ بنانا چاہتے ہو وہ بھی چراغ سحری ہے ۔دو ڈھائی برس زندہ رہیں گے۔'' پھر خواجہ صاحب حضرت ام المؤمنین علیہا السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔اور ان سے مشورہ چاہا تو حضرت ام المؤمنین نے بھی مولوی صاحب کو ہی تجویز کیا۔

پس یہ کل مشورہ تھا اور پھر خواجہ صاحب اور ہم مولوی صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ ہم آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے (ہیں) آپ بیعت لیں۔☆☆ مولوی صاحب نے پہلے

☆ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں کہ یہ مشورہ حضرت نواب صاحبؓ کے مکان کے اس کمرہ میں ہوا جو کہ محمد یامین صاحب تاجر کتب کی دکان کے ملحق جانب شمال ہے اس کمرہ کا ایک دروازہ عین گول کمرہ کے صحن کے بالمقابل کھلتا ہے۔ (مؤلف)

☆☆ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اولؓ حضرت اقدسؑ کے جنازہ مبارک کے پاس ہی ٹھہرے رہے اور تدفین کے بعد ہی وہاں سے شہر تشریف لائے ۔البتہ کھانا کھانے کے

کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ حضرت اقدسؑ کی اولاد کیا ذکور کیا اناث مستحق خلافت ہیں۔ پھر میر ناصر نواب صاحب اور پھر میرا نام لیا اور فرمایا کہ میں تو امتہ الحفیظ کی بیعت کرنے کو بھی تیار ہوں اور پھر بیعت لی۔ اس کے بعد تمام جماعت موجودہ نے بیعت کی۔ اب جائے غور ہے کہ اس وقت تو محض چند اشخاص نے مشورہ کر کے خلیفہ بنالیا اور اب تو قریباً ڈھائی ہزار آدمی کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا اور انہوں (نے) خلیفہ منتخب کیا اور اس قدر جوش ظاہر کیا کہ دوسری بات بھی سننے کا انتظار نہ کیا اور بیعت (کے) لئے آن پڑے اور کسی کو اس قدر مہلت بھی نہ دی کہ اپنی جگہ سے ہل سکے۔ میاں صاحب بھی بیچ میں دب گئے اور رنگ فق ہو گیا اور گھبرا کر فرمایا کہ مولوی صاحب (مولوی سرور شاہ صاحب) مجھ کو تو بیعت کے الفاظ یاد نہیں آپ بتلائیں چنانچہ مولوی سرور شاہ صاحب بتلاتے گئے اور میاں صاحب بیعت لیتے گئے۔ ☆

یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ میاں عبدالحی صاحب بھی ہمارے تمام مشوروں میں شریک رہے اور ان کے شریک ہونے کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کی وصیت تھی جو حضرت نے اپنے انتقال سے پانچ چھ گھنٹے پہلے عبدالحی کو کی تھی اور وہ یہ تھی کہ میں اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور مرزا صاحب کو مسیح موعود اور نبی مانتا ہوں اور مجھ کو حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد تم سے کہیں زیادہ پیاری ہے۔'' ☆☆

پھر ایک مصر کے خط پر لکھا کہ اب ہمارا علم بہت بڑھ گیا ہے ہم تم کو پڑھائیں گے اور اگر ہم نہ ہوئے تو میاں محمود احمد صاحب سے پڑھنا۔ *

پھر ایک دفعہ فرمایا کہ شاہ سلیمان صاحب ۲۲ برس کی عمر میں خلیفہ ہوئے۔ میں (نے) یہ امر ایک خاص

بقیہ حاشیہ:- لئے اور ظہر کی نماز کے لئے جو مسجد مبارک میں آپ نے پڑھائی تھی آپ شہر تشریف لائے تھے اور جو نفل پڑھنے کا اوپر ذکر آیا ہے یہ نفل آپ نے اپنے مکان میں پڑھے تھے۔ (مؤلف)

☆ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کے الفاظ بیعت بتلاتے جانے کا ذکر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے آئینہ خلافت میں صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱ پر اور مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے الحکم جوبلی نمبر میں صفحہ ۳۵ کالم ۲، ۳ پر کیا ہے۔ (مؤلف)

☆☆ اس وصیت کا مفصل ذکر (الفضل جلد ا نمبر ۴۰ صفحہ ا کالم ا) پرچہ ۱۸ مارچ ۱۹۱۴ء میں موجود ہے۔ (مؤلف)

* حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو فرمایا ''اگر زندگی باقی ہے تو تمہیں ہفتہ کے روز قرآن ختم کرا دینے کا ارادہ ہے ورنہ میرے بعد اپنے بھائی سے ختم کر لینا۔'' [۳۶۱] (مؤلف)

وجہ سے کہا ہے۔اس کو یاد رکھوتمہارا بھلا ہوگا۔☆

وصیت میں بھی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے حضرت نے اشارہ کر دیا ہے کیونکہ آپ نے اپنی اولاد اورحضرت صاحب کے نئے پرانے احباب کی بابت وصیت وسفارش کی مگر اہل بیت کی بابت کچھ نہ لکھا۔اور تعجب ہے کہ جن کو وہ اس قدر محبت کرتے ہیں ان کی بابت کچھ نہ تحریر فرمائیں۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ حضرت موصوف اہل بیت سے سمجھتے تھے۔اسی طرح بہت سے شواہد ہیں۔خود حضرت مسیح موعود علیہ (السلام) کے الہامات بھی شاہد ہیں۔اور (یہ) امر بھی قابل لحاظ ہے کہ موافقین تو خیر میاں صاحب کی طرف خیال رکھتے ہی تھے مخالفین کا بھی تو یہی خیال تھا کہ میاں صاحب ہی قابل خلافت ہیں۔کیونکہ مولوی محمد علی صاحب کے اعلان ضروری کو پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ ایک خاص شخص کی طرف تمام قوم کا رجحان ہے اوران کو خوف ہے (کہ) وہ خلیفہ ضرور ہوگا۔کیونکہ قابل وہی ہے اس لئے کوئی ایسی پابندی لگائی جائے کہ ان کے اظہار خیالات کو وہ نہ روک سکے اس سے عام قبولیت ظاہر ہے۔

اب میں اس طرف آتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب وغیرہ جیسا کہ ان کے اعلان سے معلوم ہوتا ہے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کو تین چار امور میں اختلاف ہے۔اول مسئلہ کفر،اول تو یہ مسئلہ ایسا اہم نہیں کہ جس کی وجہ سے قوم کے دو۲ ٹکڑے ہوں۔اور پھر خود میاں صاحب سے وہ بعد از خلافت بھی گفتگو کر سکتے تھے اور بعد کی مولوی محمد علی صاحب کی گفتگو جو مولوی فضل دین صاحب مولوی فاضل مختار بٹالہ سے ہوئی اس کا ماحصل یہی تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر مسیح موعودؑ کے کافر ہیں اور میاں صاحب بھی اس کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کفر دراصل حضرت رسول کریمؐ کا کفر ہے کیونکہ حضرت مرزا صاحب بروز محمدؐ تھے اور وہ ظلی نبی تھے۔اسی طرح ان کا کفر بھی ظلی کفر ہے۔اور کفر دوں کفر صحیح امر ہے۔پھر آپ ہی بتلائیں کہ اختلاف کیا ہے؟ یہ صرف اختلاف کے لئے حیلہ ہے۔دوسری بات انہوں نے یہ درج کی ہے کہ انجمن کو توڑنا چاہتے ہیں۔اول تو سوال یہ ہے کہ انجمن کیا ہے۔قواعد کی رو سے تمام جماعت انجمن ہے کیونکہ تمام افراد احمدی انجمن کے ممبر ہیں تو کیا تمام سلسلہ کو توڑنا چاہتے ہیں؟اور پھر مجلس معتمدین کیا یہ صرف سات آدمیوں خواجہ صاحب،مولوی محمد علی صاحب،ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب،ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب،مولوی غلام حسین صاحب،سید حامد شاہ صاحب،شیخ رحمت اللہ صاحب کا نام ہے؟ کیا اس میں میاں صاحب اور خاکسار اور مولوی احسن صاحب،ڈاکٹر رشید الدین صاحب ،ڈاکٹر سید محمد اسمٰعیل،مرزا بشیر احمد صاحب،مولوی شیر (علی) اور سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب نہیں۔اور کیا اتنے ہی ممبر دوسرے خیال کے نہیں؟ اور پھر سب سے زیادہ

☆ بدر جلد ۹ نمبر۱۴ صفحہ ۹ کالم۳ پرچہ ۲۷؍جنوری ۱۹۱۰ء میں یہ ارشاد چھپ چکا ہے۔(مؤلف)

مخالف موجودہ طرز کی انجمنوں کا یعنی جو باتباع قواعد یورپ ہیں میں یعنی خاکسار راقم الحروف ہے جس کا ایمان ہے کہ انجمنوں کا قیام نفاق کے بغیر نہیں رہ سکتا اس لئے یہ مسلمانوں کے لئے ناموافق ہیں اور یہ ایمان انجمنوں میں رہ کر خود انجمنیں بنا کر اور ان کے سیکرٹری وغیرہ رہ کر تجربہ کے بعد حاصل ہوا۔ مگر چونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کی ہے اس لئے میں اس کے قیام کو ضروری سمجھتا ہوں اور دراصل ایک طرح اس انجمن کا بانی بھی میں ہی ہوں شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ الوصیت سے چند روز پہلے میں نے تحریک کر کے ایک مجمع کرایا تھا اور اس میں یہ تجویز ہوئی تھی کہ ایک صدر انجمن ہو۔ اور اس کی شاخیں تمام اضلاع میں ہوں اور آخر اس کے لئے تصفیہ ہوا تھا (ابھی اِس انجمن کے متعلق تصفیہ نہ ہوا تھا) کہ حضرت اقدسؑ نے الوصیت تحریر فرمائی۔ اور ایک کمیٹی چودہ آدمیوں کی بہشتی مقبرہ کے انتظام کے لئے مقرر فرمائی دیکھ لیجئے الوصیت۔ مگر میں (نے) مولوی محمد علی صاحب صاحب اور خواجہ صاحب سے کہا کہ کیوں نہ درخواست کی جائے کہ تمام انتظام دیگر مدات بھی اسی کے سپرد ہوں اور وہ انجمن جو ہم بنانا چاہتے تھے وہ اس طرح قائم ہو جائے چنانچہ ہم نے قواعد بنا کر حضرت اقدسؑ سے دستخط کرا لئے۔ پس یہ ہمارا وہم بھی نہیں جاتا کہ انجمن کو توڑا جائے اور نہ میاں صاحب کا کبھی یہ خیال ہوا اور نہ ہے کہ انجمن توڑی جائے اور اب بھی اس طرح انجمن چل رہی ہے۔ ہاں میں نے اس وقت جب قواعد انجمن بن رہے تھے یہ کہا تھا کہ یورپین طرز کی انجمن (نہ) بناؤ بلکہ مجلس شوریٰ ہو۔ اور پھر میں نے ہی کانفرنس کی تجویز کی تھی۔

سوال تو یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو انجمن کے موید کہتے ہیں اور انجمن کو خلیفہ قرار دیتے ہیں انہوں نے انجمن کو کس قدر قوم کے لئے مفید بنایا ہے جس سے قوم میں اس کی کوئی اہمیت پیدا ہوا؟ انجمن محض ایک چندہ وصول کرنے والی اس وقت ہے۔ ہم جن کو انجمن توڑنے والا کہا جاتا ہے۔ وہ باوجود اختلاف وہ اہمیت انجمن کی قوم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے ایک قوم قوم کہلائے۔ ہاں یہ امر ہماری رائے میں خلیفہ کی ماتحتی سے ہوسکتا ہے۔ اور اسی لئے انجمن اسی طرح مطیع خلیفہ ہے جس طرح تمام قوم۔ اب آپ ذرا باریک نظری (سے) بھی غور فرمائیں۔ اور (یہ) جماعت اور انجمن کوئی دو چیزیں نہیں۔ پھر جب خلیفہ تمام قوم کا مطاع ہوا تو انجمن کیا مطیع نہیں؟ فرض کرو کہ انجمن اور خلیفہ میں جھگڑا ہے۔ خلیفہ اپنے مریدوں سے کہتا ہے کہ تم انجمن کی اطاعت نہ کرو۔ پھر بتلاؤ کون ہے جو انجمن کی اطاعت کرے گا؟ دراصل یہ لوگ خلافت اڑانا چاہتے ہیں۔ اور خود خلیع الرسن ہونا چاہتے (ہیں) پھر آپ ہی بتلائیں کہ کسی فتنہ کو روکنے والا کون ہوگا؟ مرکز بلا خلیفہ قائم نہیں رہ سکتا۔ انجمن جس کو کہا جاتا ہے۔ وہاں تو پارٹی فیلنگ اور اختلاف ہے اور یہ ہونا ضروری ہے۔ پھر جب تک کسی ایک پر متحد نہ ہوں کس طرح امن سے رہ سکتا ہے؟ افسوس کہ لوگ یورپ کی اندھی تقلید

میں شعائر اسلام کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔آپ نے لکھا ہے کہ بطور پریذیڈنٹ خلیفہ رہے۔آپ نہیں جانتے کہ انجمنوں میں پریذیڈنٹ کی کیا وقعت ہے؟ سردل سے غور فرمائیں۔یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انجمن رہے گی اور ضرور رہے گی۔کوئی شخص باوجود اس اختیار (کے) کہ انجمن کو توڑ سکے بہ سبب اس ارادت کے جو مسیح موعودؑ سے ہر فرد کو ہے۔خصوصاً ان کی اولاد کو کس طرح ممکن ہے کہ اس پیارے کی قائم کردہ چیز کو برباد کردے مگر ہم......اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ سات آدمیوں کا نام انجمن ہے اور جو ان کی مخالفت کرے وہ انجمن کا مخالف ہے۔

رہی تیسری بات کہ میاں صاحب مداہنت سکھاتے ہیں۔وہ مداہنت نہیں سکھاتے بلکہ وہ ادب سکھاتے ہیں جس پر چل کر صحابہؓ کامیاب ہوئے اور جس کو مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے سکھلایا۔آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ میں میاں صاحب کی خدمت میں عرض کروں میں تو جب عرض کروں جب میں نے میاں صاحب کو خلیفہ بنایا ہو۔جس کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے اس کو وہی کہہ سکتا ہے آپ خداوند تعالیٰ سے عرض کریں میں نے مفصل لکھ دیا ہے کہ خدا کرے کہ مفید ہو۔محمد علی خاں

(مکرر) بعض لوگوں کو یہ شک بھی ہو رہا ہے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کی خلافت کے وقت اختلاف نہ تھا اور اب اختلاف تھا۔اصل میں بعض دفعہ انسان غلط فہمی میں پڑ جاتا ہے اور اس کو یاد نہیں رہتا۔حضرت مولانا مرحوم کے وقت بھی یہ اندیشہ تھا کہ لوگ الوصیت کے سمجھنے میں دھوکے میں نہ پڑیں۔اور جہاں چالیس آدمیوں کا کسی پر حسن ظن ہو وہاں بیعت کرلیں اس لئے یہ ضروری ہوا کہ اس کا موقعہ نہ دیا جائے۔اور اس وقت ملہمین سے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک خائف تھے اور انہی کی زبان بندی کے لئے حقیقۃ الوحی لکھی گئی تھی۔چنانچہ بعد میں کئی شخصوں نے قدرت ثانی کا دعویٰ کیا اور اب تک مدعی ہیں۔پس جس طرح اس وقت ایک مسلک میں منسلک کرنے کی ضرورت بہت جلد تھی اسی طرح اس وقت بھی ضرورت تھی۔مولوی محمد علی صاحب نے یہ جو لکھا ہے کہ خواجہ صاحب کے پوچھنے پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کہا تھا کہ کیا ہوا جو بہت سے خلیفے یا بیعت لینے والے ہو جائیں گے میں ان اوقات میں موجود تھا۔اور بلکہ اب جلسہ خاص میں مجھ کو مخاطب ہو کر مولوی محمد علی صاحب (نے) کہا کہ آپ بھی (یعنی خاکسار) اس وقت تھے مگر جہاں تک مجھ کو یاد ہے ہرگز میرے سامنے ایسا تذکرہ نہیں ہوا۔یہ بالکل غلط بات ہے ہاں ہم سوچا کرتے تھے کہ اس طرح فتنہ (کا) اندیشہ ہے اور اسی لئے بہت جلد حضرت مولانا مرحوم پر سب جمع ہو گئے۔شیخ صاحب! اس وقت دراصل یہ لوگ خلافت کو ہی اڑانا چاہتے تھے۔ان کی نیت اگر نیک ہوتی تو یہ اگر میاں صاحب سے اختلاف رکھتے تھے تو بجائے اس کے (کہ) ادھر ادھر کے حیلے کرتے صاف لکھتے

کہ میاں صاحب کا خلیفہ ہونا ہم پسند نہیں کرتے فلاں شخص خلیفہ ہو۔اور اپنا ہم خیال تجویز کرتے مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے ہم خیال پر بھی اطمینان نہ تھا اور اس لئے وہ سرے سے ہی خلافت اڑانا چاہتے تھے۔ اور بار بار حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کے زمانہ (میں) خلافت کی خلاف ورزی کی اور اس بات پر توبہ کی اور پھر اپنا خیال نہ چھوٹا جو آخر اب پھوٹا۔(راقم محمد علی خاں)

نواب صاحب وصّی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل وانتخاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

حضرت خلیفۃ المسیح سے حد درجہ اخلاص کا نتیجہ ہی تھا کہ آخری دو ہفتے نواب صاحب کو حضور کی عیادت وخدمت کا بہترین موقعہ میسر آیا۔ڈاکٹروں نے قصبہ سے باہر کسی کھلی جگہ کا مشورہ دیا۔ پہلے تو بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام کی بالائی منزل کی تجویز ہوئی لیکن نواب صاحب نے اپنی کوٹھی (دارالسلام) کا ایک حصہ خالی کردینے کا انتظام کیا اور آپ کی مکرر درخواست پر حضور نے وہاں جانا پسند فرمالیا۔ یہ نقل مکانی ۲۷ فروری ۱۹۱۴ء کو بروز جمعہ قبل عصر عمل میں آئی۔ یہاں حضور کی علالت کے باعث حضرت ام المؤمنین اطال اللہ بقاء ہا اور حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی) مع اہل بیت نے بھی اقامت فرمائی۔اس کوٹھی کا منظر حضور کو پسند تھا۔ چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۱۴ء کو نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ مکان بہت خوب ہے۔اس میں مجھے بہت آرام ہے خدا آپ کو جزائے خیر دے۔اور غریبوں کے پاس کیا ہے؟''☆

اب یہ مکان تمام توجہات اور سرگرمیوں کا مرکز بن گیا اور یہاں بہت سے تاریخی واقعات حضورؓ کا آخری وصیت تحریر فرمانا۔اسے مولوی محمد علی صاحب سے تین بار پڑھوانا اور اس وصیت کو نواب صاحب کے پاس سربمہر محفوظ رکھوانا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے خلافت ثانیہ کے بارہ میں شوریٰ کرنا اور حضور کا ۱۳ مارچ کو بروز جمعہ بحالت نماز سوا دو بجے وصال پانا وقوع پذیر ہوئے۔ ۲۶۲

۱۴؍مارچ کو صدر انجمن کا اجلاس ہوا اور بعد ازاں مسجد نور میں خلافت ثانیہ کا انتخاب عمل میں آیا۔اس بارہ میں معزز الحکم رقمطراز ہے۔

☆ مذکور بالا تمام امور الحکم جلد ۱۸ نمبر ا صفحہ ۱۱ کالم ا پرچہ ۲۸؍فروری ۱۹۱۴ء والفضل جلد ا نمبر ۳۸ صفحہ ا کالم ا پرچہ بدھ مورخہ ۴؍مارچ ۱۹۱۴ء، نمبر ۳۹ صفحہ ا کالم ۲ پرچہ ۱۱؍مارچ ۱۹۱۴ء و آئینہ صداقت صفحہ ۱۷۶ میں مندرج ہیں۔

''۱۴؍مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد نماز ظہر نواب صاحب کے مکان پر صدر انجمن کے ممبران موجودہ قادیان وبعض دیگر اہل الرائے احباب کا ایک خاص جلسہ بغرض مشورہ ضرورت خلیفہ ہوا۔اس میں حضرت فاضل امروہی، حضرت نواب محمد علی خاں صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ بشیر احمد صاحب، جناب مولوی محمد علی صاحب، جناب ماسٹر صدرالدین صاحب، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، جناب ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب، جناب شیخ رحمت اللہ صاحب اور مولوی شیر علی صاحب اور میر ناصر نواب صاحب وغیر ہا۔اس شوریٰ میں مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر صاحبان اور شیخ صاحب اور ماسٹر صاحب ایک طرف تھے۔اور باقی بزرگ ایک امر پر متفق تھے آخر یہ تمام کونسل مسجد نور میں نماز عصر کے لئے پہنچی اور بعد نماز عصر تمام مجلس میں جہاں ایک کثیر جماعت مختلف اطراف ملک سے آ کر جمع ہو چکی تھی سب سے اول (۱) حضرت نواب صاحب نے حضرت امیر المؤمنین سیدنا نورالدین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے وصی ہونے کی حیثیت سے پبلک کے سامنے وہ امانت پیش کی جو حضرت امیر مرحوم نے اپنی قلم سے لکھی تھی۔اور مولوی محمد علی صاحب سے تین مرتبہ پڑھوا کر نواب صاحب کے پاس بطور امانت رکھوادی تھی۔نواب صاحب نے کھڑے ہو کر مندرجہ ذیل تقریر کی۔

''صاحبان مجھ پر حضرت خلیفۃ المسیح ایک نہایت بھاری بوجھ ڈال گئے ہیں اور ایک بہت بڑی امانت میرے سپرد کر گئے ہیں اور وہ آپ کی وصیت ہے میں اسے آپ کے سامنے پڑھتا اور پیش کرتا ہوں تا کہ آپ اس وصیت کے موافق فیصلہ کریں کہ کوئی شخص خلیفہ ہو حضرت خلیفۃ المسیح کا جنازہ پڑھنا ہے اور آپ کو دفن کرنا ہے اور یہ سب کام خلیفہ کے ذریعہ ہوگا۔پس اب میں وصیت پڑھتا ہوں۔''

وصیت سنا کر فرمایا:

''یہ وصیت ہے حضرت خلیفۃ المسیح کی جس کو مولوی محمد علی صاحب نے تین بار حضرت کے حکم سے اس جلسہ میں پڑھا جہاں یہ وصیت لکھی گئی تھی۔اور میرے عرض کرنے پر اس پر دستخط کر دئے۔اور پھر میں نے احتیاط کے لئے مولوی محمد علی صاحب، مرزا یعقوب بیگ صاحب اور صاحبزادہ محمود احمد......صاحب کے دستخط کرا لئے۔اب ضروری ہے کہ اس وصیت کے موافق فیصلہ کریں کہ کون خلیفہ ہو۔''☆

☆ نواب صاحب کے وصیت سنانے کے متعلق دوسری جگہ یوں مرقوم ہے۔

''بعد نماز عصر حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے بہ حیثیت وصی حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی وصیت کو پیش کیا اور انتخاب جانشین کا سوال پیش کیا۔حضرت فاضل امروہی نے کھڑے ہو کر نہایت

نواب صاحب کے بعد حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی جو ہماری خوش قسمتی سے پہنچ گئے تھے کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

''ایہاالاحباب! نواب صاحب نے (جو وصیت حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی ان کے پاس امانت تھی) آپ کو

بقیہ حاشیہ:- رقت، اخلاص اور جوش سے جماعت کو امام کے انتخاب کے متعلق نصیحت فرمائی اور آخر فرمایا کہ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اس کے اہل ہیں۔ ان کے ہاتھ پر میں بیعت کرتا ہوں اس پر چاروں طرف سے لوگوں نے بیعت کا اقرار اور اصرار کیا۔ جس پر صاحبزادہ صاحب نے بیعت لی۔'' [۲۶۳]

کتاب ہذا کے صفحہ ۳۴۹ پر میں نے تحریر کیا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی اِس وصیت کے الفاظ مطبوعہ میں شدید اختلاف ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا میں حد درجہ ممنون ہوں کہ انہوں نے از راہِ کرم اِس تاریخی وصیت کا چربہ اُتروا کر بھجوا دیا ہے۔ جو ذیل میں درج ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم مع التسلیم
خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
میرے بچے چھوٹے ہیں ہمارے گھر مال نہیں
ان کا اللہ حافظ ہے ان کی پرورش امداد یتامیٰ و مساکین سے نہ ہو
کچھ قرضہ حسنہ جمع کیا جاوے لائق لڑکے ادا کریں
یا کتب جائداد وقف علی الاولاد ہو

سنا دی ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے بتا کید مولانا محمد علی کی معرفت تین مرتبہ سنا دیا۔ اور نواب صاحب کے سپرد

چربہ کی عبارت یہ ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم مع التسلیم!!

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے۔ لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ میرے بچے چھوٹے ہیں ہمارے گھر مال نہیں ان کا اللہ حافظ ہے ان کی پرورش امدادی یا یتامیٰ یا مساکین سے نہ ہو۔ کچھ قرضہ حسنہ جمع کیا جائے لائق لڑکے ادا کریں یا کتب، جائیداد وقف علی الاولاد ہو۔ میرا جانشین متقی ہو، ہر دلعزیز عالم باعمل ہو۔ حضرت صاحب کے

کر دیا جوانہوں نے پوری امانت کے ساتھ آپ تک پہنچا دیا اور وہ تبلیغ کے ذمہ سے فارغ ہو گئے۔ خاکسار اس وصیت کا مصداق جس کو صدق دل سے سمجھتا ہے عرض کرتا ہے جو کچھ عرض کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ صدق دل سے اور ایمان سے کہہ رہا ہوں نہ نفاق سے۔ تم میں سے اکثر جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مسئلہ مسیح موعودؑ کے لئے سو روپیہ کا روزگار ترک کیا اور بہت کچھ جائیداد چھوڑی مگر میں اس پر فخر نہیں کرتا صرف اس لئے کہتا ہوں کہ خوشامد میری مزاج میں نہیں اور حق کے بیان کرنے سے میں نہیں ڈرتا اس لئے عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ میں نالائق ہوں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس خاکسار پر مہربانی فرماتے تھے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے مجھے لکھا کہ تم وہ ایک فرشتے ہو جس کے کندھے پر مسیح موعودؑ کا نزول ہوگا۔ و لا فخری۔ **ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب۔**

''سب صاحبان کو یہی دعا کرنی چاہئے۔ میں اس وصیت کا مصداق حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کو سمجھتا ہوں اس کے دلائل اور براہین میں نے رسالہ فلاح دارین میں لکھے ہیں۔ اس وقت میں ان کو بیان نہیں کرسکتا کیونکہ تاخیر ہوگی کچھ دلائل میں نے جلسہ خاص میں بیان کئے ہیں ذریت طیبہ کے متعلق آیات اور دلائل لکھے ہیں دس بارہ آیات سے کم نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اس کے متعلق ہیں میں ان کا مصداق صدق دل سے سمجھتا ہوں۔ اور میں یہ درست نہیں سمجھتا کہ سو برس یا ہزار برس کے بعد خلیفہ آئے گا۔ اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ [۲۶۴] سے جو استدلال اور تمسک کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں۔ کیا کسی شخص کی عقل کہہ سکتی ہے کہ سو برس کے بعد وصیت جاری ہوگی؟ اور اولاد کی نگرانی بھی سو برس کے بعد ہوگی؟ صحابہؓ تجہیز و تکفین پر خلیفہ قائم کرنا مقدم جانتے تھے اور میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ پس وصیت کے دو جزو ہیں ایک حضرت کا اپنی اولاد کے متعلق دوسرا اپنے جانشین کے متعلق اس کا فیصلہ مقدم ہے (اس پر

بقیہ حاشیہ:- پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگزر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیرخواہ تھا وہ بھی خیرخواہ رہے قرآن و حدیث (کا) درس جاری رہے۔

والسلام

نورالدین ۴ مارچ بعد اعلان

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
محمد علی خاں	مرزا محمود احمد	مرزا یعقوب بیگ	محمد علی
	۱۴-۳-۴	۱۴-۳-۴	۱۴-۳-۴

آوازیں اٹھیں کہ میاں صاحب،میاں صاحب)اور میں تو صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔اس پر ہر طرف سے پہلے ہی بیعت، بیعت،میاں صاحب،میاں صاحب کی آوازوں سے مسجد گونج اٹھی۔اور ایک محبت اور روحانی جوش کے ولولہ سے بے قرار ہو کر لوگ آگے بڑھے اور قبل اس کے کہ صاحبزادہ صاحب کچھ بولیں لوگ بیعت کے لئے ایک دوسرے پر مسابقت کرنے لگے جس پر انہوں نے بیعت لے لی۔''☆

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کا بیان ہے کہ بوقت بیعت ''جب دیر تک کوئی آواز میرے کان

☆ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۴ صفحہ ۲ پرچہ ۲۱/مارچ ۱۹۱۴ء۔الفضل میں اس بارہ میں مرقوم ہے۔

''۱۴/مارچ عصر کی نماز کے وقت مسجد نور میں قریباً دو ہزار کے مجمع میں خلیفۃ المسیح کی وصیت کے امین نواب محمد علی خاں صاحب نے وہ وصیت سنائی جو خلیفۃ المسیح نے ۴/مارچ ۱۹۱۴ء کو بموجودگی قریب ایک سو آدمی کے جن میں مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، میاں معراج دین صاحب، حضرت میاں صاحب بھی شامل تھے اپنے قلم سے لکھ کر نواب صاحب کے حوالہ بطور امانت کی تھی۔وصیت سنانے کے بعد نواب صاحب نے قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ جو امانت حضرت خلیفۃ المسیح نے میرے سپرد کی تھی اس کو میں نے پہنچا دیا ہے اب اس کے مطابق انتخاب کرنا آپ لوگوں کا کام ہے نواب صاحب یہ بات کہہ کر ابھی بیٹھنے ہی نہ پائے تھے کہ میاں صاحب میاں صاحب کی آوازیں بلند ہوئیں اور سب بانشراح صدر پکار اٹھے کہ میاں صاحب ہماری بیعت لیں۔سب سے پہلے حضرت فاضل سید محمد احسن صاحب نے اٹھ کر کہا کہ میں وہ شخص ہوں کہ میری نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ان دو فرشتوں میں سے جن کے کندھوں پر مسیح کا نازل ہونا حدیثوں میں آیا ہے ایک فرشتہ (خاکسار) ہے۔

''میں صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب کو ہر طرح اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ بیعت لیں اور ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ہماری بیعت کو قبول فرماویں۔مولوی محمد احسن صاحب ابھی کھڑے ہی تھے کہ چاروں طرف سے لوگ میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے ایک دوسرے پر گرنے شروع ہوئے اور میاں صاحب کے ہاتھ کو اپنی طرف کھینچ کر بیعت کی درخواست کی اور جو کثرت اژدھام کی وجہ سے قریب نہ پہنچ سکتے تھے انہوں نے اپنی پگڑیاں میاں صاحب تک پہنچائیں جو لوگ اس وقت میاں صاحب کے قریب موجود تھے وہ عرض کرتے تھے کہ آپ بیعت شروع کریں لیکن آپ خاموش تھے۔بار بار باصرار عرض کرنے پر آپ نے......بیعت لینی شروع کی۔'' ۲۶۵

میں نہ پڑی تو میں نے بوجھ تلے دبا ہوا اپنا سر زور کر کے اٹھایا۔لوگوں کے ہاتھوں کی اوٹ دور کر کے جھانکا مظہر خلافت کی طرف نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور گویا میری ہی تلاش میں تھے۔دیکھ کر فرمایا مولوی صاحب مجھے تو الفاظ بیعت بھی یاد نہیں۔بے خیالی میں اچانک اور غیر متوقع یہ بار مجھ پر آن پڑا ہے آپ الفاظ بیعت بولتے جائیں......میں الفاظ بیعت بولتا گیا۔اور حضرت دوہراتے گئے۔اوراس طرح حضور نے بیعت لی۔''

بیعت کے بعد حضور نے لمبی دعا فرمائی اور پھر مختصر تقریر میں احباب کو اطاعت وفرمانبرداری کی تلقین کی۔

اہلبیت حضرت خلیفہ اولؓ کے اخراجات

بحیثیت وصی ہونے کے نواب صاحبؓ نے ذیل کی چٹھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اہلبیت حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے اخراجات کے انتظام کے لئے لکھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی علیہ السلام سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم مغفور خلیفۃ المسیح علیہ السلام اولؓ کی وصیت جو میرے سپرد حضرت موصوف نے کی تھی اس کا ایک حصہ پورا ہو چکا ہے۔اب حصہ اول وصیت حضرت موصوف یعنی جو کچھ اولاد جائیداد کے متعلق درج فرمایا اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔میرے خیال میں ایک کمیٹی مندرجہ شخصوں کی بنائی (جائے) خاکسار بوجہ حامل وصیت ہونے کے۔مولوی سرور شاہ صاحب، پیر منظور محمد صاحب،میاں عبدالحی صاحب،مولوی شیر علی صاحب۔بی۔اے یہ کمیٹی مندرجہ ذیل کام کرے

اوّل- تحقیقات جائیداد حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم مغفور۔

دوم- تمام اثاث البیت جس میں شرعاً دخل جائز ہو اور کتب خانہ کی حفاظت اور فہرست مرتب کرے۔

سوم- گزارہ اہل بیت حضرت موصوف واولاد کے لئے تدابیر انتظام ومقدار گزارہ کی بابت تجویز کرے۔پس حضور اگر یہ مناسب تصور فرمائیں اس کی بابت مناسب حکم دیا جائے اور کمیٹی اگر یہی مناسب ہے ان کی بابت ورنہ جو مناسب ہوں ان کو مقرر فرمائیں اور سردست ۲۰۰ روپیہ برائے اخراجات دے دیا جائے تاوقتیکہ مناسب انتظام ہو۔

المرقوم ۲۱/ مارچ ۱۹۱۴ء محمد علی خاں

حضور نے اس پر تحریر فرمایا:

السلام علیکم

بہت بہتر ہے آپ ہی ان اصحاب کو جمع کر کے کوئی فیصلہ فرماویں کتب خانہ کے معاملہ میں مولوی غلام نبی صاحب کو بھی مشورہ میں شامل کرلیا جائے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

نوٹ- یہ دونوں تحریریں مؤلف کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دام فیضہم سے دستیاب ہوئی ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ میں دونوں تحریروں کو پہچانتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت نواب صاحبؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی قلمی ہیں۔

استحکام خلافت کے لئے نواب صاحبؓ کی مساعی

خلافت ثانیہ کا انتخاب تو ہو چکا لیکن مصائب کے بادل اب زیادہ گھٹا ٹوپ صورت میں افق پر چھا گئے تھے۔محض انتخاب سے یہ فتنہ ختم نہ ہونا تھا بلکہ اس کے استیصال کے لئے بہی خواہان خلافت کی ان تھک مساعی درکار تھیں۔چنانچہ اس سلسلہ میں نواب صاحبؓ کو بھی ذیل کے کام کرنے کی توفیق ارزانی ہوئی اور بالآخر اس فتنہ کے بادل چھٹ گئے اور جماعت کا اکثر حصہ ہدایت کی طرف آ گیا۔فالحمدللہ علی ذالک۔نواب صاحبؓ نے اس بارہ میں جو مساعی کیں ان کا تھوڑا سا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

انتخاب خلافت ثانیہ وتحریک بیعت کا اعلان

پون صد کے قریب احباب کی طرف سے ۱۵ مارچ ۱۹۱۴ء کو ذیل کا اعلان جاری کیا گیا جس میں پہلا نام مولوی محمد احسن صاحب کا دوسرا نواب صاحبؓ اور بعد ازاں صاحبزادگان مرزا بشیر احمد صاحب، مرزا شریف احمد صاحب اور میاں عبدالحی صاحب کے اسماء درج ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اعلان

برادران۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح امیر المؤمنین نورالدین رضی اللہ عنہ بقضائے الٰہی ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد از نماز جمعہ اس جہان فانی سے دار جاودانی کو رحلت فرما گئے۔اِنّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون.اَللّٰھُمَّ الحقہ بالرفیق

الاعلیٰ ۔آپؓ کے بعد ۱۴؍مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد از نماز عصر مسجد نور میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وایدخلیفہ قرار پائے اوراسی وقت قریباً دو ہزار آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اورحضور ممدوح نے ایک مختصر تقریر اوردعا کے بعد ہائی سکول کے شمالی جانب میدان میں نماز جنازہ پڑھائی اورقبل از نماز مغرب حضرت مسیح موعودؑ کے مزار مبارک کے دائیں جانب حضرت مغفور قرار گزیں ہوئے ۔اللھھم اکرم نزلہ وسع مدخلہ ۔جو احباب اس موقعہ پر حاضر نہ ہوسکے ہوں وہ بہت جلد حضرت خلیفۃ المہدی امیرالمؤمنین حضرت صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد سلمہ اللہ واید کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوں ۔الفاظ بیعت اورحضور ممدوح کی تقریر اول بذریعہ اخبارات شائع کئے جائیں گے ۔حضرت ام المؤمنین واہل بیت خلیفۃ المسیح نے بیعت کرلی ہے ۔''☆

تحریک بیعت خلافت کے لئے ایک اوراعلان

ایک اعلان اشتہار کی صورت میں قریباً مذکورہ بالا الفاظ میں ایک سو چون مبائعین کی طرف سے کیا گیا جن میں علی الترتیب خاندان نبوت کے چار افراد ممبران انجمن چھ ،علماء سولہ ،گریجوایٹ آٹھ ،عہدہ داران سرکار سینتیس ،پریذیڈنٹ وسیکرٹری صاحبان پچاس ،ایڈیٹر صاحبان چھ اورمعززین وتجار ستائیس کس کے اسماء درج کئے گئے ہیں ۔نواب صاحبؓ کا نام بطور ممبر مرقوم ہے ۔

شرائط بیعت خلافت کے متعلق غلط بیانیوں کی تردید

اعلان مندرجہ بالا کی پشت پر بہت جلی قلم سے ذیل کا اعلان کیا گیا ۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

شرائط بیعت

بعض لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ حضرت سیدنا اولوالعزم فضل عمر میرزا بشیرالدین محمود احمد سلمہ

☆ الفضل جلد ۱ نمبر ۴۰ صفحہ ۱۶ پرچہ ۱۸؍مارچ ۱۹۱۴ء والحکم جلد ۱۸ نمبر ۴ صفحہ ۷ پرچہ ۲۱؍مارچ ۱۹۱۴ء دونوں کی عبارت میں ایک آدھ لفظ کا اختلاف ہے نیز الحکم میں آخری فقرہ بابت حضرت ام المؤمنین درج نہیں ہے ۔

اللہ تعالیٰ واید خلیفۃ المہدی کی خلافت پسند نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس انتخاب پر ناخوش ہیں وہ عوام کو دھوکہ دے کر حضور ممدوح سے بدظن کرنے کے لئے طرح طرح کی غلط بیانیوں اور افتراؤں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس طریق سے سلسلہ خلافت کو جسے ہم سے پہلے کوئی نہیں مٹا سکا، نابود کر دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔لیکن انہیں یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ جس طرح پہلے ناکام رہے اسی طرح ان کے حصہ میں بھی ناکامی کے سوا اور کچھ نہیں اور ممکن نہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کر کے کامیابی کا منہ دیکھیں۔کیا انسان اللہ تعالیٰ پر غالب آ سکتا؟

''سومنجملہ ان افتراؤں کے جو حضور کے خلاف ان لوگوں نے پھیلائے ہیں ایک یہ افتراء ہے کہ حضور نے بیعت میں یہ شرائط بھی رکھے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کو منافق سمجھا جائے یا یہ کہ انہیں منافق کہا جائے اور یہ کہ غیر احمدیوں کو کافر کہنا بھی داخل شرائط بیعت ہے۔سو یاد رہے کہ یہ دونوں باتیں محض افتراء ہیں نہ تو بیعت کے وقت کسی کو منافق بتایا جاتا ہے اور نہ غیر احمدیوں کو کافر کہنا کوئی شرط بیعت ہے۔اگرچہ یہ ایسے افتراء ہیں کہ انہیں کوئی انسان موٹی سے موٹی عقل والا بھی تسلیم نہیں کر سکتا تاہم اس خیال سے کہ کوئی کوتہ اندیش یہ خیال کر کے کہ ان باتوں کو جو بہت زور دے کر اور شد و مد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ ان میں کچھ سچائی بھی ہو صداقت کے قبول کرنے سے محروم نہ رہے ان افتراؤں کی تردید کے لئے ان سطور میں وہ شرائط بیعت بیان کئے جاتے ہیں جن پر آپ بیعت لیتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

الفاظ بیعت

اشہدان لاالٰہ الااللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشہد انّ محمّداً عبدہٗ ورسولہ (۳بار) آج میں احمدی سلسلہ میں محمود کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آئندہ بھی گناہوں سے بچنے کی کوشش کروں گا۔دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔شرک نہیں کروں گا۔اسلام کے تمام احکام کو بجالانے کی کوشش کروں گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کروں گا۔مسیح موعودؑ کے تمام دعاوی پر ایمان رکھوں گا جو تم نیک کام بتاؤ گے ان میں تمہاری فرمانبرداری کروں گا۔قرآن وحدیث کے پڑھنے اور سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔حضرت صاحبؑ کی کتابوں کو پڑھنے یا سننے اور یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔**استغفر اللّٰہ ربی من کلّ ذنبٍ واتوب الیہ**(۳بار)**ربّ انّی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً واعترف بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانّہٗ لایغفرالذنوب الاّانت**۔اے میرے رب میں نے اپنی جان

پر ظلم کیا اور بہت ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں تو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ (آمین)

اگر اب بھی بدظنی سے کام لینے والے باز نہ آئیں تو ان کے لئے بجز دعا کے ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

اللّٰھم اھدھم وارحمھم وَالسّلام

المشتھران

محمد علی خاں، شیر علی۔ از قادیان۔ ۲۱ / مارچ ۱۹۱۴ء

اسی تاریخ کو امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بارہ صفحہ کا ٹریکٹ بنام "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" شائع ہوا جس میں حضور نے مخالفین خلافت کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے بتایا ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور جماعت کے اتحاد اور شریعت کے احکام کے پورا کرنے کے لئے ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس امر کی تردید کی ہے کہ سلسلۂ خلافت سے شرک پھیلتا ہے۔ اور گدیوں کے قائم ہونے کا خطرہ ہے۔ اور اس خبر کو غلط قرار دیا کہ ابھی تک کوئی خلیفہ مقرر نہیں ہوا اور بتایا کہ بیعت ضروری ہے اور مجھے بلا درخواست و کوشش خلیفہ بنایا گیا ہے اور یہ الزام غلط ہے کہ میں جھوٹا اور بڑائی کا طلبگار ہوں۔ اور اس خیال کی بھی تردید کی کہ خلافت کے انتخاب کے لئے ایک لمبی معیاد مقرر ہونی چاہئے تھی۔ اور جماعت کو تفرقہ کی راہ سے احتراز کرنے اور اتحاد اختیار کرنے کی تلقین کی ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے کوئی مجھے معزول نہیں کر سکتا اور احباب کو دعاؤں، روزہ، تہجد اور صدقہ کی نصیحت کی ہے تا کہ تفرقہ کی مصیبت ٹل جائے۔ اور فرمایا۔

"فتنے ہیں اور ضرور ہیں مگر تم جو اپنے آپ کو اتحاد کی رسی میں جکڑ چکے ہو خوش ہو جاؤ کہ انجام تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ تم خدا کی ایک برگزیدہ قوم ہو گے اور اس کے فضل کی بارشیں انشاء اللہ تم پر اس زور سے برسیں گی کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ میں جب اس فتنہ سے گھبرایا اور اپنے رب کے حضور گرا تو اس نے میرے قلب پر یہ مصرعہ نازل فرمایا۔

شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل!

اتنے میں مجھے ایک شخص نے جگا دیا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مگر پھر مجھے غنودگی آئی اور میں اس غنودگی میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے کہ

کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہوگیا

مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ دوسرا مصرعہ الہامی تھا یا بطور تفہیم تھا۔ پھر کل بھی میں نے اپنے رب کے حضور

میں نہایت گھبرا کر شکایت کی کہ مولا! میں ان غلط بیانیوں کا کیا جواب دوں جو میرے خلاف کی جاتی ہیں۔اور عرض کی کہ ہر ایک بات حضور ہی کے اختیار میں ہے۔اگر آپ چاہیں تو اس فتنہ کو دور کر سکتے ہیں تو مجھے ایک جماعت کی نسبت بتایا گیا کہ لیمزّقنھم یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ضرور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتلاء ہیں لیکن انجام بخیر ہوگا مگر یہ شرط ہے کہ تم اپنی دعاؤں میں کوتاہی نہ کرو۔'' (صفحہ۱۲)

مخالفین خلافت کے اعتراضات کی تردید میں اعلان

مخالفین خلافت کے اعتراضات کا کہ خلیفہ تقویٰ کی راہ سے دور ہے۔انہیں مدت سے خلافت کی خواہش تھی۔انصار اللہ کی سازش سے خلیفہ بنائے گئے۔اور صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں سے مشورہ کے بغیر یہ کام ہوا۔وہ جماعت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔حضرت صاحبؑ کے جاری کردہ کاموں کو روکنا چاہتے ہیں۔لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔صدر انجمن احمدیہ کو توڑنا چاہتے ہیں۔حضرت اقدسؑ کے پرانے مخلصوں کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں وغیرہا کا جواب ''صداقت ہمیشہ غالب رہتی ہے'' کے زیر عنوان مولوی سید محمد احسن صاحب،نواب صاحب،مولوی شیر علی صاحب،صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب،ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب، ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ممبران صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ۷/اپریل ۱۹۱۴ء کو شائع کیا گیا۔☆

خلافت ثانیہ میں پہلی شوریٰ کا بلایا جانا اور قواعد صدر انجمن میں تبدیلی

خلافت ثانیہ کے قیام کے تین ہفتہ کے اندر ہی بمقتضائے حالات جماعتوں کو شوریٰ کے لئے نمائندگان بھیجنے کے لئے ذیل کی چٹھی ارسال کی گئی تا کہ خلافت کے مفوضہ امور کی سرانجام دہی کے مطابق حضور مشورہ کر سکیں۔

''برادر مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔حسب ارشاد حضرت امیر المؤمنین خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مرقوم ہے کہ چونکہ بعض ضروری امور متعلقہ نظام سلسلہ پر غور اور قومی معاملات پیش آمدہ میں باہمی مشورہ کی ضرورت ہے۔اس لئے قرار پایا ہے کہ یہاں ۱۲/اپریل ۱۹۱۴ء کو ایک جلسہ احباب منعقد کیا جائے۔اس لئے آپ اپنے مقام کے ان تمام احباب کو جو حضرت امیر المومنین خلیفہ ثانی کی بیعت میں داخل ہو چکے ہیں جمع کر کے اور دو قائمقام سب کی طرف سے منتخب کر کے ۱۱/اپریل ۱۹۱۴ء کی شام کو قادیان بھیج

☆ یہ دوورقہ اعلان بطور ضمیمہ الحکم بابت ۷/اپریل ۱۹۱۴ء شائع ہوا۔

دیں۔اس امر میں فروگذاشت نہ ہو۔

''ہم جانتے ہیں کہ اس سال متعدد مرتبہ آپ لوگوں کو قادیان آنے کی ضرورت پیش آئی ہے مگر دوستو! اس موقع پر جو ہر طرح سے خدمت دین کا موقع ہے ہمیں وقت اور روپیہ کا سوال یقیناً نہیں روک سکتا ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کے لئے آپ اپنی جماعت کے قائم مقام ۱۱/اپریل ۱۹۱۴ء کی شام کو یہاں بھیج دیں گے۔اللہ تعالیٰ آپ کے اس وقت کو جو اس کی راہ میں خرچ کرینگے انشاءاللہ ضائع نہیں کریگا۔

راقمان (مولوی) سید محمد احسن امروہی (نواب) محمد علی خاں۔ڈاکٹر (خلیفہ) رشید الدین،مولوی شیر علی از قادیان دارالامان ۱۴/اپریل ۱۹۱۴ء'' [۲۶۶]

ان کے سامنے حضور نے ۱۲/اپریل ۱۹۱۴ء کو ایک تقریر میں بالوضاحت بیان کیا کہ انبیاء اور ان کی قائم مقامی میں خلفاء کا کیا کام ہوتا ہے اور بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی وصیت قرآن مجید کے بیان کردہ انبیاء وخلفاء کے کام کی تشریح ہے اور معترضین کے ان اعتراضات کے جواب دیئے کہ خلیفہ صاحب مشورہ کے پابند نہیں تو اس مشورہ کا کیا فائدہ ہے انجمن کا حق غصب کیا ہے یہ لوگ شیعہ ہیں یہ پیر پرستی ہے۔خلیفہ کی عمر چھوٹی ہے اور اس نے کیا خدمت کی ہے اگر خلیفے نہ ہوں تو کیا مسلمانوں کی نجات نہ ہوگی جب مسلمانوں میں خلافت نہ رہی تھی تو اس وقت مسلمانوں کا کیا حال تھا۔نیز حضور جو تبلیغ کو وسعت دے کر تمام زبانوں کے جاننے والے مبلغ تیار کرنا اور ہندوستان میں تبلغ کا جال پھیلانا اور اور دینوی ترقی کے لئے نیا کالج قائم کرنا چاہتے تھے اس کا ذکر کیا نیز اس بارہ میں مشورہ طلب کیا کہ چونکہ انجمن کے بعض ممبروں نے بیعت خلافت نہیں کی اس لئے انتظام میں دقتیں پیش آتی ہیں کیونکہ وہ ممبر سمجھتے ہیں کہ انجمن جانشین ہے اور خلیفہ کے ماتحت نہیں۔حضور نے غور کے لئے اپنی تجاویز پیش کیں۔کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک رؤیاء کی بنا پر ہر قسم کا چندہ میری معرفت بھیجیں۔مجلس شوریٰ کی ایسی صورت ہو کہ ساری جماعت کا اس میں مشورہ ہو۔فی الحال دو تین علماء بطور ممبر انجمن میں زائد کئے جائیں تاکہ اختلاف کی وجہ سے دقتیں نہ پیدا ہوں۔مولوی سیّد محمد احسن صاحب کی صدارت میں اجلاس ہوا فرمایا کارروائی میں نواب صاحب یا منشی فرزند علی صاحب اس مجلس میں سیکرٹری کے طور پر کام کریں اور مجلس میری تجاویز کے علاوہ نواب صاحب اور عرفانی صاحب کی تجاویز پر بھی غور کرلے۔[۲۶۷] سو ان دونوں نے بطور سیکرٹری کام کیا اور ان کی طرف سے اسماء نمائندگان جو ایک سو نوے تھے اور کارروائی شائع ہوئی۔چنانچہ اس اجلاس میں ایک فیصلہ یہ ہوا کہ

''قواعد صدر انجمن کی دفعہ ۱۸ میں الفاظ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام'' کی جگہ حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی درج کئے جائیں باتفاق آراء اقرار پایا کہ یہ ریزولیوشن بخدمت مجلس

معتمدین بذریعہ نواب محمد علی خاں صاحب ۔سید محمد احسن صاحب مرزا بشیر احمد صاحب ۔خلیفہ رشید الدین صاحب مولوی شیر علی صاحب پیش کرائے جائیں اوران حضرات کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس کی جائے کہ اس درخواست کو بہت جلد آئندہ کے اجلاس میں پیش کرانے کا انتظام فرمادیں۔ ۲۶۸

بنظر احتیاط حضرت امیر المومنین نے پسند فرمایا کہ اس شوریٰ کی تمام کارروائی بالخصوص قاعدہ نمبر ۱۸ کی ترمیم اپنی اپنی جماعتوں میں سنا کران کے فیصلے کی اطلاع دیں۔سواس قاعدے کی تبدیلی کے متعلق نمائندگان نے چھیاسٹھ جماعتوں کے احباب کے دستخطوں سے درخواستیں سیکرٹری صاحب کے پاس ۲۶ /اپریل سے پہلے پہلے جو جماعت کے قریباً تین چوتھائی کی آواز تھی بھجوائیں ۔چنانچہ مجلس معتمدین نے قوم کی اس درخواست کو اپنے ۲۶ /اپریل کے اجلاس میں منظور کر کے ریزولیوشن پاس کیا کہ:

''ہرایک معاملہ میں مجلس معتمدین اوراس کی ماتحت مجلس یا مجالس اگرکوئی ہوں اورصدرانجمن احمدیہ اوراس کی کل شاخہائے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی کا حکم قطعی اورناطق ہوگا۔''☆

☆ قاعدہ میں ترمیم اوران جماعتوں کے اسماء کا اعلان نواب صاحب کی طرف سے بحیثیت سیکرٹری مجلس وکلاء ہواالفضل بابت ۶ رمئی ۱۹۱۴ء (ص ۲۴) ومنصب خلافت کے ابتدائی سرورق کا اندرونی صفحہ)

اس تعلق میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بیان فرماتے ہیں کہ ''مجھے حضرت نواب صاحب نے ذیل کا رقعہ بھیج کر بلوایا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ٥

شیخ صاحب السلام علیکم ۔ایک ضروری کام کے لئے آپ کی امداد کی ضرورت ہے۔بس ابھی ذرا آجائیں بہت ضروری کام ہے۔

محمد علی خاں (پتہ) شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی تاجر

''حضرت نواب صاحب قبلہ نے مجھے سیدنا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد پیدا شدہ فتنہ کے سلسلہ میں پنجاب میں مبائع جماعتوں کی خدمت میں ان کے امراء یا پریذیڈنٹوں کے ذریعہ امر خلافت سے متعلق بعض برسراقتدارممبران صدرانجمن احمدیہ قادیان کے پیدا کردہ فتنہ کے متعلق سیّدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی کی تجاویز پیش کر کے ان پر غور وخوض کے بعد فیصلہ کرنے اور قاعدہ نمبر ۱۸ کی ترمیم کے متعلق اپنی آراء مرکز میں بھجوانے وغیرہ کے سلسلہ میں فوری طور سے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا چنانچہ میں نے پشاورتک کی جماعتوں میں پہنچ کر اس خدمت کو ادا کیا اور تمام حالات کی اطلاعات واپس قادیان پہنچ کرعرض کردی تھیں۔جماعتوں کے اخلاص اور خلافت ثانیہ سے وابستگی کے واقعات بھی عرض کردئے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سارا کام حسب دلخواہ عمل میں آ گیا۔فالحمد للہ علیٰ ذلک''۔

جلسہ شوریٰ کی کارروائی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے ایک انجمن قائم فرمائی جس کا نام اپنی ایک پرانی رؤیا کی بنا پر انجمن ترقی اسلام رکھا جس کے ممبر مولوی سید محمد احسن صاحب، نواب محمد علی خاں صاحب، سیّد حامد شاہ صاحب، مولوی شیر علی صاحب (سیکرٹری انجمن ہذا) مرزا بشیر احمد صاحب، ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، سیٹھ عبد الرحمٰن حاجی اللہ رکھا صاحب مقرر کئے گئے۔ ۲۶۹

مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق نواب صاحب کی شہادت:

غیر مبائعین کا کہنا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق حضرت میاں صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) کو تنبیہ کی کہ وہ اس مسئلہ کو نہیں سمجھے اس کی تردید میں حضور نے حضرت مولوی سرور شاہ صاحب حضرت مولوی شیر علی صاحب وغیرہ ہم چار اشخاص کی شہادات پیش کی ہیں۔ چنانچہ نواب صاحب کی شہادت یوں ہے۔

''مجھے جہاں تک یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے ترجمہ قرآن شریف کے سننے کے وقت جو مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں فرمایا تھا کہ مجھ پر بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کبھی میں (غیر احمدیوں) کو کافر کہتا ہوں اور کبھی مسلمان۔ یہ دقیق مسئلہ ہے کسی نے نہیں سمجھا حتیٰ کہ میاں نے بھی نہیں سمجھا۔ یہ مسئلہ بھی احمدیوں میں صاف ہونے کے قابل ہے''۔ ☆

☆ القول الفضل صفحہ ۴۵۔ یہ کتاب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے ۱۹۱۵ء میں خواجہ کمال الدین صاحب کے رسالہ ''اندورنی اختلاف سلسلہ احمدیہ کے اسباب'' کے جواب میں ایک روز میں تالیف فرمائی تھی) آئینہ صداقت صفحہ ۹۵ و ۹۶...... باختلاف چند الفاظ یوں درج ہے۔

''مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے ترجمہ قرآن شریف کے سننے کے وقت جو مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں فرمایا تھا کہ مجھ پر بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کبھی میں غیر احمدیوں کو مسلمان کہتا ہوں اور کبھی کافر یہ دقیق مسئلہ کسی نے نہیں سمجھا حتیٰ کہ میاں نے بھی نہیں سمجھا۔ یہ مسئلہ بھی غیر احمدیوں میں صاف ہونے کے قابل ہے۔''

یعنی حضرت میاں صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی) سب احمدیوں میں سے زیادہ اس مسئلہ کو سمجھنے کا حق رکھتے تھے اور اس کے سمجھانے میں مولوی محمد علی صاحب وغیرہ کا حضرت میاں صاحب سے اس کے سمجھنے میں کم قابل ہونا عیاں ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا کوائف سے ظاہر ہے کہ اس وقت حالات کس قدر بھیانک تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اعلان فرمایا گو اس وقت چند ممبران مجلس معتمدین نے تقریر و تحریر کے ذریعہ یہ بات اپنے ہم خیالوں میں پھیلانی شروع کی ہے کہ وہ قادیان چندہ نہ بھیجیں کہ اس میں ان کے اموال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے لیکن چونکہ خود صدر انجمن احمدیہ نے مجلس کی حیثیت سے میری کسی قسم کی مخالفت اب تک نہیں کی اس لئے میں نہیں چاہتا کہ انجمن کے چندوں میں کسی قسم کی رکاوٹ ہو۔ بہت سے احباب خطوط کے ذریعہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم چندوں کا کیا کریں آیا انجمن کو بھیجیں کہ نہ بھیجیں، ان سب دوستوں کی اطلاع کے لئے ایسا ہی ان دوسرے احباب کی اطلاع کے لئے جو میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اس اشتہار کے ذریعہ اعلان کرتا ہوں کہ چندے برابر صدر انجمن میں آنے چاہیئں ہاں چونکہ ابھی تک مجھے اطمینان نہیں کہ انجمن اس موجودہ فتنہ میں کیا حصہ لے گی۔ اس لئے میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ انجمن کے سب چندے میری معرفت ارسال ہوں میں انہیں خزانہ صدر انجمن میں داخل کرا کے انجمن کی رسید بھجوا دوں گا۔ ایسے مقامات جہاں کے سیکرٹری یا محاسب نے ابھی تک بیعت نہیں کی وہاں یہ انتظام ہوسکتا ہے کہ اگر محاسب یا سیکرٹری اس انتظام کو قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان کی بجائے کوئی اور شخص مقرر کر دیا جائے جو مبائعین کا چندہ وصول کر کے بھیج دیا کرے۔ [۴۷۰]

صدر انجمن سے استعفاء

چونکہ خلافت اولیٰ میں صدر انجمن کے بعض سرکردہ ممبروں نے فتنہ برپا کیا اور انہوں نے اثر ورسوخ سے جماعت کو بدراہ کرنا اور اس کا شیرازہ منتشر کرنا چاہا انہوں نے خلافت ثانیہ کو قبول نہ کیا۔ ان امور کا حضرت نواب صاحبؓ کے دل و دماغ پر نہ صرف گہرا اثر پڑا بلکہ یہ اثر اس قدر مستولی رہا کہ آپ خائف تھے مبادا پھر فتنہ برپا ہو۔ چنانچہ آپ نے یہ مناسب جانا کہ اس سے الگ ہو جائیں تا کہ اگر ایسی صورت ہو تو آپ ایسی مشینری کا کل پرزہ نہ ہوں جو جزواً یا کلُّاً نظام خلافت کی مخالفت پر آمادہ ہو۔ چنانچہ آپ ۱۵ر فروری ۱۹۱۸ء کو مستعفی ہو گئے۔ سچ ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے۔ بہر حال اس استعفیٰ میں بھی اخلاص اور خشیت الٰہی کا رنگ تھا۔

حضرت اقدسؑ کے مقام کے متعلق نواب صاحبؓ کا بیان

خلافت سے منحرف ہونے والے احباب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کا استخفاف کیا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا حضورؑ نبی نہ تھے اسکے وجوہات کیا تھے، ان کے بیان کا یہ موقعہ نہیں۔ البتہ یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ نواب صاحبؓ کا کیا عقیدہ تھا۔ چنانچہ اس بارہ میں ڈاکٹر حسن علی صاحب غیر مبائع کے خط کے جواب میں جو کچھ آپ نے رقم فرمایا اسے الفضل بابت ۴۳-۷-۲۱ سے درج ذیل کیا جاتا ہے۔☆ اس لئے آپ کے ایمان وعرفان کے اعلیٰ مقام کا بھی علم ہوتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

☆ ذیل میں ڈاکٹر صاحب کا خط بھی نقل کیا جاتا ہے تا کہ سوال کی وضاحت سے جواب بھی واضح طور پر سمجھ میں آ سکے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محترمہ قبلہ نواب محمد علی خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب مَن! نہایت ہی مودبانہ گذارش ہے کہ سلسلہ احمدیہ عالیہ میں بفضل خدا نہ صرف جناب پرانے صحابی مسیح موعود علیہ السلام ہیں بلکہ حضور کی دامادی کا فخر بھی جناب کو حاصل ہے۔ سلسلہ کی مالی اعانت کے علاوہ آپ جماعت میں صائب الرائے بزرگ ہیں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف ازالۂ اوہام مطالعہ کی ہے اس کے حصہ دوم میں حضور علیہ السلام نے جناب کی ذیل عبارت لکھی تھی۔

''ابتدا میں گو میں آپکی نسبت نیک ظن ہی تھا لیکن صرف اس قدر کہ آپ اور علماء اور مشائخ ظاہری کی طرح مسلمانوں کے تفرقہ کے موید نہیں ہیں بلکہ مخالفان اسلام کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ مگر الہامات کے بارے میں مجھ کو نہ اقرار تھا نہ انکار پھر جب میں معاصی سے بہت تنگ آیا اور ان پر غالب نہ ہو سکا تو میں نے سوچا کہ آپ نے بڑے بڑے دعوے کئے ہیں یہ سب جھوٹے نہیں ہو سکتے ہیں تب میں نے بطور آزمائش آپ کی طرف خط وکتابت شروع کی جس سے مجھ کو تسکین ہوتی رہی اور جب تقریباً اگست میں آپ سے لدھیانہ ملنے گیا تو اس وقت میری تسکین خوب ہوگئی اور آپ کو ایک باخدا بزرگ پایا اور بقیہ شکوک کا رنگ پھر بعد کی خط وکتابت میں میرے دل سے بکلی دھویا گیا اور جب یہ اطمینان دیا گیا کہ ایک ایسا شیعہ جو خلفائے ثلاثہ کی کسر شان نہ کرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو سکتا ہے تب میں نے آپ سے بیعت کر لی اور اب میں اپنے آپ کو نسبتاً بہت اچھا پاتا ہوں اور آپ گواہ رہیں کہ میں نے تمام گناہوں سے آئندہ کے لئے توبہ کی ہے۔ مجھ کو آپ کے اخلاص اور طرز معاشرت سے کافی اطمینان ہے کہ آپ ایک سچے مجدد دنیا کے لئے رحمت ہیں''۔

دارالسلام۔دارالامان قادیان

۱۷-۷-۴۳

ڈاکٹر صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔آپ کا خط مورخہ ۲۹/جون ۴۳ء مجھے ملا۔جواباً

بقیہ حاشیہ:- قصہ مختصر۔جناب والا نے حضرت مسیح کو باخدا بزرگ۔مجدد تسلیم کرکے بیعت کی تھی اور جس سے جناب کو انکار نہیں ہے۔بلکہ اس کا اقرار ہے پس یہ مجدد جو تجدید دین اِسلام کے لئے آیا ہے اس کا ماننا ضروری ہوتا ہے۔اور اس کے نہ ماننے سے سلب ایمان ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے وہ خدا کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔اور وحی ولایت سے وہ انعام حاصل کرتا ہے جس کا وعدہ بوجہ اتباع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امۃ مسلمہ میں تا قیامت موجود رہے گا۔اور یہ مجدد اپنے زمانے میں مرسل۔مامور۔فرستادہ اور امام ہوتا ہے۔اور یہ مسلمانوں کا فرض ہوتا ہے کہ اس پر ایمان لاوے اور جو ایمان نہ لاوے وہ فاسق ہوتا ہے۔ایک سچی شہادت کی موجودگی میں ادھراُدھر پھیرنا مومن کا کام نہیں ہے اور پس شہادت کو چھپانا ظاہر کرتا ہے کہ دل میں گناہ کی مرض ہے۔پس خدا تعالیٰ جناب والا کو اس قسم کی مرض یا کمزوری سے محفوظ رکھے۔میرا مطلب مختصر یہ ہے کہ اس وقت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے وقت میں جو نئے عقائد بمقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام تراشے گئے ہیں اور ان کی جماعت ان کو مانتی ہے دراصل وہ مسیح موعود کی اصل تعلیم سے انحراف کرتی ہے۔پس اس عریضہ کے ذریعے سے جناب والا کی توجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل دعویٰ مجدد کی طرف مبذول کرانے کے لئے معروض ہوں۔امید ہے حضرت مسیح موعودؑ کے ان پاک الفاظ پر غور فرمائیں گے تا کہ ہم سب کا بھلا اس میں ہو۔آپ چوٹی کے صحابی ہیں اور آپ کی سچی شہادت تا قیامت قائم رہے گی۔ خدا کرے آپ اپنے اقرار پر قائم ہوں۔میں اپنا ایک اشتہار خدمت عالی میں روانہ کرتا ہوں:

شہادت حضرت نورالدین علیہ الرحمۃ

مندرجہ ازالہ اوہام حصہ دوم

مرزا جی اس صدی کے مجدد ہیں اور مجدد اپنے زمانہ کا مہدی اور اپنے زمانہ کی شدت مرض میں مبتلا مریضوں کا مسیح ہوا کرتا ہے۔اور یہ عمل بالکل تمثیلی ہے۔جیسے مرزا جی اپنی الہامی رباعی میں ارقام فرما چکے ہیں۔

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے　　جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب　　خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

والسلام دعا گو حسن علی گورنمنٹ پنشنر سب اسسٹنٹ سرجن گوجرانوالہ

دوسرے شعر کو غلط نقل کیا گیا تھا یہاں صحت کے ساتھ درج کیا گیا ہے (موئف)

عرض ہے کہ میرا مسلک سیدھا سادھا ہے۔اس لئے مجھے کسی بات میں جھجک نہیں ہوتی۔

فاش می گویم و از گفتہ خود دل شادم　　بندۂ عشقم را ز ہر دو جہاں آزادم

پہلے سے میں سخت آزاد ہوں اور جو بات بھی صحیح معلوم ہوئی اس کو کہنے یا اس پر عمل کرنے میں مجھے جھجک نہیں ہوئی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس وقت بیعت کی ہے میری حالت ایک صاف زمین کی سی تھی جس پر پرانے عقائد کا اثر دور ہو چکا تھا جو کچھ ازالہ اوھام میں آپ نے میری عبارت کو پڑھا ہے وہ میری اس وقت کی کیفیت تھی اور شیعیت کے متعلق جو میری حالت باقی رہ گئی تھی وہ تھی۔ میں اس وقت اہل حدیث متبع سرسید احمد خاں بھی تھا مگر یہ سب تحقیقی حالت میں تھے۔ چنانچہ سرسید احمد خاں کا وہ اثر جو پہلے تھا بعد میں ویسا نہ رہا اور نہ وہابیت کا کیونکہ مستقل طور سے کوئی مسلک اختیار نہ کیا تھا۔مگر بعد میں بہت سے تغیرات آتے رہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خط وکتابت کر کے دلائل سے مانا۔اور میں نے آپ کو ایک راست باز انسان تسلیم کر کے مانا اور جب آپ کو میں نے راست باز مان لیا پھر آپ نے جو بھی دعویٰ کیا اس کو تسلیم کیا۔آپ کا ازالہ اوہام کے وقت مجددیت کا دعویٰ تھا میں نے آپ کو مجدد مانا باقی رہی یہ بات کہ میں نے آپ کے مجدد ہونے پر بیعت کی یہ غلط ہے۔ میں نے حضرت اقدسؑ کی بیعت آپ کو راست باز مان کر کی۔آپ نے کہا کہ میں مجدد ہوں اس لئے میں نے کہا آمنا۔

میں نے پہلے ۱۸۹۰ء میں غالباً ستمبر یا اکتوبر تھا کہ تحریری بیعت کی تھی اور پھر بعد میں غالباً ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء میں قادیان جا کر دستی بیعت کی۔تحریری بیعت کے بعد یعنی ماہ بعد حضرتؑ نے مثیل مسیحؑ ہونے کا دعوی کیا اور دستی بیعت سے پہلے یہ دعویٰ فرما چکے تھے اور اس وقت مسیحیت کا دعویٰ حضرت فرما چکے تھے اور ہم مسیحؑ تسلیم کر چکے تھے مگر بیعت نہ مجددیت پر کی نہ مسیحیت پر۔ بلکہ یہ کہ احمد کے ہاتھ پر کی تھی اور ان ہی الفاظ سے آپ تمام عمر بیعت لیتے رہے اور آخر تک لیتے رہے۔ہم نے کیا کیا؟ یہی کہ آپ کو راست باز مانا۔آپ نے کہا میں مجدد ہوں۔ہم نے کہا آمنا! آپ نے فرمایا کہ میں مسیح موعود ہوں ہم نے کہا آمنا! آپ نے فرمایا میں مہدی مسعود ہوں ہم نے کہا آمنا۔آپ نے فرمایا میں ظلی نبی ہوں ہم نے کہا آمنا۔آپ نے مجازی نبی کہا ہم نے آمنا ہی کہا آپ نے کہا:

من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب

ہم نے اس پر بھی آمنا کہا،آپ نے فرمایا میں نبی ہوں ہم نے کہا آمنا۔آپ نے ارشاد فرمایا تشریعی نبی نہیں بلکہ متبع نبی ہوں۔ہم نے کہا آمنا۔آپ نے فرمایا میں نے کبھی نبی ہونے سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ میرا انکار صرف شرعی نبی سے تھا یعنی میں شریعت لانے والا نبی نہیں بلکہ محمدؐ رسول اللہ کا متبع نبی ہوں۔ہم نے اس

پر بھی آمنا کہا۔آپ نے فرمایا مجھے نبوت کا درجہ اتباع محمدؐ رسول اللہ اور فیضان محمدؐ رسول اللہ سے ملا ہے۔ میں غلام ہوں محمد رسول اللہ آقا ہیں ہم نے کہا آمنا۔آپ نے فرمایا میرا خیال تھا کہ جیسا کہ عام خیال ہے کہ اب نبی نہیں آسکتا۔مگر مجھے متواتر وحی سے مجبور ہونا پڑا اس لئے میں کہتا ہوں کہ میں نبی ہوں اور امت محمدیہ میں پہلے مجددین پر نبی کا لفظ نہیں بولا گیا۔ یہ شرف محض مجھے عطا فرمایا گیا ہے۔ہم نے اس پر بھی آمنا کہا۔آپ نے فرمایا میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی ہوں ہم نے اس پر بھی آمنا کہا۔خلاصہ یہ کہ حضرت نے جو کچھ بھی دعویٰ کیا ہم نے آمنا کہا آپ نے اپنے آپ کو محمدؐ کہا ابراہیمؑ کہا موسیٰؑ کہا۔عیسیٰؑ (مسیح موعود) کہا مہدی کہا اور جری اللہ فی حلل الانبیاء کہا کرشن فرمایا۔ہم ان سب دعوؤں پر ایمان لائے۔وجہ یہ کہ ہم نے حضرتؑ کو راستباز مانا، پھر جو آپ نے فرمایا اس پر ایمان لائے۔باقی آپ ایک مجددیت کا ذکر کرتے ہیں۔اسی زمانہ میں جب ازالہ اوہام چھپتا تھا۔ہمارا عقیدہ تھا اور ہم تیار تھے کہ اگر حضرتؑ دعویٰ فرماتے کہ ناسخ شریعت محمدیہ ہوں۔تو ہم یہ بھی ماننے کو تیار تھے۔مجھے خود حضرت مولانا مولوی نورالدین رضی اللہ تعالیٰ خلیفہ المسیحؑ اوّل نے فرمایا تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ اگر حضرت مرزا صاحبؑ نے یہ دعویٰ کر دیا کہ میں ناسخ شریعت محمدیہ ہوں تو آپ کیا کریں گے۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو میں سمجھوں گا کہ مسیح بنی اسرائیل کا آخری نبی تھا اور محمد رسول اللہ بنی اسمٰعیل کا اور یہ ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا ہے اس سے آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ ہم کس حد تک تیار تھے۔اس لئے یہ کہنا کہ ہم نے مجدد ہونے پر بیعت کی یہ غلط ہے۔ہم نے مرزا غلام احمد کی بیعت نہ کی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کی تھی اور اللہ تعالیٰ کی بیعت کا واسطہ تھا۔چنانچہ بیعت کے الفاظ اس کے شاہد ہیں کہ آج میں اُحمدؑ کہ ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔یہ نہیں کہ میں احمدؑ کی بیعت کرتا ہوں، یہ بیعت دراصل خدا کی بیعت اور خدا سے عہد تھا اور ہے۔ اور پھر اب تک یہ طرز رہی کہ جب بھی کسی شخص نے بیعت کی تمام مجلس بھی حضرتؑ کے ہاتھ پر ہاتھ اسی طرح رکھ دیتی تھی کہ جو قریب ہوتے تھے وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیتے تھے دوسرے ہاتھ رکھنے والوں کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر تمام الفاظ بیعت بولتے جاتے۔اسی طرح گویا ہر دفعہ نئی بیعت کرتے۔پس اگر آپ کے کہنے کے بموجب ہم نے مجددیت پر بیعت کی تو وقتاً فوقتاً جو بھی حضرتؑ دعویٰ فرماتے رہے اس دعوے کی بھی بیعت کرتے رہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قرآن کریم کا تدبّر سے مطالعہ نہیں کیا۔اور غور سے حدیث پر نظر نہیں ڈالی اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو غور اور نظر تعمق سے پڑھا۔ہم تو حضرت کے تمام دعاوی پر ایمان لائے اور حضرتؑ کے درجہ کو نہ بڑھاتے ہیں اور نہ گھٹاتے ہیں۔ہم ٹکڑوں کو نہیں لے بیٹھتے کیونکہ

اَفَتُؤمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ پر ہمارا عمل نہیں ہم نے مجموعۃً جو کچھ بھی حضرتؑ نے فرمایا اس پر آمنا کہا اور یہی ہمارا ایمان ہے۔معلوم نہیں کہ آپ کو نبوت پر کیوں جھجک ہے حضرت رسول کریمؐ کی اتباع میں نبوت کا سلسلہ جاری رہنے سے حضرت کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ثابت ہوتی ہے اور ایسا نہ ہونے سے ہتک۔باقی اس بارہ میں اتنا لکھا جا چکا ہے کہ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالے آپ کو راہ راست کی ہدایت دے۔ راقم محمد علی خاں

حضرت نواب صاحب کا مقام اور خلافت ثانیہ سے عقیدت

جماعت میں حضرت نواب صاحبؓ کا جو مقام تھا وہ مختلف امور سے ظاہر ہوتا ہے یہاں پر خلافت کے تعلق میں اس امر کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ ۱۹۱۸ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سخت علیل ہوئے حضور نے اس موقعہ پر ایک وصیت تحریر فرمائی تھی جو کہ صدر انجمن کے پاس محفوظ ہے لیکن کسی جگہ طبع نہیں ہوئی اس لئے یہاں درج نہیں کی جا سکی اس کے متعلق مکرم غلام فرید صاحب ایم اے فرماتے ہیں:

''حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے ۱۹۱۸ء میں جو وصیت کی تھی اس میں خلیفہ کے انتخاب کرنے والی کمیٹی کے حضرت نواب صاحبؓ صدر مقرر کئے گئے تھے''۔

پہلے ہم مفصل تحریر کر چکے ہیں کہ حضرت نواب صاحبؓ کو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے کس درجہ محبت تھی اور خلافت اولیٰ کے قیام میں آپ نے کس قدر سعی بلیغ کی۔اسی طرح خلافت ثانیہ کے قیام کی خاطر آپ کی مساعی جمیلہ کا ذکر بھی ہو چکا ہے جس سے آپ کی عقیدت کا ہمیں علم ہو جاتا ہے۔اس تعلق میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ صاحبہ آپ کی نسبت تحریر فرماتی ہیں:

> ''چاء رخصتانہ وغیرہ پر ایک دو جگہ کا حضرت خلیفۃ المسیحؑ الثانی (ایدہ اللہ) سے بظاہر اختلاف لوگوں کو نظر آیا مگر وہ ذاتی رائے کا اختلاف تھا ورنہ انکے خیالات کی تو میں گواہ ہوں ان میں نہایت اعلیٰ درجہ کا اخلاص اور ایمان تھا جو ہر ایک کو نصیب نہیں وہ کہتے تھے جب تک بحیثیت خلیفہ یا مامور وہ کوئی حکم نہ دیں یا ایک امر کو قطعی واضح نہ کر دیں ہر شخص ان معمولی باتوں پر اپنے گھر میں عمل کرنے اور کروانے کا اپنی تحقیق کے مطابق مجاز ہے۔ہاں اگر حکم دیں گے تو انشاء اللہ سب سے پہلے شرح صدر سے ماننے والا میں ہوں گا۔
>
> ''اب مصلح موعود کے دعوے کے بعد تو مرض الموت میں خود مجھے انہوں نے کہا

کہ اب آئندہ جو حضور فیصلہ کر دیں پردہ وغیرہ (کے متعلق) یعنی کس سے کرنا ہے اور
کِس سے نہیں اور بھی جو حکم دیں گے اختلافی مسائل میں اسی پر عمل تم نے کرنا ہوگا۔
اب میں نے اپنا ہر ذاتی خیال بالکل ان پر چھوڑ دیا ہے، شروع خلافت کے ایام میں کہا
کرتے تھے کہ میاں صاحب نبوت کا دعویٰ بھی کر دینگے تو میں ابھی سے تیار ہوں کہ
انشاء اللہ ایمان لاؤں گا۔ یہ لوگ تو خلافت پر ہی چیخ اُٹھے ہیں یہ جو ہر قابل کو پرکھ نہیں
سکتے (اور بھی اسی قسم کے صاف صاف الفاظ) مگر جب تک کوئی دعویٰ نہیں ہوتا ہم کچھ
نہیں کہہ سکتے۔ مصلح موعود کے دعویٰ پر بے حد خوش ہوئے تھے۔''

علمی مذاق۔ علماء کی تکریم

آپ اعلیٰ درجہ کے علمی مذاق کے مالک تھے۔ علم دوست ہونے کی وجہ سے آپ کو ہر قسم کی کتابیں رکھنے کا بے حد شوق تھا اور کتابوں سے بہت ہی محبت تھی آپ کے ہاں ایک اچھی خاصی لائبریری تھی جو افسوس کہ فسادات ۱۹۴۷ء کی نذر ہوگئی آپ قابل اور عالم اشخاص کی عزت کرتے اور محبت سے پیش آتے اور ان کی محبت سے خوش ہوتے اور ان کی خوب قدر و تکریم کرتے۔ چنانچہ مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حافظ روشن علی صاحب کو اپنے پاس ملازم رکھا ہوا تھا۔ ان کو پانچ روپے سے پچاس روپے تک ترقی دی۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نواب صاحبؓ سے کہا کہ صرف چند بچوں کو پڑھانے کی مشغولیت سے حافظ صاحب کی قابلیت ضائع جا رہی ہے۔ سلسلہ ان سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ آپ انہیں سلسلہ کے سپرد کر دیں۔ نواب صاحبؓ نے فوراً ان کا مشاہرہ پچاس سے نوے روپے کر دیا تا کہ صدر انجمن احمدیہ آپ کو لے تو مشاہرہ نوے روپے سے شروع کرے۔ آپ حافظ صاحب کو ملازم نہیں خیال کرتے تھے اور بے حد عزت کرتے تھے اور ان کو اپنے ساتھ ہی وابستہ رکھنا چاہتے تھے مگر حضور ایدہ اللہ کے حکم سے صدر انجمن کی طرف منتقل کیا۔ حافظ صاحب کی علیحدگی پر آپ ہمیشہ ہی متاسف رہتے تھے اور آپ کے اور حافظ صاحب کے مابین ہمیشہ ہی انس و محبت کا علاقہ قائم رہا۔ مکرم مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں۔

''مرحوم علمی مذاق کے انسان تھے۔ اعلیٰ درجہ کی علمی اخلاقی دینی کتابیں ہمیشہ
منگواتے رہتے اور ان کے کتب خانہ میں رہتیں ان میں سے بہت سی کتابیں انہوں
نے مرکزی لائبریری کو بھی عطا کیں چنانچہ بڑی انسائیکلوپیڈیا ۲۵ جلد والی جو اس وقت

لائبریری میں موجود ہے مرحوم کی ہی عطا کردہ ہے۔حضرت مرحوم کسی نہ کسی عالم کو ہمیشہ تنخواہ دے کر اپنے پاس رکھتے اور دینی کتب سنتے رہتے تھے چنانچہ حضرت حافظ روشن علی صاحب سالہا سال مالیر کوٹلہ اور قادیان میں ان کے پاس رہے۔'' [۲۴۱]

نیز مکرم مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ آپ جس عالم کو اپنے ہاں رکھتے ان سے دینی علوم میں استفادہ بھی کرتے ذیل کے اقتباس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔معزز الفضل میں مرقوم ہے۔

''نواب محمد علی خاں صاحب کی صحت اچھی ہے آپ حافظ روشن علی صاحب سے بخاری شریف سنتے ہیں۔'' [۲۴۲]

مکرم مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اس بارہ میں رقم فرماتے ہیں کہ

''ایک دفعہ مجھے نواب صاحبؓ کی کوٹھی دارالسلام جانے کا اتفاق ہوا تو نواب صاحب وہاں باغ میں ٹہل رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور قریب آ کر مصافحہ بھی فرمایا اور پھر بیس پچیس منٹ تک باغ میں ٹہلتے ہوئے میرے ساتھ بعض آیات قرآنیہ کے حقائق و معارف بھی بیان فرماتے رہے اور مجھ سے بھی سنتے رہے اور اس طرح یہ وقت ہمارے لئے علمی مذاکرات کے لحاظ سے نہایت ہی دلچسپی کا باعث ہوا۔اس سے میری طبیعت نے اندازہ لگایا کہ نواب صاحبؓ باوجودیکہ آپ نواب خاندان کے ناز پروردہ اور بلحاظ دولت وثروت و امارت پرعظمت ہستی کی طبیعت اور شان رکھنے والے تھے۔لیکن جب انہیں قریب ہو کر دیکھنے کا موقعہ ملا تو ایسا معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت کبر و خیلاء اور متکبرانہ نخوت و غرور کی آلائش سے بالکل پاک ہے اور یہ کہ آپ امیر ہو کر درویش سیرت فقیر بھی ہیں اور علمی مذاق اور دینداری کے لحاظ سے نہایت متشرع اور متورع اور محاسن فطرت اور حسن اخلاق سے مزین طبیعت رکھنے والے۔

آپ خود ذی علم تھے اس لئے مسائل شرعیہ جو قابل تحقیق ہوتے ان کے متعلق آپ کا یہ طریق ہوتا کہ کسی فتوے پر انحصار کرنے کی بجائے مسئلہ زیر بحث کی تائید و تردید میں احادیث جمع کروا لیتے اور ان پر غور و فکر کر کے خود کسی نتیجہ پر پہنچتے اور استنباط کرتے۔(م)

بچوں کے لئے تالیفات، بچوں کی تربیت کا شوق

حضرت نواب صاحبؓ کو بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ابتدائی رسالے تالیف کرنے کا شوق تھا۔آپ نے ایک عربی اور اردو کا قاعدہ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان اور مدرسۃ الاسلام مالیر کوٹلہ کی پہلی جماعت کے لئے تالیف کیا۔اسے رجسٹری کرایا گیا اور وہ $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$ کے سائز پر ۴۴ صفحات پر رفاہ عام پریس لاہور سے

طبع ہوا۔ کتاب کے سرورق پر رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْر مرقوم ہے قاعدہ ۱۸۶ اسباق پر مشتمل ہے۔ بچوں کی خاطر کتابت بہت موٹی رکھی گئی ہے۔ چودہ اسباق میں حروف تہجی کو ختم کیا گیا ہے۔ قاعدہ میں آیات قرآنیہ کے ٹکڑے۔ چار اسباق میں الحمد اور اس کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔☆

آپ ۲۲؍مارچ ۱۹۰۲ء کی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں کہ آج سے میں (نے) دینیات کا دوسرا نمبر بنانا شروع کیا۔'' اسی طرح نماز کے متعلق ایک ابتدائی رسالہ کی تالیف کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''میں ایک رسالہ ابتدائی جماعت کے لئے نماز کے متعلق لکھ رہا تھا اس میں میں نے ارکان ایمان کا مختصر ذکر کیا تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ پانچ ارکان ایمان یعنی (۱) اللہ تعالیٰ (۲) فرشتے (۳) اللہ کی کتابیں (۴) اللہ کے رسول (۵) آخرت کے ساتھ قدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ کا مفہوم بھی درج کیا جائے کہ نہیں۔ یہ میں نے بذریعہ حضرت مولانا مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اولؓ ...... دریافت کیا۔ یہ مغرب کے بعد حضرتؑ عشاء تک مسجد مبارک میں تشریف رکھا کرتے تھے دریافت کیا تھا اس وقت مسجد مبارک وسیع نہ ہوئی تھی۔☆☆ پس میرے دریافت

☆ گو تاریخ طبع درج نہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جب ابھی مدرسہ مالیر کوٹلہ جاری تھا اور دوسری طرف مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان سے حضرت نواب صاحبؓ کا گہرا رابطہ ہو چکا تھا تب یہ تالیف ہوا۔ یہ ۱۹۰۰ء کا سال ہی ہے جب آپ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے بھی ڈائریکٹر مقرر کر دئے گئے تھے۔ اواخر ۱۹۰۱ء میں آپ قادیان چلے آئے اور آپ نے مدرسہ مالیر کوٹلہ بند کر دیا۔ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی (درویش) فرماتے ہیں مجھے خوب یاد ہے کہ جب مالیر کوٹلہ کے مدرسہ کا سامان قادیان آیا تو ان میں یہ قاعدے بھی تھے اور یہ قاعدہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں پڑھایا جاتا تھا۔

☆☆ نواب صاحبؓ نے ۲۱؍جنوری ۱۹۰۲ء کو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں چار امور تحریر کئے تھے۔ چنانچہ اس روز ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں۔

''امر سوم تقدیر کا مسئلہ جو سُنیوں میں ہے اور قرآن شریف میں اٰمَنْتُ بِاللّٰہ کے ساتھ صراحت سے ضم* نہیں ہے کیا اس کو اپنے رسالہ میں میں اس طرح جس طرح حدیثوں میں ہے درج کروں...... تقدیر کے مسئلہ میں میرے سوال کو نہ سمجھ کر حضرت اقدسؑ نے تقدیر پر بڑی لطیف گفتگو فرمائی۔ شام کو میں نے پھر سوال کیا مگر میرا سوال چونکہ میرے مفہوم کو ظاہر نہ کر سکا اس لئے پھر مغالطہ ہوا۔ مگر حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ نے

* یہ لفظ پڑھا نہیں جاتا۔ مؤلف

کرنے پر حضرتؑ نے سمجھا کہ میں تقدیر کا قائل نہیں اس پر بھی لمبی تقریر فرمائی جو غالباً الحکم میں درج ہوگی۔ میں نے پھر بذریعہ مولانا عرض کیا کہ میں تقدیر کا قائل ہوں اوراللہ تعالیٰ پر جمیع صفات ایمان رکھتا ہوں اوراللہ تعالیٰ کوقادر وقدیر مانتا ہوں۔مگر میری عرض یہ ہے کہ باقی ماندہ صفات کوچھوڑ کر قدر خیر وشر کو کیوں الگ طور سے لکھا جائے؟ یا تو تمام صفات کولکھا جائے یا یہ بھی نہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ الگ طور نہ لکھی جائیں۔''

رسالہ نماز کی بابت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ یہ رسالہ آپ نے لکھا تھا جس پر بچپن میں میں نے بھی نماز یاد کی ہے (افسوس کہ مؤلف کو یہ رسالہ کہیں سے دستیاب نہیں ہوسکا) اوراپنے بچوں کو وہ اکثر لکھ کر پڑھایا کرتے تھے یعنی ابتدائی سبق۔عزیزم محمد احمد خاں کی انگریزی کی پہلی نواب صاحب کی ٹائپ کی ہوئی موجود ہے اور دینیات کے سبق کاپیوں پر لکھ کر پڑھاتے تھے جو بچوں کے لئے اچھی خاصی کتاب ہوجاتی تھی۔ بہت مفید مجموعہ ہوتا تھا۔

مکرم میاں محمد عبداللہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت والد صاحب ہماری تعلیم وتربیت کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ریاست میں ہرایک کے لئے علیحدہ علیحدہ ایک خادم تھا۔جب قادیان آئے تو ہمارے حسب منشاء ٹرینڈ خادم نہیں ملتے تھے۔اسی لئے ہم چاروں بہن بھائیوں پرایک خادم رکھا گیا جو باقاعدہ ہمیں سیر کرانے جاتا،غسل وغیرہ کا انتظام کرتا۔ناشتہ اور کھانے کا باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا یہاں حضرت پیر منظور محمد صاحب کوکافی مشاہرہ پر رکھا جنہوں نے ہمیں قاعدہ یسرنا القرآن اور بعد میں قرآن مجید ناظرہ پڑھایا۔اسی سلسلہ میں حضرت والد صاحب نے ان کو ان کا مکان بنوا کر دیا تھا۔حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب (حال درویش) کو ہمارے لئے ٹیوٹر رکھا جو ہماری ورزش کا خیال رکھتے تھے۔ہمیں میروڈبہ کھیلنے کے لئے لے جاتے جس میں اکثر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیراحمد صاحب،حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور کبھی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب (خلیفہ المسیحؓ الثانی) بھی شامل ہوجاتے۔ہمیں بھائی جی جغرافیہ حساب وغیرہ مضامین اور حضرت حافظ روشن علی صاحب قرآن مجید باترجمہ پڑھاتے۔شہر کے مکان

بقیہ حاشیہ:- میرے سوال کا صحیح مفہوم ظاہر کیا۔اس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ جس قدر قرآن شریف میں ہے اسی قدر درج رسالہ کیا جائے۔''متن کی روایت کا ایک حصہ مسجد مبارک کے متعلق ہے مع خاکہ مسجد اسے صفحہ ۴۷۰ پر درج کیا گیا ہے۔

میں ہمیں ایک علیحدہ کمرہ دیا ہوا تھا اور ہمارا ٹیوٹر ہمارے ساتھ رہتا تھا، والد صاحب اس بات کا خاص اہتمام کرتے تھے کہ ہم عام لڑکوں سے مل کر اپنے اخلاق خراب نہ کرلیں۔ اسی وجہ سے عرصہ تک ہمیں سکول میں داخل نہ کیا۔

نیز مرقوم ہے کہ۔ ''۲۱ دسمبر ۱۹۰۳ء کو بعد از نماز مغرب عالی جناب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کے صاحبزادوں کی آمین بہ تقریب ختم قرآن مسجد خورد میں ہوئی، ان کے استاد صاحبزادہ پیر منظور محمد موجد قاعدہ یسرنا القرآن کے لئے جو سروپا☆ نواب صاحبؓ کی طرف سے تجویز ہوا تھا وہ حضرت اقدسؑ کے سامنے پیش ہوا اور درخواست کی گئی کہ ان کو دست مبارک لگایا جائے۔ اسی تقریب آمین کی خوشی میں ۳ دن تک بتدریج دعوت کا سلسلہ عالی جناب نواب صاحبؓ کی طرف سے رہا اور بتدریج احباب ایک ایک وقت کا کھانا تناول فرماتے رہے۔'' ☆☆

اس بارہ میں معزز الحکم رقم طراز ہے:

''......نواب......صاحب...... کے صاحبزادگان کے ختم قرآن شریف کی تقریب پر ۲۱ دسمبر ۱۹۰۳ء عید کے روز بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالی میں بغرض دعا پیش کیا گیا ہے جس کو عام اصطلاح میں آمین کی تقریب کہتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کل حاضرین نے آپ کے ساتھ مل کر دعا کی۔ ہم اپنے محسن ومخدوم نواب صاحب کو اس مبارک تقریب پر مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حضرت حجۃ اللہ کی وہ دعائیں جو آپ نے اس تقریب پر کی ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ہم سب کو ان ثمرات سے باروَر کرے۔ آمین۔ [۲۷۳]

حضرت نواب صاحبؓ اپنے بچوں کی تربیت کے لئے جو جوش اور توجہ رکھتے تھے وہ ان نصائح سے بھی ظاہر ہے جو آپ نے مکرم میاں محمد عبدالرحیم خاں صاحب کو بیرسٹری کی پریکٹس شروع کرتے وقت کیں۔ *

☆ مراد خلعت

☆☆ الحکم میں اس بارہ میں مرقوم ہے ''نواب صاحب ممدوح نے اس تقریب پر دارالامان کے احباب کو ایک دعوت بھی دی ہے۔'' [۲۷۴]

* وہ نصائح درج ذیل کی جاتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۱- نیت ہمیشہ صاف رکھو انسان دین دنیا میں ہمیشہ نیت کا پھل کھاتا ہے۔

ایک دفعہ ہم نے حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا تو ہمیں سکول

بقیہ حاشیہ:- ۲- کسی سے کینہ نہ رکھو نہ نفرت کرو۔
۳- ہر ایک سے جس قدر طاقت ہو نیکی کا سلوک کرو۔ کسی سے بدی نہ کرو اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ۔
۴- ہمیشہ حق کے جویاں اور طالب رہو اور حق کے طرف دار رہو ناحق اور جھوٹ سے بچو اور نفرت کرو اور اس کا مقابلہ جہاں تک قدرت ہو کرو۔
۵- بدی کا مقابلہ بدی سے نہ کرو، سچے بھی ہو تو جھوٹے بن جاؤ۔
۶- ہمت بلند رکھو آپ اپنی عزت کرو۔
۷- مطلب کے یار نہ بنو ہمیشہ وفا شعار رہو۔
۸- تکبر نہ کرو مگر خودداری کو ہاتھ سے نہ دو۔
۹- جھکے آپ سے اس سے جھک جایئے۔ رکے آپ سے اس سے رک جایئے۔
۱۰- کوئی احسان کرے اس کا احسان مانو اور کوشش میں رہو کہ اس کا بدلہ اتار دو۔ اگر بڑھ کر نہ ہو سکے تو برابر برابر سہی۔ کسی پر احسان کر کے نہ جتاؤ بلکہ قطعاً بھول جاؤ۔
۱۱- کبھی اپنے آپ کو ذلیل و خوار نہ سمجھو اور کبھی نہ سمجھو کہ ہم سے بد کام نہیں ہو سکتا جو اور کر سکتے ہیں تم بھی کر سکتے ہو۔
۱۲- محنت کی عادت ڈالو ہاں صحت کا خیال رکھو۔
۱۳- صحت کا بہت لحاظ رکھو کبھی اس میں کوتاہی نہ کرو۔
۱۴- تقدیر کو سمجھو کہ اندازے ہیں تقدیر کو بلند ہمتی اور ترقی کا موجب سمجھو بے ہمتی کا ذریعہ نہ بناؤ۔
۱۵- کبھی ہمت نہ ہارو۔ اور نہ کبھی مایوس ہو۔ ناکامیوں سے نہ گھبراؤ۔
۱۶- بہت دوست نہ بناؤ اگر کوئی خاص دوست مل جائے تو اس سے پوری وفا کرو۔ مجھے عمر بھر میں کوئی دوست نہیں ملا۔
۱۷- استقلال کی عادت ڈالو بے جا ضد نہ کرو۔
۱۸- بہت سنو تھوڑا کہو۔ ہر ایک بات جو سنو اس پر عمل نہ کر بیٹھو۔ کسی بات کے فیصلہ میں جلدی نہ کرو۔ بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔
۱۹- سوچنے کی عادت ڈالو۔ عقل سے کام لو۔ ہر ایک کی حقیقت دریافت کرنے کی کوشش کرو۔

میں داخل کیا گیا جو اس وقت شہر میں ہوتا تھا۔ ہم تینوں بھائیوں کے لئے گھوڑے اور ایک خادم کے لئے تھا کہ

بقیہ حاشیہ:- ۲۰- ہر قسم کے عالموں اور نیک لوگوں کی صحبت حاصل کرو۔ ان سے میل بڑھاؤ۔ علم کو ہمیشہ سیکھو اور بڑھاؤ۔

۲۱- آج کل کے زندہ دلوں اور جاہلوں کی صحبت سے بھاگو۔

۲۲- غربت کو ذلیل نہ سمجھو۔

۲۳- دولت بہت کماؤ مگر دولت (زر) پرست نہ بنو۔

۲۴- نیکی اور بھلائی کی جستجو میں دل و جان سے رہو انصاف کو اپنا شعار بناؤ۔

۲۵- خدا سے بہت پیار کرو اور اسی کو اپنا وسیلہ سمجھو۔ اسی پر بھروسہ کرو۔ محض عذاب کے ڈر سے خدا سے نہ ڈرو بلکہ اس سے محبت کرو اور پھر ڈرو۔ جس طرح ایک پیارے کی کبیدگی سے انسان ڈرتا ہے۔ اتنا پیار ہو کہ تم سمجھو کہ میں وہی ہو گیا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی — تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

۲۶- خدا کے مقابلہ میں کسی سے محبت نہ کرو اس سے بڑھ کر کسی سے پیار نہ کرو۔

۲۷- خداوند تعالیٰ کے بعد حضرت رسول کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق بنو۔

۲۸- اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غایت درجہ کی محبت کرو۔

۲۹- دین اسلام اور فطرت ایک چیز ہے اس لئے کوئی دین اس کے سوا اب مقبول نہیں اس کے تمام ارکان وقوع کو ٹھیک سمجھو اور اس کی پوری پابندی کرو۔

۳۰- چھوٹی باتوں میں بھی جرأت نہ کرو جو خلاف اسلام ہیں۔ قطرہ قطرہ سے دریا ہو جاتا ہے۔

۳۱- جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کی پوری تحقیقات کرو جہاں تک ممکن ہوگا میں بھی مدد کروں گا۔

۳۲- ہمارا جسم نہایت چھوٹے ذروں سے مرکب ہے جو بجائے خود ایک ایک عالم ہیں۔ ایک دوسرے کی کشش سے وہ جڑے ہوئے ہیں۔ اگر ان میں کشش نہ ہو تو بکھر جائیں۔ ہمارا جسم بھی نہ رہے۔ پس مذہب وقوم کی بقاء اسی طرح اتفاق اور کشش پر مبنی ہے اس لئے ہم کو سوائے مسلم کے کسی سے دلی دوستی نہ پیدا کرنی چاہئے۔ اور پھر سوائے احمدی اور پھر سوائے مبائع کے کسی سے دلی دوستی اور میل نہ کرنا چاہئے۔ احمدیوں سے دکھ بھی پہنچے پھر بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑا جائے۔ اگر اتفاقاً کسی غیر احمدی یا غیر مبائع سے محبت معلوم ہو تو اس کے لئے دعائے ہدایت کرو۔ مگر حسن سلوک سے کبھی نہ رکو۔ حسن سلوک سب سے کرو۔

جس پر چڑھ کر ہم سکول جاتے سکول میں داخل ہونے پر والد صاحب ہمارے رویہ سے خوش تھے۔اور ہمیں بہت کچھ آزادی مل گئی اور حضرت مولوی صاحبؓ کے درس میں بھی بغیر اجازت جانے لگ گئے۔مغرب کے بعد اپنے گھر میں صاحبزادہ میاں عبدالحی صاحب مرحوم کے لئے آپ درس دیا کرتے تھے۔اس میں ایک دن

بقیہ حاشیہ:- ۳۳- احمدیت کے ظاہری پابند نہ ہو بلکہ دل وجان سے اس کے پابند ہو۔خلیفۂ وقت کی ہدایات کے دل وجان سے پابند ہو۔

۳۴- ناگوار سننے کی عادت ڈالو اور اس پر صبر کرو یہ بھی جہاد ہے۔

۳۵- سمجھ لو کہ ہر ایک آدمی میں بہت سی خوبیاں ہیں اور بہت سی بدیاں۔ہمیشہ خوبیوں پر نظر رکھو اور بدی کو چھوڑ دو۔

۳۶- کسی کی عیب جوئی نہ کرو۔اپنے عیبوں پر نظر رکھو اور سب عیبوں سے برا اپنے آپ کو سمجھو تاکہ تکبر پاس نہ پھٹکے۔

۳۷- امیر غریب سب کے خادم بنو اور تواضع اپنا شعار بناؤ۔

۳۸- غیرت مند بنو۔دین کی غیرت سب سے بڑھ کر کرو۔

۳۹- ہر ایک احمدی مبلغ ہے اپنے آپ کو مبلغ سمجھو اور تبلیغ کرو۔یہ ضروری ہے اس سے بہت سے اپنے عیبوں کی بھی اصلاح ہوتی ہے۔

۴۰- فرض دینی ہو یا دنیاوی اس کا پورا خیال رکھو۔

۴۱- یا تو کسی کام کو کرو ہی نہیں۔کرو تو پورا کرو۔مگر ایسا نہ ہو کہ بہت کی تلاش میں تھوڑے سے محروم رہو۔

۴۲- اپنی بیرسٹری میں بھی دیانت،امانت،حق کی طرف داری کو اپنا شعار رکھنا۔

۴۳- آج کل بار مورل (Moral) کیریکٹر میں بہت بدنام ہیں۔ہمیشہ اپنا دامن پاک رکھنا۔

۴۴- لوگوں پر بہت اعتبار کرو اور بالکل اعتبار نہ کرو سمجھ لو کہ باہمیں مرداں بباید ساخت۔

۴۵- بے پروائی کی عادت نہ رکھو تلون پاس نہ پھٹکے اپنے مال اور اعمال کا ہمیشہ حساب اور موازنہ کرتے رہو۔

۴۶- استادوں کا اور اپنے بزرگوں کا ہمیشہ ادب کرو اور جس سے بھی کچھ سیکھو اس کا ادب کرو۔

۴۷- معاملہ ہمیشہ صاف رکھو سنی سنائی بات کا اعتبار نہ کرو۔مگر ہوشیار رہو۔

۴۸- ورزش ہمیشہ کرو۔اور وقت کی پابندی کرو۔

سر دست یہ باتیں لکھی ہیں اگر ان پر عمل کرو گے انشاءاللہ سکھ پاؤ گے۔دین و دنیا میں کامیاب ہو گے۔ ۲۷۵

آپ کی نظر ہم پر پڑ گئی تو فرمایا میرا گھر آج خوشی سے بھر گیا ہے۔ اس قدر دانی پر حوصلہ افزائی کا یہ اثر ہوا کہ ہم درس میں باقاعدہ ہو گئے۔ بلکہ بعد میں دیواری گیس لیمپ میں گھر سے لے جا کر روزانہ درس کے لئے جلایا کرتا تھا سفر میں بھی ٹیوٹران کو ہمراہ لے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ اساتذہ کراچی، مالیر کوٹلہ، شملہ اور لاہور ہمارے ساتھ جاتے رہے۔ حضور علیہ السلام کی وفات والے سفر میں بھی اساتذہ اور حکیم محمد زمان صاحب ہمارے ہمراہ لاہور گئے تھے۔☆

مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم اے نے بار ہا راقم کو سنایا کہ حضرت نواب صاحبؓ بچوں کی تربیت میں حد درجہ محتاط تھے۔ عرصہ تک قادیان میں بچے مدرسہ میں اس لئے نہ داخل کئے کہ کہیں نظروں سے اوجھل ہو کر تربیت میں نقص نہ واقع ہو جائے۔ جب آپ سے کہا گیا کہ بچوں کو مدرسہ میں داخل کرنا ہی مناسب ہے تو حضرت نواب صاحبؓ نے فرمایا کہ بچوں کی سوسائٹی کے لئے ایسے طالب علم کا انتخاب کیا جائے جو ان کی سوسائٹی کے لائق ہو اور ان کا بہتر ہم نشین ثابت ہوتا کہ بدصحبت سے نقصان نہ اٹھائیں۔ چنانچہ حضرت نواب صاحب نے بالآخر میرا انتخاب کیا اور مجھ سے ہمیشہ ہی عمر بھر خوش رہے۔ طالب علمی سے آخر عمر تک اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھتے تھے۔

حضرت پیر منظور محمد صاحب نے ان صاحبزادگان کو قرآن مجید ختم کرایا اور اس موقعہ پر حضرت اقدسؑ کی دعا سے بھی مستفیض ہوئے چنانچہ معزز البدر میں مرقوم ہے۔

''شام کے وقت بعد ادائیگی نماز مغرب حضرت اقدسؑ نے جلسہ فرمایا تھوڑی دیر کے بعد جناب نواب محمد علی خاں صاحب کے صاحبزادہ زریں لباس سے ملتبس حضورؑ کی خدمت میں نیاز مندانہ طریق پر حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو اپنے پاس جگہ دی ان کو اس ہئیت میں دیکھ کر خدا کے برگزیدہ نے بڑی سادگی سے جناب نواب صاحب سے دریافت کیا کہ ان کی کیا رسم ادا ہونی ہے۔ نواب صاحب نے جواب دیا کہ آمین ہے۔ اس اثناء میں ایک سروپا کا تھال آیا اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو دھرا گیا۔ چند لمحہ کے بعد پھر آپؑ نے دریافت فرمایا کہ اب آگے کیا ہونا ہے۔ عرض کی گئی کہ اسے دست مبارک لگا دیا جائے اور دعا

☆ الفضل بابت ۱۳-۸-۶ میں ''زیرِ مدینۃ المسیح'' مرقوم ہے۔ ''محمد عبداللہ خاں و محمد عبدالرحیم خاں اپنے والد بزرگ وار نواب محمد علی خاں صاحب کے پاس لدھیانہ گئے ہیں تو ان کی تعلیم و تربیت کے لئے ماسٹر محمد دین بی۔ اے ساتھ ہیں۔'' الحکم وغیرہ سے بوقت وفات حضرت اقدسؑ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب کے حضرت نواب صاحبؓ کے ہمراہ لاہور میں ہونے کا علم ہوتا ہے۔ حضرت بھائی جی بھی تصدیق کرتے ہیں۔

فرمائی جائے۔ چنانچہ حضورؑ نے ایسا ہی کیا اور پھر فوراً تشریف لے گئے۔'' [۷۶]

انکسار

مکرم مفتی محمد صادق صاحب مجھے لکھتے ہیں کہ ''حضرت نواب صاحبؓ کی طبیعت میں بہت انکسار تھا۔ مسجد میں نماز کے لئے تشریف لاتے تو عموماً سب سے آخری صف میں جوتیوں کے قریب بیٹھ جاتے☆ اور کبھی یہ کوشش نہ کرتے کہ نمازیوں کے کندھوں سے پھاند کر آگے بڑھیں ہاں اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی بات کے لئے بلاتے کہ نواب صاحب ہیں تو آگے آجائیں تب آگے جاتے اور یہی طریق حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا تھا کہ وہ بھی مسجد میں آکر سب سے پیچھے بیٹھ جاتے تھے اور بغیر اس کے کہ حضرت مسیح موعودؑ ان کو آگے بلائیں پیچھے ہی بیٹھے رہتے۔

نواب صاحبؓ کے اس طریق کے متعلق مکرم حافظ غلام رسول صاحب لنگوی حضرت اقدسؑ کے عہد مبارک کا ایک واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ

''ایک دن نماز عصر ہو رہی تھی اور مسجد مبارک میں صفیں پر ہو چکی تھیں کیونکہ ان دنوں مسجد مبارک بہت چھوٹی تھی۔ سب سے پچھلی صف میں خاکسار اور ایک شخص حاکم نامی احمدی (ہمارے گاؤں کا زمیندار) کھڑے تھے کہ اتنے میں نواب محمد علی خاں صاحب مع دو کس معززین کے تشریف لائے۔ حاکم نے کہا کہ نواب صاحب آئے ہیں میں اپنی جگہ ان کو دے دیتا ہوں اس نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ نواب صاحب نے فرمایا نہیں۔ میں نہیں کھڑا ہوں گا یہ جگہ آپ کی ہے آپ اسی جگہ کھڑے رہیں۔ میں یہیں نماز پڑھ لوں گا پھر آپ نے اپنا کپڑا جوتیوں کے اوپر ہی بچھا لیا اور ان دونوں معززین کے ساتھ وہیں نماز ادا کی اسلام نے جو مساوات سکھائی ہے اس کا عملی نمونہ حضور علیہ السلام کی صحبت میں ہی ملتا ہے۔'' [۷۷]

نواب صاحبؓ کے دل میں حد درجہ فروتنی کے باعث غرباء سے دیگر امراء کی طرح جذبہ حقارت نہ ہونا تو الگ رہا آپؓ کا دل ان کے لئے جذبات محبت وشفقت سے پر رہتا تھا آپ انہیں اپنے جیسا انسان خیال کرتے تھے اور ان سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے کہ جس سے اسلامی مساوات آشکارا ہو۔ اسی طرح خلافت اولیٰ کا واقعہ ہے۔ مکرم مرزا عبدالغنی صاحب سابق محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ جمعہ کے لئے تشریف لائے۔ جوتیوں میں جگہ ملی۔ آپؓ وہیں بیٹھ گئے باوجودیکہ لوگ

☆ اس کا ذکر مکرم مفتی صاحب کی طرف سے الفضل جلد ۳۳ نمبر ۳۸ صفحہ ۱ کالم ۴ پرچہ ۴۵-۲-۱۳ میں بھی ہے۔

کہتے رہے کہ آپ آگے آجائیں۔اسی طرح ایک عید کے موقعہ پر پرانی عیدگاہ میں دیکھا کہ گھاس پھوس پر ایک معمولی قالین یا دری پر بیٹھے ہیں کئی بار مجھے مصافحہ کرنے کا موقعہ ملا۔ بہت ہی تواضع اورعزت سے مصافحہ کرتے۔ان میں نوابوں والا کبراور بڑائی نہیں تھی۔

مکرم چوہدری نوراحمد خاں صاحب آف سٹروعہ (صحابی) پنشنر کارکن صدرانجمن احمدیہ سناتے ہیں کہ حضرت نواب صاحبؓ جب صدرانجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے تو میں کوٹھی پر بھی کاغذات دکھانے کے لئے لے جاتا۔آپ ہمیشہ مجھے کرسی پر بٹھاتے اور بعدفراغت باغ میں چہل قدمی کے لئے ساتھ لے جاتے اور بے تکلفی سے اپنے خاندان کے حالات سناتے اوراحمدیت کا تذکرہ فرماتے۔

مکرم میاں محمدعبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''مجھے یاد ہے مسجد مبارک بہت چھوٹی سی تھی وہاں لوگ نماز پڑھنے آتے تھے آپ نے کبھی یہ امتیاز نہیں کیا کہ فلاں امیر ہے فلاں غریب۔ میلے سے میلے کپڑوں والے آدمی کے پاس بھی کھڑے ہوجاتے تھے بلکہ اگر کوئی فاصلہ چھوڑ کر کھڑا ہوتا تو آہستہ آہستہ اس کے قریب ہوجاتے۔

''اگرغریب سے غریب اورادنیٰ سے ادنیٰ کی پوزیشن کا کبھی کوئی آدمی بات پیش کرتا تو نہایت محبت اور پیار سے پیش آتے۔کلام میں درشتی کا نام ونشان نہ تھا اوراحسان کرکے بعد میں جتایا نہیں کرتے تھے۔طبیعت میں خودداری تھی مگر نخوت اورتکبر پاس بھی پھٹکنے نہ پایا تھا۔اپنی پوزیشن قائم رکھتے۔مگرامیروں کی نسبت غریبوں سے مل کر زیادہ خوشی محسوس کرتے۔طبیعت میں بالعموم نرمی تھی۔مدرسہ میں جوکلیتہً آپ کے اختیار میں تھا ڈانٹ ڈپٹ سے ہمیشہ احترازفرماتے تھے۔''

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے بیان کیا کہ نبی پر ابتداء میں غریب ہی ایمان لاتے ہیں۔باہر سے ایک ایڈیٹر اخبار یا رسالہ آئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ آپ کے ہاں تو ایک نواب صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ان کو جاکر دیکھیں اس نے دیکھا اور بیان کیا کہ واقعی وہ غریب طبع ہیں،نوابوں والا کروفران میں نہیں۔☆ (م)

ڈاکٹر ٹی۔ایل۔پینل۔ڈی۔ڈی بنوں صوبہ سرحد میں چرچ مشنری سوسائٹی کی طرف سے متعین تھے اورکافی عرصہ تک سرکاری اورآزادعلاقہ میں تبلیغ مسیحیت کا کام کرتے رہے۔سائیکل پر انہوں نے سارے

☆ مذکورہ بالا ایڈیٹر کے متعلق مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ''مولوی ریاض الدین ان کا نام تھا ان کو مدرسے جاری کرنے کا شوق تھا۔ مجھے یاد نہیں الحکم میں ان کا واقعہ چھپا تھا۔''

ہندوستان کا دورہ کیا۔ چنانچہ ۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو قادیان بھی آئے۔ اب آپ اس اعلیٰ پایہ کے پادری کی زبانی حضرت نواب صاحبؓ کی بابت سنیئے۔ بیان کرتے ہیں۔

''مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کی سادہ مزاجی قابل تعریف ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس معاملہ میں پگٹ اور ڈوئی پر سبقت لے گئے ہیں......

''مرزا صاحب کے مریدوں میں سادگی کی مشہور و معروف مثال ریاست مالیر کوٹلہ کے نواب میں موجود ہے کہ جنہوں نے اپنی ریاست کے انتظام اور عیش و عشرت کو لات مار کر ایک چھوٹے سے مکان میں رہنا اور دل و جان سے مرزا صاحب کی خدمت کرنا پسند کیا ہے۔ ایسے تعلیم یافتہ لیکن سادہ مزاج نواب سے میری ملاقات ہونا میرے لئے قادیان کی ایک اعلیٰ ترین یادگار ہے۔'' ۲۷۸

خدام وملازمین سے حسن سلوک

نواب صاحبؓ فطرتاً سخت گیر نہ تھے ملازمین سے ہمیشہ نرمی سے پیش آتے۔ پرانے خادموں اور ان کے متعلقین سے مل کر خوش ہوتے۔ عزیزوں کی طرح ان کا حال دریافت کرتے ان کو صلاح و مشورہ دیتے۔ اس وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں کے ہی کنبہ کا کوئی آدمی ان سے بات کر رہا ہے ان کے وجود میں ایک خداداد رعب تھا۔ ان کے ہر انداز میں وقار تھا جو ہر وقت کی پرائیویٹ زندگی میں بھی نمایاں نظر آتا تھا۔ ان کا گھر میں ہنسنا، بولنا، بے تکلف صحبت اور گھر والوں سے محبت بھی ایک وقار کا پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہوتی جو ایک عجیب اثر اور ایک کشش رکھتی تھی۔ اس میں دل کی سختی اور غرور ہرگز نہ تھا۔ بلکہ وہ طبعاً نہایت سادہ مزاج تھے۔ ان کا دل غریب تھا۔ غرباء سے بہت محبت اور رغبت رکھتے تھے پنکھا جھلنے والی چماریوں کے بچوں کو بھی اپنے ہاتھ سے کھانے پینے کی چیز لا کر دینا اور ان سے پیار کی باتیں کرنا گرمیوں کی دوپہر میں روز کا مشغلہ ہوتا تھا۔ (ن)

میاں نور محمد آپؓ کا ملازم تھا اس کی بیوی غوثاں تھیں (یہ غوثاں اہلیہ بھائی مدد خاں صاحب کے علاوہ تھی) دونوں مالیر کوٹلہ سے آپ کے ساتھ ہی یہاں آئے تھے۔ غوثاں کی طرف سے شکایت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچ جاتی تو حضورؑ ہمیشہ اس کی سفارش فرماتے۔ ایک دفعہ عجیب پیرایہ میں حضورؑ نے نواب صاحبؓ کو نرمی کرنے کی تلقین فرمائی۔☆ بعد میں حضورؑ نے نور محمد اور غوثاں کو اپنے پاس ملازم رکھ لیا لیکن

☆ ان کے متعلق حضرت اقدسؑ کا مشار الیہ مکتوب درج ذیل کیا جاتا ہے۔

نواب صاحبؓ ان دونوں سے ہمیشہ شفقت سے پیش آتے رہے۔میاں نور محمد حضرت اماں جان (اطال اللہ بقاءہا) کے گھر لیمپ جلاتے ہوئے پٹرول سے آگ لگنے سے فوت ہو گئے تھے اور ان کی بیوہ نہایت بے کسی کی حالت میں پیچھے رہ گئی تھی۔جس کی پرورش حضرت اماں جان بھی کرتی تھیں لیکن نواب صاحبؓ کو بھی ہمیشہ اس

بقیہ حاشیہ:- بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

محبی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔تمام خط میں نے پڑھا۔اصل حال یہ ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا تھا وہ صرف اس بناء پر تھا کہ نور محمد کی بیوی نے میرے پاس بیان کیا کہ نواب صاحب میرے خاوند کو یہ تنخواہ چار روپیہ کوٹلہ میں بھیجتے ہیں اور اس جگہ چھ روپیہ تنخواہ تھی اور روٹی بھی ساتھ تھی اب ہماری تباہی کے دن آ گئے اس لئے ہم کیا کریں۔یہ کہہ کر وہ روپڑی میں یہ تو جانتا تھا کہ اس تنزل تبدیلی کے کوئی اسباب ہوں گے اور کوئی ان کا قصور ہو گا۔مگر مجھے خیال آیا کہ ایک طرف تو میں نواب صاحب کے لئے پنجوقت نماز میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی پریشانی دور کرے اور دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جن کی شکایت ہے کہ ہم اب اس حکم سے تباہ ہو جائیں گے تو ایسی صورت میں میری دعا کیا اثر کرے گی۔گو یہ سچ ہے کہ خدمت گار کم حوصلہ اور احسان فراموش ہوتے ہیں۔مگر بڑے لوگوں کے بڑے حوصلے ہوتے ہیں۔ بعض وقت خدا تعالیٰ اس بات کی پروا نہیں رکھتا کہ کسی غریب نادار خدمت گار نے کوئی قصور کیا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ صاحب دولت نے کیوں ایسی حرکت کی کہ اس کی شکر گزاری کے برخلاف ہے اس لئے میں نے اپنے دل میں آپ کو ان کی دلی رنجش کے برے اثر سے بچانے کے لئے مولوی محمد علی صاحب کو لکھا تھا ورنہ میں جانتا ہوں کہ اکثر خدمت گار اپنے قصور پر پردہ ڈالتے ہیں اور یوں ہی واویلا کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے میں نے مہمان کے طور پر اس کی بیوی کو اپنے گھر رکھ لیا تا کوئی امر ایسا نہ ہو کہ جو میری دعاؤں کی قبولیت میں حرج ڈالے اور حدیث شریف میں آیا ہے ارحموا فِی الْاَرْضِ تُرحَمُوْا فِی السَّمَآءِ۔[۲۷۹] زمین میں رحم کرو تا آسمان پر تم پر رحم ہو۔مشکل یہ ہے کہ امراء کے قواعد انتظام قائم کرنے کے لئے اور ہیں۔اور وہاں آسمان پر کچھ اور چاہتے ہیں۔

والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ [۲۸۰]

نوٹ- مکتوب نمبر ۸۸۔یہاں حضرت نواب صاحبؓ کے ہاں سے حاصل کردہ نقل سے درج کیا گیا ہے (مؤلف)

کا خیال رہتا تھا اور اس کا ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ اور اس کے علاوہ بھی جب آتی تھی امداد فرماتے تھے۔ ان ایام میں (کہ) نواب صاحب خود سخت بیمار تھے سنا کہ وہ اپنی کوٹھڑی میں اکیلی پڑی ہے اس کا کوئی پرسان حال نہیں مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کو بلایا اور کہا کہ اسے ہسپتال میں داخل کرایا جائے جو خرچ ہوگا میں ادا کروں گا۔ اور اس کی نگرانی کے لئے کوئی عورت مقرر کی جائے اور اس کے لئے آپ بہت زیادہ فکرمند تھے ادھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو پتہ لگا کہ وہ بیمار ہے اور اس کی تیمارداری ٹھیک طور پر نہیں ہو رہی تو آپ نے دو روپیہ روز پر ایک عورت کو تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ دارالمسیح میں ہی بیمار رہی اور فوت ہوئی اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئی۔☆

غوثاں مرحومہ اتنی وفادار تھی کہ اس کی نظیر مشکل ہے اپنے آقا اور ان کی اولاد سے بے انتہا محبت اس کو تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ اس پر بوجہ اس کے مرض کے بے حد شفقت فرماتے تھے اور اس کی وفاداری کو بھی بنظر احسان دیکھتے تھے کہ وہ ہمیشہ حضورؑ کو نواب صاحبؓ کے لئے دعا کی تحریک کرتی رہتی تھی۔ (ن)

نواب صاحبؓ کے اس حسن سلوک کے باوجود حضرت اقدسؑ بھی ہمیشہ نواب صاحبؓ کو ملازموں سے مزید نرمی کی تاکید مختلف پیرایوں میں کرتے رہتے تھے چنانچہ حضورؑ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں اس جگہ آ کر چند روز بیمار رہا۔ آج بھی بائیں آنکھ میں درد ہے باہر نہیں جا سکتا۔ ارادہ تھا کہ اس شہر کے مختلف فرقوں کو سنانے کے لئے کچھ مضمون لکھوں ڈرتا ہوں کہ آنکھ کا جوش زیادہ نہ ہو جائے۔ خدا تعالیٰ فضل کرے۔

مرزا خدا بخش کی نسبت ایک ضروری امر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ گو ہر شخص اپنی رائے کا تابع ہوتا ہے۔ مگر میں محض آپ کی ہمدردی کی وجہ سے لکھتا ہوں کہ مرزا خدا بخش آپ کا سچا ہمدرد اور قابل قدر ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگ جیسا کہ ان کی عادت ہوتی ہے اپنی کمینہ اغراض کی وجہ سے یا حسد سے یا محض سفلہ پن کی عادت سے بڑے آدمیوں کے پاس ان کے ماتحتوں کی شکایت کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے سنا ہے کہ ان دنوں میں کسی شخص نے آپ کی خدمت میں مرزا خدا بخش صاحب کی نسبت خلاف واقعہ باتیں کہہ کر آپ کو ان

☆ غوثاں زوجہ مددخاں صاحب قطعہ ۱ حصہ نمبر ۱ قبر نمبر ۵ میں اور غوثاں زوجہ میاں نور محمد قطعہ نمبر ۸ حصہ نمبر ۱۴ قبر نمبر ۱۱ میں دفن ہیں۔ مؤخر الذکر ابتدائی موصیوں میں سے تھیں چنانچہ ان کا نمبر وصیت ۲۹۹ ہے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۲ء کو فوت ہوئیں۔ رضی اللہ عنہم۔

پر ناراض کیا ہے گویا انہوں نے میرے پاس آپ کی شکایت کی ہے اور آپ کی کسر شان کی غرض سے کچھ الفاظ کہے ہیں۔ مجھے اس امر سے سخت ناراضگی حاصل ہوئی اور عجیب یہ کہ آپ نے ان پر اعتبار کرلیا ایسے لوگ دراصل بدخواہ ہیں نہ کہ مفید۔ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ مرزا خدا بخش کے منہ سے ایک لفظ بھی خلاف شان آپ کے نہیں نکلا اور مجھے معلوم ہے کہ وہ بیچارہ دل وجان سے آپ کا خیر خواہ ہے اور غائبانہ دعا کرتا ہے اور مجھ سے ہمیشہ آپ کی دعا کے لئے تاکید کرتا رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ چند روزہ زندگی آپ کے ساتھ ہو۔ رہی یہ بات کہ مرزا خدا بخش ایک بے کار ہے یا آج تک اس سے کوئی کام نہیں ہوسکا۔ یہ قضا وقدر کا معاملہ ہے انسان اپنے لئے خود کوشش کرتا ہے اور اگر بہتری مقدر میں نہ ہو تو اپنی کوشش سے بھی کچھ نہیں ہوسکتا۔ ایسے انسانوں کے لئے جو ایک بڑا حصہ عمر کا خدمت میں کھو چکے ہیں اور پیرانہ سالی تک پہنچ گئے ہوں میرا تو یہی اصول ہے کہ ان کی مسلسل ہمدردیوں کو فراموش نہ کیا جائے۔ کام کرنے والے مل جاتے ہیں مگر ایک سچا ہمدرد انسان حکم کیمیا رکھتا ہے وہ نہیں ملتا۔ ایسے انسانوں کے لئے شاہان گزشتہ بھی دست افسوس ملتے رہے ہیں اگر آپ ایسے انسانوں کی محض کسی وجہ سے بے قدری کریں تو میری رائے میں ایک غلطی کریں گے۔ یہ میری رائے ہے جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہے اور آپ ہر ایک غائبانہ بدذکر کرنے والوں سے بھی چوکس رہیں کہ حاسدوں کا وجود دنیا میں ہمیشہ بکثرت ہے۔ والسلام　　　　خاکسار　مرزا غلام احمد ۲۸۱

مکرر یاد دلاتا ہوں کہ میرے کہنے سے مرزا خدا بخش چند روز کے لئے لاہور میرے ساتھ آئے تھے۔'' (مکتوب نمبر ۹۰)

چونکہ حضرت اقدسؑ ملازموں کے لئے آقا کے آقا تھے۔ اس لئے خواہ اپنا ہی قصور ہو۔ برخواستگی وغیرہ کے موقعہ پر حضرت اقدسؑ کی شفقت کی پناہ ڈھونڈتے تھے اس لئے بسا اوقات نواب صاحبؓ ایسے مراحل پر کوئی قدم اٹھانے سے قبل استصواب کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک ملازم کے متعلق جواباً حضورؑ نے رقم فرمایا کہ ''(اس) کو اس نوکری کی پرواہ نہیں ہے ورنہ باوجود اس قدر بار بار لکھنے کے کیا باعث کہ جواب تک نہ دیا۔ اس صورت میں آپ کو اختیار ہے جس کو چاہیں مقرر کر دیں اور یہ بھی آپ کی مہربانی تھی ورنہ نوکروں کے معاملہ میں بار بار کہنے کی کیا ضرورت تھی۔'' (مکتوب نمبر ۶۵) اسی طرح ایک ملازم کے متعلق جواباً تحریر فرمایا کہ ''جب وہ خود استعفاء بھیجتا ہے تو آپ حق ترحم ادا کر چکے اس صورت میں اس کی جگہ بھیج سکتے ہیں آپ پر کوئی اعتراض نہیں کہ آپ نے موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ انتظام کیا ہے۔'' ☆

☆ مکتوب نمبر ۶۶۔ اسی طرح مکتوب نمبر ۷۲ بھی اسی مضمون پر مشتمل ہے۔

نواب صاحبؓ کو نیک اور دیانتدار اور پھر احمدی ملازمین کے متعلق جو لحاظ تھا وہ آپؓ کے اس عریضہ سے ظاہر ہے جو آپ نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں تحریر کیا۔ اس میں لکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

التجا ہے کہ بعد ملاحظہ کل عریضہ حکم مناسب سے مطلع فرمایا جاوے

سیدی ومولائی طبیب روحانی سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مجھ کو جب کسی ملازم کو موقوف کرنا پڑتا ہے تو مجھ کو بڑی کشش وپیچ ہوتی ہے اور دل بہت کڑھتا ہے۔ اس وقت بھی مجھ کو دو ملازموں کو برخاست کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ ایک......صاحب اور دوسرے ......صاحب یہ دونوں صاحب احمدی بھی ہیں اس سے اور بھی طبیعت میں پیچ وتاب ہے۔ میرا جی نہیں چاہتا کہ کوئی لائق آدمی ہو اور اس کو بلاقصور موقوف کردوں اب دقت یہ پیش آئی ہے کہ......کوئی پانچ سال سے میرے ہاں ملازم ہیں مگر کام کی حالت ان کی اچھی نہیں۔ اب تک جس کام پر ان کو میں نے لگایا ہے اس کی سمجھ اب تک ان کو نہیں آئی اور انہوں نے کوئی ترقی نہیں کی اور میرے جیسے محدود آمدنی کے لئے ایسے ملازم کی ضرورت ہے کہ جو کئی کئی کام کرسکے وہ اپنا مفوضہ کام پوری طرح نہیں چلا سکتے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ نیک اور دیانتدار ہیں مگر کام کے لحاظ سے بالکل ندارد ہیں اور اس پانچ سال کے تجربہ نے مجھے اس نتیجہ پر پہنچا دیا ہے کہ میں ان کو علیحدہ کردوں یہ میری سال گزشتہ سے منشا تھی۔ مگر صرف اس سبب سے کہ وہ نیک ہیں دیانتدار ہیں اور احمدی ہیں، میں رکا تھا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ جو فائدہ ان کی دیانت سے ہے اس سے زیادہ نقصان ان کی عدم واقفیت کام سے ہوتا ہے۔ پس اب میں نہایت ہی متردد ہوں کہ ان کو موقوف کردوں کہ نہیں۔ کاش وہ میرا کام چلا سکتے تو بہت اچھا ہوتا۔ ایک دقت ہے کہ میں نے ان سے مختلف صیغوں میں کام لیا مگر وہ ہر جگہ ناقابل ہی ثابت ہوئے۔'' [۴۸۲]

نواب صاحبؓ کا خدام سے جو مشفقانہ برتاؤ تھا وہ اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ مرزا خدا بخش صاحب جو بعد میں غیر مبائع ہوگئے وہ حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں بہت سی فتنہ انگیزیوں کا باعث بھی بنے۔ حضرت اقدسؑ کی طرح نواب صاحبؓ بھی اغماض اور عفو سے کام لیتے رہے۔ حتیٰ کہ خلافت ثانیہ میں پنشن دیتے وقت آپ نے موضع کتے وڈھ ضلع سرسہ کی جائیداد جو ابتداء میں تیس ہزار روپے میں خرید ی گئی تھی۔ اور آپ کا اس میں $\frac{1}{3}$ حصہ تھا مرزا صاحب کو بطور پنشن دے دیا۔ بعد میں نہری زمین ہوجانے کی وجہ سے آٹھ مربعے بن گئے اور بہت قیمتی جائیداد ہوگئی۔ اسی طرح کئی ایک ملازموں کی بیواؤں کا مدت العمر وظیفہ جاری رکھا حالانکہ ان کے بچے جوان ہوئے کمانے لگے۔ صاحب اولاد ہوئے لیکن وظیفہ بند نہ کیا۔ ان کی لڑکیوں کی شادیاں کیں

اور شادی تک ان مرحوم ملازمین کے بچوں کے اخراجات کے کفیل رہے (م)

حضرت اقدسؑ کی نظر میں بھی نواب صاحبؓ اپنے ملازمین سے بھی حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ مرقوم ہے:

''سیر سے واپس آ کر شیخ عبدالرحمٰن ملازم خاں صاحب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس اعظم مالیرکوٹلہ نے جو اپنی غلط فہمی اور کوتاہ اندیشی کی وجہ سے ان کی ملازمت سے مستعفی ہوئے تھے رخصت چاہی حضرت حجۃ اللہ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔''ملازم کے لئے ملازمت سے پہلے ایسی جگہ دیکھ لینی چاہئے جہاں آقا نیک اور متقی ہو کیونکہ بندگی بیچارگی۔ ملازم ناصح کا درجہ نہیں پا سکتا اس لئے بسا اوقات ایسے لوگوں کی ملازمت ہوتی ہے جہاں دین برباد ہو جاتا ہے۔ پس نواب صاحب کی ملازمت کو بہت ترجیح دینی چاہئے۔ نواب صاحب بڑے صالح اور بامروت ہیں ...... میری رائے میں بہتری یہی ہے کہ تم اپنے اس ارادہ پر نظر ثانی کر لو۔

چنانچہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے حضرت نواب صاحبؓ سے اپنا استعفا واپس لینے کے لئے عرض کر دیا اور نواب صاحبؓ موصوف نے اپنی عام فیاضی اور فراخ دلی سے ان کو پھر ملازم رکھ لیا۔'' ۲۸۳

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مذکور کو نواب صاحبؓ نے اولاد کے معمولی خادم کے طور پر ملازم رکھا ہوا تھا۔ لیکن آپ کے دل میں ہر ایک ملازم کے لئے جذبۂ شفقت و ہمدردی تھا۔ آپ نے اپنا ملازم یا غریب شخص جان کر تبلیغ سے محروم نہیں رکھا بلکہ تبلیغ کی اور جب دیکھا کہ انہیں کچھ سمجھ نہیں آتا تو ان کے لئے دعا کی ان کو اور عبداللہ صاحب عرب کو ایک روز ۶½ گھنٹے تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور ان دونوں نے دوسرے دن بیعت کر لی۔ اس کی تفصیل تبلیغ کے عنوان کے تحت درج ہے۔

آپ کی نگاہ **الخلق عیال اللہ** کے رنگ میں بنی نوع انسان کو دیکھتی تھی۔ چنانچہ آپ اپنے ایک بیٹے کو تحریر فرماتے ہیں۔

''میری طبیعت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ مجھ کو اس کی تمام مخلوق سے محبت ہے اور پھر کسی سے ایسی محبت نہیں کہ وہ مجھ کو اللہ تعالیٰ سے بھلا دے۔ **فالحمد اللّٰہ علٰی ذالک**۔ اس لئے اگر میں بیوی سے محبت کرتا ہوں تو اس لئے نہیں کہ وہ میری بیوی ہے بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مجبور کیا ہے اس لحاظ سے بھی میری خیر خواہی بالکل بے لوث ہے۔

''میں ہمیشہ اپنے کم سے کم درجہ کے متعلق (کے) لئے ہر نماز میں دعا کرتا ہوں حتیٰ کہ ہر یا خاکروب کے لئے بھی اور اس کے بیوی بچوں کے لئے بھی۔ اس سے بھی تم کو میری ہمدردی کا پتہ لگ سکتا ہے۔''

دوسروں کی عفت اور جماعت کی عزت کا خیال

مومن کی شان یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔ نواب صاحب کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ اس خصوص میں ان کی ڈائری میں ملتا ہے جو انہوں نے فارسی زبان میں لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو افراد جماعت کے تزکیہ نفس اور ان کے گناہ کی زندگی سے بچانے کے لئے اور سلسلہ کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے کس قدر جوش تھا کاش یہ روح ہر احمدی میں ہو۔ دوسری جگہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ خادمات کی عصمت کی حفاظت کے لئے آپ نے کیسا عمدہ انتظام پہرہ وغیرہ کا کر رکھا تھا۔ اس اقتباس سے جو ذیل میں درج ہے۔ نواب صاحبؓ کے اپنے تزکیہ نفس کا بھی کافی ثبوت ملتا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

> ''مرضعہ اہلیۂ من بچند دفعہ آمدہ بود کہ صبیہ میانۂ خود را بکوٹلہ بہ برد۔ مگر من ازیں جہت دخترش را نہ فرستادم کہ...... دخترش کم سن است و بالغ نیست و ایں مانع است اگر بہ خانۂ شوہر برود آنجا ہم عصمتش تباہ خواہد شُد و اگر بخانۂ مادر خود ماند آنجا از و بدتر است چرا کہ مادرش نیکو کار نیست و را ہم تباہ خواہد کرو مرا زیادہ تر بایں سبب بدخترش ہمدردی بود کہ او بیعت امام کردہ بود دریں جا نماز تہجد مے خواند و نماز پنجگانہ ہمیشہ بشوق ادا می کرد۔ ترسیدم کہ اگر بُرو صحبت بد در اُو اثر کرد موجب خفت جماعت دشماتت اعدا خواہد شد۔ پس مادرش را فہمائش کردم و بسیار بند کردم آخر اواز بردن او باز ماند ولیکن دراصل مادرش را ہیچ محبت با اطفالِ خو نیست بلکہ آں زن طماع است۔ چوں دید کہ ازیں ماندن دخترش ایں جا اورا منفعت خواہد شد...... اورا بگذ ہشت دخترش خادمہ من است وخواہر رضاعی زن من است۔ عصرِ روپیہ مشاہرہ مے یابد و دیگر منفعت انعام وغیرہ ہم است۔ مادرش را ہم از و منفعت مے رسد۔''

یہ غوثاں کا ذکر ہے جو کہ مالیر کوٹلہ کے گوجروں کی لڑکی تھی آپ اپنی صاحبزادی کے ہمراہ اسے تعلیم دیتے تھے۔☆ آپ نے اس کی شادی بھائی مدد خاں صاحب رضی اللہ عنہ سے کر دی تھی غیر قوم میں شادی ہونے کی وجہ سے اس کے رشتہ داروں کو یہ امر ناگوار گزرا۔ نواب صاحبؓ شادی کے بعد بھی اس کی امداد کرتے رہے۔ اب وہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہے۔

☆ اس کو دینی تعلیم کا علم ۰۲-۱۲-۸ کی ڈائری سے ہوتا ہے۔

غرباء پروری

مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب ذکر کرتے ہیں۔

''جس زمانہ میں آپ نے قادیان کی رہائش اختیار کی اس کی حالت بالکل معمولی سی تھی اور مہاجرین کی حالت بہت ہی قابل رحم تھی۔ان کا بیشتر حصہ دودوتین تین روپے ماہوار پر گزارا کرتا تھا۔حضرت نواب صاحبؓ کا قادیان آنا ان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ ہر شادی بیاہ پر بری کا جوڑہ آپ کی طرف سے جاتا تھا۔احباب میں سے ایک کثیر تعداد کی آپ مالی اعانت کرتے رہتے تھے اور پھر اس اعانت کا ذکر کسی سے نہ کرتے تھے۔ہمیں بھی جو کچھ پتہ لگا ہے بالعموم خطوط وغیرہ سے یا اتفاقیہ طور پر یا ان احباب کے ذکر کرنے سے معلوم ہوا ہے۔میاں محمد عبداللہ خاں صاحب پٹھان (حال درویش) جو کچھ عرصہ ملازم رہے تھے ان کو مکان☆ بنوانے میں امداد دی تھی بہت سے نادار طلبا کی اعانت کرتے رہتے تھے۔اس کا کچھ ذکر مدرسہ تعلیم الاسلام کے تعلق میں گزر چکا ہے،ابتداء میں جب آپ قادیان آئے تو کثرت سے طلباء اور غرباء کی دعوتیں کرتے رہتے تھے۔آخری بیماری سے آپ قریباً ڈیڑھ سال تک بیمار رہے۔آپ بلاناغہ پانچ روپے روزانہ صدقہ کرتے تھے۔اور یہ علاوہ دیگر صدقات کے تھا جو کہ آپ معمولاً کرتے تھے۔مالیرکوٹلہ کے ایک دوست الٰہی بخش صاحب بیمار ہو گئے اور قادیان سے واپس جانے لگے آپ ان کے اخراجات کے کفیل ہوئے وہ قادیان ہی میں فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔☆☆

☆ میاں محمد عبداللہ خان صاحب پٹھان بتاتے ہیں کہ مکان کی تعمیر میں امداد کے علاوہ آپ ہمیشہ میری مالی اعانت فرماتے تھے خصوصاً عیدین کے مواقع پر۔اسی طرح دیگر غرباء کی بھی امداد فرماتے تھے۔

☆ میاں الٰہی بخش صاحب کا نام الحکم جلد ۵ نمبر ۳ (صفحہ ۱۶ کالم ۳) نمبر ۴ (صفحہ ۱۶ کالم ۱) بابت جنوری ۱۹۰۱ء میں مالیرکوٹلہ کے چندہ دینے والوں میں مرقوم ہے۔ان کے متعلق مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ میاں الٰہی بخش صاحب خلیفہ کہلاتے تھے نعلبند تھے۔حضرت والد صاحب کے ملازم نہ تھے لیکن ان سے کچھ ماہوار وظیفہ پاتے تھے۔پہلے فوج میں ملازم رہ چکے تھے شاید اس ملازمت کی کچھ پنشن بھی پاتے تھے غالباً ان کے اولاد نہ تھی۔بہت مخلص احمدی تھے ان کی وفات مہمان خانہ میں ہوئی تھی۔ان کے مرض الموت کے متعلق حضرت اقدسؑ کا مکتوب درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔الحمدللہ تادم تحریر خط ملا۔

روپیہ سے آپ کو محبت نہ تھی اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اس کی مخلوق پر خرچ کرنے کا شوق تھا۔ اور نیکی

بقیہ حاشیہ: - ہر طرح سے خیریت ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو معہ اہل وعیال سلامت قادیان میں لاوے۔ آمین۔ آج میں میاں الٰہی بخش صاحب کو خود ملا تھا۔ وہ بہت مضطرب تھے کہ کسی طرح مجھ کو کوٹلہ میں پہنچایا جاوے اور کہتے تھے کہ کوٹلہ میں میری پنشن مقرر ہے۔ جولائی سے واجب الوصول ہوئی۔ میں نے ان کے بیش اصرار پر تجویز کی تھی کہ ان کو ڈولی میں سوار کر کے اور ساتھ ایک آدمی کر کے پہنچایا جاوے مگر پھر معلوم ہوا کہ ایسا سخت بیمار جس کی زندگی کا اعتبار نہیں وہ بموجب قانون ریل والوں کے ریل پر سوار نہیں ہوسکتا اس لئے اُسی وقت میں نے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں صاحب کو ان کی طرف بھیجا ہے تا ملائمت سے ان کو سمجھا دیں کہ ایسی بے اعتبار حالت میں ریل پر وہ سوار نہیں ہوسکتے اور بالفعل میں نے دو روپیہ ان کو بھیج دئے ہیں کہ اپنی ضروریات کے لئے خرچ کریں اور اگر میرے روبرو واقعہ وفات کا ان کو پیش آ گیا تو میں انشاء اللہ القدیر اسی قبرستان میں ان کو دفن کراؤں گا۔

باقی سب طرح سے خیریت ہے۔ بہتر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ضروری کام کے انجام کے بعد زیادہ دیر تک لاہور میں نہ ٹھہریں اور میری طرف سے اور میرے گھر کے لوگوں کی طرف سے آپ کے گھر میں السلام علیکم۔ کہہ دیں۔ والسلام۔

راقم مرزا غلام احمد ۴؍ اپریل ۱۹۰۶ء [۲۸۴]

مرحوم کیا ہی با اخلاص بزرگ تھے کہ وفات سے قبل ہی حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر یہاں فوت ہوئے تو بہشتی مقبرہ میں ان کو دفن کیا جائے گا۔ ان کے متعلق پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''ایک شخص ضعیف العمر جو اب وہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہے۔ اپنی موت سے چند روز پہلے گول کمرہ کے سامنے کچھ دن کے لئے اپنے وطن مالیر کوٹلہ جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ شیخ غلام احمد صاحب واعظ مولوی محمد علی صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب، مرحوم میاں غلام حسین صاحب رہتا سی حال قادیان اور خاکسار اور احباب بھی تھے آپؑ نے فرمایا اب تم ضعیف ہوگئے اور بیمار بھی ہو۔ مت جاؤ زندگی کا اعتبار نہیں۔ اس نے کہا تو خدا کا رسول ہے تو سچا رسول ہے تو بے شک خدا کا رسول ہے۔ میں تجھ پر ایمان لایا ہوں اور صدق دل سے تجھے خدا کا رسول مانا ہے۔ میں تیری نافرمانی اور حکم عدولی کو کفر سمجھتا ہوں۔ بار بار یہ کہتا تھا اور دایاں ہاتھ اٹھا کے اور انگلی سے آپ کی طرف اشارہ کر کے بڑے جوش سے کہتا تھا اور آپ اس کی باتوں کو سن کر بار بار ہنستے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ بس اب آرام کرو اور یہیں رہو جانے کا نام مت لو اس کی آنکھوں سے پانی جاری تھا یہ کہتا ہوا مہمان خانہ کو لوٹا کہ اللہ کے رسول کا فرمانا بچشم منظور ہے۔'' [۲۸۵]

کے کاموں پر بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ بسا اوقات قابل امداد لوگوں کی فہرست بنوا کر ان کو روپیہ بھیجتے تھے۔ جب آپ مدرسہ کے منتظم تھے جتنا روپیہ کمئی آمد کی وجہ سے درکار ہوتا تھا اپنی طرف سے خرچ کر دیتے تھے۔

''آپ کے تعلقات غریب و امیر سے ہمیشہ محبت اور اخوت کے تھے جب بھی کوئی اہل ضرورت اپنی ضرورت لے کر آیا والد صاحب نے حتی الامکان اس کی ضرورت کو خاطر خواہ طور پر پورا کر کے واپس کیا۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ پایا جو کہ ابتدائی تھا سوائے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے جن کے نواب صاحبؓ خود ممنون تھے اور تمام کو میں نے والد صاحب کا ممنون پایا۔ حضرت مولوی صاحب کی خدمت بھی والد صاحب اس طریق سے فرماتے تھے کہ آپ کے طلباء کے وظائف مقرر کئے ہوئے تھے۔

سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ غرباء پروری ہمیشہ سے آپ کا شعار تھا۔ بہت سے لڑکوں کو وظائف دیئے اور تعلیم دلوائی۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر بھی غرباء کی بہت امداد کرتے مالیر کوٹلہ میں جو غریب رسوم ترک کرتا اس کی حوصلہ افزائی کے لئے اس کی لازماً مدد کرتے۔ یہاں قادیان میں پہلے اکثر حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ بھی اس کار خیر میں بڑے حصہ دار ہوتے۔ وہ آ کر بتاتے کہ فلاں مہاجر یا طالب علم کا بیاہ شادی ہے۔ یا ویسے اس کو امداد کی ضرورت ہے اور فوراً اس کے لئے سامان کیا جاتا۔ خیرات کرتے وقت میں نے کسی حال میں بھی ان کو سوچتے نہیں دیکھا انہوں نے ہمیشہ اپنی وقتی حالت سے بڑھ کر خیرات کی ہے اور ہر رنگ میں کی ہے۔ بنی نوع انسان کے علاوہ حیوانات سے بھی شفقت سے پیش آتے تھے۔ روزانہ جانوروں کو اپنے ہاتھ سے کھلانا ان کا خاص دلچسپ مشغلہ تھا چڑیوں کے لئے چھوٹے چھوٹے ذرے روٹی کے بنائے جاتے۔ بڑے جانوروں کے لئے بڑے ٹکڑے۔ گلہریوں کے لئے پھل ترکاری کاٹ کر درختوں میں اٹکا دیتے۔ کوے کبوتر وغیرہ سب جانور بھی خوب وقت پہچانتے تھے اور ان سے ہل سے گئے تھے۔ شیروانی کوٹ میں بہت ہی عجیب نقشہ ہوتا تھا۔ جس وقت ان کی ہتھیلی سے لے لے کر پرندے کھا لیتے اور ڈرتے نہ تھے۔ مکرم مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں کہ نواب صاحب دل کے سخی اور بڑے حوصلہ والے تھے۔ اکثر غرباء جو باہر سے قادیان آتے تھے ان کو سفر خرچ کی امداد حضرت نواب صاحبؓ سے مل جاتی تھی۔

رفاہ عام کے کام

آپ نے قادیان میں بہت سے رفاہ عام کے کام سرانجام دیئے۔ چنانچہ مکرم میاں محمد عبداللہ صاحب ذکر

کرتے ہیں کہ ابتداء میں قادیان کے قصاب بیمار اور لاغر بکرے ذبح کرتے تھے۔اس امر کو لوگوں کی صحت کے لئے حد درجہ مضر پا کر حضرت والد صاحب نے مکرم ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب نومسلم کو مقرر کر دیا تا کہ ذبح سے قبل جانوروں کا ڈاکٹری معائنہ ہوا کرے۔قصاب سارے غیر احمدی تھے۔بعض دفعہ وہ ہڑتال بھی کر دیتے تھے۔آپ انہیں بلا کر بڑی نرمی اور محبت سے سمجھاتے اور اگر انہیں زیادہ اصرار ہوتا تو انہیں بتاتے کہ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے ورنہ ہم بٹالہ وغیرہ سے دوسرے قصاب بھی بلوا سکتے ہیں چنانچہ وہ آپ کی گفتگو سے متاثر ہوتے اور عوام کی تکلیف کا ازالہ ہو جاتا۔

مسجد مبارک کے پاس جو چوک ہے اس کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔زمین ناہموار تھی برسات میں دلدل بن جاتی تھی پانی نکلنے کے لئے کوئی منفذ نہ تھا۔حضرت والد صاحب نے مہمان خانہ سے اس چوک تک جہاں سے دارالانوار اور قصر خلافت کو راستے نکلتے ہیں اور مرزا نظام الدین صاحب کے مکان سے لے کر بک ڈپو کی دوکان تک اس جگہ کو ہموار کرا دیا اور پختہ نالیاں بنوائیں اور لوگوں کی اس تکلیف کو رفع کر دیا، بعد میں حضرت نانا جانؓ نے مہمان خانہ سے مسجد مبارک تک فرش لگوایا جس میں حضرت والد صاحب نے بھی کافی مالی حصہ لیا۔

۱۹۱۸ء میں انفلوائنزا کی وبا ملک ہند میں پھیلی۔قادیان میں بھی اس قدر بیماری کا زور رہا کہ شاید ہی کوئی گھرانہ اس کے حملے سے محفوظ رہا ہو اور اس کے سارے افراد اس مرض میں گرفتار نہ ہوئے ہوں۔حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بھی شدید طور پر علیل ہوئے۔آپ پر ضعف قلب اور برد اطراف کے شدید حملے ہوتے تھے۔باوجود ایسی علالت کے حضور نے اس مرض کے انسداد کے لئے ایک سکیم تیار کی اور ادویات کے لئے ایک معقول رقم حضور کو نواب صاحبؓ نے پیش کی اور قادیان اور اردگرد کے دیہات کے مریضوں کے علاج کے لئے صدر انجمن کے شفاخانہ اور ڈسپنسری کے علاوہ ایک جدید شفاخانہ کھولا گیا جس کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے سپرد تھا۔جہاں صاحبزادہ صاحب رات کے عموماً گیارہ اور بارہ بجے تک اپنے ہاتھ سے ادویہ دیتے تھے۔مرض کی شدت کا اس امر سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ ایک روز رات کے دس بجے سے دن چڑھنے تک بیت الدعا میں مصروف دعا رہے۔ [۲۸۶]

بزرگوں کی خدمت

بزرگوں کی خدمت اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ کسی خدمت کرنے والے کے محتاج ہیں بلکہ خدمت کرنے والا روحانی انتفاع کی خاطر نذر عقیدت کے رنگ میں یا تہادوا تحابوا کے ارشاد نبویؐ کی تعمیل میں ہدیہ پیش

کرتا ہے تا کہ بزرگ نفس احباب کے انفاس قدسیہ سے دعاؤں کے رنگ میں استفادہ ہو سکے جولوگ دعاؤں کی قدر و قیمت سمجھتے ہیں وہ اس طرز کی خدمت کی وقعت کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں دعاؤں کے لئے کسی نہ کسی قسم کے تعلق کی ضرورت ہوتی ہے۔ایک شخص کا واقعہ احباب کومعلوم ہے کہ اس کا قبالہ گم ہوگیا۔ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا کے لئے عرض کیا۔فرمایا حلوالا کر پیش کرو، وہ شخص بازار کولوٹا۔لیکن یہ خیال بھی اسے آتا تھا کہ اچھے بزرگ ہیں کہ دعا کی درخواست کرنے کے لئے حاضر ہوا اور انہوں نے حلوے کی فرمائش ڈال دی۔خیر حلوائی سے جوحلوا مانگا تو وہ ایک ورق میں ڈال کر دینے لگا۔نظر جو پڑی تو یہ وہی گم شدہ قبالہ تھا جواس نے لے لیا اور دوسرے ورق میں حلوا ڈلوا کر لے گیا۔اس بزرگ نے کہا کہ جا حلوا لے جا۔ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔صرف اس بات کی ضرورت تھی کہ دعا کے لئے تجھ سے کسی قسم کا تعلق پیدا ہو جائے۔سوایسے بزرگ نفس ایسے تحفہ تحائف کا اکثر و بیشتر حصہ دوسرے ضرورت مندوں کے احتیاج کے سد باب یا حد درجہ محتاجوں کے سدّ رمق کے مصرف میں لے آتے ہیں۔

مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب عبدالکریم صاحب قلاش نہ تھے اور نہ محتاج حضرت نواب صاحبؓ کبھی کبھار اظہار عقیدت کے طور پر کچھ نذرانہ وغیرہ پیش کر دیتے تھے۔یہ تھادوا تحابوا [۴۸۷] پر عمل تھا۔مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت والد صاحب اس رنگ میں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب اور کئی ایک بزرگوں کی خدمت کرتے رہتے تھے۔دوسری جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ اسی عقیدت کے جذبہ کی بناء پر آپ مدت العمر حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خدمت میں کھانا بھجواتے رہے۔

اقارب سے حسن سلوک

اقارب سے حضرت نواب صاحبؓ بہت ہی حسن سلوک اور مروت سے پیش آتے تھے۔رسوم کا ذکر کرتے ہوئے اس بارہ میں سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ’’رسوم کی بابت نواب صاحب ہمیشہ کہتے تھے کہ میں ان سے بہت ڈرا ہوا ہوں۔ان کے بدنتائج بہت دیکھے ہیں اسی لئے ان کا زیادہ مخالف ہوں۔یہ ایک کیڑا ہے اگر لگ جائے تو بڑھتا ہی ہے کم نہیں ہوتا اور اس بات میں کیا حرج ہے اتنے میں کیا ہوتا ہے۔یہی کہتے کہتے آدمی اسی چکر میں پھر گرفتار ہو جاتا ہے جس سے بمشکل نکلا تھا۔ان کا خیال تھا کہ جو رسوم خلاف شرع نہیں ہیں وہ انسان کبھی کر لے کبھی چھوڑ دے اور ان کا پابند نہ ہو جائے تو اس حد تک بے شک حرج نہیں۔مگر اپنے تشدد کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ عام مسلمان اب رسموں میں اس بری طرح جکڑے گئے ہیں کہ جب تک ان کا پوری طرح قلع قمع نہ کیا جائے گا۔۔اس بلا سے چھٹکارا ممکن نہیں جس طرح نشے کا لپکا جب

ہی چھٹتا ہے جب یکدم اس کو قطعی چھوڑ دے اگر ایک تمبا کو خور ذرا بھی پھر منہ کو لگا لے تو وہ پھر چسکا پڑ کر ضروری ہے کہ دوبارہ اس عادت کو اختیار کر لے گا۔کسی شادی پر عزیزوں کو کچھ نہ دیتے تھے نہ لیتے تھے مگر وہی بھتیجیاں بھانجیاں جب ملنے آتیں یا خود باہر سے آتے تو ضرور ہی ان کو تحفہ یا روپیہ دیتے ۔اپنی سوتیلی بہنوں کو بھی برابر ان کی زندگی بھر جیب خرچ دیا اور اس کے علاوہ بھی جب بھی وہ آتیں روپیہ دیتے یا بھیج دیتے اسی طرح سوتیلی بھتیجیوں کو بھی ۔بعض لوگ کہتے کہ نواب صاحبؓ خود تحفے تحائف دے دیتے ہیں مگر لیتے نہیں ۔بوفاطمہ بیگم مرحومہ کو چونکہ نواب صاحبؓ سے شدید محبت تھی اس لئے انہیں خصوصیت حاصل تھی ورنہ اوروں کے متعلق سگے سوتیلے کا فرق میں نے ان میں نہیں دیکھا۔میاں احسان علی خاں سوتیلے بھتیجے ہیں مگر کبھی تو مجھے خیال ہوتا تھا کہ یہ شاید ان کو سب سے زیادہ عزیز ہیں ۔''

آپ کے برادر نسبتی کرنل اوصاف علی خاں ابھی بچہ ہی تھے کہ یتیم ہو گئے ۔اسی طرح کرنل صاحب کی ہمشیرگان بھی بالکل چھوٹی ہی تھیں ۔کرنل صاحب کی جاگیر کا انتظام نواب صاحبؓ نے نہایت اعلیٰ طور پر کیا اور ان کو بہترین تعلیم دلوائی اور ریاست نابھ میں اعلیٰ ملازمت دلوائی چنانچہ آپ وہاں کمانڈر انچیف رہے۔اسی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے باعزت اور باحیثیت زندگی بسر کی اہلیہ اول کی وفات کے بعد نواب صاحبؓ نے دوسری ہمشیرہ نسبتی سے شادی کر لی اور تیسری کا نکاح بھی اپنے زیر انتظام اچھی طرح کرایا۔(م)

دنیادار لوگوں کی طرح حسد اور بغض حضرت نواب صاحبؓ کے دل میں نہ تھا اپنے چھوٹے بھائی کی ترقی پر جن کا گورنمنٹ میں کافی رسوخ تھا کبھی برا نہیں منایا بلکہ ہمیشہ ان کی ترقی کے خواہاں رہے اور خوشی محسوس کرتے تھے بعض اقارب کو وظیفہ دے کر تعلیم دلوائی انہیں بہترین مشورہ دیتے اور ان کی ہمدردی کے باعث مرض الموت میں بھی سب کو تبلیغی خطوط لکھے ۔(ع)

مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ چونکہ ریاست سنی تھی اس لئے ہمارے دادا صاحب نے شیعہ ہونے کی وجہ سے شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ایک نیا گاؤں آباد کیا جس کا نام شیروانی کوٹ رکھا یہاں سے محرم میں جلوس وغیرہ نکلتا تھا۔لیکن حضرت والد صاحبؓ نے شیعیت کو چھوڑا پھر بھی جلوس وغیرہ اسی راستہ سے گزرتا تھا چونکہ ایسے مواقع پر آوارہ منش لوگ جمع ہوتے ہیں ۔اور وہ ہماری دیواروں پر آکر بیٹھ جاتے پھر یہ کہ شہر کے جانور اس راستے سے گزرتے اور گرد اُڑ کر آتی ان امور کو مدنظر رکھ کر ریاست سے زمین کا تبادلہ کر کے سڑک قریباً دوسو گز پیچھے ہٹا دی دوسرے بھائی جو شیعہ تھے وہ بھلا کب پسند کر سکتے تھے کہ وہ سڑک جس پر سے جلوس نکلا کرتا تھا۔اب نہ نکلے ۔ریاست ہماری تائید میں تھی ۔ریاست نے انہیں پرانی

سڑک پر سے جلوس نکالنے کی ممانعت کردی۔اب ان شیعہ شرکاء کا ریاست سے جھگڑا شروع ہوگیا۔ ہمارے چچازاد بھائی میاں احسان علی خاں صاحب نے نواب صاحبؓ کی وفات کے بعد ذکر کیا کہ میں نے اس تنازع کے دوران میں اپنے کسی ذاتی امر کے متعلق نواب صاحبؓ مرحوم سے مشورہ کیا اور آپ نے ایسا صحیح مشورہ دیا کہ میرے والدین بھی زندہ ہوتے تو ایسا صحیح مشورہ نہ دے سکتے حالانکہ اگر چاہتے تو کوئی غلط مشورہ دے کر کسی الجھن میں ڈال دیتے۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ اپنے رشتہ داروں سے دینی معاملات میں نواب صاحبؓ جتنی خشکی کا سلوک کرتے تھے اور کسی امر میں ان میں سے عزیز ترین کا بھی اثر نہ لیتے تھے اُسی قدر دنیوی امور میں ان کے ہمدرد ان سے محبت کرنے والے۔ بہترین صلاح کار اور ان کے ساتھ سچی ہمدردی رکھنے والے ثابت ہوتے تھے۔اور اس کا ان سب پر اثر تھا۔ بڑے سوتیلے بھائیوں کا بے حد ادب کرتے اور تبلیغی خطوط میں بھی ان کو جناب سے مخاطب کرتے تھے۔کسی پر اثر ہوا یا نہ ہوا مگر انہوں نے عمر بھر ہر موقعہ پر عزیزوں میں تبلیغ کی۔آپ کے سب عزیز نواب والیٔ مالیرکوٹلہ تک فریق مخالف ہونے کے باوجود آپ کو ایک صادق انسان اور ہر ایک کا سچا بہی خواہ جانتے تھے اور ہر مشکل معاملہ میں خواہ ان کا ذاتی ہو مشورہ چاہتے تھے۔اور جھگڑوں کی صورت میں اکثر آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔نواب صاحب والیٔ مالیرکوٹلہ کو آپ کے مشورہ پر بڑا اعتماد تھا، وہ عموماً مشورہ لیتے اور اسی پر عمل کرتے اور ان کی خواہش ہوتی کہ آپ مالیرکوٹلہ میں رہیں تا کہ وہ مشکلات کے وقت آپ سے مشورہ لے سکیں۔آپ بھی بہت دیانتداری کے ساتھ مشورہ دیتے تھے۔

ذیل میں نواب صاحب کا خط نواب احمد علی خاں صاحب کے نام درج کیا جاتا ہے مؤخر الذکر اس وقت اپنے والد نواب ابراہیم علی خاں کی علالت کے باعث بطور سپرنٹنڈنٹ ریاست کام کرتے تھے،اس خط سے نواب صاحب کے علو اخلاق اور اقارب سے حسن سلوک اور اقارب کی طرف سے آپ کی تکلیف کا ذکر ہے۔اس خط کا ایک حصہ بخوف طوالت درج نہیں کیا جا سکا لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب احمد علی خاں کی طرف سے سلوک اچھا نہ تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ سرکاری طور پر نواب لوہارو جو ریاست میں متعین تھے۔ان کا رویہ اچھا نہ تھا اور ان کے اکسانے سے نواب احمد علی خاں صاحب کی طرف سے نامناسب سلوک ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نواب صاحب مکرم و معظم سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔کوٹلہ سے بعض خطوط اور واقعات نے مجھ کو تحریک کی ہے کہ میں آپ کو یہ خط لکھوں آپ سے پہلے بھی میری کئی ایک پرائیویٹ گفتگوئیں ایسے معاملات میں ہوئی

ہیں اور مجھ کو اعتراف ہے کہ آپ نے مہربانی سے میری معروضات پر التفات ہی کیا ہے اور بلکہ ان کا اثر اس وقت میں نے آپ پر پایا ہے مگر معلوم نہیں کہ کثرت مشاغل یا بعد زمانہ کے سبب سے ان امور کا ذہول ہو جاتا ہے یا باوجود یاد ہونے کے دوسرے امور ان پر غالب آ جاتے ہیں اور پھر جناب وہی راہ اختیار فرمانے لگتے ہیں جس سے نہ اپنے فائدے کے لئے بلکہ آپ کے فائدہ کے لئے محض ہمدردانہ طور سے آپ کو روکنے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں اس وقت کوٹلہ میں ہوتا تو آپ کے حسن اخلاق پر جیسا کہ پہلے میں نے عمل دیکھا ہے بھروسہ کر کے آپ کی خدمت میں پھر عرض کرتا اور اب بھی انہیں اخلاق کے سبب سے

کرمہائے تو مارا کرد گستاخ

اس نیاز نامہ کے لکھنے کی جرأت کی ہے میں امید کرتا ہوں کہ جناب ٹھنڈے دل سے میری اس عرض کو سنیں گے۔ اور اگر کوئی لفظ داروئے تلخ کی طرح خلاف مزاج معلوم ہو تو رفع مرض کے خیال سے یا عفو کے ساتھ معاف فرمائیں؟

جناب کو معلوم ہے کہ آپ کے اس دَورانِ سپرنٹنڈی میں (کیونکہ آپ اس عرصہ کی شہادت دے سکتے ہیں) میری پالیسی نیوٹرل رہی ہے اور ہر طرح کے انٹریگ (Intrigue) سے میں الگ رہا ہوں اور حتی الامکان فتنہ کا فر کرنا میری غرض رہی ہے جناب سے اور اسی طرح دیگر اہل قرابت وغیر قرابت سے نہ مخالفانہ نہ موافقانہ برتاؤ رہا ہے اور کسی مخالف یا موافق سازش میں شریک نہیں ہوا ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر کسی نے کوئی مشورہ طلب کیا تو بے ضرر رائے جو اس کے لئے مفید دیکھی دے دی یا بعض اوقات آپ کی خدمت میں بعض باتیں عرض کیں جن کا نتیجہ آخر تجربہ کے بعد آپ نے میری گفتگو کے مطابق پایا چنانچہ کوٹلہ کے لوگوں کے ساتھ بے تکلفانہ بلا امتیاز حفظ مراتب نرمی کے برتاؤ کی بابت میں نے عرض کیا تھا کہ آپ کا رعب جاتا رہے گا۔ چنانچہ جناب نے دیکھ لیا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ یہ لوگ کہاں تک بھروسہ کے قابل ہیں۔ پھر رشتوں کے معاملات میں آپ سے عرض کی تھی کہ ان میں آپ اپنی خواہش ظاہر نہ فرمائیں ورنہ ناکامی ہوگی وہ بھی ظاہر ہے۔ اور باقی امور بھی آپ پر روشن ہیں۔ بھائی صاحب خاں صاحب محمد یوسف علی صاحب مرحوم کی وفات پر بھی میں نے عرض کیا تھا۔ اس وقت اگر جناب مہربانی سے میری عرض کو قبول نہ کرتے تو جناب کو معلوم ہی ہے کہ بڑی ناراضگی پھیلنے کا اندیشہ تھا اور میری اس عرض کو قبول کرنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت تک کوئی بات آپ کے خلاف مزاج نہیں ہوئی اور جو آپ چاہتے تھے وہ سب کچھ ہوا۔ مگر کوئی شورش نہیں ہوئی تمام امور امن وامان سے طے پا گئے۔ مگر بعض غلطیاں اس بارہ میں اس وقت عرض کی گئی تھیں وہ بعض اب تک موجود ہیں اور ان پر التفات کسی وجہ سے نہیں فرمایا گیا اور وہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اب بھی خیر خواہانہ طور سے عرض کرتا ہوں کہ جناب دور اندیشی کو کام میں لا کر انجام دیا کریں کہ ’’آخر بیں مبارک بندہ است‘‘ معاف فرماویں گو اس وقت جناب حکام رس ہیں اور حکام کے دل میں جناب کی عزت بہت بڑی ہے کہ جناب سنبھل جائیں ورنہ افسوس سے کہنا پڑے گا۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

آپ کے متعلق ایسی بے تکلفی کی حالت میں جو کچھ مجھ کو معلوم ہوتا رہا ہے یہ ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی سے لے کر بڑے سے بڑے تک آپ سے ناراض ہیں اور بے رغبتی کا یہ عالم ہے کہ جو کچھ لوگ منہ سے کہنا چاہتے ہیں علانیہ کہہ گزرتے ہیں اور وہ باتیں وثوق سے کہتے ہیں کہ جو آپ کی شان ریاست یا منصب سپرنٹنڈی کے لئے موزوں نہیں آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ حکام کو اطلاع نہیں پہنچتی بلکہ آپ کو یقین ہے کہ ضرور پہنچتی ہے اور وہ مفید نہیں ہے۔ اگر کسی مظلوم کی آہ یا کسی بیوہ کی پکار پر خداوند تعالیٰ جو دانا و بینا ہے۔ اور جس کی یہ ڈھیل آپ کے لئے مفید نہیں بلکہ خطرناک ہے توجہ کی تو پھر خدا کی پناہ

چراغے کہ بیوہ زنے بر فروخت بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از درحق بہر استقبال مے آید

جناب کو معلوم ہے کہ حکام کی خوشی یا ناراضگی ایک عارضی ہے اصل خوشی یا ناراضگی اس الرحمٰن الرحیم کی ہے جو مالک یوم الدین ہے اگر وہ مہربان ہے تو کل مہربان۔ پس جناب چند منٹ غور فرمائیں کہ کیا یہ سب امور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ امور ہیں اور پھر اس کی مصالحت کی یا فَـاْذَنُـوْا بِـحَـرْبٍ مِّـنَ اللهِ [۲۸۸] کی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے خداوند تعالیٰ کی گرفت سے ڈرنا چاہئے۔ اور اس کی پکڑ نہایت سخت ہے اور اس کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ اور وہ اچانک آپڑتی ہے جناب بے غرضانہ عدل وانصاف پر کمر باندھیں خداوند تعالیٰ سے صلح فرمائیں پھر خداوند تعالیٰ خود آپ کا مددگار اور کفیل ہوگا آپ خیال فرمائیں کہ ضحاک کی بارعب سلطنت کو ایک لوہار کاوا نے کس طرح تہ و بالا کر دیا تھا ذرا سی بات اگلی پچھلی سب کو بگاڑ دیتی ہے۔ جناب اس وقت کو ذرا تھوڑا سا خیال فرمائیں جو کمشنر صاحب بہادر کے سال گزشتہ کے آنے پر نمونتہً ہم دیکھتے ہیں کہ ذلیل آدمی نے کس طرح پر آپ کو اور آپ کے محکمہ کو تکلیف دی اور اب پھر وہ آیا اپنے کئے پر پشیمان ہے۔ یا اس کی جرأت دوبالا ہے یہ کیوں؟ اس کا جواب جناب خود ہی دے سکتے ہیں۔ پس آخر میں نہایت بے غرضانہ طور سے استدعا ہے کہ آپ خدا کے لئے اپنے طرز عمل کو بدلیں۔

خدمات سلسلہ

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت نواب صاحبؓ نے کیا مالی کیا حالی اور کیا قالی غرضیکہ ہر رنگ میں سلسلہ کی بیش از بیش خدمات سرانجام دیں جس کی تفصیل آگے آتی ہے اوران کا قدم ہر لحظہ شاہراہ ترقی پر گامزن رہا اورانہوں نے سلوک کی بہت سی منازل طے کیں اوراللہ تعالیٰ نے بھی ان کواوران کی اولاد کواپنے خاص فضل سےاور بےنظیر رنگ میں نوازا۔و ذالک فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاء۔

تبلیغ

ان خدمات جلیلہ میں سے تبلیغ بھی ہے۔حضرت نواب صاحبؓ جن حالات میں کفر گڑھ سے اپنی شجاعت سے نکل آئے تھےایسی دلیری کا اظہار ہرایک سے ممکن نہیں۔حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتہائی محبت رکھنےاورآپ کی خاطر قوم کی مخالفت سہیڑنے کے باوجودآپ کے چچا ابوطالب مرتے وقت بھی جب کہ دنیا کے علائق منقطع ہوتے یقینی طور پرنظر آتے ہیں،اپنی قوم کے خیال سے ایسی دلیری کا اظہار نہ کرسکے۔بیعت کے تعلق میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت اقدسؑ نے نواب صاحبؓ کے بیعت کومخفی رکھنے کو پسند نہ کیا۔اورآپ نے حضورؑ کے ارشاد پراعلان کے لئے عرض کردیا۔آپ طبقۂ امراء کے لئے خصوصاًاوردوسروں کے لئے عموماً عملاً حجت ٹھہرے کہ ایسا رئیس جب دین کی خاطر علائق دنیویہ کوپس پشت ڈالتے ہوئے امام الزماں پرایمان لاکر بڑی سے بڑی قربانی کرسکتا ہےتو دیگرامراء کیوں نہیں کرسکتے اورعوام کے لئےتو کوئی عذر باقی ہی نہیں رہتا۔

آپ کی بیعت اور پھرآپ کی فدائیت کا اعلیٰ نمونہ مجسم تبلیغ تھا آپ نے تبلیغ سے کسی قسم کا دریغ نہیں کیا۔☆ اس تعلق میں بعض باتوں کا آپ کی ڈائری سے علم ہوتا ہے جو درج ذیل کی جاتی ہیں تحریرفرماتے ہیں۔

۱۳؍جنوری ۱۸۹۸ء۔’’ایک خط مولوی عبداللہ صاحب کولکھنا شروع کیا۔مراد آپ کے استاد مولوی عبداللہ صاحب فخری ہیں جن کی تحریک پرآپ نے حضرت اقدسؑ سے خط وکتابت شروع کی تھی۔

۱۵؍جنوری ۱۸۹۸ء’’نماز تہجد کے بعد استخارہ کیا کہ آیا مجھ کوحضرت اقدسؑ (کی) تائید میں لکھنا چاہئے

☆ آپ کے تین تبلیغی خطوط جومحفوظ ہیں درج ذیل کئے جاتے ہیں ان کے علاوہ دومکتوب مورخہ ۰۲-۹-۲۷،۰۴-۶-۱۴ پہلے ہجرت کے ذکر میں درج ہو چکے ہیں اور بہن کے نام ایک مکتوب الحکم بابت ۰۳-۸-۱۰میں شائع ہو چکا ہے۔مولوی عبداللہ صاحب فخری جس کو آپ ۱۲؍فروری ۱۹۰۲ءکوتحریرفرماتے ہیں۔

کہ نہیں اور دوسرے مولوی محمد حسین (بٹالوی مؤلف) کے اشتہار کا جواب دینا چاہئے کہ نہیں جس میں انہوں نے ہم چار شخصوں کو مخاطب کیا ہے۔‘‘

بقیہ حاشیہ:- ۱۲؍فروری ۱۹۰۲ء بسم اللہ الرحمن الرحیم دارالامان قادیان

بنام مولوی عبداللہ صاحب فخری

مولوی صاحب مکرم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ معلوم نہیں آپ کہاں ہیں۔ یہ خط کسی امید پر نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ دلی ہمدردی سے لکھا جاتا ہے۔ اب ہمارے تعلقات بالکل منقطع ہیں۔ میں نے ان تعلقات کو بہت بنانا چاہا مگر آپ کے تلوّن نے نبھنے نہ دیا۔ اب صرف اس سبب سے کہ آپ میرے استاد ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ آپ اس سعادت سے محروم رہیں جس سے میں فائدہ اٹھارہا ہوں اور بڑی تپش اور تحریک جو مجھ کو اس خط کے لکھنے پر مجبور کرتی ہے وہ یہ بھی ہے کہ اس سعادت عظمیٰ کے رہنما آپ ہی تھے۔ مگر بمصداق آگ لگا جمالو دور کھڑی۔ آپ الگ ہوئے نہایت تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ میرے اس طرف آنے کی ابتداء اور آپ کے الگ ہونے کی ابتداء اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ مجھ کو نہ امید ہے کہ آپ پر میری یہ تحریر کچھ اثر کرے گی اور نہ کسی سابقہ تعلق کو پیدا کرنے کے لئے یہ تحریک ہے بلکہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو پیدا کیا میں نے صرف اس لئے آپ کو یہ خط لکھا ہے کہ شاید پھر صراط مستقیم پر آجائیں کیونکہ جب میں آپ کے اس خواب کو غور کرتا ہوں جس میں آپ نے طیور خوش رنگ کا ایک مجمع دیکھا تھا اور اس میں ایک بڑا جانور وجد میں تھا اور کوئی چیز سفید وہ سب کھاتے تھے۔ مگر اس خوراک کا ذریعہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ حالت بعینہٖ یہاں ہے۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں آپ کو امام وقت سے تین چیزوں نے علیحدہ کیا۔ (۱) بدظنی (۲) عدم تحقیقات (۳) بے ادبی۔ اگر آپ باادب صادق حق جو کی طرح سے ٹھنڈے دل سے غور اور فکر کرتے تو آپ کو ہرگز ٹھوکر نہ لگتی۔ باتیں بڑی ہیں غور کرلو آتھم کہاں ہے؟ لیکھرام کو کیا ہوا؟ احمد بیگ کس کونے میں ہے؟ محمد حسین کیوں خاموش ہے؟ مکذبین پر کیا گزری؟ اس جماعت اور دوسرے لوگوں میں نسبتاً کیا فرق ہے؟ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ ۔ جس نے اپنے وقت کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ میں اسی لڑکے کی طرح جو آگ میں ڈالا گیا تھا اور اس نے ماں اور قوم کو اس آگ میں بلانے کے لئے فریاد کی تھی۔ اس وقت کہہ رہا ہوں کہ دیکھو وقت جاتا ہے آنکھیں کھولو موت کا کچھ پتہ نہیں کب آجائے قابل غور یہ امر بھی ہے کہ اس وقت قحط، وبا اور امراض مختلفہ کیا عذاب خدا نہیں اور کیا زمانہ میں

۱۶؍جنوری ۱۸۹۸ء۔ ’’آج بھی استخارہ کیا۔‘‘ ۱۷؍جنوری ۱۸۹۸ء۔ ’’نماز ظہر کے بعد آج بھی استخارہ

بقیہ حاشیہ:- بے حد خرابی نہیں آ گئی اور باوجود خرابی کے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وما کنّا معذّبین حتّٰی نبعث رسولا ۔[۱۸۹] پس غور کرو کون رسول آ گیا جس کی تکذیب کی بلاؤں میں ہندوستان مبتلا ہوا ہے۔ میں جلدی میں صرف نوٹ سے لکھ رہا ہوں مجھ کو اس وقت فرصت نہیں۔ حضرت اقدسؑ کے ساتھ سیر کو جانا ہے اس وقت حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود جری اللہ فی حلل الانبیاء سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے ہیں اور بہت معارف وحقائق بیان فرمایا کرتے ہیں۔ یہاں ہندو اور عیسائی مسلمان بن کر فیض اٹھا رہے ہیں قریباً ہر قسم اور ہر ملک کے لوگ آ گئے ہیں۔ ہر روز قدم آگے ہے پیچھے نہیں۔ میں نے بھی ارادہ کیا ہے کہ ہجرت کر کے یہاں ہی رہوں۔ خدا تعالیٰ پورا کرے بڑا ہی بدنصیب ہے جو یہاں سے دور ہے۔ آؤ اور جلد آؤ اور دیکھو کہ کیا فضل خدا ہو رہا ہے۔ مگر ادب کے ساتھ حق جوئی کے لئے صحبت کا فائدہ اٹھانے کے لئے خوردہ بینی اور بدظنی کو پھینک کر۔

راقم محمد علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ

نواب محمد احسن علی خاں صاحب نے اپنے خط مورخہ ۰۲-۲-۱۵ میں تحریر کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں ہے آپ حضرت مولوی نورالدین صاحب کو کہہ دیں کہ حضور کا جو اخبار اشتہار اور مضمون شائع ہو مجھے قیمتاً بھجوا دیا کریں۔ (بقیہ امور جواب سے ظاہر ہیں) اس کے جواب میں حضرت نواب صاحب نے ذیل کا خط تحریر فرمایا۔

۲۶؍فروری ۱۹۰۲ء

بھائی صاحب مکرم و معظم سلمکم تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ جناب کا والا نامہ پہنچا جواباً عرض ہے۔

۱- ....

۲- بے شک مجھ کو یہاں آئے عرصہ ہو گیا مجھ کو یہ عرصہ بہت تھوڑا معلوم ہوتا ہے۔ ایک تو یہاں فرصت بہت قلیل دوسرے ابتداء سے کوتاہ قلم ہوں اس لئے ارسال عریضہ سے قاصر رہا۔ ہم سب تادم تحریر خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیریت ہیں۔

۳- جناب کا نامہ والا بجنسہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کو دکھلا دیا تھا الحمدللہ کہ جناب کی توجہ اس طرف ہوئی ہے۔

۴- جناب نے مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ میں کب آؤں گا اور بعض مقدمات کا انفصال میرے آنے

کیا اور حضرتؑ کو دعا کے لئے لکھا کہ میں جو لکھنا چاہتا ہوں اس میں شرح صدر ہو۔ اور کوئی لوث نہ ہو اور لوگوں کو فائدہ ہو۔''

۱۸ رجنوری ۱۸۹۸ء'' آج میں (نے) مضمون لکھنا بھی شروع کیا یہ مضمون حضرت اقدسؑ کی تائید میں

بقیہ حاشیہ:- پر موقوف ہے اس کی بابت عرض ہے کہ فی الحال میں کوئی تاریخ اپنے آنے کی عرض نہیں کر سکتا۔ مجھ کو امراض نزلہ وغیرہ جو لاحق رہتے ہیں ان کا علاج حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب فرما رہے ہیں اور امراض روحانی کا علاج حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود و امام آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ایسے چشمۂ روحانی سے طالبان حقیقت کا علیحدہ ہونا گویا سکندر کا آب حیواں سے علیحدہ ہونا ہے یا ایک طالب کا مطلوب سے علیحدہ ہونا۔ ہم لوگ جس شخص کا انتظار کر رہے تھے اور جس کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونے کا ہم کو ارمان تھا وہ امام الوقت آ گیا اور خداوند تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو وہ چشم بینا عطا فرمائی کہ ہم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کی جماعت میں داخل فرمایا **فالحمد للہ علی ذالک** اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ہم نے اس کو نشانوں سے پہلے قبول کیا اور خداوند تعالیٰ (نے) آسمان اور زمین سے اس کی تائید میں نشان بارش کی طرح برسائے اور پھر یہ بڑا فضل کیا کہ اس مسیح کی جو محی اور ممیت اور خالق مسلمانوں نے سمجھا تھا اور اس کی خدائی صفات برخلاف ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے رکھی تھیں ہم کو وہ مسیح عطا فرمایا **جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء** [۲۹۰] ہو کر اور بروز محمدی کے سبب سے ظل محمدی بن کر آیا اور اس طرح ہم کو اس بڑے شرک سے نجات دی جو مسیح کے سبب سے دنیا میں پھیل رہا تھا اور خونی مہدی کے انتظار سے ہم کو چھڑایا۔ اور اس طرح ہم کو اپنے سلطان وقت کے نہ صرف زبانی بلکہ ایمانی خیر خواہ بنایا یعنی اپنی شرائط بیعت میں حضرت مسیح موعودؑ نے قرار دیا ہے کہ گورنمنٹ کے قیام کے لئے ہم خیر خواہ اور بہی خواہ رہیں اور اس گورنمنٹ کے قیام کے لئے ہم جاں نثار ہیں کیونکہ اس نے اپنے عدل و انصاف سے جو امن دے رکھا ہے اس کی تواریخ سابقہ و حال میں نظیر پائی نہیں جاتی بلکہ اس وقت کی اور سابقہ اسلامی سلطنتوں میں بھی خاص مسلمانوں کو نہ یہ امن حاصل ہے اور نہ حاصل تھا پس ایسی منصف گورنمنٹ کی شکر گزاری واجب۔ **مـــن لـم یشکـر الـنـاس لم یشکر اللّٰہ** ۔[۲۹۱] یعنی جو لوگوں کی شکر گزاری نہیں کرتا وہ اللہ کی بھی شکر گزاری نہیں کرتا۔ اس امام وقت نے جہاد سیفی یعنی تلوار کی جہاد کو قطعاً بند کر دیا اور اسی طرح بند کر دیا جس طرح قرآن شریف اور حدیث نبوی میں آیا تھا۔ قرآن شریف میں تو ہے حَتّٰـی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا [۲۹۲] اور حدیث شریف میں ہے۔ **یضع الحرب** [۲۹۳] یعنی مسیحؑ کے زمانہ میں جہاد قطعاً بند کرے گا......

ہوگا‘‘

۱۹؍جنوری ۱۸۹۸ء ’’ایک خط مولوی عبداللہ صاحب (مراد فخری صاحب مؤلف) کو لکھا اور ایک خط

بقیہ حاشیہ:- باقی رہا میرے بغیر انفصال مقدمات کا التوا سو اگر کوئی معاملہ خلاف شریعت نہیں محض ریاستی ہے تو جب آپ تین صاحب ہیں تو پھر میری رائے کی ضرورت ہی کیا؟ آپ تینوں صاحب ایسے امور میں جو کریں گے وہی میری رائے ہوگی۔ بزرگوں اور خوردوں کو سلام علیک۔

راقم محمد علی خاں

آپ کو دونی چند صاحب پلیڈر نے ذیل کا خط ارسال کیا۔

از جگرانو ضلع لودھیانہ ۲۸؍فروری ۱۹۰۲ء

عالی جناب۔ نمستے۔ میری التماس سنے بغیر یہ نہ فرمایئے گا کہ

کیستی تُو با ما چہ مُدّعا داری

میں وہ مہجور ہوں جس کو آپ کے ایام طفولیت میں انبالہ وارڈ اسکول کی ٹیچر شپ کا افتخار حاصل تھا اور جس کو آپ نے اس بائیس سال کے عرصہ میں کبھی بھولے سے بھی یاد نہ فرمایا۔

حریف بزم تو بودم چو ماہ نو بودی
کنوں کہ ماہ تمامی نظر دریغ مدار

میں ان دنوں جگرانو میں ہوں اور جگرانو کے دیہات نواحی میں پلیگ پھیل رہا ہے۔ عنقریب جگرانو بھی اس بلا میں مبتلاء ہوتے نظر آتا (ہے) ضرورت وقت نے آپ کے اقتدار کی یاد دلائی ہے۔ وہ یہ کہ جگرانو میں پلیگ پھیلنے کی صورت میں باہر میدان میں رہنا مفید مگر بلا خیموں کے جنگل کی بودوباش ناممکن ہے اس لئے متکلف خدمت (ہوں) کہ اگر آپ کی سرکار سے ایک خیمہ موقع پر عنایت ہونے کا ارشاد (ہو) تو اس بَن باسی کی مصیبت کا خیال وبال جان نہ رہے گا۔ اور بحفاظت تمام جلد واپس کیا جائے گا۔ مجھے انبالہ وارڈ سکول کے......نقوش یقین دلا رہے ہیں کہ میری درخواست پر ایک فیاض دل سے بندگان نواب صاحب توجہ فرماویں گے۔

راقم منتظر جواب خاکسار دونی چند پلیڈر از جگرانو ضلع لدھیانہ

جواباً آپ نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم دارالامان قادیان

۴؍مارچ ۱۹۰۲ء

بقیہ حاشیہ:- منشی صاحب مکرم سلامت۔سلام۔میں آپ کواسی لقب سے مخاطب کرتا ہوں جس لقب سے ایام طالب علمی میں آپ کومخاطب کرتا تھا۔اللہ اللہ کیا سچا مقولہ ہے کہ یارزندہ وصحبت باقی۔آپ کا مدرسہ سے جانا اور پھر پتہ تک کا مفقود ہو جانا۔طرح طرح کی آپ کی نسبت افواہوں کا سننا۔خلاصہ یہ کہ اب تک مجھ کو آپ کا پتہ نہ معلوم تھا۔ایک دفعہ سردار بلونت سنگھ صاحب سے آپ کی بابت سنا تھا مگر انہوں نے بھی پورا پتہ نہ دیا۔الحمدللہ کہ آپ نے سبقت کی میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس عذر کو معقول سمجھیں گے کہ آپ نے مدرسہ چھوڑ کر کبھی بھی مجھ کو اپنا پتہ تک نہ بتلایا۔میں اس وقت جب کہ لکھ بھی نہ سکتا تھا۔دو چار سے آپ کی بابت پوچھا پتہ نہ چلا بلکہ ایک دو دفعہ لدھیانہ میں آپ کی تلاش بھی کی مگر بے سود۔آخر خاموش ہو گیا۔چونکہ مجھ کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے اور آپ کے حسن اخلاق نے اپنے شاگردوں کے دل کو مسخر کر لیا تھا۔اس لئے بارہا آپ کا ذکر خیر آتا رہا۔

منشی صاحب! زمانہ نے بڑے انقلاب کھائے آپ پلیڈر بنے اور معلوم نہیں آپ کو کہاں تک جھوٹ سچ سے سابقہ پڑا اور کہاں تک کامیابی ہوئی اور اب آپ غالباً سفید ریش ہوں گے۔اور پیری کی برف باری شروع ہوگئی ہوگی۔کیونکہ آپ کا یہ شاگرد جوان ہوا۔وارڈ سکول سے اچی سن کالج لاہور میں ۱۸۹۱ء تک رہا۔پھر کورٹ کھلنے پر گھر آیا۔اب ریش سفید ہونے لگا ہے۔آپ کے اس وقت کے عقائد یہ تھے کہ مجھ کو آپ ایک ہندو شیعہ نما معلوم ہوتے تھے۔مولوی رجب علی خاں صاحب کے گھرانے کے اثر سے آپ بظاہر ہندو بہ باطن مسلمان اور پھر شیعہ مسلمان نظر آتے تھے اور میں اس وقت شیعہ تھا۔اور میری شیعیت کو آپ نے اور پختہ کیا۔آپ مدرسہ سے گئے۔تماشا کا پردہ گرا۔زمانہ نے دوسرا ایکٹ شروع کیا، لالہ دیوی پرشاد آئے۔سخت گیر اور سخت متعصب تھے۔خیر اسی طرح زمانہ گزرتا گیا میرے اعتقادات میں رفتہ رفتہ تبدیلی شروع ہوئی۔تحقیقات کے سہارے اور خداوند تعالیٰ کے فضل سے دل میں جنبش ہوئی، رفتہ رفتہ مجھ کو شیعیت سے بیزار ہونا پڑا۔اور اس سے بیزار ہوتے ہی اس شخص سے واسطہ ہوا کہ جس کا انتظار زمانہ کرتا تھا، اور شیعہ سنی تو دست بدعا تھے آخر منادی نے ندا کر دی کہ جس نے آنا تھا آ گیا، وقت کا مجدد۔ہندوؤں کا کرشن امام آخرالزماں مسیح موعود اور مہدی معہود آ گیا۔محض خدا کے فضل نے رہبری کی اور اس امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ ۱۸۹۰ء سے مجھ کو اس تعلق کا فخر حاصل ہے آپ اول تو میری عبارت سے سمجھ گئے ہوں گے۔مگر بہ نظر احتیاط ظاہر کئے دیتا ہوں کہ یہ رسول وقت حضرت مرزا غلام احمد ہیں۔مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ کے اعتقادات وہی سابقہ ہیں یا

کے نام کا خط سن کر خوش ہوئے۔‘‘

بقیہ حاشیہ:- ان میں بھی کچھ ترمیم ہوئی ہے پس بفحوائے آنچہ برخود نمے پسندی بر دیگراں ہم مپسند ۔ چونکہ میں اس امام آخر الزماں سے بے تعلقی کو ہلاکت سمجھتا ہوں اس لئے میرے دل میں تحریک ہوئی کہ میں آپ کو بھی تبلیغ کر دوں تا کہ میرا استاد جو میری خورد سالی میں مجھ پر مہربان تھا۔اور اس کی خندہ پیشانی پر رشد برستا تھا۔ وہ خدا کے عذاب میں نادانستہ مبتلا نہ ہو۔پس اپنے میں حق شاگردی کو ادا کرنے کے لئے میں نے یہ جرأت کی ہے۔

سنیئے منشی صاحب! تمام اقوام ایک شخص کے آنے کے منتظر ہیں۔ یہودی عیسائی اور مسلمان مسیحؑ کے آنے کے منتظر ہیں اور ہندو بھی ایک دیوتا صاحب کے اور سکھ ایک گرو کے آنے کے منتظر ہیں۔اسی طرح اور دوسری اقوام سے پوچھا جائے تو وہ بھی کسی نہ کسی کے منتظر پائے جائیں گے۔معاف فرمائیں مجھ کو اس لکھنے کی اس لئے بھی جرأت ہوئی کہ آپ نے طاعون کی بلا سے بچنے کے لئے خیمہ طلب فرمایا ہے۔پس میں نے فرض سمجھا کہ آپ کو ماسوا اس کپڑے کے خیمے کے ایسا خیمہ بتلاؤں جو واقعی اس مامور من اللہ یعنی طاعون کے لئے خیمہ ہے۔مسلمانوں کے ہاں قرآن شریف اور احادیث سے جو آثارات ثابت ہوتے ہیں وہ سب درست پائے گئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ اسلام سب ادیان پر غالب آئے گا۔اونٹوں کی سواری بند ہوگی دختر کشی کی بابت سوال ہوگا۔اخبارات کی کثرت ہوگی۔زمین اپنے بوجھوں کو باہر پھینکے گی اور پھر از سر نو تبدیلی پیدا ہوگی وغیرہ۔قرآن شریف (سے) بدیہی طور سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مسلمانوں میں سے ہوگا۔اس زمانہ میں کسوف خسوف ہوگا۔احادیث صحیحہ میں بھی بڑی شدومد سے مسیح کے نزول اور اس کے مسلمانوں میں سے ہونے اور اس کے آثارات لکھے ہیں اور زمانہ بھی ایک مامور من اللہ اور مصلح کی ضرورت بتلاتا ہے کسی مذہب میں صدق وصفا نہیں اس وقت ہندوستان میں تین بڑے مذہب ہیں ایک مسلمان دوسرے ہندو تیسرے عیسائی، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں مذہبوں میں کون سا مذہب حق پر ہے۔اس مختصر خط میں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔مگر موٹے طور سے مندرجہ ذیل امور مذہب کے من جانب اللہ ہونے کے عمدہ شناخت کے عرض کرتا ہوں۔

اول مذہب من جانب اللہ وہی ہے کہ جس کا خدا زندہ ہے اور وہ اس مذہب کے پیروؤں میں سے بعض یا اکثر کے ساتھ کلام کرتا ہے۔اس مذہب کی سچائی زندہ نشانوں سے ظاہر کرتا ہے۔
اور اس مذہب کے جس مامور من اللہ کو بھیجتا ہے۔اس کی تائید میں ہزاروں نشان ظاہر کرتا ہے اور (اس)

بقیہ حاشیہ:- سے اوراس کے تابعین سے کلام فرماتا ہے اوراس مذہب کوتمام مذاہب پر غالب کرتا ہے۔

دوسرے مذہب قانون قدرت کے مطابق ہو تا کہ خدا کا فعل اور قول مطابق ہوں۔

تیسرے عقل کے مطابق ہو۔

چوتھے۔اس مذہب کے اصول بھی قائم ہوں اور ایک مختصر اصول اس کا ہو جس سے اس کی دوسرے مذاہب سے تمیز ہو اور بغور اس اصول کو اختیار کرنے کے ایک شخص اس مذہب کا فوراً پیرو کہلا سکے اور اس کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو اس مذہب کے پرانے معتقدین کو حاصل ہیں۔

مثلاً ایک ہندو جب اَشْھَدُ اَنْ لَااِلٰہ اِلَّا اللّٰہ و اَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ و رَسُوْلُہٗ کہے یا محض صدق دل سے لاَاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہےتو یہ شخص مسلمان ہوگیا اوراس کو وہ تمام حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جو دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہیں اور یہ بھی ظاہر (ہے) کہ گو مسلمانوں میں ہزار اختلاف ہوں مگر لاَاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ میں کسی کو اختلاف نہیں بس ایسا ہی درخشاں اصول دوسرے دو مذاہب کا ہونا چاہئے۔

جہاں تک مجھ کو معلوم ہے۔ ہندوؤں کے مذہب کا کوئی ایک جامع اصول نہیں ہے جس سے سب ہندو کہلانے والے ایک مذہب کے پیرو کہلاسکیں اور بلحاظ اعتقاد وہ سب......آخر کار پابند ہوں اور عیسائیوں کے گو اصول بظاہر ہیں مگر ان کے تمام فِرَق ایک اصول پر قائم نہیں ہیں اور وہ بھی ایسا گورکھ دھندا ہے کہ وہ کچھ اس کو سمجھا نہیں سکتے۔اور خداوند تعالیٰ کا راز قرار دے کر یا سائل کو غبی قرار دے کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں پس ایک سعید آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ایسے مذہب کی تلاش کرے جو نجات کا پوری طرح سے ذمہ دار ہو نہ کہ ایسا کہ اوخویشتن گم است کرا رہبری کند۔اس وقت اسلام کا پہلوان یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس بات کو ظاہر کرنے کے اور منوانے کے لئے اس وقت مبعوث ہوئے ہیں کہ اسلام سب ادیان سے افضل اور تمام ادیان پر غالب ہے اور دوسرے ادیان نہایت ہی بودے اور صداقت سے بے بہرہ ہیں۔یہ بات صرف کہنے کی نہیں۔ بلکہ اس کے لئے دلائل اور ثبوت ہیں۔

پس جس میں یہ مندرجہ بالانشان اربعہ ہوں وہ مذہب سچا ہے۔فی الحال میں آپ کی ذات اور بے تعصب طبیعت کے لئے چھوڑتا ہوں کہ آپ خود تحقیق فرمائیں اور بعد تحقیق اپنی نجات کی مردانہ وار کوشش کریں کیونکہ یہ طاعون اِس رسول جس کو لوگوں نے ناحق گالیاں دی ہیں،اس کی تکذیب کی سزا ہے اور خدا کے

اقدسؑ لکھنا شروع کیا۔‘‘

یہ امر متعارف وشائع ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے براہین احمدیہ کے شائع ہونے پر اس پر ریویو لکھا جس میں حضرت اقدسؑ کی بہت ہی تعریف کی اور بتایا کہ اسلام کی نشأۃ اولیٰ کے بعد اب تک کسی نے اسلام کی ایسی خدمت نہیں کی لیکن یہی مولوی صاحب پھر مخالف ہو گئے اور حکومت کے افسران کے کان بھر کر حضرت اقدسؑ کو باغی قرار دینے کے لئے کوشش کی۔

اسی طرح مولوی صاحب نے علماء پنجاب و ہندوستان سے حضرت اقدسؑ پر کفر کا فتویٰ لگوایا مولوی محمد حسین صاحب کا یہ کہنا تھا کہ ’’میں نے ہی مرزا کو اونچا چڑھایا تھا اور میں ہی اب اسے نیچے گراؤں گا‘‘ گویا کہ اس کا براہین پر ریویو حضورؑ کی عزت وشہرت کا موجب ہوا تھا۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک جیسے متعصب پادری نے حضرت اقدسؑ پر یہ الزام لگایا کہ حضورؑ نے اسے قتل کروانے کا منصوبہ کیا۔ اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب حضورؑ کے خلاف گواہی دینے کے لئے آئے اور جب حضورؑ کو عدالت میں کرسی پہ تشریف فرما دیکھا تو جل بھن کر اپنے لئے کرسی مانگی۔ انکار ہونے پر اصرار کیا تو عدالت نے ڈانٹا اور پھر جب شہادت متعصّبانہ پائی تو عدالت نے اسے جاری رکھنا مناسب نہ جانا۔ حضرت اقدسؑ نے جنوری ۹۸ء میں کتاب البریہ میں مولوی محمد حسین صاحب کے کرسی مانگنے اور عدالت کے ڈانٹنے کا بھی ذکر فرمایا۔ مولوی صاحب نے دیدہ دلیری سے اس واقعہ کا انکار کیا۔ جس پر حضورؑ نے ۷؍مارچ ۹۸ء کے اشتہار میں عدالت کے اہل کاروں کے علاوہ سو سے اوپر معززین کی گواہیاں پیش کیں۔ لیکن مولوی صاحب کی طرف سے دشنام طرازی وغیرہ بدستور جاری

بقیہ حاشیہ:- فرستادہ...... کے منوانے کے لئے خداوند تعالیٰ (نے) ان کے طعن (کے) عوض طاعون بھیجی جس سے آپ کو پوری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

اگر آپ کو ہدایت کی تلاش ہوئی تو میں حضرت اقدسؑ کی اور کتابیں بھی بھیجوں گا۔

میں نے عرصہ سے کوٹلہ میں خیمہ کے لئے کہلا بھیجا تھا۔ مگر مجھ کو آپ کے جواب لکھنے کی فرصت نہ ہوئی اس لئے اب تک دیر ہوئی ہے اگر آپ کو اب بھی خیمہ کی ضرورت ہے تو آپ آدمی بھیج کر خیمہ کوٹلہ سے منگوالیں۔ میرا وہاں حکم گیا ہوا ہے۔ خیمہ ہمارے ہاں چھوٹا سا ہے۔

راقم محمد علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ
حال مقیم قادیان ضلع گورداسپور

رہی۔ بالآخر حضرت مولوی نورالدین صاحب اور بعض اور احباب کی طرف سے اکتوبر ۹۸ء میں اشتہار شائع ہوا☆ کہ ہم اسلام میں تفرقہ اور فتنہ پسند نہیں کرتے پس اہل اسلام حضرت اقدسؑ کی تکفیر کے بانی مولوی محمد حسین صاحب کو مباہلہ کے لئے آمادہ کریں اور مباہلہ کے اثر کی میعاد ایک سال ہوگی اور اگر اس عرصہ میں اس کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا تو مولوی صاحب کو ہم دو ہزار پانچ سو پچیس روپے آٹھ آنہ کی رقم بطور نشان کامیابی دے دیں گے اس کے جواب میں مولوی ابوالحسن تبّتی نے ۳۱؍اکتوبر ۹۸ء کو اور محمد بخش جعفر زٹلی لاہوری نے دس نومبر ۹۸ء کو اشتہارات نکالے اور اس قدر دشنام طرازی کی کہ الامان والحفیظ۔

ان کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے ایک اشتہار ۲۱؍نومبر ۹۸ء کو شائع فرمایا اس میں ذکر فرمایا کہ میں نے دعا کی کہ اے اللہ اگر تیری نظر میں میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر ذلت کی مار وارد کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر تو اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا اور ایک یہ الہام بھی درج فرمایا کہ جَـزَاءُ سَيِّئَةٍ بِـمِثْلِهَا وَتَـرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ ۲۹۲ اور ۳۰؍نومبر کے اشتہار کے ذریعہ اس عرصہ میں مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ساتھیوں سے بحث و مباحثہ کرنے سے احتراز کرنے کی اپنی جماعت کو تلقین کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں اپنا کھلا کھلا نشان ظاہر کر دیا۔ مولوی صاحب نے ۱۴؍اکتوبر ۹۸ء کو اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کا ایک انگریزی ایڈیشن نکالا۔ جس میں ایک طرف حضرت اقدسؑ کے متعلق لکھا کہ آپ سوڈانی مہدی سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اور طاقت حاصل کر کے بغاوت کریں گے کیونکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مہدی کفار کو تہ تیغ کرے گا۔ دوسری طرف اپنے متعلق لکھا کہ میں ان تمام احادیث کو مجروح یقین کرتا ہوں اس لئے ان کی مخالفت کرتا ہوں اور شب و روز مسلمانوں کے دلوں سے اس عقیدہ کے نکالنے کے لئے کوشاں ہوں۔ اس لئے مجھے لائلپور کے علاقہ میں بوجہ وفاداری کچھ مربع دئے جائیں۔ یہ رسالہ حضرت اقدسؑ کو مل گیا جس کی منافقانہ کارروائی کا حضورؑ نے رسالہ کشف الغطاء میں ذکر فرمایا۔ بعد ازاں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل خاں صاحب نے علماء پنجاب و ہند سے مولوی محمد حسین صاحب کے ان نئے عقائد کے بارہ میں فتویٰ حاصل کیا جس پر ان سب نے ان عقائد کو کفر و ضلال اور بدعت قرار دیا تھا۔ جب یہ شائع کیا گیا تو جس قدر ذلت و رسوائی مولوی صاحب کی ہوئی ہوگی ہر ایک سمجھ سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے جنوری ۹۸ء کی ڈائری سے ظاہر ہو چکا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی اشتہار میں حضرت نواب صاحبؓ وغیرہ چار اشخاص کو کسی امر کے متعلق مخاطب کیا تھا۔ آپ اس بارہ میں کئی

☆ یہ الحکم بابت ۹۸-۱۰-۲۹ میں چھپ چکا ہے۔

روز تک استخارہ کرتے رہے اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں اس بارہ میں شرح صدر ہونے کے لئے دعا کے لئے بھی عرض کیا اور پھر مضمون لکھنا شروع کیا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا آیا یہ مضمون پایہ تکمیل کو پہنچ کر ڈاک میں بھیجا گیا یا بصورت اشتہار شائع ہوا۔ اس مضمون کے متعلق ۲۴؍جنوری ۹۸ء سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی لکھ رہے تھے لیکن ۲۸؍جنوری کے بعد کی ڈائری نہیں مل سکی غالباً اس سال پھر ڈائری ہی نہیں لکھی۔ البتہ مولوی محمد حسین صاحب کے تعلق میں ۹۸ء کے اواخر میں حضرت نواب صاحبؓ نے ایک اشتہار دینا چاہا جس میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اوران کے ساتھیوں کی طرح مولوی محمد حسین صاحب کو مباہلہ کے لئے آمادہ کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن معلوم نہیں ہوسکا آیا یہ اشتہار بھی شائع ہوا تھا یا نہیں۔ اس اشتہار کے شائع کرنے کا ارادہ نواب صاحبؓ کے نام حضرت اقدسؑ کے ۸؍نومبر ۹۸ء کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے جس میں حضورؑ رقم فرماتے ہیں۔

''اورآپ نے جو پانچ ہزار روپیہ لکھا ہے میرے نزدیک آپ کا دوسروں کے ساتھ شامل ہونا عمدہ طریق نہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ آپ علیحدہ طور پر اشتہار دیں کہ چونکہ مسلمانوں میں تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اوراس طرح قوم میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے اس لئے میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بانی مبانی اس تفرقہ کے ہیں شخص مدعی سے مباہلہ کرلیں الہام کا مدعی جب کہ ایک سال کی مہلت الہام کی بناء پر پیش کرتا ہے تو وہی مہلت قبول کرلیں اگر اس مدت میں شخص مدعی ہلاک ہوگیا یا کسی اور ذلیل عذاب میں مبتلا ہوگیا تو خود جماعت اس کی بے اعتقاد ہوکر متفرق ہوجائے گی اوراس طرح پر قوم میں سے فتنہ اٹھ جائے گا اوراس صورت میں محض نیک نیتی اور ہمدردی قوم کی وجہ سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مبلغ پانچ ہزار روپیہ مولوی محمد حسین صاحب کو بطور نذر کے دیں گے۔ اوران کے لئے دو خوشیاں ہوں گی کہ دشمن مارا اورروپیہ ملا۔ لیکن اگراس سال کے عرصہ میں جو مباہلہ کے دن سے شمار کیا جائے گا کوئی بلا مولوی صاحب پر نازل ہوئی تو پھر سمجھنا چاہئے کہ مولوی صاحب اس جنگ وجدل میں حق پر نہیں ہیں تو اس صورت میں قوم کو شخص مدعی کی طرف بصدق دل رجوع کرنا چاہئے۔ یہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ممکن نہیں کہ بغیر ارادۂ الٰہی کے کوئی شخص یوں ہی مارا جاوے۔ غرض یہ اشتہار آپ کی طرف سے ہونا چاہئے امید کہ بڑا مؤثر ہوگا۔ اگرآپ اشارہ فرماویں تو اسی جگہ چھاپ دیا جائے۔ جلد مطلع فرمایا جاوے۔'' ۲۹۵

حضرت اقدسؑ کے ذیل کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ کی خدمت میں نواب صاحبؓ نے ایک مضمون مکمل کرکے بھیجنا تھا۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔

مجبی اخویم نواب صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کچھ مضائقہ نہیں آں محبّ مالیر کوٹلہ سے مضمون مکمل کرنے کے بعد ارسال فرماویں اگر دو ہفتہ تک تاخیر ہوجائے تو کیا حرج ہے اور علیحدہ پرچہ میں نے

دیکھ لیا ہے۔نہایت عمدہ ہے بہتر ہے کہ اس کو اس مضمون کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔کل **مع الخیر علی الصباح** تشریف لے جاویں۔اللہ تعالیٰ خیر و عافیت سے پہنچائے۔آمین۔

والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۴؍جولائی ۹۸ء ۲۹۶

آپ کو تبلیغ کا جو شوق تھا وہ آپ کی ۱۰-۱۱-۱۸ کی ڈائری کے ذیل کے اقتباس سے ظاہر ہے فرماتے ہیں۔

''میں نے عرض کیا☆ کہ ایک امریکہ کی کمپنی کا ایجنٹ میرے پاس آیا اس نے کہا تھا کہ تم اپنی تصویر اور اپنے حالات خاندان لکھو ہم دوسو روپے میں چار کتابیں دیں گے۔میں نے سوچا کہ بجائے میرے حضورؑ کی تصویر ہو اس طرح امراء اور انگریزوں میں تبلیغ کا ذریعہ ہے۔فرمایا مناسب ہے۔''

تبلیغ کو خلاف وقار نہ سمجھنا

آپ کے دل میں دوسروں کی ہدایت کے لئے ایسا بے پناہ جذبہ تھا کہ اس امر کو خلاف وقار نہ سمجھتے تھے کہ دنیوی لحاظ سے فلاں شخص ادنیٰ ہے اس لئے اسے تبلیغ نہ کی جائے چنانچہ ہمیں آپ کی ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کے ایک خادم کو آپ نے تبلیغ کی اسے سمجھ نہ آتی تھی تو آپ نے اس کے لئے دعا کی، تبلیغ بھی کوئی چند لحات پر ممتد نہ تھی بلکہ شیخ صاحب اور عبداللہ صاحب عرب پر چھ سات گھنٹے آپ نے ایک دن میں صرف کئے (وہ حصہ دوسری جگہ درج ہے) آپ اپنی ڈائری مورخہ ۲-۳-۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''آج شیخ عبدالرحمٰن خادم اولاد کے ساتھ دعویٰ حضرت اقدسؑ کے متعلق گفتگو ہوتی رہی اس کی نہایت کٹھن طبیعت تھی اس میں کچھ آتا ہی نہیں تھا اور جو سنتا تھا وہ یاد نہ رہتا تھا آج میں نے اس (سے) گفتگو کی اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی۔خداوند تعالیٰ نے نصرت فرمائی اور آخر شیخ عبدالرحمٰن کی تسلی ہوگئی اور آج اس نے بیعت کی درخواست کی۔مگر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ کل کرنا **الحمد للّٰہ علی ذالک**۔''

☆ یعنی حضرت اقدسؑ کی خدمت میں (مؤلف) مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''شیخ عبدالرحمٰن صاحب مسکین جو ماسٹر احمد حسین فرید آبادی کے برادر اور بزرگ تھے میری ہی سفارش پر بچوں کی خدمت پر مامور کئے گئے تھے۔اس وقت وہ احمدی نہ تھے مگر طبیعت میں مسکینی اور فروتنی تھی اپنے سابقہ عقیدہ میں کٹر تھے، ان کو میں نے شعر گوئی کی تحریک کی ان کی سادگی کے خیال سے یہ مذاق ہی تھا۔انہوں نے کچھ تک بندیاں کیں

مورخہ ۲-۳-۸ کو ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:

''آج شیخ محی الدین عرب سے گفتگو در بارۂ اعتقادات شیعہ ہوئی اور آخر شیخ محی الدین نے مان لیا کہ اصول دین مذہب شیعہ خلاف کتاب اللہ انسانی گھڑت ہیں۔ یہ محض خداوند تعالیٰ (کے) فضل سے مجھ کو دلائل سوجھے اور اسی کی نصرت سے یہ کامیابی ہوئی آج عبداللہ نے اور عبدالعزیز نے اور شیخ عبدالرحمٰن نے بیعت کی۔''

نوٹ: مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ صحیح نام عبدالمحی ہے۔

حجۃ اللہ کا لقب

آپ اپنے نیک نمونہ سے یقیناً ایک کثیر تعداد کے لئے حجت تھے۔اس کی تصدیق الہام الٰہی نے کردی۔ اللہ اللہ! کتنا بڑا مقام ہے جو آپ کو عطا ہوا۔ آپ کے اسوہ سے حجت تمام ہوئی، امراء پر جو ہزاروں عذرات لنگ اور خطرات موہومہ اپنی عزت و ناموس اور مال و منال کے لئے درپیش خیال کر کے دین جیسی عزیز متاع کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتے ہیں اور فانی دنیا کے اعزاز و اکرام کو ترجیح دیتے ہیں یکم مارچ ۱۹۰۳ء کو صبح کی سیر میں حضرت اقدسؑ نے نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

یکم مارچ ۱۹۰۳ء۔ صبح کی سیر

''نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج رات ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی اور اتنا لفظ الہام ہوا حجۃ اللہ ۲۹۷ یہ امر کوئی ذاتی معاملات سے تعلق نہیں رکھتا اس کے متعلق یوں تفہیم ہوئی کہ چونکہ آپ اپنی برادری اور قوم میں سے اور سوسائٹی میں سے الگ ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا۔ یعنی آپ ان پر حجت ہوں گے۔ قیامت کے دن ان کو کہا جاوے گا کہ فلاں شخص نے تم میں سے

بقیہ حاشیہ:- اور حضرتؑ کے حضور سنائے بھی۔ گلدستہ مسکین میں اس کا ذکر انہوں نے خود کیا ہے۔''

راقم عرض کرتا ہے کہ مسکین صاحب محترم بہت ہی سادہ طبیعت تھے آج سے پچیس چھبیس سال قبل کی بات ہے وہ بورڈنگ مدرسۂ احمدیہ میں مغرب کے بعد اچار اور چینی فروخت کرنے کے لئے لایا کرتے تھے اور ہم ان کی خرید کے ساتھ اپنے اشعار سنانے کی فرمائش کرتے تو وہ بھی پوری کر دیا کرتے۔ آخر عمر میں ان کے بڑھاپے اور غربت کی وجہ سے میرا ان کے ہاں کثرت سے آنا جانا تھا۔ اور میں حسب توفیق ان کی مدد کرتا رہتا تھا۔ اب آپ بہشتی مقبرہ میں آرام فرماتے ہیں۔

نکل کر اس صداقت کو پرکھا اور مانا۔تم نے کیوں ایسا نہ کیا۔ یہ بھی تم میں سے ہی تھا اور تمہاری طرح کا ہی انسان تھا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کا نام حجۃ اللہ رکھا آپ کو بھی چاہئے کہ آپ ان لوگوں پر تحریر سے تقریر سے ہر طرح سے حجت پوری کر دیں۔اصل میں اس ساری قوم کی حالت قابل رحم ہے۔عیش وعشرت میں گم ہیں دنیا کے کیڑے بنے ہوئے ہیں۔اور فنا فی یورپ ہیں۔خدا سے اور آسمان سے کوئی تعلق نہیں۔جب خدا کسی کو ایسی قوم میں سے نکالتا اور اس کی اصلاح کرتا ہے تو اس کا نام اس قوم پر حجت رکھتا ہے۔ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا [۲۹۸] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تھا اس نے کچھ کہا تھا تو آپ نے فرمایا بس کر اب تو میں اپنی ہی امت پر گواہی دینے کے قابل ہو گیا ہوں۔ مجھے فکر ہے کہ میری امت پر گواہی کی وجہ سے سزا ملے گی۔

حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے کلمۃ اللہ خصوصیت سے کیوں کہا اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی ولادت پر لوگ بڑے گندے اعتراض کرتے تھے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان الزاموں سے بری کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ تو کلمۃ اللہ ہیں۔ان کی ماں بھی صدیقہ ہے یعنی بڑی پاکباز اور عفیفہ ہے ورنہ یوں تو کلمۃ اللہ ہر شخص ہے،ان کی خصوصیت کیا تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمے اتنے ہیں کہ وہ ختم نہیں ہو سکتے۔ان ہی اعتراضوں سے بری کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا کہ وہ شیطان کے مس سے پاک ہیں ورنہ کیا دوسرے انبیاء شیطان کے ہاتھ سے مس شدہ ہیں جو نعوذ باللہ دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ ان پر شیطان کا تسلط ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ شیطان کو کسی معمولی انسان پر بھی تسلط نہیں ہوتا تو انبیاء پر کس طرح ہو سکتا۔اصل وجہ صرف یہی تھی کہ ان پر بڑے اعتراض کئے گئے تھے اسی واسطے ان کی بریت کا اظہار فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ [۲۹۹] کوئی کہے کہ انبیاء بھی کافر ہوا کرتے ہیں نہیں ایسا نہیں لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تھا کہ وہ بت پرست ہو گئے تھے۔ایک عورت کے لئے اس اعتراض کا جواب دیا۔یہی حال ہے حضرت عیسیٰ کے متعلق۔ [۳۰۰]

یہ الہام جہاں نواب صاحبؓ کی شان کو بطور حجت پیش کرتا تھا۔وہاں آپ کے لئے زبردست محرک تھا کہ آپ اپنی تبلیغی مساعی کو تیز تر کر دیں آپ کے نوشتہ تبلیغی خطوط سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ تبلیغ کے لئے بہانہ ڈھونڈتے تھے۔کسی نے خیمہ حاصل کرنے کے لئے خط لکھا تو خدمت بھی کر دی اور حق تبلیغ بھی ادا کر دیا یا بھائی نے واپس آنے کے لئے تحریک کی تو نواب صاحب نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا آپ کے خاندان کے تعلق میں جو نشانات ظاہر ہوئے وہ خاص طور پر افراد خاندان پر حجت تھے جن کی تفصیل دوسری جگہ آ چکی ہے خاص طور پر اے سیف والا نشان آپ کے بھائیوں کے لئے حد درجہ واضح

حجت تھا اور حضورؑ سے ان حقوق کے متعلق استدعاء دعا کے لئے آپ ہی نے اپنے بھائیوں کو آمادہ کیا تھا۔ افسوس کہ ان آیات بینات سے اکثر افراد خاندان نے ذرہ بھر فائدہ نہ اٹھایا۔ بعض دفعہ ایسے تبلیغی خطوط نواب صاحبؓ حضرت اقدسؑ کو بھی دکھا دیا کرتے تھے۔ اس تعلق میں ہم ایک اور مثال درج کرتے ہیں نواب صاحب نے حضورؑ کی خدمت اقدس میں تحریر کیا۔

سیدی ومولائی طبیب روحانی۔ سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم۔ بھائی خاں صاحب محمد احسن خاں صاحبؓ نے مجھ کو ایک خط لکھا تھا اور ایک خط حضورؑ کی خدمت میں بھی بھیجا تھا جو کل یہاں پہنچے۔☆ میں (نے) اس خط کا جواب لکھا ہے اور برائے ملاحظہ حضورؑ پیش ہے۔ اگر حضورؑ اس کو ملاحظہ (کرکے) تصحیح سے سرفراز فرمائیں توعین سعادت ہے۔

راقم محمد علی خاں

حضورؑ نے خط پڑھ کر تحریر فرمایا۔

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے اول سے آخر تک حرفاً حرفاً پڑھ لیا ہے یہ خط نہایت عمدہ اور مؤثر معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی لکھنا چاہئے تھا۔ جزاکم اللہ خیرا۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد [۳۰۱]

پہلا باتنخواہ مبلغ

آپ کو تبلیغ حق کا جو سچا جوش تھا اس کے تموجات مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ ابھی جبکہ صدر انجمن احمدیہ کی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ باتنخواہ مبلغ رکھ سکے۔ نواب صاحبؓ نے اپنے خرچ پر پہلا باتنخواہ مبلغ رکھا۔ جس کے ذاتی اخراجات کے نواب صاحبؓ خود کفیل ہوتے تھے اور انہیں بسا اوقات پانچ پانچ چھ چھ صد روپیہ کی اکٹھی امداد بھی کر دیا کرتے تھے۔ معزز الحکم میں مرقوم ہے۔

’’جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں تبلیغ کے لئے ہم نے ایک بھی واعظ مقرر نہیں کیا تو اس امر کے ظاہر کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ اشاعت اسلام کا عظیم الشان مقصد اور کام ہمارے ہاتھ میں ہو اور قوموں کے سامنے ہم بڑی جرأت کے ساتھ یہ ظاہر کریں کہ ہم اشاعت اسلام کر رہے ہیں لیکن جب یہ سوال ہو کہ

☆ شاید یہ وہی خط ہے جو ہجرت کے ذکر میں درج ہو چکا ہے اور اس کا جواب بھی۔ نواب محمد احسن علی خاں صاحب نے حضرت نواب صاحب کو قادیان قیام رکھنے سے منع کیا تھا۔ اور مالیر کوٹلہ واپس آجانے کی زوردار تحریک کی تھی۔

کتنے واعظ اس کام کے لئے مقرر ہیں تو بجز خاموشی کے ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔خدا عالی جناب نواب محمد علی خاں صاحبؓ کا بھلا کرے کہ انہوں نے شیخ غلام احمد صاحب کو اس کام کے لئے مقرر فرمایا اوران کے ذاتی اخراجات کے کفیل وہ آپ ہوئے۔'' ۳۰۲ ☆

اسی طرح اس بارہ میں سیکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان نے ایک ماہوار رپورٹ میں ۱۹۱۰ء میں ریویو آف ریلیجنز (اردو) میں تحریر کیا کہ

''واعظین۔شیخ غلام احمد صاحب گزشتہ ماہ کے اختتام پر اطلاع دیتے ہیں کہ ضلع لائلپور کا دورہ ختم کر کے وہ ملتان کی طرف روانہ ہو گئے ہیں......ملتان میں کئی موقعوں پر مؤثر وعظ کئے ......ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب کو بہت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بناوے اور خاں صاحب نواب محمد علی خاں صاحب کو بھی جزائے خیر دے جو ان کے اخراجات کے متکفل ہیں۔مگر اپنے احباب کی اطلاع کے لئے میں اس قدر اور زیادہ لکھنا چاہتا ہوں کہ شیخ صاحب کو انجمن کی طرف سے یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ہر جگہ چندوں کی وصولی اور انجمنوں کے قیام کی طرف توجہ کریں۔بہت سا حصہ جماعت کا اب تک ایسا ہے جو باقاعدہ طور پر چندوں میں شامل نہیں ہوتا اور اس وجہ سے مالی تکالیف بھی پیش آتی رہتی ہیں بعض مدات جیسے لنگر خانہ روز بروز زیادہ مقروض ہوتی چلی جاتی ہیں بعض کے اخراجات کے پورا کرنے کا فکر ہر وقت انجمن کو دامن گیر ہے ان مشکلات کا پورا انتظام تو اس صورت میں ہی ہوسکتا ہے کہ ہر ایک ضلع میں دو دو یا تین تین ضلعوں میں ایک ایک محصل مقرر کیا جاوے جو وعظ اور تقریر بھی کرے اور چندوں کی وصولی کا انتظام بھی کرے۔مگر جب تک اللہ تعالیٰ ایسے آدمی پیدا کرے جو اس اہم ترین مقاصد کو پورا کرنے میں انجمن کے معاون ہوسکیں۔اس وقت تک جس قدر بھی انتظام اس طرز پر ہوسکے غنیمت ہے۔شیخ غلام احمد صاحب چونکہ اس

☆ صدر انجمن احمدیہ کی سالانہ رپورٹ بابت یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء تا ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء میں مرقوم ہے۔

''سلسلہ تبلیغ میں شیخ غلام احمد صاحب واعظ نے مشرقی اضلاع میں دورہ کیا بالخصوص جالندھر، ہوشیار پور، کانگڑہ وغیرہ میں۔جناب شیخ صاحب کے وعظ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت مؤثر ہوئے۔اس ثواب میں جناب خاں صاحب محمد علی خاں صاحبؓ بھی شامل ہیں جو شیخ صاحب کے خانگی اخراجات کے متکفل ہیں۔جزاہ اللہ خیرا۔'' (صفحہ ۴۰)

خدمت پر مامور ہیں اس لئے جہاں جہاں وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایت کے مطابق
جاویں گے وہاں چندوں کی تحریک بھی ساتھ ساتھ کریں گے......امید ہے ہمارے
احباب انہیں ان کاموں میں ہر طرح سے مدد دے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔'' [۳۰۳]

الہام الٰہی کے بعد نواب صاحب نے حتی المقدور خوب تبلیغ کی اور کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے خاندان کے بعض افراد بھی احمدی ہوئے۔ اس ذکر پر مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لارڈ ارون وائسرائے ہند نے نواب صاحبؓ کو تحریر کیا کہ ایسا لٹریچر بھجوائیں جو سری نگر میں قبر مسیح ہونے پر روشنی ڈالے چنانچہ آپ نے لٹریچر بھجوا دیا۔ اس کے بعد لارڈ موصوف سری نگر گئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر پر بھی گئے گویا اس طرح شاہ انگلستان وممالک محروسہ کے نائب پر بھی آپ اتمام حجت کا ذریعہ بنے تبلیغ کا جذبہ جس قدر شدت اختیار کر چکا تھا آپ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی زبانی سنیئے۔ فرماتی ہیں:

''اپنا پرایا، غریب امیر جو بجز کسی خاص مقصد کے ملنے آتا اس سے گفتگو ضرور تبلیغی ہو ہی جاتی۔ اکثر میں پوچھتی کہ کون آیا تھا فلاں آیا تھا کیا بات چیت ہوئی؟ تو فرماتے وہی موضوع جو ہم لوگوں کے پاس ہے اور کیا؟ یہ ہی ذکر آ گیا تھا اس پر اس کو ذرا سمجھا دیا وغیرہ۔ ایک عزیز کا لڑکا جس کو وظیفہ دے کر قادیان میں تعلیم دلوائی باہر جا کر ملازمت کے سلسلہ میں مرتد ہو گیا۔ اس کا بہت رنج تھا۔ ایک دن وہ اتفاق سے آ گیا۔ نماز عشاء کے بعد سے صبح کی اذان ہو گئی باتوں کے جوش میں وقت کا دھیان نہ رہا۔ وہیں باغ میں کھڑے اور بیٹھے۔ اس کو سمجھاتے سمجھاتے رات گزر گئی، آئے تو اسی طرح تازہ دم تھے گویا ابھی گئے تھے۔ خطوط تبلیغی اکثر لکھتے تھے۔ اکبر الہ آبادی مشہور شاعر کو بھی لکھا تھا جس کا عنوان اکبر ہی کا ایک شعر تھا

وقت پیری آ گیا اکبر جوانی ہو چکی
خواب غفلت سے اٹھو پیدا ہوئی آثار صبح

ان سے ایک بار ملاقات ہو چکی تھی۔''

ارتداد ملکانہ کے ایام میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات نے جو شاندار کام سرانجام دیا۔ تاریخ احمدیت میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ کل وابستگان اسلام کو اس وقت یہ اچھی طرح احساس ہو گیا کہ حق تبلیغ صرف احمدی ہی ادا کر سکتے ہیں اور چودھری افضل حق سرغنۂ احرار جیسا معاند بھی خراج تحسین ادا کئے بغیر نہ رہ سکا۔ معززین نے اپنے خرچ پر وہاں کئی کئی ماہ رہ کر اور ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کر کے جو تیرہ سو سال قبل کے سے جذبۂ اشاعت اسلام کا مظاہرہ کیا اس وقت اس کی تفصیل کا مقام نہیں۔ اس

وقت باوجود پیرانہ سالی کے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر نواب صاحبؓ وہاں تشریف لے گئے۔مکرم چودھری فتح محمد صاحب سیال اور مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اس وقت وہاں موجود تھے۔حضرت نواب صاحبؓ نے خوب محبت اور شوق سے مفوضہ فرض کو سرانجام دیا۔مکرم عرفانی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت نواب صاحبؓ حضرت شیخ محمد حسین ریٹائرڈ سب جج علی گڑھ اور خاکسار عرفانی کو ایک خاص مقصد کے لئے وہاں بھیجا گیا تھا اور وہ یہ تھا کہ ہم یو پی کے ان اضلاع کے حکام سے ملیں اور غلط فہمیاں پیدا نہ ہونے دیں اور بنجارا قوم کے جرائم پیشہ سے نکلوانے کی کوشش کریں۔ہم تینوں سفر کرتے تھے اور اخراجات خور و نوش وقیام وسفر وغیرہ نواب صاحبؓ ہی اپنی جیب سے کرتے تھے۔اس سلسلہ میں اکثر ڈپٹی کمشنروں اور پولیس افسروں سے گفتگوئیں ہوئیں،ان میں سے علی گڑھ کے ڈپٹی کمشنر سے عجیب گفتگو ہوئی،گفتگو کے لئے مجھے ہی مقرر کیا گیا تھا اس لئے کہ اس وقت تک افسران سے عام طور پر ملنے کی خدمت کا موقعہ مجھے ہی ملتا تھا۔یہ ڈپٹی کمشنر شاہ جہاں پور سے تبدیل ہو کر آیا تھا۔اور وہاں کی جماعت کے مقدمات کی وجہ سے وہ سلسلہ سے سخت بدظن کیا گیا تھا چنانچہ اس نے چھوٹتے ہی کہا کہ آپ لوگ ہر جگہ فتنہ پیدا کرتے ہیں۔شاہ جہاں پور میں جھگڑے چلتے ہیں ۔اب تم یہاں آئے ہو۔کیا کام ہے۔یہاں سے چلے جاؤ۔ میں نے کہا علی گڑھ اگر ہندوستان میں ہے اور ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت ہے اور ہم اس وقت انگریزی رعایا ہیں ہمیں ہندوستان کے ہر مقام پر جانے کا حق ہے۔ہم کیوں آئے ہیں تو آپ سنیں گے تو بتاؤں گا۔ہماری جماعت جھگڑے پیدا نہیں کرتی۔جھگڑوں کو روکتی ہے۔یہ بالکل غلط ہے کہ ہم فتنہ پیدا کرتے ہیں ۔اس سلسلہ میں داخل ہونے کی شرائط میں فتنہ وفساد اور بغاوت سے بچنا داخل ہے۔ہم کیوں آئے ہیں؟ آپ کو ایک خطرناک تحریک سے خبردار کرنے آئے ہیں جس کو آج آپ نہیں سمجھتے مگر یاد رکھئے کہ جیسے ۱۸۵۷ء کا فتنہ یو پی سے پیدا ہوا تھا۔ایسا ہی فتنہ پھر پیدا ہوگا۔جب میں نے یہ کہا تو چوکنا ہو کر کہا وہ کیا؟ میں نے کہا کسان موومنٹ کا مرکز یو پی ہے اور آئے دن یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے۔میں اس کے اچھے برے ہونے کا کچھ نہیں کہتا اسی سلسلہ میں دوسری تحریک شدھی کی ہے اس کے پیچھے بھی وہی مقصد ہے۔اب آپ کا اختیار ہے اس کو بڑھنے دیں یا ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ہم اس فتنہ کو روکنا چاہتے ہیں اور آپ سے کچھ نہیں چاہتے۔ ہمارے خلاف لوگ غلط بیانیاں کریں گے۔آپ ہر بات کے متعلق ہم سے دریافت کریں۔یہ تقریر کافی دیر ہوئی اور وہ بے اختیار ہو کر کہہ اٹھا کہ ہم آپ کی ہر طرح مدد کریں گے۔اس شہر کی ایک رپورٹ میں نے حسب الحکم مرتب کی تھی وہ بڑی تفصیلی تھی اور حضرت نواب صاحبؓ کے دستخط سے پیش کی گئی تھی۔''

آپ کے اس دورہ کے متعلق معزز الفضل میں ''فتنہ ارتداد کے خلاف جماعت احمدیہ قادیان کی

مساعی'' کے زیرعنوان مرقوم ہے۔

جماعت احمدیہ قادیان کے دو جلیل القدر انسان آگرہ میں

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے......اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ ریاست ۹/اپریل کو آگرہ تشریف لائے ہیں تاکہ بہ نفس نفیس فتنۂ ارتداد کے حالات اور واقعات کا مطالعہ فرمائیں اور مبلغین کو ضروری ومناسب ہدایات دیں ان بزرگوں کی تشریف آوری انشاء اللہ تعالیٰ مبلغین جماعت احمدیہ قادیان کے جوش ایمانی اور خدمت دینی میں خاص ولولہ پیدا کرے گی۔'' [۳۰۴]

نیز دوسری جگہ مرقوم ہے۔

''حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ۲۳ اپریل کی شام کو علاقۂ ارتداد سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔حضرت نواب صاحب فی الحال وہیں تشریف رکھتے ہیں۔'' [۳۰۵]

پھر لکھا ہے:

''حضرت نواب محمد علی خاں صاحب علاقہ ملکانہ سے واپس قادیان آگئے ہیں۔آپ نے مسلسل کئی روز باوجود شدت گرما علاقۂ ملکانہ میں دورہ فرمایا اور کئی کئی میل پیدل چلے۔اللہ تعالیٰ اجر جزیل بخشے۔شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم بھی تشریف لے آئے۔'' [۳۰۶]

اقارب کو تبلیغ

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ [۳۰۷] کے مطابق اقارب ہمدردی ہمدردی کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ اس ارشاد الٰہی کے مطابق حضرت نواب صاحبؓ نے اپنے اقارب کو بھی ہر رنگ میں بہت نرمی اور ملاطفت اور حکمت اور موعظت کے رنگ میں تبلیغ کی چنانچہ آپ کے بڑے بھائی خان احسن علی خاں صاحب قادیان بھی آئے اور حضرت اقدسؑ نے انہیں ۸/جنوری ۱۹۰۴ء کو تبلیغ کی☆ خاکسار مؤلف کے والد بزرگوار بھی غالباً لاہور کا ذکر فرماتے ہیں کہ سرذوالفقار علی خاں صاحب حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؑ نے دنیوی امور میں حد درجہ انہماک کو ترک کرنے کی تلقین فرمائی گو طرز خطاب عام تھا۔لیکن حاضرین سمجھتے تھے کہ سر موصوف کو وعظ ونصیحت کی جارہی ہے۔افسوس کہ نواب صاحبؓ کے بھائیوں میں سے کوئی بھی

☆ الحکم پرچہ ۰۴-۲-۱۰ اور البدر ۰۴-۲-۱۱، ۰۴-۲-۲۴ میں وہ تقریر درج ہے جو حضورؑ نے خان احسن علی خاں صاحب اور ان کے مشیر اعلیٰ کے سامنے فرمائی تھی۔

احمدیت میں داخل نہ ہوا۔

ہمشیرہ بوفاطمہ بیگم صاحبہ کا قبول احمدیت

محترمہ بوفاطمہ بیگم صاحبہ نواب صاحبؓ سے چار سال بڑی تھیں اور نواب ابراہیم علی خاں صاحب والیٔ مالیرکوٹلہ کے چھوٹے بھائی نواب عنایت علی خاں صاحب سے بیاہی ہوئی تھیں۔مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ۔

''بوصاحبہ کے بطن سے ان کی کوئی اولاد نہ تھی گو ایک دوسری بیگم کے بطن سے دو لڑکیاں ہوئیں لیکن اولاد نرینہ سے محروم رہنے کے باعث ان کی طبیعت پر ایسا اثر تھا کہ دنیاوی امور سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور مجھے میر عنایت علی صاحب رضی اللہ عنہ نے سنایا تھا کہ جب حضرت اقدسؑ ۱۸۸۴ء میں مالیرکوٹلہ محترمہ فضیلت بیگم صاحبہ والدہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب کی استدعا پر جو کہ جھل ریاست پٹیالہ کے ایک راجپوت خاندان سے تھیں۔تشریف لے گئے تو حضورؑ سکندر منزل کی طرف ملاقات کے لئے جا رہے تھے کہ سامنے سے نواب عنایت علی خاں صاحب نے دیکھ لیا جو کہ گھوڑے پر سوار آرہے تھے دور سے ہی یہ دیکھ کر بہت سے لوگ آ رہے ہیں انہوں نے گھوڑا الوٹا لیا اور پھر دوسری طرف سے چکر کاٹ کر آئے اور قاضی خواجہ علی صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ حضرت مرزا صاحبؑ کے ساتھ آئے ہیں۔قاضی صاحب کے ایجاب میں جواب دینے پر نواب صاحب نے کہا کہ پھر میرے لئے بھی ان کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کریں۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف نواب ابراہیم علی خاں بلکہ نواب عنایت علی خاں میں بھی سعادت تھی اور انہوں نے کسی مرحلہ پر بھی احمدیت کی مخالفت نہیں کی،اوران کی اہلیہ بوصاحبہ بالآخر حلقہ بگوش احمدیت ہو گئیں۔قبول احمدیت پر جو مکتوب ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا۔کتاب کے آخر پر انشاءاللہ اس کا چربہ دے دیا جائے گا۔بوصاحبہ کے متعلق مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''ہمشیرہ سب بھائیوں سے زیادہ ہمارے والد صاحب سے محبت کرتی تھیں۔اس محبت کا یہ نتیجہ نکلا کہ وفات سے ایک دو سال قبل انہوں نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مالیرکوٹلہ بلایا،والد صاحب وہیں تھے چنانچہ کئی دن کے مباحثہ کے بعد نہ صرف والد صاحب کے تقویٰ وطہارت کو دیکھ کر اور نہ صرف محبت کی بناء پر بلکہ پوری تحقیقات کی بناء پر اور بعض خوابوں کی بناء پر انہوں نے بیعت کی اگرچہ ظاہری علم سے بے بہرہ تھیں لیکن بہت سمجھ دار اور دانا خاتون تھیں خاوند کی بیماری کی وجہ سے تمام گھر کے انتظام وہ خود کرتی تھیں۔جائیداد کورٹ آف وارڈ ہی تھی دو اڑھائی ہزار روپیہ ماہوار ملتے تھے نہایت قابلیت سے اس کام کو سرانجام دیتی تھیں۔''

بوصاحبہ موصوفہ کا تقویٰ

محترمہ بوفاطمہ بیگم صاحبہ اگرچہ ظاہری علم سے بے بہرہ تھیں لیکن بہت سمجھ دار اوردانا خاتون تھیں نیکی اورتقویٰ کے لحاظ سے مالیرکوٹلہ کی بیگمات میں ممتاز تھیں عام طور پر رویائے صالحہ سے بھی مشرف ہوتی تھیں (م)

مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ ’’مرحومہ احمدیت میں داخل ہونے کے بعد اشاعت سلسلہ اورقرآن مجید سے محبت کرتی تھیں اسی مقصد کے لئے انہوں نے سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کو (جو قرآن کریم کا ایک خاص فہم رکھتی تھیں اورایک زمانہ میں اس قرآن فہمی کی وجہ سے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہا نے ان سے نکاح کرنا چاہا تھا) اپنے پاس بلا کر رکھا۔ وہ قرآن مجید کا درس دیتی تھیں اور بوفاطمہ بیگم رضی اللہ عنہ ان کا خاص احترام کرتی تھیں آہ! ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد جموں میں ان کے خاندان کو شہید کر دیا گیا۔ صرف ان کا ایک پوتا بچا سیدہ مریم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم ومغفور کی بیوی کی نانی تھیں۔ اللّٰھُمَّ ارحمھما واوسع مرقدھما۔ آمین۔‘‘

بوصاحبہ موصوفہ کی استقامت

یہ حقیقت ہے کہ الا ستقامۃ فوق الکرامۃ۔ موصوفہ کے متعلق محترم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب موصوف کا بیان ہے کہ ’’ان کو احمدیت کے قبول کرنے کے بعد بہت ابتلاء بھی آئے لیکن ان کے پائے ثبات میں مطلقاً لغزش نہیں آئی بیعت کے چند ماہ بعد ان کے خاوند فوت ہو گئے اورعدت کے اندر ان کی دائیں آنکھ پر چھوٹی سی گلٹی نکل آئی پہلے یہ سمجھا گیا کہ شاید رونے کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے اورعلاج کرنے سے زخم مندمل ہو گیا۔ زخم مندمل ہونے پر عدت کے بعد پہلی بار قادیان آئیں کہ اس سے پہلے خاوند کی خدمت وغیرہ کی وجہ سے موقعہ میسر نہ آسکا تھا۔ یہاں زخم زیادہ ہو گیا☆ اور یہ رائے قرار پائی کہ پہاڑ پر انہیں لے جائیں۔ چنانچہ

☆ نواب صاحب ۲۴-۸-۱۶ کے مکتوب میں مکرم سید بشارت احمد صاحب امیر جماعت حیدرآباد دکن کو تحریر فرماتے ہیں۔

’’۲۷؍دسمبر ۲۳ء کو میرے بہنوئی کا انتقال ہو گیا بہن جو میری حقیقی بہن ہیں۔ ان کے وہ خاوند تھے اس اچانک حادثہ سے میری بہن علیل ہو گئیں اورساڑھے چار ماہ تک ان کو حرارت ہوتی رہی۔ اس سے کسی قدر افاقہ ہوا۔ تو ایک خفیف آپریشن آنکھ کی پلک پر کرنا پڑا مگر اس سے ایسا فساد بڑھا کہ پندرہ بیس روز کے بعد آنکھ

یہ سعادت میری قسمت میں تھی۔ میں ان کو منصوری لے گیا اور مرہم پٹی کرنا میں نے سیکھ لیا اور میں خود ہی ان کی مرہم پٹی کرتا تھا۔ میں نے ان کی بہت خدمت کی جس کی وجہ سے وہ مجھ سے بہت خوش تھیں چند ماہ کے بعد مالیر کوٹلہ واپس آئے اس وقت زخم بہت بڑھ چکا تھا۔ دراصل یہ سرطان کا پھوڑا تھا۔ اور اس میں سے مواد نکلتا رہتا تھا۔ اسی تکلیف کی حالت میں نواب احسان علی صاحب نے ایک دفعہ ان سے کہا پھوپھی! آپ نے بیعت کر کے کیا لیا۔ اس کے بعد آپ پر مصیبت پر مصیبت آئی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں کہ تم کہتے ہو کہ میں نے محمد علی خاں کی وجہ سے بیعت کر لی ہے۔ محمد علی خاں نے ۱۸۹۰ء میں بیعت کی اور ہمیں سمجھاتے رہے لیکن میں نے مرزا صاحب کو قبول نہ کیا۔ پھر وہ یہاں سے چلے گئے۔ اور ایک لمبا عرصہ باہر رہے پھر بھی میں نے قبول نہ کیا۔ اس کے بعد میں نے علماء کو بلا کر مباحثہ کرایا تم اس کے صدر تھے۔ پھر خواب کی تحریک سے میں نے حق قبول کیا۔ اور میں نے قادیان جا کر دیکھا کہ خلیفہ صاحب کی چار بیویاں ہیں ان کا سلوک ان سے ایسا عمدہ ہے کہ یہاں کوئی خیال بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے یہاں بیگمات کا حال دیکھا ہے جس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بوصاحبہ کی وفات پر معزز الفضل رقم طراز ہے۔

''یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کی ہمشیرہ صاحبہ جو کچھ عرصہ سے علیل تھیں ۱۳ تاریخ فوت ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ چند سال ہوئے مرحومہ مغفورہ نہایت تحقیق اور تدقیق کر کے احمدیت میں داخل ہوئی تھیں اور آخر وقت تک سلسلہ سے نہایت اخلاص اور محبت کا اظہار کرتی رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۵ر جنوری ۱۹۲۶ء بعد نماز جمعہ ان کا جنازہ غائب پڑھنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا'' آج میں جمعہ کی نماز کے بعد نواب صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کا جو مالیر کوٹلہ میں فوت ہو گئی ہیں جنازہ پڑھوں گا۔ نواب صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ چونکہ مالیر کوٹلہ میں ان کا جنازہ پڑھنے والی جماعت احمدیہ تھوڑی تھی اس لئے ان کا جنازہ پڑھا جائے مگر ان کا جنازہ میں اس وجہ سے نہیں پڑھنے لگا۔ اگر وہاں بڑی جماعت ہوتی تو بھی میں ان کا جنازہ غائب پڑھتا کیونکہ وہ نواب صاحب کی رشتہ دار تھیں۔ اور نواب صاحب میرے رشتہ دار ہیں اور اسلام نے رشتہ داروں کے حقوق رکھے

بقیہ حاشیہ:- کو صدمہ پہنچ گیا اور آخر کارڈیلے کا آپریشن کرنا پڑا جس کے سبب سے آنکھ جاتی رہی اور اب تک زخم خفیف ہے...... ابھی سلسلہ تھا کہ گھر میں ان کے گلے کی گلٹیوں کا آپریشن کرنا پڑا جو کوئی ڈیڑھ سال سے تھیں۔

ہیں۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے جن کے رشتہ دار نیک ہوں گے ان کے پاس وہ جنت میں رکھے جائیں گے۔ میں نے کہا ہوا ہے کہ وہ لوگ جو جماعت میں سے دین کی خاص طور پر خدمت کرنے والے ہوں گے میں ان کا جنازہ غائب پڑھا کروں گا۔مگر اپنا بچہ اگر ایک سانس لے کر بھی فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھوں گا کیونکہ رشتہ داری کا بھی حق ہوتا ہے۔ ہماری ایک چھوٹی ہمشیرہ جب فوت ہوگئی تو دوسرے دوست اسے اٹھا کر قبرستان تک لے گئے۔راستہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے دیں میں اٹھاؤں، اٹھانے والے نے ادب کے طور پر کہا حضور میں ہی اٹھائے چلتا ہوں۔آپ نے اس بات کو نا پسند کیا اور فرمایا کیا یہ میری لڑکی نہیں اور اس کا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے؟ تو رشتہ داروں کے بھی حقوق ہوتے ہیں اگر وہاں جنازہ پڑھنے والے زیادہ لوگ ہوتے تو بھی رشتہ داری کے لحاظ سے ان کا جنازہ پڑھتا۔ کیونکہ نواب صاحب میرے بہنوئی ہیں، اور ان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی رشتہ ہے کہ آپ کے داماد ہیں۔ان دوہرے حقوق کی وجہ سے میں ان کی ہمشیرہ صاحبہ کا جنازہ پڑھاؤں گا۔

''اس کے علاوہ ان کی ہمشیرہ صاحبہ کو ایک خصوصیت بھی حاصل تھی اور وہ یہ کہ بہت کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو ان کی طرح تحقیق کر کے ایمان لائیں اور پھر مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہیں، ان کے لئے بہت سی دقتیں بھی تھیں، ان کے خاوند مالیر کوٹلہ کے بہت بڑے رئیس تھے، ان کی کئی لاکھ کی جاگیر تھی اور موجودہ والئ مالیر کوٹلہ کے چچا تھے۔ دیگر رشتہ دار بھی غیر احمدی تھے۔صرف نواب صاحب احمدی تھے۔ چند سال ہوئے انہوں نے کہا میں تحقیق کر کے فیصلہ کرنا چاہتی ہوں اس کے لئے انہوں نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو بلایا اور ان کے اخراجات انہوں نے خود اٹھائے اور یہاں سے میں نے شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کو بھیجا جن کا کئی دن تک مولوی ثناء اللہ صاحب سے مباحثہ رہا۔آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ احمدیت سچی ہے۔اس وقت مولوی ثناء اللہ صاحب نے اعلان کیا تھا کہ مجھے مالیر کوٹلہ میں بڑی فتح حاصل ہوئی ہے اور احمدیوں کو شکست اٹھانی پڑی ہے۔لیکن جنہوں نے ان کو بلایا اور ان کے اخراجات برداشت کئے تھے ان کا یہ فیصلہ تھا کہ احمدیت سچی ہے انہوں نے اسی وقت احمدیت قبول کر لی تھی لیکن بعض مصلحتوں کی وجہ سے اس کا عام اعلان مناسب نہ سمجھا۔ پارسال جب میں مالیر کوٹلہ گیا تو انہوں نے بیعت کر کے اپنا احمدی ہونا ظاہر کر دیا۔ بیماری کے ایام میں بعض رشتہ داروں نے ان کے دل میں اس قسم کے شبہات ڈالنے کی کوشش کی جب کہ آپ احمدی ہوئی ہیں اسی وقت سے بیمار چلی آتی ہیں۔مگر ان باتوں کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور اخلاص کے ساتھ احمدیت پر قائم رہیں، اس وقت میں ان کا جنازہ پڑھوں گا۔

''یہ اعلان کرنے کے بعد حضور نے نماز جمعہ پڑھائی اور اس کے معاً بعد نماز جنازہ پڑھائی۔ بیرونی جماعتوں کو بھی چاہیئے کہ مرحومہ مغفورہ کا جنازہ غائب پڑھیں اور ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کریں۔

ہم اس صدمہ میں حضرت نواب صاحبؓ اور آپ کے تمام خاندان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے اور اس کوشش اور سعی کا اجر عظیم بخشے جو انہوں نے مرحومہ کو احمدیت میں داخل کرنے کے لئے فرمائی اور جس میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہیں کامیابی ہوئی۔'' ۳۰۸

بعض دیگر اقارب کا قبول احمدیت

آپ کے اقارب میں سے نواب سکندر علی خاں آپ کے ایک چچا کی بیگم جن کا نام بو اللہ جوائی تھا احمدی ہوئیں جن کے ذریعہ حضرت نواب صاحبؓ کی خالہ زاد سوتیلی بہن عائشہ احمدی ہوئیں مؤخر الذکر ابھی تک زندہ ہیں اور اپنے تئیں احمدی کہتی ہیں ملتان میں ایک نواب سے ان کی شادی ہوئی اور صاحب اولاد ہیں بو اللہ جوائی نے ایک لڑکی پالی تھی وہ بھی ان کے ذریعہ احمدی ہوگئی اور قادیان آئی اس کے رشتہ کی کوشش کی گئی کہ کسی احمدی سے ہو جائے کامیابی نہ ہوئی بو صاحبہ وفات پا گئیں اور بعد میں وہ لڑکی بھی فوت ہوگئی حضرت نواب صاحبؓ کے خالہ زاد بھائی کی لڑکی مبارک النساء احمدیت کی طرف بہت مائل تھیں لیکن ان کی شادی شاہ پور میں پٹھانوں کی کسی بستی میں ہوئی وہ لوگ اتنے سخت نکلے کہ جو کتب احمدیت دی گئیں وہ ان لوگوں نے جلا دیں اور اتنا تعصب ان میں ہے کہ علاج کے طور پر قادیان کی بنی ہوئی حب اٹھرا بھی استعمال نہیں کرنے دیتے۔ (ن)

کرنل اوصاف علی خاں صاحب کا قبول احمدیت

کرنل اوصاف علی خاں صاحب مرحوم نواب صاحبؓ کے برادر نسبتی اور خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ ان کی تعلیم و تربیت اور شادی وغیرہ سب نواب صاحبؓ نے کی تھی اور کرنل صاحب حضرت اقدسؑ کے عہد مبارک میں قادیان بھی آئے تھے۔ کرنل صاحب کے صاحبزادے نے مکرم میاں رشید احمد خاں صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ان کے قبول احمدیت میں بہت بڑا دخل حضرت نواب صاحبؓ کے ساتھ ابتدائی زندگی میں تعلق اور ان کی تربیت کا تھا، ان ہی امور کا نتیجہ تھا کہ کرنل صاحب قبول احمدیت سے قبل احمدیت کے متعلق بہت اچھے خیالات رکھتے تھے اور احمدیت سے قبل ہی انہوں نے اپنے بیٹے

مکرم میاں سعید احمد خاں صاحب مرحوم کو تعلیم کے لئے قادیان بھیج دیا تھا۔ یہ صاحبزادہ دوران تعلیم میں ہی قادیان میں احمدی ہوگئے اور پھرانہوں نے تحریک کرکے والد صاحب کو جب کہ وہ ریاست نابھ میں وزیر افواج اور کمانڈر انچیف تھے بیعت کروالی۔ کرنل صاحب کا گزشتہ سال وفات تک احمدیت کے ساتھ مخلصانہ تعلق رہا ان کا جنازہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھایا تھا اللّٰھُمَّ اغفرلہ وارحمہ۔

مرض الموت میں تبلیغ

حضرت نواب صاحبؓ نے اپنی مرض الموت میں بھی فریضۂ تبلیغ کو خوب نباہا چنانچہ محترمہ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ

''انہوں نے عمر بھر ہر موقعہ پر عزیزوں میں تبلیغ کی حتی کہ مرض الموت میں بھی آخری بار سب رشتہ داروں کو تبلیغی خطوط لکھے اور لکھا کہ میں یہ آخری حجت تمام کرتا ہوں کیونکہ اب میری زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔''

۲۔ تجویز میموریل

جیسا کہ پہلے تفصیل سے گزر چکا ہے حکام میں سے ایک طبقہ سوڈانی مہدی کے خیال سے اور مخالفین کی ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں سلسلہ احمدیہ کی نئی تحریک کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ صحیح حالات سے حکومت کے ارباب حل وعقد کو آگاہ کرنا از بس ضروری تھا اور ایسی تجویز سلسلہ کی حد درجہ کی خیر خواہی تھی جو بہت ہی دوراندیشی پر مبنی تھی اور جس کے نتیجہ میں مستقبل میں صدہا مشکلات سے بچے رہنے کی توقع تھی۔ چنانچہ یہ تجویز حضرت نواب صاحبؓ کی طرف سے پیش ہوئی اور حضرت اقدسؑ نے اسے مفید سمجھ کر عملی جامہ پہنایا اور ۲۴ رفروری ۹۸ء کو ایک طویل اشتہار اردو میں اور اس کا ترجمہ انگریزی میں شائع کیا جو لفٹنٹ گورنر پنجاب کے نام تھا۔ اس میں حضورؑ نے اپنے خاندان کی وفاداری کا ذکر فرمایا ہے اور احکام کی اس بارہ میں مراسلات درج فرمائے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ کس طرح حضورؑ نے جہاد کے غلط مفہوم کی تردید کی ہے۔ اور یہ کہ بیعت میں یہ شرط رکھی گئی ہے کہ بیعت کرنے والا فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اس اشتہار میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔

''(۴) چوتھی گزارش یہ ہے کہ جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں اکثر ان میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدام اور احباب اور یا تاجر

اور یا وکلا اور یا نو تعلیم یافتہ انگریزی خوان اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفا ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں۔ یا اب نوکری پر ہیں یا ان کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور یا سجادہ نشینان غریب طبع......اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ ان میں سے اپنے چند مریدوں کے نام بطور نمونہ آپ کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھ دوں۔'' ۳۰۹

حضورؑ نے تین سو سولہ احباب کے نام درج فرمائے ہیں جن میں پہلے نمبر پر ''خان صاحب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ جن کے خاندان کی خدمات گورنمنٹ عالیہ کو معلوم ہیں۔'' اور تیسرے نمبر پر آپ کے خدام میں سے ''مرزا خدا بخش صاحب ایچ پی سابق مترجم چیف کورٹ پنجاب حال تحصیلدار علاقہ نواب محمد علی خاں صاحب ریاست مالیر کوٹلہ'' کا نام درج ہے اس میموریل کے متعلق حضرت مولوی عبدالکریمؓ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم معظم جناب خاں صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اشتہارات طاعون تو خدمت میں پہنچ گئے ہوں گے۔ اب نئی پیشگوئی (کی) بنیاد پڑنے لگی ہے۔ اس کی مفصل اطلاع عنقریب خدمت میں دی جائے گی۔ غالباً برادر مرزا خدا بخش صاحب نے خدمت میں تازہ الہام لکھا ہوگا۔ میں بھی لکھے دیتا ہوں۔ **یَوْمَ تَاتِیْکَ الْغَاشِیَۃً یَوْمَ تَنْجُوْ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ یَوْمَ نَجْزِیْ کُلَّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ** وہ خوفناک گھڑی جس کا نام غاشیہ ہے آنے والی ہے اس دن ہر جی اپنے اعمال کے بدلہ نجات پائے گا۔ اس دن ہم ہر جی کو اعمال کے موافق جزا دیں گے۔ یہ منذر الہام ہماری جماعت کو مخصوصاً اعمال صالحہ کی بجا آوری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ بردار مرزا خدا بخش صاحب اس عرضداشت انگریزی کے چھپوانے کو کل لاہور گئے ہیں جو آپ کی تحریک پر لکھی گئی ہے اردو میں یہاں چھپ رہی ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کا ثواب آپ کو ملے گا۔

ستائیسویں رمضان کو حضرتؑ فرماتے ہیں ایک بجے شب سے صبح تک احباب کے لئے اس قدر دعا کی گئی کہ اگر خشک لکڑی پر کی جاتی یقیناً سرسبز ہو جاتی۔ خدا تعالیٰ نے یہ مبارک مہینہ اس سلسلہ عالیہ کے لئے بھی مبارک کیا۔ اس میں مختلف طور پر حضرتؑ کو دکھایا گیا کہ عنقریب کوئی نشان ظاہر ہونے والا ہے۔

آپ آئندہ صرف ایک سول ملٹری گزٹ ارسال فرمایا کریں۔ والسلام

عاجز عبدالکریم از قادیان۔ ۲۷؍فروری (غیر مطبوعہ)

اس بارہ میں حضرت اقدسؑ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی خان صاحب سلمہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔الحمد للہ کہ جو آپ نے ایک تجویز میموریل انگریزی کے بارہ میں ارقام فرمائی تھی وہ انجام کو پہنچ گئی۔اخویم مرزا خدابخش لاہور میں بارہ دن رہ کرایک میموریل انگریزی میں بارہ صفحہ کا چھپوالائے ہیں جو بفضلہٖ تعالیٰ نہایت مؤثر اورعمدہ معلوم ہوتا ہے اورایک اردو میں چھپ گیا ہے اب انگریزی میموریل تقسیم ہورہا ہے اورارادہ کیا گیا ہے کہ پنجاب کے تمام حکام انگریز کو بھیجا جاوے۔میری طبیعت چند روز سے بعارضہ زکام ونزلہ وکھانسی بہت بیمار ہے۔خواجہ کمال الدین صاحب اپنے کام پر چلے گئے ہیں۔آپ سے یہ اجازت مانگتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی کم سے کم ایک ماہ تک متفرق کاموں کے لئے جو قادیان میں ہیں۔مرزا خدابخش صاحب کو اجازت دیں تاوہ پہلے میموریل کو تقسیم کریں اور پھر بعد اس کے بقیہ کام منن الرحمان کی طرف متوجہ ہوں اگرچہ یہ کام اس قدر قلیل عرصہ میں ہونا ممکن نہیں لیکن جس قدر ہوجائے غنیمت ہے۔مگر یہ ضروری امر ہوگا کہ آں محبّ (کو) ......اگر مرزا صاحب کو کہیں بھیجنا منظور ہو یا کوئی اورضروری کام نکلے تو بلاتوقف آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔

میری طبیعت آپ کی سعادت اوررشد پر بہت خوش ہے اورامید رکھتا ہوں کہ آپ اپنی تمام جماعت کے بھائیوں میں سے ایک اعلیٰ نمونہ ٹھہریں گےاس وقت میں بہ* باعث علالت طبع زیادہ نہیں لکھ سکتا۔والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ

۱۲/مارچ ۹۸ء ۳۱۰

ان ایّام میں حکام سے راہ ورسم رکھنا بعد کے زمانہ سے زیادہ ضروری تھا وہ جماعت کے آغاز کے ایام تھے اور ابھی جماعت کا اپنا اثر ورسوخ قائم نہ ہوا تھا اور یہ ضروری تھا کہ کوئی صاحب وجاہت فریضہ کو سرانجام دے چنانچہ حضرت اقدسؑ کے ارشاد کے مطابق آپ یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے یہ وہی کام ہے جو خلافتِ ثانیہ میں نظارت امور عامہ ونظارت امور خارجیہ کے سپرد ہوا۔ان ایام میں اپنی ذاتی وجاہت اورریاست کی وجہ سے

* خطوط وحدانی والا لفظ مؤلف کی طرف سے ہے۔

آپ ہی اس کام کی بہترین اہلیت رکھتے تھے حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
عنایت نامہ مجھ کو ملا جو کچھ آپ نے مجھ کو لکھا ہے اس سے مجھے بکلی اتفاق ہے۔ میں نے مفتی محمد صادق صاحب کو کہہ دیا ہے کہ آپ کے منشاء کے مطابق جواب لکھ دیں اور آپ ہی کی خدمت میں بھیج دیں آپ پڑھ کر اور پسند فرما کر روانہ کر دیں۔ ہاں ایک بات میرے نزدیک ضروری ہے گو آپ کی طبیعت اس کو قبول کرے یا نہ کرے اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ دو چار ماہ کے بعد کمشنر صاحب وغیرہ حکام کو آپ کا ملنا ضروری ہے کیونکہ معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بعض شکی مزاج حکام کو جو اصلی حقیقت سے بے خبر ہیں ہمارے فرقہ پر سوءظن ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی حکام کو نہیں ملتا اور مخالف ہمیشہ ملتے رہتے ہیں پس جس حالت میں آپ جاگیردار ہیں اور حکام کو معلوم ہے کہ آپ اس فرقہ میں شامل ہیں اس لئے ترک ملاقات سے اندیشہ ہے کہ حکام کے دل میں یہ بات مرکوز نہ ہو جائے کہ یہ فرقہ اس گورنمنٹ سے بغض رکھتا ہے۔ گو یہ غلطی ہوگی اور کسی وقت رفع ہو سکتی ہے مگر تاتریاق ازعراق آوردہ شود مارگزیدہ مردہ شود۔ باقی سب طرح سے خیریت ہے۔ میں انشاء اللہ القدیر بروز جمعرات قادیان سے روانہ ہوں گا۔ والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد عفی عنہ [۳۱]

معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعمیل میں نواب صاحب نے کمشنر سے ملاقات کی لیکن اس کی گفتگو سے آپ کی طبیعت مُنغَّض ہوئی لیکن حضرت اقدسؑ نے تلقین فرمائی کہ اس امر سے دل برداشت نہ ہوں۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔

''جو کچھ آں محبّ نے صاحب کمشنر کی زبانی سنا تھا اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ اور خیال انگریزی سلطنت کی نسبت بخیر اور نیک ہے اس لئے آخر انگریزوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب کچھ تہمتیں ہیں کوئی تردد کی جگہ نہیں۔'' (مکتوب صفحہ ۵۰) ☆

☆ دوسری جگہ تفصیل سے درج کیا گیا ہے کہ اس مکتوب کی تاریخ ۷راگست ۱۹۰۰ء صحیح معلوم نہیں ہوتی۔

شاید یہی کمشنر تھا یا کوئی اور جس کے متعلق مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

''لاہور میں مسٹر اینڈرسن کمشنر تھے۔نواب صاحبؓ جب اپنے حقوق متعلقہ ریاست کے متعلق اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر کارروائی کر رہے تھے تو اس عرصہ میں ان کو اینڈرسن سے بھی ملاقات کا موقعہ ملا اینڈرسن کو ہمارے مخالفوں نے سلسلہ کے متعلق مسموم کیا ہوا تھا۔ایک مرتبہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ سے بھی اس کی گفتگو ہوئی تھی۔ایک کشمیری پنڈت نے جو تحصیلدار تھا اینڈرسن سے سلسلہ کی مخالفت میں افترا آمیز بیان کیا تا کہ حکومت بدظن ہو۔اتفاق سے اسی وقت مرزا سلطان احمد صاحب بھی وہاں اس سے ملنے گئے اور وہ ان کے کام سے بہت خوش تھا۔ان کو اندر بلا لیا گیا اور اس کشمیری پنڈت نے بلا تکلف کہہ دیا کہ مرزا صاحب سے بھی پوچھ لیجئے یہ بھی ان کے مخالف ہیں۔اینڈرسن نے مرزا صاحب سے کہا کہ یہ ایسا بیان کرتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے؟ مرزا صاحب نے اس غیرت و جرأت کی بناء پر جو اس خاندان کے خون میں چلی آتی ہے۔نہایت سختی سے کہا کہ اگر یہ آپ کے پاس نہ ہوتا تو میں اس کو بتا دیتا کہ اس قسم کی بیہودگی کی سزا کیا ہے۔یہ ایسا بے غیرت ہے کہ میرے والد بزرگوار کی برائی کرتا اور مجھ سے تصدیق چاہتا ہے۔اس جیسا ناخلف بیٹا ہی باپ کی برائی سن سکتا ہے آپ حاکم ہیں مگر افسوس ہے کہ اس شخص کی بکواس کی مجھ سے تصدیق چاہتے ہیں آپ کو یہ مناسب نہیں تھا۔اینڈرسن نے معذرت کی۔

اسی اینڈرسن سے ایک مرتبہ نواب صاحبؓ ملے تو اس نے سلسلہ کے متعلق بھی ذکر کیا۔نواب صاحبؓ نے ایک لمبی تقریر میں سلسلہ کی خوبیاں اور اس کے سیاسی مسلک کو واضح کیا اس کے بعد اینڈرسن صاف ہو گیا تھا۔''

یہ فریضہ حضرت نواب صاحبؓ کم از کم ۱۹۱۷ء تک اپنے رنگ میں ادا کرتے رہے۔چنانچہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر کرتے ہیں۔

''حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام مکرم معظم سلمکم اللہ تعالیٰ۔میں شنبہ گزشتہ چیف سیکرٹری صاحب گورنمنٹ پنجاب سے ملا تھا اور اپنے کوٹلہ کے معاملات کے متعلق یہ ملاقات تھی۔بھائی صاحب ذوالفقار علی خاں صاحب بھی تھے۔یوں ہی سی رواروی۔قادیان کے متعلق بھی بات ہوتی رہی۔اٹھتے ہوئے میں نے ان سے پھر ملاقات محض سلسلہ کے متعلق امور کے لئے کہا تو انہوں نے کہا کہ جمعہ اور پیر کے سوا جس دن چاہو آ جاؤ،حضور نے مجھ کو چلتے وقت کہا تھا کہ اس بات کی تحریک کی جائے کہ ہماری ڈبل کمپنی یا جداگانہ پلٹن گورنمنٹ منظور کرے اس میں شک نہیں کہ سول افسران سے ان کا تعلق کم ہے مگر اسی طرح سیڑھی بہ سیڑھی چلنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس میں کم از کم یہ فائدہ ہے کہ سول آفیسر یہ تو سمجھ سکتے ہیں کہ یہ فوجی خدمات کو تیار ہیں۔بہرحال چیف سیکرٹری صاحب سے تو وقت مقرر ہو گیا۔نواب لیفٹنٹ گورنر صاحب سے بھی عنقریب

ملنا ہے اوران سے بھی انشاء اللہ محض اس کام کے لئے وقت لوں گا اور پھر فوجی حکام سے بھی ملنے کی کوشش کروں گا۔ مگر بیشتر اس کے کہ میں حکام سے ملوں اور گفتگو کروں حضور سے بعض امور کا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیوں کہ حکام سے بات کرنی آسان ہے۔ مگر اس کے نتائج کی سنبھال اور نبھاؤ مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً وارلون ☆ کے متعلق میرے خیال میں ہم کو ایک حد تک ناکامی ہوئی ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ بہت سے احمدیوں نے فرداً فرداً حصہ لیا ہے۔ مگر چونکہ جو مجموعی طور سے گورنمنٹ تک بات پہنچی ہے وہ بہت کم ہے۔ میرے خیال میں اگر پانچ دس ہزار کی رقم بھی ہوتی تو بات تھی۔ فرداً فرداً جولوگوں نے دیا۔ اس میں یہ کسی نے ظاہر نہیں کیا کہ وہ احمدی ہے۔ اس لئے یہ رقم جو ہم نے بھیجی بہت قلیل ہے۔ اسی طرح اب جولوگ فوجی خدمات دے رہے ہیں وہ دے رہے ہیں ان کی تعداد کا صحیح علم نہ ہم کو اور نہ گورنمنٹ کو ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ بہت لوگ ہماری گورنمنٹ کی خدمت کررہے ہیں۔ گومگو کا معاملہ ہے۔ مگر اگر ہم ایک خاص امر پیش کریں اور گورنمنٹ منظور کرے اور نتیجہ نیچے نکلے تو بجائے فائدے کے خرابی پیدا ہو۔ مثلاً ہم نے ایک ڈبل کمپنی یا پلٹن کے لئے درخواست کی اگر گورنمنٹ نے منظور کرلی اور بھرتی کے وقت یہ تعداد پوری نہ ہوئی تو اس سے الٹا نقصان کا احتمال ہے اور گورنمنٹ احمدیوں کی محض ایک لن ترانی تصور کرے گی اور سمجھ لے گی کہ یہ صرف منہ سے کہتے ہیں اوران میں دراصل کوئی کس بل نہیں۔ تو اس سے رہا سہا بھرم بھی جاتا رہے گا اسی طرح اگر ہم کوئی عملی خدمت نہیں کرتے تو بھی ہمارے لئے گورنمنٹ میں کوئی وقعت نہیں پیدا کرتے صرف منہ سے وفاداری کا اظہار کیا کام دے سکتا ہے اور کاغذ کی ناؤ کب تک چل سکتی ہے۔ پس حضور خوب غور کر کے اور قوم کا اندازہ کر کے تحریر فرمائیں۔ اور قوم سے اگر ممکن ہو دریافت بھی کسی نہج سے کرلیں کہ وہ فوجی خدمت کے لئے تیار ہے بھی کہ نہیں یا تیار کئے سے تیار ہو جائے گی۔ حضور جانتے ہیں جن کو اور ذرائع سے کافی آمدنی ہے وہ تو اس امر کو نہیں مانیں گے الا ماشاء اللہ اور جن کو آمدنی ایسی نہیں وہ صرف زمیندار قوم ہے۔ سو مجھ کو ان میں بھی اس امر کے لئے تیار نظر نہیں آتے۔ پس حضور خوب غور کر کے تحریر فرمائیں کہ آیا یہ درخواست کی جائے اور کس پیرایہ میں جو ہر طرح ہمارے لئے مفید ہو۔

۲- دوسرے میری منشاء ہے کہ خانہ بدوش قوموں کی آبادی کے لئے گورنمنٹ جو اراضی دیتی ہے جیسا کہ پیغامیوں کو ملی ہے اس کے لئے بھی کہوں پس اس کے متعلق بھی مناسب ہدایت فرمائی جائے۔

۳- اسی طرح اور امور کے متعلق بھی کافی ہدایت فرمائی جائے۔

☆ جنگی قرضہ War Loan (مؤلف)

میں غالباً آئندہ ہفتہ میں ملوں گا پس اسی ہفتہ کے اندر اندر بلکہ بواپسی ڈاک خوب غور سے مجھ کو جواب عریضہ ملنا چاہئے۔

محمد علی خاں

خانہ بدوش اقوام کے تعلق میں حضرت نواب صاحبؓ کی تجویز اپنی طرف سے تھی اور اس میں کامیابی ہوئی اور بعض ایسے دیہات جماعت احمدیہ کے سپرد ہوئے اور ان میں سے بعض اشخاص نے احمدیت قبول کی اور ان میں اخلاص پایا جاتا ہے اور ان کے نیک نمونہ سے دوسرے لوگ متاثر ہیں۔

ملاقات حکام کے تعلق میں حضرت نواب صاحبؓ کا ایک اور مکتوب درج ذیل ہے تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم پیرن ہاؤس۔ٹوٹی کنڈی

شملہ۔ ۱۷/ اگست ۱۹۱۷ء

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام مکرم معظم۔سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔حضور کا عنایت نامہ پہنچا۔عجیب بات ہے کہ جن امور کے لئے میں نے اسی روز حافظ صاحب کو بھیجا تھا۔وہی باتیں حضور نے لکھی ہیں ہاں حافظ صاحب کو جو میں نے زبانی کہا ہے ان ہی امور کے متعلق اس تفصیل کی بعد غور ضرورت اب بھی ہے۔

حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ بہت سے خطوط اکثر احمدیوں کے آئے ہیں کہ فوج میں ان کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔پس اگر حضور ایسے خطوط جس قدر میسر آسکیں میرے پاس بھیج دیں تو اگر کوئی مجھ سے واقعات طلب کرے تو میں یہ خطوط پیش کرسکوں تا کہ ہوائی بات تصور نہ کی جائے۔یہ کاغذات ضرور میرے پاس آنے چاہئیں میں نے رکروٹنگ جنرل آفیسر کے متعلق دریافت حالات کی کوشش شروع کردی ہے کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے تا کہ ملنے کی کوشش کروں یا بذریعہ چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب ملوں۔

میں اگر ممکن ہوا تین چار افسروں سے ملنا چاہتا ہوں۔ایک نواب لیفٹنٹ گورنر صاحب دوم رکروٹنگ جنزل آفیسر سوم ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم چہارم پوسٹ ماسٹر جنزل۔

استدعاءدعا محمد علی خاں

۱۹۱۷ء میں ہندوستانیوں کی طرف سے سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔اس وقت کے وزیر ہند ایڈون سیموئل مانٹی گو نومبر ۱۹۱۷ء میں ہندوستان آئے تا مختلف وفود سے ملاقات کر کے حالات کا جائزہ لے سکیں۔۱۵/ نومبر کو دہلی میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے وزیر ہند سے پرائیویٹ ملاقات کی۔نیز احمدیہ وفد نے اسی روز ملاقات کر کے اپنا ایڈریس پڑھا۔جس میں یہ بھی ذکر کیا گیا تھا کہ ہندو مسلمانوں میں

اختلاف اور تعصب روز بروز زیادہ ہو رہا ہے۔آزادی کا نتیجہ ملک کے لئے بہتر نہ نکلے گا ہندوستانیوں کی بے چینی کے اسباب مدلل طور پر بیان کئے۔نیز اصلاحات کی سکیم بھی پیش کی۔ یہ ایڈریس چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے پڑھا تھا۔وفد کے نو افراد میں سے ایک نواب صاحبؓ تھے۔☆

۳- انفاق فی سبیل اللہ

یہ سنت اللہ ہے کہ الٰہی سلسلہ کی ابتداء نہایت ہی کمزور ہوتی ہے۔بادصرصر کے ہر جھونکے سے اس کے ضعیف پودے کے استیصال کا خدشہ ہوتا ہے۔بے شک دنیوی رہبروں کو بھی مخالفتوں کی بھٹی میں سے گزرنا پڑتا ہے۔لیکن ان کی ترقی حیرت زدہ اور تعجب خیز نہیں ہوتی کیونکہ وہ قوم کی دنیوی ترقی اور اصلاح کے خیالات لے کر اٹھتے ہیں جو خود قوم کے اپنے خیالات ہوتے ہیں لیکن الٰہی فرستادے ایسی باتیں لاتے ہیں جو کہ لوگوں کے خیالات منقولہ أَبًا عَنْ جَدٍّا اور اعتقادات راسخہ کے بالکل خلاف ہوتی ہیں۔اس لئے عناد و مخالفت کا وہ طوفان برپا ہوتا ہے کہ أَلْأَمَان وَالْحَفِيظ۔اور اس ننھی سی اور بظاہر بے یار و مددگار جماعت کی چھوٹی سی ناؤ اس طوفان کے ظالم تھپیڑوں میں یوں معلوم ہوتی ہے کہ ڈبکیاں کھانے لگی ہے اور اب ڈوبی کہ اب ڈوبی۔لیکن اس شرذمۂ قلیلہ اور مٹھی بھر گروہ کا ناخدا اور حقیقی متولی ان کی نصرت فرماتا ہے۔اسلام کے ابتدائی ایام کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔تیرہ سال تک مکہ میں مسلمانوں پر وہ ظلم و ستم ڈھائے گئے کہ خامہ خون کے آنسو روتا ہے اور انسانیت شرم کے مارے منہ چھپاتی ہے۔ان خوں چکاں حالات میں کفار کے جن زرخرید اور بے کس غلاموں نے اور غریب لوگوں نے اسلام کا طوق غلامی اپنے گلے میں ڈالا۔اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد وفا باندھا تھا اسے اللہ تعالیٰ کے قول مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ۳۶۲ کے مطابق ہر طرح نبھایا ان کی اولوالعزمی اور شجاعت اور فیاض دلی اور وفا کیشی کو سمجھنا شاید دنیا کے فرزندوں کے لئے مشکل ہوگا۔جیسے بھوکوں مرتے شخص کے لئے جو کا دانہ جواہر کے دانے سے بدرجہا قیمتی ہوتا ہے۔اسی طرح ان ایام میں کہ اسلام پر غربت کا زمانہ تھا۔جس شخص نے مٹھی بھر

☆ ریویو اردو جلد ۱۶ نمبر ۲۲۔وفد کے باقی افراد کے نام یہ ہیں۔(۱) سردار امام بخش تمندار ڈیرہ غازیخان (۲) صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (۳) خان بہادر راجہ پائندہ خاں صاحب جہلم (۴) سیٹھ عبداللہ بھائی اللہ دین صاحب تاجر سکندر آباد دکن (۵) مولوی غلام اکبر خاں صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد دکن حال نواب اکبر یار جنگ صاحب (۶) مولوی شیر علی صاحب ممبر صدر انجمن احمدیہ (۷) چوہدری فتح محمد صاحب سیال مسلم مشنری قادیان۔

کھجوریں بھی اسلام کے استحکام کے لئے پیش کیں ان کا وزن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعد میں شاہان اسلام کی طرف سے پیش ہونے والے زروجواہر سے معمور خزانوں سے کہیں زیادہ ہے۔

اسلام کی خوش حالی اور ترقی کے بعد اس پر پھر غربت کا زمانہ آنے والا تھا۔ جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **بدأ الاسلام غریبًا و سیعود غَرِیبًا** ۔[۳۱۳] میں خبر دی تھی۔ سوایسے ہی حالات میں حضرت نواب صاحبؓ نے انفاق سبیل اللہ کے طور پر جو بہترین خدمات سرانجام دیں وہ ہمارے لئے ایک زندہ رہنے والا اور قابل تقلید اسوۂ حسنہ ہے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے تعریف

ان مالی قربانیوں میں جوروح کام کرتی تھی اس کا علم حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ذیل کے مکتوب سے ہوتا ہے تحریر فرماتے ہیں۔

قادیان ۔۳۱/مارچ

جناب خاں صاحب مکرم ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پانسوروپے جناب کا عطیہ آج پہنچ گیا **جَـزَاکُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الجزاء وفَرَّجَ عَنۡکُمُ الهموم وَالۡغُمُوۡم** اگر آپ ان صادقوں سے نہ ہوتے جن کی طرف سے خدائے علیم صفات فرماتا ہے۔ **لَانُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا** [۳۱۴] تو میں اپنی طرف سے اور کمیٹی کی طرف سے آپ کا متعارف شکریہ ادا کرتا اور اصل بات یہ ہے کہ خدا ہی آپ کی جزا ہو۔

تازہ الہام سن لیجئے **کُلّ الۡعَقۡلِ فِیۡ لبۡسِ النظیف و اَکۡل اللطیف** حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی بہت تفسیر فرمائی خلاصہ یہ ہے کہ اکل حلال اور لباس نظیف نشان ہے انسان کی دانش کا۔ والسلام

عاجز عبدالکریم (مکتوب غیر مطبوعہ)☆

☆ اس مکتوب میں مندرجہ الہام غیر مطبوعہ ہے۔ یہ مکتوب ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء کا معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ مدرسہ کے تعلق میں بالوضاحت لکھا گیا ہے نواب صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ سالانہ مدرسہ کے لئے دینا منظور کیا اور کمیٹی مدرسہ نے آپ کو ڈائرکٹر مدرسہ بنادیا۔ یہ فیصلہ ۵ ستمبر ۱۹۰۰ء کو ہوا اور دسمبر ۱۹۰۱ء کو نواب صاحبؓ ہجرت کر کے قادیان چلے آئے اور یہ خط قادیان سے لکھا گیا اور نواب صاحبؓ قادیان میں نہ تھے۔ یہ مکتوب آپ کے ڈائریکٹر بننے سے پہلے لکھا گیا تھا ورنہ ڈائرکٹر ہوتے ہوئے کمیٹی کی طرف سے آپ کے چندہ پر شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہ تھی اور مکتوب کی عبارت بھی ظاہر کرتی ہے کہ آپ اس وقت تک مدرسہ کے عہدہ دار نہ

سلسلہ کی ضروریات اور نواب صاحب کی مالی حالت

ان مالی قربانیوں کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے بعض باتیں ہمارے علم میں آنی ضروری ہیں۔اول جس زمانہ میں حضرت نواب صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا اس زمانہ میں روپیہ حد درجہ قیمتی تھا جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بکرے کا گوشت پانچ پیسے سیر اور ایک بکرا دو روپے میں خریدا جاتا تھا۔اور آج کل گوشت پونے دو روپے سیر ہے اور اس نسبت سے بکرے کی قیمت کا اندازہ ہو جاتا ہے، دوم وہ زمانہ ایسا تھا کہ جس وقت اِنفاق فی سبیل اللہ سے دنیا تو کیا مسلمان بھی حد درجہ غافل تھے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں انفاق ان کے لئے موت احمر سے کم نہ تھا۔اسی لئے اس وقت دو پیسے یا ایک آنہ چندہ دینے والوں کے اسماء حضرت اقدسؑ نے کتب میں درج فرمائے ہیں۔سوم حضرت نواب صاحبؓ طبقۂ رؤسا سے تعلق رکھتے تھے اور اس طبقہ کے افراد کے لئے ذاتی عیش و تنعم کی خاطر تو لاکھوں روپے بے دریغ خرچ کر دینا سہل ترین ہوتا ہے لیکن فی سبیل اللہ وہ لوگ اتنی خطیر رقوم ہرگز خرچ نہیں کرتے۔چہارم حضرت نواب صاحبؓ کی مالی خدمات کے سلسلہ میں ہمیں جو کچھ علم ہوتا ہے وہ حضرت اقدس کے مکتوبات سے ہوتا ہے اور یہ امر کسی طور پر ممکن نہیں کہ ہر مالی خدمت پر حضرت اقدسؑ نے کوئی مکتوب ارسال کیا ہو۔یا تمام مکتوبات محفوظ ہی ہوں۔پنجم سلسلہ احمدیہ کا آغاز بیعت یعنی مارچ ۱۸۸۹ء سے شروع ہوا۔اور قریباً دس سال بعد سلسلہ کی ایک سال کی آمد صرف پانچ ہزار دوسو روپیہ تک پہنچتی تھی۔جیسا کہ انکم ٹیکس کے مقدمہ میں حضرت اقدسؑ کے اظہار سے ثابت ہے جس کا ذکر ضرورۃ الامام میں آتا ہے اور حضرت اقدسؑ کے مکتوب نمبر ۶۰ سے (جو اس کے بعد دئے جانے والے اشتہار مندرجہ ذیل ضمیمہ الحکم بابت ۰۲-۶-۲۴ کی وجہ سے فروری ۱۹۰۲ء کا معلوم ہوتا ہے) اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت بارہ ہزار روپیہ سالانہ سلسلہ کی آمد ہوگی۔سلسلہ کے لئے روپیہ کی جس قدر ضرورت تھی اور حضرت اقدسؑ کو اس وجہ سے جس قدر پریشانی تھی اس کا اندازہ مکتوب نمبر ۶۰ وغیرہ سے

بقیہ حاشیہ:- تھے تبھی حضرت مولوی صاحب نے متعارف شکریہ ادا نہ کرنے کی وجہ بتائی ہے۔چنانچہ الحکم بابت ۱۰/اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۱ کالم ۱ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔اس میں حضرت مولوی صاحبؓ کی تحریک پر نواب صاحبؓ کے مدرسہ کے لئے پانچ صد روپیہ بھیجنے کا ذکر ہے۔ویسے ۱۹۰۱ء میں نواب صاحبؓ نے پانچصد اور پھر پچاس روپے مدرسہ کے لئے جو چندہ دیا تھا وہ جنوری کا واقعہ ہے نہ کہ مارچ کا جیسا کہ الحکم بابت ۰۱-۱-۱۰ میں مرقوم ہے۔

ہوتا ہے جن کو مدرسۂ تعلیم الاسلام کے ذکر میں درج کیا گیا ہے۔ ششم اس مقدمہ کے دو سال بعد یعنی ۱۹۰۰ء کے اواخر سے حضرت نواب صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ سالانہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے دینا شروع کیا بلکہ اسے بارہ صد سالانہ تک کردینے کا وعدہ کیا۔ ہفتم یہ ایک ہزار۔ بارہ صد روپیہ صرف مدرسہ کی اعانت تھی چندہ لنگر خانہ وغیرہ اور غریب مہاجرین اور طالب علم اور نادار مہمانوں کی اعانت اس کے علاوہ تھی۔ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ تمام جماعت احمدیہ ان ایام میں جس قدر چندہ دے سکتی تھی اس کا چوتھا یا پانچواں حصہ حضرت نواب صاحبؓ کی طرف سے حاصل ہوتا ہوگا۔ ہشتم حضرت نواب صاحبؓ کی یہ مالی اعانت باوجود اس امر کے ہوتی تھی کہ آپ شدید مالی پریشانیوں میں عرصۂ دراز تک مبتلا رہے اور ان حالات کا علم ہمیں حضرت اقدسؑ کے مکتوبات سے بھی ہوتا ہے چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس سے پہلے جواب آں محبّ بھیجا گیا ہے جواب کا منتظر ہوں کیونکہ وقت بہت تھوڑا ہے مجھے آپ کے لئے ایک خاص توجہ خدا نے پیدا کردی ہے۔ میں دعا میں مشغول ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو تمام ترددات سے محفوظ رکھ کر کامیاب فرماوے۔ آمین۔ اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب قادیان تشریف رکھتے ہیں اور اپنے وطن سے بغیر بندوبست مصارف عیال کے ضرورتاً امرتسر میں آگئے تھے اور پھر قادیان آئے۔ ان کے تمام عیال داری کے مصارف محض آپ کے اس وظیفہ پر چل رہے ہیں جو آپ نے تجویز فرما رکھا ہے اگرچہ ایسے امور کو لکھتے لکھتے جب آپ کی وہ مالی مشکلات یاد آجاتی ہیں جن کے سخت حملہ نے آپ پر غلبہ کیا ہوا ہے تو گو کیسی ہی ضرورت اور ثواب کا موقعہ ہو تو پھر بھی قلم ایک دفعہ اضطراب میں پڑ جاتی ہے۔ لیکن بایں ہمہ جب میں دیکھتا ہوں کہ میں آپ کے لئے حضرت احدیت میں ایک توجہ کے ساتھ مصروف ہوں اور میں ہرگز امید نہیں رکھتا کہ یہ دعائیں خالی جائیں گی۔ تب میں ان چھوٹے چھوٹے امور کی پروانہیں کرتا۔ بلکہ اس قسم خیال قبولیت دعا کے لئے راہ کو صاف کرنے والے ہیں یہ تجربہ شدہ نسخہ ہے کہ مشکلات کے وقت حتی الوسع ان درماندوں کی مدد کرنا جو مشکلات میں گرفتار ہیں دعاؤں کے قبول ہونے کا ذریعہ ہے مولوی سید محمد احسن صاحب گزشتہ عمر تو اپنے محنت بازو سے بسر کرتے رہے اب کوئی بھی صورت معاش نہیں، درحقیقت عیالداری بھی ایک مصیبت ہے۔ میں ان ترددات میں خود صاحب تجربہ ہوں میں دیکھتا ہوں کہ ہر مشکل کے وقت جب کہ مہینہ ختم ہوجاتا ہے اور پھر نئے سرے ایک مہینے کے لئے دوسو روپیہ کے آرد خشکہ اور دوسرے اخراجات کا فکر پڑتا ہے جو معمولی طور پر ایک ہزار روپیہ کے قریب قریب ماہوار ہوتے رہتے ہیں۔ تو کئی دفعہ خیال آتا ہے کہ کیسے آرام میں وہ

لوگ ہیں جو اس فکروغم سے آزاد ہیں۔اور پھر استغفار کرتا ہوں اور یقیناً جانتا ہوں کہ جو کچھ مالک حقیقی نے تجویز فرمایا ہے عین صواب ہے سود رحقیقت خانہ داری کے تفکرات جان کو لیتے ہیں لہٰذا مکلّف ہوں کہ آپ پھر یہ ثواب حاصل کریں کہ جو کچھ وظیفہ آپ نے مولوی صاحب موصوف کا مقرر فرما رکھا ہے اس میں سے مبلغ ۲۰ روپیہ ان کے نام قادیان میں بھیج دیں اور باقی ان کے صاحبزادہ کے نام جس کا نام سید محمد اسمٰعیل ہے بمقام امروہہ۔شاہ علی سرائے روانہ فرماویں۔خدا تعالیٰ جزائے خیر دے گا۔اور میرے نام جو آں محبّ نے روپیہ بھیجا تھا۔وہ پہنچ گیا تھا۔جزاکم اللہ۔والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۱۲/دسمبر ۱۹۰۰ء [۳۱۵]

اسی طرح ایک مکتوب میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں کہ

''افسوس کہ جس قدر آپ نے اپنے کاروبار میں تخفیف کی ہے ابھی وہ قابل تعریف نہیں۔شاید کسی وقت پھر نظر ثانی کریں۔'' [۳۱۶]

نیز ۱۲/جنوری ۱۹۰۵ء کو نواب صاحبؓ کو حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''دنیا کی مشکلات بھی خدا تعالیٰ کے امتحان ہوتے ہیں۔خدا تعالیٰ آپ کو اس امتحان سے نجات دے۔''☆ [۳۱۷]

اسی طرح ۲۰/دسمبر ۱۹۰۶ء کو حضورؑ نے تحریر فرمایا:

''ضعف بہت ہو رہا ہے یہاں تک کہ بجز دو وقت یعنی ظہر اور عصر کے گھر میں نماز پڑھتا ہوں آپ کے خط میں جس قدر ترددات کا تذکرہ تھا پڑھ کر اور بھی دعا کے لئے جوش پیدا ہوا ......پس اگر دیکھیں تو یہ مال اور متاع جو انسان کو حاصل ہوتا ہے۔صرف خدا کی آزمائش ہے......پس قوی ایمان کے ساتھ اس پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ [۳۱۸]

اب ہم ذیل میں ان کی خدمات کا ایک خاکہ پیش کرتے ہیں جن کا ہمیں مکتوبات اور لٹریچر سے باسہولت تمام علم ہوا۔

☆ یہ عبارت اصل مکتوب سے نقل کی گئی ہے مکتوبات میں اس کی تاریخ کا اندراج صحیح معلوم نہیں ہوتا۔کیونکہ اس مکتوب میں بمقدمہ کرم دین اپیل کے دائر ہونے کا ذکر ہے اور اپیل کا فیصلہ ۰۵-۱-۲۴ کو ہو چکا تھا۔بلکہ ۰۵-۱-۲۴ کو بحوالہ البدر بابت ۰۵-۲-۱ صفحہ ۳ کالم ۲ جرمانہ واپس ہو چکا تھا اس لئے صحیح تاریخ مکتوب ۰۴-۱۲-۲۰ ہوسکتی ہے اصل مکتوب سے تاریخ دیکھنا یاد نہیں۔

۱- دوصد اکاسی روپیہ چندہ

حضرت اقدسؑ آپ کو ۹ رجنوری ۱۸۹۲ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''مبلغ دوصد اکیاسی روپیہ آں محبّ کل کی ڈاک میں مجھ کو مل گئے ۔ جزاکم اللہ خیراً۔جس وقت آپ کا روپیہ پہنچا ہے۔ مجھ کو اتفاقاً نہایت ضرورت درپیش تھی موقعہ پر آنے کی وجہ سے میں جانتا ہوں کہ خداوند کریم وقادر اس خدمت للّٰہی کا آپ کو بہت اجر دے گا۔وَاللّٰہُ یُحِبُّ المحسنین آج مجھ کو صبح کی نماز کے وقت بہت تضرع اور ابتہال سے آپ کے لئے دعا کرنے کا وقت ملا یقین کہ خدا تعالیٰ اس کو قبول کرے گا۔'' [۳۱۹]

۲- پانچ صد روپیہ قرض دینا:

ایک بار نواب صاحب نے پانچ صد روپیہ قرض دیا تھا۔حضورؑ نے اس کا ذکر کیا اور مولوی محمد احسن صاحب امروہوی کی اعانت کی تحریک فرمائی۔ یہ مدنظر رہے کہ اس وقت آتھم کے قصہ کی وجہ سے تعلقات اپنی سابقہ حالت پر نہ تھے۔پھر بھی حضرت نواب صاحبؓ کو ایسی تحریک کے قابل پاتے ہیں۔حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی نواب صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔باعث تکلیف دہی یہ ہے کہ چونکہ اس عاجز نے پانچ سو روپیہ آں محبّ کا قرض دینا ہے ۔ مجھے یاد نہیں کہ میعاد میں سے کیا باقی رہ گیا ہے اور قرضہ کا ایک نازک اور خطرناک معاملہ ہوتا ہے۔میرا حافظہ اچھا نہیں یاد پڑتا ہے کہ پانچ برس میں ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا اور کتنے برس گزر گئے ہوں گے عمر کا کچھ اعتبار نہیں۔آپ براہ مہربانی اطلاع بخشیں کہ کس قدر میعاد باقی رہ گئی ہے۔تاحتی الوسع اس کا فکر رکھ کر توفیق باری تعالیٰ میعاد کے اندر اندر ادا ہو سکے۔اور اگر ایک دفعہ نہ ہو سکے تو کئی دفعہ کر کے میعاد کے اندر بھیج دوں۔امید کہ جلد اس سے مطلع فرماویں تا میں اس فکر میں لگ جاؤں کیوں کہ قرضہ بھی دنیا کی بلاؤں میں سے ایک سخت بلا ہے اور راحت اسی میں ہے کہ اس سے سبکدوشی ہو جائے۔

دوسری بات قابل استفسار یہ ہے کہ مکرمی اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب قریباً دو ہفتہ سے قادیان تشریف لائے ہوئے ہیں اور آپ نے جب آپ کا اس عاجز کا تعلق اور حسن ظن تھا۔بیس روپیہ ماہوار ان کو اسی سلسلہ کی منادی اور واعظ کی غرض سے دینا مقرر کیا تھا۔چنانچہ آپ نے کچھ عرصہ ان کو دیا امید کہ اس کا ثواب بہرحال آپ کو ہوگا۔لیکن چند ماہ سے ان کو کچھ نہیں پہنچا۔اب اگر اس وقت مجھ کو اس بات کے ذکر

کرنے سے بھی آپ کے ساتھ دل رکتا ہے۔مگر چونکہ مولوی صاحب موصوف اس جگہ تشریف رکھتے ہیں اس لئے آپ جومناسب سمجھیں۔میرے جواب کے خط میں اس کی نسبت تحریر کردیں۔حقیقت میں مولوی صاحب نہایت صادق دوست اور عارف حقائق ہیں وہ مدراس اور بنگلور کی طرف دورہ کرکے ہزار ہا آدمیوں کے دلوں سے تکفیراور تکذیب کے غبار کودور کرآئے ہیں اور ہزار ہا کواس جماعت میں داخل کرآئے ہیں اورنہایت مستقیم اورقوی الایمان اور پہلے سے بھی نہایت ترقی پر ہیں۔

ہماری جماعت اگرچہ غرباء اورضعفاء کی جماعت ہے۔لیکن (انشاء اللہ)العزیز یہی علماء اور محققین کی جماعت ہے اوران ہی کو میں متقی اور خداترس اور عارف حقائق پاتا ہوں اور نیک روحوں اور دلوں کودن بدن خداتعالیٰ کھینچ کراس طرف بلاتا ہے۔**فالحمد اللّٰہ علی ذالک۔**

خاکسارمرزاغلام احمدقادیان

۹؍دسمبر۱۸۹۴ء [۳۲۰] ☆

۳- الہام وسع مکانک کے تعلق میں انفاق

اسی طرح حضورؑ جب مہمانوں کی خاطر وَسِّعْ مَکَانَکَ [۳۲۱] کے ارشادالٰہی کی تعمیل میں کوشاں تھے تو حضرت نواب صاحبؓ کواس نہج سے سابق بالخیرات ہونے کا موقعہ ملا۔حضورؑاس بارہ میں نواب صاحبؓ کو تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔کل کی ڈاک میں آں محبّ کا عنایت نامہ مجھ کوملا۔آپ کی محبت اوراخلاص اور ہمدردی میں کچھ شک نہیں۔ہاں میں ایک استاد کی طرح جوشاگردوں کی ترقی چاہتا ہے۔آئندہ کی زیادہ قوت کے لئے اپنے مخلصوں کے حق میں ایسے الفاظ بھی استعمال کرتا ہوں جن سے وہ متنبہ ہوکراپنی اعلیٰ سے اعلیٰ قوتیں ظاہر کریں اور دعا یہی کرتا ہوں کہ خداتعالیٰ ان کی کمزوریاں دورفرماوے۔میں دیکھتا ہوں کہ اس دنیا کا تمام کاروباراوراس کی نمائش اورعزتیں حباب کی طرح ہیں اورنہایت سعادت مندی اسی میں ہے کہ پورے جوش سے اور پوری صحت کے ساتھ دین کی طرف حرکت کی جائے اورمیرے نزدیک بڑے خوش نصیب وہ ہیں کہ اس وقت اورمیری آنکھوں کے سامنے دکھ اٹھا

☆ خطوط وحدانی کے الفاظ مولف ہذا کی طرف سے ہیں۔

کر اپنے سچے ایمان کا جوش دکھاویں۔ مجھے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس زمانہ کے لئے تجھے گواہ کی طرح کھڑا کروں گا۔ پس کیا خوش نصیب ہے وہ شخص جس کے بارے میں اچھی گواہی ادا کرسکوں۔ اس لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا کا خوف بہت دل میں بڑھالیا جائے تا اس کی رحمتیں نازل ہوں اور تا وہ گناہ بخشے۔ آپ کے دو خط آنے کے بعد ہمارے اس جگہ کے دوستوں نے اس رائے کو پسند کیا کہ جو زنانہ گھر کے حصہ مغربی کے مکانات کچے اور دیوار کچی ہے اس کو مسمار کر کے اس کی چھت پر مردانہ مکان تیار ہوجائے اور نیچے کا مکان بدستور گھر سے شامل رہے۔ چنانچہ حکمت الٰہی سے یہ غلطی ہوگئی کہ وہ کل مکان مسمار کر دیا گیا۔ اب حال یہ ہے کہ مردانہ مکان تو صرف اوپر تیار ہوسکتا ہے۔ اور زنانہ مکان جو تمام گرایا گیا ہے اگر نہایت ہی احتیاط اور کفایت سے اس کو بنایا جاوے۔ تو شاید ہے کہ آٹھ سو روپیہ تک بن سکے۔ کیونکہ اس جگہ اینٹ پر دوہری قیمت خرچ ہوتی ہے اور مجھے یقین نہیں کہ چار سو روپیہ کی لکڑی آ کر بھی کام ہوسکے۔ بہرحال یہ پہلی منزل اگر تیار ہوجائے تو بھی بے کار ہے جب تک دوسری منزل اس پر نہ پڑے۔ کیونکہ مردانہ مکان اسی چھت پر پڑ گیا اور چونکہ ایک حصہ مکان گرنے سے گھر بے پردہ ہورہا ہے اور آج کل ہندو بھی قتل وغیرہ کے لئے بہت کچھ اشتہارات شائع کر رہے ہیں اس لئے میں نے کنوئیں کے چندہ میں سے عمارت کو شروع کرا دیا ہے تا جلد پردہ ہوجائے۔ اگر اس قدر پکا مکان بن جاوے جو پہلے کچا تھا تو شاید آئندہ کسی سال اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو اوپر کا مردانہ حصہ بن سکے۔ افسوس کہ لکڑی چھت کی محض بیکار نکلی اور ایسی بوسیدہ کہ اب جلانے کے کام میں آتی ہے۔ لہٰذا قریباً چار سو روپیہ کی لکڑی چھت وغیرہ کے لئے درکار ہوگی۔ خدا تعالیٰ کے کام آہستگی سے ہوتے ہیں۔ اگر اس نے چاہا ہے تو کسی طرح سے انجام کر دے گا۔ یقین کہ مولوی صاحب کا علیحدہ خط آپ کو پہنچے گا۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۶/ اپریل ۱۸۹۶ء ۳۲۲

توسیع مکان کے تعلق میں حضورؑ مزید تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مبلغ دو سو روپے کے نصف نوٹ آج کی تاریخ آ گئے۔ عمارت کا یہ حال ہے کہ تخمینہ کیا گیا ہے کہ نو سو روپیہ تک پہلی منزل جس پر مکان مقصود بنانے کی تجویز ہے ختم ہوگی۔ کل صحیح طور پر اس تخمینہ کو جانچا گیا ہے اب تک تین سو پچاس روپیہ تک لکڑی اور اینٹ اور چونہ اور مزدوروں کے بارے میں خرچ ہوا ہے۔ معماران کی

مزدوری تین سو پچاس سے الگ ہے۔اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ پہلی منزل کے تیار ہونے کے بعد بالفعل عمارت کو بند کر دیا جائے۔ کیونکہ کوئی صورت اس کی تکمیل کی نظر نہیں آتی۔ یہ اخراجات گویا ہر روز پیش آتے ہیں۔ان کے لئے اول سرمایہ ہو تو پھر چل سکتے ہیں۔شاید اللہ جل شانہ اس کا کوئی بندوبست کر دیوے بالفعل اگر ممکن ہو سکے تو آں محبّ بجائے پانچ سو روپے کے سات سو روپیہ کی امداد فرماویں دو سو روپے کی جو کمی ہے وہ کنوئیں کے چندہ میں سے پوری کر دی جاوے گی اور بالفعل کنواں بنانا موقوف رکھا جاوے گا۔ پس اگر سات سو روپیہ آپ کی طرف سے ہو اور دو سو روپیہ کنوئیں کے اس طرح پر نو سو روپیہ تک پہلی منزل انشاء اللہ پوری ہو جائے گی۔اور کیا تعجب ہے کچھ دنوں کے بعد کوئی اور صاحب پیدا ہو جائیں تو وہ دوسری منزل اپنے خرچ سے بنوا دیں۔ نیچے کی منزل مردانہ رہائش کے لائق نہیں ہے کیونکہ وہ زنانہ مکان سے ملی ہوئی ہے۔مگر اوپر کی منزل اگر ہو جائے تو عمدہ ہے۔

مکان مردانہ بن جائے گا جس کی لاگت بھی اسی قدر یعنی نو سو یا ہزار روپیہ ہوگا میں شرمندہ ہوں کہ آپ کو اس وقت میں نے تکلیف دی اور ذاتی طور پر مجھ کو کسی مکان کی حاجت نہیں۔خیال کیا گیا تھا کہ نیچے کی منزل میں ایسی عورتوں کے لئے مکان تیار ہوگا کہ جو مہمان کے طور پر آئیں اور اوپر کی منزل مردانہ مکان ہو۔ سو اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس خیال کو پورا کر دے گا۔والسلام

خاکسار غلام احمد

۴ر مئی ۱۸۹۷ء ۳۲۳

مکرم عرفانی صاحب اس مکتوب پر تحریر فرماتے ہیں کہ ”خدائے تعالیٰ نے جیسا کہ اس خط میں آپ نے ظاہر فرمایا تھا آخر وہ تمام مکانات بنوا دئے اور وَسِّعْ مَكَانَكَ کی پیشگوئی ہمیشہ پوری ہی ہوتی رہتی ہے اور اس کی شان ہمیشہ جدا ہوتی ہے۔مبارک ہیں وہ جن کو اس کی تکمیل میں حصہ ملتا ہے۔ابتدائی ایام میں حضرت نواب صاحبؓ کو سابق ہونے کا اجر ملا۔جزاھم اللہ احسن الجزاء۔“

اسی سلسلہ میں حضورؑ نے مزید دوصد روپیہ طلب فرمایا تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانصد روپیہ جو گزشتہ مکتوب کے ذریعہ طلب کیا گیا تھا آ چکا تھا صرف دوصد روپیہ زائد طلب کردہ کا انتظار تھا۔حضور نے ۲۷ر جون ۹۷ء کو رقم فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی اخویم نواب صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پہلے آں محبّ کی خدمت میں دو سو روپے کے لئے بغرض بیباقی حساب دہی معماران و مزدوران اور اینٹ وغیرہ کی نسبت لکھا گیا تھا۔ایک وہ روپیہ نہیں

دیا اور رقم کی اشد ضرورت ہے اس لئے مکلّف ہوں کہ براہ مہربانی دوسوروپیہ ارسال فرماویں تادیا جائے۔معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر خرچ کے بعد بھی کسی قدر حصہ نیچے کے مکان کی عمارت سے ناتمام رہ جائے گا۔مگر امر مجبوری ہے پھر جس وقت صورت گنجائش ہوگی کام شروع کر دیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کے ہر امر اختیار میں ہے۔'' ۳۲۴

مجھے ابھی تک ایک بھی موقعہ کا علم نہیں ہو سکا کہ حضرت اقدسؑ کی طرف سے نواب صاحبؓ کو مالی اعانت یا قرض کی تحریک ہوئی ہو اور آپ اس کی تعمیل نہ کر سکے ہوں۔اس لئے جو واقعات ہمارے سامنے ہیں ان سے ہمارے لئے یہ باور کرنے کے لئے قرائن تو یہ موجود ہیں کہ نواب صاحبؓ نے دوصدروپیہ کی رقم بھی ارسال کی ہوگی۔نہ تمام مکتوبات محفوظ ہیں اور نہ جو موجود ہیں سارے مجھے دستیاب ہوئے ہیں۔

۴- ۹۸ء میں مدرسہ کی اعانت

حضرت نواب صاحبؓ کو بزرگان کرام بھی تحریکات کرتے رہتے تھے۔چنانچہ ایک موقعہ کا علم ہمیں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ذیل کے مکتوب سے ہوتا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرم معظم جناب خاں صاحب۔وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔خواجہ صاحب کو جناب کا خط بھیج دیا گیا ہے۔آپ نے اب تک تعجب ہے اپنی سوانح سے سبکدوشی حاصل نہیں کی۔یا وہی چین کے بادشاہ والا قصہ ہے۔کوئی مطبع والا صاحب ادھر سے گیا۔وزیر صاحب سے ملاقات ہوئی اس نے ہُنر اور تجربہ پوچھا۔جواب دیا کتابیں چھاپا کرتا ہوں۔وزیر نے کہا میں تجھے بادشاہ کے ہاں لے جاتا ہوں وہاں یہ کہنا کہ میں کاغذ بنایا کرتا ہوں اس لئے کہ یہاں کوئی چھاپنے کے فن سے واقف نہیں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔وزیر نے بڑی تعریف کی کہ آپ ایسا عمدہ کاغذ بنا سکتے ہیں کہ ہمارے ملک میں کوئی ویسا بنا نہیں سکتا۔بادشاہ نے خوش ہو کر کہا کل ہمارے ہاں کوئی نمونہ اپنی کاری گری کا لانا۔دوسرے دن بیچارہ سخت تردد میں پڑ گیا کہ اب بادشاہ کے سامنے کیوں کر جاؤں وزیر نے ہنس کر کہا گھبراؤ مت کل کی بات کل تک ہی تھی۔اس سے آگے کس کو یاد۔ایسا نہ ہو کہ آپ بھی فغفور چین کی خلافت راشدہ پر متمکن ہو جائیں۔

مسک العارف رسالہ مصنفہ مولوی سید محمد احسن صاحب جو آپ کے حکم سے شائع ہونا تھا چھپ گیا۔مدرسہ کی منتظم کمیٹی نے نصف اس کا روپیہ دے کر بلحاظ اصلی لاگت کے خرید لیا اس لئے کہ مولوی صاحب نے ایک جماعت کے وعدہ کی بناء پر ۱۴۰۰ سو چھپوایا تھا جس میں سے نصف یعنی سات سو کے خرچ کے ذمہ دار

آپ تھے۔مگرآخر مولوی صاحب کوسبکدوش کرنے کے لئے کمیٹی نے نصف لاگت اکتالیس روپے نو آنے دے کر خرید لیا اور باقی نصف جو جناب کے ذمہ تھا وہ بھی بالاتفاق مدرسہ فنڈ کی ترقی کے لئے کمیٹی نے بطور عطیہ آپ کی طرف سے خود بخود دے لیا۔ بایں حسن ظنی کہ گویا آپ خود کمیٹی میں موجود ہیں۔اور ایسے عطیہ کی منظوری دے دی ہے اب آپ از راہ کرم جس قدر جلد ممکن ہو سکے اکتالیس روپے نو آنے ارسال فرمائیں تا قرضہ طبع وغیرہ احباب* کا ادا ہو۔اور منجملہ ۵۰ رسالے آپ کے لئے رکھے گئے ہیں کہ آپ انہیں جیسے چاہیں تقسیم کر سکتے ہیں۔کمیٹی باقی کو تین آنے پر فروخت کرے گی۔

محک سعادت یہ ہے کہ غیبت میں بھی حضورؑ کا سا ذوق اور عرفان ہو۔ایک سست اور بے ذوق مزدور بھی آقا کے روبرو فوق العادۃ چست ہو جاتا ہے۔یہی سر ہے کہ کتاب اللہ آغاز ہی میں فرماتی ہے هدی للمتّقین الَّذِیْنَ یؤمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ خدا تعالیٰ آپ کو عزم ثابت اور قلب مستقیم عنایت کرے اور دنیا کے ہموم وغموم سے جو اکیلا ذریعہ ہمت کے پست ہونے خیالات کے متفرق ہونے اور قوت فیصلہ کے ضعیف ہونے کا ہیں نجات بخشے۔آرزو ہے کہ آپ ہماری جماعت میں قابل اقتدار نمونہ اور مشار الیہ بن جائیں۔

آج کل جو باتیں بیان ہوتی ہیں خلاصہ اور گل سرسبد یہی ہے کہ خوفناک طرح ہمیں ڈرایا جاتا ہے آنے والے ایام اللہ سے اور سخت تاکید کی جاتی ہے۔تقویٰ طہارت کے التزام کا۔فرماتے ہیں میں خوب جانتا ہوں ایسے اشتہارات جیسے اشتہار طاعون بلحاظ قانون سڈیشن مناسب وقت نہ تھے مگر ہمدردی خلق اللہ نے مجھے مجبور کر دیا اس لئے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے بہت تھوڑا ہے اس سے جو دکھایا گیا ہے۔رسالہ دعا جو درحقیقت خدا نما ہے چھپ رہا ہے اور معاً فارسی ترجمہ بھی جو یہ عاجز کر رہا ہے۔والسلام

عاجز عبدالکریم ۱۳/اپریل☆

☆ یہ مکتوب ۱۳-اپریل ۹۸ء کا ہے کیونکہ اشتہار طاعون کی تاریخ ۶ فروری ۹۸ء ہے اور ۹۸ء میں ہی مسک العارف تصنیف ہوئی تھی اور رسالۂ دعا کتاب ایام الصلح کو کہا گیا ہے وہی ۹۸ء میں تصنیف ہوئی اور دعا کے موضوع پر مشتمل ہے۔گو مکتوب نمبر۲۲ پر تاریخ درج نہیں لیکن یہ مکتوب نمبر۲۴ کے قریب کا معلوم ہوتا ہے۔مکتوب نمبر۲۴، ۹۸-۱۱-۲۱ کا ہے مکتوب نمبر۲۲ میں مرزا خدا بخش صاحب کے لڑکے کی حالت بوجہ علالت ناقابل اطمینان ہونے کا ذکر ہے۔مکتوب نمبر۲۴ میں مرزا صاحب کے گھر کے تمام افراد کے بیمار ہونے اور بیماری کی شدت کا ذکر ہے اسی طرح مکتوب نمبر۲۹ بنام مرزا خدا بخش صاحب مورخہ ۹۸-۱۱-۲۲ میں مرزا صاحب کی اہلیہ کی بیماری کا ذکر ہے۔

* یہ لفظ ٹھیک پڑھا نہیں گیا۔مؤلف

۵- حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دوصد روپیہ بھیجا

اسی طرح نواب صاحبؓ نے مبلغ دوصدروپیہ حضورؑ کی خدمت بابرکت میں ارسال کیا اس بارہ میں حضورؑ ۲۱؍جولائی ۱۸۹۸ءکوتحریرفرماتے ہیں کہ

''عنایت نامہ معہ مبلغ دوصدروپیہ مجھ کوملا۔اللہ تعالیٰ آپ کو ہرایک مرض اورغم سے نجات بخشے۔آمین ثم آمین۔ خط میں سوروپیہ لکھا ہوا تھا اور حامل خط نے دوسوروپیہ دیا اس کا کچھ سبب معلوم نہ ہوا۔'' ۳۲۵

۶- حضورؑ کی خدمت میں تین صد روپیہ بھیجا

ایک بارنواب صاحبؓ نے تین صدروپیہ حضورؑ کی خدمت میں ارسال کیا چنانچہ حضور تحریرفرماتے ہیں :

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آپ کا عنایت نامہ مع دوسرے خط کے جوآپ کے گھر کے لوگوں کی طرف سے تھا۔جس میں صحت کی نسبت لکھا ہوا تھا پہنچا بعد پڑھنے کے دعا کی گئی اللہ تعالیٰ دنیاوآخرت میں ہرایک بلا سے محفوظ رکھے۔آمین ثم آمین۔ہم دست مرزاخدابخش صاحب مبلغ تین سوروپے کے تین نوٹ بھی پہنچ گئے۔جزاکم اللہ خیرا۔ان کےلڑکے کا حال ابھی قابل اطمینان نہیں ہے۔گوپہلی حالت سے کچھ تخفیف ہے۔مگراعتبار کے لائق نہیں۔باقی سب خیریت ہے۔والسلام

خاکسارمرزاغلام احمدعفی عنہ ۳۲۶

۷- حضورؑ کی طرف سے تعریف سفرنصیبین کے لئے اعانت

سلسلہ کوجس قدرضرورت مالی اعانت کی تھی اس کا اندازہ حضرت اقدس کے اشتہار من انصاری اِلَی اللّٰہ مورخہ ۴؍اکتوبر ۱۸۹۹ءسے ہوتا ہے۔جس میں حضورؑ نے لنگرخانہ،تالیفات اورتردیدتثلیث کی خاطر بعض معلومات کے حاصل کرنے کے لئے تین دوستوں کونصیبین کے سفر پر بھیجنے کے لئے اعانت کی پرزورتحریک کی ہے۔حضورؑ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے اورسب سے بڑھ کر یہ امرضروری ہے کہ قادیان میں مہمانوں کی آمدورفت بکثرت جاری رہے۔اس سے پہلے دواڑہائی صدروپیہ کا آٹا ماہوارآتا تھا۔اب قحط کی وجہ سے شاید پانصدروپیہ تک نوبت پہنچی اورفرماتے ہیں کہ

''میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لئے ہمارے پاس کچھ بھی سامان نہیں......میرے نزدیک یہ انتظام ہمارے

اس نام سلسلہ کی بنیاد ہے اور دوسری تمام باتیں اس کے بعد ہیں کیونکہ فاقہ اٹھانے والے معارف اور حقائق بھی سن نہیں سکتے۔ سو سب سے اول اس انتظام کے لئے ہماری جماعت کو متوجہ ہونا چاہئے۔ اور یہ خیال نہ کریں کہ اس راہ میں روپیہ خرچ کرنے سے ہمارا کچھ نقصان ہے کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے لئے وہ خرچ کریں گے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ خسارہ کی حالت میں وہ لوگ ہیں جو ریا کاری کے موقعوں میں تو صدہا روپیہ خرچ کریں اور خدا کی راہ میں پیش و پس سوچیں۔ شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر پھر اپنی خست اور بخل کو نہ چھوڑے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ صحابہ پر چندے لگائے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر رہے۔ سو مردانہ ہمت سے امداد کے لئے بلاتوقف قدم اٹھانا چاہئے ہر ایک اپنی مقدرت کے موافق اس لنگر خانہ کے لئے مدد کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک ایسا انتظام ہو کہ ہم لنگر خانہ کے سردرد سے فارغ ہو کر اپنے کام میں بافراغت لگے رہیں اور ہمارے اوقات میں کچھ حرج نہ ہو۔ جو ہمیں مدد دیتے ہیں۔ آخر وہ خدا کی مدد دیکھیں گے۔‘‘

نیز فرماتے ہیں:

’’دوسری شاخ اخراجات کی جس کے لئے ہر وقت میری جان گدازش میں ہے سلسلۂ تالیفات ہے۔ اگر یہ سلسلہ سرمایہ کے نہ ہونے سے بند ہو جائے تو ہزارہا حقائق اور معارف پوشیدہ رہیں گے۔ اس کا مجھے کس قدر غم ہے؟ اس سے آسمان بھر سکتا ہے۔ اسی میں میرا سرور اور اسی میں میرے دل کی ٹھنڈک ہے کہ جو کچھ علوم اور معارف سے میرے دل میں ڈالا گیا ہے۔ میں خدا کے بندوں کے دلوں میں ڈالوں دور رہنے والے کیا جانتے ہیں؟ مگر جو ہمیشہ آتے جاتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کیونکہ میں دن رات تالیفات میں مستغرق ہوں اور کس قدر میں اپنے وقت اور جان کے آرام کو اس راہ میں فدا کر رہا ہوں۔ میں ہر دم اس خدمت میں لگا ہوا ہوں لیکن اگر کتابوں کے چھپنے کا سامان نہ ہو اور عملہ مطبع کے خرچ کا روپیہ موجود نہ ہو تو میں کیا کروں؟ جس طرح ایک عزیز بیٹا کسی کا مر جاتا ہے اور اس کو سخت غم ہوتا ہے۔ اسی طرح مجھے کسی ایسی اپنی کتاب کے نہ چھپنے سے غم دامن گیر ہوتا ہے۔‘‘

نیز نصرت اور جانفشانی میں سرگرم احباب کے اسماء ذکر کرتے ہوئے حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

’’یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حبی فی اللہ سردار نواب محمد علی خاں صاحب بھی محبت اور اخلاص میں بہت ترقی کر گئے ہیں اور فراست صحیحہ شہادت دیتی ہے کہ وہ بہت جلد قابل رشک اخلاص اور محبت کے منار تک پہنچیں گے۔ اور وہ ہمیشہ حتی الوسع مالی امداد میں بھی کام آتے رہے ہیں اور امید ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ خدا کی راہ میں

اپنے مالوں کوفدا کریں گے۔خدا تعالیٰ ہر ایک کے عملوں کو دیکھتا ہے مجھے کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں۔'' ۳۲۷

سفر نصیبین کے اخراجات کے تعلق میں پانچ ہفتہ قبل حضورؑ ۲۹ ر اگست ۱۸۹۹ء کو نواب صاحبؓ کو ذیل کے الفاظ میں تحریک فرما چکے تھے۔

''مرزا خدا بخش کو نصیبین بھیجنے کی پختہ تجویز ہے۔خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کے کئی موقعے ہوتے ہیں جو ہر وقت ہاتھ نہیں آتے۔کیا تعجب کہ خدا تعالیٰ آپ کی اس خدمت سے آپ پر راضی ہو جاوے اور دین اور دنیا میں آپ پر برکات نازل کرے کہ آپ چند ماہ اپنے ملازم خاص کو خدا تعالیٰ کا ملازم ٹھہرا کر اور بدستور تمام بوجھ اس کی تنخواہ اور سفر خرچ کا اپنے ذمہ پر رکھ کر اس کو روانہ نصیبین وغیرہ ممالک بلاد شام کریں۔میرے نزدیک یہ موقعہ ثواب کا آپ کے لئے وہ ہوگا کہ شاید پھر عمر بھر ایسا موقعہ ہاتھ نہ آوے۔'' ۳۲۸

بعد ازاں ۴ ر اکتوبر ۹۹ء کے اشتہار میں حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں کہ

''ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مرزا صاحب موصوف کا تمام سفر خرچ ایک مخلص باہمت نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ ان کا نام ظاہر کیا جائے۔مگر دو اور آدمی ہیں جو مرزا خدا بخش صاحب کے ہم سفر ہوں گے ان کے سفر خرچ کا بندوبست قابل انتظام ہے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ ''مخلص باہمت'' دوست حضرت نواب صاحبؓ ہی تھے۔آپ نے مرزا صاحب کے دونوں رفقا کے اخراجات برداشت کرنے کے متعلق بھی تحریر کیا۔چنانچہ حضرت اقدسؑ ۹ ر نومبر ۱۸۹۹ء کو نواب صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ

محبی عزیزی اخویم نواب محمد علی خاں صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔پانچ سو روپے کا نوٹ اور باقی روپیہ یعنی پچھتر روپے پہنچ گئے۔جزاکم اللہ خیر الجزاء۔دو آدمی جو نصیبین میں برفاقت مرزا خدا بخش صاحب بھیجے جائیں گے ان کے لئے پانچ سو روپیہ کی ضرورت ہوگی۔لہٰذا (حسب)☆ تحریر آں محبّ اطلاع دی گئی ہے کہ پانچ سو روپیہ ان کی روانگی کے لئے چاہئے۔مجھے یقین ہے کہ نومبر ۱۸۹۹ء تک آں محبّ تشریف لائیں گے۔باقی سب خیریت ہے۔والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد قادیان ۳۲۹

اشتہار و مکتوب کی عبارات سے ظاہر ہے کہ مرزا خدا بخش صاحب کے دونوں رفقاء سفر کے اخراجات

☆ یہ خطوط وحدانی کا لفظ خاکسار مؤلف کتاب ہذا کی طرف سے ہے۔

برداشت کرنے پر نواب صاحبؓ آمادہ تھے اور اس بارہ میں حضورؑ کی خدمت میں تحریر کر چکے تھے۔ چنانچہ اس کے مطابق حضورؑ نے ان کے اخراجات ارسال کرنے کے لئے تحریر کیا۔ حضورؑ نے مرزا خدابخش صاحب کے اخراجات تنخواہ اور سفرخرچ برداشت کرنے کی تحریک فرمائی تھی۔ سو یہ امر قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا کہ اس سفر کے تعلق میں نواب صاحبؓ مرزا صاحب کے دو رفقاء کے اخراجات دینے پر تو آمادہ ہو جائیں لیکن مرزا صاحب کے اخراجات نہ برداشت کرنا چاہیں کہ جن کے لئے اولاً حضرت اقدسؑ کی طرف سے تحریک کی گئی تھی۔ سو ظاہر ہے کہ تینوں کے اخراجات نواب صاحبؓ ہی برداشت کرنا چاہتے تھے۔

۸- منارۃ المسیح کے لئے چندہ

دمشق کے مشرق میں منارۂ بیضاء نزول مسیح کی پیشگوئی کا حقیقی مفہوم تو کچھ اور ہے لیکن حضرت اقدسؑ کا طریق تھا کہ جہاں تک ممکن اور جائز ہوتا ظاہری رنگ میں بھی ہر پیشگوئی کو پورا کرنے کی کوشش فرماتے۔

حضرت اقدسؑ ۲۸؍مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں منارہ کی تجویز اور اس کی غرض کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

> ''یہ اشتہار منارہ کے بننے کے لئے لکھا گیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ مسجد کی بعض جگہ کی عمارات بھی ابھی نادرست ہیں۔ اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ جو کچھ منارۃ المسیح کے مصارف میں سے بچے گا وہ مسجد کی دوسری عمارت پر لگا دیا جائے گا۔ یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ دلوں کو کھولو اور خدا کو راضی کرو۔ یہ روپیہ بہت سی برکتیں ساتھ لے کر پھر آپ لوگوں کی طرف واپس آئے گا۔'' ۳۳۰

تحریک کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

> ''منارۃ المسیحؑ کے بارہ میں اس سے پہلے ایک اشتہار شائع ہو چکا ہے لیکن جس کمزوری اور کم توجہی کے ساتھ اس کام کے لئے چندہ وصول ہو رہا ہے اس سے ہرگز امید نہیں کہ یہ کام انجام پذیر ہو سکے۔ لہذا میں آج خاص طور پر سے اپنے ان مخلصوں کو اس کام کے لئے توجہ دلاتا ہوں جن کی نسبت مجھے یقین ہے کہ اگر وہ سچے دل سے کوشش کریں اور جیسا کہ اپنے نفس کے اغراض کے لئے اور اپنے بیٹوں کی شادیوں کے لئے پورے زور سے انتظام سرمایہ کر لیتے ہیں ایسا ہی انتظام کریں تو ممکن ہے کہ یہ کام ہو جائے اگر انسان کو ایمانی دولت سے حصہ ہو تو گو کیسے ہی مالی مشکلات کے شکنجے

میں آجائے تاہم وہ کار خیر کی توفیق پالیتا ہے۔‘‘ ۳۳۱

پھر حضورؑ ذکر کرتے ہوئے کہ جامع مسجد اموی دمشق کی مسجد میں دو دفعہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے منارہ بنایا گیا دونوں دفعہ وہ جل گیا فرماتے ہیں۔

’’غرض دونوں مرتبہ مسلمانوں کو اس قصد میں ناکامی رہی اور اس کا سبب یہی تھا کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ قادیان میں منارہ بنے کیونکہ مسیحؑ موعود کے نزول کی یہی جگہ ہے۔ سو اب یہ تیسری مرتبہ ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو موقع دیا ہے کہ اس ثواب کو حاصل کریں۔ جو شخص اس ثواب کو حاصل کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے انصار میں سے ہوگا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اگرچہ لاکھوں انسان اس جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہو رہے ہیں۔ مگر مقبول دو گروہ ہی ہیں۔

۱- اول وہ گروہ جنہوں نے بعد اس کے جو مجھے پہچان لیا جو میں خدا کی طرف سے ہوں بہت سے نقصان اٹھا کر اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور قادیان میں اپنے گھر بنالئے اور اس درد کی برداشت کی جو ترک وطن اور ترک احباب وطن میں ہوا کرتی ہے۔ یہ گروہ مہاجرین ہے اور میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کا بڑا قدر ہے کیونکہ خدا کے واسطے اپنے وطنوں کو چھوڑنا اور اپنے چلتے ہوئے کاموں کو خاک میں ملا دینا اور اپنے وطن کی پیاری مٹی کو خدا کے لئے الوداع کہہ دینا کچھ تھوڑی بات نہیں **فطوبیٰ للغرباء المهاجرين** ۔ دوسرا گروہ انصار ہے اور وہ اگرچہ اپنے وطنوں میں ہیں لیکن ہر ایک حرکت اور سکون میں ان کے دل ہمارے ساتھ ہیں اور وہ مال سے محض خدا کو راضی کرنے کے لئے مدد دیتے ہیں اور میں ارادہ کرتا ہوں اگر خدا تعالیٰ کا بھی ارادہ ہو کہ اس منارہ کے کسی مناسب پہلو میں ان مہاجرین کے نام لکھوں جنہوں نے محض خدا کے لئے یہ دکھ اپنے اوپر اٹھالیا کہ اپنے پیارے وطنوں کو چھوڑ کر ایک خدا کے مامور کا قرب مکانی حاصل کرنے کے لئے قادیان میں سکونت اختیار کر لی اور ایسا ہی ان انصار کے نام بھی جنہوں نے اپنی خدمت اور نصرت کو انتہا تک پہنچایا اور میرا نور قلب مجھے اس وقت اس بات کی طرف تحریک کرتا ہے جو ایسے مبارک کام کے لئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہوتی ہے اپنی مخلص جماعت کو اس مالی مدد کی تکلیف دوں جو مومن کے لئے جنت کو واجب کرتا ہے۔ پس میں اسی غرض سے چند مخلصین کے نام ذیل میں لکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ہر ایک ان میں سے کم سے کم ایک سو روپیہ اس عظیم الشان کام کے لئے پیش کرے......

’’سوائے مخلصو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں کو قوت بخشے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو ثواب حاصل کرنے

اورامتحان میں صادق نکلنے کا یہ موقعہ دیا ہے۔ مال سے محبت مت کرو، کیونکہ وہ وقت آتا ہے کہ اگر تم مال کونہیں چھوڑتے تو وہ تمہیں چھوڑ دے گا۔ مسیح موعود کے لئے ......دو پیشگوئیاں تھیں ......سو وہ پیشگوئی جس میں انسانی ہاتھوں کا دخل نہ تھا۔یعنی رمضان میں خسوف کسوف ......وہ تو کئی سال گزر چکے کہ ظہور میں آچکی لیکن یہ پیشگوئی جس میں انسانی ہاتھوں کا دخل ہے یعنی منارہ کا طیار ہونا یہ اب تک ظہور میں نہیں آئی اور مسیح موعود کا حقیقی نزول یعنی ہدایت اور برکات کی روشنی کا دنیا میں پھیلنا یہ اسی پر موقوف ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو۔یعنی منارہ طیار ہو کیونکہ مسیح موعود کے لئے جو یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ وہ نازل ہوگا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بغیر وسیلہ انسانی اسباب کے آسمان سے ایک قوت نازل ہوگی جو دلوں کوحق کی طرف پھیرے گی۔اورمراد اس سے انتشار روحانیت اور بارش انوار وبرکات ہے۔سوابتداء سے یہ مقدر ہے کہ حقیقت مسیحیہ کا نزول جونور اور یقین کے رنگ میں دلوں کوخدا کی طرف پھیرے گا۔منارہ کی تیاری کے بعد ہوگا کیونکہ منارہ اس بات کے لئے علامت ہوگا کہ وہ لعنت کی تاریکی جو شیطان کے ذریعہ سے دنیا میں آئی ہے وہ مسیح موعود کے منارہ کے ذریعہ سے یعنی نور کے ذریعہ سے دنیا سے مفقود ہو اور منارۂ بیضاء کی طرح سچائی چمک اٹھے اوراونچی ہو،خدا کے بعض جسمانی کام اپنے اندر روحانی اسرار رکھتے ہیں پس جیسا کہ توریت کے رو سے صلیب پر چڑھنے والا لعنت سے حصہ لیتا تھا ایسا ہی منارۃ المسیح پر صدق اور ایمان سے چڑھنے والا رحمت سے حصہ لے گا۔اور یہ جو لکھا ہے کہ منارہ کے قریب مسیح کا نزول ہوگا ،اس کے معنوں میں یہ بات داخل ہے کہ اسی زمانہ میں جب کہ منارہ طیار ہوجائے گا مسیحی برکات کا زور وشور سے ظہور وبروز ہوگا۔اوراسی ظہور وبروز کونزول کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے پس جولوگ اس عظیم الشان سعادت سے حصہ لیں گے یہ تو مشکل ہے کہ ان سب کے نام منارہ پر لکھے جائیں لیکن یہ قرار دیا گیا ہے کہ بہرحال چند مہاجرین کے مقابل پر ایسے تمام لوگوں کے نام لکھے جائیں گے جنہوں نے کم سے کم سوروپیہ منارہ کے چندہ میں داخل کیا ہو اور یہ نام ان کے زمانۂ دراز تک بطور کتبہ کے منارہ پر کندہ رہیں گے جو آئندہ آنے والی نسلوں کو دعا کا موقعہ دیتے رہیں گے۔'' [۳۳۲]

بعدازاں حضرت اقدسؑ نے ایک سودو مخلصین کے اسماء درج فرمائے ہیں کہ جن کے اخلاص سے حضورؑ نے اس کارِخیر میں کم ازکم سوروپیہ دینے کی توقع ظاہر کی اوربعض دے چکے تھے اس فہرست میں پہلے نمبر پرحضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا اوردوسرے نمبر پر''نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ'' کا نام درج ہے۔اورمنارۃ المسیح پر چھٹے نمبر پر نواب صاحب کا نام انہی الفاظ میں درج ہے اورآپ سے پہلے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام،حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ،حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ،حضرت ام المؤمنین

اطال اللہ بقاء ہا اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے اسماء درج ہیں منارہ کی بنیاد ۱۳/مارچ ۱۹۰۳ء کو بروز جمعہ رکھی گئی تھی اور اس کی تکمیل خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں ہوئی۔ مندرجہ بالا عبارت کے پڑھنے کے بعد یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہوتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کیونکر خلیفۂ برحق اور مثیل مسیح ہیں۔

۹- مرکز میں لائبریری کے قیام میں اعانت

مرکز قادیان میں ایک لائبریری کا قیام ضروری سمجھا گیا اس سلسلہ میں حضرت نواب صاحبؓ کو بھی اعانت کی تحریک کی گئی چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے ۱۹/جنوری ۱۹۰۱ء کو ذیل کے مکتوب کے ذریعہ آپ کو تحریک کی۔

قادیان ۱۹/جنوری۔

مکرم معظم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک بہت ضروری بات کی طرف جناب کی توجہ سامی کو معطوف کرنا چاہتا ہوں۔ حرج گوارا فرما کر سارے عریضہ کو شرف ملاحظہ بخشیئے گا۔

حضرت اقدس علیہ السلام کے سلسلہ کی ضروریات سے ایک مختصر سی لائبریری کا قائم کرنا قرین مصلحت سمجھا گیا ہے۔ کئی ایک عظیم الشان لغت عرب کی کتابیں، عربی انگریزی، انگریزی عربی لغت کی کتابیں تازہ تالیف اور دواوین عربی اور تواریخ اور جغرافیہ عربی وغیرہا منگوانی ضروری سمجھی گئی ہیں، اس وقت بعض واقفیتوں کے حصول کی ضرورت کی وجہ سے انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا تذکرہ درمیان آیا۔ یہ جمعہ کا دن بعد ادائے نماز جمعہ تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے تجویز پیش کی کہ اس کے لئے چار سو روپے چندہ کیا جاوے اس ثناء میں تذکرۃً معلوم ہوا کہ جناب کے پاس انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا موجود ہے۔ اگرچہ جناب کی فتوۃ اور کرم کی تحریک کے لئے شرم معلوم ہوتی ہے کہ درازنفسی کی جائے یا یاس واضطراب کو امید کے کوچہ میں رہ دی جائے مگر معاً ممکن ہے کہ خود جناب کو بھی اس کی ضرورت ہو۔

غرض تجویز ہوئی کہ کتب خانے کے لئے ایک مکان تیار ہو اور ضروری کتابیں منگوائی جائیں اور حضرت مولوی صاحب نے بھی وعدہ فرمایا کہ وہ ایک حصہ اپنے کتب خانہ کا مرحمت فرمائیں گے، ان سب امور کے لئے سردست تجویز ہوئی کہ ایک ہزار پانسو روپے کے لئے چندہ کی فہرست کھولی جاوے۔

اب جناب اگر وہ کتاب مرحمت فرمائیں تو بہت سی زحمت سے جلدی سبکدوشی حاصل ہو جاتی ہے ورنہ جو کچھ اس کار خیر کے لئے منظور فرمائیں۔

حضرت اقدسؑ اس تجویز کے سرپرست اور اصل مجوز و محرک ہیں۔
جناب کی فیاضی سے جواب کا طالب
عاجز عبدالکریم (غیر مطبوعہ)

حضرت نواب صاحبؓ نے انسائیکلو پیڈیا عنایت کر دی۔☆

☆ مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریر کے روز سے جمعہ قریب ہوگا چنانچہ ۱۸؍جنوری کو جمعہ تھا۔ اس مکتوب کے ۱۹۰۱ء کے ہونے کی تعیین اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اپنے مکتوب مورخہ ۱-۳-۰۱ میں سید محمد رضوی صاحبؓ وکیل حیدرآباد دکن کو تحریر فرماتے ہیں۔

''چندہ دینا قوت ایمان کو بڑھاتا اور اس سلسلہ سے تعلق میں ترقی بخشتا ہے کہ جس کی امداد کے لئے چندہ دیا جاتا ہے بہت سے لوگ ابتداء میں جوش سے اٹھتے ہیں اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ ابال ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس کی صاف وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے مالوں سے جن کو جگر کا ٹکڑا کہا گیا ہے کچھ حصہ کاٹ کر سلسلہ کی راہ میں نہیں دیتے۔ مالی امداد کرنا شدت تعصب کو بڑھاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس شخص کی لاج رکھ لیتا ہے کہ اسے سلسلہ سے نکل جانے کا داغ لگے......اس وقت پانچ ہزار کے قریب روپیہ ہمیں درکار ہے۔ ایک لائبریری بھی ہمارے پیش نظر ہے جس کی آرزو بہت دنوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں ہے۔ آپ کو مذاہب باطلہ کی تردید میں بعض اوقات یورپ کے فلاسفروں اور مورخوں کی کتابوں سے حوالہ دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ نیز سلسلہ کے لئے کئی ایک جدید اینگلو عربی اور عربی اینگلو ڈکشنریاں مطلوب ہیں اس لئے بھی سردست کوئی دو ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ غرض یہ ایک مختصر داستان ہے ان مشکلات اور مصائب کی جو ہم پر وارد ہو رہی ہیں۔'' ۳۳۳

اور پھر مدرسہ اور لائبریری کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اس موقعہ پر بھی جناب مکرم محمد علی خاں صاحب قابل ذکر اور مستحق شکر ہیں جنہوں نے سب سے پہلے لائبریری کو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا عطا فرمایا ہے جس کی قیمت ساڑھے چار سو روپیہ ہے امید ہے کہ بہت سے مخلص اور صادق دوست خاں صاحب ممدوح کے نقش قدم پر چلیں گے۔'' ۳۳۴

مکرم عرفانی صاحب خاکسار کے استفسار پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرت نواب صاحبؓ نے انسائیکلو پیڈیا دی تھی جو مکرم مولوی محمد علی صاحب مرحوم لے گئے تھے۔'' ریویو جلد ۱۶ نمبر ۳ بابت مارچ ۱۹۱۷ء میں مرقوم ہے۔ جناب خاں صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے انسائیکلو پیڈیا ریلیجنز اینڈ اتھکس کی پانچ جلدیں اوّل تا پنجم قیمتی ایک سو پانچ روپے اور نیو سٹینڈرڈ ڈکشنری کی چار جلدیں قیمتی ایک سو بیس روپے لائبریری آف ریلیجنز کے لئے بطور عطیہ مرحمت فرمائیں......اوّل الذکر کتاب کی اوّل پانچ جلدوں کی لائبریری میں اُس وقت سے کمی ہوگئی تھی کہ مولوی محمد علی صاحب اپنی لائبریری کے ساتھ یہ جلدیں بھی مستعار لے گئے تھے۔ جو انہوں نے باوجود سخت مطالبہ کے واپس نہ کیں اور حضرت نواب صاحبؓ نے اپنی طرف سے عطیہ دے کر اُس نقص کو پورا فرمایا۔ جزاہٗ اللہ خیراً (سرورق صفحہ ۱)

۱۰- بمقدمۂ کرم دین حضورؑ کے جرمانہ کی رقم ادا کی

''بمقدمہ کرم دین آتمارام مجسٹریٹ کی نیت نیک نہ تھی اور وہ حضرت اقدسؑ کوسزائے قید دینے پر آمادہ تھا چنانچہ ۸- اکتوبر۱۹۰۴ء کواس نے حضرت اقدس کو پانصد جرمانہ اور حضرت حکیم مولوی فضل دین صاحب کو دوصدروپیہ جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ چھ ماہ قید کا فیصلہ سنایا اور اس کا منصوبہ یہ تھا کہ جرمانہ فوراً ادانہ ہوسکے گا اور قید کی سزادی جاسکے گی لیکن یہ سات صدروپیہ فوراً ادا کر دیا گیا جس سے اس کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ اس نے نواب صاحبؓ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مجسٹریٹ کی نیت اچھی نہیں اور آپ نے احتیاطاً نوصدروپیہ ایک روز پیشتر اپنے ایک آدمی کے ہاتھ گورداسپور بھیج دیا اور یہی رقم ان جرمانوں کی ادائیگی میں کام آئی۔ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب ومکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کے اس بیان کی تصدیق حضرت اقدسؑ کے ایک غیر مطبوعہ مکتوب سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور تحریر فرماتے ہیں۔

''مکرر یہ کہ اپیل خدا تعالیٰ کے فضل سے منظور ہوگیا ہے اور سات سوروپیہ جیسا کہ دستور ہے کہ انشاء اللہ واپس مل جائے گا اس لئے میں نے کہہ دیا ہے کہ جب وہ روپیہ ملے تو وہ آپ کی خدمت میں بھیج دیا جائے کیونکہ مشکلات کے وقت میں آپ کو ہر طرح سے روپے کی ضرورت ہے۔☆

۱۱- پانصد روپیہ بھیجنا

مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات سلسلہ کے کسی کام کے لئے روپیہ درکار ہوتا تو حضرت اقدسؑ خود تحریک کر کے نواب صاحبؓ سے روپیہ منگوا لیتے تھے۔ایک دفعہ حضورؑ نے

☆ مجدد اعظم کا یہ بیان کہ خواجہ کمال الدین صاحب کوتھوڑی دیر قبل ایک موکل سات صد کی رقم دے گیا تھا (جلد دوم صفحہ ۹۷۷) لازماً غیر صحیح ہے خاکسار کے استفسار پر مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''خواجہ کمال الدین مرحوم کے سات سوروپیہ کا قصہ محض غلط ہے میں ان کی قربانی کا قائل ہوں کہ وہ اپنی پریکٹس چھوڑ کر یہ کام کررہے تھے مگر سلسلہ کی طرف سے ان کو روپیہ بھی دیا گیا۔اس روپے کے دئے جانے سے ان کی قربانی پر کوئی اثر نہیں۔ یہ سات سو نواب صاحب ہی کے روپے کا ایک جزو تھا اور احتیاطاً خواجہ صاحب کو ایک ہزار دیا گیا تھا کہ امید یہی تھی پانچ پانچ سو جرمانہ کرے اور ایک ہزار اور محفوظ رکھا گیا تھا کہ ممکن ہے ہزار ہزار کردے''

حضرت ام المؤمنین اطال اللہ بقاء ہا کے کنگن غالبًا مالیر کوٹلہ بھیجے کہ انہیں رہن رکھ کر پانصد روپیہ بھیج دیں۔ آپ نے کنگن بھی واپس بھیج دئے اور اپنے ملازم دائی کے بیٹے اللہ بخش عرف اَلّو کے ہاتھ پانصد روپیہ حضورؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔☆ چنانچہ مکتوبات سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضورؑ بوقتِ ضرورت سلسلہ کے لئے روپیہ بھجوانے کی نواب صاحبؓ کو تحریک فرماتے رہتے تھے۔ گزشتہ اوراق میں بعض اقتباسات جو نقل ہوئے ہیں ان میں ایسی تحریکات درج ہیں۔

۱۲- بزرگان سلسلہ کی طرف سے تحریکات

حضرت اقدسؑ کے علاوہ دیگر بزرگان بھی آپ کو عملی خیرات کی تحریک کرتے رہتے تھے جو قبول حق کی وجہ سے مصائب میں گرفتاروں وغیرہ کی خود مالی اعانت کرنے یا کسی دوسرے سے امداد یا ملازمت دلوانے کے رنگ میں ہوتی تھی چنانچہ بطور نمونہ تین مکتوبات حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

''نمبر۲ کیونکہ مدارس میں جو نتیجہ نکلنا ممکن ہے عمدہ واعظ تعلیم یافتہ گروہ کو ان مطالب میں ساتھ ملا سکتا ہے میں نے بڑے بڑے فکروں کے بعد واعظوں کا تیار کرنا ضروری خیال کیا ہے۔

میں نے اس خیال پر ایک انجمن تجویز کی ہے جس میں امور ذیل کی تائید مدنظر ہے۔

اوّل واعظ بنانا، دوم نومسلم لوگوں کی خبر گیری، سوم مولّفۃ القلوب کی پرورش، چہارم شرفا جو قادیان میں رہتے ہیں، ان کی خبر گیری، پنجم یتامیٰ، ششم مدرسۃ القرآن، ہفتم وہ مسافر جو یہاں آتے ہیں ان کی امداد اگر ان کے پاس زادراہ نہ ہو۔

غرض ایسے امور اس میں قائم کئے ہیں اطلاعاً گزارش ہے چندہ مقرر نہیں ہوگا۔

☆ خدا بخش صاحب کے متعلق مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وہ نواب صاحبؓ کے ملازموں میں اَلّو کے نام سے مشہور تھا اور محمد اسمٰعیل کا بیٹا تھا یہ بھی پرانا ملازم نواب صاحبؓ کا تھا بلکہ یہ لوگ نسلاً بعد نسلٍ چلے آتے تھے۔ ''مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ فوت ہو چکے ہیں احمدی نہ تھے ان کے بھائی عبدالعزیز کا بیٹا میرے پاس ملازم ہے یہ بھی فوت ہو چکے ہیں احمدی نہ تھے۔'' الحکم جلد۵ نمبر۳ صفحہ ۱۶ کالم ۳ پر مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے ان دونوں کی طرف سے چندہ درج ہے اور میاں صاحب موصوف بتاتے ہیں کہ یہ ان ہی دونوں کے نام ہیں۔

اب تک حضرت امامؑ کے کان تک بات نہیں پہنچائی۔ چند احباب سے مشورہ کیا تھا۔سب نے باتفاق پسند کیا، انشاءاللہ عنقریب بات کو امامؑ تک پہنچا کر اشتہار دوں گا۔

میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دین اور دنیا میں ترقی پر ہوں۔آپ کو بطور مژدہ لکھتا ہوں میں آج تک بہت خوش وخرم اور تندرست ہوں۔ والسلام

۱۸۹۷ء

نورالدین ۲۱ر مئی از قادیان

(غیر مطبوعہ)(یہ مکتوب نامکمل دستیاب ہوا)

(نوٹ: اس تحریک کا ذکر الحکم جلد۴ نمبر۱۰ صفحہ۶ نمبر۱۱ صفحہ۷ میں بھی آتا ہے)

اسی طرح فرماتے ہیں:

مکرم معظم جناب خاں محمد علی خاں صاحب۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مکرم قاضی زین العابدین اوران کے فرزند رشید حضرت مرزا صاحب کے مخلص احباب میں سے ہیں ان کی قضاء بہت تھی۔مگر لدھیانہ کے مولویوں نے حملہ کر کے لوگوں کو ان پر بدظن کر دیا ہے اوران کو تکلیف پہنچائی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو آپ ہمدردی فرماویں۔

نورالدین ۲۳ر اپریل ۹۸ء از قادیان

اسی طرح آپ نے تحریر فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دروس اور مجانی الادب کے لئے لکھ دیا ہے۔مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنا منشاء تھا۔اللہ تعالیٰ کوئی نیک تدبیر نکالے کہ ملاقات ہو جاوے۔

یہاں قرآن کریم معریٰ مترجم وحمائل کی ضرورت رہتی ہے اگر آپ کے پاس ہوں تو ضرور ارسال فرماویں بہت مستحق موجود ہیں۔

نورالدین ۵ر مارچ ۱۹۰۰ء

اسی طرح اپنی خلافت کے ایام میں حضرت ممدوحؓ تحریر فرماتے ہیں۔

مکرم معظم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میاں خاں صاحب ذوالفقار علی خاں صاحب کے حضور سفارش کرنا میرے تجربہ میں اب تک مفید نہیں

ہوا۔اس کے اسباب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔

مگر ہمیں سپارش کرنا حکم الٰہی اور حکم رسولؐ ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم سپارش کر دیا کریں۔اگر آپ سے ہو سکے تو اب ایک سپارش اس یتیم بچہ کے لئے لکھ دیں۔و الا جر من اللّٰہ الکریم۔

نورالدین ۷رجنوری ۱۳ء

۱۳- معزّز الحکم کی اعانت

الحکم کو سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہونے کا فخر حاصل ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے اور البدر کو سلسلہ کے دو باز و قرار دیتے تھے۔سوالحکم کی اعانت سلسلہ کے دست و باز و کی تقویت کے مترادف تھی۔پرچہ ۹۹-۴-۲۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نواب صاحبؓ نے اس کی ایک سو روپیہ سالانہ امداد مقرر کر رکھی تھی۔اور یہ وعدہ عملاً ایفاء ہوتا رہتا تھا☆ مکرم عرفانی صاحب نواب صاحب کی اعانت اور عالی ہمتی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''بعض وقت وہ خود قرض لیتے اور اہل غرض کو دے دیتے۔میں نے مکان بنانے کا ارادہ کیا۔حضرت نواب صاحبؓ سے بے تکلفی تھی اور مجھ سے انہیں خاص محبت تھی۔میں نے کہا نواب صاحبؓ! زمین لے لی ہے۔مکان بنانے کا ارادہ ہے۔اس کا نقشہ بنا دیجئے۔فرمایا نقشہ کے لئے اوّل یہ معلوم ہو کیا بنانا ہے۔دوم کس قدر روپیہ خرچ کرنا ہے۔میں (نے) کہا کہ دفتر کے لئے ایک بڑا کمرہ۔دو چھوٹے حجرے اور رہنے کے لئے ایک کمرہ بڑا اور دو کوٹھڑیاں۔باورچی خانہ اور غسل خانہ۔اور روپیہ میرے پاس تو ہے نہیں۔آپ نے دو سال کا چندہ الحکم کا دینا ہے۔ایک سال کا پیشگی یہ دے دیں۔یہ تین سو ہوتا ہے۔آپ ہنسے اور فرمایا کہ نقشہ بھی میں بنا دوں اور بنوا بھی دوں۔'' میں نے کہا بنوانے کے لئے تو آسانی ہے آپ کا مستقل عملہ تعمیر ہے اور اب وہ قریباً بے کار ہے بس اس رقم میں دونوں کام ہو جائیں گے۔انہوں نے خوشی سے اتفاق فرمایا اور سندر مستری، ہیرا مستری اور اسمٰعیل معمار کو حکم دے دیا☆☆ اس طرح پر الحکم کے دفتر کی تعمیر شروع ہوئی۔مگر پھر

☆ اس وعدہ کا ذکر الحکم پرچہ ۹۹-۴-۲۶ صفحہ ۵ پر اور ایفاء کا ذکر پرچہ ۰۱-۱۱-۱۷ صفحہ ۴ پرچہ ۰۳-۱۲-۳۰ صفحہ ۱۲ میں آتا ہے۔

☆☆ اسمٰعیل صاحب معمار کے متعلق مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خان صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ''یہ حضرت والد صاحب کے پاس بطور معمار ملازم تھے۔مالیر کوٹلہ کے رہنے والے تھے۔قادیان میں فوت ہو کر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔افسوس کہ ان کی اولاد احمدی نہیں۔''

الحکم میں تحریک سے کتابوں کی فروخت وغیرہ سے روپیہ آتا رہا اور چودہ سو میں وہ حصہ مکمل ہوگیا۔ **الحمد للّٰہ علٰی ذالک**۔ نواب صاحبؓ نے جب صدر انجمن کا کام لیا تو میں اسسٹنٹ سیکرٹری تھا۔ میں صدر انجمن سے کچھ نہ لیتا تھا اور کبھی نہیں لیا۔ تب نواب صاحبؓ میری ضروریات کا لحاظ کر کے کبھی کبھی کچھ روپیہ دے دیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے محض فضل نے میری دستگیری فرمائی۔ نواب صاحبؓ سکندر آباد آئے میں اس وقت فارغ البال تھا اور مجھے اپنے محسن کی مالی خدمت کا موقعہ ملا مگر نواب صاحبؓ نے وہ رقم واپس کردی۔ میں نے اس خیال سے نہ دی تھی مگر ان کی عالی ہمتی نے پسند نہ کیا۔''

خلافت ثانیہ کے آغاز میں بھی نواب صاحبؓ کو الحکم کی خدمت انتظام کا موقعہ ملا چنانچہ الحکم میں زیر عنوان ''الحکم کا انتظام جدید'' مرقوم ہے۔

''حضرت خلیفۃ المسیحؒ ...... نے سلسلہ احمدیہ کے سب سے پہلے اخبار کو بموجب ارشاد حضرت خلیفہ اولؓ قائم رکھنے کے لئے اس کا تمام انتظام ایک بورڈ کے سپرد کردیا ہے جس کے ممبر جناب نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو وقتاً فوقتاً حضرت سے مشورہ لے لیتے ہیں۔'' [۳۳۵]

۱۴- دارالضعفاء کے لئے زمین دینا

غرباء کے لئے حضرت نانا جان رضی اللہ عنہ نے ایک محلّہ بہشتی مقبرہ کے قریب آباد کیا تھا تا کہ ایسے احباب قریباً بے کرایہ وہاں رہ سکیں۔ یہ محلّہ آپ کے نام پر ناصر آباد بھی کہلاتا ہے۔ اس تعلق میں نواب صاحبؓ نے جو اعانت کی اس بارہ میں معزز الحکم رقم کرتا ہے۔

''دارالضعفاء کے لئے حضرت نواب صاحبؓ قبلہ نے ۲۲ مکانوں کے لئے ایک وسیع قطعہ زمین بہشتی مقبرہ کے قریب عطا فرمایا۔ **جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء**۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام کاموں میں وسعت اور فراخی عطا کرے۔ آمین۔'' [۳۳۶]

مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی فرماتے ہیں پہلے نواب صاحبؓ کا ارادہ اس زمین پر کوٹھی بنوانے کا تھا۔

۱۵- الفضل کے اجراء میں اعانت

الفضل کے اجراء کے تعلق میں حضرت نواب صاحبؓ نے جن حالات میں جو اعانت کی وہ قابل صد تحسین ہے۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

۱۹۱۳ء کا افسوسناک سال

اس کے بعد ۱۹۱۳ء آیا۔ مسیح موعود علیہ السلام سے بُعد اور نور نبوت سے علیحدگی نے جو بعض لوگوں کے دلوں پر زنگ لگا دیا تھا اس نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا۔ اور بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ پاش پاش ہو جائے گا۔ نہایت تاریک منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ مستقبل نہایت خوفناک نظر آتا تھا۔ بہتوں کے دل بیٹھ جاتے تھے۔ کئی ہمتیں ہار چکے تھے۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو سلسلہ کے کاموں کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ دوسری طرف وہ لوگ تھے جو کسی شمار میں ہی نہ سمجھے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جو عہد میں نے کیا تھا وہ بار بار مجھے اندر ہی اندر ہمت بلند کرنے کے لئے اکساتا تھا مگر میں بے بس اور مجبور تھا۔ میری کوششیں محدود تھیں۔ میں ایک پتے کی طرح تھا جسے سمندر میں موجیں ادھر سے ادھر لئے پھریں۔

سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت

’’بدر‘‘ اپنی مصلحتوں کی وجہ سے ہمارے لئے بند تھا۔ ’’الحکم‘‘ اول تو ٹمٹماتے چراغ کی طرف کبھی کبھی نکلتا تھا اور جب نکلتا بھی تھا تو اپنے جلال کی وجہ سے لوگوں کی طبیعتوں پر جو اس وقت بہت نازک ہو چکی تھیں بہت گراں گزرتا تھا۔ ’’ریویو‘‘ ایک بالا ہستی تھی جس کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں بے مال وزر تھا۔ جان حاضر تھی۔ مگر جو چیز میرے پاس نہ تھی وہ کہاں سے لاتا۔ اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے۔ ان کی سستی کو جھاڑے۔ ان کی محبت کو ابھارے۔ ان کی ہمتوں کو بلند کرے۔ اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے ثریا کی خواہش۔ نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بے تابی رنگ لائی۔ امید بر آنے کی صورت ہوئی۔ اور کامیابی کے سورج کی سُرخی افق مشرق سے دکھائی دینے لگی۔‘‘

پھر حضور اپنے حرم اول سیدہ ام ناصر صاحبہ کے بے نظیر ایثار کا ذکر فرماتے ہیں جنہوں نے دو زیور الفضل کے اجراء کے لئے دئے اور ان کی پونے پانصد روپیہ کی قیمت اخبار کے لئے ابتدائی سرمایہ بنی اور پھر حضرت ام المؤمنین اطال اللہ بقاء ہا کا ذکر فرماتے ہیں جنہوں نے اخبار کے لئے زمین دی جو قریباً ایک ہزار میں فروخت ہوئی۔ اور پھر تحریر فرماتے ہیں:

’’تیسرے شخص جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے تحریک کی وہ مکرمی خان محمد علی خاں صاحب ہیں۔ آپ نے کچھ روپیہ نقد اور کچھ زمین اس کام کے لئے دی۔ پس وہ بھی اس رو کے پیدا کرنے میں جو اللہ تعالیٰ نے

''الفضل'' کے ذریعہ چلائی حصہ دار ہیں اور سابقون الاولون میں سے ہونے کے سبب سے اس امر کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اس قسم کے کام لے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہر قسم کے مصائب سے محفوظ و مامون رکھ کر اپنے فضل کے دروازے ان کے لئے کھولے۔'' [۳۳۷]

علاوہ ازیں مزید اعانت کے متعلق الفضل میں مرقوم ہے۔

''الفضل کو دفتر کے لئے نواب صاحبؓ نے اپنے مکان کے نیچے کی منزل دی ہے جو بہت عمدہ فیشنیبل (Fashionable) مکان ہے۔'' [۳۳۸]

۱۶- فتنہ ملکانہ کے موقعہ پر ایک ہزار روپیہ دینا

فتنہ ارتداد ملکانہ کا معاملہ جماعت احمدیہ میں شائع و متعارف ہے۔ ۱۹۲۳ء میں اس بارہ میں خاص طور پر شوریٰ میں غور کیا گیا اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی صدارت میں سب کمیٹی کا تقرر ہوا جس کے ایک ممبر چوہدری (سر) محمد ظفر اللہ خاں صاحب بھی تھے۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے شوریٰ کا یہ مشورہ قبول فرمایا کہ اس امر کے لئے کم سے کم سو روپیہ چندہ کی تعیین کی جائے لیکن جو چاہے دے۔ حضور نے پچاس ہزار روپیہ کی تحریک کی تھی۔ تعیین کے بعد حضور نے فرمایا کہ ہجرت نبوی جلدی اسلام کے پھیلنے کا ذریعہ بنی اور خلفاء کے زمانہ میں بیرونی حکومتیں عرب میں سے اسلام کی ہستی مٹانا چاہتی تھیں ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو مجبوراً نکلنا پڑا اور اس طرح ملک کے ملک ان کے ہو گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک تدبیر تھی تا کہ مسلمان دنیا کو فتح کریں۔ اور فرمایا کہ غیر مسلموں نے ہزاروں ملکانوں کو مرتد کر لیا ہے یہ ایسے خطرناک اور روح فرسا حالات ہیں کہ ان سے روح کانپتی ہے اور جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرمایا کہ ''نعمتیں مشکلات کے بعد ہی ملا کرتی ہیں...... گلاب کا پھول ملتا ہے مگر ہاتھ میں جب کانٹا چبھ چکے۔ جب یہ ادنیٰ چیزیں بھی مشکلات کے بعد ملتی ہیں تو خدا کس طرح آرام سے مل سکتا ہے۔ پس جو خدا سے ملنا چاہتا ہے اس کو کانٹوں کی نہیں تلواروں کے زخموں کی برداشت پیدا کرنی چاہئے۔ جو خدا کو چاہتا ہے وہ تلوار کے گھاؤ کھانے کے لئے تیار ہو وہ جان دینے کے لئے تیار ہو...... وہ جنہوں نے پچاس ہزار دینا ہے ممکن ہے کہ وقت آنے پر ان کو وہ سب کچھ دینا پڑے جو ان کے پاس ہو...... اب امتحان کا وقت ہے۔ ہمارے سامنے صرف ملکانوں کا سوال نہیں سارے ہندوستان کو مسلمان بنا لینے کا سوال ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے **اے کرشن گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے**۔ گیتا میں آپؑ کا ذکر اس لئے تھا کہ آپؑ کے ذریعہ ہندوؤں میں تبلیغ اسلام ہو۔ یہ خدا نے تین ہزار سال پہلے ہمارا فرض ٹھہرا دیا ہے کہ ہم ہندوؤں میں تبلیغ اسلام

کریں۔ہمیں اس وقت تک ہندوستان میں کام کرنا ہے جب تمام ہندوستان میں متحدہ طور پر یہ آواز بلند ہو۔

غلام احمد کی جے

اور یہ ہو نہیں سکتا کہ جب تک ہندو اقوام بحیثیت جماعت کے اسلام میں نہ داخل ہوں۔ اگر ہم ساری دنیا کو بھی مسلمان بنا لیتے اور اس طرف توجہ نہ کرتے تو ہمارا فرض ادا نہ ہوتا۔ پس وقت ہے کہ جو لوگ جس قدر قربانی کر سکتے ہیں کریں اور تیار رہیں کہ ابھی ان کو اور بھی خدمت اور قربانی کے موقعے ملیں گے۔ اسلام پر یہ نازک وقت ہے یہ ہنسی کا وقت نہیں ......اسلام پر دشمن کا حملہ ہے اگر اس کو پورے طور پر سمجھ لیا جائے تو کوئی قربانی اس کے انسداد کے لئے مسلمان اٹھا نہ رکھیں۔'' ۳۳۹

بعدازاں حضور نے چندہ کا اعلان فرمایا اور سب سے پہلے حضرت نواب صاحبؓ کے برادر نسبتی اور ماموں زاد بھائی جنرل اوصاف علی خاں صاحب کے پانصد روپیہ کے چیک کا حضور نے اعلان فرمایا۔ دس ہزار کے وعدے لکھے گئے۔ جن میں حضرت نواب صاحبؓ کا سب سے زیادہ تھا یعنی ایک ہزار روپیہ۔ علاوہ ازیں دوصد روپیہ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا اور پانصد مکرم نواب میاں محمد عبداللہ خاں صاحب کا اور ایک صد روپیہ بوزینب بیگم صاحبہ کا۔ اس کے علاوہ تبلیغ کے تعلق میں ذکر ہو چکا ہے کہ بعدازاں نواب صاحبؓ نے حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں علاقہ ملکانہ کا دورہ کیا اور اپنے اور اپنے رفقاء کے کئی ہزار روپے کے اخراجات خود برداشت کئے۔

۱۷- تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج میں شمولیت

احرار نے سلسلہ کے خلاف جو طوفان بے تمیزی برپا کیا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جماعت کے لئے قربانیوں کے وسیع مواقع بہم پہنچائے جن سے اسلام و احمدیت شاندار طور پر ترقی کریں اور چاردانگ عالم میں شدومد سے ان کی اشاعت ہو۔ باوجود گوناگوں مالی تفکرات کے حضرت نواب صاحبؓ نے پہلے دس سالوں میں قریباً ساڑھے تین ہزار روپیہ ادا کیا۔ آپ کے اہل وعیال کا چندہ اس کے علاوہ تھا۔ مکرم چوہدری برکت علی خاں صاحب وکیل المال تحریک جدید ربوہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نواب صاحبؓ مجسم قربانی تھے۔ وہ جہاں تک میں جانتا ہوں ہر قربانی میں شاندار حصہ لیتے تھے اور سیدنا حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہر ارشاد پر بہ انشراح صدر لبیک لبیک یا امیرالمؤمنین کہنے والے تھے۔ تحریک جدید کی قربانیوں کا جب ۲۳ رنومبر ۱۹۳۴ء کے دن جمعہ کے خطبہ میں حضور نے مطالبہ فرمایا تو

نواب صاحبؓ نے فوراً اپنا وعدہ پیش فرمایا۔اوراس وعدہ کوابتداء میں ہی ادا فرما دیا اور ہمیشہ اس طرح لبیک کہتے اورحتی الوسع جلدادا فرما دیتے۔

۱۸- نواب صاحب کا دوسروں کو چندہ کی تحریک کرنا

نواب صاحب محترم خودتو سلسلہ کی مالی خدمت کرنے میں پیش پیش تھے لیکن آپ کی تحریک سے اورآپ کے اثر ورسوخ سے بسا اوقات لوگ چندہ دیتے تھے۔**الدال علی الخیر کفاعلہٖ** [۳۴۰] کی حدیث کے مطابق یہ امر بھی آپ کے لئے ثواب کا موجب بنتا تھا۔☆ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے مکتوب مورخہ ۱۰-۳-۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحبؓ نے مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے پانصدروپیہ جمع کیا تھا۔'' [۳۴۱]
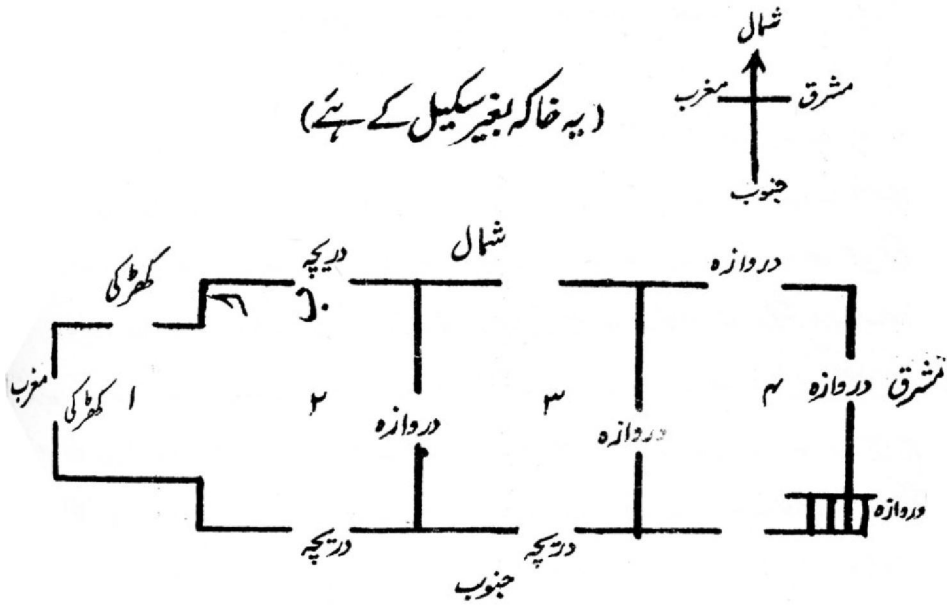
صفحہ ۳۸۸ پر نواب صاحبؓ کی ایک روایت درج کی گئی ہے اس کے بقیہ حصہ میں مسجد مبارک کا خاکہ بھی تھا جو روایت کی حاصل شدہ نقل کے مطابق یہاں درج کیا گیا ہے۔خاکہ دے کر نواب صاحب بیان

☆ الحکم جلد ۵ نمبر ۳ (صفحہ ۱۶ کالم ۳)، نمبر ۴ (صفحہ ۱۶ کالم ۱) سے بعض احباب مالیر کوٹلہ کا مدرسہ تعلیم الاسلام

۴- فونوگراف سے تبلیغ

حضرت نواب صاحبؓ کولکھا گیا تھا کہ جب قادیان تشریف لائیں تو فونوگراف لیتے آئیں تا کہ آواز

بقیہ حاشیہ:- فرماتے ہیں۔’’اس مسجد کی شکل یہ ہوتی تھی۔
۱- امام کے کھڑے ہونے کی جگہ۔
۲- مسجد مبارک
۳- یہ کوٹھڑی بھی شامل مسجد ہوگئی تھی۔
۴- دفتر ریویو۔مولوی محمد علی صاحب یہاں بیٹھا کرتے تھے۔ابتداء میں یہ غسل خانہ تھا اور گہرا تھا۔تخت بچھا کر مسجد کے برابر لیول کرلیا تھا۔زیادہ لوگ ہوتے تو امام کے پاس بھی دو آدمی کھڑے ہو جاتے تھے اور مولوی محمد علی صاحب کے دفتر میں بھی چند آدمی کھڑے ہو جاتے تھے مگر جس وقت کا میں ذکر کرتا ہوں اس وقت یہ دفتر نہ بنا تھا۔اس کے صرف نمبر۱،نمبر۲،نمبر۳ میں ہی نماز ہوتی تھی۔میں مولوی عبدالکریمؓ جو امام نماز ہوتے تھے کے پاس بیٹھتا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ اول بھی وہاں ہی بیٹھتے تھے اور حضرتؑ مقام الف پر بیٹھا کرتے اور اسی مقام پر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔دریچہ ب میں سے ہو کر مسجد میں آتے تھے۔‘‘
یہ روایت کے اصل الفاظ ہیں جو بتغیر الفاظ الفضل بابت ۳۸-۶-۱۴ میں شائع ہو چکی ہے۔لیکن اس میں ایک جگہ ارکان ایمان کی بجائے ارکان نماز سہواً درج ہو گیا ہے۔

نوٹ از مؤلف

روایت کی نقل جو مجھے حاصل ہوئی ہے اور روایت مع خاکہ جو الفضل بابت ۳۸-۶-۱۴ میں شائع ہو چکی ہے۔دونوں قابل تصحیح ہیں۔صحیح اور مطابق پیمائش نقشہ اصحاب احمد جلد اول کے ضمیمہ صفحہ۲ پر درج ہے۔تصحیح درج ذیل کی جاتی ہے۔اور حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی (درویش) اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔

روایت کی نقل کی تصحیح

۱- حجرہ امام (کمرہ نمبر۱) و کمرہ نمبر۲ کی درمیانی دیوار درج ہونی چاہئے تھی (جو الفضل میں درج ہے)
۲- کمرہ نمبر۳ کی شمالی دیوار میں دروازہ دکھایا گیا ہے لیکن یہاں کوئی دروازہ نہ تھا (الفضل میں بھی درج نہیں)

بھرنے کا تجربہ کیا جائے۔ حضرت اقدسؑ کا منشاء تھا کہ حضورؓ کی تقریر بھری جا کر مما لک غیر میں بھیجی جاوے کہ

بقیہ حاشیہ:- ۳- سرخی کے چھینٹوں والے کمرہ (نمبر۴) کے ملحقہ جانب شمالی سیڑھیاں درج نہیں کی گئیں (الفضل میں درج ہیں)

۴- کمرہ نمبر۴ کی شمالی دیوار میں جو دروازہ دکھایا گیا ہے یہ صحیح نہیں۔ یہاں کوئی دروازہ نہ تھا۔ اس دیوار کے خارجی حصہ پر پٹھانکوٹی چونہ کا پلستر موجود ہے۔ اگر کبھی یہاں دروازہ ہوتا تو اتنا حصہ اس مضبوط پلستر کا شکستہ ہوتا لیکن وہ شکستہ نہیں۔

۵- کمرہ نمبر۴ کی مشرقی دیوار میں دو دروازے دکھائے گئے ہیں حالانکہ وہاں صرف ایک دریچہ تھا۔ اور اب بھی ہے۔

تصحیح اندراج الفضل:

۱- حجرہ امام کمرہ نمبر۱ کی جنوبی دیوار میں دریچہ دکھا گیا ہے۔ یہاں کوئی دریچہ نہ تھا۔ (جیسا کہ نقل روایت والا خاکہ ظاہر کرتا ہے)

۲- کمرہ نمبر۳ میں جنوبی دیوار میں دریچہ درج نہیں (نقل روایت کے خاکہ میں موجود ہے اور صحیح ہے)

۳- سرخی کے چھینٹوں والے کمرہ نمبر۴ میں جنوبی دیوار میں کوئی کھڑکی نہیں دکھائی گئی۔ حالانکہ یہاں کھڑکی تھی جواب بھی موجود ہے (اور نقل روایت کے خاکہ میں موجود ہے)
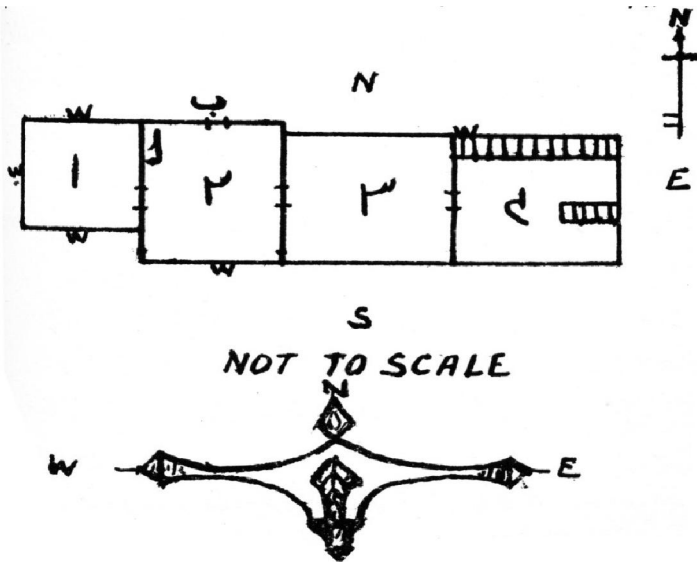
امام کی آواز میں خاص برکت وتاثیر ہوتی ہے۔ تفصیل مندرجہ ذیل کے پڑھنے سے احباب کرام پر آشکار ہوگا کہ حضورؑ کے قلب اطہر میں دنیا کی ہدایت کا کس قدر جوش بھرا ہوا تھا اور حضورؑ ہدایت دینے کا ہر جائز طریق اختیار کرنا چاہتے تھے۔ معلوم نہیں کس کو کس ڈھب سے ہدایت نصیب ہو جائے۔ یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ

بقیہ حاشیہ:- کے لئے چندہ دینے کا علم ہوتا ہے ان میں سے بعض کے احمدی ہونے یا نہ ہونے کا جو علم مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب سے ہوا درج ذیل کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ غالب امر یہ ہے کہ ان کے متعلق اتنی معلومات بھی بعد میں حاصل نہ ہو سکیں گی۔

۱- مولوی محمد اکرم صاحب اتالیق۔ ''یہ احمدی تھے اور ہمارے اتالیق تھے۔'' حضور اپنے مکتوب مورخہ ۲۹رجنوری ۱۹۰۰ء میں مولوی صاحب موصوف کے ہاتھ نواب صاحب کے مکتوب کے پہنچنے کا ذکر فرماتے ہیں (مکتوب نمبر۳۳) مولوی صاحب کے قادیان میں ہونے کا ذکر الحکم بابت ۰۱-۸-۳۱ صفحہ ۱۶ کالم ۲ میں آتا ہے۔

۲- ماموں میرداد ار۔ ''یہ ان کا عرف تھا۔ ان کا نام امام بخش تھا۔ بہت پکے احمدی تھے اور حضرت والد صاحب کے ملازم تھے۔ غالباً دوران خلافت اولیٰ میں قادیان میں فوت ہوئے۔''

۳- ماسٹر مولا بخش صاحب۔ ''یہ زندہ ہیں۔ احمدی نہیں۔ کمبوہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ مدرسۃ الاسلام مالیرکوٹلہ میں انگریزی کے مدرس تھے۔ پھر ریاست میں ملازم ہوئے اور افسر مال رہے۔ ریٹائر ہو چکے ہیں۔''

۴- سید سردار علی صاحب۔ ''ملازم نہ تھے۔ شہر مالیرکوٹلہ کے رہنے والے ہیں اور زندہ ہیں افسوس کہ ارتداد اختیار کر چکے ہیں۔''

۵- سید نعمت علی صاحب۔ ''سید سردار علی صاحب مذکور کے رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے قادیان جا کر دوکان بھی کی تھی پھر چلے آئے۔ بعد کا حال معلوم نہیں۔''

۶- فتح خاں صاحب نمبردار۔ ''یہ احمدی نہ تھے۔''

۷- شیخ مراد بخش صاحب کوتوال۔ ''یہ احمدی نہ تھے۔ فوت ہو چکے ہیں۔''

۸- مرزا جمیل بیگ صاحب افسر توپخانہ۔ ''یہ احمدی تھے اور ریاست میں ملازم تھے۔ ان کی وجہ سے مالیرکوٹلہ میں بہت احمدی ہوئے۔ ان کے بیٹے مرزا عبداللہ بیگ صاحب بھی فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے پوتے پاکستان میں ہیں اور احمدی ہیں۔''

فونوگراف اوراس جیسی دیگراشیاء اکثر لہوولعب کے طور پر استعمال میں آتی ہیں لیکن جب غیر مسلموں نے اس

بقیہ حاشیہ: -۹- مرزا عبدالکریم صاحب دوکاندار۔ ''مرحوم بھیرہ کے باشندہ اوراحمدی تھے۔ حضرت والد صاحب کی ملازمت میں کتب خانہ ان کے سپرد تھا۔ پھر ریاست پونچھ میں چلے گئے تھے۔''

۱۰- صوفی عبدالرحیم صاحب۔ ''یہ صوبہ سرحد کے باشندہ تھے۔ پہلے حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ کے مریدوں میں سے تھے پھر احمدی ہو گئے تھے۔ دن بھر تلاوت قرآن مجید ان کا شغل تھا۔ جو بھی ان سے ملاقات کے لئے آتا اس سے قرآن مجید پڑھواتے۔ آپ تلاوت کرتے اور روتے رہتے۔ بزرگ اور نیک شخص کے طور پر حضرت والد صاحب نے ان کو اپنے پاس رکھا ہوا تھا اوران کو کچھ وظیفہ دیتے تھے۔ ۱۹۰۴ء کے قریب مالیرکوٹلہ میں وفات ہوئی۔ ان کا ایک لڑکا ہے اورافسوس کہ وہ کئی بار ارتداد اختیار کر چکا ہے۔ اس کا نام ''میاں عبدالرحمٰن صاحب طالب علم'' کے طور پر مرقوم ہے۔''

۱۱- حافظ اللہ دتا صاحب معمار۔ ''مالیرکوٹلہ کے رہنے والے تھے۔ احمدی تھے۔ مالیرکوٹلہ میں فوت ہوئے۔ غیر احمدیوں نے ان پر شدائد روا رکھے۔ ان کا لڑکا ایک ہے۔ افسوس کہ وہ احمدی نہیں۔''

۱۲- رحمت اللہ صاحب گاڑی بان۔ ''یہ احمدی نہ تھے۔ فوت ہو چکے۔ ان کے والد میاں جیوا گاڑی بان احمدی تھے۔''

۱۳- نبی بخش چپراسی۔ ''یہ احمدی نہ تھے۔ نبیّ کے نام سے معروف تھے۔ ۱۹۰۱ء میں حضرت والد صاحب کے ہمراہ قادیان آئے تھے۔'' اس وقت کی ڈائری میں ان کا نام نبیّ موجود ہے۔

۱۴- غلام حسین کوچبان۔ ''یہ احمدی نہ تھے۔ فوت ہو چکے ہیں۔''

۱۵- شیخ نواب صاحب۔ ''یہ احمدی نہ تھے۔ شیخ مراد بخش صاحب کوتوال کے رشتہ دار تھے۔''

۱۶- سید سعادت علی صاحب جمعدار دربان۔ ''یہ احمدی نہ تھے۔ حضرت والد صاحب گھوڑا گاڑی میں والدہ صاحبہ کو بٹھا کر مقفل کر کے چابی جس جمعدار کے سپرد کرتے تھے وہ یہی جمعدار تھے۔''

۱۷- میاں مولا بخش صاحب درزی۔ ''احمدی نہ تھے۔ درزی کے طور پر ملازم تھے۔''

ان احباب کے اسماء فہرستہائے مذکورہ چندہ میں موجود ہیں۔ یہ چندہ مرزا خدا بخش صاحب کے ذریعہ وصول ہوا تھا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مالیرکوٹلہ کے چندہ کی فراہمی میں نواب صاحبؓ کا بہت سا دخل تھا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے جنگ ٹرانسوال کے زخمیوں کے لئے فراہمی چندہ کا اعلان فرمایا تھا اور ہدایت دی تھی کہ ہر جماعت اس چندہ کی مکمل فہرست اور چندہ مرزا خدا بخش صاحب کو قادیان بھیج دے تا کہ رپورٹ

کے سننے کا اشتیاق ظاہر کیا تو حضورؓ نے اس کو تبلیغ کا ذریعہ بنالیا۔حضورؓ کی آواز تو نہیں بھری گئی تھی لیکن جو دو بزرگوں کی آواز بھری گئی افسوس کہ وہ بھی محفوظ نہ رہ سکی۔۔سلنڈر جو موم یا مصالحہ کے بنے ہوتے تھے جلد ہی خراب ہوگئے۔جلیل القدر صحابہ میں سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا مجھے علم ہے کہ دس بارہ سال قبل ایک فرم کی درخواست پر لاہور کی نمائش میں حضور نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی تھی جس کو فرم نے ریکارڈ کرلیا تھا۔☆ خدا کرے آئندہ نسلوں کے لئے اس مسیحی نفس کی آواز محفوظ رہے۔ہمعصری کی وجہ سے ہمیں اس کی اہمیت معلوم نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ حضور کا بابرکت زمانہ دراز کرے جس سے دراصل حضرت اقدسؑ کا عہد مبارک ہی وسیع ہورہا ہے۔بعد میں یقیناً بصد حسرت و یاس حضور ایدہ اللہ بھی حضرت اقدسؑ کی طرح اس شعر کے مصداق ہوں گے۔

امروز قوم من نشناسد مقام من　　　روزے بگریہ یاد کنند وقت خوشترم

فونوگراف کے متعلق نواب صاحبؓ ۱۵رنومبر ۱۹۰۱ء بروز جمعہ کی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں۔

☆ مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور حال پرائیویٹ سیکرٹری حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ سے ایڈریس معلوم کرکے ممبئی کی اس کمپنی کو خاکسار نے خط لکھا لیکن واپس آگیا۔جلسہ سالانہ ۵۱ء پر ربوہ میں مکرم سید عبدالرحمٰن صاحب متوطن امریکہ (خلف سید عزیز الرحمٰن صاحب منصوری رضی اللہ عنہ) نے حضور کی تقاریر ریکارڈ کی ہیں۔

بقیہ حاشیہ:- میں ذکر کیا جائے۔(اشتہار ۱۰ فروری ۱۹۰۰ء) اور دوسری جگہ کتاب ہذا میں مرزا صاحب کا خط درج کیا گیا ہے۔وہ نواب صاحبؓ کو فہرست مذکورہ ارسال کرنے کے لئے تحریر کرتے ہیں تا اس کا اندراج ہوسکے۔اس سے ظاہر ہے کہ ہجرت سے قبل مالیر کوٹلہ کے چندہ کی فراہمی میں نواب صاحبؓ کی سعی وتوجہ کا بہت کچھ دخل تھا۔

احباب مذکورہ کے علاوہ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب دو اور احمدیوں کا ذکر فرماتے ہیں۔

۱- ''خیرالدین خاں صاحب۔''یہ احمدی تھے اور حضرت والد صاحب کے ملازم بھی۔اور مولوی نواب خاں صاحب ثاقب میرزا خانی کے رشتہ دار تھے۔فوت ہوچکے ہیں۔ان کے بیٹے عبداللہ خاں صاحب احمدی ہیں۔''

۲- ''عمرہ معمار۔''یہ احمدی تھے اور حضرت والد صاحب کے ملازم بھی۔مالیر کوٹلہ کے باشندہ تھے۔لاولد فوت ہوئے۔ان کا اصل نام عمرالدین تھا۔''

''بعد نماز (صبح)......فونوگراف درست کئے ۔ بعد نماز عصر فونوگراف حضرت اقدسؑ کو سنائے اور دو سلنڈر مولوی عبدالکریم صاحب نے بھرے ۔''

اور ۲۰ نومبر کی ڈائری میں رقم فرماتے ہیں

''نماز عصر میں حضرتؑ نے فرمایا کہ شرمپت نے کئی دفعہ ہم کو فونوگراف سننے کے لئے کہا ہے پس ہم چاہتے ہیں کہ اس ذریعہ ان کو (تبلیغ) بھی ہو جائے ۔ ہم کچھ شعر لکھ دیتے ہیں اور

عجب نوریست درجان محمدؐ

یہ نظم فونوگراف میں بند کی جائے ۔ چنانچہ حسب الحکم اشعار بند کئے گئے ۔ حضرت اقدسؑ نے چند منٹوں (میں) ایسے لطیف شعر فرمائے جو نہایت ہی عمدہ اور نیچرل اور پر معنی تھے ۔ چنانچہ کوئی ساڑھے چار بجے فونوگراف ایک مجمع میں جس میں ہندو مسلمان تھے ۔ صحن بالا خانہ میں سنایا گیا☆ یہ نظم الحکم میں چھپے گی ۔''

اس بارہ میں معزز الحکم میں مرقوم ہے ۔

فونوگراف کے ذریعہ دعوت اسلام

ناظرین الحکم غالباً اس خبر سے ناواقف نہیں کہ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود دام اللہ فیوضہم کا منشاء ہے کہ فونوگراف میں اپنی تقریر بند کر کے دوسرے ممالک میں بھیجیں اس تجربہ کے لئے عالی جناب نواب محمد علی خاں صاحبؓ رئیس اعظم مالیر کوٹلہ کی خدمت میں لکھا گیا تھا کہ جب دارالامان آئیں تو اپنا فونوگراف لیتے آئیں چنانچہ وہ لے آئے اور حضرت اقدسؑ کو وہ دکھایا گیا ۔

قادیان جیسے گاؤں میں فونوگراف تو ایک عجیب تحفہ سمجھنا چاہئے اور حقیقت میں وہ عجیب چیز ہے اس لئے جب گاؤں میں یہ چرچا ہوا تو اکثر لوگوں کو اس کے دیکھنے کا خیال ہوا ۔ مگر فونوگراف ایک ایسے معزز و مقتدر انسان کے ہاتھ میں تھا کہ ہر کس و ناکس (کو) جرأت نہ ہو سکتی تھی کہ وہ جا کر براہ راست عرض کرے اگرچہ نواب صاحبؓ کے اخلاق فاضلہ سے بعید تھا کہ کوئی شریف اگر چاہتا تو وہ نہ دکھاتے ۔ مگر لالہ شرمپت رائے (جن کے نام سے الحکم کے ناظرین اور حضرت اقدسؑ کی کتابیں پڑھنے والے خوب واقف

☆ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی فرماتے ہیں ''صحن بالا خانہ سے مراد صحن حضرت ام المؤمنین (اطال اللہ بقاءہا) ہے ۔ میں بھی اس مجلس میں موجود تھا ۔''

ہیں) نے حضرت اقدسؑ کے حضور التجا کی چنانچہ ۲۰ نومبر ۱۹۰۱ء کو نماز ظہر کے لئے جب حضرت اقدسؑ تشریف لائے تو آپ نے نواب صاحبؓ ممدوح سے لالہ شرمپت رائے کی درخواست کا ذکر فرمایا نواب صاحبؓ نے منظور فرمالیا۔مگراب قابل قدر اور لائق ذکر یہ بات ہے کہ حضرت اقدسؑ نے سوچا کہ یہ لوگ تو بطور کھیل اور عجوبہ کے اس کو دیکھنا چاہتے ہیں بہتر ہوگا کہ ہم اس سے اپنا کام لیں اور ان کو تبلیغ کریں۔چنانچہ آپ نے یہ تجویز فرمائی کہ اس میں چند شعر جو ہم تیار کر دیتے ہیں بند کئے جائیں اور ایسا ہی پرانی نظموں میں سے اور کچھ قرآن شریف۔فرمایا مولوی عبدالکریم صاحب بند کر دیں۔یا صاحبزادہ سراج الحق صاحب جن کی آواز اچھی ہے آخر مولوی عبدالکریم صاحب نے ان شعروں کو بند کیا۔

رقعہ

لالہ شرمپت۔نواب صاحبؓ کو کہہ کر فونوگراف منگوالیا ہے اب تمہاری انتظاری ہے اگر ملاوامل بھی دیکھنا چاہے وہ بھی آجائے بلکہ اگر پانچ سات اور آدمی آنا چاہیں تو مضائقہ نہیں ہے ہر روز فرصت نہیں ملتی اس وقت فرصت نکالی ہے جلد آنا چاہئے۔ (مرزا غلام احمد)

چنانچہ لالہ شرمپت رائے اور آریہ سماج کا سیکرٹری اور بہت سے لوگ ہندو اور مسلمان اس کے دیکھنے کو آئے اور لالہ شرمپت رائے کو فونوگراف کے بالکل پاس بٹھایا گیا سب سے پہلے فونوگراف نے منشی نواب خاں صاحب ثاقب مالیرکوٹلوی کے لب ولہجہ سے یہ چند شعر سنائے۔

اشعار

بِدِہ از چشم خود آبے ، درختانِ محبت را
مگر روزے دِہَندت ، میوہائے پُر حلاوت را
مہِ اسلام درباطن ، حقیقت ہاہے دارد
کجا باشد خبرزاں مہ ، گرفتارانِ صورت را
من ازیار آمدم ، تاخلق را ایں ماہ بنمایم
گرامروزم نمے بینی ، نہ بینی روزِ حسرت را
گراز چشم تو پنہاں است شانم دم مزن بارے
کہ بد پرہیز بیمارے نہ بیند روئے صحّت را

اس کے بعد فونوگراف سے مولانا عبدالکریم صاحب کے لب ولہجہ میں یہ اشعار نکلے

اشعار

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف وگزاف سے
جب تک عمل نہیں ہے دلِ پاک و صاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بت کے طواف سے
باہر نہیں اگر دل مردہ غلاف سے
حاصل ہی کیا ہے جنگ و جدال و خلاف سے
وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائید حق نہ ہو مددِ آسماں نہ ہو
مذہب بھی ایک کھیل ہے جب تک یقیں نہیں
جو نور سے تہی ہے خدا سے وہ دیں نہیں
دین خدا وہی ہے جو دریائے نور ہے
جو اس سے دور ہے وہ خدا سے بھی دور ہے
دین خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کشا
جن کا یہ دیں نہیں ہے نہیں ان میں کچھ بھی دم
دنیا سے آگے ایک بھی چلتا نہیں قدم
وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں خام ہیں
بت ترک کر کے پھر بھی بتوں کے غلام ہیں

یہ اشعار پھر دوبارہ پڑھے گئے جس وقت یہ اشعار حضرت اقدسؑ نے خاص اسی تقریب کے لئے چند منٹ میں لکھ کر دئے تھے جب فونوگراف سے نکل رہے تھے تو احمدی جماعت کے ایمان میں ترقی اور تازگی آتی تھی اوران کے چہروں سے خوشی اور لذت کے آثار نمایاں تھے برخلاف اس کے جو لوگ فونوگراف سننے کی

درخواست کرنے والوں میں تھے ان کے چہروں پر ایک رنگ آتا اور جاتا تھا مگر مجبور تھے سننا پڑا۔اس کے بعد فونوگراف نے پھر حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز میں یہ چند شعر حضرت اقدسؑ کے ایک الہامی نعتیہ قصیدہ کے سنائے۔

اشعار

عجب نوریست ، در جان محمدؐ	عجب لعلیست در کان محمدؐ!
ز ظلمت ہا ، دلے آنگہ شود صاف	کہ گردد از محبان محمدؐ!
عجب دارم دلِ آں ناکساں را	کہ رُو تابند از خوان محمدؐ!
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم	کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ!
خدا زاں سینہ بیزارست صدبار	کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ!
چہ ہیبت ھا بداند اِیں جواں را	کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ!
الا اے دشمن نادان و بے راہ	بتَرس از تیغ بُرّانِ محمدؐ!
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم	بجو در آل و اعوانِ محمدؐ!
الا اے منکر از شانِ محمدؐ	ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ!
کرامت گرچہ بے نام و نشان است	بیا بنگر زِ غلمانِ محمدؐ!

اس کے بعد قرآن شریف مولوی عبدالکریم صاحب کے لہجہ میں سنایا گیا اور جلسہ برخاست ہوا۔''☆ اسی طرح دوسری جگہ مرقوم ہے۔

☆ الحکم جلد۵ نمبر۴۳صفحہ۴،۵ پرچہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء۔اس بارہ میں تذکرہ المہدی میں پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ تحریر فرماتے ہیں۔

فونوگراف سے تبلیغ

ایک دفعہ حضرت اقدس علیہ السلام نے جو فونوگراف جناب نواب محمد علی خانؓ صاحب نے منگوایا تھا فرمایا ہمارے پاس بھی لاؤ۔ہم بھی سنیں گے۔پھر نواب صاحبؓ لائے اور آپؑ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ آلہ بھی خدا نے ہمارے لئے اور ہمارے مقاصد کے پورا کرنے کے لئے ایجاد کرایا ہے۔اس میں ہم آواز اپنی

فونوگراف اور حکیم الامۃ کا وعظ

حضرت حکیم الامۃ کا ایک مختصر وعظ سورۂ والعصر پر فونوگراف میں بند کیا گیا تھا ناظرین کے فائدہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بِسْمِ اللّٰہ الرّحمٰنِ الرّحیم.

والعصر انّ الانسان لفی خسرٍ الاالذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوابالصبر ۔اس مختصر سی سورۂ شریف میں اللہ تعالیٰ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین نے محض اپنی رحمانیت سے کس قدر قرب کی راہیں اور آرام وعزت وترقی کی سچی تدابیر بتائی ہیں۔اول یہ بتایا کہ کسی مرسل من اللہ کا زمانہ اور انسان کے کامل فہم اور تجارب صحیحہ کا وقت لوگوں کے لئے عصر کی طرح دن کا آخری وقت ہوتا ہے جس طرح عصر کے بعد پھر دن کا وقت ان نمازوں کے لئے نہیں رہتا جو ایمان والوں کے لئے معراج۔دعا اور قرب کا ذریعہ اور ہر ایک بے حیائی اور بغاوت سے روکنے کا سبب ہیں۔اسی طرح مرسل من اللہ کا زمانہ اور انسان کے فہم اور تجارب صحیحہ کے بعد اور کوئی وقت نہیں رہتا جس میں انسان اپنے گھاٹے کو پورا کر سکے۔اس لئے ہر ایک مرسل من اللہ کے زمانہ اور صحت عقل کے وقت کو لوگ غنیمت جان کر یہ کام کر لیں۔اول سچے اور صحیح علوم کو حاصل کریں۔مثلاً اللہ تعالیٰ کی ہستی، یکتائی، بے ہمتائی، غرض وحدہ لاشریک ذات کو مانیں۔اللہ تعالیٰ کے اسماء میں اس کی تعظیمات میں کسی دوسرے کو شریک نہ کریں۔ملائکہ کی پاک تحریکات کو مان لیں۔اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں اور جزاء سزا اور قیامت اور دیگر سچے علوم پر یقین کریں۔دوم ان سچے صحیح واقعی علوم کے مطابق سنوار کے کام کریں اور کرتے رہیں۔کوئی کام اس کا نہ ہو جو

بقیہ حاشیہ:- پھر کر دو آدمیوں کو غیر بلاد میں بھیجیں گے تا کہ تبلیغ احکام الٰہی پوری ہو جاوے۔اس کے ذریعہ سے ہر ایک سن لے گا۔اور یوں وعظوں کی مجالس میں یورپینوں کو شامل ہونا موت کا سامنا ہوتا ہے۔لیکن اس ذریعہ سے وہ سن لیں گے اور فرمایا ہم ایک نظم لکھتے ہیں......اور فرمایا کہ دوسرے بلاد میں ہماری آواز چاہئے۔ کس واسطے کہ خدا نے ہمیں مبعوث کیا ہے اور مبعوث من اللہ کی آواز میں برکت ہوتی ہے......پھر قادیان شریف کے آریوں شرمپت وغیرہ نے فونوگراف سننا چاہا ان کے لئے تبلیغ اسلام کی ایک نظم لکھی تا کہ وہ اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا حکم سن لیں۔پھر ہندو عورتیں آ گئیں آپؑ نے اس ذریعہ سے ان کو بھی اللہ تعالیٰ کے احکام سنوائے اور اسلام کی خوبی ان کے کان میں ڈالی اور آپؑ اس سے نہایت خوش ہوئے۔'' ۳۴۲

سنوار اور اصلاح کے خلاف ہو۔سوم دوسروں کو آخری دم تک تاکید حق بتاتے رہیں اور ہر دم کو نفس واپسیں یقین کر کے بطور وصیت حق پہنچاویں۔ چہارم ان سچائیوں صداقتوں پر عمل درآمد کرانے میں کوشش کریں کہ وہ دوسرے لوگ بھی بدیوں سے بچنے اور نیکیوں پر مضبوط رہنے میں استقلال کریں۔'' ۳۴۳

۵۔حضورؑ کے سفر سیالکوٹ کے لئے خدمت

حضرت اقدسؑ مقدمات گورداسپور کے دوران میں ماہ اگست ۱۹۰۴ء میں چند روز کے لئے جب لاہور تشریف لے گئے تو اس موقعہ پر جماعت سیالکوٹ نے عرض کیا کہ حضورؑ سیالکوٹ کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف فرمائیں چنانچہ حضورؑ نے وہاں جانا منظور فرمالیا تھا۔حضورؑ کا یہ سفر سیالکوٹ حد درجہ مبارک ثابت ہوا۔اس سفر میں اپنے ہمراہ بعض انتظامات کے لئے آپؑ مرزا خدا بخش صاحب کو لے جانا چاہتے تھے چنانچہ اس بارہ میں آپؑ نے نواب صاحب کو ذیل کا مکتوب تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۲۲/اکتوبر ۱۹۰۴ء

مجبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔مجھ کو پہلے ان مجبوریوں کا مفصل حال معلوم نہ تھا اب معلوم ہوا۔اس لئے میں اپنے خیال کو ترک کرتا ہوں خدا تعالیٰ جلد تر شفا بخشے۔آمین۔

میں نے ان دنوں میں آپ کے لئے بہت بہت دعا کی ہے اور دعا کرنے کا ایسا موقعہ ملا کہ کم ایسا ملتا ہے الحمدللہ۔امید کہ جلد یا کسی قدر دیر سے ان دعاؤں کا ضرور اثر ظاہر ہو جائے گا۔دوسرے آپ کو یہ تکلیف دیتا ہوں کہ میں بروز پنجشنبہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ کی طرف مع اہل وعیال جاؤنگا۔اور شاید ایک ہفتہ تک وہاں رہوں اور شاید دو روز کے لئے کڑیانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں جاؤں اور میرے ساتھ اہل وعیال اور چھوٹے بچے ہیں آپ براہ مہربانی ہفتہ عشرہ کے لئے مرزا خدا بخش صاحب کو میرے اس سفر میں ہمراہ کر دیں تا کہ ایک حصہ حفاظت اور کام ان کے سپرد کیا جائے امید ہے کہ دس دن تک بہر حال یہ سفر طے ہو جائے گا اگر وہ قادیان آجائیں اور ساتھ جائیں تو بہتر ہے زیادہ خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ۔ ۳۴۴

چنانچہ نواب صاحبؓ کو اس خدمت کا موقعہ ملا اور مرزا خدا بخش صاحب حضورؑ کے ہمراہ رہے اور وہ اسباب کے انتظام کے کفیل تھے۔ ۳۴۵

۶- قیام قادیان ایک خدمت

ایک دفعہ نواب صاحبؓ کو حضور اقدسؑ نے اپنے سفر گورداسپور کے موقعہ پر قادیان میں قیام رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضورؑ نے تحریر فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔کل کے خط کے جواب میں لکھتا ہوں کہ میں صرف چند روز کے لئے اہل وعیال کو ساتھ لے جاتا ہوں کیونکہ میں بیمار رہتا ہوں اور گھر میں بھی سلسلہ بیماری جاری ہے بچے بھی بیمار ہو جاتے ہیں بار بار مجھے خط پہنچتے ہیں حیران ہو جاتا ہوں اور محض اس امید پر کہ آپ یہاں تشریف رکھیں گے اور مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب یہاں ہیں میں نے یہ ارادہ کیا ہے اور یقین ہے انشــــاء اللہ جلدی یہ فیصلہ ہو جائے گا اس لئے میرے نزدیک آپ کا اس جگہ ٹھہرنا مناسب ہے۔آپ کے یہاں رہنے سے مکان میں برکت ہے امید ہے کہ آپ پسند نہیں فرمائیں گے کہ مکان ویران ہو جائے۔اور آنے والے مہمان خیال کریں گے کہ گویا سب لوگ اجڑ گئے ہیں اور شماتت اعداء ہوگی ماسوا اس کے آپ اگر گورداسپور جائیں تو دو تین میل کے فاصلہ پر مجھ سے دور رہیں گے ملاقات بھی تکلیف اٹھانے کے بعد ہوگی پھر علاوہ اس کے خواہ نخواہ چھ سات☆ روپیہ کرایوں وغیرہ میں آپ کا خرچ آ جائے گا۔ پہلے ہی مصارف کا نتیجہ ظاہر ہے اب اس قدر بوجھ اپنے سر پر ڈالنا مناسب نہیں ہے میرے خیال میں یہ سفر چند روز کا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ۔[۳۴۶]

☆ نقل مطابق اصل۔ چھ سات صد روپیہ مراد ہے جیسا کہ عربی اعداد میں مرقوم ہے اس مکتوب کا عرصہ تحریر ان امور سے متعین ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ مع اہل بیت گورداسپور میں تھے اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ قادیان میں

۲- حضرت نواب صاحبؓ ہجرت کر کے آ چکے تھے۔

۳- مقدمہ آخری مرحلہ پر تھا۔سو ہجرت کے بعد بمقدمہ کرم دین حضرت اقدسؑ کو مع اہل بیت گورداسپور میں قیام رکھنا پڑا۔ چنانچہ اس بات سے علم ہوتا ہے کہ

۱- حضرت اقدسؑ مع جمیع ممبران خاندان ۴-۷-۰۴ سے ۱۲-۷-۰۴ تک گورداسپور میں تھے پھر مقدمہ

۷۔قادیان میں فنانشل کمشنر کی آمد

سرجیمز وِلسن فنانشل کمشنر پنجاب جمعیت ڈپٹی کمشنر گورداسپور و مہتمم بندوبست و پرائیویٹ سیکرٹری دورہ کرتے ہوئے ۲۱/مارچ ۱۹۰۸ء کو قادیان آئے۔ جب سے جماعت احمدیہ قائم ہوئی تھی صوبہ کے اتنے بڑے افسر کا جو اس زمانہ میں گورنر کے دوسرے نمبر پر ہوتا تھا قادیان میں مقام رکھنے کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ اب قادیان

بقیہ حاشیہ:- ۴-۷-۰۴-۱۹ پر ملتوی ہوا۔ ۳۴۷

۲- حضورؑ نے ارادہ فرمایا کہ جب تک مقدمہ کی پیروی کے لئے ضروری ہے عارضی طور پر گورداسپور میں جا ٹھہریں چنانچہ وہاں ایک اور وسیع مکان لے لیا گیا۔ جہاں حضورؑ مع اہل بیت رہیں گے۔۱۳/اگست کو حضور وہاں جانے کے لئے عازم ہیں۔ ۳۴۸

۳- شہادت استغاثہ ختم ہوئی ۴-۸-۰۴-۲ پیشی مقرر ہوئی۔ ۳۴۹

۴- ۰۴-۸-۱۸ کے بعد ۴-۹-۰۴-۵ پیشی مقرر ہوئی۔ اس اثناء میں حضورؑ لاہور تشریف لے گئے اور وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت نواب صاحبؓ کو بھی بلایا۔ ۳۵۰ یہ دونوں علی الترتیب ۰۴-۸-۲۲، ۰۴-۸-۲۳ کو لاہور پہنچے۔ ۰۴-۸-۲۴ کو فریق مخالف کی تحریری بحث ملی جس کا جواب ۰۴-۸-۲۶ کو حضورؑ کی طرف سے پیش ہوا۔ ۳۵۱

۵- حضورؑ ۴-۹-۰۴ سے مع اہل بیت گورداسپور میں تھے۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ بھی وہیں تشریف لے گئے۔ ۳۵۲

۶- حضرت مولوی صاحبؓ نے بچہ کی شدید علالت کے باعث اپنے اہل بیت کو گورداسپور میں بلوا لیا۔ ۳۵۳

۷- حضورؑ مع اہل بیت و حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ گورداسپور میں تھے۔ حضرت اقدسؑ کی غیر حاضری سے قادیان قریباً اجاڑ معلوم ہوتا ہے۔'' اس کی تجارت اور رونق پر برا اثر پڑا۔ تاریخ فیصلہ ۰۴-۱۰-۱ مقرر ہوئی۔ ۳۵۴

۸- اہل بیت و حضرت مولوی صاحبؓ کے ہمراہ حضورؑ گورداسپور میں تھے۔ ۳۵۵

۹- فیصلہ ۰۴-۱۰-۸ کو ہوا۔ ۳۵۶

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ مکتوب ۶ جولائی ۱۹۰۴ء سے ۱۳/اگست ۱۹۰۴ء کے درمیان عرصہ کا ہے۔

کی اہمیت سلسلہ احمدیہ کی وجہ سے ہی تھی اس لئے مہمان نوازی وغیرہ کی ذمہ داری جماعت پر ہی تھی۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ خواجہ کمال الدین صاحب اوران کے بھائی خواجہ جمال الدین صاحب گھوڑوں پر سوار ہوکر ایک میل آگے پیشوائی کے لئے گئے۔ ریتی چھلہ کو خیموں اور ڈیروں کے لئے صاف کیا گیا اور ایک دروازہ بنایا گیا جس پر WEL COME (خوش آمدید) لکھا تھا اور دروازہ کے اندر سڑک پر خیمہ تک دورویہ پھولوں کے گملے رکھے گئے اور خیمہ کے باہر ایک چبوترہ تیار کیا گیا۔ مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ ''فنانشل کمشنر کے لئے انتظام دروازے وغیرہ کی تعمیر کا میرے سپرد تھا اور یہ سب کام نواب صاحب کے مستریوں نے کیا تھا بلکہ سبزی کے لئے جَو بودیئے گئے تھے جو جلد اگ آتے ہیں اور سبزہ زار بن گیا تھا۔

چبوترہ پر سلسلہ کے ساٹھ کے قریب معززین جو مختلف مقامات سے خاص طور پر اس موقعہ کے لئے آئے تھے استقبال کے لئے بیٹھے تھے۔ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں۔

''پیشوائی کے لئے جانے والوں میں بطور نمبردار حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی تھے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب اس گھوڑے پر سوار تھے جو بطور تحفہ کپورتھلہ سے آیا تھا۔ چونکہ خواجہ کمال الدین صاحب بھاری بھرکم جسم کے تھے ان کا گھوڑا کمزور سا تھا اس لئے ان کے ہمراہ دو پٹھان کردئے گئے تھے تا گھوڑے کو چلاتے رہیں لیکن خواجہ صاحب واپسی پر کچھ دیر بعد پہنچ سکے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے طلبہ بھی استقبال کے لئے موجود تھے ان میں میں اور میرے دونوں بھائی میاں محمد عبداللہ خاں صاحب اور میاں عبدالرحیم خاں صاحب بھی شامل تھے۔ کمشنر صاحب نے مع رفقاء گھوڑے پر سوار ہی سب سے ملاقات کی۔ معززین کی قطار میں سرے پر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور دوسرے نمبر پر حضرت نواب صاحبؓ تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے ذکر کیا کہ آپ سے میری ملاقات اپنے ضلع شاہ پور میں ہوئی تھی جبکہ آپ وہاں ڈپٹی کمشنر تھے۔ کمشنر صاحب نے اس امر کی تصدیق کی۔ ہم تینوں بھائیوں کے متعلق کمشنر صاحب نے دریافت کیا تو بتایا گیا کہ ہم قادیان میں تعلیم پاتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے حضرت مولوی صاحبؓ کے مطب کا بھی معائنہ کیا اور مدرسہ تعلیم الاسلام کا بھی۔ کمشنر صاحب کی طرف سے ملاقات کی خواہش کا اظہار ہونے پر حضرت اقدسؑ اس معزز مہمان کے ہاں خود تشریف لے گئے۔ کمشنر صاحب خیمہ سے باہر لینے کے لئے آئے۔ قریباً ایک گھنٹہ تک ملاقات رہی جہاں حضرت والد صاحب بھی موجود تھے۔ واپس آکر گھر میں والد صاحب نے ذکر کیا کہ کمشنر صاحب کی طرف سے کانگریس اور مسلم لیگ کا ذکر ہونے پر حضورؑ نے فرمایا کہ مجھے ان دونوں سے بغاوت کی بوآتی ہے۔''

جماعت احمدیہ کی اہمیت کی وجہ سے جماعت ہی کے ذمہ معزز مہمانوں کی تواضع تھی ۔ چنانچہ کمشنر صاحب نے دعوت منظور کر لی تھی ۔مکرم عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں ۔

''پلاؤ زردہ کی دیگیں پکوا کر بھیجی گئی تھیں اور ہر قسم کی رسد، مچھلی ،بکرے وغیرہ حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ ان کے جانوروں اور کتوں تک کو کھانا عمدہ دیا جاوے اور جو پکا ہوا کھانا بھیجا جاوے اس میں سے کچھ واپس نہ لایا جاوے۔اس دعوت کی ابتدائی گفتگو خاکسار عرفانی نے مسٹر کنگ ڈپٹی کمشنر سے کی تھی اور بتایا تھا کہ اس خاندان کی عظمت کے خیال سے انگریزی افسران کے مکان پر جا کر ملا کرتے تھے۔اس پر اس نے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو بلا کر دریافت کیا اور تسلی کے بعد جب منظور کر لیا تو شیخ رحمت اللہ صاحب اور دو تین اور دوستوں (نے) میرے ساتھ جا کر باقاعدہ دعوت دی اور کنگ صاحب نے شہر آ کر مدرسہ دیکھنے کے بہانے سے آ کر اور حضرتؑ سے مل کر دعوت کی قبولیت کا بشکریہ اظہار کیا۔''☆

۸- حضرت خلیفہ اوّلؓ سے محبت اور آپ کی خدمت اور آپ کی نواب صاحبؓ سے محبت

حضرت نواب صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت مولوی صاحب (خلیفۃ المسیح اولؓ) سے حد درجہ للّٰہی محبت تھی ۔معلوم ہوتا ہے اس تعلق کی ابتداء تصدیق براہین احمدیہ کے مطالعہ سے ہوئی ۔اس سے نواب صاحبؓ کے کئی ایک عقدے حل ہوئے چنانچہ حضورؑ اپنے مکتوب مورخہ ۱۴ فروری ۱۸۹۱ء میں حضرت مولوی صاحب کو تحریر فرماتے ہیں ۔

''نواب محمد علی خاں صاحب اب تک قادیان میں ہیں آپ کا بہت ذکر خیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے مولوی صاحب کی کتاب تصدیق دیکھنے سے بہت فائدہ ہوا اور بعض ایسے عقدہ حل ہو گئے جن کی نسبت ہمیشہ مجھے دغدغہ رہتا تھا۔وہ از بس آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں ۔میں نے انہیں کہا ہے کہ اب تو وقت تنگ ہے یقین ہے کہ لودہانہ میں یہ صورت نکل آئے گی ۔یہ شخص جوان صالح ہے حالات بہت عمدہ معلوم ہوتے

☆ الحکم بابت ۰۸-۲-۲۶ میں فنانشل کمشنر صاحب کی آمد کے متعلق تفصیل چھپ چکی ہے ۔لیکن کتاب ہذا میں بعض باتیں زائد ہیں ۔مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ اس موقعہ''پر مختلف جماعتوں کے نمائندوں کو بلایا گیا (تھا)''اور بیان فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ''مجھے مسلم لیگ سے بھی بغاوت کی بو آتی ہے۔''خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضورؑ کا یہ ارشاد اس زمانہ کے حالات کے مدنظر تھا۔

ہیں۔ پابند نماز اور نیک چلن ہے۔ اور نیز معقول پسند۔'' [۳۵۷]

اس مکتوب کے آخری فقرات ظاہر کرتے ہیں کہ ابھی حضرت مولوی صاحبؓ اور نواب صاحبؓ میں ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بعد ازاں اس تعلق میں زیادتی ہوگئی۔ حضرت مولوی صاحبؓ کا علمی تبحر اور اعلیٰ درجہ کا تقویٰ وطہارت جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نور یقین بودے

اثر کئے اور نواب صاحبؓ کو گرویدہ کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ دوسری طرف نواب صاحبؓ کے لوح قلب کے ازحد پاک وصاف ہونے کی وجہ سے اس پر حضرت مولوی صاحبؓ کی محبت کے نقوش کچھ اس طرح مرتسم ہوئے کہ مرور زمانہ سے گہرے ہی ہوتے چلے گئے۔ اس امر کا ذکر قرآن مجید سے نواب صاحبؓ کے عشق کے ماتحت کیا گیا ہے کہ آپ کی خواہش پر قرآن مجید پڑھانے کے لئے حضورؑ نے حضرت مولوی صاحبؓ کو مالیرکوٹلہ بھجوادیا تھا۔ گویا کہ نواب صاحبؓ اب زانوئے تلمذ تہ کرچکے تھے اور یہ تعلق کسی معمولی علم کے خصوص میں نہ تھا بلکہ کتاب اللہ کی تعلیم وتعلم کے سلسلہ میں تھا اس لئے بھی نواب صاحب حضرت مولوی صاحب کو اپنے لئے مقام ادب پر سمجھتے تھے اور آپ کی خدمت کو اپنے لئے باعث فخر۔ چنانچہ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ خلافت سے قبل حضرت مولوی صاحبؓ کو خطوط میں نواب صاحبؓ ہمیشہ حضرت استاذی المکرّم والمعظم سے خطاب کرتے تھے۔

نواب صاحبؓ نے حضرت مولوی صاحبؓ کے کھانے کا انتظام اپنے ذمہ لینا اپنے لئے فخر سمجھا لیکن حضرت مولوی صاحبؓ کی غیور طبیعت کسی کا بار احسان اپنے ذمہ لینے کے لئے تیار نہ تھی۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے جن حالات میں قادیان ڈیرہ جمالیا تھا اس کا اندازہ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کے بیان سے ہوتا ہے وہ ذکر کرتے ہیں کہ ''حضرت مولوی صاحبؓ جب ریاست کشمیر سے فارغ ہوکر آئے تھے تو آپؓ بہت مقروض تھے۔ مجھے حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے آپؓ کی حالت کا ذکر ان الفاظ میں سنایا کہ پہلی بار آپؓ نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے پانچ روپیہ کی قسط روانہ کی تو قرض خواہ نے قرض کی رقم خطیر کے بالمقابل اتنی قلیل قسط دیکھ کر لکھا کہ کیا آپؓ نے مجھ سے تمسخر کیا ہے۔ تو آپؓ نے جواب لکھا کہ اس وقت میرے پاس اتنی ہی رقم تھی جو میں نے روانہ کردی۔ قرض آپ کا میرے ذمہ ہے اور میں ہی اسے ادا کروں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔'' اس سے آپؓ کی غیور فطرت کا علم ہوتا ہے۔ اس لئے نواب صاحبؓ نے ایک ہی راہ کھلی پائی کہ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت حاصل کرلیں جس کے بعد حضرت

مولوی صاحبؓ کے لئے کوئی دوسرا حرف زبان پر لانے کا خیال تک بھی پیدا نہ ہوگا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خود بھی حضرت مولوی صاحبؓ کا بہت خیال رہتا تھا چنانچہ سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ

''میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہاں پڑھنے کے لئے جایا کرتی تھی آپؓ نے میرے لئے اور میری ساتھیوں کے لئے درس جاری فرمایا تھااور فرماتے تھے کہ اب تم آؤ یا نہ آؤ۔اس کا ثواب تمہیں ملتا رہے گا کیونکہ یہ تمہارے لئے ہی جاری کیا گیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا ہوا تھا کہ روزانہ مجھے حضرت مولوی صاحبؓ کے متعلق اطلاع دیا کرو کہ ان کی صحت کیسی ہے کھانا کھاتے ہیں کہ نہیں چائے پیتے ہیں کہ نہیں۔اور میں جا کر اطلاع دیا کرتی تھی۔حضورؑ حضرت مولوی صاحبؓ کا بہت خیال رکھتے تھے۔''

چنانچہ اجازت کے لئے نواب صاحبؓ نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں ذیل کا عریضہ تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

سیدی ومولائی طبیب روحانی سلمکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم۔

آج سیر میں تذکرہ تھا کہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی طبیعت پھر علیل ہے اور ان کی غذا کا انتظام درست نہیں۔چونکہ مجھ کو حضرت مولانا نے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھایا ہے اور اس طرح مجھ کو ان کی شاگردی کا (گو میں بدنام کنندہ نکونامے چند کے طور سے شاگرد ہوں) فخر حاصل ہے۔اس لئے میرے دل میں خواہش رہتی ہے کہ حضرت مولانا کی کچھ خدمت کرسکوں۔کبھی کبھی میں (نے) ان کی غذا کا التزام کیا ہے مگر حضرت مولانا کی غیور طبیعت برداشت نہیں کرتی اور وہ روک دیتے ہیں۔اس لئے **الامر فوق الادب** کے لحاظ سے پھر جرأت نہیں پڑتی۔اب اگر حضور حکم فرمادیں تو اس طرح مجھ کو خدمت کا ثواب اور حضرت مولانا کے لئے غذا کا انتظام ہو جاتا ہے۔اور حضرت مولانا حضور کے حکم کی وجہ سے انکار بھی نہ کریں گے۔اصل بات یہ ہے کہ لنگر میں بہ سبب کثرت کار پوری طرح سے التزام مشکل ہے۔میرے باورچی کو چونکہ اتنا کام نہیں اس لئے خدا کے فضل اور حضور کی دعا سے امید کی جاتی ہے کہ التزام ٹھیک رہے گا۔بس اگر میری یہ عرض قبول ہو جائے تو میرے

لئے سعادت دارین کا موجب ہو۔

دوم ۔ میں نے اپنے بھائی کو حضور کے حکم کے بموجب خط لکھا ہے ۔حضور ملاحظہ فرمالیں اگر یہ درست ہوتو بھیج دوں ۔

راقم محمد علی خاں

حضورؑ نے جواباً تحریر فرمایا کہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔حضرت مولوی صاحب کی نسبت مجھے کچھ عذر نہیں۔واقعی لنگر خانہ کے لوگ ایک طرف تاکید کی جائے دوسری طرف پھر غافل ہوجاتے ہیں۔کثرت آمد مہمانوں کی طرف سے بعض اوقات دیوانے کی طرح ہوجاتے ہیں۔اگر آپ سے عمدہ طور سے انتظام ہوسکے تو میں خوش ہوں۔اور موجب ثواب۔

خط آپ نے بہت عمدہ لکھا ہے مگر ساتھ لکھتے وقت ترتیب اوراق کا لحاظ نہیں رہا خط...... پڑھتے جب دوسرے صفحہ میں میں پہنچا تو وہ عبارت پہلے صفحہ سے ملتی نہیں تھی۔اس کو درست کردیا جائے۔

والسلام

مرزا غلام احمد [۳۵۸]

چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ کے وصال تک نواب صاحبؓ کی طرف سے یہ التزام رہا کہ اعلیٰ درجہ کا کھانا دونوں وقت آپ کی خدمت میں نواب صاحبؓ کے ہاں سے آتا رہا۔کب سے شروع ہوااس بارہ میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ ’’اندازاً ۱۹۰۶ء کا آخر یا ۱۹۰۷ء کا شروع ہوگا۔جب حضرت خلیفہ اولؓ کو کھانا بھجوانا شروع کیا۔کیونکہ جب میں حضرت خلیفہ اولؓ سے پڑھا کرتی تھی تو کھانا آیا کرتا تھا۔

حضرت مولوی صاحبؓ نواب صاحبؓ کی اس قلبی محبت سے آگاہ تھے۔اوردل سے قدر فرماتے تھے۔چنانچہ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ میاں! مجھے تمہارے والد سے بہت محبت ہے۔میں تو ان کو اپنا دوست سمجھتا ہوں۔میاں صاحب موصوف ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جمعہ کے دن کسی نے حضرت مولوی صاحبؓ کو بتایا کہ نواب صاحبؓ کی طبیعت خراب ہے۔جمعہ کی نماز کے بعد سیدھے کوٹھی آئے۔جون جولائی کا مہینہ۔اڑہائی تین کا وقت۔دروازہ جوکھٹکھٹایا تو والد صاحب نے پوچھا کون!فرمایا نورالدین۔دروازہ کھولا حیران تھے کیا بات ہے۔فرمایا مجھے کسی نے کہا آپ کی طبیعت خراب ہے۔والد صاحب نے کہا آپ مجھے اطلاع فرماتے میں گاڑی بھیج دیتا۔فرمایا میں نے جب سنا

تو پیدل ہی چل پڑا۔

اس تعلق کی بناء پرنواب صاحبؓ کی باہر سے آمد پر حضرت خلیفہ اولؓ ان کے ہاں ۱۸نومبر۱۹۱۰ء کو گئے۔ جہاں سے واپسی پر حضور گھوڑے سے گر پڑے۔ چنانچہ مرقوم ہے۔

''۱۸/نومبر۱۹۱۰ء کو بعد نماز جمعہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ گھوڑے پر سوار ہوکر نواب صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔نواب صاحبؓ ۱۷نومبر کو قادیان آئے تھے۔اس لئے حضرت ازراہ محبت وشفقت جو آپ کو اپنے خدام سے ہے ان کو ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔علاوہ بریں چونکہ حضرت مسیح موعودؑ مغفور کی صاحبزادی نواب صاحبؓ کے گھر میں ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ بنت مسیح موعود کا جائز احترام مدنظر رکھتے ہیں۔اوراس سے اُس محبت کا پتہ لگتا ہے۔جو آپ کو اہل بیت حضرت خلیفۃ اللہ المہدی سے ہے۔واپسی پر......گھوڑی ایک تنگ کوچہ سے داخل ہوکر گزری اور حضرت زمین پر آرہے۔اور پیشانی پر سخت چوٹ آئی۔''☆

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح حضرت مولوی صاحبؓ بھی نواب صاحبؓ کی تربیت میں کوشاں رہتے تھے۔چنانچہ ذیل کا مکتوب آپ کی سعی تربیت اور قلبی تعلق پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔حضرت مولوی صاحبؓ نواب صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔میرا عریضہ توجہ سے پڑھیں۔اورایک آیت ہے قرآن کریم میں اس پر آپ پوری غور فرماویں۔وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔[۳۵۹] یہ نابکار خاکسار۔راقم الحروف متقی بھی نہیں ہاں متقی لوگوں کا محبّ ہے اور پورا محبّ۔

مجھے بھی بمقام مالیرکوٹلہ بڑی بڑی ضرورتیں پیش آتی رہیں اور قریب قریب اڑہائی ہزار کے خرچ ہوا۔مگر کیا آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ کہاں سے آیا شاید دوتین سو سے کچھ زائد کا آپ کو پتہ نہ ہوگا۔مگر باقی کا علم سوائے میرے مولیٰ کریم کے کسی کو بھی نہیں۔حتیٰ کہ میری بی بی کو بھی نہیں۔

☆ الحکم جلد۱۴ نمبر۴۰ صفحہ ۱۷۔ پرچہ ۲۸/نومبر۱۹۱۰ء۔بدر جلد۴ نمبر۱۰ صفحہ۲۔پرچہ ۲۴/نومبر ۱۹۱۰ء میں اس کا مختصر ذکر موجود ہے۔(مؤلف)

آپ کے خرچ عمارت کو موجودہ حالت میں خاکسار زیادہ پسند نہیں کرتا۔اور غالباً اشارۃً بلکہ ظاہراً بھی بہت کچھ عرض کیا۔

میرا تعلق بحمد اللہ کسی کافر سے نہیں رہا۔نواب صاحبؓ! جب میں بہاولپور کو گیا ہوں اس وقت سے میرے ساتھ جموں کی ریاست نے ترک تعلق کیا ہے اور میں نے بھی پرواہ نہیں کی۔اور اب تو قادیان میں رہ کر اگر کسی امیر سے تعلق رکھا ہے تو اس کا نام محمد علی خاں ہے اور بس۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہاں بھی میں کسی امیر کو رغبۃً نہیں ملا۔رہی تجارت۔ میں نے نہایت عمدہ تدبیر کی تھی۔مگر مجھے افسوس ہے کہ جن لوگوں کو میں نے اس وقت تحریک کی ان کے سامنے شرمندگی ہوئی۔بہر حال جناب سردست تجارت کا خیال بالکل ترک فرمادیں۔اور بجائے اس کے دعاؤں پر۔تقویٰ پر آپ زور دیں۔''

اسی طرح آپ نے تحریر فرمایا:

مکرم معظم جناب خاں صاحب محمد علی خاں صاحب بالقابہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آپ کی تین تحریریں مدت سے میرے مدنظر ہیں اور بہت توجہ کی۔آج اس وقت دعا کے لئے تنہا ہوں تو آپ کی تحریر پہلے سامنے آئی۔میں نے اسے مؤخر......

میرا منشاء تھا کہ آپ کو مفصل جواب دوں مگر آپ میری موجودہ تعلیم اور حالات سے قطعاً ناواقف ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے توجہ دلائی کہ آپ کو مختصر لکھوں **والحمد اللہ رب العلمین** ۔آپ غور کریں اور خوب سوچیں۔گو آپ کو فرصت نہیں مگر دیکھو میں نے حالت علالت میں آپ کا سارا سارا خط پڑھا۔''

جیسا کہ خلافت کے تعلق میں دوسری جگہ مفصل مذکور ہے۔حضرت مولوی صاحبؓ کی نظر میں نواب صاحبؓ روحانی طور پر اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ورنہ حضرت مولوی صاحبؓ جیسی بے نیاز طبیعت والا شخص کسی راجہ مہاراجہ تک کو محض امارت کی وجہ سے پرپشہ کے برابر وقعت نہ دیتا اور خاطر میں نہ لاتا تھا۔ادھر نواب صاحبؓ کا یہ طریق تھا کہ باوجود اپنی ریاست وامارت اور دنیوی وجاہت کے کہ جس کے مالک لوگوں سے ''نہ'' تک سننے کے عادی نہیں ہوتے حضرت مولوی صاحبؓ کی سرزنش کو بھی ناپسند کرتے تھے۔اور سعیٔ بلیغ

کرتے کہ سرزنش کی وجہ دور ہو۔اور ناراضگی کی اہمیت کو سمجھتے تھے اور اس ''نہ'' کے ازالہ کی کوشش کرتے تھے۔چنانچہ مکرم میاں عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں۔

''ایک دفعہ (جب کہ نواب صاحبؓ مدرسہ تعلیم الاسلام میں بطور ڈائریکٹر کام کرتے تھے) مدرسہ تعلیم الاسلام کے ایک بچے کے پیٹ میں درد ہو گیا۔لڑکا حضرت خلیفہ اولؓ کے پاس گیا۔حضور نے کہلا بھیجا کہ میں بہت سخت ناراض ہوں۔آپ کچھ لڑکوں کا خیال نہیں رکھتے۔آپؓ نے اس ڈانٹ کو برا نہیں منایا بلکہ اسی وقت ڈاکٹر عبداللہ صاحب نومسلم کو بلا کر بچہ کے علاج کی ہدایت کی۔''

مکرم چوہدری نوراحمد خاں صاحب پنشنر کارکن صدرانجمن بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے نواب صاحبؓ نے سنایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا پیغام مجھے کوٹھی دارالسلام پہنچا کہ میں نے کہیں باہر جانا ہے گھوڑا بھیج دیں۔میں نے کہلا بھیجا کہ اچھا گھوڑا نوکر کے ہاتھ میں جلد پہنچ جائے گا۔اور نوکر کو گھوڑا تیار کر کے زین وغیرہ اچھی طرح دیکھ کر لے جانے کے لئے کہا۔پیغام لے جانے والے نے حضرت مولوی صاحبؓ کو جا کر کہہ دیا کہ گھوڑا نہیں ملا۔حضرت مولوی صاحبؓ کو بہت تکلیف ہوئی۔اور کہا کہ اچھا نواب صاحبؓ نے تو گھوڑا نہیں دیا میرا خدا مجھے گھوڑا بھیج دے گا۔جب میرا نوکر گھوڑا تیار کر کے حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس گیا۔تو مولوی صاحبؓ نے ...... سے فرمایا کہ جاؤ نواب صاحبؓ نے مجھے پہلے گھوڑا دینے سے جواب دے دیا۔اب گھوڑا بھیجنے کی کیا ضرورت؟ جب نوکر گھوڑا واپس لے کر آیا۔نوکر سے حضرت مولوی صاحبؓ کی بات سن کر بہت تکلیف ہوئی۔نواب صاحبؓ نے فرمایا کہ میں اسی وقت مولوی صاحبؓ کے پاس گیا جا کر اصل قصہ سنایا۔مولوی صاحبؓ بھی حیران ہوئے اور میں بھی حیران ہوا۔فرمایا بہت اچھا اب تو میں خدا سے گھوڑا مانگ چکا ہوں اور میرے خدا نے مجھے کہہ دیا ہے کہ گھوڑا آ جائے گا۔اسی روز یا دوسرے روز ڈیرہ غازیخاں سے ایک عربی گھوڑا معہ متعلقہ سامان زین وغیرہ تیار شدہ حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس پہنچ گیا۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کسی رئیس نے گھوڑا بھیجا ہے۔حضرت نواب صاحبؓ نے فرمایا کہ حضرت مولوی صاحبؓ سے مجھے اتنی محبت تھی گھوڑا تو کیا آپؓ جس چیز کو بھی حکم فرماتے اسی وقت آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے جس کی نظر نیتوں پر ہوتی ہے۔اور جو مافی الصدور کا علم رکھتا ہے۔حضرت مولوی صاحبؓ کی (بالخصوص مرض الموت میں) خدمت کا آپؓ کو موقعہ دیا۔چنانچہ جب حضرت مولوی صاحبؓ کو شہر سے باہر تبدیلی آب وہوا کے لئے لے جا رہے تھے۔اور بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام کے چوبارہ پر ٹھہرانے کا ارادہ

تھا۔تو نواب صاحبؓ کی درخواست پر آپؓ نے نواب صاحب کی کوٹھی دارالسلام میں قیام کرنا پسند کرلیا تھا۔ جہاں آپؓ کا وصال ہوا۔آپؓ نواب صاحبؓ کی طرف سے خدمت کے لئے اپنے قلب صافی میں حددرجہ جذبۂ امتنان متموج پاتے تھے۔جس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔آپؓ نے نواب صاحبؓ کو اپنا وصی بھی مقرر فرمایا۔(ان تمام امور کی تفصیل خلافت کے تعلق میں آچکی ہے)۔

۹- خدمات صدر انجمن احمدیہ وغیرہ

۱۹۰۵ء میں حضرت اقدسؑ کو متواتر الہامات سے قرب وصال کی خبر ملی جس نے آپ کی ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔آپ نے ارشاد خداوندی سے ایک خاص مقبرہ کی تجویز فرمائی۔جس میں مخلصین جماعت بعض شرائط کے ماتحت دفن ہوں اور انتظام مقبرہ کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔جنوری ۱۹۰۶ء میں صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔اور اسے سرکاری قانون کے مطابق رجسٹرڈ کر دیا گیا۔اس کے صدر بھی حضرت مولوی صاحبؓ ہی مقرر کئے گئے۔صدر۔سیکرٹری اور مشیر قانونی کے علاوہ گیارہ اور ممبر تھے۔جن میں حضرت نواب صاحبؓ بھی تھے۔۱۵۹؎ قاعدہ کی رو سے حضرت اقدسؑ کے مقرر کردہ ممبران بشرط اخلاص دوامی ممبر تھے۔صدر انجمن کے معرض وجود میں آنے کا باعث یہ امر ہوا کہ قیام کمیٹی انتظام بہشتی مقبرہ کے جلد بعد حضرت اقدسؑ کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی کہ سلسلہ کا کام بہت پھیل گیا ہے اور کئی قسم کے کام جاری ہونے کی وجہ سے مناسب ہے کہ واحد مرکزی کمیٹی قائم کر دی جائے۔چنانچہ اس کے قیام پر تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ریویو آف ریلیجنز اور مقبرہ بہشتی تینوں کی انجمنیں اس مرکزی انجمن کے زیر انتظام و زیر نگرانی کر دی گئیں۔

حضرت نواب صاحبؓ کو ۱۹۰۰ء سے ۱۹۱۸ء تک مختلف عہدوں پر سلسلہ کی خدمات کا موقعہ ملا۔اس عرصہ میں آپ کا سلوک رفقاء کار سے جس طرح کا تھا۔اور جس رنگ میں آپ کام کرتے تھے۔اس بارہ میں مکرم مفتی محمد صادق صاحب اپنے دوسالہ تجربہ کا ملخص ذیل کے الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔جبکہ آپ کو کالج تعلیم الاسلام میں حضرت نواب صاحبؓ کے ماتحت کام کرنے کا موقعہ ملا تھا۔

> ''اس دوسال کے عرصہ میں مجھے حضرت نواب صاحبؓ کے ساتھ مل کر قادیان کے تعلیمی کاموں میں بہت حصہ لینا پڑا۔اور اس واسطے نواب صاحبؓ سے بھی ملاقات کا بہت موقعہ ملتا رہا۔حضرت نواب صاحبؓ بہت سادگی سے اپنی زندگی بسر کرتے

تھے۔میز کرسی کے استعمال کی انہیں عادت نہ تھی۔تمام دن فرش پر بیٹھ کر ہی سب کام
کرتے تھے۔آپ ایک صالح ،بہت نیک ،پابند شریعت ،زاہد عابد انسان تھے۔''

مکرم چوہدری نوراحمد خاں صاحب سکنہ سڑوعہ پنشنر کارکن حال مہاجر ضلع ملتان ذکر کرتے ہیں کہ ابتدائے خلافت ثانیہ میں مجھے دوسال تک حضرت نواب صاحبؓ کے ماتحت بطور کلرک کام کرنے کا موقعہ ملا۔آپ اس وقت صدر انجمن احمدیہ کے جنرل سیکرٹری تھے۔آپ اس امر کو ناپسند فرماتے تھے کہ کلرک کھڑا رہے اور پھر کاغذات پیش کرے۔اس لئے ہمیشہ بیٹھنے کا ارشاد فرماتے۔اور کھڑے رہ کر دستخط کرانے سے منع فرماتے۔دوسرے کاغذات پر دستخط فرمانے کے بعد ان کی تمام تر ذمہ داری اپنے اوپر سمجھتے۔اور کبھی یہ عذر کرنے کو تیار نہ ہوتے کہ فلاں معاملہ کے کاغذات چونکہ کسی کلرک نے تیار کئے ہیں اس لئے اس سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔میں نے تو صرف دستخط کئے ہیں۔گویا کہ آپ پورے غور وفکر سے دفتری امور کو سرانجام دیتے تھے۔آپؓ کا طریق تھا کہ صبح دس بجے گھوڑا گاڑی پر دفتر پہنچتے اور خوب جم کر پورے چھ گھنٹے کام کرتے۔چار بجے گاڑی آجاتی اور آپ ٹھیک چار بجے واپس دارالسلام چلے جاتے۔اوقات دفتر میں ادھر ادھر جانے کی عادت کم تھی البتہ کبھی کبھی چند منٹ کے لئے حضرت اماں جان اطال اللہ بقاء ہا کے ہاں چلے جاتے تھے۔ بسا اوقات مجھے دفتری کاغذات آپ کی کوٹھی پر لے جانے پڑتے۔آپ کام سے فارغ ہو کر مجھے باغ کی سیر کے لئے لے جاتے۔آپ کی شفقت بھری باتوں سے دل محبت سے بھر جاتا۔چونکہ میں نسلاً راجپوت ہوں اس لئے کبھی آپ اپنے خاندانی حالات کے ضمن میں ذکر فرماتے کہ ہماری دادی صاحبہ ریاست پٹیالہ کے قصبہ چھتل کے معزز راجپوت خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور ہمارے خاندان میں بہ نظر احترام دیکھی جاتی تھیں۔انہوں نے اپنے ہاتھ سے سوت کات کر ایک سائبان تیار کیا تھا۔جو بطور یادگار رکھا ہوا ہے۔موصوفہ بہت سلیقہ شعار خاتون تھیں اور ان کی زندگی میں خاندان میں شادی بیاہ کا انتظام وانصرام انہی کے سپرد ہوتا تھا۔اس وجہ سے مجھے راجپوت قوم سے بہت محبت ہے۔چنانچہ آپ بہت سے احمدی راجپوتوں کے حالات دریافت فرماتے۔

الف- قیام صدر انجمن احمدیہ سے قبل ۶ رجنوری سے ۵ر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پہلے آپؓ میگزین (ریویو) کے

☆ یہ امر ان تاریخوں کی ڈائری سے معلوم ہوتا ہے۔۵ دسمبر میں نواب صاحبؓ کی طرف سے اس کام کا چارج مکرم مفتی محمد صادق صاحب کے سپرد کرنے کا ذکر آتا ہے۔چنانچہ مکرم مفتی صاحب کے فنانشل سیکرٹری مقرر کئے جانے کا ذکر الحکم بابت ۰۲-۱۲-۷ صفحہ ۱۵ کالم ۳ میں آتا ہے۔

اسسٹنٹ فنانشل سیکرٹری اور پھر فنانشل سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے۔☆

ب- حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے ارشاد کے ماتحت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نواب صاحبؓ، ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ اور مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے زیر عنوان ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یادگار'' اعلان شائع کر کے دینی مدرسہ کے قیام کی اہمیت بیان کر کے اس کے لئے چندہ کی تحریک کی گئی۔ ۳۶۰

ج- ۱۹۰۹ء میں آپ صدر انجمن احمدیہ کے امین مقرر ہوئے۔

د- ۱۹۱۱ء میں آپ صدر انجمن کی طرف سے ناظر مقرر ہوئے۔ ۳۶۱ ان ایام میں ناظر کے سپرد وہ کام تھا جو آج کل آڈیٹر کے ذمہ ہے۔

ہ- حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے مشورہ اور ارشاد سے فیصلہ ہوا کہ کوٹھی نواب صاحبؓ کے سامنے مسجد نور کے متصل مدرسہ تعلیم الاسلام تعمیر کیا جائے۔ جن گیارہ احباب کی موجودگی میں حضور نے یہ فیصلہ فرمایا تھا۔ ان میں نواب صاحبؓ بھی شامل تھے۔ ۳۶۲

و- حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲/اپریل ۱۹۱۴ء کو نمائندگان جماعت کے سامنے قادیان میں کالج کے قیام کی اہمیت بیان فرمائی۔ ۳۶۳ ۱۹/اپریل کو نواب صاحبؓ نے اعلان کیا کہ حضور نے سولہ ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی کا تقرر فرمایا ہے۔ جو اس امر پر غور کرے کہ کس طرح کالج جلد سے جلد اور کم خرچ پر قائم کیا جا سکتا ہے۔ نواب صاحبؓ بھی اس کمیٹی میں شامل تھے۔ ۳۶۴ معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں مالی مشکلات کی وجہ سے کالج کا قیام نہ ہو سکا۔

ز- غالباً ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۶ء میں دو سال تک نواب صاحبؓ صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری جنرل کے عہدہ پر فائز رہے۔☆

ح- ۱۹۱۶ء میں جبکہ صدر انجمن کی مالی حالت اچھی نہ تھی ''فوری توجہ کے قابل'' عنوان کے تحت اعلان کیا گیا

☆ جنرل سیکرٹری کے سپرد ناظر اعلیٰ والا کام ہوتا تھا۔ البتہ یہ فرق ضرور تھا کہ میر مجلس جنرل سیکرٹری کے علاوہ کوئی اور ہوتا تھا لیکن ناظر اعلیٰ خود صدر مجلس بھی ہوتا ہے۔ ۱۶/نومبر ۴۷ء سے ابتداء مارچ ۴۸ء تک صدر انجمن قادیان میں یہ استثناء رہا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ناظر اعلیٰ مکرم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کو مقرر فرمایا۔ لیکن صدر مجلس مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ فاضل امیر مقامی کو۔ مکرم صاحبزادہ صاحب کے مارچ ۴۸ء میں چلے جانے کے بعد پھر پہلا طریق جاری ہوا۔

کہ صدر انجمن احمدیہ اور انجمن ترقی اسلام کی مدات مقروض ہوگئی ہیں اور یہ قرض اتر نہیں سکتا جب تک کہ کوئی وفد باہر نکل کر خاص کوشش کر کے رقم کثیر جمع نہ کرے اور جماعت پر واضح کیا گیا کہ وفد میں بزرگوں کو ہی شامل کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ پہلے ہی ضروری خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ دوسرے وفد کا دورہ بھی اخراجات کئے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے احباب اس چٹھی کو ہی وفد کا قائم مقام سمجھیں اور کثیر رقم بھجوائیں۔ اس کے مخاطب ہندوستان، افریقہ اور دیگر تمام مقامات کے احمدی ہیں۔ یہ اعلان نواب صاحبؓ، مولوی شیر علی صاحبؓ اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہم کی طرف سے ہوا تھا۔ ۳۶۵

ط- ا جنوری سے ۱۳ مارچ ۱۹۱۸ء تک آپ صدر انجمن کے میر مجلس تھے۔ ۳۶۶

غیبت سے نفرت۔ صاف گوئی۔ جرأت۔ بزرگوں کی قدر

آپ کے اخلاق فاضلہ کا نمایاں پہلو یہ امر تھا کہ نہ آپ کسی پر اعتراض کرتے اور کسی کا شکوہ کرتے نہ اسے پسند کرتے۔ نہ غیبت کرتے اور نہ سنتے۔ آپ کے سامنے کسی کے خلاف بات کرنے کی کسی کو مجال کم ہی ہوتی تھی۔ ادب اور حفظ مراتب کے بیحد پابند تھے۔ اور اکثر اپنی اولاد اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ یہ سب کچھ نفس کی کسی کمزوری کے سبب نہ تھا۔ مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے ربوہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ

> ''نواب صاحبؓ ایک شیر مومن تھے۔ جس بات کو درست سمجھتے تھے وہی کہتے تھے وہی کرتے تھے۔ یہ بات نہیں کہ یونہی کسی ذاتی خیال پر اڑ جاتے تھے۔ بلکہ ایسے امور کے متعلق ہی ان کی شدت ہوتی تھی جو ان کے مطالعہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہوتے تھے۔ ایک دفعہ پردہ کی شدت کے متعلق مجھے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں پردہ کے متعلق اتنا سخت کیوں ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک امیر خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اور مجھے خوب علم ہے کہ امراء میں کتنا گند ہوتا ہے۔ آپ کے کیرکٹر کے دو پہلو بہت نمایاں تھے۔ آپ بڑے عبادت گزار اور بڑے سخی تھے۔ کثرت سے صدقات کرتے تھے۔ ایک طرف اتنے عاجز و منکسر المزاج کہ میں نے کئی دفعہ مسجد میں ان کو جوتیوں میں نماز پڑھتے دیکھا اور دوسری طرف اپنی بات پر اتنے اڑ جانے والے کہ جس دن میاں محمد عبداللہ خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی

شادی ہوئی تو آپ نے میاں صاحب کو حضرت اماں جان کے گھر جانے سے روک دیا۔ کیونکہ نواب صاحب کا یہ خیال تھا کہ سنت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دولہا دولہن کے گھر جا کر دولہن کو اپنے ساتھ اپنے گھر لائے۔ ایک طرف اپنے نقطۂ نگاہ پر اتنا اصرار اور وہ بھی حضرت اماں جان سلمھا الرحمٰن سے جن کے ساتھ آپ کا روحانی اور جسمانی دوہرا رشتہ فرزندی تھا۔ اور دوسری طرف عاجزی کی یہ کیفیت کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب جو کہ آپ کے داماد تھے، ان کے آنے پر کھڑے ہو جاتے تھے۔''

آپ کی جرأت اور شجاعت اور حق گوئی کا قدرے ذکر آتھم کی پیشگوئی کے تعلق میں ہو چکا ہے۔ آپ فراست مومنانہ سے بہرۂ کامل رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بارہا والئی ریاست کو خشیت الٰہی کے اختیار کرنے کی تلقین کی اور جن نتائج کا آپ نے خطرہ ظاہر کیا تھا وہ ظاہر ہوئے۔ آپ نواب احمد علی خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ ریاست کو تحریر فرماتے ہیں۔

''اگر مظلوم کی آہ یا کسی بیوہ کی پکار پر خداوند تعالیٰ جو دانا و بینا ہے اور جس کی یہ ڈھیل آپ کے لئے مفید نہیں بلکہ خطرناک توجہ کی تو پھر خدا کی پناہ

چراغے کہ بیوہ زنے برفروخت
بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت
بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

جناب کو معلوم ہے کہ حکام کی خوشی یا ناراضگی ایک عارضی ہے۔ اصل خوشی یا ناراضگی اس الرحمان الرحیم کی ہے جو مالک یوم الدین ہے اگر وہ مہربان ہے تو کل مہربان۔ پس جناب چندمنٹ غور فرمائیں کہ کیا یہ سب امور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ امور ہیں اور پھر اس کی مصالحت کی یا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ کی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔ خداوند تعالیٰ کی گرفت سے ڈرنا چاہیئے۔ اور اس کی پکڑ نہایت سخت ہے اور اس کی لاٹھی میں آواز نہیں اور وہ اچانک آپڑتی ہے۔ جناب بے غرضانہ عدل وانصاف پر کمر باندھیں۔ خداوند تعالیٰ سے صلح فرمائیں پھر خداوند تعالیٰ خود آپ کا

مددگار اور کفیل ہوگا۔'' (مکتوب ۰۲-۱-۱۲)

آپ اپنے بڑے بھائیوں، بزرگان، صحابہ کرام اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حد درجہ جذبۂ احترام رکھتے تھے۔ حالانکہ آپ ایسے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے کہ جو حکومت کے نشہ میں مخمور رہتا ہے۔ ہمیں کسی واقعہ سے اس طریق سے آپ کے سرمو انحراف کا علم نہیں ہوتا۔ مکرم مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نواب صاحبؓ کے اخلاص کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں حضرت نواب صاحبؓ نے شہر میں اس جگہ اپنا مکان بنانے کا ارادہ کیا جہاں بعد میں حکیم مولوی قطب الدین صاحبؓ، سید احمد نور صاحب کابلی، بابو محمد وزیر خاں صاحب اور قاری غلام یٰسین صاحبؓ نے مکانات بنوالئے۔ جب نواب صاحبؓ کے مکان کے لئے آپ کے کارکنان نے سرحدیں قائم کیں تو ایک کونہ ایک بزرگ کی زمین میں چلا گیا اور اس بزرگ کی ناراضگی کا موجب ہوا۔ حضرت نواب صاحب کے قلب سلیم میں بزرگوں کا اس قدر احترام تھا کہ آپ نے وہاں مکان بنانے کا ارادہ ہی ترک کر دیا کہ اس میں ابتداء میں ہی تنازعہ ہوا ہے یہ جگہ میرے لئے مبارک نہیں ہوسکتی۔ اور فرمایا کہ ہماری قادیان میں آمد کی غرض وغایت مکان کی تعمیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس احتیاط کے نتیجہ میں جو برکات آپ کو عطا کیں معروف ہیں۔ اس تعلق میں مکرم مولوی غلام رسول صاحب راجیکی میرے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء میں جب خاکسار دارالامان حضرت اقدسؑ کی زیارت اور استفاضہ کے لئے گیا تو جب بھی خاکسار بعد نماز حضرت اقدس سیدنا المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں جگہ ملنے کی حرص پر کچھ متادبانہ کوشش کے ساتھ آگے بڑھنے کے لئے موقع تلاش کرتا تو بزرگ ہستیاں جو سب کی سب پروانہ وار شمع حسن کے اردگرد حلقہ نشین ہوکر ایسے طور پر حضور اقدسؑ کے حضور بیٹھتیں کہ اول تو کوئی جگہ ہی باقی نہ رہتی۔ پھر میرے جیسے دیہاتی گنواروں کے سادہ لباس میں ملبوس انسان کے لئے ویسے بھی جھجک محسوس ہوتی کہ ان سفید پوش اور خوش لباس زیب تن فرمانے والوں کے حلقہ میں گھسنے اور گھس کر جگہ بنا کر بیٹھنے کی گنجائش کہاں ہوسکتی اس لئے حلقہ سے باہر کسی قدر دور ہی کھڑے ہوکر حضور اقدسؑ کی زیارت کرلیا کرتا۔ جب تین دن اسی طرح قرب سے محرومی پر گزرے تو ہجوم عشاق کی بھیڑ بھاڑ کی حالت میں حضرت اقدسؑ مسجد سے اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور اس طرح میرے جیسے غریب مصافحہ کی نعمت سے بھی محروم ہی رہ جاتے۔ جب اس طرح تین دن گزرے تو مجھے حضور اقدسؑ کے مصافحہ تک کی محرومی کا بہت ہی بڑا احساس ہوا۔ اس پر خاکسار نے ایک عریضہ کے ذریعے حضور اقدسؑ کے ہاں اپنی محرومی کا اظہار کیا کہ تین دن ہوئے کہ حضور اقدسؑ کا یہ خادم دارالامان

میں وارد ہے۔اور ضلع گجرات سے بغرض زیارت واستفاضہ برکات صحبت آیا لیکن ابھی تک مصافحہ کی سعادت سے بھی محرومی ہی ہو رہی ہے اس لئے کہ بعد نماز قریب کے معزز احباب اور مقتدر ہستیاں فوراً ہی حضور کے اردگرد حلقہ کی صورت میں اس طرح سے بیٹھ جاتے ہیں کہ میرے جیسے غریب دیہاتی اور اجنبی کے لئے اس حلقہ سے گزر کر حضور اقدسؑ سے مصافحہ کرنے کی جرأت بھی بوجہ ادب نہیں ہوسکتی۔ جب میرا یہ عریضہ جو خادمہ کے ذریعہ اندر پہنچایا گیا حضور اقدسؑ کو پہنچا تو حضور اقدسؑ نے اپنے قلم اور اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے مجھے جواب عطا فرمایا جو نہایت ہی شفقت اور رحمت سے بھرے ہوئے الفاظ سے لکھا ہوا میرے لئے باعث تسکین اور وجہ تسلی بنا۔جس میں ایک فقرہ مجھے اب تک یاد ہے کہ آپ اتنے دن ہوئے مل نہیں سکے۔حضورؑ نے اپنے الفاظ میں ایک لفظ تساہل کا بھی لکھا تھا۔جس کا مطلب میری سمجھ میں یہی آیا کہ اگر آپ چاہتے تو آپ مل بھی سکتے تھے ملنے میں کون روک بن سکتا تھا۔بجز اس کے کہ آپ سے تساہل واقع ہوا۔چنانچہ جب چوتھے دن خاکسار کمر بستہ ہو کر حضرت اقدسؑ کے الفاظ کے مطابق جرأت کے ساتھ حضرت اقدسؑ کے حلقۂ احباب سے گزرتا ہوا حضورؑ کی دست بوسی اور مصافحہ سے جا مشرف ہوا۔تو حضورؑ نے بکمال شفقت وجذبۂ ترحم مجھے اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کیوں جی آپ اتنے دنوں سے آئے ہوئے ہیں اور ملے نہیں۔میں نے عرض کیا کہ حضورؑ! چونکہ یہ معزز اور بزرگ ہستیاں جو اردگرد حلقہ نشین ہیں ان سے گزر کر حضورؑ تک پہنچنا خلاف ادب محسوس کرتے ہوئے آگے ہونے کی جرأت نہ ہوسکتی اور دور پیچھے ہی کھڑا رہتا اس وقت میرے الفاظ کے جواب میں نہایت ہی شفقت اور ترحم سے فرمایا کہ آپ خواہ کوئی بھی ہوں ان سے گزر کر آگے آکر میرے پاس بیٹھ جایا کریں۔یہ وہ الفاظ تھے جو اس محبوب خدا کے منہ سے اپنے حقیر سے خادم کے لئے ایسے طور سے میرے لئے باعث نوازش اور موجب فرحت ومسرت ہوئے کہ میری ساری ذہنی کوفت اور پریشانی کے احساس کو دور کرنے والے ہوگئے اور جو میرے لئے جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مسیح العالمین اور مظہر حضرت خاتم النبیین اور بروز محمد رحمۃ للعٰلمین کے یہ الفاظ تمام دنیوی سلطنتوں اور مملکتوں اور خزائن الارض کی قیمت سے بھی ہزارہا درجہ بڑھ کر قیمت رکھنے والے تھے۔جب حضور اقدسؑ نے یہ الفاظ مجھے مخاطب ہو کر فرمائے تو اس وقت حلقۂ احباب میں بالکل قریب حضرت علامہ مولانا نورالدین صاحبؓ ،حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ اور حضرت نواب محمد علی صاحبؓ اور مولوی محمد احسن صاحب امروہی بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت اقدسؑ کے ان الفاظ کو سننے کے بعد یہ الفاظ مبارکہ میرے لئے اس قدر بابرکت ہوئے کہ اس کے بعد یہ بزرگ ترین ہستیاں اور بعض دوسرے احباب جنہوں نے حضور اقدسؑ کے یہ الفاظ میرے متعلق بطور نوازش کریمانہ اور بجذبۂ شفقت وترحم

سنے تھے ان میں سے بعد میں جب بھی کوئی بزرگ مجھ سے ملتے تو مجھے نہایت ہی محبت اورمہربانی سے ملتے اورمصافحہ فرماتے اوربعض دفعہ مجھ سے گفتگو بھی۔مزید تعارف کی غرض سے فرماکر مجھے ممنون فرماتے۔چنانچہ انہی الفاظ کی برکت سے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ اورمولانا عبدالکریم صاحبؓ اورمولوی محمد احسن صاحب کے علاوہ نواب محمد علی خاں صاحبؓ بھی مجھے خوب پہچانتے اوربعض دفعہ عندالملاقات علاوہ مصافحہ کے گفتگوفرمایا کرتے۔

اسی طرح مکرم مولانا راجیکی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک واقعہ یہ بھی یاد آیا کہ جب کہ نواب محمد علی صاحبؓ آخری ایام میں بسترِ علالت پر تھے تو ایک دن بغرض عیادت خاکسار بھی آپ کے دردولت پر حاضر ہوا۔ان ایام میں آپ کے آرام اوراستراحت کے خیال سے عیادت کرنے والوں کی کثرت کے باعث وقت معین کیا ہوا تھا۔یعنی تین تین منٹ اورزیادہ سے زیادہ پانچ منٹ تک عیادت کے لئے وقت مقرر ہوتا اور جب وقت ختم ہونے کو ہوتا تو گھنٹی بجانے سے اطلاع دے دی جاتی جس سے عیادت والے صاحب سمجھ جاتے کہ اب عیادت کے لئے جو وقت تھا ختم ہو چکا اب جاسکتے ہیں اوراگر کوئی صاحب زیادہ توقف فرماتے تو گھنٹی کے مسلسل بجائے جانے سے آداب انتباہ سے وقت کی پابندی کی طرف مزید طور پر متوجہ کیا جاتا۔چنانچہ جب خاکسار نے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی تو محترم نواب محمد عبداللہ صاحب نے میرے آنے کے متعلق نواب صاحبؓ کو اطلاع کی کہ مولوی راجیکی عیادت کے لئے آئے ہیں۔اس پر نواب صاحبؓ نے فرمایا کہ انہیں بلالیا جائے اورمیرے پاس قریب جگہ پر کرسی پر بٹھایا جائے۔چنانچہ جب میں پاس آکر حاضر ہوا تو نواب صاحبؓ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور چہرہ سے باظہار بشاشت مسرت کا اظہار فرمایا اورکرسی پر بیٹھنے کے لئے اشارہ فرمایا اس وقت علاج ومعالجہ کے غیر مفید ہونے کے ذکر سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی خالق الاسباب ہستی ہماری طرح اسباب کی محتاج نہیں اسباب کی احتیاج تو مخلوق کو ہوتی ہے اور خالق الاسباب کی احتیاج مخلوق کی طرح اسباب کو ہوتی ہے نہ کہ خالق الاسباب کو۔پس خالق الاسباب چاہے تو اس کی قوت ارادی معدوم کو بذریعہ تکوین موجود کرسکتی ہے۔نواب صاحبؓ کے اسی طرح کے کلام کی تائید میں میں نے بھی آیت **اَوَلیس الّذی خلقَ السّموات والارض بقادرٍ علٰی اَنْ یخلقَ مثلھم بلٰی وھو الخلّٰق العلیم انّما امرہٗ اذا أراد شیًا ان یقول لہٗ کن فیکون. فسبحان الذی بیدہٖ الملکوت کلّ شیءٍ والیہ ترجعو ن۔** [۳۶۷] جوسورۂ یٰسین کے آخری الفاظ ہیں پڑھے اورعلاوہ اس کے حضرت اقدس سیدنا المصلح الموعود ایدہ اللہ کا شعر ذیل بھی پڑھا

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے　　　اے میرے فلسفیو زور دعا دیکھو تو

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعر بھی پڑھا کہ

ہزار سر زنی و مشکلے نہ گردد حل   چو پیش اُو بُردی کار یک دعا باشد

پھر میں نے عرض کیا کہ دعا کا مطلب بھی الٰہی قوت تخلیق وتکوین کی شان کا اظہار ہی ہے کہ جو کام عبد اور مخلوق سے نہیں ہوسکتا وہ معبود اور خالق الاسباب اپنی قوت ارادی سے تخلیق اور تکوین میں لاسکتا ہے۔ میں اسی طرح کے الفاظ منہ سے کہہ رہا تھا کہ اوپر سے گھنٹی بجی۔ میں نے عرض کیا اب گھنٹی بج گئی ہے میں چلتا ہوں آپؓ نے فرمایا گھنٹی کی کوئی بات نہیں۔ آپ تشریف رکھیئے۔ آپ کے بیٹھنے سے مجھے مسرت ہے۔ اس پر میں ایک دومنٹ ہی اور بیٹھا تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ اس پر میں سمجھا کہ آپ کی تکلیف کے خیال سے گھنٹی کو بجانا مناسب سمجھا گیا ہے۔ اس پر میں نے آپ سے اجازت لے کر چلنا ہی مناسب سمجھا۔ جب میں واپس چلا آیا تو محترم صاحبزادہ میاں عباس احمد خاں نے مجھے ملنے پر فرمایا کہ حضرت نواب محمد علی صاحب یعنی دادا صاحب نے خاں صاحب نواب محمد عبداللہ خاں صاحب کے گھنٹی بجانے کے متعلق سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ مولوی راجیکی صاحب تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے۔ آپ تو جتنی دیر بھی میرے پاس بیٹھتے آپ کا بیٹھنا میرے لئے عین راحت اور باعث مسرت تھا۔ آپ نے جلدی سے گھنٹی بجادی اور آپ کا جلدی سے گھنٹی بجادینا مجھے بہت ہی ناپسند اور ناگوار سا محسوس ہوا۔ محترم میاں عباس احمد خاں صاحب سے جب میں نے حضرت نواب صاحبؓ کے یہ فقرات سنے پھر علاوہ ان فقرات کے جو انہوں نے مجھ سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کی مقتدرانہ شان تکوین اور اس کی قدرت مطلقہ کے متعلق بیان کئے اور میں نے سنے پھر ان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے متعلق اخلاص اور محبت اور احترام کا نمونہ بھی ان کا مومنانہ حسن اخلاق کے لحاظ سے نہایت ہی قابل تعریف محسوس ہوا۔ اور جب کبھی ان کا یہ نمونہ مجھے یاد آتا ہے تو ان کے اخلاص اور عارفانہ بصیرت کے یاد آنے سے میرا قلب خاص طور پر اسے محسوس کرتا اور اس سے استفاضہ کرتا ہے اور حضرت اقدس سیدنا المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحیٔ مقدس کی بشارت حجۃ اللہ حضرت نواب صاحب رضی اللہ عنہ کے حق میں ایسا پُرعظمت شان کا اعزازی خطاب ہے جو قیامت تک کے لئے باعث فخر ومباہات اور نشان سعادت وموجب برکات ہے۔ **رضی اللہ عنہ و ارضاہ فی الحنتہ العلیتہ بدرجاتہ الرفعیتہ۔ آمین ثم آمین۔**

آپ کے صاحبزادہ مکرم میاں مسعود احمد خاں صاحب سناتے ہیں کہ شورش احرار کے ایام میں کسی شخص نے حضرت نواب صاحبؓ کو لکھا کہ مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ احمدیت ترک کر کے مالیر کوٹلہ چلے گئے

ہیں۔اس نے یہ خیال اس لئے کیا کہ آپ کو جائیداد کی ضروریات سے مجبور ہوکر مالیرکوٹلہ میں لمبے عرصہ کے لئے قیام کرنا پڑا تھا۔آپ نے اسے صرف یہ مختصر جواب دیا کہ آپ کا خط ملا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہ ماننے والے کو کافر سمجھتا ہوں۔

مکرم چوہدری نوراحمد خاں صاحب پنشنر کارکن صدرانجمن احمدیہ کے ذیل کے بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت نواب صاحبؓ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۳۶۸ کے رنگ میں رنگین ہوکر احمدیوں کے دکھ درد میں کہاں تک شریک ہوتے تھے۔ چوہدری صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اثنائے گفتگو میں پرانے صحابہ محترم چوہدری نواب خاں صاحب تحصیل دار سکنہ ہریانہ ضلع ہوشیار پور کا ذکرآ گیا تو نواب صاحبؓ نے فرمایا کہ مجھے ان سے بہت محبت تھی۔ جب بھی وہ قادیان آتے تھے میرے ہاں ٹھہرتے تھے۔ایک دفعہ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ لڑکی جوان ہوگئی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فتویٰ ہے کہ لڑکیوں کا رشتہ غیراحمدیوں میں نہ کیا جائے۔مشکل یہ ہے کہ ہمارا رواج راجپوتوں میں رشتہ کرنے کا ہے۔اور یہ فکر میرے دامن گیر ہے۔ میں نے ان کو کہا کہ راجپوتوں میں ہی آپ کی لڑکی کے لئے رشتہ کی تلاش کی جائے گی۔اگر ان میں سے رشتہ میسر نہ آیا تو میں اپنے تینوں لڑکوں میں سے ایک آپ کے سپرد کردوں گا۔آپ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔میں آپ کی لڑکی کی شادی اپنی لڑکی سمجھ کر کروں گا۔لیکن چوہدری نواب خاں صاحبؓ نے کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کی شادی اپنے غیراحمدی بھانجے کے ساتھ کردی اور اس شرمندگی کی وجہ سے پھر قادیان نہ آئے اور غیر مبایعین کے ساتھ شامل ہوگئے۔

صبر واستقامت۔توکل اور عفاف

سورہ العصر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جولوگ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۳۶۹ پرعمل پیرا ہوتے ہیں صرف وہی خاسر وخائب ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ...... ۳۷۰ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر استقامت کا شعار اختیار کرتے ہیں ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ جو اطمینان وسکینت پیدا کرتے ہیں اور صبر واستقامت فلاح کی کلید ہے۔صبر واستقامت کے اعلیٰ مقام پر حضرت نوابؓ صاحب فائز تھے۔جن حالات میں آپ نے احمدیت قبول کی اور شجاعت سے اس کا اظہار کیا یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ ورنہ شاذونادر ہی لوگ ایسے صبر واستقامت اور شجاعت کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے تربیت کا ایک جزو یہ تھا کہ نواب صاحبؓ کو ہمیشہ صبر واستقامت کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر

فرماتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا چونکہ آپ کے تردداتِ اورغم اور ہم انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ اس لئے بموجب مثل مشہور ہر کمالے را زوالے امید کی جاتی ہے کہ اب کوئی صورت مخلصی کی اللہ تعالیٰ پیدا کر دے گا۔ اور اگر وہ دعا جو گویا موت کا حکم رکھتی ہے اپنے اختیار میں ہوتی تو میں اپنے پر آپ کی راحت کے لئے سخت تکالیف اٹھا لیتا لیکن افسوس کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے ایسی دعا خدا تعالیٰ نے کسی کے ہاتھ میں (نہیں) رکھی۔ بلکہ جب کہ وقت آجاتا ہے تو آسمان سے وہ حالت دل پر اترتی ہے۔ میں کوشش میں ہوں اور دعا میں ہوں کہ وہ حالت آپ کے لئے پیدا ہو اور امید رکھتا ہوں کہ کسی وقت وہ حالت پیدا ہو جائے گی۔ اور میں نے آپ کی سبکدوشی کے لئے کئی دعائیں کی ہیں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ وہ خالی نہ جائیں گی۔ جس قدر آپ کے لئے حصہ تکالیف اور مصیبتوں کا مقدر ہے اس کا چکھنا ضروری ہے بعد اس کے یکدفعہ آپ دیکھیں گے کہ نہ وہ مشکلات ہیں اور نہ وہ دل کی حالت ہے۔ اعمال صالحہ جو شرط دخول جنت ہیں دو قسم کے ہیں۔ اوّل وہ تکلیفات شرعیہ جو شریعت نبویہ میں بیان فرمائی گئی ہیں اور اگر کوئی ان کے ادا کرنے میں قاصر رہے یا بعض احکام کی بجا آوری میں قصور ہو جائے اور وہ نجات پانے کے پورے نمبر نہ لے سکے تو عنایت الٰہیہ نے ایک دوسری قسم بطور تتمہ اور تکملہ شریعت کی اس کے لئے مقرر کر دی ہے اور وہ یہ کہ اس پر کسی قدر مصائب ڈالی جاتی ہیں اور اس کو مشکلات میں پھنسایا جاتا ہے اور جس قدر کامیابی کے دروازے اس کی نگاہ میں ہیں سب کے سب بند کر دئے جاتے ہیں تب وہ تڑپتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ شاید میری زندگی کا یہ آخری وقت ہے۔ اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ اور مکروہات بھی اور کئی جسمانی عوارض بھی اس کی جان کی تحلیل کرتے ہیں۔ تب خدا کے کرم اور فضل اور عنایت کا وقت آجاتا ہے اور درد انگیز دعائیں اس قفل کے لئے بطور کنجی کے ہو جاتی ہیں۔ معرفت زیادہ کرنے اور نجات دینے کے لئے یہ خدا کے کام ہیں۔ مدت ہوئی ایک شخص کے لئے مجھے انہی صفات الٰہیہ کے متعلق یہ الہام ہوا تھا۔

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے　　　　بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے☆

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب قیامت کے دن اہل مصائب کو بڑے بڑے اجر ملیں گے تو جن لوگوں

☆ بدر جلد ۲ نمبر ۴۷ صفحہ ۳ والحکم جلد ۱۰ نمبر ۳۹ صفحہ ۲ سے اس الہام کی تاریخ ۱۰ نومبر ۱۹۰۶ء معلوم ہوتی ہے اس لئے یہ مکتوب ۱۹۰۷ء یا ۱۹۰۸ء کا ہوگا۔

نے دنیا میں کوئی مصیبت نہیں دیکھی وہ کہیں گے کہ کاش ہمارا تمام جسم دنیا میں قینچیوں سے کاٹا جاتا تا آج ہمیں بھی اجر ملتا۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

اسی طرح ایک اور مکتوب میں حضور تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ خاکسار بباعث کثرت پیشاب اور دوران سر اور دوسرے عوارض کے خط لکھنے سے قاصر رہا، ضعف بہت ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ بجز دو وقت یعنی ظہر اور عصر کے گھر میں نماز پڑھتا ہوں۔ آپ کے خط میں جس قدر ترددات کا تذکرہ تھا پڑھ کر اور بھی دعا کے لئے جوش پیدا ہوا میں نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ پنجوقت نماز میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور میں بہ یقین دل جانتا ہوں کہ یہ دعائیں بیکار نہیں جائیں گی۔ ابتلاؤں سے کوئی انسان خالی نہیں ہوتا۔ اپنے اپنے قدر کے موافق ابتلاء ضرور آتے ہیں۔ اور وہ زندگی بالکل طفلانہ زندگی ہے جو ابتلاؤں سے خالی ہو۔ ابتلاؤں سے آخر خدا تعالیٰ کا پتہ لگ جاتا ہے۔ حوادث دہر کا تجربہ ہو جاتا ہے۔ اور صبر کے ذریعہ سے اجر عظیم ملتا ہے۔ اگر انسان کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہے تو اس پر بھی ایمان ضرور ہوتا ہے کہ وہ قادر خدا بلاؤں کے دور کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ میرے خیال میں اگر چہ وہ تلخ زندگی جس کے قدم قدم میں خارستان مصائب وحوادث ومشکلات ہے بسا اوقات ایسی گراں گزرتی ہے کہ انسان خودکشی کا ارادہ کرتا ہے یا دل میں کہتا ہے کہ اگر میں اس سے پہلے مر جاتا تو بہتر تھا۔ مگر درحقیقت وہی زندگی قدرتاً ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے سچا اور کامل ایمان حاصل ہوتا ہے۔ ایمان ایوبؑ نبی کی طرح چاہئے کہ جب اس کی سب اولاد مرگئی اور تمام مال جاتا رہا تو اس نے نہایت صبر اور استقلال سے کہا کہ میں ننگا آیا اور ننگا جاؤں گا۔ پس اگر دیکھیں تو یہ مال اور متاع جو انسان کو حاصل ہوتا ہے صرف خدا کی آزمائش ہے۔ اگر انسان ابتلاء کے وقت خدا تعالیٰ کا دامن نہ چھوڑے تو ضرور وہ اس کی دستگیری کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ درحقیقت موجود ہے اور درحقیقت وہ ایک مقرر وقت پر دعا قبول کر لیتا ہے اور سیلاب ہموم وغموم سے رہائی بخشتا ہے۔ پس قوی ایمان کے ساتھ اس پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ وہ دن آتا ہے کہ یہ تمام ہموم وغموم صرف ایک گزشتہ قصہ ہو جائے گا۔ آپ جب تک مناسب سمجھیں لاہور میں رہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو جلد تر ان مشکلات سے رہائی بخشے۔ آمین۔

اپیل مقدمہ جرمانہ دائر کیا گیا ہے مگر حکام نے مشتغیث کی طرف سے یعنی کرم دین کی مدد کے لئے سرکاری وکیل مقرر کر دیا ہے۔ یہ امر بھی اپیل میں ہمارے لئے بظاہر ایک مشکل کا سامنا ہے۔ کیونکہ دشمن کو وکیل کرنے کی بھی ضرورت نہ رہی۔ اس میں وہ بہت خوش ہوگا اور اس کو بھی اپنی فتح سمجھے گا۔ ہر طرف دشمنوں کا زور ہے۔ خون کے پیاسے ہیں مگر وہی ہوگا جو خواستۂ ایزدی ہے۔

والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۲۰/دسمبر ۱۹۰۶ء ۳۲۲☆

حضورؑ کی تربیت کا جو نتیجہ نکلا سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی زبانی سنیئے فرماتی ہیں۔

''صبر و استقلال خدا نے خاص طور پر ان کو عطا کیا تھا۔ بے حد عالی حوصلہ تھے۔ عجیب دل پایا تھا۔ حالات کے چکر میں پڑ کر تمام عمر ایک طرح قرض وغیرہ کے پھیر میں تفکرات میں ہی گزری مگر کیا مجال جو کبھی دل چھوڑا ہو یا مزاج خراب ہوا ہو۔ اس طرح ہشاش بشاش رہتے گویا ان سے زیادہ کوئی خوش ہی نہیں ہے۔ حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''ان کے دل پر تو مجھے رشک آتا ہے بڑا حوصلہ پایا ہے۔'' کبھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو دردناک الفاظ میں دعا کو لکھتے اور پھر نہایت بشاش باتیں کرنے لگتے تو میں ان سے کہتی تھی کہ آپ میں جب خود اتنا حوصلہ ہے کہ اپنے تئیں اتنا خوش رکھتے ہیں۔ اور اب اچھے بھلے ہنس بول رہے ہیں تو ان کو تکلیف دینے کو ایسے خط کیوں لکھتے ہیں کیونکہ آخر ان کو دکھ ہوگا۔ وہ گھبرائیں گے؟ تو فرماتے وہ تو روحانی باپ ہیں میرے۔ ان کے دل میں درد پیدا نہ کروں تو اور کس کے کروں؟ فرمایا کرتے تھے کہ میری طبیعت ہے کہ میں حتی المقدور غم کو اپنے پر بالکل حاوی نہیں ہونے دیتا۔ تھوڑی دیر کے لئے خیال آیا اور نکل گیا۔ میں جب سوچتی ہوں کہ ان حالات میں جن میں سے ہم گزر رہے تھے ہماری زندگی کتنی خوشگوار

☆ یہ مکتوب نمبر ۸۶ ہے لیکن یہاں اصل سے تصحیح کر کے درج کیا گیا ہے۔ تاریخ غلط ہے۔ اصل مکتوب سے تاریخ دیکھنا یاد نہیں۔ چونکہ بمقدمہ کرم دین اپیل کی کامیابی پر جرمانہ ۰۵-۱-۲۴ کو واپس ہوا۔ ۳۲۳ اس لئے لازماً یہ مکتوب ۲۰ دسمبر ۱۹۰۴ء کا ہے۔ ہندسہ ۴ اور ۶ مشابہ ہے۔ پڑھنے میں غلطی ہونے کا امکان ہے۔

تھی تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ وہ آخر کیا دل لے کر پیدا ہوئے تھے۔اتنی زندہ دلی اور بشاشت کسی لڑکے میں بھی نظر نہیں آتی جس کے حصہ میں ان سے دسواں حصہ بھی افکار نہیں آئے۔‘‘

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ نواب صاحبؓ کس درجہ کے عفت پسند تھے اور زمانہ کے مفاسد کے باعث پردہ کی حددرجہ پابندی کے حامی تھے۔عصمت وعفاف کی حفاظت کے تعلق میں خادمات کی بھی کڑی نگرانی کرواکے اپنی کامل فرض شناسی کا ثبوت دیتے تھے۔اوراس امر کو اپنے اولین فرائض میں شمار کرتے تھے۔چنانچہ آپ کے اپنے ایک بھائی کے نام مکتوب کے اقتباس کا اندراج ازبس مفید ہوگا۔اس سے آپ کی دین سے محبت کے جذبہ اور مقام صبر وتوکل پر بھی روشنی پڑتی ہے۔آپ تحریر فرماتے ہیں۔

’’مجھ کو اپنی بیوی کا مرنا زیادہ رنج کا موجب نہ ہوا۔(۱) یہ بات تھی کہ خداوند تعالیٰ نے ان کی صحت ہی کی حالت میں میرے دل میں یہاں تک ڈال دیا کہ مجھ کو یقین بے اختیاری ہو گیا تھا کہ اس دفعہ یہ زندہ نہ رہیں گی۔اوراس لئے ان کی موت میرے لئے کوئی مرگ مفاجات نہ ہوئی گو تین دن کے اندر خاتمہ ہو گیا۔(۲) مذہب کی ڈور ہاتھ میں تھی دل کو فوراً تسلی ہوگئی کہ خداوند تعالیٰ نے اتنی ہی عمران کی رکھی تھی۔آخر اپنے اپنے وقت پر سب نے مرنا ہے اوران کا یہ وقت تھا جو آ گیا۔پس اب بجائے رنج کے ان کے لئے مغفرت کا سامان کرنا چاہئے۔چنانچہ میں نے ان دنوں میں اوراب جب موقع لگتا ہے ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔آپ خیال کر سکتے ہیں کہ دس سال کا مونس یک لخت الگ ہو گیا مگر دل پر ایسا کوئی صدمہ نہ پڑا جو میرے حواس پر کوئی اثر ڈالتا کیونکہ خداوند تعالیٰ نے مذہب کی ڈور پکڑائی ہوئی تھی۔(۳) جب یہ حادثہ ہوا تو قرآن میں میں نے پڑھا ہوا تھا کہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔[۳۷۴] یعنی وہ عورتیں تمہارے لباس اور پردہ ہیں اور تم ان کا لباس اور پردہ ہو۔تو میری حالت ایسی ہوئی کہ میں جب اپنے پر خیال کرتا تھا تو مجھ کو اپنا آپ عریاں معلوم ہوتا تھا۔اوراس حالت نے فوراً مجھ کو مجبور کیا کہ میں جلد دوسرا نکاح کرلوں۔نکاح کا کرنا تھا کہ وہ غم بالکل جاتا رہا۔گو اب تک کسی وقت پرانے مونس کی یاد ستاتی ہے وہی خداوند تعالیٰ پر بھروسہ اس کو دور کر دیتا ہے۔مگر چونکہ آپ کے پاس یہ دوا نہیں ہے اس لئے آپ کو یہ صدمہ اچانک معلوم ہوا۔دوسرے، مذہب سا کوئی تسلی دہندہ نہ تھا اور نہ اب مذہبی مجبوریاں آپ کو جلد نکاح پر آمادہ کر سکتی ہیں۔تو اب دل کی دھڑکن کم ہو تو کس طرح؟ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ ایسے صدمات انسان کو جگانے کے لئے ہوتے ہیں تا کہ وہ دنیا کی بے ثباتی پر غور کر کے اپنی اصلاح حال کرے۔اوراگلے جہاں کی تیاری کے لئے تیار ہو۔ان گروں کو ہم کو اس امام زماں نے بتلایا ہے جس نے بلند آواز سے کہہ دیا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا اوراس نے

دعویٰ کیا کہ میں اسلام میں حضرت محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوکر محمد و مسیح بن کر آیا ہوں اوراس وقت اگر کسی مذہب کواسلام کے مقابلہ میں دعویٰ ہے تو سامنے آئے اس کو پاش پاش کردوں گااوراسلام ہی کا بول بالا ہوگا۔ پھرخونی مسیح نہیں بلکہ احمدی مسیح صلیب کوتوڑنے کے لئے آیا ہے۔اس کی زبان میں عجیب شیرینی ہےاوراس کے افعال واعمال میں تاثیر ہے۔ پھرروحانی اورجسمانی مرضوں کا طبیب ہے۔اس چشمہ سے جومحمدؐ کے بڑے چشمہ سے نکلا ہے عجب معرفت کا پانی نکلتا ہے۔پس ایسے وقت میں وہ شخص بڑا ہی محروم ہے جوتحقیقات مذہبی کرکے اس امام سے فائدہ نہ اٹھائے اوراس سے تعلقات پیدا نہ کرے۔''(مکتوب ۰۲-۱-۵)

آپ کے اعلیٰ مقام توکل کاعلم ہمیں آپ کے ایک مکتوب سے بھی ہوتا ہے۔آپ اس میں اپنے ایک بیٹے کوتحریرفرماتے ہیں۔

''بعض دنیوی باپوں کا یہ خیال خام ہوتا ہے کہ اولاد بڑھاپے میں اس کی خدمت کرے گی اور وہ کما کرلائے گی اوران کی کمائی کا بوڑھے باپ کوسہارا ہوگا۔سواول توخداوند تعالیٰ نے مجھ کوایسی حالت میں اپنے فضل وکرم سے پیدا کیا کہ میں ان امور میں سردست محتاج نہیں ہوں۔دوسرے ایک مرسل یزدانی کے پاک دامن سے لگنے نے اس قسم کے سہاروں سے مجھ کو بالکل مستغنی کردیا۔اس لئے اگرکسی باپ کواولاد سے مطلب ہوبھی توکم ازکم مجھ کوذرہ برابرنہیں۔''

احمدیت کے لئے جذبۂ قدرواحترام،الحب لِلّٰہ والبغض لِلّٰہ ، غیروں سے حسن سلوک

دنیاداروں کااصول بغض ومحبت لالحبّ علی بل بُغض معاویه کےرنگ میں ہوتاہے۔اور ہردو کےتحت خودغرضی کا اصل کارفرما ہوتا ہے۔لیکن خداترس لوگوں کا دامن اس عیب سےملوث نہیں ہوتا۔ان کی محبت بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتی ہے۔اوران کی ناراضگی بھی اوران کاورد الـلهـم انــی أَسئَلُکَ حُبّکَ وحبّ من یحبُّک وَالعَمَلُ الذی یُقرّبنی اِلیک[۳۲۵] ہوتاہےاور وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّالِّلّٰه[۳۲۶] کےمعیار پروہ پورااترتے ہیں۔الحب لِلّٰہ و البغض لِلّٰہ کا نظارہ ہم حضرت نواب صاحبؓ کی ذات والا صفات میں نمایاں پاتے ہیں آپ دنیوی حیثیت سےادنیٰ احمدی کواحمدیت کی وجہ سے قابل قدرواحترام خیال کرتے تھے۔اوراپنے اقارب کے احمدیت سے دور ہونے کی وجہ سے قلبی اذیت پاتے تھے۔لیکن ہردوقسم

کے جذبات میں بھی ایک وقار اور متانت پائی جاتی تھی۔ اور آپ عدم محبت میں بھی جائز حدود سے تجاوز کو پسند نہ فرماتے تھے۔☆ اور اس عدم محبت کا مطلب صرف یہ تھا کہ جو محبت کسی شخص سے اسے نیک اور پارسا سمجھ کر دین کی خاطر ہونی چاہئے وہ نہیں ہوتی تھی۔ ورنہ دنیوی امور میں تعاون اور ان کی اصلاح کی فکر اور تکالیف میں ہمدردی یہ سب اخلاق فاضلہ برمحل آپ سے ظاہر ہوتے تھے اور غیر بھی اس امر کے قائل

☆ افسوس پاک گروہ انبیاء کے مخالفین کو سچ جھوٹ میں تمیز باقی نہیں رہتی۔ اور وہ ان کے متعلق کذب بیانی کو شیر مادر کی طرح حلال جانتے ہیں۔ یہ گروہ مخالفین جن کی پشت پر مُرجِفُوْن فی المدینہ جیسا گروہ منافقین بھی ہوتا ہے۔ ایسی بے پر کی خبریں اڑانے میں مسرت پاتا ہے کہ فلاں نے دین قویم سے ارتداد اختیار کرلیا ہے۔ افسوس کہ مخلص ترین احباب کے متعلق بھی ایسی خبروں کی اشاعت سے ان فتنہ پردازوں کو باک نہیں ہوتا۔ چنانچہ بدر مورخہ ۰۸-۹-۱۷ میں مرقوم ہے۔

''نواب محمد علی خاں صاحبؓ باہر شملہ کی طرف بغرض تبدیلی آب و ہوا گئے ہیں۔ پچھلے دنوں اخبار عام کو ایک غلط فہمی ہوئی تھی جس کی اس نے تردید کردی۔'' (صفحہ۲ کالم۱)

اِسی طرح فتنہ احرار کے ایام میں میر عنایت علی صاحب رضی اللہ عنہ کے برادر نسبتی مرزا احمد بیگ صاحب سکنہ لدھیانہ کی طرف سے اپنے احباب میں نواب صاحبؓ کے متعلق ایسا تذکرہ ہوا۔ اس کا علم ہونے پر نواب صاحبؓ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر حق تبلیغ ادا کیا۔ لیکن تلخ نوائی سے بکلی احتراز کیا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	سروانی کوٹ۔ مالیرکوٹلہ
مرزا صاحب سلمکم اللہ۔ السلام علیکم	۲۳ / اگست ۱۹۳۵ء

آپ سے ملے ایک زمانہ ہوگیا نصف ملاقات کا بھی موقعہ نہ ملا۔ یعنی خط وکتابت کا سلسلہ بھی مسدود۔ آج عزیزی سید عبدالرحیم کے خط کے ذریعہ ایک پیغام آپ کی طرف سے مجھے ملا کہ عزیزی عائشہ سے آپ نے مذاقاً میرے متعلق کہا تھا کہ ''میں احمدیت سے برگشتہ ہوگیا ہوں'' اور شاید برہما بھی آپ نے مذاقاً لکھا ہی ہو کہ ''برہما بھی مجھ سے مذاقاً لکھ ہوگیا''۔ چونکہ احراری لوگوں کے ذریعہ میرا تذکرہ تھا۔ اس لئے ایسا ہوا۔ ورنہ میں تو آپ کو سچا احمدی سمجھتا ہوں اور کچہری میں میں نے اس کا اظہار کیا تھا وغیرہا۔ یہ خلاصہ ہے سید عبدالرحیم کے خط کا اور آپ نے پیام دیا ہے کہ ''میں کوئی خیال نہ کروں۔''

تھے۔آپ کواحمدیت جس قدر عزیز تھی وہ اس امر سے ظاہر ہے کہ مسماۃ غوثاں مرحومہ مالیر کوٹلہ کی ایک گوجر

بقیہ حاشیہ:- جواباً عرض ہے کہ آپ مطمئن رہیں کہ مجھے اس کا کوئی رنج نہیں۔ان باتوں کے سننے کے ہم لوگ عادی ہیں۔ہاں اس پیام سے مجھے آپ سے نصف ملاقات کا موقعہ مل گیا۔**فالحمد اللّٰہ علی ذالک۔**

مرزا صاحب! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد مصطفیؐ کے ذریعہ اپنی کتاب ہماری ہدایت کے لئے بھیجی اوراس کی حفاظت اپنے ذمہ رکھی یہ اس کا بڑا فضل اوراحسان ہے۔آج دنیا میں کوئی کسی مذہب کی کتاب محفوظ نہیں۔مگرافسوس اس کتاب پرمسلمانوں نے عملدرآمد چھوڑ دیا۔اس کوطوطے کی طرح پڑھنے والے بہت ہیں۔مگراس پرتدبر کرنے والےاورعقل سے کام لینے والےاورعمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔اسی لئے مسلمانوں پرادبار کا نزول ہے۔

اس کتاب حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تمہارے پاس کوئی خبر آئے تواس کی تحقیقات کرلیا کرو۔پس آپ کسی معتبر سے پوچھ لیتے یالدھیانہ دورنہ تھامجھ سے خط کے ذریعہ دریافت کرلیتے یامجھ سے مل کر دریافت کرلیتے اوردوبارہ کالطف بھی قندمکرر ہوجاتا۔یہ غلطی آپ سے قرآن شریف کے حکم کی عدم واقفیت یاعدم عملدرآمد سے ہوئی اس لئے مجھے رنج کی کوئی بات نہیں ہاں چونکہ خداوندتعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہوئی ہے اس لئے اسی کے سامنے اظہارندامت ہونی چاہئے اوراستغفارورنہ میں کیا

بدتر آنم کہ خواہی گفت آنی   و لیکن عیب من چوں من ندانی

اب چونکہ چل پڑی توسن لیجئے کہ میراایسے خاندان سے تعلق ہے جس کی آمدنی مستقل ہےاورکسی کی خوشامد سے روٹی کمانے کی ضرورت نہیں اس لئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوسکتا کہ میں نے کوئی مذہب روپیہ کے لالچ سے اختیار کیا۔ہمارا خاندان شیعیت ہے یا تھا کیونکہ دادا صاحب شیعہ ہوئے اوروالد صاحب اورہم پانچوں بھائی شیعہ تھے میں نے شیعیت ترک کردی اوردوچھوٹے بھائی متذبذب اورآخرشیعیت چھوڑ بیٹھےمگر دوبڑے بھائی مرتے دم تک شیعہ رہےاوراب میرے بھتیجے خان محمد احسان علی خاں صاحب شیعہ ہیں۔میری طبیعت آزادواقع ہوئی ہےاورحق کے مقابلہ میں مجھے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔میں اس لئے مسلمان نہیں ہوں کہ چونکہ میں مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا بلکہ میں شیعیت،وہابیت،نیچریت، دہریت اور پھرایک حدتک دومذاہب عیسائیت اورہندویت وغیرہ پربھی غورکیا اورمجھے آخرتسکین اورپناہ اسلام میں ملی ہے اورمیں (نے) خدا کواس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواورقرآن شریف کودلائل بینہ سے مانا ہے اوراسلام میں تمام فرق پرغورکرکے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کومسیح موعود اورمہدی مسعود تسلیم کیا ہے

لڑکی قادیان میں آپ کے ہاں بطور خادمہ رہتی تھی۔ چونکہ وہ احمدیت قبول کر چکی تھی اور تہجد پڑھتی تھی

بقیہ حاشیہ:- اور احمدیت ہی کو اصل اسلام مانا ہے۔ میں خداوند تعالیٰ کی قسم کھا کر یقین کلی کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس طرح میں نے خدا کو خدا اور محمدؐ رسول اللہ کو اس کا سچا نبی اور افضل الرسل اور خاتم النبیین اور قرآن شریف کو خداوند تعالیٰ کی پاک کتاب مانا ہے اسی طرح اور اسی یقین سے حضرت مرزا صاحب کو سچا نبی مسیح موعود اور مہدی مسعود مانا ہے۔ لوگ ایک افسانے کے طور سے اسلام کو اس طرح مانتے ہیں جس طرح اور مذاہب کے پیرو افسانے کے طور سے مانتے اور اصل حقیقت سے بے خبر ہیں۔

جنگ ہفتاد ملت ہمہ را عذر بنہ   چوں ندانستند حقیقت رہ افسانہ زدند

آپ لوگ ذرا دل میں انصاف سے غور کر کے دیکھیں کہ آپ کے ہاتھ میں دوسرے مذاہب سے بڑھ کر سوائے افسانہ کے کیا چیز ہے اور آپ اسلام کا امتیاز کیا دوسرے مذاہب سے دکھلا سکتے ہیں؟ مرزا صاحبؑ نے آ کر ہم پر خدا اور اسلام اور قرآن شریف حضرت محمد مصطفیٰؐ کی اصل حقیقت روز روشن کی طرح کھول کر دکھلا دی اور وہ موہنی اور پیاری صورت ان چیزوں کی دکھلائی وہ حسن و احسان دکھلایا (کہ) ہم کو ان کا عاشق بنا دیا۔ اب کوئی چیز ہم کو اس سے ہٹا نہیں سکتی۔ پھر پورا نمونہ حسن و احسان محمد مصطفیٰؐ اپنے عمل سے دکھایا کہ ہم لوگوں کو تمام طرف سے ہٹا کر یعنی تمام ادیان سے ہٹا کر اپنا شیفتہ بنا کر خداوند تعالیٰ سے تعلق پیدا کر دیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق بنا دیا۔ قرآن شریف کے معارف کھولے اور ہم کو تدبر کا سبق پڑھایا پھر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ہم احمدیت سے برگشتہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ کیا کوئی نور کو چھوڑ کر ظلمت اختیار کر سکتا ہے؟ سوائے اس کے کوئی شقی ازلی یا خفاش صفت جو نور کو دیکھ ہی نہیں سکا۔

کیا آپ غور نہیں کرتے کہ مسلمان خواہ کسی فرقہ کا ہے وہ اسلام کو اسی طرح مانتا ہے جس طرح صحابہؓ مانتے تھے اور اگر ہم ویسے ہیں تو پھر یہ ادبار اور تشتت افتراق کیوں؟ اور کیوں کوئی تدبیر سنبھلنے کی باوجود لاکھ کوششوں کے کامیاب نہیں ہوتی؟ عیسائیوں کے حملوں اور ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے حملوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور دوسرے مذاہب کے لئے اسلام جاذب نہیں دوسرے کے لئے تو کیا اپنوں کے لئے بھی نہیں۔ اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ اپنے اقوال و اعمال سے مسلمانوں نے اسلام کی وہ مکروہ شکل پیش کی ہے کہ بجائے اس کے انسان اس کو قبول کرے اس کو سخت گھن آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان تبلیغ نہیں کر سکتے کیونکہ وہ کیا پیش کریں مرزا صاحب نے اسلام (کا) وہ حسین چہرہ پیش کیا ہے کہ الحمد للہ ہم کسی مذہب، کسی فلسفی، کسی جاہل، کسی عاقل کے سامنے اسلام پیش کرنے میں شرمندہ نہیں اور ہم بلاخوف اسلام کو پیش کر سکتے ہیں آج

اور نیک تھی آپ اس کی تعلیم میں بھی مشغول رہتے تھے۔سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ذکر فرماتی ہیں کہ مرحومہ

بقیہ حاشیہ:- مرزا صاحبؑ نے نہ صرف

چو دور خسروی آغاز کردند مسلماں را مسلماں باز کردند

تمام عالم اسلام کو دعوت حق پہنچائی۔آج ہمارے مشن تمام ہندوستان، ایران، افغانستان، عرب وڑکی اورشام ومصر، روس، جاپان، چین، ملایا، بورنیو، جاوا، انگلینڈ، امریکہ، ماریشس، افریقہ وغیرہ میں موجود ہیں اوروحشی (و) مہذب کو دین حق کی تبلیغ کی جاتی ہے اوروہ کیا ہے کہ خدا ایک ہے۔وہ قدرتوں والا خدا رب العالمین، رحمٰن ورحیم، مالک یوم الدین ہے۔تمام انبیاء برحق ہیں۔خدا (نے) اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ہرایک زمانہ میں ہرایک قریہ میں اپنے نبی بھیجے اوران کے سب کے سردار محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اورخاتم النبیین بنا کر بھیجا اوراسلام ہی خدا کا سچا مذہب ہے اور یونہی خوش اعتقادی سے نہیں بلکہ دلائل سے۔اوریہی مذہب زندہ مذہب ہے اورتمام مذاہب مردہ۔کیونکہ اس میں زندگی پائی جاتی ہے اورمیں نہیں۔کیونکہ اس مذہب میں حضرتؐ کی غلامی میں مخاطبہ ومکالمہ الٰہی کا شرف حاصل ہے اور بڑے سے بڑے مدارجِ روحانی حتیٰ کہ نبوت بھی حضورؐسرورکائنات کی غلامی سے حاصل ہوسکتے ہیں۔قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ ۔پس مرزا صاحبؑ نے ثابت کر دیا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف رسول تھے بلکہ رسول گر۔ان کی مہر کے بغیر نہ پہلا نبی نبی قرار پاسکتا ہے اورنہ بعد کا۔غور سے دیکھیں پہلے انبیاء بھی حضرت محمد مصطفٰےؐ کی تصدیق کے بغیر ان کی اپنی امتوں کے اقوال کے بموجب معمولی بھلے مانس بھی قرار نہیں پاسکتے چہ جائیکہ نبی۔مگر محمد مصطفٰیؐ کی مہر تصدیق نے ان کو نبی قرار دیا اور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہی الزامات سے ان کی برأت ہوئی۔ورنہ جو کچھ آج کل کے مسلمان پیش کررہے ہیں اس ذریعہ سے تو نعوذ باللہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں) جسمانی روحانی دونوں طرح سے ابتر ثابت ہوتے ہیں اور یہ کیسی ہتک رسول کریمؐ کی ہے اوردشمن کی پیشگوئی کہ آپ ابتر ہیں کیسی ثابت ہوتی ہے افسوس کہ معمولی طور سے بھی غور نہیں کرتے کہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ؕ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ؕ ۔[۲۲] خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تجھے کوثر (ہر چیز کی کثرت) دی ہے۔بس اس شکریہ میں تو خدا سے دعائیں کر۔خدا کی حمد وثناء کر اورقربانیاں کر تیرا دشمن ہی ابتر ہے اب اس مقولہ کے بیان کی کیا ضرورت پیش آئی وہ یہ کہ دشمن کہتے تھے کہ محمد مصطفٰیؐ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں اوراس لئے آپ کو ابتر (یعنی پنجابی میں جس کو اوتا نپوتا کہتے ہیں) کہتے تھے اور چونکہ اولاد نہیں اس

کواحمدیت قبول کرنے پرنواب صاحبؓ نے کہہ دیا تھا کہ اب تم خادمہ نہیں بلکہ تم میری بہن ہو۔کسی قسم

بقیہ حاشیہ:- لئے جس وقت آپ کی وفات ہوئی سب کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔مگر خداوند تعالیٰ کہتا (ہے) کہ ایسا نہ ہوگا تو ابتر نہیں تیرا دشمن ہی ابتر ہے۔اور ابتر نہ ہونے کی صورت میں ضرور ہے کہ اولاد مانی جائے۔پس تیری اولاد ہے اور (اولاد) بھی کثیر۔کیونکہ تجھے کوثر دی گئی ہے۔مگر دوسری جگہ خداوند تعالیٰ فرماتا (ہے) مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔[۳۷۸] اب یہاں جو دشمن کہتا تھا کہ آپ کے اولاد نرینہ نہیں کیونکہ اولاد مادنیہ کو تو دشمن دیکھتا تھا اس لئے اس کا مفہوم یہی تھا کہ اولاد نرینہ نہیں۔وہ بات خداوند تعالیٰ تسلیم کرتا ہے کیونکہ جب کسی مرد کے آپؐ باپ نہیں تو ظاہر ہے کہ آپؐ کی اولاد نرینہ نہیں اور واقعات سے ثابت ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی اولاد نرینہ نہیں اور حالانکہ دشمن کے اب تک ہے اور پھر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو ابتر نہیں تیرا دشمن ہی ابتر ہے تو ذرا غور کریں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ خلاف واقعہ باوجود تسلیم کرنے کے آپؐ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں یہ بات کہتا ہے کہ آپ ابتر نہیں بلکہ دشمن ابتر۔تو صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء جسمانی اولاد نہیں بلکہ روحانی اولاد ہے تو فرماتا ہے کہ گو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں مگر اللہ کے رسول ہیں۔تو رسول اپنے متبع کا روحانی باپ ہوتا ہے تو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ابتر ہوسکتے (ہیں) ان کے تو کروڑوں بیٹے ہیں اس لئے یہ کارخانہ درہم برہم نہیں ہوسکتا۔اور پھر حضرت نبی کریمؐ جن کو تم ابتر کہتے ہو۔رسول ہی نہیں بلکہ رسولوں کی مہر ہیں۔یعنی دوسری امتوں کے جو روحانی باپ انبیاء ہیں وہ بھی نبی انہی کی مہر تصدیق سے نبی قرار پاسکتے ہیں۔چنانچہ تمام انبیاء پر جو توریت انجیل میں الزام لگائے گئے تھے ان تمام کی برأت قرآن شریف نے کر کے ان کو راستباز اور نبی قرار دیا اور آئندہ کے لئے بھی آپ (کی) اتباع اور غلامی سے یہ مدارج مل سکتے ہیں۔چنانچہ آپ نے آنے والے مسیحؑ کو نبی اللہ فرمایا ہے اور امام قرار دیا ہے۔اب دیکھو کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے تمام عمر کیا کیا۔یہی کہ اسلام کو زندہ مذہب ثابت کیا اس سے زیادہ بتلاؤ کہ کیا کیا؟ باقی باتیں ضمنی ضروریات کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مصالح کے ماتحت کیں مثلاً حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں کہ

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند   مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

پس مرزا! موت قریب ہے اس کا کوئی وقت نہیں راستی کی تلاش کرو۔اپنی اور دوسروں کی رائے کا اتباع نہ کریں خدا کے ہو جائیں اور اسلام اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً [۳۷۹] پر عمل درآمد فرمائیں اور سخن پروری میں نہ پڑیں۔حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں۔

کی تکلیف ہوتو بتایا کرو۔اس کی وفات کے بعد اس کی بیٹی کی پرورش نواب صاحبؓ کے ہاں ہوئی۔ پانچ سال تک اپنے بچوں کی طرح رکھا پھر چونکہ بھائی مددخاں صاحبؓ مرحوم نے دوسری شادی کر لی تو سوتیلی والدہ نے بچی کو اپنے پاس بلوالیا۔

اس تعلق میں آپ کا ایک مکتوب ایک عزیزہ کے نام درج کیا جاتا ہے۔تحریر فرماتے ہیں:

دارالامان قادیان

۱۴/اگست۱۹۰۲ء بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیزہ سلکم اللہ تعالیٰ۔السلام علیکم

میں نے کئی دفعہ چاہا کہ آپ کو خط لکھوں مگر خدا کی قدرت لمبے لمبے خط لکھ کر پھاڑ ڈالے۔کسی خط میں مضمون لمبا ہوگیا۔کسی میں ایسا پیچیدہ مسئلہ چھڑ گیا جو آپ کی سمجھ سے باہر معلوم ہوا۔خلاصہ کلام میں نے بہت کوشش کی مگر آپ کو خط نہ لکھ سکا۔آخر میں نے سمجھا کہ خداوند تعالیٰ کی اس میں مصلحت کوئی ہوگی اب مجھ کو پھر خط لکھنے کی تحریک ہوئی۔اب خدا ہی کو علم ہے کہ میں اس میں کامیاب ہوتا ہوں کہ نہیں۔آپ حیران ہوں گے

بقیہ حاشیہ:-

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ترک رضائے خویش پئے مرضی ٔخدا

پس خداوند کی رضا چاہیں اور اسی کے ہو رہیں۔دیکھئے ایک اصول بتلاتا ہوں جس سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے وہ یہ (کہ) جس مذہب کے پیرو ہو......تحقیقات سے جو پختہ باتیں ہوں......عملدرآمد کریں......مثلاً آپ حنفی ہیں......اوران کے اس قول صحیح پر عملدرآمد فرمائیں کہ **اترکوا قولی لقول رسول اللّٰہ** ۔پس جب آپ پکے حنفی بن کر ان کے قول پر عمل فرمائیں گے تو آپ کو لازمی ہوجائے گا جو باتیں حضرت ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں یا انہی کی ہیں وہ خلاف حدیث ہیں ان کو آپ ترک کردیں گے اور حدیث کے لئے محک قرآن شریف ہے۔تو جو حدیث خلاف قرآن ہے اس کو آپ حدیث تصور نہ کریں گے۔تو پھر بات یہاں آ ٹھہرے گی کہ قرآن شریف اور حدیث صحیحہ میں جو کچھ ہے وہ آپ کو ماننا پڑے گا اور جب آپ اس نقطہ پر آجائیں گے تو لازمی ہے کہ آپ احمدی ہوجائیں۔اور آپ کو کوئی مفر نہ ہوگا۔آپ تجربہ کر دیکھیں یہی ہماری صداقت کا معیار ہے۔راقم محمد علی خاں

اگر آپ نے سلسلہ خط و کتابت جاری رکھا یا آپ مجھے ملیں اور وضاحت کرسکتا ہوں اتنا وقت نہیں زیادہ لکھوں محض مختصر اشارت پر ہی کفایت کی ہے۔محمد علی خاں

کہ یہ مغرب سے سورج کیسا نکلا کہ خلاف عادت میں نے آپ کو یہ خط لکھا۔ مگر یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ مجھ کو پہلے بھی اور اب بھی جس بات نے تحریک دی ہے کہ آپ کو یہ خط لکھوں وہ آپ کی خیر خواہی اور خداوند تعالیٰ کے احکام کی تعمیل ہے۔

آپ یا اور سمجھتے ہوں کہ مجھ کو آپ سے یا دوسرے صاحبان سے ہمدردی نہیں۔ مگر یہ بات غلط ہے۔ اسلام اور پھر ہمارے امام کی شرائط بیعت میں یہ بات داخل ہے کہ ہم مخلوق خدا سے عموماً اور بنی نوع انسان سے خصوصاً ہمدردی کریں پھر بھائی اور اہل برادری تو بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں۔ مگر آپ کو میرے ظاہری برتاؤ سے معلوم ہوتا ہوگا کہ میں ایک روکھا پھیکا انسان ہوں کہ مجھ کو نہ کسی سے ہمدردی ہے اور نہ تعلق۔ میں اس ظاہری حالت کی بابت بھی کھول کر سناتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میرا اور ہماری جماعت کے اکثر لوگوں کا یہ وطیرہ ہے کہ ہم نے اس بات پر حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحبؑ رئیس قادیان کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم اپنے گناہوں سے جن میں ہم گرفتار تھے، توبہ کی ہے اور ہم نے عہد کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ جو ذرہ ذرہ کا پالنے والا ہے اور بے مانگے دینے والا ہے اور سچی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور پھر ہمارا مالک ہے اسی کے سامنے انصاف ہونا ہے اس کی حکومت انصاف کے روز ہوگی۔ یعنی وہ اس روز کا مالک ہے جس روز بدوں کو سزا اور اچھوں کو ان کے عملوں کا انعام دیا جائے گا۔ ہم دلی تعلق پیدا کریں اور ایسا ان کے قریب ہو جائیں کہ ہم اس کو دیکھ لیں اور اس کے سوا کسی کی حقیقت ہمارے دل میں باقی نہ رہے۔ اس کے پیارے لوگوں کے ساتھ محبت رکھیں اور ان کی پیروی کریں۔ اور خداوند تعالیٰ کی ہر پیدا کی ہوئی چیز سے ہمدردی کریں اور جس گورنمنٹ کے عہد حکومت میں اس آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اس کے دل اور جان سے وفادار اور شکر گزار اور جاں نثار رہیں۔ اور دین پر دنیا کو مقدم نہ کریں۔ یعنی جہاں دنیا اور دین کا معاملہ ہو تو دنیا کا حرج اٹھالیا جائے مگر دین کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ اور شریعت اسلام کے ہر طرح پابند رہیں۔ پس آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ میری کسی سے دشمنی یا دوستی کیا ہو سکتی ہے۔ میری دوستی یا دشمنی محض اللہ کے لئے ہے ورنہ میں نہ کسی کا دوست اور نہ دشمن ہاں ہر وقت ہمدردی کے لئے حاضر۔ مگر اس ہمدردی کے لئے جس کے لئے شریعت اجازت دے۔ خدا اور رسول خوش ہوں۔ پس مجھ کو آپ سے اور تمام اہل برادری اور تمام کوٹلہ بلکہ ہر ایک جان کے ساتھ ہمدردی ہے مگر جب میں نے دیکھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اسی کو بھائی...... برادری سب برا جانتے ہیں۔ اور جو کچھ مجھ کو پیارا ان کو برا معلوم ہوتا ہے اور جو ان کو پیارا ہے وہ مجھ کو برا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے پھر بھی چاہا کہ برادری اور کوٹلہ کے لوگ سمجھیں مگر کسی نے میری بات نہ سنی آخر جب میں نے دیکھا کہ

میرے ساتھ کوئی نہیں ہوتا اور جو کچھ ان کو ان کے فائدہ کے لئے کہا جائے اس سے برا مناتے ہیں ان کے ساتھ میل ملاپ سے الٹا میں گناہ میں پھنستا ہوں اس لئے میں نے کنارہ کشی اختیار کی۔لیکن میرے دل میں درد ہے کہ خداوند تعالیٰ اس خراب حالت سے میرے بھائیوں اور میری برادری اور کوٹلہ کے لوگوں کو چھڑائے۔آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ کوٹلہ کی کیسی بری حالت ہو رہی ہے۔مجھ کو تو حیرت ہوتی رہی ہے کہ اس بستی پر خدا کا عذاب کیوں نہیں آیا۔بدی کی کوئی حد نہیں رہی۔مسلمانوں کی ریاست،ایک ولی اللہ کی اولاد ہو کر وہ خراب باتیں ہوتی ہیں کہ زمین اور آسمان پھٹ جائیں تو بے جا نہیں۔مرد عورت سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔خداوند تعالیٰ کا کسی کو خوف نہیں حالانکہ اب خدا کا عذاب بھی آ گیا پھر بھی لوگ نہیں ڈرتے۔وہی بدکاری و چوری وہی جاری وہی ظلم وہی ستم وہی رنگ رلیاں وہی بہاریں گویا موت کبھی آنی ہی نہیں۔مجھ کو یہ حالت دیکھ کر رونا آتا ہے۔کیونکہ میرے بہت سے عزیز بھی ہیں۔جو میری بات کو سنتے نہیں۔بوصاحبہ! میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ بڑا آفت کا زمانہ ہے یہ زمانہ مسیح موعود اور مہدیٔ آخری زماں کا زمانہ یہ خدا کے دن ہیں۔خدا آج کل نہایت غضبناک ہو رہا ہے۔کہیں قحط ہے کہیں آگ لگ رہی ہے۔کہیں پہاڑ پھٹ رہے ہیں۔اور کہیں طاعون ہے۔ہر وقت عذاب خدا اپنا کام کر رہا ہے۔مبارک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس آخری امام اور نبی پر ایمان لے آئے۔وہ شخص جس کو حضرت رسول کریمؐ نے سلام کیا ہے۔آؤ ڈرو اور خدا سے ڈرو بڑا ٹیڑھا وقت آیا ہے۔تمام ہنسی اور خوشی کو چولھے میں ڈالو۔اور سوگوار ہو کر خدا کے حضور مجرموں کی طرح حاضر ہو جاؤ اور اس کے بھیجے ہوئے پر ایمان لاؤ۔اس کے کہنے پر عمل کرو تا کہ عذاب سے بچ جاؤ۔دیکھو یہ طاعون جو آیا ہے یہ ہمیشہ عذاب ہی کے طور سے ایسے موقعوں پر آیا ہے۔اس عذاب سے کوئی بھی سوائے اس کے جو خداوند تعالیٰ کی پناہ میں آئے بچ نہیں سکتا۔آسمان ٹل جائے زمین اڑ جائے مگر یہ خدا کی باتیں نہ ٹلیں گی۔عورتیں اپنے بناؤ سنگار میں لگی رہتی ہیں۔ہر وقت ان کو یہی فکر رہتی ہے کہ ہر وقت نکھری رہیں۔مگر خاک وہ بناؤ سنگار جو آخر آگ کا ایندھن ہو۔اور جس کے ساتھ دوزخ میں جلنا ہو۔سنگار تو وہی عمدہ ہے جس کا چہرہ خدا کے سامنے سرخرو ہو۔تو چند دن کی باتیں ہیں دم آیا نہ آیا چلو چلتے بنے۔آخر خدا ہی سے واسطہ ہے۔پس آپ کو نہایت درد سے لکھتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو سنبھالو اور خدا سے لو لگاؤ خدا ہی نے کام آنا ہے نہ بھائی کام آئیں گے نہ بہن نہ ماں نہ باپ۔یہ سب دنیا کے انتظام کے رشتے ہیں۔ورنہ پھر کون؟ میرے خیال میں اب آپ کو بھی تجربہ ہو گیا ہو گا کہ نادان دوستوں کی رائے پر چلنے سے کس قدر خرابی ہوتی ہے نہ عزت رہتی ہے نہ آبرو۔پس میں آخر میں لکھتا ہوں کہ دیکھو نیکی کا زیور پہنو۔اور شریعت پر عمل کرو

خداوند تعالیٰ سے صلح کرو۔ اور خدا اور رسول کے حکموں کی تعمیل کرو اور اس امام وقت کو مانو جس کو خدا نے اس وقت لوگوں کی اصلاح کے لئے حضرت رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروز بنا کر بھیجا ہے گویا حضرت رسول کریمؐ خود تشریف لے آئے ہیں۔ دیکھو میری ان باتوں سے شک میں نہ پڑو بلکہ ان کو مانو تاکہ فلاح پا جاؤ۔

راقم

محمد علی خاں

اس طرح ایک عزیز نے نواب صاحبؓ کو ناراض پا کر طلب عفو کے لئے خط لکھا تو آپ نے جو جواب دیا سنہری حروف سے لکھا جانے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم دارالسلام

دارالامان قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء

تمہارے خطوط کئی ایک آئے مگر میں حیران ہوں کہ کیا جواب دوں۔ میری ناراضگی ایک طرف اور سلسلہ کی شکایات ایک طرف جس سے ہر ایک احمدی متنفر۔ تم اتنی عمر ہو کر گھاٹ گھاٹ کا پانی پی کر بیرسٹر ہو کر مجسٹریٹ ہو اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ سب باتیں تمہارے دو فقروں سے کس طرح دھل سکتی ہیں کہ مجھے معاف کیا جائے اور سب اتہامات ہیں اس میں شک نہیں کہ میں سنی سنائی باتوں کا اعتبار نہیں کرتا مگر میرے نااعتبار کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ قرآن ہم نے سنا محمدؐ رسول اللہ پر اترا اور اعتبار کیا۔ ہم نے سنا محمدؐ رسول اللہ خدا کے نبی تھے ہم نے اعتبار کیا۔ اب اس وقت جتنا ہمارا دین ہے اس کا شنوائی پر مدار ہے۔ تم مجسٹریٹ ہو تمام فیصلے سنی سنائی باتوں پر کرتے ہو تو ہر ایک سنی ہوئی بات غیر معتبر نہیں ہوتی پھر جب عمل بھی اس کا شاہد ہو۔ تم ہی بتلاؤ تمہارا کون سا عمل ظاہر کرتا ہے کہ سلسلہ سے تمہارا تعلق ہے۔ جب سے تم نے ہوش سنبھالا ہے مجھے یہی نظر آتا ہے۔ مگر میں دیکھتا رہا کہ کبھی تو اصلاح ہوگی مگر اب تک کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔ کیا میرا مقصود یہی تھا کہ تم برائے نام احمدی کہلاؤ اور احمدیت سے کوئی تعلق نہ ہو؟ کوئی ایمانی غیرت نہ ہو؟ اور پھر میرے خلاف کیا میری آرزو کے خلاف کیا میرے طریق کے خلاف تم نے نہیں کیا؟ پھر مجھ سے تم کیا توقع رکھ سکتے ہو تم سوچو کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''بسے سہل است از دنیا بریدن۔'' یعنی دنیا سے کٹنا نہایت سہل ہے اور قرآن شریف ہمیں یہی تاکید کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلہ میں کوئی محبت غالب نہ آئے تو پھر بتلاؤ کہ جب میں دیکھوں کہ میری خواہش اور آرزوؤں کا خون ہوا اور میری طرز کے خلاف ہوا اور دین کی کوئی غیرت نہ ہو تو

مجھے کس قدر رنج وغم ہوسکتا ہے؟ یہ سلسلہ ایک نبی کا سلسلہ ہے معمولی پیروں کا سلسلہ نہیں اس لئے محض اپنی رائے خام کیا چیز ہے؟ پس میرا جو تعلق ہے اس کا بہت بڑا پہلے تو سلسلہ سے تعلق اور دیوانہ وار احمدیت کا شیدا ہونا ہے پھر جو کچھ میں تم سے متوقع ہوں وہ یہی کہ شریعت اسلام نے جو حکم فرمایا ہے کہ ماں باپ سے کہ یہ برتاؤ وہ برتاؤ چاہتا ہوں اور شریعت کی پابندی میری آرزو اور مقصد ہے اب میں بھی مرنے کے قریب ہوں ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے موت کے وقت اپنی اولاد کو کہا کہ یٰبَنِیَّ ...... فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ ۳۸۰ یعنی اے بیٹو ایسی حالت میں نہ مرنا کہ تم فرمانبردار نہ ہو۔ وہی میری وصیت۔ پس میری تو یہی ناراضگی ہے۔ پس کسی فرصت کے وقت میں بعض سوالات میں لکھوں گا ان کا حلفیہ جواب تمہاری طرف (سے) جب صحیح ملے گا تو میری طرف سے ایک حد تک معافی ہوگی اور پھر دیکھنا ہے عمل اس کے مطابق بھی ہے کہ نہیں۔ کیونکہ عمل کے بغیر معافی محض انگریزی معافی ہوتی ہے I am Sorry.I beg your pardon. جس کا کوئی بھی دل سے تعلق نہیں ہوتا۔ پس بہتر ہے کہ بار بار کی ناراضگی سے ایک دفعہ ہی ناراضگی رہے۔ پھر اگر میری طرف سے معافی بھی ہوجائے تو اگر سلسلہ کو تم مشتبہ نظر آؤ تو پھر میرا تعلق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر میں چاہوں بھی تب بھی میں تعلق نہیں رکھ سکتا۔

تم چاہتے ہو کہ میں دنیا سے الگ تھلگ رہتا ہوں اس لئے میرا سلسلہ واقفیت نہایت محدود بلکہ نہیں۔ تمہاری تعلیم ولایت اور تمہاری ملازمت وغیرہا سب حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کی مرہون منت ہے۔ پس جب ان کی نظر میں مشتبہ ہوگئے تو میری تحریر کا اثر کسی احمدی پر نہیں ہوسکتا۔ پس تم حضرت سے صفائی کرو اور حضرت سے سفارش کراؤ۔ ان کے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کرسکتا۔ پس (بجائے) مجھے بار(بار) لکھنے کے ان کو لکھو اور انہی سے سفارش کراؤ میرے لکھنے سے کچھ نہ ہوگا اور موجودہ حالات میں میں کوئی جرأت نہیں کرسکتا۔ پس اگر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے وعدہ کیا ہے تو ان سے تحریک کراؤ پس یہی سیدھی راہ ہے ورنہ کسی احمدی سے امید نہ رکھو۔

راقم محمد علی خاں

اسلامی تعلیم کے مطابق نہ صرف اپنوں سے بلکہ غیروں سے بھی حسن سلوک ضروری ہے اور أَلْبُغْضُ لِلّٰہِ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے افعال شنیعہ کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے تا ایک طرف اعمال حسنہ کا احترام واجبی قلب سے محو نہ ہونے پائے دوسری طرف ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے عملاً سعی و کوشش مدنظر رہے۔ ایک ہندو استاد سے حسن سلوک کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ مزید مکرم مرزا عبدالغنی

صاحب سابق محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں کہ

''مرزا اکرم بیگ صاحب پٹی والے جو اشد مخالفین میں سے ہیں ۔میرے خالہ زاد بھائی ہیں وہ احمد آباد (نواں پنڈ نزد قادیان میں رہتے تھے۔ایک دفعہ انہیں معمار درکار تھا قادیان میں ملتا نہیں تھا اور نواب صاحبؓ کے پاس ایک گروہ معماروں کا باقاعدہ ملازم تھا۔مرزا صاحب اور گھر میں یہ خیال تھا کہ نواب صاحبؓ سے اگر معمار مانگا گیا تو آپ توجہ نہیں کریں گے۔لیکن جنہوں نے آپ کو لکھا کہ ایک معمار کی دو گھنٹہ کے لئے ضرورت ہے تو مجھے خوب یاد ہے نواب صاحبؓ نے جواباً ''جناب من'' سے مخاطب کیا اور لکھا کہ میں دو معماروں کو بھیج رہا ہوں اور ان کو کہہ دیا ہے کہ وہ وہاں سے آئیں نہ جب تک کہ کام ختم نہ ہو جائے۔مرزا صاحب کا انہوں نے سارا دن کام کر کے ختم کر دیا۔ ہماری خالہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مانگا ہم نے ایک معمار اور آپ نے بھیج دئے دو۔اسی طرح مرزا اکرم بیگ صاحب نے بھی تعریف کی اور شکریہ کی چٹھی آپ کی خدمت میں بھیجی۔''

پابندی صوم وصلوٰۃ، تہجد گزاری اور تلاوت قرآن مجید

ایک رئیس، ہر قسم کے سامان میسر چودھویں صدی۔ بھلا اسے تہجد گزاری بلکہ صوم صلوٰۃ سے کیا تعلق؟ لیکن نہیں الصلوٰۃ معراج المؤمن [۳۸۱] کے مطابق نماز نواب صاحب کی روح رواں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نمازوں کے سہواً چھوٹ جانے یا بعض نمازوں کے وقت پر ادا نہ کر سکنے سے آپ کو کس قدر تکلیف محسوس ہوئی اور آپ کے پاک دل پر اس کا کیسا اثر پڑا۔حقیقی مومن کا یہی حال ہوتا ہے۔دنیا دار دنیا کے مال ومنال کے حصول کی مساعی کو اپنے لئے آب حیات یقین کرتا ہے اور ذرا سے مالی نقصان سے اذیت قلبی محسوس کرتا ہے۔لیکن مرد مومن مال کو حقیر جانتا اور بے دریغ انفاق فی سبیل اللہ کرتا ہے۔البتہ روحانیت کے ترقی کے مواقع سے محرومی کو حقیقی محرومی تصور کرتا اور ایسے مواقع پر آستانہ الٰہی پر جبین نیاز رکھتا اور توبہ نصوح کرتا ہے۔اور اس میں کیا شک ہے کہ ایسے پاک نفس ہی درحقیقت مصلح قرار پاتے ہیں۔ڈائری میں شاذونادر نواب صاحبؓ کے دنیوی کاروبار کا ذکر آتا ہے۔تہجد گزاری، نمازوں کی ادائیگی، روزہ، تلاوت قرآن مجید وغیرہ مشاغل دینیہ کے ذکر سے ہی آپ کی ڈائری پر ہے جس سے یہ امر نمایاں نظر آتا ہے کہ آپ کے پاک

دل میں کن باتوں کو اہمیت حاصل ہے۔ڈائریوں کے جن حصوں کا ذکراوپرآیا ہے ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

نواب صاحب ۹ر جنوری ۹۸ء کو قادیان آئے۔۱۰ جنوری کی ڈائری میں تحریرفرماتے ہیں:

''نماز صبح میں شریک جماعت ہوا۔نہایت حظ نماز میں آیا۔''

۲۲ کی ڈائری میں تحریرفرماتے ہیں:

''اس کے بعد نماز کسوف کے لئے جامع مسجد گئے ۔ پہلے نماز ظہر اور عصر ملا کر پڑھی گئیں پھر نماز کسوف ہوئی اور جس درد اور آہ وزاری کے ساتھ یہ نماز پڑھی گئی وہ ایک عجیب تھی اور پھر قریب اختتام کسوف نماز شکریہ پڑھی گئی ۔آج قریباً تمام دن عبادت میں گزرا۔مخالفوں کو یہاں آکر دیکھنا چاہئے کہ آیا ان کی مخالفت چاہئے یانہیں۔''

اسی طرح تحریرفرماتے ہیں:

۱۱ر جنوری ۱۹۰۲ء ۳۰ رمضان المبارک

آج رمضان کا آخری روز ہے الحمد للہ کہ تمام روزے میرے پورے ہوئے خداوند تعالیٰ میرے ان ناقص روزوں کو قبول فرمائے۔آج ایک ......افسوس مجھ کو ہوا کہ نماز عصر میری جاتی رہی۔اس سے قطعاً ذہول ہوگیا۔ذرا یاد نہ رہا اور زیادہ اثر اورافسوس اس وقت ہوا جب حضرت اقدسؑ نے تقریرفرمائی کہ

''جب دن ختم ہونے پر آیا تو میں کام چھوڑ کر دعا میں مشغول ہوگیا اور میں نے جن کے نام یاد تھے ان کے نام لے کر اور باقی کو بلا نام تمام کو دعا میں یاد کیا۔جب میں کر چکا تھا کہ مجھ کو معلوم ہوا جس طرح کوئی شخص مرجاتا ہے تو گویا میں نے سمجھا رمضان اب ختم ہوگیا اتنے میں اللہ اکبر کی آواز آئی لیکن ہم دعا کر چکے تھے۔ہماری دانست میں یہ بہت مبارک مہینہ تھا گویا اس کی برکات ختم ہوگئیں۔

اس وقت مجھ کو بڑی رقت طاری ہوئی کہ ایک ہم بدنصیب ہیں کہ دعا تو دعا نماز عصر بھی غائب کی۔مجھ کو مغرب سے عشاء تا نہایت رقت رہی اس لئے اس تقریر کے وقت بھی رقت طاری تھی۔حضرتؑ (نے) بڑی عمدہ تقریرفرمائی فرمایا ان مہینوں میں

بھی روحانیت ہوتی ہے۔ یہ روحانی ہوتے ہیں۔ جن کے ذائقے جدا جدا ہیں۔ نماز کا جدا، روزے کا جدا، حج کا جدا۔ خلاصہ یہ کہ جدا جدا ذائقے ہیں جو کمی اس ماہ میں رہ گئی ہے اس کی تلافی دوسرے مہینوں میں کی جائے ......''

۱۲/جنوری ۱۹۰۲ء

آج عید الفطر ہے۔ نماز صبح پڑھی۔ الحمد للہ کہ اس وقت ایک گداز طبیعت میں تھا۔''

۰۲-۳-۴ کی ڈائری میں ایک نماز کے بھول جانے اور ایک نماز کے باجماعت ادا نہ کر سکنے کا ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں۔

''خدا تعالیٰ میرے پر رحم کرے اور مجھ کو مقیم الصلوٰۃ اور چست بنائے۔''

آپؓ معمولاً شب بیدار اور تہجد گزار تھے۔ حتیٰ کہ سفر میں بھی التزام رکھتے۔ چنانچہ مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی سناتے ہیں کہ منٹگمری۔ سرگودھا وغیرہا کے سفر میں جو نواب صاحبؓ نے ریاست کی جاگیر کی بجائے مربعے حاصل کرنے کی خاطر کیا تھا آپ باقاعدگی کے ساتھ تہجد ادا کرتے تھے۔ اس طرح مکرم مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں کہ ''مرحوم نمازیں ہمیشہ خشوع خضوع کے ساتھ ادا کرتے اور پابندی کے ساتھ تہجد پڑھا کرتے۔

نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ ''نواب صاحبؓ بہت دعائیں کرتے تھے رات کو تہجد میں دعائیں کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا نور کمرہ میں نازل ہو رہا ہے۔ اور اس طرح دعائیں کرتے اور اس قدر گریہ وزاری کرتے کہ نیند اڑ جاتی تلاوت قرآن مجید کی کثرت کے باعث قریباً تمام قرآنی دعائیں یاد تھیں۔ احادیث کی بھی بہت سی دعائیں یاد تھیں جو اکثر پڑھا کرتے تھے''۔ مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے تحریر فرماتے ہیں کہ نواب صاحبؓ کے کیرکٹر کے دو پہلو بہت نمایاں تھے۔ آپ بڑے عبادت گزار اور بڑے سخی تھے۔

نواب صاحبؓ صبح کی نماز سے قبل قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید ایک سمندر ہے جو کوئی بھی اس بحر میں غوطہ زنی کرے خالی ہاتھ نہ لوٹے گا۔ بلکہ کچھ نہ کچھ حاصل کرلے گا۔ آپ تلاوت کثرت سے کرتے اور بعض نکات کے معلوم ہونے پر ان کے متعلق علماء سلسلہ سے تبادلۂ خیالات کرتے۔☆ سیدہ موصوفہ فرماتی ہیں کہ آپؓ تلاوت پابندی سے کرتے تھے اور ماہ رمضان مبارک میں اس میں

☆ بیان مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب۔

اور زیادتی ہوجاتی تھی۔ وہ دعائیں، وہ رات کو قرآن مجید پڑھنے کی آواز وہ ان کی شب بیداریاں۔ اب یاد آتی ہیں تو خیال آتا ہے کہ کیسے بابرکت وجود سے میرا گھر روشن تھا۔ اس نور اور رحمت و برکت کی خوشبو سے جس سے میرا گھر منور و معطر تھا اب محروم ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت آپ کی غذا تھی اور اتنا شوق تھا کہ میاں عبداللہ خاں صاحب اور میاں عبدالرحیم خاں صاحب کو حفظ کرانا شروع کیا مگر وہ قریباً سات سیپارے کرنے پائے آگے نہ کر سکے۔ اسی طرح میاں محمد احمد خاں صاحب کو بھی حفظ کرانا چاہا مگر انگریزی تعلیم کا بھی بوجھ تھا ان کو چکر آنے لگے اور وہ بھی حفظ نہ کر سکے۔ تینوں نے حافظ روشن علی صاحبؓ سے حفظ کیا جتنا بھی کیا۔☆ قرآن مجید سے عشق ہی تھا کہ آپؓ نے حضرت اقدسؑ کی وساطت سے حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اولؓ) کو اپنے ہاں مالیر کوٹلہ بلوایا۔ قریباً سال بھر مع اہل وعیال و شاگردان ہر قسم کا خرچ برداشت کر کے تفسیر پڑھی اور دوسری بار پھر ۱/۲ ۱ ماہ کے قریب آپؓ کو رکھا بعد ازاں بھی ہمیشہ خواہش رہی کہ حضرت مولوی صاحبؓ وہاں پھر تشریف لائیں بھلا رؤسا کو ان باتوں سے کیا؟ لیکن یہ قرآن مجید کے عشق کا جذبہ ہی کارفرما تھا۔ اس کی تفصیل دوسری جگہ درج کی گئی ہے۔

حضرت نواب صاحبؓ کی ڈائری

گو حضرت نواب صاحبؓ معمولاً ڈائری لکھنے کا التزام نہ فرماتے لیکن جتنے عرصہ کی ڈائری آپ نے لکھی ہے اس کا ایک حصہ درج کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ اس سے آپ کی سیرۃ و شمائل کا ایک قیمتی حصہ خود آپ کی قلم سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ آپ ڈائری میں چھوٹے بڑے امور کو محفوظ کرتے۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک عملی لائحہ عمل بنایا ہوا تھا اس پر مداومت کرتے۔ اگر کسی دن روزانہ معمولات میں فرق آجاتا تو اس کا ذکر بھی کرتے۔

اس ڈائری سے اندازہ ہوجائے گا کہ آپ کے وقت کا اکثر حصہ یا تو عبادت و تلاوت قرآن کریم میں

☆ اس بارہ میں الفضل مورخہ ۱۴-۱-۱۴ میں مرقوم ہے کہ "یہ خبر مسرت سے پڑھی جائیگی کہ عبدالرحیم خاں و عبداللہ خاں علاوہ فورتھ ہائی کی تعلیم کے سات پارے حفظ کر چکے ہیں آخر الذکر عزیز کا نمونہ قابل قدر ہے۔ جو اس جاڑے میں دن چڑھنے سے پون گھنٹہ پیشتر ایک میل کے فاصلہ سے یہاں قرآن مجید پڑھنے کے لئے پہنچ جاتا ہے۔" (صفحہ ۱ کالم ۲)

گزرتا یا تبلیغ اور بعض اوقات اہم امور میں مختلف احباب سے تبادلۂ خیالات میں۔ یہ امور علی العموم جماعتی نظام کے استحکام کے متعلق ہوتے تھے۔مکرم عرفانی صاحب ذکر کرتے ہیں کہ ''مجھ سے علی العموم تعلیمی اورانتظامی امور کے متعلق گفتگو ہوتی۔سلسلہ کی اشاعت اورقومی استحکام کے متعلق آپ کو بڑا درد رہتا تھا اورآپ کی زبردست خواہش یہ ہوتی تھی کہ حضرت اقدسؑ کے ایام زندگی میں جماعت عملی رنگ میں ایک بلندمقام پرپہنچ جائے۔''

آپ کی ڈائری نویسی سے ایک بات اورظاہر ہوتی ہے کہ اس میں واقعات کو بالکل صحیح اورسادہ رنگ میں ظاہر کیا ہے تکلف نہیں مثلاً اگر نماز میں دیر ہوگئی تو اس کا اخفاء نہیں کیا گیا جس سے ان کی صداقت پسندی اورمحبت صدق کا اظہار ہوتا ہے۔ڈائری سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے بھی آپ کچھ نہ کچھ وقت دیتے تھے۔اس سے ذاتی طور پر بچوں کے رجحان طبیعت اوراخلاق کی درستی میں مدد ملتی ہے۔

ڈائری سے آپ کی سیرۃ پر جو روشنی پڑتی ہے اس کا بالا ختصار ذکر بعد میں آئے گا۔ ساری ڈائری یہاں نقل نہیں کی گئی بلکہ ضروری حصص جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس قادیان آنے۔مسجد مبارک میں نمازیں پڑھنے۔مجالس میں شامل ہونے اوردیگر ایسی باتوں کا ذکر ہے کہ جن سے کوئی نہ کوئی مفید بات مستنبط ہوسکتی ہے نقل کردی گئی ہے۔جو حصے ضروری نہیں سمجھے گئے ترک کردئے گئے ہیں۔البتہ چھوڑے ہوئے مقامات پر بالعموم نقطے نہیں لگائے گئے اورخطوط وحدانی کے الفاظ خاکسار مؤلف کی طرف سے ہیں۔اس تعلق میں خاکسار کے استفسار پرحضرت عرفانی صاحب نے قیمتی نوٹ تحریر کئے ہیں جو حاشیہ میں آپ کی طرف منسوب کرکے درج کئے گئے ہیں۔ممکن ہے بعض دوست تقسیم اوقات وغیرہ کے ذکر کو غیرضروری خیال کریں لیکن میں نے ضروری اورمفید سمجھ کر ہی درج کیا ہے۔مثلاً حضرت اقدسؑ کے عہد میں رمضان مبارک میں سحری کے بعداذان صبح کا بعض ایام کا وقت۔نمازوں کا وقت،حضور کے بین المغرب والعشاء جلسہ (دربارشام) کے اوقات۔سیر کے اوقات وغیرہ یہ سب باتیں میری نظر میں حددرجہ مفید ہیں اورسوائے اس ڈائری کے کہیں سے معلوم نہیں ہوسکتیں۔تلاوت،تہجد اوربچوں کی تعلیم اور بہت سے ایسے امورا کثر میں نے ترک کردیئے ہیں۔کہیں کہیں درج کئے ہیں۔حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے مجھے فرمایا کہ اس عرصہ دربار شام میں میں پانچ سودفعہ درود شریف پڑھ لیتا ہوں۔صرف اس ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ دربارشام کا عرصہ کتنے وقت پرممتد ہوتا تھا

(۸؍جنوری ۱۸۹۸ء بروز ہفتہ صبح چار بجے کوٹلہ سے روانہ ہوکر ½۶ بجے لدھیانہ پہنچے وہاں سے پونے نو

بجے بذریعہ ریل روانہ ہوکر ایک بجے امرتسر پہنچے اور ہوٹل میں ٹھہرے)

۹ رجنوری ۱۸۹۸ء بروز اتوار

امرتسر میں اسٹیشن پر میاں عبدالکریم صاحبؓ عطار ☆ اور ہمشیر مولوی نورالدین صاحبؓ ☆☆ ویعقوب علی (صاحب) ایڈیٹر اخبار الحکم ملے اور ایک اور صاحب بھی۔ یہ سب حضورؑ مرزا صاحب کے مبائعین میں سے تھے گیارہ بجے بٹالہ پہنچے وہاں پر Rest House میں دو گھنٹہ ٹھہرے گو کہ مرزا صاحبؑ نے بہلی بھیج دی تھی مگر میاں عبدالکریم صاحب (نے) کوشش کر (کے) ایک گھوڑی بہم پہنچائی۔اس لئے میں گھوڑے پر سوار ہوا۔اور صفدر علی* اور منصب علی** اور میاں عبدالکریم یکہ پر اور اللہ بخش اور نور محمد معہ اسباب بہلی میں روانہ

☆ مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''میاں عبدالکریم عطار سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اور قادیان میں بابا عبدالکریم کے نام سے عمر کے آخر میں مشہور رہے۔ وہ صحابی تھے۔ بہت خوش گلو تھے۔حضرت اقدسؑ کے حضور ان کو بعض نظمیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔کبھی کبھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ارشاد پر اذان بھی کہہ دیا کرتے تھے۔تجارت کا شوق تھا۔بیکار نہ رہتے اور اس فن کو خوب سمجھتے تھے بہت خوش اخلاق اور خندہ پیشانی کے مالک تھے۔رضی اللہ عنہ۔''

☆☆ ان کے قادیان آنے کا ذکر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کبیر جلد ششم جز چہارم حصہ سوم میں سورۃ القریش کی تفسیر میں صفحہ ۲۴۲ پر کیا ہے۔

مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''ہمشیرہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ اول رضی اللہ عنہ اس وقت قادیان میں آئی تھی اور اس کے آنے کا مقصد مشورہ کرنا تھا کہ روپیہ ہوگیا ہے کوئی مقدمہ کرنا چاہتی ہوں۔حضرت حکیم الامۃؓ یہ لطیفہ درس میں بھی سناتے تھے اور وہ خلیفہ اولؓ کو محبت اور پیار سے نوردینا کہہ کر پکارتی تھی۔حضرت خلیفہ اولؓ کی طرح دراز قد اور مضبوط جسم کی خاتون تھیں۔''

* صفدر علی صاحب کے لئے دیکھئے ڈائری بابت ۹۸-۰۱-۲۶۔

** ان کا ذکر ۰۱-۱۱-۱۳ کی ڈائری میں بھی ہے مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''منصب علی صاحب حضرت نواب صاحبؓ کے اہلکار پیشی تھے۔بہت خوش خط،معاملہ فہم اور وجیہہ نوجوان

ہوئے۔قریب پانچ بجے قادیان پہنچے وہاں پر مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ اور سیٹھ عبدالرحمٰن صاحبؓ، حاجی اللہ رکھا صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب اور دیگر برادران آشنا اور غیر آشنا سے ملاقات ہوئی اور حضور مرزا صاحبؑ سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ چونکہ میں تھک گیا تھا اس لئے نماز مغرب اور عشاء میں شامل نہ ہو سکا۔

بقیہ حاشیہ:- بیعت کر لی تھی مگر جب وہ ریاست میں عدالتی ہو گئے تو سلسلہ کے کاموں میں وہ دلچسپی نہ رہی۔''

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب ذکر کرتے ہیں کہ

''نیم احمدی تھے۔ مالیر کوٹلہ کے باشندہ تھے۔ حضرت والد صاحب کے اہل کار تھے پھر تعلیم پا کر ریاست میں بالآخر دیوان کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ان کی اولاد احمدی نہیں۔'' یہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۶ء کو مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں پنجم پرائمری میں داخل ہوئے تھے۔ (رسالہ تعلیم الاسلام جلد ۱ نمبر ۵ صفحہ ۲۰۱) ان کا مدرسہ کے لئے چندہ دینے کا ذکر الحکم جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۱۶ کالم ۳ میں آتا ہے۔ الحکم جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۱۶ کالم ۳ میں میاں عبدالعزیز صاحب اور میاں اللہ بخش صاحب کے مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے چندہ کا ذکر آتا ہے مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ احمدی نہ تھے میاں عبدالعزیز صاحب کا لڑکا میرے پاس ملازم ہے۔''

مکرم عرفانی صاحب میاں اللہ بخش صاحب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''وہ نواب صاحب کے ملازموں میں الّو کے نام سے مشہور تھا اور محمد اسمٰعیل اس کا بیٹا تھا۔ یہ بھی پرانا ملازم نواب صاحبؓ کا تھا بلکہ یہ لوگ نسلاً بعد نسلٍ چلے آتے تھے۔''

مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''نور محمد نواب صاحبؓ کے باورچی خانہ میں چپاتی پکاتا تھا۔ بیعت کر لی پھر حضرت اقدسؑ کے ہاں آ گیا اور آخر وقت تک وہیں رہا۔ حضرت اقدسؑ کے کسی مکتوب میں اسی نور محمد کا ذکر ہے۔ ان کے والد کا نام سیدا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں فوت ہوئے قطعہ نمبر ۱ حصہ نمبر ۱۱ قبر صفحہ ۶ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''مالیر کوٹلہ کے رہنے والے تھے۔ ابراہیم ان کا اکلوتا بیٹا ان کی زندگی میں فوت ہو گیا تھا۔''

ان کے متعلق اس کتاب میں دوسری جگہ بعض اور باتیں بھی درج کی گئی ہیں۔

۱۰؍جنوری ۱۸۹۸ء بروز سوموار

نمازِ صبح میں شریک جماعت ہوا۔ نہایت حظ نماز میں آیا۔ نصف سیپارہ قرآن شریف پڑھا۔ کوئی دس بجے کے بعد حضرت اقدس مرزا صاحبؑ (کے) ہمراہ سیر کو گیا۔ حضورؑ نے بہت سی عمدہ تقاریر اثنائے سیر میں کیں۔ کوئی ساڑھے گیارہ بجے واپس آئے۔ نماز ظہر میں شریک ہوا۔ نماز عشاء میں شریک ہوا۔ نماز عصر کے بعد مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ اور خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی قطب الدین صاحبؓ☆ اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ تشریف لائے۔ قریب نماز مغرب تک تشریف رکھتے رہے۔

ضمیمہ ۱۰؍جنوری ۱۸۹۸ء

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی انسان میں بدی ہوتی ہے تو اس میں نیکی بھی ہوتی ہے تو اس طرح اگر اس کی بدی باعث خرابی ہوتی ہے تو نیکی اس کی سفارش ہوتی ہے اس طرح انسان عذاب سے بچ جاتا ہے چنانچہ وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ ۳۸۲ کے معنی میں یہی سمجھتا ہوں کہ احاطہ کے معنی ہیں کہ خطایا (نے) اس طرح گھیر لیا ہو کہ کوئی راستہ باقی نہ رہا ہو تو عذاب آتا ہے اور اگر ذرا راستہ موجود ہو تو پھر آدمی بچ رہتا ہے۔ جب تک احاطہ نہ ہو جائے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ خاص اعضاء کے گناہوں میں اگر احاطہ ہو جائے تو وہ عضو معطل ہو جاتا ہے۔ اور خطبہ میں فرمایا کہ انبیاءؑ کے ساتھ کہیں جناح یا جرم نہیں آیا۔ کیونکہ جناح کے معنی گناہ ہیں اور جرم کے معنی کاٹنے والے کے ہیں اور ذنب کے معنی دم کے ہیں یعنی وہ گناہ جو عارضی طور سے بطور طفیلی کے صادر ہو۔ پس ذنب کے معنی گناہ کرنے ٹھیک نہیں۔ چونکہ اردو زبان کمزور ہے اس لئے کئی الفاظ کے سبب ان تینوں لفظوں کے ایک معنی کرنے پڑتے ہیں ورنہ دراصل یہ بات نہیں۔

۱۱؍جنوری ۱۸۹۸ء منگل

نمازِ صبح میں شریک جماعت ہوا۔ بعد نماز چونکہ حضرت اقدسؑ تشریف رکھتے تھے میں بھی وہیں بیٹھ رہا۔ حضورؑ نے اول چند خوابوں کا تذکرہ کیا پھر اپنی جماعت کو خطاب کیا اور چند ہدایات فرمائیں۔ پھر اس کے

☆ مراد حکیم مولوی قطب الدین صاحب بدوملہیؓ۔ آپ کا نام فہرستہائے آئینہ کمالات اسلام اور ضمیمہ انجام آتھم میں علی الترتیب چھبیسویں اور چھٹے نمبر پر درج ہے۔ ۴۷ء میں مجبوراً قادیان سے ہجرت کر کے راولپنڈی چلے گئے تھے اور اب وفات پا چکے ہیں۔

بعد بتحریک فضل کریم صاحب سیالکوٹی دعا مانگی گئی۔☆ اس کے بعد حضورؑ تشریف لے گئے۔اور میں بھی اپنی جگہ پر آ گیا۔حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ کو اپنی طبیعت کا حال لکھا اور ۲۰ روپیہ ان کی صاحبزادی اور نواسہ کے لئے بھیجے۔حضرت اقدسؑ اس روز سیر کو نہیں گئے اس لئے میں بھی سیر کو نہیں گیا۔حضرت مولانا نے ۲۰ روپیہ واپس کر دیئے اور تشریف لائے۔کھانے کے وقت تشریف لے گئے۔مولوی محمد احسن صاحب تشریف لائے ان سے ثبوت باری تعالیٰ پر گفتگو ہوئی۔میں نے حضرت اقدسؑ کو دعا کے لئے خط لکھا کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ حسنات دنیا اور دین حاصل ہوں۔حضرتؑ نے اس کا جواب دیا کہ دعا کی جائے گی اور لکھا کہ کم ازکم بیس روز یہاں رہنا چاہئے۔اور خداوند تعالیٰ (کے) ثبوت میں فرمایا نظارہ قدرت پر غور کرنے سے مل سکتا ہے۔نماز عشاء کے سوا غالباً سب نمازوں میں میں جماعت میں شریک ہوا۔

ضمیمہ ۱۱ر جنوری ۱۸۹۸ء

حضور اقدسؑ نے صبح کی نماز میں جو ہدایات فرمائیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱- ہماری جماعت کو اخلاقی حالت میں ترقی کرنی چاہئے۔اور اگر کوئی ان پر سختی کرے یا سخت کلامی سے پیش آئے یا ہماری یا کسی کی نسبت دشنام دہی کرے تو صبر کرنا چاہئے اور اگر کوئی ایسی ہی بات آ پڑے تو ہم کو اطلاع کرنی چاہئے۔اور بلا ہماری اجازت کے کوئی معاملہ دوسرے سے نہ کیا جائے۔

۲- گورنمنٹ کا شکریہ (ادا) کرنا چاہئے اور ہماری جماعت کے لوگوں کو شجاعت اور استقامت کی بڑی ضرورت ہے۔

۳- آپس میں بھی اخلاق سے پیش آنا چاہئے اور کسی اپنے بھائی کو چشم حقارت سے نہ دیکھا جائے۔اور کسی کو جھوٹا نہ کہا جائے۔

۴- تہجد کو پڑھنا چاہئے۔تہجد کے معنے فرمائے کہ بعد از خواب بیدار شدن۔اس لئے اگر اٹھ کر دعا ہی مانگ لے تو بھی تہجد ہو جاتی ہے اور اگر......دو......چار رکعتیں ہی پڑھ لے تو کافی ہے اور باقی مسنون طریق وہی ۳۸۳ ہے۔اس طرح آہستہ آہستہ عادت ہو جائے گی۔مگر کچھ نہ کچھ نماز تہجد پڑھنی ضرور چاہئے اور نَـــافِـلَةً لَّکَ سے مراد صرف حضرت رسول کریمؐ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سالک جو ترقی کرنا چاہے۔

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے بسوال مولوی محمد احسن صاحب امروہی فرمایا کہ طلوع شمس من

☆ فضل کریم صاحب سیالکوٹی کا نام فہرست آئینہ کمالات اسلام میں دسویں نمبر پر ہے۔

المغرب کی بابت میرا مذہب اب تک یہ ہے کہ بدعت کا مغرب سے ظاہر ہونا سوجیسی بدعت کہ عیسائیوں (سے) اس وقت ظاہر ہوئی ہے کہ ایک جھوٹے مذہب کے پھیلانے میں اتنا روپیہ صرف کیا گیا کبھی ایسا نہیں ہوا اور یہ معنی ہم نے کتب تعبیر رویاء سے لئے ہیں کیونکہ کتب رویاء میں لکھا (ہے) کہ طلوع شمس من المغرب ۳۸۴ کے معنی ظہور بدعت ہے۔ یعنی الٹی بات۔ اور فرمایا کہ میں تین علموں کو تفسیر میں رکھتا ہوں۔ کتب لغت، لغت، تعبیر الرؤیا۔

۱۲/جنوری ۱۸۹۸ء

نماز صبح حضرتؑ کے ساتھ پڑھی مگر بہ سبب طبیعت کے بدمزہ ہونے کے نہ بیٹھا اور چلا آیا۔ ڈیرہ پر آکر ایک پاؤ قرآن شریف پڑھا حضرت اقدسؑ کے ساتھ سیر کو گیا۔ سیر میں مذہب شیعہ کے متعلق گفتگو رہی اور اس کے بعد کھانا کھایا پھر نماز ظہر باجماعت پڑھی۔ کھانے سے پہلے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ تشریف لائے اور اثنائے طعام میں تشریف لے گئے پھر نماز ظہر پڑھی مگر نماز کے بعد حضرت اقدسؑ بیٹھے نہیں۔ نماز عصر بھی باجماعت ادا ہوئی۔ اس وقت حضرتؑ نہیں بیٹھے۔ میں بھی چلا آیا اب مولوی قطب الدین صاحبؓ اور خواجہ قطب الدین صاحبؓ ☆ اور خواجہ کمال الدین صاحب اور خان عبدالعزیز خاں صاحب جو پہلے شیعہ تھے اور ایک معزز قزلباش کے فرزند ہیں ☆☆ تشریف لائے اور پھر مولوی عبدالکریم صاحبؓ

☆ مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ

''خواجہ قطب الدین نہیں بابا قطب الدین۔ یہ بڑے ہی مخلص صحابی تھے درمیانہ قد تھا۔ بڑے مرتاض اور حضرت مسیح موعودؑ کی محبت میں سرشار۔ ہر قربانی کو آمادہ۔ یہ کوٹلہ فقیر ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔'' مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ بہت بلند اور عمدہ اذان کہتے تھے انکا ذکر فہرست ہائے آئینہ کمالات اسلام ضمیمہ انجام آتھم میں ۳۷ اور ۱۸۹ نمبر پر آتا ہے آپ کے قادیان وارد ہونے کا ذکر الحکم ۰۱-۱۲-۷ صفحہ ۱۴ کالم ۳ میں آتا ہے۔

☆☆ مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

''خان عبدالعزیز خاں صاحب جیسا کہ نواب صاحب نے لکھا ہے قزلباش تھے اور لاہور کے قزلباشی سے تعلقات برادری تھے۔ وہ سیالکوٹ میں رہتے تھے۔ احمدیت میں داخل ہوکر عرصہ تک قادیان ہی میں رہے اور اعمال صالحہ میں خاص تبدیلی اور ترقی کی تھی۔''

تشریف لائے۔ مذہب شیعہ پر گفتگو رہی پھر نماز مغرب پڑھی اور حضرتؑ چونکہ تشریف رکھتے تھے میں بھی بیٹھا اور مختلف باتیں ہوتی رہیں پھر......آ کر بمعیت خواجہ کمال الدین صاحب و میر ناصر نواب صاحبؓ کھانا کھایا پھر نماز عشاء پڑھی۔

۱۳؍جنوری ۱۸۹۸ء

نماز صبح جماعت سے پڑھی۔ پھر گو کہ طبیعت بدمزہ تھی مگر میں بیٹھا رہا اور مولوی صدیق حسن خاں صاحب اور احادیث جو تائید نزول مسیح موعود میں وارد ہوئی ہیں ان کا تذکرہ ہوتا رہا اور تجویز تھی کہ ان احادیث کو یکجائی کر کے شائع کیا جائے چونکہ میری طبیعت بدمزہ تھی۔ کچھ عرصہ بیٹھ کر چلا آیا۔ قرآن شریف کا ایک رکوع پڑھا۔ پھر ڈائری لکھی۔ مولوی نورالدین صاحبؓ کو اپنی طبیعت کا حال لکھ کر بھیجا مولانا صاحب نے دوائی بھیجی۔ آج مجھ کو پیچش کی سی کیفیت رہی۔ ایک خط مولوی عبداللہ صاحب کو لکھنا شروع کیا آج چونکہ حضرت اقدسؑ سیر کو نہیں گئے تھے اس لئے کھانا سویرے کھایا۔ نماز ظہر میں شریک ہوا حضرت اقدسؑ عصر کی نماز تک تشریف فرمائے مسجد رہے ایک دوست کے لئے دعا مانگی گئی۔ جو آج کل مصیبت میں ہے۔ کچھ خوابوں کا تذکرہ ہوا۔ اتنے میں نماز عصر پڑھی گئی۔ پھر حضور اقدسؑ تشریف لے گئے......واپس چلا آیا۔ مولوی عبداللہ☆ صاحب کے خط کا کچھ حصہ لکھا۔ پھر مغرب کی نماز میں شریک ہوا مگر وہاں بیٹھا نہیں۔ نماز عشاء میں شریک ہوا۔

۱۴؍جنوری ۱۸۹۸ء

نماز صبح میں شریک ہوا۔ آج حضرت اقدسؑ مسجد میں بیٹھے نہیں۔ ایک ربع قرآن شریف کا پڑھا۔ کوئی ساڑھے دس بجے حضرتؑ کے ساتھ سیر کو گئے۔ نماز جمعہ (میں) زین الدین، محمد ابراہیمؓ☆☆ اور دیگر صاحب جماعت جو بمبئی میں ہیں اور علی العموم کل جماعت کے لئے دعا کی گئی۔ فتن طاعون سے خداوند تعالیٰ محفوظ رکھے۔ نماز عصر پڑھی۔ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور خواجہ کمال الدین صاحب تشریف لائے

☆ مراد مولوی عبداللہ فخری۔

☆☆ مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''زین الدین کا ذکر حضرتؑ نے آئینہ کمالاتِ اسلام اور دوسری کتابوں میں کیا ہے۔ یہ ڈیوڈ سالو کی کپڑے کی مل میں انجینئر تھے۔ بہت بوڑھے تھے کوکن کے رہنے والے۔ شریعت کے پابند۔ افسوس خلافت ثانیہ

اور مولوی نورالدین صاحبؓ بھی۔مختلف گفتگوئیں ہوتی رہیں۔نماز عشاء کے (بعد) حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ تشریف لائے۔اور کوئی نو بجے تک بیٹھے رہے۔میں (نے) اپنی طبیعت کا حال بتایا۔کیونکہ میری طبیعت بدمزہ رہی تھی۔اجابت بار بار آتے تھے۔حضرت مولانا نے چند کتابیں مجھ کو دیں۔☆

ضمیمہ ۱۴/جنوری ۱۸۹۸ء

اگر میں غلطی نہیں کرتا تو آج حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہم کو الہام ہوا کہ ''کون کہہ سکتا ہے کہ اے بجلی! آسمان سے مت گر'' ۳۸۵ اور غالباً اسی روز فرمایا اس کے ایک دن پہلے کہ ''ہم کو خواب ہوا کہ ہماری جماعت کے ایک شخص کو ہم نے دیکھا لیکن ہم اس کو اس وقت پہچانتا تھا اب یاد نہیں۔ایک سونے کا کنٹھا پہنایا گیا ہے۔میں نے کہا کہ ایک رومال بھی باندھ دو۔اور وہ رومال بھی باندھا گیا۔'' ۳۸۶ ☆☆

۱۵/جنوری ۱۸۹۸ء

نماز تہجد کے بعد استخارہ کیا کہ آیا مجھ کو حضرت اقدسؑ (کی) تائید میں لکھنا چاہئے کہ نہیں اور دوسرے مولوی محمد حسین کے اشتہار کا جواب دینا چاہئے کہ نہیں جس میں انہوں نے ہم چار شخصوں کو مخاطب کیا ہے۔* اس کے (بعد) نماز صبح میں شریک ہوا۔صبح اٹھتے ہی مجھ کو خبر ہوگئی تھی کہ خواجہ کمال الدین صاحب پاس

☆ اس تاریخ کے ملفوظات الحکم بابت ۱۷/جون ۱۹۰۱ء صفحہ۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆ الہام ''کون کہہ سکتا ہے اے بجلی آسمان سے مت گر'' الحکم بابت ۰۱-۷-۲۴ صفحہ ۱ میں شائع ہو چکا ہے۔کنٹھے والی رؤیا غیر مطبوعہ ہے۔

بقیہ حاشیہ:- کے وقت وہ پیرانہ سالی کی وجہ سے یا نامعلوم اسباب کی وجہ سے ساتھ نہ رہ سکے۔مگر میرا مذہب ان کے متعلق یہ ہے کہ وہ نہایت مخلص اور متقی تھے۔پیرانہ سالی کی وجہ سے اور عمایدِ اختلاف کے ساتھ ذاتی تعلقات کی وجہ سے زیر اثر رہے مگر کبھی حضرت امیر المؤمنین کے خلاف ایک لفظ نہ کہا۔ان کا ادب اور ان سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔جلد فوت ہوگئے۔اگر موقعہ ملتا تو وہ ضرور واپس آتے۔ان کا ذکر آئینہ کمالات اسلام اور ضمیمہ انجام آتھم کی فہرستوں میں ۴۹ اور ۲۳۸ نمبروں پر آتا ہے۔

* مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں۔

''مولوی محمد حسین نے حضرت نواب صاحبؓ کے ایک خط کا ایک فقرہ کوٹ (quote) کیا تھا جو آتھم کی پیشگوئی کے متعلق نواب صاحبؓ نے لکھا تھا۔''

ہو گئے ہیں میں (نے) ان کو مبارک باد دی اور حضرت اقدسؑ نے اس کامیابی کے سلسلہ میں ایک لطیف گفتگو کی۔☆ اس کے بعد حضرتؑ مسجد سے تشریف لے گئے۔ میں بھی ڈیرے آیا۔ قرآن شریف کا ایک ربع پڑھا اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحبؓ مع خواجہ کمال الدین صاحب (و) چند دیگر برادران تشریف لائے۔ قرآن شریف کا درس کیا۔ پھر مولوی نورالدین صاحبؓ تشریف لائے۔ اور میری نبض دیکھی اور دوائی دی اور مختلف باتیں حضرت اقدسؑ کے متعلق ہوتی رہیں۔ پھر میں حضرتؑ کے ساتھ سیر کو گیا۔ نماز ظہر پڑھی اور تھوڑا عرصہ حضرتؑ مسجد (میں) تشریف فرما رہے۔ میں بھی بیٹھا رہا۔ اخبار عام پڑھا گیا۔ پھر تشریف لے گئے۔ نماز عصر پڑھی۔ آج بھی میری طبیعت بدمزہ رہی۔ عصر کی نماز کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب تشریف لائے اور نماز مغرب تک تشریف رکھتے رہے۔ پھر نماز مغرب (با) جماعت پڑھی۔ نماز عشاء پڑھی۔

۱۶ر جنوری ۱۸۹۸ء

ساڑھے تین بجے اٹھا اور ضروریات سے فارغ ہو کر تہجد پڑھی پھر نماز صبح میں شریک ہوا۔ آج خواجہ کمال الدین (صاحب) گھر گئے۔ میں نے منصب علی کو بعض کا غذات لانے کے لئے اور اللہ بخش ☆☆ کو بہ سبب کام نہ ہونے کے کوٹلہ روانہ کر دیا۔ آج بہ سبب حضرتؑ کے بعد نماز نہ بیٹھنے کے میں چلا آیا۔ ایک ربع قرآن شریف کا پڑھا۔ میر ناصر نواب صاحبؓ آ گئے ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد یہ ڈائری لکھ رہا ہوں۔ اب پونے نو بجے ہیں۔ اس کے بعد حضرتؑ تشریف لائے اور کوئی گیارہ بجے تک تشریف فرما رہے اور بہت کچھ گفتگو فرمائی۔ حضرتؑ کے جانے کے بعد کھانا کھایا پھر ظہر میں شریک ہوا۔ بعد نماز ظہر کتاب البریہ دیکھی پھر نماز عصر پڑھی۔ اس کے بعد میرے پاس ایک ہم جماعت اور نبیرہ مرزا اعظم* بیگ صاحب تشریف لائے اور نماز مغرب کے قریب تک بیٹھے رہے۔ نماز عشاء کے (بعد) حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ

☆ یہ لطیف تقریر احباب الحکم بابت ۱۰-۶-۲۴ صفحہ ۱، ۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆ ان کا ذکر ۹۸-۱-۹ کی ڈائری میں ہے۔

* مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں

’’مرزا اعظم بیگ صاحب ایک مشہور خاندان کے رئیس تھے۔ حکومت پنجاب میں وہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور مہتمم بندوبست تھے۔ مرزا امام دین، مرزا نظام الدین صاحبان کی ہمشیرہ ان کے بڑے بیٹے مرزا اکبر بیگ کو

تشریف لائے اور قریباً آٹھ بجے تک بیٹھے (رہے)......صاحب نومسلم بھی تھے۔آج بھی استخارہ کیا۔صبح میں نے حضرتؑ سے سوال کیا کہ حدیث میں دین العجائز...... ہے اور قرآن شریف میں جابجا عقل کی طرف بڑی توجہ دلائی جاتی ہے۔اس کی تطبیق کس طرح ہوسکتی ہے۔فرمایا دین العجائز ہر ایک کے لئے نہیں بلکہ انسانوں

بقیہ حاشیہ:- بیاہی گئی تھی۔وہ قسطنطنیہ میں ڈاکٹر تھے جو جنگ روم روس میں چلے گئے تھے۔مکرم مرزا غلام اللہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے۔یہی وہ مرزا اعظم بیگ ہیں جنہوں نے قادیان جائیداد خریدی۔اور جس کے پڑپوتے مرزا اکرم بیگ سے اور کچھ اس کے باپ مرزا افضل بیگ سے خریدی۔پہلا سودا مرزا افضل بیگ سے خاکسار عرفانی کے توسط سے ہوا تھا۔اس نے مجھے پانچ گھماؤں زمین دی میں نے اسے انجمن کے نام پر ہی ہبہ کرادیا۔میرا خیال ہے کہ (نبیرہ) مرزا اعظم بیگ سے مراد مرزا اسلم بیگ ہے۔جو کچھ دنوں چیفس کالج میں داخل ہوا تھا۔اس کا بھائی مرزا احسن بیگ سلسلہ میں داخل ہے اور مرزا ارشد بیگ خود بھی اور اس کا خاندان داخل سلسلہ ہے۔''

مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''مرزا اسلم بیگ صاحب احمدی نہ تھے عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں۔انڈیمان میں کمشنر یا اسسٹنٹ کمشنر رہ چکے تھے۔مرزا ارشد بیگ صاحب فوت ہو چکے ہیں۔محترمہ محمدی بیگم صاحبہ کی دو ہمشیرگان مرزا احسن بیگ صاحب اور مرزا ارشد بیگ صاحب سے بیاہی گئی تھیں۔مرزا احسن بیگ صاحب رئیس کامٹہ کوٹہ (Kotah) راجستھان بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہیں۔حضرت اقدسؑ آپ کو بہت عزیز جانتے تھے۔چنانچہ حضورؑ نے ان کی خاطر مجھے ان کے پاس کوٹہ بھیج دیا تھا۔جب میں آنے کا ارادہ کرتا مرزا صاحب حضورؑ کی خدمت میں تحریر کر دیتے اور حضورؑ مجھے وہیں ٹھہر جانے کا حکم دے دیتے۔آخر کئی سال بعد ایک دفعہ شکار میں زخمی ہوا تو واپسی ہوئی۔میں نے مرزا صاحب کو حضورؑ کے ہمراہ بٹالہ کے سفر میں رتھ میں سوار دیکھا ہے۔'' ۲-۸-۱۸ کو مرزا صاحب کی طرف سے درخواست بیعت پر حضرت اقدسؑ کی تقریر کا ذکر الحکم بابت ۰۲-۸-۲۴ صفحہ ۹ پر ہے۔پرچہ ۰۲-۸-۳۱ صفحہ ا پر مرقوم ہے۔''دوسرا نام جو ہم خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ ہمارے عزیز مرزا احسن بیگ صاحب کا نام ہے......مرزا احسن بیگ مرزا اعظم بیگ رئیس لاہور کے نبیرہ ہیں اور ڈاکٹر مرزا اکبر بیگ کے بیٹے۔مرزا احسن بیگ کے بزرگ اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔مگر خدا تعالیٰ نے اس نوجوان کو توفیق دی کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے خادموں میں شریک ہونے کا فخر حاصل کرے۔'' راقم مؤلف سے بھی ان کی خط و کتابت ہے۔

کے ایک طبقہ کے لئے ہے۔انسانوں کے تین طبقے ہوتے ہیں ایک وہ لوگ......سمجھ بہت موٹی ہوتی ہے۔اوروہ دقائق کوسمجھ نہیں سکتے۔ان کے لئے دین عجائز ضروری ہےاور دوسرے وہ لوگ جوسمجھ دار...... لئے عقل کی رہبری ضروری ہے اور پھران سے بالا تر ہیں جو اہل مکاشفہ ہیں۔حضرتؑ نے فرمایا کہ......تائید مجدد......☆ کے لئے ضروری ہے۔(۱) نصوص (۲) عقل (۳) تائیدات من اللہ اور پھر......☆☆

۱۷رجنوری ۱۸۹۸ء

آج صبح چار بجے بیدار ہوا۔نماز صبح میں شریک ہوا۔قرآن شریف کا ایک ربع پڑھا۔پھر کوئی دس بجے کے بعد حضرتؑ کے ساتھ سیر کو گیا۔سیر سے واپس آ کر کھانا کھایا۔حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ بھی شریک طعام تھے۔اور حسب معمول میر ناصر نواب صاحبؓ بھی۔نماز ظہر میں شریک ہوا۔پھر کچھ گھڑی درست کرتا رہا۔نماز ظہر کے بعد آج بھی استخارہ کیا اور حضرتؑ کو دعا کے لئے لکھا کہ میں جولکھنا چاہتا ہوں اس میں شرح صدر ہو۔اور کوئی لوث نہ ہو اور لوگوں کو فائدہ ہو۔پھر نماز عصر پڑھی۔نماز عصر کے بعد پھر گھڑی درست کرتا رہا۔نماز عشاء پڑھی پھر گھڑی درست کرتا رہا اور ایک گھڑی درست ہوگئی۔

۱۸رجنوری ۱۸۹۸ء

نماز صبح میں شریک ہوا۔نماز صبح کے بعد حضرتؑ نے بسوال مولوی عبدالقادرؓ صاحب* اور بسوال مولوی قطب الدین صاحبؓ بڑی بسیط تقریر فرمائی اس کے بعد کوئی نو بجے تشریف لے گئے۔میں ڈیرہ آیا۔قرآن شریف

☆ لفظ پڑھا نہیں گیا۔

☆☆ اس تاریخ کی ڈائری میں جہاں کاغذ پھٹا ہوا ہے وہاں نقطے ڈال دئے گئے ہیں۔

* مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت مولوی عبدالقادر صاحبؓ بڑے پایہ کے حنفی عالم اور صاحب تدریس تھے۔حضرت مولوی (محمد ابراہیم صاحب) بقاپوری ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔بہت نیک اور مخلص عالم تھے مکتوبات میں ان کا ذکر آتا ہے۔تبلیغ کے شائق تھے رضی اللہ عنہ۔خاکسار عرفانی سے ۱۸۸۹ء سے تعلقات مودّت ومحبت تھے۔'' آپ کا نام فہرستہائے آئینہ کمالات اسلام اور ضمیمہ انجام آتھم میں موجود ہے۔حکیم محمد عمر صاحب کے والد بزرگوار تھے۔

کا ایک ربع پڑھا اب یہ ڈائری لکھ رہا ہوں اب دس بجنے والے ہیں۔اس کے بعد میں نے سیر کی تیاری کی اور حضرتؑ کے ساتھ سیر کو گیا۔آج باغ کی طرف سیر کو گئے پھر کھانا کھایا۔اتنے (میں) نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔ سب نمازیں حسب معمول پڑھیں نماز عصر کے بعد حضرت مولانا آئے اور مولوی برہان الدین صاحب تشریف (لائے) اور دو صاحب اور۔آج میں (نے) مضمون لکھنا بھی شروع کیا۔یہ مضمون حضرت اقدسؑ کی تائید میں ہوگا۔ آج نماز عشاء کے بعد منشی یعقوب علی (صاحب آئے) ☆ اور کچھ ان سے اخبارات کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔

۱۹/جنوری ۱۸۹۸ء

نماز صبح میں شریک ہوا۔اب تک کہ نو بجے (ہیں) حسب معمول کچھ حضرتؑ کے پاس بیٹھا۔☆☆ آج میری طبیعت پھر بدمزہ رہی۔اور پیچش کے آثار معلوم ہوتے تھے۔آج بعد نماز ظہر شیخ عبداللہ* کو خط لکھا۔ایک ماسٹر علی شیر کو اور ایک خواجہ کمال الدین صاحب کو اور ایک خط مولوی عبداللہ صاحب** کو لکھا اور ایک خط مولوی محمد حسین صاحب*** کو لکھا۔آج سیر کو نہیں گئے۔قریب مغرب مولوی عبدالکریم صاحبؓ تشریف لائے۔مولوی عبداللہ صاحب کے نام کا خط سن کر خوش ہوئے بعد نماز عشاء عبدالرحیم صاحب نومسلم**** تشریف لائے اور نو بجے تک بیٹھے رہے۔

جمعہ/۲۱ جنوری ۱۸۹۸ء

آج صبح ...... نماز باجماعت ادا کی۔صرف یہ قابل ذکر ہے حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ طاعون کے

☆ مراد مکرم عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم۔

☆☆ اس روز کی حضورؑ کی تقریر کے لئے الحکم جلد ۵ (نمبر ۲۸ صفحہ ۱ تا ۳)۔ (نمبر ۲۹ صفحہ ۱ تا ۲)۔ (نمبر ۳۰ صفحہ ۱ تا ۳)۔ (نمبر ۳۱ صفحہ ۱ تا ۳)۔ (نمبر ۳۲ صفحہ ۱ تا ۳)۔ (نمبر ۳۳ صفحہ ۱ تا ۲) (نمبر ۳۴ صفحہ ۱ تا ۲) ملاحظہ فرمائیں۔

* مراد شیخ عبداللہ صاحب نومسلم وکیل جو علی گڑھ میں اب تک زندہ ہیں۔

** مراد مولوی عبداللہ صاحب فخری

*** مراد بٹالوی

**** مراد مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب حال درویش قادیان۔

بارے میں ہم نے تہجد کے وقت جو بہت دعا کی تو اس وقت بعد دعا الہام ہوا کہ ان اللّٰہ لایغیرّ ما بقوم حتّٰی یغیر وا ما بانفسھم ۔۳۸۷ اس سے ہم کو بڑا خوف ہوا۔اور اس پر ایک بڑی لمبی پر لطف تقریر فرمائی۔☆
اس روز جمعہ تھا اس لئے نماز جمعہ کے بعد حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ (نے) ایک وعظ فرمایا کیونکہ حضرت اقدسؑ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ گاؤں کے لوگوں کو اطلاع دیں کہ جمعہ میں آئیں۔اور ان کو وعظ کرو تا کہ وہ خوف کریں اور خدا کے عذاب سے بچیں۔

۲۲؍جنوری ۱۸۹۸ء

نماز صبح با جماعت ادا کی پہلے دو روز سیر کو نہیں گئے تھے۔آج دس بجے سیر کو گئے۔☆☆

۲۳؍جنوری ۱۸۹۸ء

نماز صبح میں شریک ہوا بعد نماز صبح حضرت اقدسؑ نے نو بجے تک ایک بڑی مفصل تقریر فرمائی۔آج سیر کو نہیں گئے۔آج حضرتؑ کے سر میں درد تھا۔اس لئے باقی نمازوں میں باہر تشریف لا کر جماعت میں شریک نہیں ہوئے۔آج بعد نماز ظہر مولوی محمد احسن صاحب اور سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تشریف لائے۔بعد نماز عصر مولوی عبدالکریم صاحب، مولوی نورالدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب تشریف لائے۔آج چاند ماہ رمضان نکلا۔

۲۴؍جنوری ۱۸۹۸ء

آج ماہ مبارک رمضان کی پہلی تاریخ ہے۔صبح پونے تین بجے بیدار ہوا۔تہجد پڑھی۔پھر ساڑھے چار بجے کھانا کھایا۔کچھ استغفار وغیرہ کرتا رہا۔نماز صبح با جماعت پڑھی۔قرآن شریف کا ایک ربع پڑھا۔قرآن شریف پڑھنے کے بعد کچھ کتابیں دیکھیں پھر چونکہ نظام الدین صاحب* آ گیا اس سے باتیں کرتا رہا۔اس کے بعد میں (نے) ایک مضمون لکھنا شروع کیا پھر نماز ظہر پڑھی اس کے (بعد) حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب تشریف لائے ان کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔پھر حضرت مولانا تشریف لے گئے۔نماز عصر با جماعت

☆ اس الہام اور اس تاریخ کی ڈائری کے لئے دیکھئے (الحکم بابت ۱۰-۷-۲۴ صفحہ ۱)
☆☆ آگے نماز کسوف کا ذکر آتا ہے۔یہ حصہ صوم وصلوٰۃ کی پابندی کے عنوان کے ماتحت نقل کیا گیا ہے۔
* مراد مرزا نظام الدین صاحب۔

پڑھی۔ پھر حافظ داؤد صاحب☆ کو خط لکھا۔اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحبؓ آ گئے۔ان سے باتیں کرتا رہا۔نماز مغرب جماعت کے ساتھ پڑھی بعد نماز عشاء قریب ساڑھے سات بجے سو گیا۔

۲۵ر جنوری ۱۸۹۸ء

آج صبح تین بجے کے بعد کچھ منٹ گزرے (کہ) بیدار ہوا۔تہجد پڑھی پھر کھانا کھایا (سحری)۔نماز با جماعت پڑھی۔بعد نماز قرآن شریف کا ایک ربع پڑھا۔اب کہ سوا سات بجے ہیں یہ ڈائری لکھی۔

بروز بدھ ۲۶ر جنوری ۱۸۹۸ء

آج بھی ڈائری لکھنی بھول گیا امور معمولی حسب معمول ہوئے۔آج نئی بات یہ ہوئی کہ میں نے تجدید بیعت حضرت اقدس مرزا صاحب سے کی اور صفدر علیؓ نے بھی بیعت کی☆☆ یہ بیعت بیعت توبہ تھی۔

☆ مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''حافظ داؤد صاحب مالیر کوٹلہ کے تھے سلسلہ کے ساتھ تعلق نہ تھا نواب صاحب انہیں تبلیغ کر رہے تھے۔''

☆☆ مرزا صفدر علی صاحب رضی اللہ عنہ کا ذکر ۹۸-۱-۹ کی ڈائری میں گزر چکا ہے آپ کا نام فہرست آئینہ کمالات اسلام میں نمبر ۵۔۳ پر ہے۔آپ کی وفات اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کا ذکر الفضل بابت ۲۴-۸-۲۱ میں آتا ہے۔آپ ۲۴-۸-۱۸ کو فوت ہو کر قطعہ نمبر ۲ حصہ ۱۴ قبر نمبر ۵ میں دفن ہوئے۔

مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''صفدر علی صاحبؓ مرزا تھے۔نواب صاحبؓ کے بچپن کے زمانہ سے ان کے ساتھی تھے۔اور نواب صاحب باوجود خادم ہونے کے اسے محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔وہ بہت ہوشیار اور تجربہ کار تھے۔نواب صاحبؓ کے تمام سفروں میں ساتھ رہے اور ان کے خدام میں وہ پہلے آدمی تھے جو بیعت ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو نوازا ایک لڑکی مولوی محمد صاحب بھاگلپوری جو مدراس میں ڈائرکٹر تعلیم اور پروفیسر وغیرہ رہ چکے ہیں ان سے بیاہی گئی اور ایک لڑکا سندھ میں خوش حال زمیندار اور سلسلہ کے کاموں میں مال (کی) قربانی کرنے والا ہے۔**اللّٰھم زدفزد**۔ سندھ والے بیٹے مرزا صالح علی صاحب ہیں۔جن کی طرف سے پچاس روپے امداد درویشاں میں دینے کا ذکر الفضل بابت ۵۲-۲-۲۸ صفحہ ۴ میں مرقوم ہے۔الحکم جلد ۵ نمبر ۴ صفحہ ۱۶ کالم ۱ میں مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے ایک شیخ قائم علی صاحب کے چندہ کا ذکر آتا ہے۔مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب فرماتے ہیں کہ

۲۷؍جنوری ۱۸۹۸ء

آج صبح پونے تین بجے غالباً بیدار ہوا۔نماز تہجد ادا کی۔پھر کھانا (بوقت سحری) کھایا اور پھر نماز صبح باجماعت پڑھی اس کے بعد قرآن نصف سیپارہ پڑھا اور پھر مضمون بہ تائید حضرت اقدسؑ لکھنا شروع کیا مگر تھوڑا لکھا تھا کہ خواجہ کمال الدین صاحب آ گئے انہوں نے کچھ منن الرحمٰن کے متعلق پوچھا۔اس میں وقت ظہر تک گفتگو رہی۔ظہر کی نماز باجماعت پڑھی اور کچھ لکھا پھر نماز عصر پڑھی اور پھر وہی مضمون لکھا۔اس کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب کو میں نے ترجمہ کے لئے بلایا پھر ان سے باتیں کرتا رہا اور چونکہ تھک گیا تھا اس لئے پھر میں نے کام چھوڑ دیا اور غروب آفتاب پر روزہ افطار کر کے نماز مغرب پڑھی اور کھانا کھا کر نماز عشاء پڑھ کر ساڑھے سات بجے پلنگ پر گیا۔آج مجھ کو زکام اور کھانسی رہا مگر کل کی نسبت کچھ کم۔

بروز جمعہ ۲۸؍جنوری ۱۸۹۸ء

آج صبح تین بجے بیدار ہوا۔نماز تہجد پڑھی پھر سحری کھا کر کچھ عرصہ توقف کیا پھر نماز صبح باجماعت پڑھی۔قرآن شریف کا ایک ربع پارہ پڑھا۔آج بھی کھانسی اور زکام ہے مگر کل سے کسی قدر زیادہ۔

بروز بدھ ۱۳؍نومبر ۱۹۰۱ء

سفر قادیان دارالامان۔صبح سوا آٹھ بجے گھر سے روانہ ہوئے۔ساتھ مندرجہ ذیل اشخاص تھے۔ خود، عبدالرحمٰن، محمد نواب خاں صاحب، سید عنایت علی، منصب علی خاں، نبی، قائم علی، ولایت علی خاں۔دو بجے کے وقت امرتسر پہنچے۔بعد نماز ظہر و عصر کوئی پانچ بجے سیر کے لئے گئے۔☆

بقیہ حاشیہ:۔ ''غلطی سے ان کے نام کے ساتھ ''شیخ'' مرقوم ہوا۔ یہ مرزا اصفر علی صاحب ملازم حضرت والد صاحب کے بیٹے تھے۔مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ ''قائم علی صاحب وفات پا چکے ہیں۔''

☆ اسماء مذکورہ میں مراد نواب صاحب کے صاحبزادہ میاں عبدالرحمٰن صاحب، محمد نواب خان صاحب ثاقب میرزا خانی، میر عنایت علی لدھیانوی، قائم علی ولد مرزا اصفر علی صاحب ہیں۔قائم علی صاحب نیز نبی کا ذکر گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ولایت علی خان صاحب کے متعلق مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ وہ نواب صاحب کے ہم قوم تھے۔

۱۴ر نومبر ۱۹۰۱ء

صبح......نماز پڑھی گیارہ بجے بٹالہ پہنچے فوراً رتھ میں سوار ہوکر قادیان کو روانہ ہوئے۔ رتھ کے ہچکولے کھاتے گرد پھانکتے روانہ ہوئے قادیان پہنچے۔☆ آرزو دارم کہ خاک آں قدم طوطائے چشم سازم دم بدم۔ یہاں نماز ظہر اور عصر پڑھی۔ اتنے میں حضرت اقدسؑ تشریف لائے۔ ایک بڑی عمدہ تقریر (کی) جس کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان کو دنیا پر دین کو مقدم کرنا چاہئے۔ متقی بننا چاہئے۔ متقی کے معنی ہیں کہ اس پر بحیثیت امور دنیا ایک موت وارد ہوگئی ہو۔ یعنی مکروہات دنیا سے بالکل بے تعلق ہوگیا (ہو) اور موت کے بعد جو زندگی ملتی ہے۔ اس سے مستفید ہو۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو متقی بننا چاہئے اور یہاں اکثر آنا چاہئے تا کہ صحبت سے مستفید ہوکر ان کے اتقاء میں تکمیل ہو۔ قریب مغرب حضرت اقدسؑ تشریف لے گئے۔ بوقت مغرب ہم نے جماعت کے ساتھ مسجد بیت الذکر میں نماز پڑھی۔ پھر بعد نماز حضرتؑ بیٹھے رہے اور تذکرے اور غسل مصفیٰ سنتے رہے اور بہت عمدہ عمدہ تقریریں کیں۔☆☆ اس کے بعد سب نے نماز عشاء پڑھی پھر حضرت اقدسؑ تشریف لے گئے۔

☆ آپ کے قادیان اس ہفتہ وارد ہونے کا ذکر الحکم بابت ۱۷-۱۱-۰۱ صفحہ ۱۳ کالم ۳ میں مرقوم ہے۔

☆☆ یہ عمدہ تقریر قارئین کرام کے فائدہ کے لئے الحکم ۱۷-۱۱-۰۱ صفحہ ۱۴ سے نقل کی جاتی ہے۔ ’’حضرت اقدسؑ بعد از نماز مغرب حسبِ معمول بیٹھے تھے۔ ایک شخص پیش ہوا جو دِل سے مسلمان ہو چکا تھا مگر بعض وجوہات کے سبب سے بظاہر حالت کفر میں رہتا تھا۔ اِس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ دنیا چندروزہ ہے۔ شہادت کو چھپانا اچھا نہیں۔ دیکھو بادشاہ کے پاس جب کوئی تحفہ لے کر جائے مثلاً سیب ہی ہو اور سیب ایک طرف سے داغی ہو تو وہ اس تحفہ پر کیا حاصل کر سکے گا۔ مخفی ہونے میں بہت سے حقوق تلف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نماز با جماعت، بیمار کی عیادت، جنازہ کی نماز، عیدین کی نماز وغیرہ سب حقوق مخفی رہ کر کیونکر ادا کئے جا سکتے ہیں۔ مخفی رہنے میں ایمان کی کمزوری ہے۔ انسان اپنے ظاہری فوائد کو دیکھتا ہے مگر وہ بڑی غلطی کرتا ہے۔ کیا تم ڈرتے ہو کہ سچی شہادت کے ادا کرنے سے تمہاری روزی جاتی رہے گی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ o فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ۔**[۳۸۸] تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے یہ سچ ہے۔ زمین پر خدا کے سوا کون ہے جو اس رزق کو بند کر سکے یا کھول سکے۔ اور فرماتا ہے **وھو یتولی الصالحین** [۳۸۹] نیکوں کا وہ آپ والی بن جاتا ہے۔ پس کون ہے جو مرد صالح کو ضرر دے سکے اور اگر کوئی مصیبت یا تکلیف انسان پر آپڑے۔ **من یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجًا** [۳۹۰] جو خدا کے آگے تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ خدا اس کے لئے ہر ایک تنگی اور تکلیف سے نکلنے کی راہ بتادیتا ہے۔ اور فرمایا **ویرزقہ من حیث لایحتسب** [۳۹۱] وہ متقی کو ایسی راہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے رزق

بروز جمعہ ۱۵/نومبر ۱۹۰۱ء

صبح چار بجے اٹھے۔نماز صبح بیت الذکر میں جماعت کے ساتھ پڑھی۔ بعد نماز......فونوگراف درست

بقیہ حاشیہ:- آنے کا خیال وگمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں وعدوں کے سچا کرنے میں خدا سے بڑھ کر کون ہے؟ پس خدا پر ایمان لاؤ۔ خدا سے ڈرنے والے ہرگز ضائع نہیں ہوتے **یجعل لہٗ مخرجًا** یہ ایک وسیع بشارت ہے تم تقویٰ اختیار کرو۔ خدا تعالیٰ تمہارا کفیل ہوگا۔ اس کا جو وعدہ ہے وہ سب پورا کردے گا۔ ’’مخفی رہنا ایمان میں ایک نقص ہے۔ جو مصیبت آتی ہے اپنی کمزوری سے آتی ہے۔ دیکھو آگ دوسروں کو کھا جاتی ہے پر ابراہیمؑ کو نہ کھا سکی۔ مگر خدا کی راہ بغیر تقویٰ کے نہیں کھلتی۔ معجزات دیکھنے ہوں تو تقویٰ اختیار کرو۔ ایک وہ لوگ ہیں جو ہر وقت معجزات دیکھتے ہیں۔ دیکھو آج کل میں عربی کتاب اور اشتہار لکھ رہا ہوں۔ اس کے لکھنے میں سطر سطر میں میں معجزہ دیکھتا ہوں۔ جبکہ میں لکھتا لکھتا اٹک جاتا ہوں تو مناسب موقع فصیح و بلیغ پر معانی و معارف فقرات والفاظ خدا کی طرف سے الہام ہوتے ہیں۔ اور اس طرح عبارتوں کی عبارتیں لکھی جاتی ہیں۔ اگرچہ میں اس کو لوگوں کی تسلی کے لئے پیش نہیں کرسکتا مگر میرے لئے یہ ایک کافی معجزہ ہے۔ اگر میں اس بات پر قسم بھی کھا کر کہوں کہ مجھ سے پچاس ہزار معجزہ خدا نے ظاہر کرایا تب بھی جھوٹ ہرگز نہ ہوگا۔ ہر ایک پہلو میں ہم پر خدا کی تائیدات کی بارش ہو رہی ہے عجب تر ان لوگوں کے دل ہیں جو ہم کو مفتری کہتے ہیں۔ مگر وہ کیا کریں ’’ولی را ولی مے شناسد‘‘ کوئی تقویٰ کے بغیر ہمیں کیونکر پہچانے۔ رات کو چور چوری کے لئے نکلتا ہے۔ اگر راہ میں گوشہ کے اندر وہ کسی ولی کو بھی دیکھے جو عبادت کررہا ہو وہ بھی سمجھے گا کہ یہ بھی میری طرح کوئی چور ہے۔ خدا عمیق در عمیق چھپا ہوا ہے اور ایسا ہی وہ ظاہر در ظاہر ہے۔ اس کا ظہور اتنا ہوا کہ وہ مخفی ہو گیا جیسا سورج کہ اس کی طرف کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ خدا کا پتہ حق الیقین کے ساتھ نہیں پا سکتے۔ جب تک کہ تقویٰ کی راہ میں قدم نہ ماریں۔ دلائل کے ساتھ ایمان قوی نہیں ہوسکتا۔ بغیر خدا کی آیات دیکھنے کے ایمان پورا نہیں ہوسکتا۔ یہ اچھا نہیں کہ کچھ خدا کا ہو اور کچھ شیطان کا ہو۔ صحابہ کو دیکھو کس طرح اپنی جانیں نثار کیں۔ ابوبکرؓ جب ایمان لایا تو اس نے دنیا کا کون سا فائدہ دیکھا تھا؟ جان کا خطرہ تھا اور ابتلا بڑھتا جاتا تھا مگر صحابہؓ نے صدق خوب دکھایا۔ ایک صحابی کا ذکر ہے وہ کملی اوڑھے بیٹھا تھا کسی نے اس کو کچھ کہا۔ عمرؓ پاس سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا اس شخص کی عزت کرو۔ میں نے اس کو دیکھا ہے کہ یہ گھوڑے پر سوار ہوتا تھا اور اس کے آگے پیچھے کئی کئی نوکر چلتے تھے۔ صرف دین کی خاطر اس نے سب سے ہجرت کی۔ دراصل یہ آنحضرتؐ کی روحانیت کا زور تھا جو صحابہؓ میں داخل ہوا۔ اس کا کوئی جھوٹ ثابت نہیں۔ ہر امر میں ایک کشش

کئے۔نو بجے کے (وقت)مدرسہ اور بورڈنگ ہاؤس دیکھا۔مکان نہایت بے ترتیب بنے ہوئے ہیں۔(پیر)منظور محمد صاحبؓ (مرحوم موجد قاعدہ یسرنا القرآن)اپنے قاعدے کو سناتے رہے۔قاعدہ سائیٹیفک ہے۔پھر نماز جمعہ کے (لئے) مسجد جامع میں گئے۔وہاں پر مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا نہایت عمدہ خطبہ سنا۔نماز جمعہ کے بعد گھر آئے۔مولوی نورالدین (صاحبؓ) میری درخواست پر تشریف لائے۔ان سے اپنے حالات امراض اور امور مدرسہ پر گفتگو ہوتی رہی۔اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحبؓ تشریف (لائے) نماز عصر بیت الذکر میں پڑھی۔بعد نماز عصر فونوگراف حضرت اقدسؑ کو سنائے اور دوسلنڈر مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے بھرے۔نماز مغرب کے لئے بیت الذکر میں گئے۔بعد نماز حضرتؑ نے ڈوئی کی کتاب سنی اور مختلف امور پر بہت عمدہ تقریریں ہوئیں۔

نوٹ- یہ کتاب ڈوئی نے فریمسین کے حالات پر لکھی ہے اور عجب طرح ان اسرار کو ظاہر کیا ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نہایت سفاک اور ظالم فرقہ ہے۔ممبران لاج بھی بخوفِ جان کسی کو کچھ نہیں بتلاتے۔

۱۶رنومبر ۱۹۰۱ء

نماز تہجد پڑھی پھر نماز فجر کے لئے بیت الذکر میں گیا بعد نماز ڈیرہ آیا یہاں آکر میں نے ایک خط بابت حالات مدرسہ لکھا جس کا یہ خلاصہ تھا کہ حضرت اقدسؑ کا اس مدرسہ سے کیا مقصد ہے۔اس خط کے بھیجنے کے تھوڑے عرصہ بعد حضرت اقدسؑ سیر کے لئے تشریف لائے یہ کوئی ساڑھے آٹھ بجے تھے۔حضرت اقدسؑ نے میرے خط ہی کی تمہید پر تمام سیر میں نہایت عجیب گفتگو فرمائی۔اس میں سے میرے خط کے متعلق خلاصہ تو یہ تھا کہ ہمارا اصل مقصد دینی تعلیم ہے۔مگر اس کو بسہولت مدرسہ میں داخل کرنا چاہیئے تاکہ بچے گھبرا نہ جائیں۔اور ہمارا مقصد صرف جاہل مولوی بنانا بھی نہیں کہ باوجود کتابوں کے پڑھنے کے عقل سے کام نہیں

بقیہ حاشیہ:- ہوتی ہے۔دیکھو دیوار کی اینٹوں میں ایک کشش ہوتی ہے ورنہ اینٹ اینٹ الگ ہو جائے۔ایسی ہی ایک جماعت میں ایک کشش ہوتی ہے۔......غرض خدا کی راہ میں شجاع بنو۔انسان کو چاہیئے کبھی بھروسہ نہ کرے کہ ایک رات میں زندہ رہوں گا۔بھروسہ کرنے والا ایک شیطان ہوتا ہے انسان بہادر بنے۔یہ بات زور بازو سے نہیں ملتی۔دعا کرے اور دعا کرے۔صادقوں کی صحبت اختیار کرے۔سارے کے سارے خدا کے ہو جاؤ۔دیکھو کوئی کسی کی دعوت کرے اور نجس ٹھیکرے میں روٹی لے جائے اسے کون کھائے گا؟ وہ تو الٹا مار کھائے گا۔باطن بھی سنوارو اور ظاہر بھی درست کرو۔انسان اعمال سے ترقی نہیں کرسکتا۔آنحضرتؐ کا رتبہ سمجھنے سے ترقی کرسکتا ہے۔''

لیتے اور ثبوت کے بعد ہماری مخالفت پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور ہم کو اس سے بڑا افسوس اور رنج ہوتا ہے۔ جب ہم اپنی جماعت میں اختلاف سنتے ہیں۔ ہم تو یہ دعائیں کرتے ہیں کہ تم میں اتفاق ہو اور وہ گندی باتیں تم میں نہ ہوں جو دوسرے دنیا داروں میں ہیں۔ میں اب تک اپنے مریدوں پر یہ حسن ظن کرتا ہوں ان سب کی نیت بہتر ہے گو اختلاف ہے۔ اور اگر یہ حالت نقار تک پہنچی ہے تو پھر گویا ہم سے تم نے کچھ فائدہ ہی نہیں اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔ الحمد للہ کہ تفسیر اس دوران گفتگو میں عجیب ہی کی۔ فرمایا کہ مخالف ہی معارف کے ظاہر کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کیا معارف ظاہر کرائے تھے جو بلا دلیل دریافت مان بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ اگر مخالفت نہ ہوتی تو قرآن شریف کے یہ تیس سیپارہ نہ ہوتے۔ ہماری کتابیں بھی مخالفین ہی نے لکھوائی ہیں۔ الحمد بھی آئندہ کے مخالفین نے لکھوائی ہے۔ فرمایا عیسائی الرحمٰن اور الرحیم کے منکر ہیں۔ اور **غیر المغضوب علیھم و لاالضالین** میں پیشگوئی ہے۔ مغضوب علیہم سے مراد مخالف یہود اور الضالین سے مراد عیسائی ہیں۔ تو اشارہ کہ چونکہ مسلمانوں نے یہودیوں (کی) مماثلت کرنی ہے اس لئے ان کے لئے انہی میں سے مسیح آنا چاہئے تھا اور عیسائیت کا بھی عروج۔ واپسی پر مدرسہ کے لئے چندہ فراہم کرنے کی تقریر کی بلکہ یہاں تک (فرمایا) کہ جو ایسے چندہ سے پہلو تہی کرتے ہیں وہ گویا ہمارے مرید نہیں۔ بعد سیر ...... کھانا کھایا اور پھر مدرسہ دیکھنے گئے۔ اس کے بعد معائنہ مدرسہ کا ذکر ہے جو مدرسہ کے تعلق میں نقل ہو چکا ہے (مؤلف)۔ اس کے بعد نماز ظہر اور عصر جمع پڑھی گئی۔ پھر مدرسہ کے متعلق مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے گفتگو ہوئی۔ بعد نماز مغرب ڈوئی کی کتاب پڑھی گئی۔ ہاں نماز مغرب سے پہلے میں نے ایک خط بابت خلاصہ گفتگو مولوی نورالدین صاحبؓ بھیجا خاں صاحب نواب خاں صاحب نے نماز مغرب کے بعد تجدید بیعت کی۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے شیخ عبداللہ بی۔ اے کا خط سنایا جو مولوی نورالدین صاحبؓ کے نام آیا تھا۔ اور اس میں صوفیوں پر پھبتیاں اور حضرت اقدسؑ پر اعتراضانہ اشارے کئے تھے۔☆ آج حضرت اقدسؑ

☆ الف- مراد چوہدری نواب خان صاحب تحصیلدار گجرات جو ۱۶؍نومبر کو قادیان آئے جیسا کہ الحکم جلد ۵ نمبر ۴۲ صفحہ ۱۳ کالم ۳ میں مرقوم ہے۔ (ب) الحکم جلد ۵ نمبر ۴۲ صفحہ ۴ پر زیر عنوان ''دارالامان کی شام'' مکرم مفتی محمد صادق صاحب کے ڈوئی کے لیکچر سنانے کا اور ڈائری میں مرقوم الہام ورؤیا کا ذکر ہے۔ جیسا کہ میں نواب صاحب کے سرسید مرحوم سے تعلق کے ضمن میں تحریر کر چکا ہوں۔ گو شیخ عبداللہ صاحب کا نام فہرست آئینہ کمالات اسلام میں ۲۹۹ نمبر پر ذکر ہے لیکن مکرم عرفانی صاحب فرماتے ہیں کہ ''شیخ عبداللہ نے کبھی بیعت

نے الہام سنایا وہ یہ ہے......مَحْمُوْمٌ۔ نَظَرْتُ اِلَی الْمَحْمُوْمِ۔ اس کے بعد بکرے کی ران کا ٹکڑا لٹکتا ہوا دیکھا فرمایا کہ منذر خواب ہے۔'' ۳۹۲ ☆

۱۷؍نومبر ۱۹۰۱ء

تہجد پڑھی۔ حسب معمول نماز صبح کے بعد ڈیرے آئے۔ مولوی محمد علی صاحب سے تخلیہ میں مدرسہ کے متعلق گفتگو ہوئی انہوں نے اس جھگڑے کے مٹانے کے لئے اپنی علیحدگی کی پسندیدگی ظاہر کی۔ جس سے

☆ یہ الہام ورؤیا الحکم بابت ۱۷؍نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۴ میں مرقوم ہیں۔

بقیہ حاشیہ:- نہیں کی۔ میرا علم یہ ہے وہ نومسلم تھے حضرت حکیم الامتہؓ ان کی مدد کرتے تھے۔ اس دفعہ (یعنی جلسہ سالانہ ۹۲ء پر مؤلف) جو آئے تھے تو حضرت حکیم الامتہؓ نے کامیابی کی خوشی میں ایک اشرفی ان کو دی تھی۔'' شیخ صاحب علی گڑھ میں زندہ ہیں وہ بھی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔

ڈائری میں جو کچھ شیخ عبد اللہ صاحب کے متعلق مذکور ہے اس کا ذکر پرچہ مذکور میں موجود ہے۔ وہاں مرقوم ہے۔ ۱۶؍نومبر بعد نماز مغرب ......مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے شیخ عبد اللہ بی۔ اے پلیڈر علی گڑھ کا ایک خط سنایا جو اس نے حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کے نام لکھا تھا اس میں ایک رجبی کے جلسہ کا تذکرہ لکھا تھا اور آخر میں معجزات پر ہنسی کی ہوئی تھی۔ طرز بیان اور ادائے مطلب کا طریق مضحکہ خیز اور استہزاء کا تھا اور معجزات اور مکالمات الٰہیہ کو اور پیشگوئیوں کو اسلام کے لئے داغ قرار دیا گیا تھا اس کو سن کر حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔

افسوس ہے ان لوگوں نے اسلام کو بدنام کیا ہے جس بات کو سمجھتے نہیں اس میں یورپ کے فلاسفروں کی چند بے معنی کتابیں پڑھ کر دخل دیتے ہیں۔ معجزات اور مکالمات الٰہیہ ہی ایسی چیزیں ہیں جن کا مردہ ملتوں میں نام ونشان نہیں ہے اور معجزہ تو اسلام کی پہلی اینٹ ہے اور غیب پر ایمان لانا سب سے اول ضروری ہے اصل بات یہ ہے کہ اس قسم کے خیالات دہریت کا نتیجہ ہیں جو خطرناک طور پر پھیلتی جاتی ہے۔ سید احمد نے وحی کی حقیقت خود بھی نہیں سمجھی۔ دل سے پھوٹنے والی وحی شاعروں کی مضمون آفرینی سے بڑھ کر کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے روپیہ صرف کیا اور کوشش کی مگر نتیجہ یہ نکلا مولوی صاحب اس کو ضرور خط لکھ دیں اور اسے بتائیں کہ معجزات اور مکالمات اور پیشگوئیاں ہی ہیں جنہوں نے اسلام کو زندہ مذہب قرار دیا ہے۔'' (صفحہ ۳، ۴)

مفہوم ہوتا تھا کہ مولوی نورالدین صاحبؓ کا کمیٹی میں ہونا ان کو پسند نہیں☆۔ حضرت اقدسؑ کے ساتھ سیر کو گئے۔ سیر میں میر ناصر نواب صاحبؓ نے اپنے کسی رشتہ دار کے نام ایک لمبا خط سنایا۔ حضرتؑ نے بعض جگہ تصحیح اور بعض جگہ تائید نہایت عمدہ تقریروں میں کی۔ واپسی پر چونکہ خط ختم نہ ہوا تھا اس لئے مولوی نورالدین صاحبؓ کے مطب کے کمرہ میں خط سنتے رہے اس اثناء میں ایک سیاح انگریز آ گیا۔ اس سے بعد خط سننے کے بعض سوالات اس کے مولد ومسکن اور عزم سفر اور خیالات مذہبی، پیشہ وغیرہ کے متعلق ہوئے جس کا جواب صاف صاف نہ دیا اس کو دو دن کے لئے مہمان رکھا گیا۔ ڈیرہ آ کر کھانا کھایا پھر مولوی نورالدین صاحبؓ تشریف لائے مدرسہ کے متعلق گفتگو کرتے رہے اور انہوں (نے) بعض شکایات ظاہر فرمائیں۔ اس کے بعد مہمان انگریز جس کا نام ڈی ڈی ڈکسن ہے آیا فونوگراف سنا...... عصر...... کے بعد ڈکسن نے حضرتؑ کی مع مریدین تصویر کھینچی۔ ☆☆ اس سے واپس آ کر مولوی عبدالکریم صاحبؓ و مولوی محمد علی صاحب سے مدرسہ کی

☆ مولوی محمد علی صاحب کی جو حالت جون ۰۴ء میں حضرت اقدسؑ کی رؤیا نے ظاہر کی کہ ''آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔'' ۳۹۳ یہ بلاوجہ نہ تھی اس کے آثار کا اس ڈائری سے بھی علم ہوتا ہے۔ اس تعلق میں مکرم ڈاکٹر عطرالدین صاحب درویش (سابق ملازم بمبئی کا بیان درج کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ بیان فرماتے ہیں کہ ''جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تدفین کے بعد ہم واپس شہر روانہ ہوئے۔ ابھی بڑے باغ میں ہی سے گزر رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے میرے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھا مڑ کر کیا دیکھتا ہوں کہ یہ ہاتھ رکھنے والے حضرت خلیفہ اولؓ ہیں۔ آپ نے فرمایا میاں عطرالدین! کیا محمد علی نے بیعت کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مولوی محمد علی صاحب نے آپ کی بیعت کی ہے۔ میرا جواب سن کر حضور آگے بڑھ گئے۔ میرے ساتھ مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے اور مکرم شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔اے تھے۔ ان میں سے ایک نے دریافت کیا کہ حضورؓ نے کیا گفتگو فرمائی ہے تو میں نے اس سوال وجواب کا ان سے ذکر کیا۔'')

☆☆ مسٹر ڈی ڈکسن سیاح کے آنے کا ذکر الحکم جلد ۵ نمبر ۴۲ صفحہ ۱۳ کالم ۳ میں اور تصویر اتارنے کا ذکر نمبر ۴۳ صفحہ ۳ کالم ۲ میں ہے۔ اور اسی نمبر میں حضرت میر صاحبؓ کے خط کے سننے کا ذکر ہے اور اس گفتگو کا بھی جو سیاح سے ہوئی کچھ حصہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے مرقوم ہے۔

''حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب معمول سیر کو نکلے۔ راستہ میں جناب سید ناصر نواب صاحبؓ نے اپنا ایک خط جو انہوں نے اپنے کسی عزیز کے خط کے جواب میں بغرض تبلیغ لکھا ہے سنانا شروع کیا۔

بابت گفتگو کی۔ پھر حسب معمول نماز مغرب وعشاء اور غسل مصفی کے سننے کے بعد دیر میں آکر......سوئے۔☆

☆ اس روز کے دربار شام کے کوائف میں مرقوم ہے۔

پھر مختلف باتوں کے تذکرہ میں فرمایا۔

''جو قویٰ خدا نے انسان کو دیئے ہیں ان سب سے بجز سچے موحد کے کوئی دوسرا کام نہیں لے سکتا۔ شیعہ ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو اپنی ساری کوششوں کا منتہاء امام حسینؓ کو سمجھ بیٹھے۔ ان کو رولینا اور ماتم کر لینا کافی قرار دے لیا۔ ہمارے استاد ایک شیعہ تھے گل علی شاہ ان کا نام تھا کبھی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ منہ تک نہ دھوتے تھے۔ اس پر نواب صاحبؓ نے آپؑ کی تائید میں بیان کیا کہ وہ میرے والد صاحب کے بھی استاد تھے اور وہاں جایا کرتے تھے اور یہ واقعی سچ ہے کہ ان کی مسجدیں غیر آباد ہوتی ہیں۔ ہماری مسجد کا ایسا ہی حال تھا اور اب خدا کے فضل سے وہ آباد ہوگئی ہے لوگ نماز پڑھنے لگے ہیں۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے نواب صاحبؓ کو مخاطب کر کے فرمایا وہ کبھی کبھی آپ کے والد صاحب کا ذکر کیا کرتے تھے اور یہاں سے تین تین مہینہ کی رخصت لے کر مالیر کوٹلہ جایا کرتے تھے۔

میں نے غائبانہ بھی کئی مرتبہ ذکر کیا ہے اور میری فراست بھی یہی بتاتی ہے (یہ نواب صاحبؓ کی مسجد کے آباد ہونے اور نمازیوں کے آنے کے ذکر پر فرمایا) کہ راستی قبول کرنا اور پھر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے ڈر جانا اور اس کی طرف رجوع کرنا آپ کے اور آپ کی اولاد کے اقبال کی نشانی ہے۔ بجز اس کے کہ انسان سچائی سے خدا کی طرف آئے خدا کسی کی پروانہیں کرتا خواہ کوئی ہو۔ مبارک دن ہمیشہ نیک بخت کو ملتے ہیں۔ یہ آثار صلاحیت، تقویٰ اور خدا ترسی کے جو آپ میں پیدا ہو گئے ہیں آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے بہت ہی مفید ہیں۔ ۳۹۴

اس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ جو میں ابتدائے کتاب میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت اقدسؑ اور والد ماجد حضرت نواب صاحبؓ دونوں کے استاد گل علی شاہ صاحب تھے۔

بقیہ حاشیہ:- چونکہ خط بہت لمبا اور طویل تھا اور درمیان میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض مقامات پر اس کی اصلاح یا بعض امور تشریح مزید کی غرض سے بیان فرماتے تھے اس لئے واپس مکان تک پہنچنے پر بھی وہ ختم نہ ہوا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے مناسب سمجھا کہ اسے بیٹھ کر تمام سن لیں۔ حضرتؑ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے مطب میں بیٹھے ہوئے اسے سنتے رہے۔

۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء

اب ہم آئندہ صبح وشام کی ضروریات اورنماز وغیرہ جن کا روزانہ معمول ہے تذکرہ نہ کریں گے۔۲-۱-۸ بجے کے قریب سیر کوحضرت اقدسؑ مع مہمان انگریز ومریدین تشریف لے گئے۔آپ نے اس انگریز سے اپنے مشن کے متعلق بہت بڑی تقریریں فرمائیں۔یہاں سے چلتے ہی آپ نے تقریر فرمائی کہ ہمارا مشن اسی ڈھب کا ہے جس ڈھب پر ابراہیمؑ۔موسیٰؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔بڑی غایت ان کی گناہ کا روکنا اور خدا کومنوانا تھا اگر انسان گناہ سے مجتنب من کل الوجوہ ہے تو وہ ہدایت یافتہ ہے کیونکہ گناہ ایک ایسی زہر ہے جومہلک ہے جب انسان گناہ کوگناہ سمجھتا ہے اور ہرقسم کے گناہ سے بچتا ہے۔یہ ٹھیک ہے کہ ہرایک مذہب کے آدمی خواہ مسلم ہیں یا غیرمسلم سب ایک نہ ایک طرح گناہ میں مبتلا ہیں۔عیسائی

بقیہ حاشیہ:- ایک موقع پر میر صاحب کے عزیز نے اپنے خط میں ترکوں کی برائی لکھی تھی اور میر صاحب اس کا معقول جواب سنا رہے تھے۔حضرت اقدسؑ نے اس پر فرمایا۔

اگرچہ ہمارے نزدیک **ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم** ۳۹۵ ہی ہے اورہمیں خواہ مخواہ ضروری نہیں کہ ترکوں کی تعریف کریں یا کسی اور کی۔مگر سچی اور حقیقی بات کے اظہار سے ہم رک نہیں سکتے۔ترکوں کے ذریعہ سے اسلام کو بہت بڑی قوت حاصل ہوئی ہے۔یہ کہنا کہ وہ پہلے کافر تھے یہ طعن درست نہیں۔کوئی دوسو برس پہلے کافر ہوا کوئی چارسو برس پہلے یہ کیا ہے۔آخر جو امی سید کہلاتے ہیں کیا ان کے ابا واجداد پر کوئی وقت کفر کی حالت کا نہیں گزرا؟ پھر ایسے اعتراض کرنا دانشمندی نہیں ہے۔

ہندوستان میں جب یہ مغل آئے توانہوں نے مسجدیں بنوائیں اوراپنا قیام کیا۔**الناس علی دین ملوکھم** کے اثر سے اسلام پھیلنا شروع ہوا......غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں خدا تعالیٰ نے دو ہی گروہ رکھے ہوئے ہیں ایک ترک دوسرے سادات۔ترک ظاہری حکومت اورریاست کے حق دار ہوئے اور سادات کوفقر کا مبداء قرار دیا گیا۔چنانچہ صوفیوں نے فقر اور روحانی فیوض کا مبداء سادات ہی کوٹھہرایا ہے اور میں نے بھی اپنے کشوف میں ایسا ہی پایا ہے دنیا کا عروج ترکوں کوملا ہے۔حضرت اقدسؑ یہ ذکر کر رہے تھے کہ ایک یورپین صاحب بہادر اندر آئے اورٹوپی اتار کرمجلس میں آگے بڑھے اور بڑھتے ہی کہا......السلام علیکم۔

عصر کی نماز کے بعد اس نے حضرت اقدسؑ کے تین فوٹو لئے۔دو فوٹو آپ کے احباب کے ساتھ لئے اور ایک فوٹو الگ لیا۔‘‘ (صفحہ ۱ تا ۳)

ویورپین ایک طرح کے گناہ کرتے ہیں تو مسلمان دوسری طرح کے۔بات تو یہ ہے کہ کسی قسم کے گناہ نہ کرے۔(۲) دوسری بات خداوند تعالیٰ کو کسی نیکی اور عمدہ کام کے لئے معطی وانعام دہندہ سمجھنا اور بدی کی حالت میں اس کو سزا دینے والا سمجھنا ہے۔ایک فلسفی نظارہ فطرت سے نتیجہ نکال سکتا ہے کہ خدا ہونا چاہئے مگر وہ یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ خدا ہے۔ پس ہمارا مشن ہے کہ خدا ہے انگریز کے اس سوال پر کہ گناہوں کی سزائیں آئندہ جہان میں ہوں گی یا اس جہان میں فرمایا گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک جن کی سزا دنیا میں ملتی ہے اور دوسرے جن کی سزا آخرت میں ملے گی۔ جب کوئی گناہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اس سے دنیا کے انتظام میں فتور آئے تو اس کی سزا دنیا میں ملتی ہے اور وہ اندرونی یا بیرونی گناہ جس کا حال لوگوں کو معلوم نہ ہو یا ارادہ گناہ ہو ان سب کی سزا آخرت میں ہوگی اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے (انگریز کے) چہرہ پر عقل اور زیرکی کے آثار پاتے ہیں۔اس لئے ہم نے آپ کو مختصراً اپنے مشن کا مقصد بیان کیا ہے مگر یہ چند گھنٹوں کی گفتگو میں سمجھ میں نہیں آسکتا۔ ہمارا مقصود اس وقت صرف یہ ہے کہ تم میں سچائی کے کھوج کی چاہت ہو جائے۔کیونکہ جب کہ ایک شخص تحقیق کرتا ہے تو ایک وقت وہ پالیتا ہے اس لئے ہم چاہتے (ہیں) کہ شاید (اس) ذریعہ سے ہمارے مشن کی اشاعت ہو۔لیکن انسان کو تعصب سے پرہیز کرنا چاہئے اور اسی طرح جب تک کوئی (بات) پوری طرح سے سمجھ میں نہ آئے ہرگز اس کو قبول نہیں کرنا چاہئے۔پس آپ بلا تعصب خوب تحقیق کریں اور پھر اگر ہماری بات ٹھیک معلوم ہو تو اس کو قبول کریں۔☆ یہ تقریریں مکان سے لے کر نہر تک رہیں اس کے بعد انگریز اِکہّ میں بیٹھ کر بٹالہ کو روانہ ہوا اور حضرت اقدسؑ مع مریدین واپس تشریف لائے۔

راستہ (میں) پہلے اسی انگریز کے متعلق مختلف باتیں ہوتی رہیں پھر میں نے عرض کیا ایک امریکہ کی کمپنی کا ایجنٹ میرے پاس آیا اس نے کہا تھا کہ تم اپنی تصویر اور اپنے حالات خاندان لکھو۔ہم دوسو روپیہ میں چار کتابیں دیں گے میں نے سوچا ہے کہ بجائے میرے حضورؑ کی تصویر ہو۔اس طرح امراء اور انگریزوں میں تبلیغ کا ذریعہ ہے۔فرمایا مناسب ہے فرمایا......استسقاء میں امام متقی ہونا چاہئے ورنہ اگر بارش آنی ہوگی تو نہ

☆ ۱۸ رنومبر کو مسٹر ڈکسن کو الوداع کرتے ہوئے نہر تک جانے کا جہاں سے وہ اِکہّ پر سوار ہو کر بٹالہ روانہ ہو گیا اور اس گفتگو کا ذکر جو آپ نے اس سے کی الحکم جلد ۵ نمبر ۴۶ صفحہ ۱ تا ۴ ، نمبر ۴۷ صفحہ ۱ تا ۳ ، جلد ۶ نمبر ۲ صفحہ ۳ تا ۶ ، نمبر ۲ صفحہ ۳ میں آتا ہے۔

آئے گی اس کے (بعد) علماء کی حالت پر مختلف تذکرے رہے کہ یہ لوگ باوجود جاننے کے انکار کرتے ہیں اور پھر حضرت اقدسؑ (نے) فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ عورتوں اور بچوں کے لئے کوئی ہدایت نامہ دایان ہند کی طرح (کی کتاب) سوال وجواب کی صورت میں نہایت سہل اور عام فہم زبان میں لکھی جائے۔اور اس کام کو مرزا خدا بخش کریں۔اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے قرضہ وغیرہ کی برائی پر تقریر فرمائی اور فرمایا حدیث میں آیا ہے کہ **الاقتصاد نصف المعیشة** ۔۳۹۶ فرمایا جب انسان غیر ضروری چیزوں پر خرچ کرتا ہے تو نیک اور ضروری چیزوں پر خرچ کرنے سے رہ جاتا ہے۔میر ناصر نواب صاحبؓ (نے) قرضہ کے سبب سے بعض خون ہو جانے کا تذکرہ کیا اتنے میں گھر پہنچ گئے۔(اور انگریز کی گفتگو میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے ترجمان تھے) مولوی محمد علی صاحب آئے اور میں نے اور انہوں (نے) مل کر کچھ قواعد انجمن بنائے۔شام کو بیت الذکر میں ڈوئی کی کتاب پڑھی گئی☆ رات کو ایک مولوی محمد اکرم کو۔ ایک بعض اشیائے فونوگراف کے لئے T.E.BEVAN کو خط لکھے۔

حضور حضرت اقدسؑ نے ایک رؤیا بیان فرمایا تھا ۱۸ دوشنبہ (کو) کہ ہم کو رؤیا ہوا ہے کہ ایک وارنٹ آیا ہے بلکہ ہم مقام وارنٹ میں ہیں۔ایک منشی نے ہمارے ہاتھوں کو رسیوں سے باندھا ہے ہم (نے) ان بعض رسیوں (کو) توڑ دیا ہے۔ایک آدھ رہ گئی ہے......اتنے میں ایک شخص پروانہ لایا ہے اور اس میں میں نے لکھا ہوا دیکھا ہے عالی عدالت کے حکم سے تم بری ہو یہ پروانہ ہمارے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کا لکھا ہوا ہے۔معلوم ہوتا ہے لکھا نہایت خوشخط تھا اور ہم اس کو پہچان لیتے ہیں۔۳۹۷☆☆

۱۹؍نومبر ۱۹۰۱ء بروز منگل

قرآن شریف ایک رکوع پڑھا۔ڈائری لکھی مگر نواب خاں صاحب تحصیلدار گجرات کے آنے (سے) ناتمام رہ گئی۔ وہ کوئی آٹھ بجے گئے۔اتنے میں حضرت اقدسؑ کے سیر کے لئے جانے کی اطلاع ہوئی۔سیر میں مولوی محمد احسن صاحب مخاطب رہے ہیں اور محمد یوسف صاحب کے کسی خط کے متعلق

☆ مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

''ڈوئی کی کتاب نہیں تھی۔اس کا ایک اخبار HEALING کے نام سے آتا تھا۔حضرت ڈاکٹر صادق سنایا کرتے تھے۔مجھے یہی یاد ہے۔''

☆☆ رؤیا مختلف الفاظ میں الحکم بابت ۰۱-۱۱-۳۰ صفحہ ۲ میں مرقوم ہے۔

حضرتؓ گفتگو فرماتے رہے۔☆ گاؤں کے قریب آ کر حضرت اقدسؑ (نے) مبارکہ کے متعلق رؤیا بیان کی کہ ہم (نے) دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ''نواب مبارکہ بیگم'' ۳۹۸ ☆☆اور پھر حضرتؑ نے ایک اپنا پرانا خواب بیان فرمایا کہ ہم نے خواب میں دیکھا کہ ایک تلوار ہمارے ہاتھ میں ہے اور جب ہم اس کو دائیں طرف چلاتے ہیں تو بہت سے آدمی دائیں طرف کٹ جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتے ہیں تو بائیں طرف کٹ جاتے ہیں تو رؤیا میں...... یہ خواب ہم نے مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کو سنایا ہے تو انہوں (نے) فرمایا کہ تمہارے ہاتھ سے بڑا عظیم الشان دینی کام ہوگا ۳۹۹......اور جب میں زندہ تھا تو میں اس کا امیدوار تھا کہ کوئی ایسا شخص پیدا ہو۔ مولوی نورالدین صاحبؓ کے مطب کے سامنے سیر بعد جب آ کر کھڑے ہوئے تو حضرت اقدسؑ نے بی بی صاحبہ کا ایک خواب بیان فرمایا کہ انہوں (نے) خواب دیکھا ہے کہ ظہر کا وقت ہے اور تم (حضرت اقدسؑ) تشریف لائے ہو اور تمہارے پاس انگور سردہ وغیرہ تھے اور آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارے بھائی عبدالقادر☆☆☆ صاحب نے بھیجے ہیں اور وہ آئے ہیں تو میں نے کہا (بی بی صاحبہ) کہ ان کا تعلق تو دوسرے گھر کے ساتھ ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ اترے یہاں ہی ہیں پھر اس کے بعد کہا کہ رحمت اللہ* (جو ایک معتمد ہمارے ہاں تھے) تو صرف خاص یہاں کے لئے آیا ہے اور مرزا غلام قادر صاحب دونوں گھروں کو دیکھنے آئے ہیں۔ اس کے بعد منظور لڑکا فیاض علی کا بھائی کچھ کپڑے گٹھڑی میں ہیں دوسرے گھروں میں لے گیا ہے** ان کو کھولا تو اس میں چھینٹ سی ہے جس کی زمین سفید، پھول سیاہ ہیں لیکن اتنے میں اور بہت سا سامان مرزا صاحب موصوف نے بھیجا ہے جو اس گھر کے لئے ہے تو ہم نے سمجھا کہ پہلے بھی اسباب ہمارے لئے ہے لڑکا غلطی سے لے

☆ اس خط کا ذکر ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء کے ملفوظات میں الحکم جلد ۵ نمبر ۴۴ صفحہ ۲ کالم ۳ میں درج ہے۔

☆☆ یہ پرچہ مذکورہ صفحہ ۳ کالم ۳ میں درج ہے۔

☆☆☆ مراد مرزا غلام قادر صاحب (مؤلف)

* مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

''یہ حضرتؑ کے رشتہ داروں ہی میں سے تھا۔ پورا نام مرزا رحمت اللہ بیگ تھا۔'' یہ رؤیا الحکم جلد ۵ نمبر ۴۴ صفحہ ۳ کالم ۲ میں درج ہے۔ وہاں مرقوم ہے کہ ''رحمت اللہ حضرت اقدسؑ کے والد کا مختار تھا۔'' پیر سراج الحق صاحبؓ کی رؤیا جس کا آگے ذکر آتا ہے۔ وہ بھی کالم ۳ میں مرقوم ہے۔

** مراد شیخ منظور علی صاحب شاکر مرحوم برادر ڈاکٹر فیاض علی صاحب مرحوم رضی اللہ عنہما (دیکھئے ڈائری نواب صاحب بابت ۲۲ نومبر)

گیا۔ بیوی صاحبہ نے کھانے کے (متعلق) پوچھا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ مرے ہوئے (ہیں) کھائیں گے کچھ نہیں صرف وہ دیکھنے آئے ہیں۔ پھر اس کے بعد پیر سراج الحق صاحب نے اپنا رؤیا بیان کیا جو اسی قسم کا تھا اور پھر شیخ رحمت اللہ بڑے ساز و سامان کے ساتھ گویا آئے ہیں۔ حضرت اقدسؑ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مدرسہ کے متعلق چند فقرات مدرسہ کے سلسلہ میں درج کئے جا چکے ہیں۔ (مؤلف)

میں (نے) تمام مدرسہ کا معائنہ کیا۔☆ ڈسپلن اور طریق تعلیم کے محتاج استادوں کو پایا ویسے سٹاف عمدہ ہے۔ شام کو مولوی محمد علی صاحب اور نواب خاں صاحب تشریف لائے اور مدرسہ کے قواعد کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ ڈاکٹر رشید الدین رخصت ہونے آئے۔ وہ گھر تشریف لے گئے۔ جہاں حافظ محمد حسین صاحب تشریف لائے۔ مع یعقوب علی ایڈیٹر الحکم۔☆☆ بین المغرب والعشاء عسل مصفی*، مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنا رؤیا بیان کیا کہ میں نے دعا کی تھی کہ نبی بخش نے جو میرے ناقص الخلقت ہونے پر لکھا اس کی بابت میں تین دن دعا کرتا رہا کہ اے اللہ! کیا تیرے نزدیک بھی میں ایسا ہی ہوں۔ تو مجھ کو رات رؤیا ہوا کہ چار سوال حضرت اقدسؑ نے دیئے ہیں اور جم غفیر ہے۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان سوالات کو حل کرے گا وہ قابل امامت ہے۔ تو بہت لوگ ان سوالات کو لینے لپکے ہیں۔ مگر حضرتؑ نے مجھ کو یہ سوالات دیئے ہیں اور میں نے حل کئے ہیں۔ اور مولوی نورالدین صاحبؓ دوڑ کر آئے ہیں کہ انہوں نے مجھ کو بغلگیر ہو کر مبارک باد دی ہے کہ تم کامیاب ہو گئے۔ یہ خواب قبل نماز سنایا تھا۔

۲۰ر نومبر ۱۹۰۱ء بروز بدھ

آج صبح (کے) بعد (حسب) معمول سیر کو گئے۔ سیر میں مختلف گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ آج بھی مخاطب مولوی محمد احسن صاحب امروہی رہے ایک لطیف تفسیر حضرتؑ نے بیان فرمائی کہ حضرت مسیحؑ کے مصلوب ہونے (کے) وقت بھی قرآن (میں) مَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۔وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۞ آیا

☆ معائنہ کا ذکر الحکم جلد ۵ نمبر ۴۳ صفحہ ۱۵ کالم ۳ بابت ۲۴-۱۱-۰۱ میں درج ہے۔

☆☆ مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

”حافظ محمد حسین صاحبؓ ڈنگہ (ضلع گجرات) کے رہنے والے بڑے مخلص تھے۔ ان کا سارا خاندان احمدی تھا اور وہ حضرت اکمل کے عزیزوں کا خاندان ہے۔“

* یعنی مغرب وعشاء کے درمیان حضرت اقدسؑ نے عسل مصفی کتاب سنی۔

ہے۔اور حضرت رسول کریمؐ کی ہجرت کے وقت بھی یہی **مکروا ومکر اللّٰہ** آیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے جس طرح سے حضرت رسول کریمؐ کو خداوند تعالیٰ (نے) بچایا تھا۔اسی طرح حضرت مسیحؑ کو۔یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک آسمان پر بھیجا جائے دوسرے (کو) زمین (پر) رکھا جائے اورصورت ایک ہو۔دوسرے مکر کہتے (ہیں) باریک تدابیر کو اور اس جگہ مکر کا لفظ اسی لئے آیا ہے کہ جس طرح انسانوں کی تدابیر ہوتی ہیں نہ خارق عادت۔کیونکہ اگر خارق عادت ہوتی تو آیۃً کا لفظ ہوتا۔☆ (یہاں فونوگراف کے تعلق میں ایک حصہ تھا جو اس کے ذکر میں پہلے درج ہو چکا ہے۔مؤلف) رات کو ڈوئی کی کتاب پڑھی گئی۔اس میں لطیف بات یہ تھی حضرت ام المؤمنین نے خواب (دیکھا) جس میں تھا کہ ''میں پوڑی کھینچ لیتا ہوں'' خواب میں بھی پوڑی کھینچی جاتی ہے یہ عجیب بات ہے حضور اقدسؑ پیشتر اس کے کہ فریمسین کے بھید کھولنے والی کتاب آئے خداوند تعالیٰ نے پہلے ہی ان کے بھید کھول دئے۔

۲۱رنومبر ۱۹۰۱ء بروز جمعرات

آج سیر میں شیخ یعقوب علی صاحبؓ نے عورتوں کے لئے کتاب کا مسودہ سنایا جو ناول کی صورت میں تھا۔طرز اچھی تھی۔☆☆ (کچھ حصہ بابت مدرسہ دوسری جگہ درج ہو چکا ہے۔مؤلف) شام کو مولوی نورالدین صاحبؓ اور مولوی محمد علی صاحبؓ سے یکے بعد دیگرے گفتگو مدرسہ کے متعلق ہوتی رہی۔اس وقت بھی نماز عشاء سے پہلے مولوی صاحب سے مدرسہ کے متعلق اور بعد نماز بھی باتیں ہوتی رہیں۔

۲۲رنومبر ۱۹۰۱ء بروز جمعہ

صبح جماعت کے ساتھ نماز پڑھی......بعد نماز پھر کمیٹی مجلس منتظمہ مدرسہ ہوئی اور ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی مدرسہ کے نئے قواعد کی تجویز ہوئی۔اور سکیم کے لئے سیلیکٹ کمیٹی مقرر ہوئی بعد نماز جمعہ عبدالرحمٰن کو بخار

☆ اس روز کے ملفوظات الحکم پرچہ ۰۱-۱۱-۳۰ صفحہ ۳ تا ۴ پر درج ہیں۔ان میں لفظ مکر کے تعلق میں حضورؑ کا کلام مرقوم ہے۔نیز مزید ملفوظات صفحہ ۹ تا ۱۲ پرچہ ۰۱-۱۲-۱۰ صفحہ ۱ تا ۲ پر مرقوم ہیں۔

☆☆ مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

''سلک مروارید حصہ اول ہے۔حضرت اقدسؑ نے خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ایسی کتاب لکھی جاوے۔میں نے ایک ہی دن میں لکھ کر پیش کر دی۔الحمد اللہ۔

ہوگیا حضرت مولانا دیکھنے آئے بیٹھے رہے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہوگیا نماز عصر پڑھ کر پھر مغرب تک بیٹھے رہے۔اور پھر نماز مغرب مسجد میں پڑھی اور دو نکاح اس روز نہایت سادگی سے ہوئے۔

۱- نکاح ڈاکٹر رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن کا ڈاکٹر فیض علی خاں صاحب اسسٹنٹ ہاسپٹل کی بہن سے ہوا۔☆

۲- دوسرا نکاح

پھر تھوڑے عرصہ کے بعد نماز عشاء پڑھ کر آئے۔

۲۳ رنومبر ۱۹۰۱ء بروز ہفتہ

صبح سیر میں ایک انگریز کے خط جو اس نے ایک افغان کو سرحد پر لکھے تھے وہ حضرتؑ نے سنے یہ انگریز نیو چرچ کا بانی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تائید میں عیسائیت پھیلائے۔

۲۴ رنومبر ۱۹۰۱ء بروز اتوار

آج صبح سیر میں ایک بڑی لمبی اور مفید تقریر حضرت اقدسؑ نے فرمائی (بعد عصر) بورڈ آف ڈائرکٹرز انجمن اشاعت اسلام کا جلسہ ہوا۔☆☆ آج نماز مغرب وعشاء کے درمیان عسل مصفی مرزا خدا بخش نے پڑھی۔ آج نواب خاں صاحب تحصیلدار چلے گئے۔شیخ رحمت (اللہ) آئے اور مغرب کی نماز کے بعد چلے گئے۔

۲۵ رنومبر ۱۹۰۱ء بروز سوموار

آج میر حامد شاہ (صاحب) بعد نماز صبح چلے گئے۔*سیر سے پہلے میں سکیم مدرسہ بناتا رہا۔سیر میں اسٹیشن ماسٹر

☆ ڈاکٹر رشید الدین صاحب کے ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء کو اور اس کے چند روز بعد قادیان آنے کا ذکر الحکم (جلد ۵ نمبر ۴۱ صفحہ ۱۵ کالم ۳)، نمبر ۴۳ صفحہ ۱۵ کالم ۳ میں اور (ڈاکٹر) منشی فیض علی صاحبؓ صابر کے قادیان آنے کا نیز ان دونوں نکاحوں کا ذکر کالم ۱ تا ۳ میں ہے۔دوسرا نکاح مرزا افضل بیگ صاحب ولد مرزا افضل بیگ صاحب مختار سکنہ پٹی کا مرزا محمود بیگ صاحب سکنہ پٹی کی دختر سے ہوا تھا۔

☆☆ اس اجلاس کا ذکر الحکم بابت ۰۱-۱۱-۳۰ صفحہ ۱۴ پر ہے۔یہ فیصلہ ہوا تھا کہ اردو میگزین اس وقت تک جاری نہ کیا جائے جب تک اس کے لئے تین سو خریداری کی درخواستیں بہم نہ پہنچ جائیں۔

* آپ کے قادیان آنے کا ذکر الحکم بابت ۰۱-۱۱-۲۴ (صفحہ ۱۵ کالم ۱) میں آتا ہے۔

مردان کے بعض لوگوں سے مباحثہ وغیرہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ مباحثہ قولی کی بجائے مباحثہ عملی زیادہ مؤثر اور مفید ہوتا ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو اپنا عمدہ نمونہ دکھانا چاہئے تقویٰ اختیار کرنا چاہئے تقویٰ سے ظفرمندی قرب خدا اور رعب پیدا ہوتا ہے اسی سلسلۂ تقریر میں ایک جگہ فرمایا کہ پابندیٔ رسوم نامردی ہے۔ پھر ایک جگہ فرمایا کہ سید احمد صاحب☆ اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نیک تھے مگر جہاد کا سلسلہ بے وقت تھا۔ یہ وعظ و نصیحت سے کام نکالنا چاہئے تھا اور فرمایا حضرت رسول کریمؐ نے حفاظت خود اختیاری کے لئے اور امن قائم کرنے کے لئے جہاد کئے تھے جبر مخالف کی طرف سے ہوتا ہے ہم کو نرمی سے کام لینا چاہئے کیونکہ دکھ تو ان کو ہے جن کے لوگ گھٹ رہے ہیں نہ کہ ہم کو جن کے بڑھ رہے ہیں۔ بعد سیر انوار حسین خاں آ گئے☆☆ اور پھر مولوی نور الدین صاحب تشریف لائے میری آنکھیں اور حلق دیکھا بعد ظہر و عصر سکیم بنائی سیلیکٹ کمیٹی کا جلسہ ہوا۔ اور پانچ بجے کے قریب تک رہا مغرب اور عشاء کے درمیان ڈوئی کی کتاب پڑھی گئی۔

۲۶/نومبر ۱۹۰۱ء بروز منگل

آج سیر میں عجیب مضامین پر حضرت اقدسؑ نے تقریریں فرمائیں عبدالعزیز نومسلم سے آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تو تمہارا جنازہ پڑھنے والے تھے لیکن احتیاطاً نہیں پڑھا تھا شکر کہ تم زندہ آ گئے اور اس سے اس کے گھر والوں کی مخالفت (کا) حال دریافت فرمایا۔ اس پر اس نے برہمنوں سے مباحثہ اور گھر والوں کے اختلاف کے متعلق نہایت عمدہ تقریر میں بتایا۔* اس کی کلام کی تائید میں (حضرت) اقدسؑ نے تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

علم کا نام مذہب ہے جو بلوغ کے بعد حاصل ہوتا ہے گو بر بینا غیر معقول اور فطرت کے برخلاف ہے خون

☆ حضرت سید احمد بریلوی مجدد صدی سیزدہم اور آپ کے رفیق حضرت مولوی اسمٰعیل صاحبؒ شہید مراد ہیں۔ دونوں کے مزار بمقام بالاکوٹ ضلع ہزارہ خاکسار کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ دونوں وہیں قوم مُو دراز کے ہاتھوں اور بعض مسلمانوں کی غداری سے شہید کئے گئے تھے (مؤلف)

☆☆ آپ کے قادیان آنے اور واپس جانے کا ذکر الحکم جلد ۵ نمبر ۴۳ (صفحہ ۱۵ کالم ۱)، نمبر ۴۴ (صفحہ ۴ کالم ۳) میں موجود ہے۔ آپ کا نام فہرستہائے آئینہ کمالات اسلام و ضمیمہ انجام آتھم میں ۲۸۰ اور ۵۲ نمبر پر مرقوم ہے۔

* شیخ عبدالعزیز صاحب نومسلم وفات پا چکے ہیں۔

پینا ہندوؤں کے مذہب میں ہوتا تو ایک حد تک موافق فطرت ہوتا کیونکہ جنین کی خوراک خون ہوتا ہے نہ کہ گوبر۔ایسی حالت میں ہم سمجھتے کہ اسفل سافلین کی طرف ہندوؤں نے رجوع کر کے پھر ابتدائی حالت کی طرف گئے ہیں۔سادہ ہندو تو نیوگ کے مسئلہ کے برا ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں......قرآنی تعلیم فطرت کے موافق ہے۔ہم کو کوئی یہ بتائے کہ یہ مسئلہ فطرت کے برخلاف ہے۔مسلمانوں کی کامیابی اور ظفریابی کے (یہ دو امور) ہیں ایک حقوق خدا کو صحیح طور سے بیان کرنا دوسرے حقوق خلق کو اور یہ سچے مذہب کی شناخت ہے آریوں نے دونوں حقوق کو زائل کر دیا۔ان کا اعتقاد ہے کہ روح اور پرمانو یعنی ذرات خدا نے نہیں بنائے یہ خود بخود ہیں۔خدا نے محض ان کو جوڑ دیا ہے۔

۲؍دسمبر ۱۹۰۱ء

آج میں نے حضرت اقدسؑ کو لکھ کر بھیجا کہ ’’حضورؑ کے ہاں جو بشیر، شریف احمد اور مبارکہ کی آمین ہوئی ہے اس میں جو تکلفات ہوئے ہیں وہ گو خاص صورت رکھتے ہیں کیونکہ مخدوم زادگان پیشگوئیوں کے ذریعہ سے پیدا ہوئے ان کے ایسے مواقع پر جو اظہار خوشی کی جائے وہ کم ہے۔مگر ہم لوگوں کے لئے کیونکہ حضورؑ بروز محمدؐ ہیں اس لئے ہمارے لئے سنت ہو جائیں گے۔اس پر سیر میں کچھ فرمایا جائے۔‘‘

اس پر حضرت اقدسؑ نے تقریر سیر میں فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

الاعمال بالنّیات ایک مسلم مسئلہ اور صحیح ترین حدیث ہے۔اگر کوئی ریا سے اظہار علی الخلق وتفوق علی الخلق کی غرض سے کھانا وغیرہ کھلاتا ہے تو ایسا کھانا وغیرہ حرام ہے یا معاوضہ کی غرض سے جیسے بھاجی وغیرہ۔مگر اگر کوئی تشکر اور اللہ کی رضا جوئی کی نیت سے خرچ کرتا ہے بلا رِیا و معاوضہ تو اس میں ہرج نہیں۔بلکہ بیاہوں میں اور ولادت میں بڑا اعلان ہونا چاہئے اور بیاہوں میں اعلان بدف ضروری ہے بلکہ انگریزی باجا بھی اس غرض سے جائز ہے۔اگر کوئی امر خلاف شریعت نہ ہو تو عورتیں گا بھی لیں تو ہرج نہیں۔لیکن سب سے بڑی بات نیت ہے۔فرمایا کہ بعض لوگ عورتوں کو خلیع الرّسن کر دیتے ہیں یہ بھی ٹھیک نہیں۔اور بعض ان سے ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے بہائم اور لونڈیوں سے۔یہ بھی درست نہیں۔جہاں تک شریعت اجازت دیتی ہے وہاں تک ان کو آزادی دینی چاہئے اور جہاں پر شریعت کے خلاف ہو وہاں ان کو روکنا چاہئے۔☆

☆ الحکم میں مرقوم ہے۔

’’......۳۰؍نومبر ۱۹۰۱ء کو آمین ہوئی۔مساکین اور یتیموں کو کھانا کھلایا گیا۔خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی

۳؍دسمبر ۱۹۰۱ء

آج رات کو بعد فراغت نماز مغرب حضرت اقدسؑ نے نہایت پر جوش تقریر فرمائی۔ حضرت اقدسؑ کو اس قدر جوش تھا کہ کھڑے ہو کر تقریر فرمائی۔ ماحصل تقریر یہ تھا۔

’’بعض لوگ جمع بین الصلوٰتین کے متعلق ابتلا میں پڑتے ہیں۔ ہم اس بارہ میں کئی دفعہ سیر وغیرہ کے موقع پر۔‘‘ ☆

۵؍دسمبر ۱۹۰۱ء

آج صبح چار بجے قادیان سے چلے...... تین بجے لاہور پہنچے۔ بمبئی ہاؤس اترے...... عبدالرحمٰن کو چڑیا گھر دکھانے لے گئے۔ وہاں سے آ کر نماز پڑھ (کر) سو گئے۔

☆ ڈائری میں یہیں تک مرقوم ہے گویا کہ عبارت غیر مکمل ہے۔ مزید تشریح کے لئے ۹؍دسمبر کو مولوی سیّد محمد احسن صاحب نے عرض کیا۔ حضورؑ نے جو جواب دیا اس کا خلاصہ الحکم بابت ۰۱-۱۲-۱۷ صفحہ ۸ پر مرقوم ہے۔

بقیہ حاشیہ:- تحدیث اور شکریہ کے لئے احباب کو دعوت دی گئی۔ اور آمین کے ذریعہ خدا کے احسانوں کا شکریہ کیا گیا اور اپنے دعاوی کی تبلیغ کی گئی‘‘۔ [۴۰۱] اس کی کچھ تشریح رسالہ نور احمد نمبر ۱ صفحہ ۴۷ پر دیکھیں۔

پرچہ ۰۲-۱۰-۱۷ (صفحہ ۸) میں مرقوم ہے:

’’پھر یہ سوال کیا گیا کہ لڑکی یا لڑکے والوں کے ہاں جو جوان عورتیں مل کر گاتی ہیں وہ کیسا ہے؟ (حضرت اقدسؑ نے) فرمایا اصل یہ ہے کہ یہ بھی اسی طرح پر ہے۔ اگر گیت گندے اور ناپاک نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لے گئے تو لڑکیوں نے مل کر آپؐ کی تعریف میں گیت گائے تھے۔‘‘

۱۳؍جون ۱۹۳۸ء کو میر قاسم علی صاحب رضی اللہ عنہ ایڈیٹر فاروق کی شادی کے موقعہ پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف لے گئے۔ ’’اس موقعہ پر دورانِ گفتگو میں فرمایا...... بیاہ شادی کے موقعہ پر پاکیزہ اشعار عورتیں پڑھیں اور پڑھنے والی مستاجر نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ ڈھولک کے ساتھ پاکیزہ گانا منع نہیں ہے۔‘‘ [۴۰۲]

۶/دسمبر ۱۹۰۱ء

صبح عجائب گھر دیکھنے گئے۔ وہاں سے آ کر جمعہ پڑھنے گئے اور پھر وہاں سے شاہدرہ دیکھنے گئے۔ نور جہاں کا مقبرہ خصوصاً عبرت کا نظارہ ہے۔ سکھوں نے تمام پتھر اکھاڑ دیا ہے۔

۸/دسمبر ۱۹۰۱ء

ایک بجے لاہور سے چلے۔ شیخ رحمت اللہ بھی امرتسر تک ساتھ تھے۔ رات کے نو بجے کوٹلہ پہنچے۔

۹/دسمبر ۱۹۰۱ء

کچھ مدرسہ دیکھا۔

۱۲/دسمبر ۱۹۰۱ء

حساب پیمائش مدرسہ کرنا شروع کیا۔

۱۳/دسمبر ۱۹۰۱ء

آج نماز جمعہ پڑھی اور کچھ پیمائش مدرسہ کی۔

۱۴/دسمبر ۱۹۰۱ء

آج بھی پیمائش مدرسہ کا کام رہا۔

۱۵ تا ۱۸/دسمبر ۱۹۰۱ء

بشرح صدر۔

۲۰/دسمبر ۱۹۰۱ء

آج صبح پیمائش مدرسہ کی۔ پھر نماز جمعہ پڑھی۔ ڈاکٹر فیض محمد خاں ...... سے ...... کثرت ازدواج کے مسئلہ پر گفتگو رہی۔ بعد مغرب میں وہاں سے آیا۔

۲۱؍دسمبر ۱۹۰۱ء

آج صبح سے رات کو نو بجے تک پیمائش مکان مدرسہ کرتا رہا۔اوراس کو پورا ٹھیک کر دیا اور تمام کام ختم کر دیا اور پوری ہدایات لکھ دیں۔کل چلنا ہے۔ جتنے دن میں کوٹلہ میں رہا وحشت، ہول دل لگا رہا۔طبیعت ایک دن بھی خوش نہیں رہی۔

۲۲؍دسمبر ۱۹۰۱ء

آج صبح سے تیاری میں بعد نماز وتلاوت قرآن لگا رہا۔معہ عیال واطفال روانہ ہوا۔کوئی چار بجے (شام) ریل روانہ ہوئی۔سالم گاڑی ریزروڈ تھی۔ پھلور روزہ کھول کر کھانا کھایا۔ایک بجے رات امرتسر پہنچے۔

۲۳؍دسمبر ۱۹۰۱ء

ایک بجے (رات) سے دس بجے (صبح) تک امرتسر میں ٹھہرے۔گاڑی چلنے کے قریب حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ ملے۔ساڑھے گیارہ بجے کے قریب بٹالہ پہنچے۔ویٹنگ روم میں ذرا دم لے کر قادیان کو روانہ ہوئے۔کوئی چار بجے (شام) قادیان پہنچے۔بٹالہ سے تھوڑی دور چل کر غوثاں اور غوثاں کلاں اور مہے خاں والا یکہ الٹ گیا۔مہے خاں کے خفیف چوٹ آنکھ پر لگی۔باقی سب بچ گئے۔یہاں آکر نماز پڑھی۔ اتنے (میں) روزہ کا وقت ہو گیا۔میں نے نماز مغرب جماعت کے ساتھ پڑھی۔حضرتؑ جی بیماری کے سبب سے نہیں آسکے۔یہاں آتے ہی دل کو اطمینان ہو گیا۔ہولِ دل وغیرہ جاتا رہا۔☆

۲۴؍دسمبر ۱۹۰۱ء

صبح سیر کے لئے حضرتؑ باہر آئے تو ان سے ملاقات ہوئی۔ایک عیسائی عبدالحق نام آیا ہوا تھا اس سے تمام راستہ تقریر ہوتی رہی۔یہ تقریر الحکم میں چھپے گی۔

☆ گزشتہ چندروز کی ڈائری سے ایک تو معین تاریخ نواب صاحب کی واپسی کی معلوم ہوئی۔دوسرے یہ بھی یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ نواب صاحب جب دسمبر ۱۹۰۱ء میں قادیان چلے آئے اور مدرسہ تعلیم الاسلام کا کام سنبھال لیا۔اس وقت ابھی مالیر کوٹلہ والا مدرسہ بھی جاری تھا جیسا کہ ہر دو مدارس کے لئے ایک قاعدہ کے تعلق میں ذکر کیا تھا۔

۲۵؍دسمبر ۱۹۰۱ء

(جلسہ سالانہ کی خاطر) لوگ بہت آئے ہیں اور آرہے ہیں۔ آج بھی عبدالحق عیسائی سے گفتگو ہوتی رہی۔

۲۶؍دسمبر ۱۹۰۱ء

آج اس قدر انبوہ تھا کہ حضرت اقدسؑ کی بات کا سننا بڑا مشکل۔ اس لئے آج جو عیسائی سے تقریر کی وہ پوری سنائی نہ دی۔ یہ تقریریں بڑی زبردست تھیں۔ آج شام کو حضرت اقدسؑ نے مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور مولوی محمد علی صاحب کو بلایا اور کہا کہ یہ پرچہ عبدالحق عیسائی کی جانب سے آیا ہے اور وہ لکھتا ہے کہ آپ کی تقریروں سے میری کامل تسلی ہوگئی۔ اب میں ایک منٹ بھی اسلام سے باہر رہنا گناہ سمجھتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کو لکھو کہ کل جمعہ میں اپنے اسلام کا اعتراف کرے۔

۲۷؍دسمبر ۱۹۰۱ء

ایک بجے جمعہ کو گیا۔ مسجد میں اس قدر انبوہ تھا کہ باوجود اس قدر وسعت کے جگہ نہ تھی۔☆ بعد نماز جمعہ عبدالحق اسلام لایا۔ حضرت اقدسؑ نے اس کو تلقین اسلام کی۔ اس کے بعد لوگوں نے بیعت کی جو قریباً دس ہوں گے یا اس (سے) زائد۔ اس کے بعد عبدالحق نے تقریر کی کہ میں کیونکر پہلے مسلمان سے عیسائی ہوا اور پھر کس طرح مجھ کو عیسائیت میں شبہ ہوا اور پھر کس طرح بڑی مشکل سے میں یہاں پہنچا اور اب میری پوری تسلی ہوگئی ہے اور میں مسلمان ہوگیا ہوں۔☆☆ اس کے بعد نماز عصر پڑھی گئی۔ پھر بعد نماز عصر تا مغرب حضرت اقدسؑ نے تقریر کی۔ دو گھنٹہ بیس منٹ پورے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ تقریر بڑی لطیف تھی۔

آج عبدالرحیم کو پڑھانا شروع کیا گیا۔

☆ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا یہ خطبہ قرآن کریم کی ابتدا کے موضوع پر الحکم بابت ۰۲-۳-۲۴، ۰۲-۳-۳۱، ۰۲-۴-۱۰، ۰۲-۴-۲۴ (صفحہ ۱۲ تا ۱۳) پر مرقوم ہے۔

☆☆ الحکم بابت ۰۲-۱-۱۰ (صفحہ ۷) پر منشی عبدالحق صاحب کا خط بابت قبول اسلام چھپا ہے اس میں ۰۱-۱۲-۲۷ کو قبول اسلام وغیرہ کا ذکر ہے۔

حضرت اقدسؑ کی ان سے گفتگو کا مفصل ذکر الحکم جلد ۶ نمبر ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۱ میں موجود ہے۔

۲۸ دسمبر ۱۹۰۱ء

آج بعد نماز صبح و تلاوت قرآن ...... سیر کو گئے۔ سیر میں شیخ یعقوب علی (صاحب) نے عبدالحق عیسائی کا چوتھا سوال اور اس پر جو تقریر حضرت اقدسؑ نے کی سنایا۔☆ اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے تقریر کی۔ انبوہ کثیر کے سبب کچھ حصہ سنائی نہیں دیا اور لمبے ہونے کے سبب محفوظ نہیں رہی۔ سیر سے واپس آ کر بعض بھائیوں کی درخواست پر فونوگراف سنا۔ پھر اس کے بعد قاضی امروہی☆☆ آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ تحریک تو مجھ کو پہلے سے ہو گئی تھی یعنی مجھ کو رؤیا ہوا تھا کہ مرزا صاحبؑ مجھ کو حضرت امام حسینؓ کی شکل میں دکھلائے گئے اور میں (نے) قدم بوس ہونا چاہا تو انہوں نے پاؤں ہٹا لئے۔ مگر پھر ایک بزرگ کی سفارش سے قدم بوس ہونے دیا اور کہا کہ آج بیعت بھی میں نے کی ہے۔ نماز ظہر و عصر ...... کے بعد مسجد جامع میں گیا۔ وہاں پر پہلے مولوی نورالدین صاحبؓ نے وعظ شروع کیا۔ مگر دوران وعظ میں وعظ بند کر کے ایک جنازہ پڑھا گیا۔* بعد فراغت

بقیہ حاشیہ:- حضرت اقدسؑ کی بعد عصر کی یہ تقریر الحکم پرچہ ۰۲-۳-۱۰ (صفحہ ۳ تا ۵)، ۰۲-۳-۱۷ (صفحہ ۳ تا ۵)، ۰۲-۳-۲۴ (صفحہ ۳ تا ۵)، ۰۲-۴-۱۰ (صفحہ ۳ تا ۵)، ۰۲-۴-۲۴ (صفحہ ۵ تا ۷)، ۰۲-۴-۳۰ (صفحہ ۵ تا ۶)، ۰۲-۵-۱۰ (صفحہ ۵ تا ۶)، ۰۲-۵-۱۸ (صفحہ ۵ تا ۶)، ۰۲-۵-۲۴ (صفحہ ۵ تا ۷) سے ملاحظہ فرمائیں۔

☆ ۰۱-۱۲-۲۴ کو منشی عبدالحق صاحب کا سوال کا جواب حضرت اقدسؑ کا فرمودہ مکرم ایڈیٹر الحکم کی طرف سے سنانے کا ذکر پرچہ ۰۲-۱-۳۱ (صفحہ ۴)، پرچہ ۰۲-۲-۱۴ (صفحہ ۳) کالم ۱ میں مرقوم ہے۔

☆☆ یہاں جگہ ڈائری خالی ہے یہ قاضی آل احمد صاحب رئیس امروہہ تھے۔ مولوی سید محمد احسن صاحب کے ساتھ قرابت کا تعلق تھا ان کی قادیان میں آمد وغیرہ کا ذکر الحکم بابت ۰۱-۱۲-۲۴ (صفحہ ۱۶) پر ''دارالامان کا ہفتہ'' کے تحت مرقوم ہے۔

* غالباً یہ وہی جنازہ ہے جس کا ذکر الحکم میں زیر عنوان ''دارالامان کا ہفتہ'' مرقوم ہے۔ حافظ غلام مرتضیٰ خاں صاحب ساکن بنوں ٹانک اس ہفتہ فوت ہوئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا جنازہ پڑھا تھا۔

ب- حضرت خلیفہ اولؓ کا مذکورہ وعظ سورۂ جمعہ پر الحکم بابت ۰۲-۸-۳۱، ۰۲-۹-۱۰، ۰۲-۹-۱۷، ۰۲-۱۱-۱۷، ۰۲-۱۱-۲۴، ۰۲-۱۱-۳۰، ۰۲-۱۲-۱۰، ۰۲-۱۲-۱۷، ۰۲-۱۲-۲۴، ۰۳-۱-۱۰، ۰۳-۱-۱۷، ۰۳-۱-۳۱، ۰۳-۲-۷ میں مرقوم ہے۔

نماز پھر وعظ شروع ہوا۔ وعظ سورۂ جمعہ پر تھا۔ بڑا عجیب وعظ تھا۔ بعد از وعظ چونکہ روزہ کھولنے کا وقت قریب تھا سب واپس آئے۔

۲۹؍دسمبر ۱۹۰۱ء

آج بعد نماز صبح ڈائری لکھی پھر سیر کو گئے۔ سیر میں پیسہ اخبار کی مخالفت کے متعلق گفتگو ہوتی رہی کہ وہ حضرت اقدسؑ کی نسبت خلافِ واقعہ تحریرات گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دینے کے لئے لکھتا ہے۔ حضورؑ نے شیخ یعقوب علی (صاحبؓ) ایڈیٹر الحکم کو فرمایا کہ وہ نہایت زور شور سے پیسہ اخبار کو متنبہ کرے۔☆
سیر کے بعد مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہاں ملنے گیا۔ پھر وہ میرے ہاں آئے لوگ ملنے کے لئے آ گئے۔ مدرسہ کے متعلق فیصلہ کیا کہ چار کمرے فی الحال بنائے جائیں۔

۳۰؍دسمبر ۱۹۰۱ء

آج بعد فراغت معمول سیر کو گئے۔ سیر میں پیسہ اخبار کے نام کا مضمون ایڈیٹر (الحکم) نے سنایا۔ اس کے بعد سید امیر شاہ (صاحب) نے تین تاریخ اپنی الہام بک (BOOK) میں سے سنائیں۔

۳۱؍دسمبر ۱۹۰۱ء

آج بعد فراغت معمول سیر کو گئے۔ ایک مخالف......وزیرآبادی نے کچھ اعتراض کیا اس کا جواب نہایت شد و مد کے ساتھ حضرت اقدسؑ نے دیا۔

۱؍جنوری ۱۹۰۲ء مطابق ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ

آج میری شمسی حساب سے ۳۲ سال کی عمر ہوئی۔ کیونکہ میں یکم جنوری ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوا تھا اور آج کے دن میرا لڑکا عبداللہ بھی پیدا ہوا تھا۔ اس کی عمر ۶ سال کی ہے کیونکہ وہ یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو پیدا ہوا تھا (میری تاریخ پیدائش قمری) ۲۹؍رمضان ۱۲۸۶ھ (تھی)۔
آج سیر میں حضرت اقدسؑ نے جو تقریر فرمائی وہ اپنی جماعت کو ہدایت تھی۔ خلاصہ جو یاد ہے وہ یہ ہے۔
مومن کو کسل اور سستی اور آرام طلبی نہیں ہوتی انبیاء جو بعض اوقات دنیاداروں کی طرح دنیا کے کاموں

☆ مکرم ایڈیٹر صاحب الحکم کا یہ مضمون پرچہ ۳۱-۱-۰۲ (صفحہ ۸ تا ۱۴) میں مرقوم ہے۔

میں پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں اصل ایسا نہیں ان کا یہ طریق ہے کہ چونکہ ان کو افکار ذمہ داریوں کے اس قدر ہوتے ہیں کہ اگر اور کسی کو ہوں تو وہ مرجائے۔اس لئے بُدِّلَ مَا یُتَحَلَّلُ کے لئے اس قدر آرام کرتے ہیں کہ جس قدر صحت کے لئے نہایت ضروری ہے حضرت رسول کریمؐ سیر کو مع بعض صحابہؓ کے بھی جایا کرتے تھے حضرت رسول کریمؐ نے اپنی ایسی مثال دی ہے کہ جس طرح ایک شخص دوپہر کے وقت گرمی کے موسم میں سفر کرتا ہو اور اس کو اس لئے کہ تھوڑا سا کسی سائے میں آرام لے کر وہ مسافت کو کچھ زیادہ اور طے کر لے اسی طرح انبیاء تھوڑا آرام لیتے ہیں تا کہ وہ خدمات خداوندی کے قابل پھر ہو جائیں اسی لئے وہ کبھی بیویوں میں بیٹھتے اور کبھی تھوڑا سا جس قدر صحت کے لئے ضروری ہے سوتے اور اسی غرض سے سیر بھی کرتے اور قوت لایموت بھی کھاتے۔ان کی حالت یہی تھی کہ دل بایار دست با کار۔ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ حضرت رسول کریمؐ کے پاس گئے تو حضرت رسول کریمؐ کو ایک پرانے بوریئے پر بیٹھے دیکھا جس پر پہلے سوئے ہوئے تھے۔اور اس بوریئے کے نشان حضرتؐ کے بدن پر موجود تھے۔اور صرف ایک تلوار لٹکتی تھی حضرت ابوبکرؓ یہ نظارہ دیکھ کر رو پڑے اور پوچھنے پر حضرتؐ سے عرض کی کہ قیصر اور کسریٰ کس آرام میں ہیں۔جو حضورؐ کے مقابلہ میں چیونٹی کے بھی برابر نہیں۔اور حضورؐ اس تکلیف میں ہیں تو حضرت رسول کریمؐ نے وہ گرمی کے وقت مسافر کی مثال سنائی۔تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہماری جماعت کو بھی آرام طلب نہیں ہونا چاہئے جس طرح ایک سپاہی ہر وقت تیار اور حکم کا منتظر رہتا ہے اسی (طرح ہی) مومن کو رہنا چاہئے۔فرمایا کہ ایک حقوق نفس ہوتے ہیں ایک شہوات نفس۔حقوق نفس تو وہ ہیں جو انسان اس قدر کھائے پیئے لیٹے آرام کرے جس قدر صحت کے لئے ضروری ہے اور شہوات نفس وہ ہے جو اس سے زائد کرے۔ایک صحابی نے ایک چوبارہ بنایا تھا سیر میں جو حضرت رسول کریمؐ نے دیکھا اور ان کے چہرہ پر چونکہ اس صحابی نے اس میں بشاشت جو نہ پائی تو وہ چوبارہ گرا دیا حضرتؐ کے دریافت کرنے پر یہی جواب دیا۔حضرت اقدسؑ نے پھر فرمایا کہ انسان اپنی نیت خدا کے لئے رکھے خواہ مکان بنائے خواہ کھانا کھائے۔یا لباس پہنے (ایک) اور شخص نے مکان بنایا۔حضرت رسول کریمؐ کو دکھایا تو حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کھڑکی کیوں رکھی ہے اس نے کہا ہوا کے لئے فرمایا کاش تو اذان سننے کی نیت کرتا۔ہوا تو آ ہی جاتی۔

۲؍جنوری ۱۹۰۲ء ۲۱؍رمضان المبارک

سیر کو گئے۔دوران سیر میں نقشہ پیشگوئی ہا مرتبہ معراج الدین صاحب☆ سنتے رہے پھر بعد نماز ظہر وعصر مدرسہ

☆ مراد یہاں معراج الدین صاحب عمرؓ مرحوم

کے متعلق قواعد مرتب کرتا رہا بعد اس کے چار بجے درس حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ میں گیا۔

۳؍جنوری۱۹۰۲ء۲۲رمضان المبارک

دیر ہونے کی وجہ سے......نہ سحری کھائی۔آج سیر نہیں ہوئی۔قواعد مدرسہ لکھے نماز جمعہ بہ سبب علالت مولوی عبدالکریم صاحبؓ چھوٹی مسجد میں ہوئی۔نماز عصر......کے بعد مولوی محمد علی صاحب سے مشورہ متعلق قواعد مدرسہ کیا۔پھر مفتی محمد صادق آ گئے انہوں نے میگزین کے متعلق نمونہ نقشہ جات کتب حساب وغیرہ دکھلائے۔پھر مغرب کے وقت بعد افطار روزہ مسجد میں گیا۔نماز مغرب پڑھی۔

۴؍جنوری۱۹۰۲ء۲۳رمضان المبارک

آج سیر میں میرے پرچہ سوال دربارہ مصرف و مستحقین خیرات کے جواب میں فرمایا خلاصہ......جو یاد رہا یہ ہے:

فرمایا بعض انسان دولت کو اپنا سہارا سمجھتے ہیں یہ شرک ہے اور ممسک بننے تک اس کی نوبت پہنچتی ہے اور کبھی اس قدر مسرف ہوتے ہیں کہ آخران کو بعض ضروری امور میں خرچ کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہوتا اور چونکہ اور بہت سے حقوق انسان پر خداوند تعالیٰ نے لگائے ہوئے ہیں اس لئے اس کو ان حقوق کی بھی رعایت واجب ہے۔چنانچہ قرآن شریف میں بھی میانہ روی کی ہدایت ہے۔

یعنی نہ تو کل البسط ہو اور نہ ایسا ہو ہاتھ گردن پر لگائے اس میں بھی اعتدال کا حکم ہے۔☆ سائل پر زجر و توبیخ روا نہیں ہاں یہ ضرور ہے......کہ ہمارے ملک میں مسلمانوں میں یہ بدعادت بہت بڑھ گئی ہے خداوند تعالیٰ نے کچھ احکام معطی کے لئے دیئے ہیں اور کچھ سائل کے لئے۔پس سائل کے احکامات کا خیال معطی کو ضروری نہیں کیونکہ اس میں اس کا تعلق خدا کے ساتھ (ہے) خداوند تعالیٰ اس سے خود سمجھے گا معطی کو جو حکم......دیئے ہیں ان کا خیال رکھنا چاہئے ہمارے ملک میں دو طرح کے فقیر ہوتے ہیں ایک نرگدا اور ایک خرگدا۔نرگدا تو وہ ہوتے ہیں کہ آواز دی کسی نے کچھ دے دیا دے دیا نہیں (تو) دوسری جگہ چل دئے اور خرگدا وہ ہوتے ہیں جو اڑ جاتے ہیں۔کاش یہ خرگدائی خدا سے ہوتی تو اچھا ہوتا۔یہ عام گدا بڑی بڑی تکلیفیں سہتے

☆ آیت یہ ہے۔وَلَا تَجۡعَلۡ یَدَکَ مَغۡلُوۡلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا کُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا۔ ۴۰۳

ہیں۔ چونکہ کوئی قاعدہ نہیں مرتب ہوسکتا اس لئے استفتائے قلب پر انسان دے۔اگر قلب کسی کو محتاج سمجھے تو اس کو دے دو۔ اور جس پر یہ خیال ہو کہ یہ مستحق نہیں ہے اس کو نہ دو مگر زجر تو بیخ ہر گز نہیں چاہئے۔ ہاں جو گدا گری اور سوال کے درجہ سے زیادتی کرے اور دوسری حدود کو توڑے مثلاً کسی کے گھر میں باوجود منع کرنے کے گھسے اور منع کرنے والوں سے لڑے تو وہ سائل نہیں بلکہ فسادی (ہے) اس کا ویسا علاج ہونا چاہئے اور ویسے اچھے برے کو بھی دے دیں ہرج نہیں خداوند تعالیٰ ہر قسم کے آدمی کو دیتا ہے۔

میرے پوچھنے پر کہ زکوٰۃ زیور پر ایک دفعہ دینی چاہئے یا ہر سال فرمایا گو اس میں اختلاف ہے مگر ہم تو ہر سال ہی دیتے ہیں۔

سیر سے آکر مولوی محمد علی صاحب عہدہ داران مدرسہ وغیرہ کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ پھر مولوی نورالدین صاحب تشریف لے آئے۔ منظور محمد صاحب☆ آگئے ان سے کچھ بات ہوئی پھر بعد نماز بھی، مولوی محمد علی صاحب سے کتابوں وغیرہ کے متعلق گفتگو ہوئی پھر چار بجے درس میں گیا۔

۵/جنوری ۱۹۰۲ء ۲۴/رمضان المبارک

آج سیر میں پہلے مولوی محمد احسن صاحب امروہی سے باتیں ہوتی رہیں پھر مفتی محمد صادق سے۔ پھر مولوی محمد علی سے۔

۶/جنوری ۱۹۰۲ء ۲۵/رمضان المبارک

آج سیر کے لئے مجھ کو دیر ہوگئی حضرت اقدسؑ کو بہت انتظار کرنا پڑا اس سے بڑی ندامت ہوئی۔ آج سیر (میں) حضور علیہ السلام نقشہ پیشگوئی ہاسنتے رہے شیخ ولی محمد کی موقوفی یکم جنوری ۱۹۰۲ء سے عمل میں آئی۔☆☆ الحکم جنوری ۱۹۰۲ء سے تین ماہ کے لئے فی الحال مولوی محمد نواب خاں ثاقب پیشکار کے طور سے ملازم رکھے گئے۔ تنخواہ (اس عرصہ کے لئے فی الحال پچیس روپے ہوگی) آج حضرت اقدسؑ کو دورہ آکر پڑا۔ اس لئے ظہر سے عشاء تک کسی نماز میں شریک نہیں ہوئے بعد نماز ظہر کمیٹی ڈائرکٹران میگزین ہوئی۔ اس میں مولوی محمد علی مینجنگ ڈائرکٹر مقرر ہوئے اور ان کو معمولی اخراجات کو باختیار خود کرنے اور تمام ذمہ داریوں کو جو حساب اور عدالت کے متعلق ہوں ان کے ذمہ ڈالی گئیں میگزین اردو کو مارچ ۱۹۰۲ء سے جاری کرنے کی

☆ حضرت پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن مراد ہیں۔ (مؤلف)

☆☆ شیخ ولی محمد صاحب کا ذکر جلسہ ۹۲ء کے تعلق میں پہلے ہو چکا ہے۔ (مؤلف)

تجویز ہوئی۔☆ محررہ ۱۵ روپیہ تک مینجنگ ڈائرکٹر رکھ سکتا ہے۔ قیمت میگزین دو روپے سے دو روپے آٹھ آنے تک قرار پائی یعنی جو انگریزی اور اردو دونوں رسالے خریدیں ان سے دو روپیہ لئے جائیں گے۔ اور جو محض اردو وان دو روپیہ آٹھ آنے۔ اسسٹنٹ فنانشل سیکرٹری کا کام فی الحال مجھ کو کرنا پڑے گا لائبریری مدرسہ و میگزین وغیرہ کی ایک ہی (ہو) جو زیرنگرانی مدرسہ ہو۔

۷؍جنوری ۱۹۰۲ء ۲۶؍رمضان المبارک

آج حضرت اقدسؑ کو افاقہ تھا سیر کو تھوڑی دور تشریف لے گئے مرزا خدا بخش صاحب نے معارف میں سے انارکسٹ* اور نہلسٹ* کے متعلق مضمون پڑھ کر سنایا۔ آج رات کو عجیب واقعہ پیش آیا۔ حضرت اقدسؑ تو عشاء کی نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لائے کسی لڑکی نے بستہ کا غذات شمعدان کے قریب رکھ دیا۔ اور دروازہ بند کر دیا مبارکہ کے سخت اصرار خرماطلبی پر میاں محمود جو کمرہ میں گئے تو عجیب نظارہ دیکھا۔ تمام مکان دھوئیں کے ساتھ اٹا ہوا ہے معلوم کیا کہ آگ لگی ہوئی ہے آگ کو فرو کیا سوائے بستہ کے اور صندوق کی تھوڑی سی لکڑی کے کچھ نہیں جلا خداوند تعالیٰ نے بڑا افضل کیا کیونکہ اس مکان میں چھت تک صندوق تھے اور کئی ایک لحاف پڑے تھے۔ اگر آگ زیادہ بھڑکتی تو تمام گھر کے جل جانے کا اندیشہ تھا مضمونوں کے جلنے کے متعلق حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند اس سے بہتر سمجھا دے گا۔

۸؍جنوری ۱۹۰۲ء ۲۷؍رمضان المبارک

آج سیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے رات کے خط (پر) جو استدعائے دعا کے لئے لکھا تھا فرمایا کہ دعا اللہ قبول فرماتا ہے مگر ایک مناسب وقت پر۔ تکالیف اور غم اگر انسان کو نہ ہوں تو وہ پختہ نہیں ہوتا۔ پس جو لوگ تمام عمر ہم وغم سے ناآشنا رہتے ہیں اور ہمیشہ نازونعم میں رہتے ہیں یہ لوگ بالکل بیکار ہوتے (ہیں) اور اللہ تعالیٰ کو ان کی پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ یہ فسق و فجور میں مبتلاء رہتے ہیں اور جن لوگوں (کو) ابتلاء آتی (ہے) اس کے بعد اگر ان کو سامان راحت ملتے بھی ہیں مگر وہ ان سے بے تعلق رہتے ہیں۔ پس نیک

☆ اس کے مارچ ۱۹۰۲ء سے شروع ہونے کا ذکر الحکم بابت ۰۲-۳-۲۴ میں مرقوم ہے گو اس کے سرورق پر ماہ جنوری لکھا ہے لیکن نیچے درج ہے کہ مارچ میں شائع ہوا۔

* Nihilist Anarchist (مؤلف)

لوگوں کو اسی لئے ابتلاء ہوتی (ہے) تا وہ پختہ ہو جائیں (مفصل تقریر ایڈیٹر الحکم نے لکھی ہے☆) اس کے بعد ایک عرب کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔

۹/جنوری ۱۹۰۲ء ۲۸/رمضان المبارک

آج بھی سیر میں وہ عرب ہی مخاطب رہا آج زینب نے پہلا روزہ رکھا۔ میں ۲۸ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ کو پیدا ہوا تھا۔

۱۰/جنوری ۱۹۰۲ء ۲۹/رمضان المبارک

آج حضرت اقدسؑ بہ سبب ناسازیٔ طبیعت نماز جمعہ وعصر میں تشریف نہیں لا سکے۔☆☆

۱۲/جنوری ۱۹۰۲ء

آج عید الفطر ہے نماز (صبح) پڑھی۔ الحمد اللہ کہ اس وقت ایک گداز طبیعت میں تھا۔ بعد نماز تلاوت قرآن شریف وغیرہ سے فارغ ہو کر تہیہ نماز عید کیا۔ کچھ کھانا کھایا۔ نماز عید کوئی ساڑھے دس بجے شروع ہوئی حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ امام تھے۔ آپ (نے) سورۂ نوح کی ایک رکوع پڑھی......* نہایت پراثر خطبہ تھا۔ بڑا زور دیا (کہ) بدظنی نہایت بری بات ہے یہ خرابیوں تکذیبوں کی جڑ ہے۔** (بعد نماز ظہر وعصر) مولوی نورالدین صاحبؓ تشریف لے آئے اور اس طرح بعض اور احباب۔ بعد مغرب مسجد میں گیا۔ وہاں حضرت اقدسؑ تقریر فرما رہے تھے۔ بڑی لطیف تقریر تھی۔

☆ یہ تقریر الحکم جلد ۶ نمبر ۴۵ (صفحہ ۱ تا ۳) پرچہ ۰۲-۱۲-۱۷ اور نمبر ۲۶ (صفحہ ۱ تا ۲) پرچہ ۰۲-۱۲-۲۴ میں موجود ہے۔ خطوط واحدانی کے الفاظ ڈائری کا حصہ ہیں۔

☆☆ ۱۱ جنوری کی ڈائری اس سے قبل تہجد گزاری وغیرہ کے ذکر میں درج ہو چکی ہے۔

* ڈائری میں یہ جگہ خالی ہے۔

** یہ عید مسجد اقصیٰ میں پڑھی گئی۔ الحکم جلد ۶ نمبر ۲ (صفحہ ۱۵ کالم ۳) حضرت مولویؓ کا خطبہ نمبر ۲ (صفحہ ۸ تا ۱۰) نمبر ۳ (صفحہ ۵ تا ۶) نمبر ۴ (صفحہ ۶ تا ۷) میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳؍جنوری ۱۹۰۲

سیر میں مولوی محمد احسن صاحب نے ایک مدراس کے مولوی صاحب کا خط پڑھ کر سنایا۔ پھر ہم سیر سے آئے۔☆

۱۶؍جنوری ۱۹۰۲ء

آج سیر میں عبدالحق بی۔اے نے اپنا مضمون رسالہ سراج الحق سنایا۔ جو خط کے طور سے بنام سراج الدین عیسائی انہوں نے لکھا ہے۔

آج مجھ کو تلاوت قرآن شریف میں دو باتیں نئی خداوند تعالیٰ نے میرے ذہن میں ڈالیں۔

۱- وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ......[۴۰۴] میرے دل میں خداوند تعالیٰ نے ڈالا کہ ایک تو اختلاف کی دوری حضرت رسول کریمؐ کے زمانہ میں ہوئی اور اسی طرح اب مسیح موعودؑ کے زمانہ میں۔ فرق و مذاہب مختلفہ کا اتحاد ہم سب عین حضرتؑ میں پاتے ہیں کہ کسی میں ذرا اختلاف نہیں باوجود مختلف الاعتقاد ہونے کے حنفی، مالکی، شیعہ، سنی، وہابی۔ خارجی سب داخل بیعت ہیں۔ تمام اپنے اختلافات کو چھوڑ کر ایک ہو گئے ہیں۔

۲- يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ......[۴۰۵] یہاں خداوند تعالیٰ نے مجھ کو یہ نکتہ سمجھایا کہ انسان کیوں گورے رنگ کو پسند کرتا ہے۔ یہ امر ہماری فطرت میں ہے تو میرے دل میں آیا کہ خداوند تعالیٰ نے دو ہی چہرے لکھے ہیں ایک کالے اور ایک سفید یعنی گورے۔ دوزخیوں کے کالے اور بہشتیوں کے گورے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ گورا رنگ آرام اور آسائش سے ہوتا ہے اور کالا محنت اور تکلیف اور حزن وغم سے۔ جب کوئی دھوپ میں پھرے بڑی محنت کرے یا اس کو کوئی بیماری لاحق ہو یا حزن وملال یا غم وہم ہو یا بڑھاپا چھا جائے تو چہرہ پر سیاہی آتی جاتی ہے۔ اور جب آرام وخوشی۔ صحت وتندرستی اور جوانی ہوتی ہے تو چہرہ کا رنگ کھلا ہوا اور گورا ہوتا ہے حتیٰ کہ کالے بھی کسی قدر گورے بن جاتے ہیں۔

☆ ۱۴ اور ۱۵ جنوری کی ڈائری دعا کے متعلق میں بعد کے اوراق میں درج کی جا رہی ہے۔

۱۷؍جنوری۱۹۰۲ء

چونکہ میری بیوی بارہ بجے تک غسل کرتی رہیں اور ایک غسل خانہ ہونے کی وجہ سے میں نے پونے بجے غسل شروع کیا۔خلاف عادت بہت جلد غسل کیا مگر دیر ہوگئی۔اس لئے بلا کھانا کھائے مسجد کو چلا گیا۔وہاں خطبہ ہورہا تھا شاید قریباً نصف خطبہ ہو چکا ہوگا☆ بعدنماز جمعہ مکان پر آیا۔ذرا ڈاک دیکھنے لگا عصر کی اذان ہوگئی۔بعد از مغرب مسجد میں گیا۔حضرت اقدسؑ تشریف رکھتے تھے۔مختلف باتیں ہوتی رہیں۔آخر نماز عشاء پڑھی گئی۔

۱۸؍جنوری۱۹۰۲ء

الحمدللہ آج جماعت نماز صبح میں شریک ہوا گو پہلی رکعت کے رکوع کے قریب شامل ہوا۔بعد نماز دو رکوع قرآن شریف پڑھے......سیر کو گئے۔

۱۹؍جنوری۱۹۰۲ء

سیر میں جو کچھ گفتگو (ہوئی) یاد نہیں رہی۔

۲۰؍جنوری۱۹۰۲ء

سیر میں جو مضمون تھا یاد نہیں رہا۔

۲۱؍جنوری۱۹۰۲ء

آج میں نے ایک خط حضرت اقدسؑ کی خدمت میں چار امور کے لئے لکھا تھا۔امر اول مدرسہ کے کسی حصہ کو فروخت کر کے دوسری جگہ مکان بنوا سکتا ہوں کہ نہیں۔مولوی نورالدین صاحبؓ کو مکان کی بڑی دقت (ہے) وہ کچھ خریدنا چاہتے ہیں۔امر دوم میرا ارادہ ہجرت کرنے کا ہے حضور اجازت دیں اور دعا فرمائیں یہ ارادہ پورا کروں۔امر سوم تقدیر کا مسئلہ جو سنیوں میں ہے اور قرآن شریف میں اٰمنت باللّٰہ کے ساتھ صراحت سے ضم نہیں ہے کیا اس کو اپنے رسالہ میں میں اس طرح جس طرح حدیثوں میں ہے درج کروں (۴)......☆☆

☆ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا یہ خطبہ احباب الحکم بابت ۰۲-۱-۲۴ (صفحہ ۷) میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆ یہ جگہ ڈائری میں خالی ہے اس کے بعد کا حصہ تقدیر کے متعلق تھا جو صفحہ ۳۸۷ کے حاشیہ پر درج ہو چکا

رات کوئی خط میں نے لکھے۔کوئی سات محض میگزین کی ترغیب خریداری کے لئے تھے۔کوئی ایک بجے سویا۔

۲۲رجنوری۱۹۰۲ء

سیر میں عبدالحق صاحب بی۔اے کے ساتھ حضرت اقدسؑ گفتگو کرتے رہے۔حضرت اقدسؑ نے ایک لطیف گفتگو فرمائی۔فرمایا تین غسل انسان کو کرنے پڑتے ہیں۔اول استغفار کا غسل، دوم شکر کا غسل، سوم حسن کا غسل۔

سیر کے (بعد) حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ سے کچھ گفتگو کی۔نماز ظہر وعصر با جماعت پڑھی ......نماز مغرب کے بعد مسجد میں گیا۔وہاں پہلے مختلف امور پر حضرت اقدسؑ نے گفتگو فرمائی۔پھر مفتی محمد صادق صاحب نے ڈوئی کا مضمون سنایا۔پھر مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اپنا خط آریہ مسافر کے نام کا سنایا۔وہاں سے نماز عشاء پڑھ کر گھر پر آیا۔

۲۷رجنوری۱۹۰۲ء

سیر میں مختلف گفتگوئیں ہوئیں۔ایڈیٹر الحکم نے اپنا مضمون پیسہ اخبار کے جواب میں سنایا۔

۲۸رجنوری۱۹۰۲ء

آج صبح کی جماعت میں شریک ہوا۔سیر میں مختلف باتیں ہوتی رہیں۔منجملہ ان کے عربی لغات کے متعلق گفتگو رہی۔آج بعد از مغرب ایک پادری کا رسالہ متعلق عصمت حضرت رسول کریمؐ مولوی محمد علی صاحب نے پڑھا۔

۱رفروری۱۹۰۲ء

آج میں (نے) دو امور کے لئے استخارہ کرنا شروع کیا۔

1- For gonig to Kotla on coming of the commissianer there.

2- For keeping and Nawab Khan as Servant.

بقیہ حاشیہ:- ہے۔دیگر سوالات کے جواب ڈائری میں مذکور نہیں۔آج کی ڈائری جس جگہ سے یہاں درج کی گئی ہے وہاں سے آخر تک اور کوئی حصہ ترک نہیں کیا گیا۔

۴/فروری۱۹۰۲ء

آج سیر میں بہت تھک گیا۔

۷/فروری۱۹۰۲ء

آج دونوں استخارے ختم۔کوئی تفہیم خداوند تعالیٰ کی طرف سے اوررؤیا نہیں ہوئی۔میں نے فیصلہ بطورخود کیا کہ کمشنر صاحب کے آنے پرکوٹلہ نہ جاؤں گا۔

I shall take Nawab Khan in my Service.

آگے اللہ کوعلم ہے۔ابھی اگر مناسب ہواتو بعض بزرگوں سے مشورہ ان امور میں کروں گا۔علم اللہ ہی کو ہے کہ کیا ہونا ہے۔سب پراللہ کاارادہ غالب ہےاور جوکچھ ہورہے گا وہی بہتر ہوگا۔انشاءاللہ تعالیٰ۔

۸/فروری۱۹۰۲ء

آج بھی نماز صبح میں شریک نہ ہوسکا۔بعد نماز صبح بچوں کو پڑھایا۔آج کھانسی بہت چھڑی اور بعد کھانسی سینہ دکھنے لگا۔آج تمام دن سینہ دکھتا رہا۔حضرت مولانا نے دوائی دی۔نماز ظہر وعصر کی جماعت شریک نہ ہوسکا۔آج حضرت اقدسؑ کومندرجہ ذیل الہام ہوا **لم یبقَ لک فی المخزیات ذکرًا** ۔آج ڈاکے والوں کا م اندیشہ ہوا۔باقی امور معمولی۔☆

☆ الف- نشان (x) ہرعبارت ٹوٹتی ہے۔یہاں نقل مطابق اصل کی گئی ہے۔نیز اس فائدہ کی خاطر جس کا آگے ذکرآتا ہےاس روز کی ساری ڈائری نقل کی گئی ہے۔

ب- ڈائری میں مرقوم الہام اوراس سے ملتے جلتے الہام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱- ''خدانے مجھ پرظاہرفرمایاہے کہ آخری حصہ زندگی کا یہی ہے جواب گزررہاہے جیسا کہ عربی میں وحی الٰہی یہ ہے **قرب اجلک المقدّر و لانُبقی لک من المخزیات ذکرًا** ...... اسی بناءپراس نے مجھے توفیق دی کہ پنجم حصہ براہین احمدیہ شائع کیا جائے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ۷۰حاشیہ) یہ کتاب ۱۹۰۵ء میں تصنیف ہوئی۔اور بدرجلد۱نمبر۳۸ میں یہ الہام ۲۹/نومبر۰۵ءمیں مرقوم ہے۔

۲- بدرجلد۱نمبر۳۸ والحکم جلد۹نمبر۴۳ میں اوپر کے الہام کے ساتھ **قلّ میعادُ ربک و لانُبقی لک من المخزیات شیئا** بھی درج ہے۔اورتاریخ الہام ۶دسمبر۰۵ءمرقوم ہے۔

۱۰؍فروری ۱۹۰۲ء

آج سیر میں دو امور حضرت اقدسؑ نے فرمائے (۱) انبیاءؑ کو بھی تدریجی ترقی ہوتی ہے (۲) بہشت دوزخ

بقیہ حاشیہ:-۳- حوالہ مذکورہ میں ۷ دسمبر ۰۵ء میں ان نمبر ۲، ۳ کے الہامات کے بعد و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین بھی مرقوم ہے۔

۴- جولائی ۱۹۰۶ء میں ذیل کے الہامات ہوئے۔قرب اجلک القدّر. انّ ذاالعرش یدعون ولانبقی لک من المخزیات ذکرًا۔قلّ میعادُ ربک ولانُبقی لک من المخزیات شیئا۔

۵- ۸؍ستمبر ۱۹۰۶ء کا الہام ہے۔ربّ لاتُبق لی من المخزیات ذکرًا۔ [۴۰۶]

۶- حضرت نواب صاحبؓ بعض اوقات حضرت اقدسؑ کے الہامات ورؤیا اپنی ڈائری میں قلم بند کرتے ہیں۔چونکہ ڈائری کی پرائیویٹ حیثیت تھی اور اس خاطر تحریر نہیں کی جاتی تھی کہ کبھی طبع کی جائے گی اس لئے آپ مجالس یا سیر میں الہامات وغیرہ کو نوٹ کر کے نہیں لاتے تھے جیسا کہ اخبارات کی خاطر ایڈیٹر صاحبان کرتے تھے اس لئے بعض اوقات نواب صاحب کے محررہ الہامات ورؤیا میں بعض خامیاں رہ جاتی ہیں لیکن ایک نادر فائدہ بھی ہوتا ہے کہ بعض الہامات کی تاریخ نزول کی تعیین اس ڈائری سے ہوگئی ہے۔اور یہ تعیین کسی اور جگہ سے نہ ہوسکتی تھی۔اس فائدہ کے بالمقابل معمولی خامی قابل اعتناء نہیں۔آج کی ڈائری والے الہام میں دو خامیاں ہیں لیکن تذکرہ میں یہی الہام مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۷ سے نقل ہوا ہے اور محض نقل میں ایک خامی رہ گئی ہے یعنی فِیْ کی بجائے مِنْ نقل کیا گیا ہے۔دوسرے ساتھ ہی ایک اور الہام درج ہے لیکن وہ تذکرہ میں کسی جگہ نقل نہیں کیا گیا یعنی یعصمک اللّٰہ من عندہٖ وھو الولی الرحمٰن۔

نواب صاحبؓ بسا اوقات ڈائری نویسی کے اوقات بھی ڈائری میں درج کر دیتے ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسی روز یا اگلے روز ڈائری تحریر کرتے تھے اس لئے ڈائری میں مندرجہ تاریخ ہر طرح قابل یقین ہے چونکہ مواہب الرحمٰن کی تصنیف ۱۹۰۳ء میں ہوئی اور ۱۴؍جنوری ۱۹۰۳ء کو شائع ہوئی۔اس لئے اس الہام کی تاریخ اس کتاب سے منقول دیگر تمام الہامات کی طرح تذکرہ میں ''۱۴؍جنوری ۱۹۰۳ء سے قبل'' مرقوم ہے۔

ایک اندرونی شہادت سے بھی نواب صاحبؓ کی ڈائری میں مندرجہ تاریخ کی صحت پر روشنی پڑتی ہے۔اور وہ یہ کہ کشتی نوح پڑھ کر مصر کے اخبار اللواء کے ایڈیٹر نے اعتراض کیا کہ طاعون کے ٹیکہ کا ترک کرنا

کا تذکرہ فرمایا۔ کہ بہشت میں انسان ہمیشہ رہے گا اور اس میں ترقی برابر کرتا رہے گا اور اسی طرح دوزخ میں ترقی ہوگی اور دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا کیونکہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے

بقیہ حاشیہ:- توکل کے مفہوم کے منافی ہے۔ ظاہری اسباب کی رعایت ضروری امر ہے۔ اس کے جواب میں مختلف لطیف امور بیان کرتے ہوئے حضورؑ ٹیکہ سے رکنے کی وجہ الہام الٰہی قرار دیتے ہیں۔ اس عبارت کا ایک حصہ یہ ہے۔

''وانی بُشّرتُ فی ھٰذا الایام من ربّی الوھاب فاٰمنت بوعدہٖ ورضیتُ بترک الاسباب. وما کان لی انّ اعصی ربّی او اشک فیما اوحیٰ .ولا اُبالی قول الاعداء فانّ الارض لاتفعل شیئا الاّما فعل فی السّماء. وانّ معی ربّی فما کان لی ان افکرّ فکرا وانّہٗ بشرنی وقال لااُبقی لک فی المخزیات ذکرا. وقال یعصمک اللّٰہ من عندہ وھوالولی الرحمٰن. وان یغرحسن الٰی سواد فیترائ الحُسنان. ھٰذا ربنّا المستعان فکیف تحاف بعدہٗ اھل العدوان .فلا تعیرنی علی ترک التطعیم وانّ ربّی بکلّ خلق علیم۔'' ۴۰۷

ترجمہ: اور مجھے ان ایام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ملی۔ پس میں اس کے وعدہ پر ایمان لایا اور ترک اسباب پر راضی ہوا اور میرے لئے کیونکر مناسب ہے کہ اپنے رب کی نافرمانی کروں یا اس کی وحی میں شک کروں۔ اور میں دشمنوں کی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ زمین کچھ نہیں کرسکتی مگر وہی جو آسمان پر قرار پاتا ہے۔ اور میرے ساتھ میرا رب ہے اس لئے میرے لئے مناسب نہیں کہ کچھ فکر کروں اور اس نے مجھے بشارت دی اور فرمایا لااُبقی لک فی المخزیات ذکرًا اور فرمایا یعصمک اللّٰہ من عندہٖ وھو الولی الرحمٰن۔ اور اگر ایک حسن سیاہی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس کی بجائے دو حسن ظاہر ہوں گے۔ یہی ہمارا رب ہے کہ جس سے ہم استعانت کرتے ہیں پس اس کے بعد ہم دشمنوں سے کس طرح خائف ہوسکتے ہیں؟ سو ٹیکہ لگوانے کو ترک کرنے پر مجھے سرزنش نہ کرو کیونکہ میرا رب ہر ایک پیدائش کو جانتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کشتی نوح کی تصنیف میں جو حضورؑ نے ٹیکہ لگوانے سے جماعت کو منع کیا اس کی وجہ الہامات لااُبقی لک فی المخزیات ذکرًا اور فرمایا یعصمک اللّٰہ من عندہٖ وھو الولی الرحمٰن تھے اور انّی بشّرت فی ھٰذا الایام سے ایام تصنیف مواہب الرحمٰن یا قرب تصنیف مواہب الرحمٰن مراد نہیں بلکہ شدت طاعون کے ایام مراد ہیں جیسا کہ منقولہ عبارت کا آخری حصہ اور اس سے قبل کی عبارت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔

مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نکالنا چاہے لیکن ساتھ ہی کہہ دیا عطاء غیر مجذو ذ یعنی یہ الٰہی عطاء ہے جو واپس نہ لی جائے گی۔ پس بہشت سے انسان نہ نکلے گا۔ لیکن دوزخ کی بابت فرمایا کہ اس

بقیہ حاشیہ:- یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کشتی نوح جو اکتوبر ۱۹۰۲ء میں بصورت کتاب شائع ہوئی کس وقت تصنیف ہوئی تھی۔ الحکم بابت ۱۷ستمبر ۱۹۰۲ء میں زیر عنوان ''دارالامان کا ہفتہ'' مرقوم ہے ''حضرت اقدسؑ نے کشتی نوح یا تقویۃ الایمان کے نام سے عجیب وغریب اشتہار شائع کیا ہے جو اگلی اشاعت میں پورا درج کیا جائے گا۔'' (صفحہ ۱۶) اور ۱۰ستمبر کے پرچہ میں اس عنوان کے تحت مرقوم ہے۔ حضرت حجۃ اللہ نے ٹیکہ طاعون کے متعلق ایک زبردست اشتہار لکھا ہے۔ (صفحہ ۱۶)

بعض بیرونی شواہد بھی اس عرصہ کی تعیین میں ممد ہیں مثلاً اشتہار طاعون جو عربی میں مع فارسی و اردو کے ترجمہ کے حضرت اقدسؑ نے ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۱ء کو شائع فرمایا اس میں طاعون سے حفاظت کے طریقے انابت الی اللہ وغیرہ کا ذکر ہے لیکن کشتی نوح کی طرح ٹیکے کی ممانعت کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ابھی مذکورہ بالا الہامات نہیں ہوئے تھے۔

ایک خارجی شاہد حضرت اقدسؑ کا مکتوب بھی ہے جو حضورؑ نے حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ کو ۳۰؍اپریل ۱۹۰۲ء کو تحریر فرمایا۔ اس میں فرماتے ہیں۔

''میں نے ابھی آپ کے لئے دعا کی ہے سخت امتحان کے دن ہیں۔ آپ بھی توجہ سے توبہ استغفار کرتے رہیں بہت دعا کرتے رہیں ہماری جماعت کے لئے ایک خاص رعایت ہوئی مگر معلوم رہے کہ کسی حد تک بعض کا بطور شہادت فوت ہونا ممکن مگر تشویش کامل۔ تباہی خانگی سے محفوظ رہے گی کم ابتلاء ہوگا (''کم ابتلاء ہوگا'' کے الفاظ مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام مولوی عبداللہ صاحب سنوری مطبوعہ ۲۰؍دسمبر ۱۹۲۱ء میں موجود نہیں۔ مؤلف) توبہ کے لئے ہر ایک پر زور دیں۔ اب وقت ہے آئندہ جاڑا خطرناک ہے۔'' [۴۰۸]

اس مکتوب سے قبل نازل شدہ جن الہامات سے جماعت کے لئے خاص رعایت کا علم ہوتا ہے وہ یہ ہیں (الف) ہفتہ مختتمہ ۱۷اگست ۱۹۰۱ء میں **ایّام غضب اللّٰہ۔ غضبتُ غضبًا شدیدًا. اِنّهٗ ینجّی اھل السعادۃ. انّی اُنجی الصادقین** [۴۰۹] (ب) **لولا الاکرام لھلک المقام. یأتی علٰی جھنّم زمانٌ لیس فیھا احدٌ۔** [۴۱۰]

لیکن غور کیا جائے تو حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ والے مکتوب میں جس الہام کی بناء پر رعایت کا مفہوم نکلتا ہے۔ وہ ان الہامات ۱۰-۸-۷ وغیرہ مذکورہ بالا سے نہیں نکل سکتا۔ ان آخری الہامات میں تمام اہل سعادت اور صادقین کی نجات اور قادیان کی بربادی سے حفاظت اور بعد ازاں طاعون کے اختتام پذیر

میں انسان ہمیشہ رہے گا مگر وہ جس کو اللہ چاہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اس کو نکال لے گا۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے (کہ) دوزخ میں خلود دائمی نہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت دوزخ پر ایسا آئے گا کہ نسیم صبا اس کے دروازے ہلائے گی یعنی دوزخ میں کوئی نہ ہوگا۔ فرمایا عیسائیوں نے اس بات کو نہیں سمجھا یہ اسلام ہی میں خوبی ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں (کہ) دوزخی کبھی ان مدارج کو پہنچ جائیں گے جو بہشتیوں کے ہیں۔ ہاں یہ ہے کہ ان کو وہ تکلیف نہ رہے گی۔

۱۳ر فروری ۱۹۰۲ء

آج صبح پانچ بجے آنکھ کھلی۔ کسل نے اٹھنے نہ دیا۔ آخر چھ بجے آنکھ کھلی۔ افسوس دارالامان میں بھی کسل کے ہاتھوں یہ حالت ہے۔ خدا اپنے فضل وکرم سے مجھ میں چستی پیدا کرے۔ سیر وغیرہ معمولی امور۔ نماز مغرب (کے وقت) ایک بدقسمت آ گیا۔ تصاویر اور حرمت مسجد پر بحث کرنے لگا۔ اس سے حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ تصویر ایک محض لغو طور سے رکھی ہے تو حرام ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ** [۳۷۱] اور اگر کسی شرعی اور علمی غرض سے بنوائی یا رکھی گئی ہے تو حرام نہیں۔ اور مسجد کی جو حرمت حضرت رسول کریمؐ کے زمانہ میں تھی اس سے اس وقت زیادہ تکلف موجود ہے۔

بقیہ حاشیہ:- ہونے کا ذکر ہے نہ کہ جو حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ ''ہماری جماعت کے لئے ایک خاص رعایت ہوئی مگر معلوم رہے کہ کسی حد تک بعض کا بطور شہادت فوت ہونا ممکن۔ مگر تشویش کامل۔ تباہی خانگی سے محفوظ رہے گی کم ابتلاء ہوگا۔'' یہ مفہوم صرف **لاُبقی لک فی المخزیات ذکرًا** سے نکلتا ہے یعنی بعض احمدی طاعون سے بطور شہادت فوت ہوں اور مخالف ایسی وفاتوں کو مخزیات کے رنگ میں بیان کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان مخزیات کا نام ونشان باقی نہ رکھے۔ نیز احمدیوں کی طاعون سے وفات تشویش کامل اور خانگی تباہی کے رنگ میں نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ شواہد کی رو سے **لاُبقی لک فی المخزیات ذکرًا** کا الہام تصنیف کشتی نوحؑ (۱۰ر ستمبر ۱۹۰۲ء) سے قبل ہوا تھا اور اس کی تاریخ نزول ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۱ء اور ۳۰ر اپریل ۱۹۰۲ء کے درمیانی عرصہ میں قرار پاتی ہے جس سے نواب صاحبؓ کی ڈائری میں مندرجہ تاریخ ۸ر فروری ۱۹۰۲ء کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور اس الہام کی تاریخ نزول کی تعیین صرف اور صرف اس ڈائری سے ہوتی ہے۔

* (''کم ابتلاء ہوگا'' کے الفاظ ''مکتوبات حضرت مسیح موعودؑ بنام مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ'' مطبوعہ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۱ء میں موجود نہیں۔ مؤلف)

۱۴؍فروری ۱۹۰۲ء

آج کے جلسۂ شام میں سول کاریویو نیولائف آف محمدؐ کے متعلق پڑھا گیا۔اس پر بہت لطیف تقریر حضرتؑ نے فرمائی۔

نماز ۶ سے ۷ تک	مختلف گفتگو اور درود ۳:۳۰ سے ۶
نماز جمعہ ۱ سے ۲:۳۰	نماز مغرب ۶:۴۰ سے ۶:۵۰
نماز عصر ۳ سے ۳:۳۰	جلسہ بعد مغرب ۵:۵۰ سے ۸

۱۵؍فروری ۱۹۰۲ء

سیر میں رؤیا کے متعلق گفتگو میں حضرتؑ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کو خواب میں بری حالت میں دیکھنا اپنی حالت کی تصویر ہوتی ہے نہ کہ نبی کی حالت کی۔آج نماز مغرب میں حضرت اقدسؑ تشریف نہیں لائے اس لئے آج جلسہ بعد المغرب نہیں ہوا۔

آج مرزا خدا بخش صاحب سے معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؑ کو پرسوں مندرجہ ذیل الہام (ہوا) یہ پرسوں صبح حضرتؑ نے بعد نماز سنایا تھا۔

فُتِح ابواب السّماء۔☆

تیاری نماز صبح و نماز صبح ۵ سے ۷ تک	
ڈائری ۷:۰۵ سے ۷:۲۰ تک	نماز ظہر و عصر ۱:۳۰ سے ۲:۳۰
بچوں کو پڑھا ۷:۲۰ سے ۸:۰۵ تک	نماز عشاء ۷:۴۰ سے ۸ تک
تیاری سیر ۸:۰۵ سے ۹:۳۰ تک	
سیر ۹:۳۰ سے ۱۱ تک	

☆ فتح کی بجائے فتحت ہونا چاہئے۔ایک تو نواب صاحبؓ نے دوسرے شخص سے اور پھر دو روز بعد سن کر اسے لکھا ہے۔یہ الہام غیر مطبوعہ ہے۔آخر ۹؍نومبر ۱۹۰۰ء میں الہام **تُفتّح ابواب السّماء** ہوا تھا اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۴ پر مرقوم ہے۔الہام مندرجہ ڈائری کے متعلق یہ یقینی باور نہیں کیا جا سکتا کہ حضورؑ نے بیان فرمایا ہو کہ یہ الہام اس روز ہوا ہے ممکن ہے سابقہ الہام حضورؑ نے اس روز بیان فرمایا ہو اور مرزا صاحب نے یہ سمجھ لیا ہو کہ تازہ الہام ہے۔جب تک اور کوئی قرینہ نہ ہو یقین کی راہ میں لفظی غلطی بھی روک ہے۔

۱۶؍فروری ۱۹۰۲ء

میرے گھر (سے) رؤیا دیکھا کہ پانچ لڑکے ہیں ایک میاں محمود، دوسرا عبدالرحمٰن، تیسرا عبداللہ، چوتھا عبدالرحیم، پانچواں میاں بشیر یا میاں شریف ہیں۔ میاں محمود کے ہاتھ میں دو قرآن ہیں اور باقی کے ہاتھوں میں سوائے عبدالرحیم کے ایک ایک قرآن ہے۔ عبدالرحیم کی بابت کہا گیا کہ اس کے ہاتھ میں رِحل ہے۔ اس کا قرآن بنوایا جائے گا۔☆

آج حضرت اقدسؑ کی طبیعت ناساز تھی اس لئے نماز مغرب وعشاء میں شریک نہیں ہوئے۔

تیاری سیر ۸:۵۵ سے ۹:۳۰ تک　　　　انتظار حضرتؑ ۹:۳۰ سے ۱۰:۴۰ تک

کھانا تیاری نماز ظہر وعصر ۱۲:۳۰ سے ۲:۱۵ تک

تیاری نماز مغرب ۶:۰۵ سے ۶:۳۵ تک

کھانا و نماز عشاء ۶:۴۰ سے ۸:۱۵ تک

۱۷؍فروری ۱۹۰۲ء

آج صبح کی نماز میں دوسری رکعت میں شامل ہوا۔

آج عبدالرحیم طالب علم شاگرد مولوی نورالدین صاحبؓ کا انتقال ہوگیا۔ یہ شخص حیدرآباد دکن سے تحصیل علم کے لئے آیا تھا۔ حضور مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں داخل تھا۔ آخری وقت تک اپنے اعتقاد پر قائم رہا۔ کل حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک کو دیکھنے کی خواہش کی۔ حضرتؑ تشریف لے گئے۔ آج صبح تین بجے انتقال ہوگیا۔ آخری وقت اللہ ورسول امام زمانؑ پر ایمان کی شہادت دیتا ہوا راہیٔ عدم ہوا۔ بڑی قابل رشک موت تھی۔ خداوند تعالیٰ ایسی موت سب مومنوں کو نصیب کرے۔ جب ان کا وقت آئے۔☆☆

☆ یہ رؤیا واضح ہے۔ اس میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا ممتاز مقام بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ نیز جہاں باقیوں کے لئے بشارت ہے وہاں ایک کے متعلق صرف اہل کا ذکر ہے گویا کہ ان کے اختیار میں ہے اپنے لئے قرآن مجید بنوائیں یا نہ بنوائیں۔

☆☆ الحکم بابت ۰۲-۲-۲۱ (صفحہ ۱۶) پر زیر عنوان ''دارالامان کا ہفتہ'' مولوی عبدالرحیم صاحبؓ کے متعلق یہ تفصیل درج ہے۔

نمازصبح ۶:۳۰ سے ۷:۰۵ تک

بچوں کو پڑھانا ۷:۳۰ سے ۸:۴۵ تک

تیاری سیر ۸:۴۵ سے ۹:۳۰ تک

سیر وجنازہ ۹:۳۰ سے ۱۱:۳۰ تک

نمازظہر وعصر ۱:۴۵ سے ۲:۲۰ تک

تجویز چندہ مساجد ۵ سے ۶ تک

نمازمغرب وجلسہ ونمازعشاء ۶:۳۰ سے ۸:۳۰ تک

۱۸رفروری ۱۹۰۲ء

آج اسراف الماء فی الوضوء والغسل میں مولوی نورالدین صاحبؓ اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے مجھ کو تنبیہ کیا۔ جزاھما اللّٰہ احسن الجزاء۔

قرآن شریف وڈائری ۶:۴۰ سے ۷:۱۵ تک

تیاری سیر وغیرہ ۸:۳۰ سے ۹:۱۵ تک

سیر ۹:۱۵ سے ۱۰:۲۰ تک

تیارنمازظہر وعصرا سے ۲:۱۰ تک

نمازمغرب وجلسہ وعشاء ۶:۴۰ سے ۸:۱۵ تک

۱۹رفروری ۱۹۰۲ء

آج اپنی جانب سے میں (نے) کوتاہی اٹھنے کے بعد نہیں کی مگر آج بھی شریک جماعت نہ ہو سکا۔ آج جماعت سویرے ہوگئی یا وقت میں دھوکہ لگا۔ پانی نسبتاً حتی المقدور میں نے کم خرچ کیا۔ آج سیر کو بوجہ ناسازی طبیعت (حضرت اقدسؑ) تشریف نہیں لے گئے اس لئے میں نے مدرسہ (کا) معائنہ کیا۔ آج اسمٰعیل جلد بند☆ کوٹلہ سے آیا۔ یہ اپنی مرضی سے تحقیقات کے لئے آیا ہے۔ آج حضرت اقدسؑ مغرب وعشاء کی نماز میں تشریف نہیں (لائے)۔

☆ یہ احمدی ہو گئے تھے۔ فوت ہو چکے ہیں ان کے بیٹے میاں عبداللہ صاحب جلد ساز کا ذکر نواب صاحبؓ کی ایک روایت میں آتا ہے۔ یہ پاکستان جا چکے ہیں۔

تیاری سیر ۸:۴۵ سے ۹:۳۰ تک

معائنہ مدرسہ تجویز تعمیر ۹:۳۰ سے ۱۰:۴۰ تک

پڑتال نقشہ جات وغیرہ ۱۰:۴۰ سے ۱۱:۳۰ تک

نماز ظہر و عصر ۱:۴۵ سے ۳:۴۵ تک

نماز مغرب ۶:۳۰ سے ۶:۱۵ تک

نماز عشاء ۷:۴۵ سے ۸:۳۰ تک

۲۰ر فروری ۱۹۰۲ء

صبح جماعت نماز میں شریک ہوا۔ الحمد اللہ علی ذالک۔

نماز ۵:۴۵ سے ۶:۳۰ تک

بچوں کو پڑھانا ۷:۱۵ سے ۸:۴۰ تک

تیاری سیر ۸:۴۰ سے ۹:۱۵ تک

سیر ۹:۱۵ سے ۱۰:۳۰ تک

نقشہ مدرسہ بنانا ۱۰:۳۰ سے ۱۲ تک

نماز ظہر و عصر ۱:۳۰ سے ۱:۵۵ تک

نماز و جلسہ و نماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۲۱ر فروری ۱۹۰۲ء

آج بوجہ کسی قدر گرمی کے بالائے مسجد نماز پڑھی گئی۔

نماز جمعہ ۱:۳۰ سے ۲:۳۰ تک

مختلف کام متعلق مدرسہ ۲:۳۰ سے ۳:۳۰ تک

بجٹ مدرسہ ۳:۴۵ سے ۶ تک

تیاری نماز مغرب و جلسہ و نماز عشاء ۶ سے ۸ تک

۲۲رفروری۱۹۰۲ء

اس ہفتہ روحانی ترقی بظاہر محسوس نہیں ہوئی۔کسل طاری رہا۔

تیاری سیر ۸:۳۰ سے ۹ تک

سیر ۹ سے ۱۰ تک

بجٹ مدرسہ وتجویز مختلفہ ۱۰ سے ۱۲ تک

نمازظہروعصر ۱ سے ۱:۳۰ تک

بجٹ وکاغذات مختلفہ وڈاک ۱:۳۰ سے ۶ تک

نمازمغرب وجلسہ وعشا ۶:۳۰ سے ۸ تک

۲۳رفروری۱۹۰۲ء

آج بھی افسوس میں شریک جماعت نہ ہوسکا۔میری بڑی بدقسمتی ہے کہ دارالامان میں بھی میری شامت اعمال کی وجہ اعمال صالح کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔

تیاری سیر ۸:۳۰ سے ۹ تک

سیر ۹ سے ۱۰:۴۰ تک

مذہبی گفتگو تبلیغ عبدالرحمٰن فریدآبادی ۱۰:۴۰ سے ۱۲ تک

نمازظہروعصر ۱:۳۰ سے ۲ تک

عمارت کے متعلق کام ۱:۳۰ سے ۵ تک

خطوط بنام ممبران کمیٹی وحضرت اقدسؑ وغیرہ ۵ سے ۶ تک

تیاری نماز وجلسہ ونماز عشاء ۶ سے ۸ تک

۲۴رفروری۱۹۰۲ء

الحمداللہ کہ آج میں نے......رکعت تہجد پڑھیں اور جماعت صبح میں شریک ہوا۔

نماز صبح ۵:۴۰ سے ۶ تک

قرآن وڈائری وغیرہ ۶ سے ۶:۴۵ تک

بچوں کو پڑھانا ۶:۴۵ سے ۹ تک

تیاری سیر ۹ سے ۹:۳۰ تک

سیر ۹:۳۰ سے ۱۰:۴۰ تک

عبدالرحمٰن کو تبلیغ وغیرہ ۱۰:۴۰ سے ۱۲ تک

تیاری نماز ظہر وعصر نمازیں ۱ سے ۲ تک

تشحیذ الاذہان و بجٹ وغیرہ کے متعلق غور ۳ سے ۶ تک

نماز مغرب وجلسہ وعشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۲۵ر فروری ۱۹۰۲ء

تیاری سیر ۸:۳۰ سے ۹ تک

سیر ۹ سے ۱۰:۳۰ تک

نماز ظہر وعصر ۱ سے ۲ تک

تیاری نماز و نماز مغرب وجلسہ و نماز عشاء ۶ سے ۷:۳۰ تک

۲۶ر فروری ۱۹۰۲ء

آج مجلس تشحیذ الاذہان نے اپنے آپ کو مدرسہ کے سپرد کرنا قبول کیا۔

درستی جراب ۶:۴۵ سے ۸ تک

تیاری سیر وغیرہ ۸ سے ۹ تک

سیر ۹ سے ۱۰:۳۰ تک

زینب کو پڑھایا ۱۰:۳۰ سے ۱۱:۳۰ تک

نماز وانتظار ۱ سے ۲ تک ☆

نماز مغرب وجلسہ و نماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۲۷ر فروری ۱۹۰۲ء

آج میں شریک جماعت نماز صبح ہوا۔

☆ نماز عصر کا الگ ذکر نہیں سابقہ ایام کی طرح ظہر وعصر جمع ہوئی ہوں گی۔

نمازوانتظار ۵:۴۵ سے ۶:۲۰ تک

قرآن شریف وڈائری ۶:۲۰ سے ۶:۵۵ تک

بچوں کو پڑھانا ۶:۵۵ سے ۸:۳۰ تک

تیاری سیر ۸:۳۰ سے ۹ تک

سیر ۹ سے ۱۰:۳۰ تک

نماز ظہر وعصر ا سے ۲ تک

نماز مغرب وجلسہ ونماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۲۸ر فروری ۱۹۰۲ء

نماز جمعہ ۱:۳۰ سے ۲:۳۰ تک

نماز عصر ۴ سے ۴:۱۵ تک

کام متعلق تشحیذ الاذہان ۴:۱۵ سے ۶ تک

نماز مغرب وجلسہ ونماز عشاء ۶:۳۰ سے ۱۰ تک

۱ر مارچ ۱۹۰۲ء

قرآن شریف وڈائری ۶:۱۵ سے ۷ تک

سیر ۷ سے ۸:۳۰ تک

سکیم۔ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ سے گفتگو ۸:۳۰ سے ۲ تک

جلسہ ونماز عشاء ۷ سے ۸ تک

۲ر مارچ ۱۹۰۲ء

آج لنگر کے متعلق حضرتؑ کے حضور میں حاضر ہو کر مع مولوی عبدالکریم صاحبؓ ومولوی محمد علی صاحب مرزا خدا بخش صاحب مشورہ ہوتا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے ایک اشتہار کا مسودہ دیا کہ اس میں مناسب ترمیم کے بعد شائع کیا جائے۔☆

☆ یہ اشتہار الحکم بابت ۰۲-۳-۱۷ میں شائع ہوا ہے۔

نمازصبح ۵:۴۵ سے ۶ تک

تیاری سیر ۶:۴۰ سے ۷ تک

سیر ۷ سے ۸:۲۰ تک

سکیم ومدرسہ وغیرہ ۸:۲۰ سے ۱۲ تک

نماز ۱:۱۵ سے ۱:۳۰ ☆

مشورہ متعلق اخراجات وغیرہ لنگر بحضور حضرت اقدس ۱:۳۰ سے ۲:۳۰ تک

ڈاک وسکیم وغیرہ ۲:۳۰ سے ۶ تک

نمازمغرب وجلسہ ونمازعشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۳/ مارچ ۱۹۰۲ء

جماعت نمازصبح میں شریک ہوا۔

نمازصبح ۵:۳۰ سے ۶ تک

ڈائری وتیاری سیر ۶ سے ۷ تک

سیر ۷ سے ۸:۳۰ تک

نماز ۱:۳۰ سے ۲ تک ☆☆

نمازمغرب وجلسہ ونمازعشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۴/ مارچ ۱۹۰۲ء ۲۲/ ذی قعد

آج کا دن ہر پہلو سے بیکار رہا آج جائے ضرور میں پانی کے ختم ہونے اور پھر نہ ملنے اور کچھ بہ سبب خرابی طبیعت خود دیر (تک) اجابت کے آتے رہنے کی وجہ سے مجھ کو ۵ سے $\frac{1}{4}$ ۶ بجے تک وہاں بیٹھنا پڑا۔ وضو کے کرتے کراتے دن چڑھ آیا یعنی سورج نکل آیا آخر نماز پوری دھوپ نکلنے پر پڑی۔ پھر ظہر میں بھی ایک لغو کام میں لے بیٹھا اور جراب درست کرنے لگا۔ اس میں دیر ہوئی آخر ظہر کی نماز بھی گھر پڑھی اب چونکہ عادت جمع

☆ عصر کا الگ ذکر موجود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے ایام سابقہ کی طرح ظہر وعصر جمع ہوئی ہوں گی

☆☆ عصر کا الگ ذکر موجود نہیں۔ سو ایام سابقہ کی طرح ظہر وعصر جمع ہوئی ہوں گی۔

نمازوں کے پڑھنے کی اس وقت پڑی ہوئی تھی مگر گھر پر جونماز پڑھی تو صرف ظہر کی۔ باہر گیا تو عادتاً عصر کی نماز یاد نہ رہی اور ۲۳☆ کی صبح تک نہ آئی اس طرح عصر گئی کاروبار کی حالت یہ کہ بارہ بجے تک سینچری ڈکشنری* دیکھتا رہا اور شام کو ایک خط لکھا اور بس۔

خدا تعالیٰ میرے پر رحم کرے اور مجھ کو مقیم الصلوٰۃ اور چست بنادے۔

تیاری نماز وغیرہ ۵ سے ۶:۳۰ تک

تیاری سیر۔سیر ونماز ۶:۳۰ سے ۷ تک

سیر وانتظار ۷ سے ۸:۳۰ تک

نماز مغرب وجلسہ ونماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۵/مارچ ۱۹۰۲ء

قرآن شریف وڈائری ۶:۱۵ سے ۶:۵۵ تک

تیاری سیر ۶:۵۵ سے ۷ تک

سیر ۷ ۸:۳۰ تک

نماز ۱:۱۰ سے ۲ تک☆☆

نماز مغرب وجلسہ وعشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۶/مارچ ۱۹۰۲ء

سیر ۷ سے ۸:۳۰ تک

نماز ۱:۳۰ سے ۲ تک**

نماز مغرب وجلسہ ونماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

☆ مراد ۲۳ ذیقعدا گلا روز (مؤلف)۔

☆☆ نماز عصر کا الگ ذکر نہیں جمع ہوئی ہوں گی۔

* Century Dictionary (مؤلف)

** نماز عصر کا الگ ذکر نہیں۔جمع ہوئی ہوں گی۔

۷؍مارچ ۱۹۰۲ء

آج شیخ عبدالرحمٰن خادم اولاد کے ساتھ دعوئے حضرت اقدسؑ کے متعلق گفتگو ہوتی رہی اس کی نہایت کٹھن طبیعت تھی اس میں کچھ آتا ہی نہ تھا اور جو سنتا تھا وہ یاد نہ رہتا تھا۔ آج میں نے اس (سے) گفتگو کی اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی خداوند تعالیٰ نے نصرت فرمائی اور آخر شیخ عبدالرحمٰن کی تسلی ہوگئی اور آج اس نے بیعت کی درخواست کی مگر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ کل کرنا۔ **الحمد للّٰہ علی ذالک۔**

نماز ۶:۱۵ سے ۶:۳۰ تک

درستی جراب ۶:۳۰ سے ۸ تک

شیخ عبدالرحمٰن سے گفتگو ۸ سے ۱۱:۴۰ تک

نماز جمعہ ۱ سے ۲ تک☆

ڈاک وغیرہ و گفتگو با شیخ عبدالرحمٰن ۲ سے ۳ تک

نماز عصر ۳ سے ۳:۳۰ تک

گفتگو با شیخ عبدالرحمٰن و عبداللہ عرب ۳:۳۰ سے ۶ تک

نماز مغرب و جلسہ و نماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۸؍مارچ ۱۹۰۲ء

آج شیخ محی الدین عرب سے گفتگو در بارہ اعتقادات شیعہ ہوئی اور آخر شیخ محی الدین نے مان لیا کہ اصول دین مذہب شیعہ خلاف کتاب اللہ انسانی گھڑت ہیں یہ محض خداوند تعالیٰ کے فضل سے مجھ کو دلائل سوجھے اور اسی کی نصرت سے یہ کامیابی ہوئی آج عبداللہ نے بھی اور عبدالرحیم نے اور شیخ عبدالرحمٰن نے بیعت کی آج جلسہ شام میں میاں چراغ الدین صاحب جموں کا دوسرا اشتہار پڑھا گیا نہایت لطیف اردو تھی اور مضامین نہایت عارفانہ اور دلگداز تھے یہ اپنے آپ کو نصرت حضرت حضرت اقدسؑ پر مامور کہتے ہیں کہ حدیث میں دو فرشتوں یا دو آدمیوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے مسیحؑ نازل ہوگا منجملہ ان کے ایک میں ہوں۔☆☆

☆ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا یہ خطبہ الحکم مورخہ ۱۷-۳-۰۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆ اس کے مباہلہ اور ہلاکت کا ذکر حقیقۃ الوحی میں پڑھیے اور اشتہار نمبر سوم کو حضرت اقدسؑ کے بُرا منانے کا ذکر الحکم بابت ۲۴-۴-۰۲ صفحہ ۳ میں ہے۔

سیر ۷ ۸:۳۰ تک
گفتگو با شیخ محی الدین ۸:۳۰ سے ۱۰ تک☆
نمازظہر وعصر ۱:۱۵ سے ۱:۴۰ تک
شیخ یعقوب علی صاحب سے گفتگو وخطوط مولوی محمد حسین وثناءاللہ کو پڑھنا ۳:۳۰ سے ۶ تک
نمازمغرب وجلسہ ونمازعشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۹/مارچ ۱۹۰۲ء

تہجد ۴:۴۵ سے ۵:۳۰ تک
نمازصبح وغیرہ ۵:۳۰ سے ۵:۵۰ تک
قرآن شریف ۵:۵۰ سے ۶:۱۰ تک
تیاری سیر ۶:۴۵ سے ۷ تک

۱۲/مارچ ۱۹۰۲ء

آج حضرت اقدسؑ نے حکم فرمایا کہ عیدالضحیٰ تک خصوصیت سے تمام کو صبح اٹھنا چاہئے اور تہجد پڑھنی چاہئے۔اور دعا اور استغفار کرنا چاہئے اگر کوئی مبشر خواب دیکھیں تو بیان کریں۔☆☆

۱۴/مارچ ۱۹۰۲ء

نمازتہجد ۴:۴۵ سے ۵ تک
نمازصبح ۵:۱۵ سے ۶:۳۰ تک
قرآن شریف کھانا وغیرہ ۶ سے ۶:۳۰ تک
نمازجمعہ ۱:۳۰ سے ۲ تک*

☆ مکرم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ محی الدین نہیں بلکہ عبدالمحی نام ہے۔
☆☆ اس کا ذکر الحکم جلد ۶ نمبر ۱۰ (صفحہ ۶) پرچہ ۰۲-۳-۱۷ میں بھی ہے۔
* حضرت اقدسؑ کے ارشاد پر آج خاص طور پر جمعہ میں قادیان کے مسلمانوں کو جمع کر کے خطبہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے تبلیغ و انذار کیا۔ یہ خطبہ الحکم پر چہ ۰۲-۳-۱۷ میں صفحہ ۱۲ تا ۱۵ پر درج ہے۔

نمازعصر وغیرہ ۴ سے ۵:۴۵ تک

نمازمغرب وجلسہ ونمازعشاء ۶:۳۰ سے ۸:۲۰ تک

۱۵/مارچ ۱۹۰۲ء ۴/ذوالحجۃ ۱۳۱۹ھ

الحمدللہ کہ ۲ ذوالحجہ سے برابر صبح وقت تہجد اور نماز صبح باجماعت ہو جاتی ہے۔

نماز صبح ۵:۱۵ سے ۵:۴۵ تک

قرآن شریف وخط بنام مولوی محمد علی صاحب ۵:۴۵ سے ۶:۱۰ تک

تیاری سیر وسیر ۶:۴۰ سے ۸:۲۰ تک

بچوں کو پڑھانا ۱۱:۲۰ سے ۱۲ تک

نماز ۱ سے ۱:۱۵ تک☆

نمازمغرب وجلسہ ونمازعشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۱۶/مارچ ۱۹۰۲ء

صبح تہجد وجماعت نماز صبح ملی۔آج نبی آ گیا۔☆☆

نماز صبح ۵:۱۵ سے ۵:۵۰ تک

تیاری سیر ۶:۲۰ سے ۶:۳۰ تک

انتظار ۶:۳۰ سے ۷ تک

سیر ۷ سے ۸:۳۰ تک

بچوں کو پڑھانا ۱۱ سے ۱۲ تک

نماز ۱ سے ۲ تک

نمازمغرب وجلسہ ونمازعشا ۶:۳۰ سے ۸ تک

☆ ظہر وعصر ان دنوں جمع ہوتی تھیں اس لئے عصر کا علیحدہ ذکر موجود نہیں۔

☆☆ یہ وہ نبی نواب صاحبؓ کا ملازم ہے جس کے متعلق دوسری جگہ میں نے تفصیل درج کی ہے۔

۱۷/ مارچ ۱۹۰۲ء

نمازتہجد گزاری اور نمازیں جماعت سے پڑھیں آج رات کو بارش ہوتی رہی۔

نماز صبح ۵:۳۰ سے ۵:۵۵ تک

تیاری سیر ۶:۳۰ سے ۶:۴۵ تک

انتظار ۶:۳۵ سے ۷ تک

سیر ۷ سے ۸:۱۵ تک

بچوں کو پڑھانا ۱۰ سے ۱۱ تک

نماز ظہر وعصر ۱ سے ۲ تک

نماز مغرب وجلسہ ونماز عشا ۶:۳۰ سے ۷:۴۵ تک

۱۸/ مارچ ۱۹۰۲ء

آج الحمد للہ کہ برخلاف روز کے آج پوری گیارہ رکعت تہجد میں پڑھیں۔آج دو شخصوں نے خواب سنائے ایک شیخ عبدالرحمٰن (صاحب) قادیانی (حال درویش۔مؤلف) نے اور اسمٰعیل (صاحب)☆ پریس مین نے۔آج بارش ہوئی۔

نماز صبح ۵:۳۰ سے ۶ تک

تیاری سیر ۶:۳۰ سے ۷ تک

سیر ۷ سے ۸ تک

بچوں کو پڑھایا ۱۰:۴۵ سے ۱۱:۴۵ تک

نماز ظہر وعصر ۱ سے ۲ تک

نماز مغرب وجلسہ ونماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۱۹/ مارچ ۱۹۰۲ء

نماز تہجد ۴:۴۵ تا ۵:۰۵

نماز صبح ۵:۳۰ تا ۵:۵۵

☆ ان کا مختصر ذکر اصحاب احمد جلد ا صفحہ ۲۷ کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تیاری (سیر) ۶:۱۵ سے ۶:۴۵ تک

انتظار ۶:۴۵ سے ۷ تک

سیر ۷ سے ۸:۳۰ تک

بچوں کو پڑھانا و کھانا ۱۰ سے ۱۲ تک

نماز ۱ سے ۲ تک☆

نماز مغرب ۶:۳۰ سے ۸:۳۰ تک

۲۰/مارچ ۱۹۰۲ء

آج حضور مسیح موعود علیہ السلام سیر کو نہیں تشریف لے گئے اس لئے ہم لوگ بھی نہیں گئے۔

نماز صبح ۵:۳۰ سے ۶ تک

قرآن شریف و ڈائری ۶ سے ۶:۳۰ تک

نماز ظہر و عصر ۱ سے ۲ تک

نماز مغرب و جلسہ و نماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸:۳۰ تک

۲۱/مارچ ۱۹۰۲ء ۱۰ ذوالحجۃ ۱۳۱۹ھ جمعہ

آج عید الضحیٰ ہے باوجودیکہ طاعون کی وجہ سے طاعونی مقامات سے لوگوں کو آنے کی ممانعت حضرت اقدسؑ نے کر دی تھی مگر پھر بھی بہت اچھا مجمع تھا۔☆☆

آج مندرجہ ذیل بکرے کئے۔

از جانب خود۔ دو۔

☆ ظہر و عصر جمع ہوتی تھیں اس لئے عصر کا الگ ذکر نہیں اور نماز مغرب کے وقت کی مقدار ظاہر کرتی ہے کہ اس میں جلسہ و نماز عشاء شامل ہیں اس لئے عشاء کا الگ ذکر نہیں۔

☆☆ ممانعت کا اعلان حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی طرف سے الحکم مورخہ ۱۷-۳-۰۲ (صفحہ ۱۶) پر شائع ہوا۔ عید قریباً ۹ بجے مسجد اقصیٰ میں قریباً پانصد کی حاضری میں مولوی سید محمد احسن صاحب نے اور جمعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے پڑھایا۔ ۳۱۲

از جانب اہلیہ خود (امتہ الحمید) یک ۔
نماز تہجد ۴:۵۰ سے ۵ تک
نماز صبح ۵:۳۰ سے ۶ تک
قرآن شریف ۶ سے ۶:۱۵ تک
نماز عید ۹ سے ۱۰ تک
ملنا ملانا ۱۰ سے ۱۱:۴۵ تک
قربانی ۱۱:۳۰ سے ۱۱:۴۵ تک
نماز جمعہ ۱ سے ۲:۳۰ تک
نماز عصر ۳:۳۰ سے ۴ تک
کھانا و جلسہ وغیرہ حسب معمول وسونا ۶ (شام) ۳:۴۵ (بجے اگلی صبح)

۲۲/ مارچ ۱۹۰۲ء

آج سے نماز جمع ہونا موقوف ہوا۔☆ آج سے میں (نے) دینیات کا دوسرا نمبر بنانا شروع کیا۔ آج حضرت اقدسؑ نے ایک لطیف تقریر فرمائی شام کے جلسہ میں کی ۔

آج تین بکرے بہ تفصیل ذیل ذبح کئے ۔
از جانب زینب ۔ ایک
از جانب عبدالرحمٰن ۔ ایک
از جانب عبداللہ ۔ ایک
نماز تہجد ۴:۵۵ سے ۵:۰۵ تک
نماز صبح وغیرہ ۵:۱۵ سے ۵:۵۵ تک
تیاری سیر ۶:۴۵ سے ۷ تک

☆ الحکم بابت ۰۲-۳-۲۴ میں مرقوم ہے۔ ''حضرت اقدسؑ مصر کے عربی رسالے اور عصمت انبیاء والے مضمون کو ختم کر چکے ہیں اس لئے اب ظہر اور عصر کی نمازیں جمع نہیں کی جاتیں۔'' (صفحہ ۱) اس موقوفی کی معین تاریخ صرف اس ڈائری سے معلوم ہوتی ہے۔

سیر وغیرہ ۷ سے ۸:۳۰ تک
نماز ظہر ۱ تا ۱:۱۵ تک
نماز عصر ۳ سے ۳:۳۰ تک
نماز مغرب وجلسہ ونماز عشاء ۶:۱۵ سے ۹ تک

۲۳/ مارچ ۱۹۰۲ء

آج چار بکرے بہ تشریح ذیل ذبح کئے۔
از جانب عبدالرحیم۔ ایک
از جانب زوجہ مرحومہ خود۔ ایک
از جانب امتہ الاسلام۔ ایک
از جانب عبدالرب۔ ایک
تیاری نماز ونماز صبح وقرآن شریف ۵ سے ۶:۳۰ تک
تیاری سیر وغیرہ ۶:۳۰ سے ۷ تک
سیر ۷ سے ۸:۳۰ تک
بچوں کو پڑھانا ۱۱ سے ۱۱:۳۰ تک
نماز ظہر ۱ سے ۱:۳۰ تک
تیاری نماز عصر ونماز عصر ۳:۳۰ سے ۴ تک
نماز مغرب وجلسہ ونماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸:۳۰ تک☆
قرآن شریف وڈائری ۵:۳۰ سے ۵:۳۰ تک

۲۴/ مارچ ۱۹۰۲ء

نماز تہجد ۴:۳۰ سے ۵ تک
نماز صبح ۵ سے ۵:۳۰ تک

☆ اس مجلس میں اور اگلے روز سیر میں حضورؑ نے کتاب وسنت اور حدیث کے متعلق بیان کیا جو الحکم پرچہ ۰۲-۳-۲۴ (صفحہ۲) پر اور اس شب کی ایک اور تقریر پرچہ ۰۲-۳-۳۱ (صفحہ۳ تا ۶) پر ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن شریف وڈائر ۵:۳۰ سے ۶ تک

۲۸/ مارچ ۱۹۰۲ء

نماز صبح ومغرب...... دونوں جماعتیں ذرا جلد ہوگئیں۔ کل سے عبدالرحمٰن کو باضابطہ پڑھانا شروع کیا۔ آج سے اس کو ابتدائے قاعدہ سے پڑھانا شروع کیا...... آج جمعہ کے سبب اس کو نہیں پڑھایا۔

نماز تہجد ۴:۳۰ سے ۵ تک

نماز صبح ۵:۱۵ سے ۵:۴۵ تک

قرآن شریف وغیرہ ۵:۴۵ سے ۶:۱۵ تک

نماز جمعہ وڈاک ۱ سے ۲ تک

کمیٹی ۲ سے ۳ تک

نماز عصر ۳ سے ۳:۳۰ تک

خواجہ کمال الدین ومولوی محمد احسن صاحب سے ملا۔ ومعائنہ مٹی کا کام متعلق سڑک مدرسہ ۳:۳۰ سے ۵:۳۰ تک

نماز مغرب وجلسہ ونماز عشاء ۶:۳۰ سے ۸:۳۰ تک

۲۹/ مارچ ۱۹۰۲ء*

آج بدمزگی سے تہجد پڑھی گئی کیونکہ آنکھوں میں دھوئیں کے سبب سے سخت تکلیف تھی۔ آج حضورؑ کو الہام ہوا یأتی علٰی جھنّم زمانٌ لیس فیھا أحدٌ۔[۴۱۳] ☆ آج میں شریک جماعت (فجر) ہوا۔ آج کا بہت بڑا حصہ خواجہ کمال الدین صاحب وکیل کے ساتھ مدرسہ وغیرہ کے متعلق گفتگو کرنے میں گزرا۔

---

* بطور نمونہ آج کی ساری ڈائری نقل کی گئی ہے۔

☆ اس الہام کی تاریخ نزول صرف اس ڈائری سے معین ہوتی ہے۔ الحکم بابت ۰۲-۳-۳۱ (صفحہ ۱۵) کے حوالہ میں اس ہفتہ کے الہامات وغیرہ میں اس کا اندراج ہے لیکن معین تاریخ مرقوم نہیں اس کے حوالہ سے تذکرہ میں اس الہام کی تاریخ ''۳۱ مارچ سے قبل'' رقم کی گئی ہے۔ جیسا کہ ڈائری سے معلوم ہوتا ہے صبح کی نماز کے وقت حضرت اقدسؑ نے یہ الہام سنایا کیونکہ الہام کے اندراج کے بعد تصحیح کا ذکر کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی نماز کے ایک گھنٹہ کے اندر نواب صاحبؓ نے اس روز ڈائری لکھی۔

جاگا ۳:۳۰ صبح

تیاری نماز ۳:۳۰ سے ۴:۳۰ تک

نماز تہجد ۴:۳۰ سے ۴:۴۵ تک

تیاری نماز صبح ۴:۴۵ تا ۴:۵۵ تک

نماز صبح ۴:۵۵ تا ۵:۲۰ تک

قرآن شریف وڈائری ۵:۲۰ تا ٦ تک

کھانا وتیاری سیر ٦ سے ۷ تک

سیر ۷ سے ۸:۳۰ تک

خواجہ کمال الدین کے ساتھ گفتگو متعلق مدرسہ ۸:۳۰ سے ۱۱ تک

کھانا وآرام ۱۱ سے ۱۲ تک

تیاری نماز وغیرہ ۱۲ سے ۱ تک

نماز ظہر ۱ سے ۱:۱۵ تک

خواجہ صاحب سے گفتگو وڈاک و کاغذات کا دیکھنا اوراس پر حکم لکھنا ۱:۱۵ سے ۳ تک

نماز عصر ۳ سے ۳:۱۵ تک

کاغذات پر حکم لکھنا ۱:۱۵ سے ۵:۳۰ تک

کھانا وتیاری نماز ۵:۳۰ سے ٦:۳۰ تک

نماز مغرب وجلسہ ونماز عشاء ٦:۳۰ سے ۸ تک

تیاری خواب ۸ سے ۹:۳۰ تک

سونا ۹:۳۰ سے ۳:۱۵ تک

۳۰/مارچ ۱۹۰۲ء

نماز تہجد ۴:۱۵ سے ۴:۴۵ تک

تیاری نماز ونماز صبح ۴:۴۵ سے ۵:۵۰ تک

قرآن شریف وڈائری وغیرہ ۵:۱۰ سے ٦:۳۰ تک

تیاری سیر ٦:۳۰ سے ۷ تک

سیر ۷ سے ۸ تک

تجاویز متعلق مدرسہ ۸ سے ۱۰ تک

پڑھانا ۱۰:۳۰ سے ۱۱ تک

نمازظہر ۱۲:۴۵ سے ۱:۱۵ تک

نمازعصر۳ سے ۳:۳۰ تک

نمازمغرب وجلسہ ونمازعشاء ۶:۳۰ سے ۸ تک

۳۱/مارچ۱۹۰۲ء

نمازصبح ۴:۵۵ سے ۵:۱۵ تک

۲/اپریل۱۹۰۲ء

آج مکا بردایہ چلی گئی اور ہمی کو لے گئی۔غوثاں☆ کو لے جاتی تھی مگر بمشکل رکی۔

۱۳/اپریل۱۹۰۲ء

آج بعد نماز صبح حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ میرے فم معدہ میں درد تھا میں نے خیال کیا کہ اس درد سے آدمی مر بھی جاتا ہے اس لئے مجھ پر بڑی رقت طاری ہوئی کہ ہم (نے) اصل کام یعنی کسر صلیب کا وہ تو کیا ہی نہیں اس لئے ظاہری درد کے ساتھ روحانی درد بھی شروع ہوا۔ پس سنتوں میں نہایت رقت تھی اور میں (نے) بڑے سوز گداز سے دعا کی جس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ دعا قبول ہوگئی کیونکہ آثار قبولیت مجھ کو محسوس ہوتے تھے۔ خیر نماز کے لئے جو میں آنے لگا تو میری بیوی نے (بی بی صاحبہ) کہا کہ ٹھہر جاؤ۔ مجھ کو اس وقت ایک رؤیا ہوا ہے اور یہ ہے کہ الہام کے طور سے ہے کہ عیسیٰؑ کے دونوں بازو ٹوٹ گئے۔ دونوں بازوؤں سے سب کام ہوتے ہیں۔ دونوں بازو شل ہوگئے۔ اس سے میں نے سمجھا کہ ادھر میں (نے) دعا کی ادھر خداوند تعالیٰ نے اسی وقت ایک شخص کو رؤیا دکھائی۔ پس میں نے سمجھا کہ خداوند نے کسر صلیب ...... کی راہ تیار کرنی شروع کردی ہے پھر غالباً میاں جمال الدین سیکھواں والے یا ان کے بھائی نے یہ رؤیا سنائی کہ آج ہی صبح مجھ کو رؤیا ہوئی ہے کہ تمہارے نصیبین جانے میں تین دن رہ گئے ہیں اس (سے) حضرت اقدسؑ نے نکالا (کہ)

☆ غوثاں کا ذکر مکتوب نمبر ۳۹ میں اور یکم نومبر ۱۹۰۲ء کی ڈائری میں بھی ہے۔

تین دن سے مراد اکثر تین سال ہوتے ہیں کیونکہ ایک دن رؤیا میں ایک سال گنا جاتا ہے جیسا بدر کے متعلق۔ یعنی تین سال میں کسرِ صلیب ہوگی۔

۴؍اپریل ۱۹۰۲ء

نماز صبح ۴:۴۰ سے ۴:۵۵ تک

۱۹مئی ۱۹۰۲ء

۱۹؍مئی ۱۸۹۳ء کو بروز جمعہ زینب پیدا ہوئی تھی بحساب شمسی آج زینب کی عمر ۹ سال کی ہوئی۔☆

☆ ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۲ء کے دربار شام کے تحت الحکم میں مرقوم ہے۔

''طاعون کا ذکر شروع ہونے پر نواب صاحبؓ سے مالیر کوٹلہ کا حال دریافت فرماتے رہے اور پھر فرمایا کہ پنجاب جو پکڑا ہوا ہے اس سِرّ کو بھی تو معلوم کرنا چاہئے۔ بعض مشابہ بالطاعون گلٹیاں ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ بخار بھی آتا ہے مگر دراصل وہ طاعون نہیں ہوتی ہے۔ طاعون تو لکھا ہے **الطّاعونُ الموتُ** جس کے آثار خطرناک ہوتے ہیں اور اس کے نمودار ہوتے ہی رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اور سرسام ہو کر پھر چند ہی گھنٹوں میں خاتمہ ہو جاتا ہے۔''

''اصل بات تو یہی ہے کہ اب بجز خدا کے سہارا نہیں ہے۔ اسی کے فضل سے سب کچھ ہو جاتا ہے۔ کل صبح پھر میری زبان پر جاری ہوا **اِنّی اُحافظ کُلّ من فی الدّار** مگر اس کے ساتھ ایک انذار بھی لگا ہوا ہے **الاالذین علوا باستکبار**۔ ۴۱۴ یہ انذار برابر چلا ہی جاتا ہے۔

''علو کی دو قسمیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک انذار ہوتا ہے اور اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ متنبہ رہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا اور اسی طرح پر یہ انذار بھی کم نہیں ہے **الاالذین علوا باستکبار** یاد رکھو کہ علو دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو وہ علو ہے جو شیطانی علو ابیٰ و استکبر میں آیا ہے اور شیطان کے حق میں...... علو بھی آیا ہے جیسے فرمایا **أم كُنت من العالين** یعنی تیرا یہ استعلا تکبر کے رنگ میں ہے یا واقعی تو اعلیٰ ہے ورنہ حقیقی علو تو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کے لئے ہے جو **امّا بنعمة ربک فحدِّث** ۴۱۵ کے موافق اس کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا **لاتخف انک انت الاعلیٰ**۔ ۴۱۶ یہ علو جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے وہ انکسار کے رنگ

۱۹؍اکتوبر ۱۹۰۲ء

آج کی تاریخ عبدالرحمٰن یعنی ۱۹؍اکتوبر ۱۸۹۴ء کو بروز جمعہ...... پیدا ہوا تھا......عمروں کا تفاوت حسب ذیل ہے۔

زینب سے عبدالرحمٰن ایک سال پانچ ماہ چھوٹا ہے اور عبدالرحمٰن سے عبداللہ ایک سال دو ماہ چودہ یوم چھوٹا ہے اور عبدالرحیم عبداللہ سے ایک سال چودہ یوم چھوٹا ہے۔

۱؍نومبر ۱۹۰۲ء

ڈائری گرمیوں کے آتے ہی لکھنی موقوف ہوئی کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ ڈائری لکھنے کا وقت نہ ملا۔ وجہ یہ ہوئی کہ سیر صبح سویرے ہونے لگی اس لئے نہ ورزش کے لئے وقت ملتا تھا اور نہ ڈائری کے لئے۔ اس لئے یہ دونوں باتیں رہ گئیں۔ اور دوسرے وقتوں میں بھی موقعہ نہ ملتا تھا یہ گرمیاں صحت کے لحاظ سے مجھ کو اچھی نہیں گزریں مگر روحانی فوائد بہت سے ہوئے۔ اب میں مختصر کچھ حال موٹے طور سے اپنا لکھتا ہوں اور چند موٹے واقعات جو یاد ہیں لکھتا ہوں اور پھر میں قریباً اپنی ایک سال کی رہائش قادیان کے متعلق کچھ لکھوں گا۔

۱- میں قرآن شریف برابر سوائے چند ایام کے......ایک دور کوع پڑھتا رہا۔
۲- نمازیں سوائے معدودے چند کے اکثر قضاء نہیں ہوئیں اور قریباً اساڑھ کے وسط تک تہجد بھی پڑھتا رہا۔ اکثر نمازیں با جماعت پڑھتا رہا۔ چندروز بیمار ہونے کی وجہ سے شریک جماعت نہیں ہوا۔
۳- سیر سوائے حضرت اقدسؑ کی بیماری یا قریباً ایک ماہ کتاب کشتیٔ نوحؑ کے بنانے کے وقت کے ہمیشہ

بقیہ حاشیہ:- میں ہوتا ہے اور شیطان کا علو استکبار سے ملا ہوا تھا۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا تو آپؐ نے اسی طرح اپنا سر جھکایا اور سجدہ کیا جس طرح پر ان مصائب اور مشکلات کے دنوں میں جھکاتے اور سجدے کرتے تھے۔ جب اسی مکہ میں آپؐ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دکھ دیا جاتا تھا۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ میں کس حالت میں یہاں سے گیا تھا اور کس حالت میں اب آیا ہوں تو آپؐ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا اور آپؐ نے سجدہ کیا۔'' ۴۱۷

ہوتی رہی۔

۴- تمام گرمی مجھ کو سر میں چکر۔عضلات میں درد اور کسل رہا ہے......

۵- حضور علیہ السلام ......سخت بیمار ہو گئے...... پہلے مرض درد گردہ تصور کی گئی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ریاحی یا عصبی درد تھا جس کو گردہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔اس مرض کے ایام (میں) ہم لوگ برابر دعاؤں (میں) مشغول رہے اور جب موقعہ ملتا تھا میں عیادت کے لئے جاتا رہا مگر میرے گھر سے چند وجوہات سے نہ گئے۔اول وجہ یہ تھی کہ میں نے ان کو (پردہ کی) تاکید کی ہوئی تھی......میرے گھر سے بندش کے عادی تھے۔(دوم) میرے گھر سے گو تحریری بیعت کر چکے ہیں مگر میری بداعمالی کی وجہ سے میرا اثر ان پر پورا نہیں پڑ سکا اس لئے......ایک حد تک کیا بلکہ جہاں تک مجھ کو خیال ہے وہ معتقد نہیں تھے اور نہ اب تک ہیں۔ان کے خیالات نہایت سطحی ہیں۔میں نے کئی دفعہ سمجھانا چاہا مگر ان کی عقل میں کچھ نہ آیا۔کچھ...... بے تعلقی کی وجہ سے وہ نہ گئے۔(سوم) چونکہ وہ پہلے سے کسی جگہ جانے کے عادی نہ تھے اور عورتوں میں جاتے شرم ان کو آتی تھی ایک یہ وجہ رکاوٹ (کی) ہوئی......گو میں نے ایک روز اجازت بھی جانے کی دے دی.....مگر پھر شرم دامن گیر ہوئی۔(چہارم) میری ان کی یعنی میرے گھر سے کچھ ناراضگی تھی اس لئے میں بھی اصرار نہ کر سکا۔بہر حال ایسے وجوہات پیش آئے کہ وہ عیادت کے لئے نہ جا سکیں اور اس سے حضور علیہ السلام کو رنج ہوا۔حضورؑ مجھ پر بھی ناراض ہوئے۔تین ماہ تک عہد کر لیا کہ دروازہ جس (سے) حضور علیہ السلام کی طرف عورتیں جاتی آتی تھیں بند کرا دیا اور اس کو قفل لگوا دیا۔آخر میں نے جا کر معذرت کی اور حضور علیہ السلام نے معاف فرما دیا مگر دروازہ تین ماہ تک بند رہا۔تین ماہ کے بعد دروازہ کھلا پھر میری بیوی نے ایک خط عذر تقصیر کا بھیجا اور حضور علیہ السلام نے ان کو بھی معاف فرما دیا......

۶- مرضعہ اہلیہ من بچند دفعہ آمدہ بود کہ صبیبہ میانہ خود را بکوٹلہ بہ برد مگر من ازیں جہت دخترش را نہ فرستادم کہ ......دخترش کم سن است و بالغ نیست وایں بالغ است اگر بہ خانہ شوہر برود آنجا ہم عصمتش تباہ خواہد شد و اگر بخانہ مادر خود ماند آنجا از و بدتر است چرا کہ مادرش نیکو کار نیست اُو را ہم تباہ خواہد کرد۔مرا زیادہ تر بایں سبب بدخترش ہمدردی بُود کہ او بیعتِ امام کردہ بود و اینجا نماز تہجّد ہم مے خواند و نماز پنجگانہ ہمیشہ بشوق ادا می کرد۔ترسیدم کہ اگر بردہ صحبت بد درو اثر کرد موجب خفّت جماعت وشماتتِ اعدا خواہد شد پس مادرش را فہمائش کردم وبسیار بند کردم آخر او از بُردنِ او باز ماند ولیکن دراصل مادرش را ہیچ محبت با اطفال خود نیست بلکہ آں زن طمّاع است۔چُون دید کہ ازیں ماندن دخترش اینجا اورا منفعت خواہد شد پس رُو را بگذاشت۔

دخترش خادمہ من است وخواہر رضاعیٔ زنِ من است ۲ روپیہ مشاہرہ مے یابد و دیگر منصعت انعام وغیرہ ہم است۔ مادرش راہم از ومنفعت مے رسد۔☆

۲/دسمبر۱۹۰۲ء

۴/اپریل سے ڈائری بوجہ گرمی اور عدیم الفرصتی آج تک لکھی نہ جاسکی۔آج یکم رمضان سے پھر ڈائری لکھنی شروع کی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

تہجدّ پڑھی۔کھانے سے سوا پانچ بجے فراغت پائی اسی وقت اذان ہوگئی۔نماز صبح با جماعت سے فارغ ہوکر قرآن شریف پڑھایا اور گھر میں کچھ ترجمہ قرآن سُنایا۔میگزین کا حساب ٹھیک کرتا رہا۔ پھر نماز ظہر پڑھی۔ پھر میگزین کے کاغذات کی تکمیل کی اور عصر پڑھی۔ پھر مدرسہ کا تخمینہ ٹھیک کیا اور روزہ افطار کر کے مغرب کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا اور مسجد گیا وہاں حضور علیہ السلام موجود تھے۔☆☆ کچھ عرصہ بعد نماز عشاء پڑھی۔

۳/دسمبر۱۹۰۲ء

نماز تہجدّ پڑھی۔میگزین کے کاغذات کی تکمیل کرتا رہا پھر سُندر آگیا اس سے لکڑی کی بابت دریافت کرتا رہا۔نماز ظہر پڑھنے گیا۔بعد ظہر پھر مدرسہ کے مکانات کا تخمینہ کرتا رہا اور پھر عصر پڑھی پھر یہی کام۔بعد افطار نماز مغرب کے لئے گیا بعد نماز مغرب کھانا کھایا اور پھر مسجد گیا وہاں کلمات طیبّات حضور علیہ السلام سُنے۔اسکے بعد عشاء پڑھی گئی۔

☆ اس روز کی ڈائری کا ایک حصّہ دین میں رغبت کے تعلق میں دوسری جگہ درج کیا جا رہا ہے۔

☆☆ حضورؑ کے مسجد میں قبل عشاء تشریف فرما ہونے کا ذکر الحکم پرچہ ۰۲-۱۲-۱۰ (صفحہ ۱۰ کالم ۱) میں ہے۔نیز مرقوم ہے کہ ’’بوجہ رمضان شریف حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے بعد ادائے نماز مغرب آپؑ تشریف لے جاتے ہیں اور قریب عشاء تشریف لاتے ہیں اور کچھ دیر اجلاس فرماتے ہیں۔اسلئے ان تاریخوں کے دربارِ شام کی کیفیت بہت ہی کم قابلِ ذکر ہے۔‘‘

۴؍دسمبر۱۹۰۲ء

تہجدّ پڑھی...... تکمیل کاغذات میگزین کی...... پھر (بعد نماز ظہر) مدرسہ کے تخمینہ وغیرہ کے متعلق غور کرتا رہا پھر نماز عصر کے (بعد)...... تخمینہ مدرسہ کیا اور قریب مغرب اُٹھا۔ مدرسہ کے متعلق تخمینہ کرنے کے بعد میں (نے) خاں صاحب محمد نواب خاں کو سُندر مستری کو سو روپیہ دینے کے لئے کہا تا کہ وہ بہ تفصیل ذیل لکڑی لائے۔ برائے مدرسہ ۱۸ روپے، شہتیری دیار ۲۰ روپے، شہتیری برائے پیر منظور محمد ۸ روپے (بعد مغرب) کھانا کھا کر مسجد گیا۔ وہاں حضور علیہ السلام موجود نہ تھے۔ تھوڑے عرصہ بعد اذان ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی۔ بعد نماز عشاء گھر (آیا) اسوقت ساڑھے سات تھے۔

۵؍دسمبر۱۹۰۲ء

نماز تہجد پڑھی پونے چھ بجے اذان ہوئی۔ قرآن شریف پڑھا۔ میگزین کے فنانشل سیکرٹری کے عہدہ کا چارج مفتی محمد صادق صاحب کو دیا اور اس طرح کوئی گیارہ بجے فارغ ہوا۔ پھر مدرسہ کا کھاتہ بنا تا رہا کوئی سوا بجے جمعہ کے (لئے) گیا ☆ اور (بعد) نماز جمعہ عصر تک پھر کھاتہ مدرسہ بنا تا رہا اور پھر عصر با جماعت پڑھی اور عصر کے بعد پانچ بجے تک کھاتہ مدرسہ بنا تا رہا۔ مغرب کے وقت روزہ افطار کر (کے) مسجد گیا۔ وہاں نماز مغرب پڑھ کر گھر آیا۔ کھانا کھایا اتنے میں عشاء کی اذان ہوئی۔ حضور علیہ السلام موجود تھے۔ مولوی محمد علی ایک خط ایک مدراسی کا سُنا رہے تھے پھر مفتی محمد صادق صاحب نے سوال کچھ حصّہ ایک پادری کے لیکچر کے متعلق سُنایا۔ ☆☆ کوئی ساڑھے سات بجے تک جلسہ رہا پھر نماز عشاء پڑھی گئی۔ (نو بجے کے بعد) عبداللہ عرب اور عبدالمحی عرب سے ملا۔ یہ صبح جانے والے تھے۔

۶؍دسمبر۱۹۰۲ء

کھاتہ مدرسہ بنا تا رہا پھر ظہر پڑھی...... کھاتہ مدرسہ بنا تا رہا پھر عصر کی نماز پڑھی۔ مسجد میں نماز کے بعد

☆ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا رمضان مبارک کا یہ پہلا خطبہ الحکم ۰۲-۱۲-۱۰ میں مرقوم ہے۔

☆☆ اخبار سِول ملٹری گزٹ عیسائیت کے متعلق مضمون کا خلاصہ اس تاریخ کو سُننے کا ذکر الحکم پرچہ ۰۲-۱۲-۱۰ (ص ا کالم ۱) میں ہے۔

مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے مجھ کو بلایا اور سیّد محمد رشید صاحب ☆ کے متعلق کہا کہ وہ قرضہ مانگتے ہیں ۶ روپیہ ماہوار قسط دیں گے۔کل ۲۰ روپیہ چاہتے ہیں۔میں نے ان سے عرض کی کہ میرے پاس سوائے امانت میگزین کوئی گنجائش نہیں پس یہ امانت اِس لئے جس وقت مانگی جائے دینا ضروری ہے۔پس میر صاحب یہ لکھدیں کہ جب مجھ کو رقم کی ضرورت ہو وہ یکمشت ادا کر دیں۔اگر ضرورت نہ پڑے تو پھر چھ روپیہ ماہوار دیتے رہیں اور اس کے بعد میں (نے) مولوی صاحب سے مدرسہ کے متعلق گفتگو کی کہ آپ امداد دیں۔اور لوگوں کو تحریک (کر) دیں اور دوسرے میری تجویز ہے کہ مدرسہ میں تخفیف کر کے اور اس طرح کچھ روپیہ بچا کر کالج بنایا جائے اور تخفیف اس طرح ہوسکتی ہے کہ میں بعض اپنے ملازموں کو اس میں داخل کردوں اور بعض زائد مدرّسوں اور ملازموں کو موقوف کیا جائے اس طرح ایک معقول تخفیف کی جائے پھر (آپ) اور مولوی محمد علی صاحب کچھ گھنٹے عنایت کریں تا کہ کالج کھول دیا جائے۔اس کو مولوی محمد علی صاحب نے جو بلائے گئے تھے اور مولوی عبدالکریمؓ صاحب نے پسند کیا......شیخ یعقوب علی صاحب (سے) باتیں کرتا رہا ☆☆۔روزہ افطار کرنے (کے) بعد نماز مغرب پڑھی نماز عشاء پڑھ کر گھر آیا۔(آج رات بوجہ علالت حضورؑ مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔الحکم بابت ۰۲-۱۲-۱۰۔صفحہ ۱۰ کالم ۱)

۷/دسمبر ۱۹۰۲ء

کچھ ہدایات متعلق کھاتہ (تحریر) کیں۔مدرسہ کے کاغذات منظور کئے (بعد ظہر) پھر مدرسہ کے کاغذات کو منظور کیا (بعد عصر) تشحیذ الاذہان کا حساب دیکھا۔(بعد نماز مغرب کھانا کھا کر) اذان ہونے پر مسجد گیا۔وہاں حضور علیہ السلام موجود تھے مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر ہال کے لیکچر کا خلاصہ سُنا رہے تھے۔کچھ عرصہ کے بعد نماز عشاء پڑھی گئی۔

☆ سیّد محمد رشید صاحب مرحوم حضرت حکیم میر حسام الدین صاحبؓ سیالکوٹی کے صاحبزادہ تھے۔مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی (درویش) بیان فرماتے ہیں کہ سید محمد رشید صاحب منارۃ المسیحؑ کے ابتدائی کام کے انچارج رہے اینٹیں تیار کروائیں وہ ان ایام میں مع اہل وعیال آئے تھے اور انکے قیام کی خاطر بکڈ پو کے اوپر کا چوبارہ اور اس کے جنوبی جانب کا کمرہ جو گلی کے اوپر ہے تیار کروایا گیا تھا چنانچہ وہ وہاں مقیم رہے۔

☆☆ مکرم عرفانی صاحب کہتے ہیں کہ ان سکیموں میں وہ میرا مشورہ لازماً لیتے تھے اور میری نسبت ان کا حسن ظن تھا کہ میری رائے اقرب بالصواب ہوتی ہے۔

آج حضور علیہ السلام نے ایک رؤیا دیکھا فرمایا کہ:

''تین بھینسے ہیں ان میں سے ایک کو میں نے مارا پھر دوسرا آیا اس کو بھی مارا۔ یہ نظارہ کوچہ کا ہے (جو چھوٹی مسجد سے بڑی مسجد کو جاتا ہے☆) پھر تیسرا آیا جو زیادہ خوفناک (اور) ان میں بہت جسیم اور بڑا تھا۔ اس نے تمام گلی روک رکھی ہے مجھ کو اس (سے) بہت خوف معلوم ہوا مگر اس نے سر ہلایا تو میں اس کے برابر پھس پھسا کر نِکل گیا گو میں نے پھر اس کو دیکھا نہیں مگر مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ میرے پیچھے ہے اور مسجد کلاں میں گیا بڑا انبوہ پایا اور وہاں ایک جنازہ دیکھا اس وقت میری زبان (پر) یہ جاری ہوا **رب کل شئی خادمک رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی**۔'' [۴۱۸]

خواب بروایت فضل الدین چپڑاسی اور دُعا بروایت چپڑاسی مذکورہ خانصاحب نواب خاں لکھی گئی۔☆☆

۸؍دسمبر۱۹۰۲ء

(سحری کھائی) بعد نماز قرآن شریف پڑھا پھر زنیب (اپنی بیٹی) اور غوثاں (خادمہ) کو ۱۲ بجے تک پڑھایا۔...... (بعد نماز ظہر) مدرسہ کے کاغذات وغیرہ منظور کئے۔ (بعد عصر) پھر قدرے نیچے ٹھہر کر مدرسہ کے کچھ کاغذات دیکھ کر اوپر آیا (عشاء کی) اذان ہونے پر مسجد میں گیا۔ وہاں اس وقت حضرت اقدسؑ موجود (تھے) حضور علیہ السلام کے تشریف لانے کے بعد کچھ عرصہ دربار رہا پھر عشاء کی جماعت ہوئی اور میں آٹھ بجے گھر آیا آج ایک رؤیا حضور علیہ السلام نے عصر کے وقت سُنایا اور وہ یہ تھا:

''میں وضو کرنے لگا کہ میں گِرا......اور میں ہوا میں تیرنے لگا اس وقت میں نے کہا کہ مجھ کو یہ فن آتا ہے اور میں نے ......مولوی محمد احسن کو......کہا کہ مسیح تو پانی پر چلتا تھا اور میں ہوا پر تیرتا ہوں''۔ *

نماز تہجد	۴	//	۴:۴۵	//
قرآن شریف وغیرہ	۵:۱۵	//	٦	//

☆ عبارت خطوط وحدانی ڈائری کا حصہ ہے

☆☆ اس خواب کا ذکر البدر جلد ا نمبر ۷ صفحہ ۵۴ والحکم بابت ۰۲-۱۳-۱۰ صفحہ ۱۰ پر مختلف الفاظ میں موجود ہے۔

* یہ خواب البدر بابت ۰۲-۱۲-۱۲ (صفحہ ۵۵) پر مرقوم ہے۔ صرف اس ڈائری سے معلوم ہوا کہ حضورؑ نے یہ خواب کس وقت سُنایا تھا۔

پڑہانا یا آرام وتیاری سیر	۷:۱۵	تا	۷:۳۰	
سَیر	۸:۳۰	//	۹	
پڑہانا	۹	//	۱۰	
مدرسہ کا کام	۱۰	//	۱۲:۳۰	
نمازِ عصر	۳:۳۰	//	۴	
دربار نماز عشاء	۶:۳۰	//	۸	//

۹ / دسمبر ۱۹۰۲ء

آج حضور علیہ السلام نے عصر کے وقت اپنا ایک الہام ارشاد (فرمایا) جو آج ہوا تھا اور وہ یہ ہے:

سلام علیکم یا ابرھیم سلام علی امرک صِرتَ فائزا ☆

قرآن شریف	۷-۱۰	تا	۸	//
باہر جانا مدرسہ کا کام کرنا	۱۱	//	۱۲:۳۰	//
نمازِ ظہر	۱۲:۳۰	//	۲	
پڑھانا	۸:۴۰	//	۱۱	//
نمازِ عصر	۳	//	۴	
تشحیذ کا حساب وآرام	۴	//	۵	

۱۰ / دسمبر ۱۹۰۲ء

روحانی حالت آج بھی کمزور ہی محسوس ہوئی مرادرویست در دل اگر گویم زباں سوز دو گردم کشم ترسم کہ مغز واستخواں سوز دایں ہم بالائے غمہائے دگر۔

پڑھانا	۸:۳۰	تا	۱۱
نمازِ ظہر وغیرہ	۱	//	۲:۳۰
عصر وغیرہ	۳	//	۴

☆ البدر جلد نمبر ۱ نمبر ۷ صفحہ ۵۵، الحکم بابت ۰۲-۱۲-۱۰ صفحہ ۱۸ میں مرقوم ہے۔ صرف اس ڈائری سے معلوم ہوا کہ کس وقت حضورؑ نے یہ الہام بیان فرمایا۔

تشحیذ الاذہان کا حساب وغیرہ	۴	تا	۵
تیاری نماز مغرب۔افطار ونماز			
مغرب وکھانا۔دربار ونماز عشاء	۵	//	۷:۳۰

۱۱ردسمبر۱۹۰۲ء

ہائے افسوس رمضان کی دسویں ہوگئی اور ابھی ......شومئ اعمال دامنگیر ہیں اب تک میں نیک اعمال میں نہایت کمزور ہوں۔

خداوند تعالیٰ جیسے کیسے روزوں کو قبول فرمائے اور باقی دو ثلثوں میں توفیق عطا فرمائے کہ خاص تبدیلی مجھ میں پیدا ہو اور اس رمضان کے بعد میں اپنے میں زمین وآسمان کا فرق پاؤں۔

لاتوفیقی الا باللہ. لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم خدواند تعالیٰ مجھ کو غموں سے نجات (دے) اور سوائے غم دین اور کوئی غم باقی نہ رہے۔حساب تشحیذ آج بھی ٹھیک نہیں ہوا۔وساوس نے زیادہ گھیرا۔خدا ہر طرح سے محفوظ رکھّے۔کام بڑھنے لگا ہے خداوند تعالیٰ اس کا انجام بخیر کرے۔اگر کوئی مشیتِ ایزدی ایسی ہی (ہے) تو اس کو بلا کسی فتنہ فساد کے پورا کرے اور کوئی امر خلافِ مرضات اللہ نہ ہو۔

کھانا کھایا	۵:۳۰	تا	۵:۴۵	
قرآن شریف	۶	//	۶:۱۵	//
نماز صبح	۶:۱۵	//	۶:۳۰	//
قرآن شریف	۶:۳۰	//	۷	//
پڑھایا	۷:۳۰	//	۱۲	//
نمازِ ظہر	۱۲:۳۰	//	۲	//
نمازِ عصر	۳	//	۳:۳۰	//
تشحیذ الاذہان کے کاغذات دیکھے	۳:۳۰	//	۴:۳۰	//
تیاری نمازِ مغرب ونماز مغرب وکھانا	۵-۵۰	//	۷	//
دربار۔نماز عشاء	۷	//	۸:۱۵	//

۱۲/دسمبر۱۹۰۲ء

آج میں نے ارادہ کیا ہے کہ وساوس جو بڑھتے جاتے ہیں اُن کو دُور پھینکوں اور کوشش کروں کہ یہ ۲/۳ رمضان نہایت خوبی سے گذرے۔

ما توفیقی الا باللہ. لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

خداوند تعالیٰ توفیق دے اور ایسا کرے اِس رمضان کے اختتام پر مجھ میں نئی تبدیلی آجائے۔

آج حضرت اقدسؑ کے نام کسی کا خط آیا کہ حضور علیہ السلام کے نام جہلم سے وارنٹ جاری ہوا ہے یہ ...... سب نالش مولوی کرم دین بھیں کے سبب سے ہے مگر اللہ رے ایمان! ذرہّ بھر چہرہ پر حُزن نہ تھا۔ یہ وارنٹ حضرت اقدسؑ ۔ شیخ یعقوب علی۔ حکیم فضل الدین اور مولوی عبداللہ کے نام ہے۔

کھانا	۵:۳۰	تا	۵:۴۵
نمازِ صبح	۷	//	۷:۱۵
پڑھایا	۹:۳۰	//	۱۱
نمازِ جمعہ	۱	//	۲:۳۰
نمازِ عصر	۳	//	۴
دربار و نماز عشاء	۷	//	۸

۱۳/دسمبر۱۹۰۲ء

کھانا	۵:۳۰	سے	۵:۵۵
نمازِ صبح	۷:۵۱	//	۷:۳۰
پڑھایا	۸:۵۵	//	۱۱
تیاری نمازِ عشاء و نمازِ ظہر	۱	//	۲:۳۰
نمازِ عصر	۳	//	۴:۳۰
نمازِ عشاء	۷:۳۰	//	۷:۴۵

۱۴/دسمبر۱۹۰۲ء

عشاء جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھی

قرآن شریف	۷:۱۵	تا	۸:۴۰
پڑھایا	۸:۵۵	//	۱۲
نمازِ عشاء	۷	//	۷:۳۰

۱۵/دسمبر۱۹۰۲ء

سردی اور کسل کی وجہ سے دیر سے اُٹھا خدا اس کسل کو دُور کرے ربنا تقبلّ منّا انّک انت السمیع۔ طبیعت اِسی سردی سے......☆ ہے کہ صبح مسجد تک جانے سے گھبراتی ہے یا اللہ مجھ کو صحت عطا فرما اور مسجد میں جانے (کی) توفیق عطا فرما۔

کھانا	۵-۳۷	تا	۶ (صبح)
قرآن شریف	۶	//	۷
پڑھایا	۸:۱۵	//	۱۲
نمازظہر	۱	//	۲
نمازِ عصر	۴:۳۰	//	۴:۴۰
نمازِ مغرب وکھانا وغیرہ*	۷	//	۸

۱۶/دسمبر۱۹۰۲ء

جاگا	۳:۳۰		
نمازِ صبح	۶:۵۱	//	۷
قرآن شریف	۷	//	۸:۳۰

☆ لفظ نہیں پڑھا گیا۔ (مؤلف)

* اس روز کے دربارِ شام کا ذکر الحکم بابت ۲۴-۱۲-۰۲ (صفحہ ۱۰) پر مرقوم ہے۔

پڑھایا وغیرہ	۸:۵۰	سے	۱۲	تک
نمازِظہر	۱	؍؍	۲	تک
نمازِعصر	۳	؍؍	۳:۳۰	تک
نمازِمغرب وکھانا	۶	؍؍	۷	تک
دربارونمازعشاء	۷	؍؍	۸	تک

۱۷؍دسمبر۱۹۰۲ء

مدرسہ کے عید کے کارڈوں پر دستخط کئے۔آج حافظ اللہ دتا معمار بیمار ہوگیا۔شک ہے کہ اس کو طاعون ہے آج مکانات کی صفائی کی گئی۔آج حضورعلیہ السلام نے تقریر فرمائی کہ صرف بیعت کرنا کافی نہیں بلکہ نیک بننے کا وقت ہے۔ایسی تبدیلی کرنی چاہئیے کہ صحابہؓ کی طرح تم پرسکینت اُترے اور سکینت کی یہ پہچان ہے کہ تم کو بشارات ہوں۔فرمایا کہ مجھ کو اگر طاعون بھی ہو جائے اور جان لبوں پر ہو تو بھی مجھ کو یہی یقین ہے اور ہوگا کہ خداوند تعالیٰ مجھ کو ضائع نہ کرے گا۔خداوند تعالیٰ مومن سے موت چاہتا ہے۔پس دو موتیں ہرگز جمع نہ کرے گا۔یعنی ایک موت خدا کے لئے اور ایک شماتتِ اعداء کے لئے۔نیندوں کو کم کرو۔صبح اٹھو اور نمازوں اور دُعاؤں میں لگ جاؤ اور صحابہؓ کا سا ایمان پیدا کرو۔☆

جاگا	۴ بجے			
نمازصبح	۶-۵۰	سے	۷	تک
قرآن شریف	۷:۲۵	؍؍	۸	تک
پڑھایا	۸-۲۰	؍؍	۱۱:۳۰	تک
نمازِظہر وغیرہ	۲:۳۰	؍؍	۳	تک
نمازِعصر	۳	؍؍	۳:۳۰	تک
مدرسہ کا کام اور ملاقات	۳:۳۰	؍؍	۵:۳۰	تک
نمازِعشاء	۷	؍؍	۷:۳۰	تک

☆ اس دن کی ڈائری میں مرقوم حضرتؑ کی تقریر کی تصدیق الحکم جلد ۱ نمبر ۴۶ (صفحہ ۹) بابت ۰۲-۱۲-۲۴ سے بھی ہوتی ہے۔

۱۸/دسمبر۱۹۰۲ء

آج میں (نے) نماز صبح جماعت کے ساتھ پڑھی۔الحمد للہ علیٰ ذالک۔کوئی آٹھ بجے مفتی محمد صادق صاحب آئے کہ ہم نے بعد میں سوچا کہ مدرسہ کو رُخصت بعد امتحان دی جائے تا کہ شماتتِ اعدا نہ ہو اور تعلیم کا بھی ہرج نہ ہو۔ان کو تین دِن کے لئے حسب ان کی درخواست مدرسہ کھولنے اور امتحان ہونے کی اجازت دی۔☆

آج اس وقت اللہ دتا معمار کسی قدر اچھا ہے

نمازِ صبح	۶:۱۵	سے	۶:۴۵	تک
دربارو نمازِ عشاء	۷	//	۸	//

۱۹/دسمبر۱۹۰۲ء

کچھ باورچی بورڈنگ ہاؤس کی شکایت ہوئی تھی۔اس پر ایک روپیہ جرمانہ کیا کیونکہ وہ کھانا اچھا نہیں پکاتا۔

نمازِ صبح	۶:۴۵	سے	۷	تک
قرآن شریف	۷:۴۵	//	۸:۴۵	تک
نمازِ جمعہ	۱	//	۲:۳۰	
نمازِ عصر	۳	//	۳:۳۰	
نمازِ عشاء و دربار	۷	//	۸:۳۰	

۲۰/دسمبر۱۹۰۲ء

قرآن شریف	۷:۳۰	//	۸:۱۵	//
نمازِ عصر	۳	//	۳:۳۰	
نمازِ عشاء	۷	//	۸	

☆ معلوم ہوتا ہے بوجہ طاعون مدرسہ میں تعطیلات کرنا مناسب خیال کیا گیا تھا۔مصلحتہً امتحان لے کر تعطیلات کی گئیں۔الحکم بابت ۲۴-۱۲-۰۲ میں مرقوم ہے۔''مدرسہ تعلیم الاسلام سالانہ امتحان کے بعد معمولی رُخصتوں کے ساتھ کارڈنیشن کی تقریب پر تعطیلات کو مل ملا کر ایک ماہ کے لئے بند کیا گیا ہے (صفحہ ۷)

۲۱؍دسمبر ۱۹۰۲ء

نمازِ تہجد	۶	سے	۶:۳۰
نمازِ صبح	۶:۳۰	//	۶:۴۵
قرآن شریف	۶:۴۵	//	۷:۳۰
نمازِ عصر	۳	//	۳:۳۰

۲۲؍دسمبر ۱۹۰۲ء

ہاں سُنا ہے کہ آج الہام ہوا ہے۔ چونکہ وہاں مسجد (میں میں) موجود نہ تھا اس لئے میں نے حضرتؑ کے مُنہ سے نہیں سُنا۔ الہام یہ ہے:

یَاتِیک زمنٌ کَزمنِ موسیٰ ☆

۲۳؍دسمبر ۱۹۰۲ء

ہاں آج حضور علیہ السلام نے الہام سُنایا کہ **انہٗ کریم تمشّٰی امامک** فرمایا یہ کل کے الہام کا ٹکڑہ معلوم ہوتا (ہے) کیونکہ حضرت موسیٰؑ کے لئے بھی توریت میں ایسا آیا ہے۔ *

☆ نواب صاحب نے یہ الہام کسی سے سُن کر درج کیا ہے شاید اسی لئے صحیح اندراج نہیں۔ اصل یہ ہے ''**یَاتِیْ عَلَیْکَ زَمَنٌ کَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسیٰ**''۔ [۳۱۹]

* ۲۳؍دسمبر ۱۹۰۲ء کے متعلق الحکم میں مرقوم ہے:

''ظہر کی نماز سے پہلے حضرت حجۃ اللہ نے اپنا رات کا الہام سنایا **اِنَّہٗ کَرِیْمٌ تَمَشّٰی اَمَامَکَ وَعَادٰی لَکَ مَنْ عَادٰی** یعنی وہ (اللہ) کریم ہے وہ تیرے آگے آگے چلا ہے اور جو تیرا دشمن ہے وہ اس کا دشمن ہے۔ فرمایا میں قرائن سے سمجھتا ہوں کہ یہ الہام اسی پچھلے الہام **یَاتِیْ عَلَیْکَ زَمَنٌ کَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسیٰ** سے ملتا ہے۔ یہ الہام جیسا کہ توریت سے پایا جاتا ہے کہ خدا بنی اسرائیل کے آگے آگے چلتا تھا اس سے ملتا ہے۔ میں نے اس کو موسیٰ اور عادی کے قافیہ سے پہچانا ہے کہ ان کا باہم تعلق ہے۔'' [۳۲۰]

وفات صاحبزادہ مرزا مُبارک احمد صاحب

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے حالاتِ زندگی مفصّل طور پر مع تصویر اصحاب احمد جلد اوّل میں درج ہو چکے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب ۱۴؍جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے۔ سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے حضرت اقدسؑ کو اُن سے طبعاً زیادہ محبت تھی۔ اُن کی وفات پر حضورؑ نے صبر و رضا کا کامل نمونہ دکھایا۔ اُن کی وفات کے تعلق میں حضرت نواب صاحبؓ اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:

۱۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء

’’آج میاں مبارک احمد صاحب فرزند حضرت اقدسؑ کا انتقال صُبح قریباً ساڑھے پانچ بجے نماز صبح ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قریباً ۸ یا ۹ سال کی عمر تھی۔ نہایت شریف بچّہ تھا۔ مگر اللہ رے استقلال! حضور علیہ السلام کی پیشانی پر ذرا بل نہ تھا۔ جنازہ مدرسہ میں پڑھایا گیا☆ اور جنازہ پھر وہاں سے مقبرہ بہشتی لیجا کر دفن کیا گیا قبر میں کچھ دیر تھی حضور علیہ السلام مع خدام کچھ سایہ میں بیٹھ گئے۔ فرمایا انسان کے لئے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم۔[۴۲۱] یہ ایک وقت ہوتا ہے اور بندہ مانگتا ہے خدا دیتا ہے۔ یہ ایک طرف ہے۔ دوست کا ہمیشہ کام ہے کہ چند اپنے دوست کی مانتا ہے تو ایک اپنی منواتا ہے۔ خداوند بہت سی مانتا ہے تو کبھی اپنی بھی منواتا ہے۔ پس جو شخص ایسے وقت ماننے سے رُکے وہ بدبخت ہے۔ جو انسان ہمیشہ خوشی میں رہتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی بدنصیب نہیں۔ اس کو کبھی دولت* ایمان حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب خوشی ہے تو رنج بھی ضرور ہے۔ پس قضاء الٰہی پر راضی ہونا چاہیئے۔ یہی ترقیات کا وقت ہوتا ہے۔ جہاں خدا فرماتا ہے ادعونی استجب لکم دوسری طرف فرماتا ہے ولنبلونّکم بشی من الخوف الخ۔ پہلی میں وعدہ نہیں مگر یہاں وعدہ ہے کہ بَشّر الذین...... اذا اَصَابَتۡھُمۡ مُصِیۡبَۃٌ قَالُوۡا اِنا للہِ وِانّا اِلیہ راجعون تو ان کی بابت آگے فرماتا ہے...... علیھم صلوٰتٌ من رَبّھم و رَحمۃ۔[۴۲۲] پس یہی ترقیات کا وقت ہے۔ پس کبھی خدا کی ماننی چاہیئے اور اسکی رضا پر راضی ہونا چاہیئے‘‘۔

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ

’’حضرت اقدسؑ کی طرف دو وقت کھانا بھیجا گیا۔‘‘

☆ جنازہ کہاں پڑھا گیا اس کا علم صرف اس ڈائری سے ہوتا ہے (مؤلف)

* یہ لفظ درست طور پر نہیں پڑھا گیا۔ دولت یا لذّت میں سے ایک لفظ ہے۔ (مؤلف)

سیدّہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں ''یعنی بوجہ وفات مبارک احمد مسنون طور پر۔''

حضرت اقدسؑ کا وصال

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے متعلق نواب صاحب کی نوشتہ ڈائری ذیل میں درج کی جاتی ہے۔☆

۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء منگل

آج حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود مرزا غلام احمد صاحبؑ ۔رئیس قادیان کا انتقال ہوگیا۔حضور علیہ السلام جس روز سے لاہور آئے تھے کم وبیش مرضِ اسہال میں مبتلا ہوگئے مگر کل کھانے کے بعد باوجود اسہالوں (کے) پیغام صلح کا مضمون لکھتے رہے اور معمولی اسہال سمجھے گئے۔شام کو سیر کو گئے۔رات کو کھانا کھایا مگر چند نوالے ہی کھائے تھے کہ اسہال کی حاجت ہوئی۔آپؑ نے کھانا چھوڑ دیا اور جائے ضرور گئے۔وہاں اسہال آیا۔اس کے بعد پھر ایک دو اسہال ہوئے۔پھر بارہ بجے کے قریب اسہال ہوا اور ایک قے بھی ہوئی جس سے طبیعت بہت گھٹ گئی اور برد اطراف ہوگیا۔نبض ساقط ہوگئی۔بالکل مایوسی ہوگئی۔مگر ادویات کے

☆ یہ ڈائری حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذیل کے نوٹ کے ساتھ الفضل بابت ۴۵-۲-۱۵ میں شائع ہوئی تھی۔''یہ تمام ڈائری خود حضرت نواب صاحبؓ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر سے نقل کی گئی ہے اور حضور علیہ السلام کی وفات کے متعلق ایک مستند بیان ہے جو قابلِ اندراجِ تاریخ سلسلہ ہے اور کوئی فقرہ اس میں سے محذوف نہیں کیا گیا۔''

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ میں نے بھی یہ اصل ڈائری دیکھی ہے۔یہاں ایک تو ۲۹ مئی کی ڈائری زائد درج کی جارہی ہے۔دوسرے مطبوعہ ڈائری میں ایک حصہ غالباً سہواً چھوٹ گیا ہے وہ بھی یہاں درج کر دیا گیا ہے۔اس چھوٹے ہوئے حصہ کے شروع میں نشان × آخر پر * دے دیا گیا ہے۔

تیسرے اس کے حاشیہ میں نوٹ حضرت میر صاحب کے ہیں جو الفضل سے منقول ہیں۔سوائے ان کے جن کے آخر پر لفظ مؤلف مرقوم ہے۔چوتھے الفضل میں بعض الفاظ فقرات کی تکمیل کے لئے زائد کئے گئے تھے جو وہاں ظاہر نہیں کئے گئے۔ایسے الفاظ کو میں نے خطوط وحدانی میں درج کر دیا ہے۔پانچویں خط کشیدہ الفاظ وہ ہیں جو اصل ڈائری میں درج ہیں لیکن الفضل میں درج ہونے سے رہ گئے (مؤلف)

استعمال اور مالش سے پھر طبیعت گرم ہوگئی ۔نبض عود کر آئی ۔تین بجے میرے بُلانے کو نور محمد بھیجا گیا اتفاق سے راستہ میں گھوڑا گر گیا اس لئے ٹم ٹم دیر میں پہنچی ۔اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تھا پہرہ والے کے آواز دینے پر میں اُٹھا نماز پڑھ کر روانہ ہوا۔کوئی پانچ بجے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پہنچا۔اس وقت حضرت ام المومنین برقع پہنے چارپائی کی باہنی پر سر رکھے زمین پر بیٹھی تھیں اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ۔ڈاکٹر یعقوب بیگ موجود تھے۔ خواجہ کمال الدین ۔حضرت مولانا مولوی نورالدینؓ ۔میاں محمود ۔میاں بشیر اور شیخ عبدالرحمٰن قادیانی وغیرہ وغیرہ موجود تھے ۔ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے مجھے کہا کہ شکر ہے نہایت نازک حالت سے طبیعت ٹھیک ہوئی ہے ۔حضرت اقدسؑ کی حالت یہ تھی کہ بدن گرم تھا اور کرب تھا مگر حواس ٹھیک تھے ۔آہستہ آہستہ بولتے تھے ۔ایک دو دفعہ کروٹ بدلنے پر آنکھ کھولی میری طرف دیکھا میں نے سلام علیک کہا آپؑ نے کہا وعلیکم السلام ۔ چھ بجے کے قریب ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کو کہا کہ میری آواز نہیں نکلتی یہ ہم نے بخوبی سمجھا ۔پھر کوئی ساڑھے سات بجے اُٹھ کر بیٹھے اور قلم دوات منگوائی اور ایک پرچے (پر) لکھا جو باہر جا کر پڑھا تو یہ لکھا تھا کہ تکلیف یہ ہے کہ آواز نہیں نکلتی ۔'' اتنا حصّہ صاف پڑھا گیا چونکہ کچھ اتفاق سے سیاہی خراب اس پر قلم بھی خراب نیچے رکھنے کے لئے چیز بھی جلدی میں دی گئی تھی آخری نصف سطر نہ پڑھی گئی ۔آٹھ بجے کے بعد پھر جو ریلیپس RELAPSE ہوا ہے پھر طبیعت نہیں سنبھلی ۔آخر ساڑھے دس بجے انتقال فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔حضرت ام المومنین نے وہ صبر دکھلایا کہ بایدوشاید ۔جب حضرتؑ کا دم واپسیں تھا اس وقت آپؓ نے فرمایا کہ ''اے اللہ یہ تو ہمیں چھوڑتا ہے تُو ہمیں نہ چھوڑیو'' ۔اور جب (حضرت) اقدسؑ نے انتقال فرمایا تو فرمایا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ''اور بس خاموش ہو گئے اور کسی کو رونے نہیں دیا ۔بعد انتقالِ حضرتؑ تمام جماعت نے نہایت صبر دکھلایا اور تھوڑے وقفہ بعد تمام موجود☆ جماعت کے آدمی یکے بعد دیگرے آئے اور حضرت اقدسؑ کی پیشانی پر بوسہ دیتے گئے ۔

ڈاکٹروں (نے) مرض تشخیص کی کہ اسہالوں کی وجہ سے امعاء میں سوزش ہوئی اور حضرت اقدسؑ کو دل گھٹنے اور برد اطراف کا جو دورہ ہمیشہ ہوتا تھا وہ سخت پڑا اس لئے انتقال ہوا ۔حضور علیہ السلام کا مسودہ مضمون* دیکھا گیا تو اصل بات حضرتؑ ختم کر چکے تھے ۔بعد انتقال حضرت اقدسؑ ہم لوگ ذرا باہر بیٹھے اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب سول سرجن صاحب مسٹر کننگھم کے پاس سرٹیفکیٹ کے لئے گئے ۔سرٹیفکیٹ ملنے پر جس میں سول سرجن صاحب

☆ ڈائری میں یہ لفظ موجود ہے نہ کہ موجودہ (مؤلف)

* مسودہ مضمون یعنی لیکچر پیغام صلح کا مسودہ ۔

نے صاف لکھا تھا کہ حضرت اقدسؑ نے امعاء کی خراش (سے) انتقال کیا ہے پھر جنازہ کے لے جانے اور ریل گاڑیوں کا انتظام کیا گیا۔ میں نے بھی چونکہ جنازہ کے ساتھ جانا تھا میں اپنی کوٹھی پر آیا اور سامانِ سفر کرنے آیا۔ اس وقت کوئی دو بجے تھے اس کے بعد تین☆ بجے پھر خواجہ صاحب کے مکان پر پہنچا۔ وہاں جنازہ پڑھایا گیا تھا۔ حضرت اقدسؑ کی شکل نہایت منوّر تھی اور کسی قدر سُرخی بھی رخساروں پر معلوم ہوتی☆☆ تھی۔ مستورات ۴ بجے روانہ ہوگئیں پھر جنازہ اس کے بعد اُٹھایا گیا۔ اسٹیشن پر پہنچ کر صندوق گاڑی میں رکھ کر اس میں پانچ من برف ڈالی گئی اور پھر حضرت اقدسؑ کو صندوق میں رکھا گیا کیونکہ اسٹیشن تک چارپائی پر حسب معمول جنازہ لایا گیا تھا۔ صندوق میں بند نہ کیا گیا تھا یہ کام ہو چکا اسٹیشن ماسٹر آیا کہ جنازہ نہیں جا سکتا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مع اسٹیشن ماسٹر ٹریفک سپرنٹنڈنٹ کے پاس گئے اور سرٹیفکیٹ دکھلایا جس کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کیونکہ یہ سول سرجن کا سرٹیفکیٹ تھا کیونکہ کسی مخالف نے ٹریفک سپرنٹنڈنٹ سے کہہ دیا تھا کہ ان کے گھر کے ڈاکٹر ہیں انہوں نے اسے آپ سرٹیفکیٹ لکھ دیا ہے ورنہ حضرت اقدسؑ نے ہیضہ سے انتقال کیا ہے اِس لئے جنازہ نہ جانا چاہیئے۔ اب جب سول سرجن کا سرٹیفکیٹ دیکھا تو ٹریفک سپرنٹنڈنٹ نے اجازت دے دی۔ اِس طرح شیطانوں کے تمام منصوبے باطل ہو گئے۔

خلاصہ یہ کہ ریل ساڑھے پانچ بجے روانہ ہوئی اور ہم سب بخیر وخوبی امرتسر پہنچے۔ امرتسر میں نماز پڑھی اور کھانا کھایا۔ اور پھر وہاں سے چل کر دس بجے بٹالہ پہنچے۔ رات بٹالہ بسر کی۔ حضرت اقدسؑ کا جسم مبارک صبح دو بجے صندوق سے نکال کر چارپائی پر رکھا اور کثیر جماعت احمدیوں کی ہاتھوں جنازہ قادیان کو لے کر چلی۔ صندوق اور برف گڈّے (پر) پیچھے آتا رہا۔

۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء بُدھ

اس کے بعد کوئی چار بجے مستورات روانہ ہوئیں اور ہم بھی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ کوئی آٹھ بجے جنازہ اور ہم سب قادیان میں پہنچے۔ جنازہ باغ میں لے جا کر پکّے بڑے مکان میں* رکھا گیا۔ پُل سے جماعت قادیان بھی آ شامل ہوئی کوئی نو بجے مستورات بھی آ گئیں اور ہم ان کو پہنچا کر واپس آئے۔

☆ تین سے پہلے الفضل میں کوئی کا لفظ درج ہے لیکن اصل ڈائری میں موجود نہیں (مؤلف)

☆☆ ہوتی، کا لفظ ڈائری میں موجود ہے اور لفظِ معلوم خاکسار کی طرف سے ہے (مؤلف)

* الفضل میں باغ میں لا کر بڑے مکان شائع ہوا ہے۔ اصل ڈائری کے الفاظ ''باغ میں لے جا کر پکّے بڑے مکان'' ہیں (مؤلف)

اکابر سلسلہ احمدیہ مثل خواجہ کمال الدین۔شیخ رحمت اللہ۔ڈاکٹر محمد حسین شاہ۔☆ ڈاکٹر یعقوب بیگ ومولوی محمد علی میرے مکان پر اکٹھے ہوئے۔میں بھی حاضر تھا اور میاں محمود کو بھی تکلیف دی گئی۔خلیفہ کے متعلق مشورہ ہوا۔سب نے بالاتفاق حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ کو خلیفہ تجویز کیا اور میاں محمود صاحب نے بھی کشادہ پیشانی (سے) اس پر رضامندی ظاہر کی بلکہ (کہا) کہ حضرت مولانا سے بڑھ کر کوئی نہیں اور خلیفہ ضرور ہونا چاہیئے اور حضرت مولانا ہی خلیفہ ہونے چاہئیں ورنہ اختلاف کا اندیشہ ہے اور حضرت اقدسؑ کا ایک الہام ہے کہ ''اس جماعت کے دوگروہ ہونگے ایک کی طرف خدا ہوگا اور یہ پھُوٹ کا ثمرہ (ہے) اس کے بعد ہم سب باغ گئے اور وہاں میر ناصر نواب صاحبؓ سے دریافت کیا۔انہوں نے بھی حضرت مولاناؓ کا خلیفہ ہونا پسند کیا اور اشارہ کیا کہ جس کو تم خلیفہ بنانا چاہتے ہو وہ بھی دوڈھائی سال رہتا نظر آتا (ہے) اشارہ مولوی صاحب یعنی مولانا نورالدین صاحبؓ سے تھا کیونکہ مولوی صاحب بیمار رہتے تھے یعنی بیماری اسہال کا دورہ سخت پڑتا تھا۔میر صاحب نے جو اشارہ کیا تھا کہ جس کو خلیفہ کرنا چاہتے ہو دوڈھائی سال ہی رہے گا اِسلئے تھا کہ میر صاحب سے صرف یہ کہا گیا تھا کہ کس کو خلیفہ کیا جائے نام نہ لیا تھا۔* پھر خواجہ کمال (الدین) صاحب جماعت کی طرف سے حضرت ام المومنین کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے کہا میں کسی کی محتاج نہیں اور نہ محتاج رہنا چاہتی ہوں جس پر قوم کا اطمینان ہے اس کو خلیفہ کیا جائے اور حضرت مولانا کی سب کے دِل میں عزّت ہے وہی خلیفہ ہونے چاہئیں۔اِس کے بعد حضرت مولانا (کو) بھی تکلیف دی گئی۔حضرت مولانا (کے) ہاتھ پر ہم نے معہ فرزندان ومیر صاحب قریباً بارہ سو آدمی نے باغ (کے) درختوں کے نیچے بیعت کی اِس کے بعد ہم سب واپس آئے اور کھانا کھایا پھر نماز ظہر پڑھ کر تمام لوگ باغ میں جمع ہوئے اور نماز عصر پڑھ کر جنازہ پڑھایا گیا اور پھر حضرت مولانا نے ایک خطبہ پڑھا۔بیعت کے وقت اور خطبہ کے وقت عجیب نظارہ تھا۔کوئی آنکھ نہ تھی جو پُرنم نہ تھی۔بعد خطبہ سب اس کے بعد دیگر حضرت اقدسؑ کا چہرہ دیکھنے کے لئے گئے۔پھر اس کے بعد حضرت اقدسؑ کا جنازہ قبر پر لے جایا گیا اور حضرت اقدسؑ کے جسم نُورانی کو سپرد خاک کیا۔یہ کوئی ساڑھے پانچ کا وقت تھا۔گرمی کا یہ عالم مگر جسم میں کسی قسم کا فتور نہ تھا۔چہرہ مبارک بالکل صاف تھا کسی قسم کی بے رونقی نہ تھی۔اِس کے بعد ہم سب واپس آئے اور رات کو سو رہے۔

☆ شاہ کے بعد ڈائری میں صاحب کا لفظ نہیں جو الفضل میں درج ہے(مؤلف)

* یعنی چونکہ میں کسی کی بفضلہ محتاج نہیں ہوں اس لئے میں اپنی ذاتی کسی فائدہ کی غرض سے رائے نہیں دُونگی بلکہ میرے نزدیک جسے جماعت منتخب کرے وُہی خلیفہ ہونا چاہیئے اور حضرت مولوی صاحب اس کے اہل بھی ہیں۔

۲۸ر مئی ۱۹۰۸ء جمعرات

آج میں قادیان میں رہا اور ہم کو میر ناصر نواب صاحبؓ نے بلایا اور اس وقت☆ بھی عجیب عالم تھا۔ سب رو رہے تھے اور میر صاحب نے کہا کہ بھائی میری سختی طبع آج تک تھی☆☆ میرا باپ تھے تو مرزا صاحبؑ تھے اور بیٹے تھے تو مرزا صاحبؑ تھے اب مجھ سے تمہارا کام نہیں* ہوسکتا ہم سب نے کہا کہ ہم آپ کو ویسا ہی قابلِ عزّت سمجھتے (ہیں) جیسا پہلے اور آپ ہم کو اپنا پورا خادم پائیں گے اور پھر ہم یعنی خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور دونوں ڈاکٹر صاحبان اور میں اور مولوی محمد علی حضرت ام المومنین کی خدمت (میں) حاضر ہوئے اور اپنی اظہارِ عقیدت کی اور ہر ایک نے کچھ (نہ) کچھ رقم نذر پیش کی۔

۲۹ر مئی ۱۹۰۸ء جمعہ

حسب الاجازت حضرت خلیفہ المسیحؓ مولانا مولوی نورالدین صاحبؓ میں اپنے عیال واطفال کو لانے لاہور گیا۔ صبح علی الصبح قادیان سے روانہ ہوا۔ ایک بجے لاہور پہنچا۔ وہاں نماز جمعہ پڑھی۔

نشانات

حضرت نواب صاحبؓ اور آپ کے خاندان کے تعلق میں متعدد نشاناتِ الٰہی ظہور میں آئے۔ حضرت اقدسؑ نے نواب صاحبؓ کی زوجہ ثانی کی اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت اور ان کی وفات کے متعلق رؤیا دیکھے۔ دونوں باتیں صفائی سے پوری ہوئیں۔ حضورؑ نے نواب صاحبؓ کی گردن اونچی ہوتی دیکھی تھی جس رنگ میں یہ امر نیز ''نواب۔ مبارکہ بیگم'' کا الہام آپ کے تعلق میں پورا ہوا آپ کی ازدواجی زندگی میں اس کی تفصیل درج کی گئی ہے۔ دو اور نشانات بھی پورے ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

معجزہ شفایابی میاں عبدالرحیم خاں صاحب

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ دارالمسیح میں حضرت ام المومنین کے صحن میں ایک نکاح پڑھا گیا مجھے یاد ہے اس تقریب میں حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحبؓ گوڑیانوی اور مکرم صاحبزادہ

☆ الفضل میں وہاں بھی مرقوم ہے اصل ڈائری میں ''اسوقت بھی'' درج ہے (مؤلف)

☆☆ مطابق اصل ڈائری (مؤلف

* یعنی انجمن کی تعمیرات وغیرہ کا کام جس کے منصرم حضرت میر صاحبؓ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔

مرزا عزیز احمد صاحب بھی شامل تھے۔ اعلانِ نکاح کے بعد چھوہارے تقسیم کئے گئے اور حاضرین کو سادہ چائے یعنی بغیر کھانے کی کسی چیز کے پیش کی گئی۔ میں اور میاں محمد عبداللہ خاں صاحب والد صاحب کے سامنے بیٹھے تھے۔ آپ نے ہماری صحت کے پیش نظر اشارہ سے ہمیں چھوہارے کھانے سے منع کر دیا لیکن میاں عبدالرحیم خاں صاحب ایک طرف تھے انہوں نے بہت سے چھوہارے کھا لئے جس سے شدید بخار سے جو تپ محرقہ کی صورت اختیار کر گیا بیمار ہو گئے۔ اِن دنوں ہم والد صاحب کے تعمیر کردہ شہر کے کچّے مکان میں رہتے تھے۔ انکی بیماری دو اڑھائی ماہ رہی۔

میاں عبدالرحیم خاں صاحب موت کے مُنہ سے واپس آئے اور ان کی شفایابی معجزانہ رنگ میں ہوئی۔ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:

> ''۴۴۔ چوالیسواں نشان یہ ہے کہ سردار نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا عبدالرحیم خاں ایک شدید محرقہ تپ کی بیماری سے بیمار ہو گیا تھا اور کوئی صورت جان بری کی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ گویا مُردہ کے حکم میں تھا۔ اس وقت میں نے اس کے لئے دعا کی تو معلوم ہوا کہ تقدیر مبرم کی طرح ہے۔ تب میں نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی میں اس کے لئے شفاعت کرتا ہوں اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا **من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ** یعنی کس کی مجال ہے کہ بغیر اذن الٰہی کے کسی کی شفاعت کر سکے۔ تب میں خاموش ہو گیا بعد اس کے بغیر توقف کے یہ الہام ہوا **انک انت المجاز** یعنی تجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے دُعا کرنی شروع کی تو خدا تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی اور لڑکا گویا قبر میں سے نکل کر باہر آیا اور آثار صحت ظاہر ہوئے اور اس قدر لاغر ہو گیا تھا کہ مدّت دراز کے بعد وہ اپنے اصلی بدن پر آیا اور تندرست ہو گیا اور زندہ موجود ہے''۔☆

☆ حقیقۃ الوحی ۲۱۹۔۲۲۰۔ اس بارہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''مسئلہ شفاعت بہت صفائی سے حل ہو گیا''۔

''ہمارے مکرم خاں صاحب محمد علی خاں صاحبؓ کا چھوٹا لڑکا عبدالرحیم سخت بیمار ہو گیا چودہ روز ایک ہی تپ لازم حال (رہا) اور اس پر حواس میں فتور اور بیہوشی رہی آخر نوبت احتراق تک پہنچ گئی میرے مخدوم مکرم مولوی نورالدین صاحبؓ فرماتے ہیں کہ عبدالرحیم کے علاج میں غیر مترقب توجہ انہیں پیدا ہوئی اور ان کے علم نے پوری اور وسیع طاقت سے کام لیا مگر ضعف اور عجز کا اعتراف کر کے بجز سپر انداز ہو جانے کے کوئی راہ نظر نہ آتی تھی۔ حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کو ہر روز دعا کے لئے توجہ دلائی جاتی تھی اور وہ کرتے تھے۔ ۲۵/اکتوبر کو

اِسی طرح حضور اسلام کی بعض خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اور ایک نمونہ ان نشانوں کا جو دوستوں کے متعلق ظاہر ہوئے نواب محمد علی خانصاحبؓ کا لڑکا عبدالرحیم خاں ہے وہ سخت بیمار ہوگیا تھا یہاں تک کہ اُمید منقطع ہوچکی تھی ایسے نازک وقت میں اس کے لئے دُعا کی گئی دُعا کے جواب میں ایسا معلوم ہوا کہ حیات کا رشتہ منقطع ہے تب میرے مُنہ سے نکل گیا کہ اے میرے خدا اگر دُعا منظور نہیں ہوتی تو اِس لڑکے کے لئے میری شفاعت منظور کر۔ تب جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا **من ذاالذی یشفع عندہ اِلا باذنہ** ۔ یعنی کون ہے جو بغیر اذن خدا تعالیٰ کے شفاعت کرسکتا ہے تب میں چُپ ہوگیا اور اس

بقیہ حاشیہ:- حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں بڑی بے تابی سے عرض کی گئی کہ عبدالرحیم کی زندگی کے آثار اچھے نظر نہیں آتے ۔ حضرت رؤف ورحیم تہجد میں اس کے لئے دعا کررہے تھے کہ اتنے میں خدا کی وحی سے آپؑ پر کھلا کہ ''تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر'' ۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالمواجہ مجھے فرمایا ۔ جب خدا تعالیٰ کی یہ قہری وحی نازل ہوئی تو مجھ پر حدّ سے زیادہ حُزن طاری ہوا کہ اس وقت بے اختیار میرے مُنہ سے نکل گیا کہ یاالٰہی اگر یہ دعا کا موقع نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں ۔ آنحضرت اقدس علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ دُعا اور شفاعت حقیقت میں تو ایک ہی ہے لیکن صرف فرق اِسی قدر ہے کہ دُعا تو ہے ایک شخص خواہ مسلم ہو مومن ہو خواہ کافر و مشرک ہو خواہ فاسق و فاجر ہو کرسکتا ہے اور یوں ہر ایک شخص کی دُعا قبول بھی ہوجاتی ہے ۔ مگر شفاعت ہر ایک شخص نہیں کرسکتا کیونکہ دُعا میں ایک عاجزی اور انکساری ہوتی ہے اور شفاعت میں اپنی وجاہت اور قبولیت اور اپنا خاص تعلق جو اللہ تعالیٰ سے اس کو ہے یا اِس سے اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کو ہے ۔ (ایڈیٹر) اس کا موقعہ تو ہے اس پر معاً وحی نازل ہوئی **یسبّح له من فی السموات و من فی الارض من ذاالذی یشفع عندہ الّا باذنہ** ۔ اِس جلالی وحی سے میرا بدن کانپ گیا اور مجھ پر سخت خوف اور ہیبت وارد ہوئی کہ میں نے بلا اذن شفاعت کی ہے ۔ ایک دو منٹ کے بعد پھر وحی ہوئی **انک انت المجاز** یعنی تجھے اجازت ہے اس کے بعد حَالاً بَعْدَ حَالٍ عبدالرحیم کی صحت ترقی کرنے لگی اور اب ہر ایک جو دیکھتا اور پہچانتا تھا اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے شکر سے بھر جاتا اور اعتراف کرتا ہے کہ لاریب مُردہ زندہ ہوا ہے ۔

اس سے زیادہ مسئلہ شفاعت کا حل اور کیا ہوسکتا ہے اور یہی خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت ہے ۔ افسوس ہے احمق نصرانی پر جو ایک ناتوان انسان کے پھانسی ملنے کو شفاعت کی غایت سمجھتا ہے خدا کرے کہ دنیا کی آنکھیں کُھلیں اور اس سچے شفیع اور حقیقی نُور کو پہچانیں جو وقت پر ان کے لئے آسمان سے نازل ہوا ہے اور کفارہ وغیرہ بے بنیاد افسانوں کو چھوڑ دیں جن کا نتیجہ اب تک بجز رُوح کی موت اور جسم کی ہلاکت کے اور کچھ نظر

بات پر صرف چند منٹ ہی گذرے تھے کہ پھر تھوڑی سی غنودگی ہو کر یہ الہام ہوا **انک انت المجاز** ۔یعنی تجھے شفاعت کی اجازت دی گئی تب میں نے بطور شفیع کے اس لڑکے کے حق میں دُعا کی پس تھوڑے دنوں کے بعد خدا نے اس کو دوبارہ زندگی بخشی اور وہ تندرست ہو گیا **فالحمدللہ علی ذالک** ۔ [۲۲۳]

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ مکرم میاں عبدالرحیم خاں صاحب کے متعلق حضرت اقدسؑ نے یہ رؤیا بھی دیکھا تھا کہ وہ صحت یاب ہوگئے ہیں اور کچھ روپیہ انہوں نے نذرانہ کے طور پر پیش کیا ہے ۔چنانچہ اُن کے صحت یاب ہوجانے پر جب کہ ابھی انہیں نقاہت باقی تھی ،نواب صاحبؓ نے انہیں ان کی خالہ صاحبہ کے ہمراہ ایک خادمہ سے اُٹھوا کر حضورؑ کی خدمت میں بھجوایا اور ڈیڑھ صد روپیہ کے قریب نذرانہ بھیجا۔گھر میں چوزہ کا شوربا تیار تھا حضورؑ نے چھنوا کر میاں عبدالرحیم خاں صاحب کو پلوایا۔

میاں عبدالرحیم خاں صاحب کی شفایابی حضرت اقدسؑ کی توجہات کریمانہ کا ایک کرشمہ تھا اور اسی وجہ سے قادیان میں کسی قسم کی تکلیف نہ محسوس ہوتی تھی حالانکہ نواب صاحبؓ اور آپ کے اہل وعیال مالیر کوٹلہ میں شہر میں جس حویلی میں رہتے تھے ۔اس میں تہائی آپ کا حصہ دس بارہ بیگھہ ہوگا۔ بعد میں آپ نے ریاست کو دے دیا تھا اور اب وہاں سرکاری دفاتر ہیں ۔علاوہ ازیں آپ کے شہر کے پاس شہر سے باہر شیروانی کوٹ تھا جو تریسٹھ بیگھہ میں ہے اور اس کی کوٹھی قادیان کی کوٹھی دارالسلام سے بھی بڑی ہے ۔اور حضورؑ کی مشفقانہ توجہات کے ذکر میں مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب ذکر کرتے ہیں کہ جب قادیان میں طاعون شروع ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہم بچوں کو یہ حکم تھا کہ ہم سیڑھیوں سے نیچے نہ اُتریں کیونکہ یہ مکان دار میں شامل ہے☆ جس کے متعلق وعدہ الٰہی ہے کہ **انی احافظ کل من فی الدار** ۔[۲۲۴] اس لئے ہم سیڑھیوں سے نیچے نہیں اُترتے تھے ۔ہمارے مکان میں بھی حضورؑ دُھونیاں بہت دلواتے تھے۔ایک بڑی انگیٹھی تھی جس میں کئی دُودکش تھے۔اتنی گرمی ہوتی تھی کہ جس سے سارا کمرہ گرم ہو جاتا تھا۔فینائل کا استعمال کثرت سے ہوتا تھا۔

☆ مراد چوبارہ حضرت نواب صاحبؓ جو دارالمسیح سے مُلحق ہے اس بارہ میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب کا ایک تفصیلی نوٹ کتاب میں دوسری جگہ درج ہے ۔

بقیہ حاشیہ :- نہیں آیا۔اے احمد یو۔تمہیں مبارک ہو کہ یہ دولت خدا تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں رکھی تھی خدا کا شکر اور اس کی قدر کرو۔ والسلام خاکسار عبدالکریم ۱۲۹ اکتوبر ۰۳ء‘‘

(الحکم جلد ۷ نمبر ۴۱۔۴۳ بابت ۱۷ تا ۲۴ ؍نومبر ۰۳ء) خفیف سے اختلاف سے یہ نوٹ البدر جلد ۲ نمبر ۴۱۔۴۲ (صفحہ ۳۲۱) ۲۶ ؍اکتوبر ،نومبر ۰۳ء میں بھی شائع ہوا ہے ۔

خاندانی حقوق کے متعلق معجزانہ کامیابی

جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے اِس خاندان کے تمام افراد با اختیار فوجدار رئیس ہوتے تھے۔حکومت نے یہ دیکھ کر اس طرح خوانین اور والی نواب میں تنازعات ہو جاتے ہیں یہ چاہا کہ آئندہ فوجی اختیارات صرف والئی ریاست کو ہوں اور استمزاج پر نواب صاحبؓ کے والد بزرگوار نے بدیں وجہ اس تجویز سے اتفاق ظاہر کیا کہ آئندہ ریاست حق کے لحاظ سے ان کے ہاتھ میں آنے والی تھی لیکن یہ حق نہ ملا اور خوانین کے حقوق پامال ہونے لگے۔ چنانچہ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ والئی ریاست نواب ابراہیم علی خاں تو بہت شریف فطرت تھے ان کو نذر وغیرہ لینے کا کوئی خیال نہ تھا۔لیکن انکی بیماری کی وجہ سے ان کے ولیعہد ایجنٹ مقرر ہوئے جن کو ریاست کے سپرنٹنڈنٹ نواب لوہارو نے ورغلا کر اس امر پر اُبھارا کہ خوانین اسے نذر دیا کریں۔نذر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سال میں ایک بار دربار لگتا ہے اس میں نذر پیش کرنے والا ہاتھ پر اشرفیاں رکھ کر والی کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن خوانین اسے ماننے کو تیار نہ تھے البتہ اس امر پر رضامند تھے کہ پیشکش پیش کیا کرینگے پیشکش یہ ہوتی ہے کہ تلوار وغیرہ بہت سی اشیاء گیارہ کشتیوں میں پیش کی جاتی ہیں۔نذر گویا کہ پیشکش سے زیادہ اظہار عجز کا ذریعہ ہوتی ہے اور پیشکش کا درجہ کم ہوتا ہے۔اس وقت جالندھر ڈویژن کا کمشنر جو اس ریاست کا پولیٹیکل ایجنٹ بھی تھا اور الیگزنڈر اینڈرسن لفٹیننٹ گورنر پنجاب دونوں اس معاملہ میں خوانین کے خلاف تھے۔اِس معاملہ میں کامیابی و ناکامی خوانین کی عزّت و ذلّت کے مترادف تھی۔نواب صاحب نے اپنے دونوں بھائیوں کو حضورؑ سے دُعا کرانے پر آمادہ کیا اور حضورؑ کی خدمت میں دُعا کی درخواست کی۔☆

☆ اسبارہ میں جو اپیل دائر کی گئی تھی اس کے متعلق مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کا ذیل کا بیان اس ضمن میں قابل توجہ ہے کہ کس طرح حضرت نواب صاحبؓ سلسلہ کے خدام کی اعانت کا خیال رکھتے تھے۔یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی ان ایام کی خدمات ہر طرح قابلِ تعریف تھیں۔میاں صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور یا مولوی محمد علی صاحب نے والد صاحب سے کہا کہ بمقدمہ کرم الدین خواجہ صاحب بہت محنت کرتے رہے ہیں اور بہت سا وقت اس میں انہوں نے لگایا ہے جس کا ان کی پریکٹس پر اثر پڑا ہے اسلئے آپ بمقدمہ نذران کی امداد کریں اور اپیل ان سے ہی لکھوائیں چنانچہ محض مدد کی خاطر ان سے اپیل لکھوائی اور والد صاحب نے اپنی طرف سے اور بھائیوں کی طرف سے بارہ

اِس بارہ میں حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:

اِس طرح کئی دوستوں کے حق میں ان کی مشکلات کے وقت میں بہت نمونے نشانوں کے ہیں اور کچھ ان میں سے میں نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں درج بھی کئے ہیں اور اس جگہ ایک تازہ قبولیت دُعا کا نمونہ جو پہلے اس سے کتاب میں نہیں لکھا گیا ناظرین کے فائدے کیلئے لکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ نواب محمد علی خاں صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ مع اپنے بھائیوں کے سخت مشکلات میں پھنس گئے تھے۔ منجملہ ان کے یہ کہ وہ ولیعہد کے ماتحت رعایا کی طرح قرار دیئے گئے تھے اور انہوں نے بہت کچھ کوشش کی مگر ناکام رہے اور صرف آخری کوشش یہ باقی رہی تھی کہ وہ نواب گورنر جنرل بہادر بالقابہ سے اپنی دادرسی چاہیں۔ اور اس میں بھی کچھ امید نہ تھی کیونکہ ان کے برخلاف قطعی طور پر حکّام ماتحت نے فیصلہ کر دیا تھا۔ اِس طوفانِ غم وہم میں جیسا کہ انسان کی فطرت میں داخل ہے انہوں نے صرف مجھ سے دعا ہی کی درخواست نہ کی بلکہ یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر خدا تعالیٰ ان پر رحم کرے اور اس عذاب سے نجات دے تو وہ تین ہزار نقد روپیہ بعد کامیابی کے بلاتوقف لنگر خانہ کی مدد کے لئے ادا کرینگے۔ چنانچہ بہت سی دُعاؤں کے بعد مجھے یہ الہام ہوا کہ اُے سیف اپنا رُخ اِس طرف پھیر لے، تب میں نے نواب محمد علی خاں صاحبؓ کو اِس وحی الٰہی سے اِطلاع دی۔ بعد اسکے خدا تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور صاحب بہادر وائسرائے کی عدالت سے ان کے مطلب اور مقصود اور مراد کے موافق حکم نافذ ہو گیا☆ تب انہوں نے بلاتوقف تین ہزار روپیہ کے نوٹ جو نذر مقرر ہو چکی تھی مجھے دیدیئے اور یہ ایک بڑا نشان تھا جو ظہور میں آیا۔[۴۲۵]

مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ اِس معاملہ میں کامیابی پر نواب صاحبؓ کے بھائیوں نے نذرانہ نہیں دیا لیکن نواب صاحبؓ نے ایفائے عہد کیا اور کل رقم نذرانہ اپنی اور بھائیوں والی اپنی طرف سے حضورؑ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس نذرانہ کی رقم کے آخری ہزار کی ادائیگی اور نذرانہ کے ایفاء کا ذکر حضورؑ ذیل کے مکتوب میں فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　　　　نحمدہ و نصلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ عجیب اتفاق ہوا کہ آپ نے ہزار روپیہ کا نوٹ

☆ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ لارڈ منٹو وائسرائے نے یہ فیصلہ کیا تھا (مؤلف)

بقیہ حاشیہ:- صد کے قریب روپیہ دلوایا۔ لیکن اپیل اچھی نہ تھی اسلئے دوبارہ ایک انگریز سے بمعاوضہ قریباً اڑہائی صد روپیہ لکھوائی۔ اور نواب صاحبؓ کے برادران نے اعتراض بھی کیا کہ ایک انگریز نے جب اتنے قلیل معاوضہ پر کام کر دیا تو خواجہ صاحب کو اتنی خطیر رقم کیوں دی گئی تھی۔

بند خط کے اندر بھیجا اور میاں صفدر☆ نے شادی خاں کی والدہ کے حوالہ کیا جس کو دادی کہتے ہیں۔ وہ بیچاری نہایت سادہ لوح ہے۔ وہ میری چار پائی پر وہ لفافہ چھوڑ گئی۔ میں باہر سیر کرنے کو گیا تھا اور وہ بُھول گئی۔ اب اس وقت اس نے یاد دلایا کہ نواب صاحب کا ایک خط آیا تھا میں نے پلنگ پر رکھا تھا۔ پہلے تو وہ خط تلاش کرنے سے نہ ملا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ کل زبانی دریافت کرلیں گے پھر اتفاقاً بستر کو اُٹھانے سے وہ خط مل گیا اور کھولا تو اس میں ہزار روپیہ کا نوٹ تھا۔ یہ بے احتیاطی اتفاقی ہوگئی گویا ہزار روپیہ کا نقصان ہوگیا تھا مگر الحمدللہ مل گیا۔ وہ عورت بیچاری نہایت سادہ اور نیم دیوانہ ہے۔ وہ بے احتیاطی سے پھینک گئی۔ خداتعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے اپنی نذر کو پورا کیا۔ آمین۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ ۶۲۶ ☆☆

ایک پیشگوئی کے شاہد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پیشگوئی ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۲ء میں بیان فرمائی جس کا حضورؑ نزول المسیح میں ذیل کے الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں:

’’لاتیئس من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب۔ الا ان نصر اللہ قریب۔ یاتیک من کل فج عمیق۔ یاتون من کل فج عمیق۔ ینصرک اللہ

☆ مراد صفدر علی صاحب نواب صاحب کے ملازم۔ (مؤلف)

☆☆ سلسلہ کے لٹریچر سے معیّن طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ یہ اپیل کب منظور ہوئی کہ جس سے حضورؑ کا الہام پورا ہوا۔ چشمۂ معرفت کی مندرجہ بالا عبارت سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ’’ایک تازہ قبولیت دعا کا نمونہ‘‘ ہے۔ البتہ الحکم بابت ۰۸-۱-۲ سے حضورؑ کے ایک ضروری اور مفید تصنیف میں مصروف ہونے کا اور پرچہ ۰۸-۱-۶ سے اس تصنیف کے تتمہ لیکچر لاہور ہونے اور اس کے ۶۴ صفحات کے مطبع میں جانے کا اور پرچہ ۰۸-۱-۶ سے اس تصنیف چشمۂ معرفت کے مکمل ہوجانے کا اور سرورق کتاب سے اسکے ۱۵ رمئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہونے کا علم ہوتا ہے۔ البتہ حضرت نواب صاحبؓ کے مکتوب مورخہ ۱۶ رفروری ۱۹۰۸ء (مندرج کتاب ہذا ۲۴۸۱) سے علم ہوتا ہے کہ چندروز قبل اپیل کی منظوری کی اطلاع بذریعہ تار آئی تھی۔

من عندہ۔ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء ۔لامبدّل لکلمات اللہ۔
دیکھو صفحہ ۲۴۱ براہین احمدیہ مطبوعہ ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء سفیر ہند پریس امرتسر۔ترجمہ خدا کے فضل سے نواُمید مت ہو یعنی یہ خیال مت کر کہ کوئی میری طرف التفات نہیں کرتا اور نہ کوئی میری نصرت کرتا ہے۔یہ بات سُن رکھ کہ خدا کا فضل قریب ہے۔خبردار ہو کہ خدا کی مدد قریب ہے۔وہ مدد ہر ایک ایسی راہ سے تجھے پہنچے گی کہ کبھی بند نہیں ہوگا اور لوگ ہر یک راہ سے آتے رہیں گے۔جو بند نہیں ہوگا بلکہ لوگوں کے چلنے سے عمیق ہوتا رہے گا۔یعنی لوگ ہر ایک راہ سے بکثرت تیرے پاس آئیں گے۔یہاں تک کہ راہیں عمیق ہو جائیں گی۔یہ استعارہ اس منشاء کے ادا کرنے کے لئے ہے کہ سلسلہ رجوع خلائق کا کبھی بند نہیں ہوگا اور یہ اس زمانہ کی پیشگوئی ہے جبکہ مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا مگر شاذو نادر جو صرف چند ابتدائی زمانہ کے تعارف والے تھے۔اور نہ گورنمنٹ کو میری طرف کچھ خیال تھا کہ اس کا اتنا بڑا سلسلہ قائم ہوگا اور نہ اس ملک کے لوگوں میں سے کوئی پیشگوئی کرسکتا تھا کہ یہ غیر معمولی ترقی ایک دن ضرور ہوگی۔مگر یہ خدا کا فعل ہے۔جو باوجود ہزار ہا روکوں کے جو قوم کی طرف سے اور مولویوں کی طرف سے ہوئیں خدا نے میری اِس دُعا کو قبول کرکے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۲ میں ہے یعنی رَبِّ لَاتَذَرْنِیْ فَرْداً اپنے بندوں کو میری طرف سے رجوع دیا جب میں نے کہا کہ اے میرے پرودگار مجھے اکیلا مت چھوڑ تو جواب دیا کہ میں اکیلا نہیں چھوڑوں گا اور جب میں نے کہا کہ میں نادار ہوں مجھے مالی مدد دے تو اس نے کہا کہ ہر یک راہ سے تجھے مدد آئے گی اور وہ راہیں عمیق ہو جائیں گی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یکّوں کی کثرت سے قادیان کی سڑک کئی دفعہ ٹوٹ گئی اس میں گڑھے پڑ گئے اور کئی دفعہ سرکار انگریزی کو وہ سڑک مٹی ڈال کر درست کرنی پڑی اور پہلے اس سے قادیان کی سڑک کا یہ حال تھا کہ ایک یکہّ بھی اس پر چلنا شاذو نادر کے حکم میں تھا اب ہر یک سال راہ یکّوں کے باعث عمیق ہو جاتا ہے اور نیز خدا نے اسی سال میں قریب ستر ہزار کے اس جماعت کو پہنچایا۔کون مخالف ہے جو اس بات کو ثابت کرسکتا ہے کہ جب ابتدا میں یہ وحی نازل ہوئی تو اس وقت سات آدمی بھی میرے ساتھ تھے مگر اس کے بعد ان دنوں میں ہزار ہا انسانوں نے بیعت کی۔خاص کر طاعون کے دنوں میں جس قدر جوق در جوق بیعت

میں داخل ہوئے اس کا تصور خدا کی قدرت کا ایک نظارہ ہے گویا طاعون دوسروں کوکھانے کے لئے اور ہمارے بڑھانے کے لئے آئی۔ابھی معلوم نہیں کہ طاعون کی برکت سے کیا کچھ ترقی ہوگی۔اس برس میں تمام بیعت کرنے والوں نے اپنے ذمہ لے لیا کہ کچھ نہ کچھ ماہانہ اِس سلسلہ کی مدد میں نذر کیا کریں۔سواس ایک ہی برس میں ہزار ہاروپیہ کی آمدن ہوئی اور ہزار ہالوگ بیعت میں داخل ہوئے اور داخل ہوتے ہیں اور وہ الہام کہ **یاتیک من کل فج عمیق ویاتون من کل فج عمیق** عین طاعون کے دنوں میں پورا ہوا۔ اگر کوئی شخص براہین احمدیہ کو ہاتھ میں پکڑے اور میری پہلی حالتِ غربت اور تنہائی جو براہین احمدیہ کے زمانہ میں تھی قادیان میں آکر تمام ہندو مسلمانوں سے دریافت کرے یا گورنمنٹ انگریزی کے کاغذات میں دیکھے کہ کب سے گورنمنٹ نے میرے سلسلہ کوایک جماعت عظیم قرار دیا ہےتو بلاشُبہ وہ یقینی اور قطعی طور پر سمجھ لے گا کہ اس قدر خدا کی طرف سے حسب منشاء پیشگوئی کے نصرت ہونا اور ستر ہزار سے بھی زیادہ لوگوں کا بیعت میں داخل ہونا باوجود تمام مولویوں کے شوروفریاد کرنے کے بیشک ایک معجزہ ہے ورنہ خدا قادر تھا کہ اس سلسلہ کو ترقی سے روک دیتا اور مولویوں کے منصوبوں کو پورا کردیتا یا مجھے ہلاک کردیتا اور خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ **یاتیک من کل فج عمیق ویاتون من کل فج عمیق** اس طرح پر بھی ہرایک پر ثابت ہوسکتا ہے کہ بیس برس کے بعد ان دنوں میں پنجاب اور ہندوستان کے شہروں میں سے کوئی شہر خالی نہیں رہا جس کے باشندوں میں سے کوئی نہ کوئی قادیان میں نہیں آیا اور نہ کوئی ایسی طرف ہے جس سے مالی مدد نہ آئی اب سوچ لو کہ کیا اس قدر دور دراز عرصہ کے بعد غیب کی باتیں پورا ہونا کیا بجز خدا کی وحی کے کسی اور کی کلام میں طاقت ہے اور اگر انسان ایسا کرسکتا ہےتو نظیر کے طور پر پیش کرو کہ کس نے میری طرح گمنامی کی حیثیت میں ہوکر ظہور پیشگوئی کے دنوں سے بیس برس پہلے بذریعہ تحریر تمام دنیا میں شائع کیا کہ ایک دن وہ آنیوالا ہے کہ میری یہ حالت گمنامی جاتی رہے گی۔اور ہزار ہا تحائف میرے پاس آئیں گے اور ہزار ہا لوگ دور دراز ملکوں کا سفر کرکے میرے ملنے کے لئے آئیں گے۔میں جانتا ہوں کہ ایسی نظیر پیش کرنے پر ہرگز انسان قادر نہیں۔'' [۴۲۷]

حضورؑ نے اِس پیشگوئی کے پورا ہونے کے گواہ جو تحریر فرمائے ہیں ان میں نواب صاحبؓ کا بھی نام ہے۔ چنانچہ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''اس پیشگوئی کا بیان کرنا اور پھر پورا ہونا براہین احمدیہ کی شہادت سے ثابت ہے کیونکہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں یہ پیشگوئی مندرج ہے اور براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو قریباً بائیس برس سے ملک میں شائع ہوگئی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب میں گوشہ تنہائی میں پڑا ہوا تھا نہ مہمان تھے اور نہ کوئی مہمانخانہ تھا۔ اس واقعہ کو تمام یہ قصبہ جانتا ہے۔ کون ایسا بے ایمان ہے جو اس سے انکار کرے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ صدہا انسان جو اَب آتے جاتے اور موجود رہتے ہیں یہ اس وقت بھی موجود تھے ڈاکخانوں کی کتابوں کو دیکھو کہ کیا یہ مالی آمدن پہلے بھی کبھی تھی اور کیا پہلے بھی اس کثرت سے لوگ آتے تھے۔ اور وہ معزز احباب جو بچشم خود دیکھ رہے ہیں کہ کیونکر اس پُرانے زمانے کی پیشگوئی بڑے زور وشور سے ان دنوں میں پوری ہورہی ہے۔ ان احباب کے بطور گواہان رویت ذیل میں چند نام لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیرویؓ۔ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ۔ مولوی محمد علی ایم۔اے۔ نواب محمد علی خاں صاحبؓ مالیر کوٹلہ۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر۔ میر ناصر نواب صاحب دہلویؓ۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی مرزا خدابخش صاحب جھنگ۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس۔ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹ چھاؤنی۔ شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر بمبئی ہاؤس لاہور۔ خلیفہ نورالدّین صاحب جمّوں وغیرہ گواہان جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں''۔ [۴۲۸]

مزید ذکر لٹریچر میں

۱- حضرت اقدسؑ نے ۲۰رجولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار اور ایک ضمیمہ کے ذریعہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو اور علماء کو ایک طریق فیصلہ کی طرف بُلایا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ راستباز بندوں کی تین طور سے خدائی تائید ہوتی ہے ایک ان سے خوارق صادر ہوتے ہیں جو حریف مقابل سے صادر نہیں ہوسکتے دوسرے ان کو علم معارفِ قرآن دیا جاتا ہے تیسرے ان کی اکثر دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے انہیں فصیح عربی میں قرآن مجید کی

تفسیر نویسی کے مقابلہ کی دعوت دی ہے تا ثابت ہو سکے کہ کس کو روح القدس کی تائید حاصل ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب جن تین علماء کو جو دونوں کے مریدوں میں سے نہ ہوں انتخاب کر لیں مثلاً مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر لاہوری یا کوئی اور۔ یہ تینوں علماء فریقین کی تفاسیر سُن کر حلفاً تین دفعہ قذفِ مُحصنات والی قسم کھا کر اپنی رائے دیں کہ دونوں میں سے کس کی تفسیر اور عبارت تائید رُوح القدس سے لکھی گئی ہے۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ اگر ان تین علماء کی شہادت سے پیر صاحب موید قرار دیئے گئے اور مجھ سے یہ کام نہ ہوسکا یا مجھ سے بھی ہوسکا لیکن پیر صاحب سے بھی میرے مقابلہ پر ہوسکا تو میں اقرار کروں گا کہ حق پیر صاحب کے ساتھ ہے اور اپنی تمام کتابیں جو اس دعویٰ کے متعلق ہیں جلا دوں گا اور اپنے تئیں مخذول و مردود سمجھ لوں گا۔ میری طرف سے یہی تحریر کافی ہے جس کو میں آج بہ ثبت بیس گواہان کے لکھتا ہوں۔ پیر صاحب اگر مغلوب ہوں تو وہ مجھ سے بیعت کر لیں اور یہ اقرار صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار بہ ثبت شہادت بیس گواہان دس دن کے عرصہ میں شائع کر دیں۔ لیکن پیر صاحب کو اس دعوتِ مقابلہ کے قبول کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ حضرت اقدسؑ نے اپنے اشتہار میں بیس معزز گواہوں میں ایک کا نام بطور ''مصاحب نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ'' تحریر کیا ہے گویا کہ آپ کی وجاہت سے اس کا اعزاز ظاہر کیا گیا ہے۔

۲- اسی طرح مرقوم ہے:

''مسجد میں رونق افروز ہوتے ہی نواب صاحبؓ سے ملاقات ہوئی۔ نواب صاحبؓ کے عارضہ دورانِ سَر کے متعلق ان کا حال پوچھا اور فرمایا...... کہ سیر اس مرض میں مفید ہے۔

نواب صاحبؓ نے لیکھرام کے دو فوٹو حضرتؑ کے پیش کئے۔ ایک اس کی زندگی کا اور ایک مُردہ لاش کا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ نزول المسیح میں مُردہ لاش کا فوٹو دیا جاوے اور اس کے اوپر اُس کی پیشگوئی والے ابیات تحریر کر کے عین تصویر پر ہاتھ دکھایا جاوے جو کہ

کرامت گرچہ بے نام ونشان ست
بیا بنگر زِغلمانِ محمدؐ

کے نیچے اشتہاروں میں بنا ہوا ہے''۔☆ (یہ تصویر نزول المسیح ۱۷۵ اور حقیقۃ الوحی ۲۹۳ و ۳۲۰ پر طبع ہوئی)

☆ ڈائری از نمونہ پرچہ القادیان بابت ۱۰-۹-۱ و البدر جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۴ (دوبارہ حوالہ بوجہ فائل نہ ہونے کے دیکھا نہیں جاسکا)

مرض الموت

حضرت نواب صاحب بالآخر جس مرض سے جاں بحق ہوئے اس کے متعلق ذیل کا اعلان بہ عنوان ''حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کی خطرناک علالت ۔ سچّی محبت رکھنے والے دلوں کی تڑپ کی ضرورت'' شائع ہوا:

''حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتی ہیں:

اپنی لڑکی منصورہ بیگم کی صحت کے لئے دُعا کے واسطے میں نے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اوراحباب جماعت کی خدمت میں تحریک کی تھی ۔آجکل اس سے بھی بڑھ کرفکر وتشویش میں میرا دل اپنے محترم شوہرنواب محمد علی خاں صاحب کی خطرناک علالت کی وجہ سے مبتلاء ہے ان کو PAPILLOMA کی وجہ سے پیشاب میں خون بکثرت آرہا ہے اور اپریشن بوجہ کمزوری اور ذیابیطس کے ان کے لئے خطرہ کا موجب ہوگا مگر ڈاکٹر صاحبان اس مرض کا علاج بھی محض اپریشن بتلاتے ہیں اگر خون اسی طرح جاری رہا تو غالبًا کروانا ہی پڑے گا۔ان کی اس بیماری کی وجہ سے مجھے شدید کرب واضطراب ہے مہربانی فرما کر سب احباب دُعا دردِدل سے کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب بلائیں دور فرمائے اور ان کی زندگی میں خاص برکت صحت اور سلامتی کے ساتھ عطا فرمائے ۔اور منصورہ بیگم کے لئے بھی دُعا فرمائیں کہ اس کا دہلی علاج کے لئے جانا خدا کی رحمت نزول کا بہانہ ہوجائے ہمارے خاندان کے کئی افراد اس وقت بیماری میں مبتلاء ہیں اور دل کو آرام اور اطمینان نہیں ۔ پس اس وقت ہمیں سچّی محبت رکھنے والے دلوں کی تڑپ کی خاص ضرورت ہے جو خدا کے فضل وکرم کو جلد سے جلد کھینچ سکے بلاؤں کے وقت آتے ہیں اور گذر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائیگا اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ ضرور فرمائے گا مگر ایسے وقت میں دعاؤں سے مدد کرنے والوں کی نیکی بھی خدا تعالیٰ کے حضور میں یادگار رہ جاتی ہے ۔(مبارکہ)'' [۴۲۹]

مرض کے دوران میں دُعا کے بار بار اعلان ہوتے رہے ۔ایک دفعہ آپ شملہ بھی گئے ۔علاج بھی ایلو پیتھک ہومیو پیتھک وغیرہ متعدّد قسم کے کئے گئے ۔لیکن

مرض بڑھتا گیا جوُں جوُں دوا کی

تقدیر الٰہی میں آخری وقت آن پہنچا تھا۔آخری ایام کے متعلق دو اعلان ذیل میں درج کرتا ہوں ۔جن میں موقّر الفضل میں بہ عنوان ''حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کی تشویشناک علالت'' مرقوم ہے:

قادیان ۸ ماہ تبلیغ ' حضرت نواب صاحب کے متعلق آج کی اطلاع یہ ہے کہ بخار

تو کم ہے مگر باقی عوارض کمر درد اور خون کا آنا اسی طرح ہیں یہ کمزوری اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ بولا بھی نہیں جاتا دوا اور پانی وغیرہ بھی چمچہ سے حلق میں ڈالا جاتا ہے دعاؤں کی از حد ضرورت ہے احباب جماعت خاص طور پر حضرت ممدوح کے لئے دُعائیں کریں''۔[۴۳۰]

''ڈاکٹر لطیف صاحب کو دہلی سے بذریعہ تار بلوایا گیا جو آج دوپہر کی گاڑی سے تشریف لائے۔ ان کی تشخیص ہے کہ اس وقت حضرت نواب صاحبؓ کو نمونیہ سخت قسم کا ہے اور دونوں پھیپھڑوں پر اس کا اثر ہے۔ لاہور اور دہلی سے پینی سیلین کے منگوانے کا انتظام کیا جارہا ہے باقی حالات بدستور ہیں کمزوری بہت زیادہ ہے۔ احباب خاص طور پر حضرت نواب صاحبؓ کی صحت وعافیت کے لئے دُعا فرمائیں''۔ [۴۳۱]

وفات اور تجہیز وتدفین

بالآخر اس جلیل القدر صحابی کی رُوح ۱۰ر فروری ۱۹۴۵ء کو جسدِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کی خبر ملنے پر قادیان کے احباب کثرت سے تعزیت کے لئے کوٹھی ''دار السلام'' پہنچے۔ ان کی کثرت کی وجہ سے باغ میں دریاں بچھائی گئیں۔ اس وقت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب حضرت ممدوح کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق حالات بیان فرماتے تھے جس نے میری آتش شوق کو اس قدر بھڑ کایا کہ اگلے روز سے ہی میں نے آپ کے حالات قلمبند کرنے شروع کر دیئے۔ تعزیت کے لئے ہز ہائی نس نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی طرف سے ان کے ولیعہد نواب زادہ افتخار علی خاں صاحب۔ نیز نواب زادہ رشید علی خاں صاحب خلف سر ذوالفقار علی خاں صاحب مرحوم اور ہز ہائی نس کے چھوٹے صاحبزادہ نواب زادہ الطاف علی خاں صاحب مع اپنی ہمشیرہ بیگم نواب زادہ میاں محمد عبد الرحمٰن خاں صاحب تشریف لائے۔[۴۳۲] موخر الذکر اور کئی ایک اقارب کئی روز سے آئے ہوئے تھے مجھے ان میں سے بعض سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملا۔ الفضل میں زیر عنوان ''حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی تجہیز وتدفین'' ذیل کی تفصیل مرقوم ہے جس کا اکثر حصّہ خاکسار کو مشاہدہ کرنے اور جنازہ کو کندھا دینے کا موقعہ ملا:

''قادیان ۱۱ فروری۔ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ ایک لمبی مدّت کے بعد کل انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون آپ اگست ۱۹۴۴ء سے علیل چلے آتے تھے اور پیشاب میں خون آنے کی تکلیف تھی۔ جس کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے مگر آخر تک ہوش وحواس بالکل درست رہے اگرچہ آخری دو روز بول نہ سکتے تھے۔

وفات کی خبر ملتے ہی قادیان کے مرد اور خواتین حضرت نواب صاحبؓ کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بھی تشریف لے گئے اور رات کے گیارہ بجے تک وہیں رہے۔ آج صبح سے احبابِ جماعت کے علاوہ سکھ اور ہندو اصحاب بھی بکثرت آتے رہے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ بھی بارہ بجے کے قریب تشریف لے گئے چونکہ دوپہر کی گاڑی سے بیرونجات سے بعض اعزہ کے آنے کی امید تھی اس لئے جنازہ کوٹھی سے لے جانے کے لئے تین بجے بعد دوپہر کا وقت مقرر تھا۔ اس اثناء میں کوٹھی کے اندر ہزاروں خواتین نے مرحوم کی آخری زیارت کی۔ دوپہر کی گاڑی سے مرحوم کے بعض عزیز جن میں نواب زادہ خورشید علی خاں صاحب خلف سر ذوالفقار علی خاں صاحب۔ سر موصوف کی بیگم صاحبہ اور اس خاندان کی بعض دیگر خواتین تشریف لائیں۔ نواب زادہ احسان علی خاں صاحب کئی روز پیشتر سے ہی جب سے کہ حضرت نواب صاحب کی طبیعت زیادہ کمزور ہوگئی تھی یہاں تشریف رکھتے تھے حضرت نواب صاحبؓ کے فرزند اکبر نواب زادہ عبدالرحمٰن خاں صاحب بھی کئی روز سے یہاں تشریف فرما تھے۔ نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب کی صاحبزادی بیگم اعزاز رسول صاحب آف مندیلہ بھی کئی روز سے یہیں تھیں۔ ان کے علاوہ لاہور امرتسر۔ کپورتھلہ۔ جالندھر وغیرہ سے بعض احمدی احباب اور صاحبزادگان خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے پہنچ گئے تین بجے جنازہ باہر لایا گیا اس وقت تک احمدی احباب کی کثیر تعداد جمع ہو چکی تھی جنازہ کوٹھی کی بیرونی ڈیوڑھی میں رکھا گیا جہاں ہزاروں احباب نے ایک ترتیب کے ساتھ حضرت نواب صاحبؓ کی آخری زیارت کی اس کے بعد چارپائی کے ساتھ لمبے بانس باندھ دیئے گئے تا کندھا دینے والوں کو سہولت ہو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جنازہ کو کندھا دیا اور جنازہ گاہ تک ہزاروں افراد نے کندھا دینے یا درد بھری دُعاؤں کے ساتھ ہاتھ لگانے کا ثواب حاصل کیا اور جنازہ دارالفضل اور دارالعلوم کی درمیانی سڑک پر سے شہر اور پھر وہاں سے باغ متصل مقبرہ بہشتی میں لے جایا گیا۔ جہاں جانبِ غرب نماز جنازہ پڑھنے کا انتظام کیا گیا تھا اور صفیں سیدھی باندھنے کے لئے زمین پر سفیدی کے ساتھ خط کھینچ دیئے گئے تھے احمدی احباب کی کثیر تعداد جنازہ میں شریک ہونے کے لئے جمع ہو چکی تھی اندازہ ہے کہ قریباً تین ہزار افراد شریک ہوئے بہت سی خواتین بھی خود بخود پہنچ گئی تھیں وہ اس تعداد میں شامل نہیں۔

''حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور تمام مجمع نے رقت اور خشیت کے ساتھ حضرت نواب صاحبؓ کے لئے دُعائیں کیں۔ نماز جنازہ کے بعد پھر حضور ایدہ اللہ نے چارپائی کو کندھا دیا اور جنازہ اس خاص احاطہ میں لے جایا گیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزار ہے قبر حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم ومغفور کے بائیں جانب کھودی گئی میت کو لحد میں اُتارنے کے لئے

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ، مکرم نواب زادہ محمد عبداللہ خان صاحب اور مکرم نواب زادہ محمد احمد خاں صاحب اُترے اور چارپائی پر سے میت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے صاحبزادگان نے اُٹھایا میّت کو لحد میں رکھنے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے احباب باہر نکل آئے لحد پر کچّی اینٹیں چنی گئیں۔ اس کے بعد حضور نے دونوں ہاتھوں سے تین دفعہ مٹی اُٹھا کر قبر میں ڈالی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دُعا کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر سیّدہ امتہ الحی صاحبہ سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ اور سیّدہ ام طاہر صاحبہ کی قبروں کے پاس تشریف لے گئے اور دُعا فرمائی۔

''اِس دوران میں دوسرے دوست حضرت نواب صاحبؓ کی قبر پر مٹی ڈالتے رہے۔ قبر مکمل ہونے پر حضور تشریف لائے اور تمام مجمع سمیت دُعا فرمائی۔ چونکہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اس لئے حضور نے اسی جگہ نماز پڑھائی جہاں جنازہ پڑھا گیا تھا۔ چونکہ جنازہ پڑھانے سے قبل اعلان کر دیا گیا تھا کہ حضور عصر کی نماز اسی جگہ پڑھائیں گے اس لئے خادم مسجد جائے نماز لے آئے اور حضور کے لئے صفوں کے آگے بچھا دیا چونکہ سارے مجمع کے لئے فرش نہ تھا اور سب اصحاب سفید زمین پر کھڑے تھے حضور نے بھی اپنے آگے سے جانماز اُٹھوا دیا اور خالی زمین پر نماز پڑھائی''۔ ۴۳۳

آپ کی ایک نیکی اور اللہ تعالیٰ کا فضل

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ذیل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح حضرت نواب صاحبؓ کی ایک نیکی کو نوازا اور آپ کی اس خواہش کو پورا کرنے کا سامان کر دیا کہ آپؓ کی وفات قادیان کی مقدّس سرزمین میں ہو۔ آپ فرماتی ہیں:

''ہر انسان کے نیک افعال میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ سننے والا خیال کرتا ہے یا کہہ سکتا ہے کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں اس جگہ ہر شریف آدمی ایسا ہی کرتا یا ہم بھی ہوتے تو یونہی کرتے مگر بظاہر معمولی سی نیکی بھی اپنی جگہ اور اس وقت پر جب وہ سرزد ہوئی دیکھنے والوں کے لئے کسی کی نیک نیت کے اثر سے اور وقتی حالات پر غور کرنے کی وجہ سے بہت گہرا اثر چھوڑ جاتی ہے۔ میاں مرحوم کا آج نہیں ان کی حیات میں اور ابتدا سے ہی میں نے شوہر جان کر نہیں ایک احمدی اور صحابی سمجھ کر اکثر نظرِ غور سے مطالعہ کیا اور میرے دل میں ان کے نور ایمان کو اور ان کی سعید فطرت کو دیکھتے ہوئے ان کی قدر روز بروز بڑھتی ہی چلی گئی۔

''ایک واقعہ ان کی زندگی کا جس نے مجھ پر بہت گہرا اثر ڈالا وہ ان کی ایک نیکی تھی جو بظاہر معمولی تھی اور جو بھی ان کی جگہ ہوتا یہی کرتا جو انہوں نے کیا مگر جس تڑپ اور اخلاص سے کیا وہ حالت تھی جو اس اثر کو آج

تک میں اپنے دل کے اندر تازہ پاتی ہوں۔ہم سروانی کوٹ میں تھے کہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں گڑیانی والے جو نواب صاحبؓ کی ملازمت کے سلسلہ میں وہاں مقیم تھے موسم گرما میں نمونیا میں مبتلاء ہوگئے اوران کی بیماری سرعت سے بڑھ کر خطرناک صورت اختیار کرگئی۔ڈاکٹر صاحب مرحوم صحابی اور بڑی خوبیوں کے انسان حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے عاشق زار تھےاورایک بات اپنے متعلق اکثر سُناتے تھے کہ میرے گاؤں میں لوگ کہتے ہیں کہ قادیانی ہوتو گئے ہو۔میاں کبھی مرو گےتو(نعوذ باللہ) کُتّے لاش گھسیٹیں گے یہاں تو کوئی جنازہ بھی نہ پڑھائے گا تو میں ان کو یہ شعر سُنا دیتا ہوں کہ

مجنوں تھا قیس جو کہ بیاباں میں رہ گیا!

ہم تو مَریں گے یار کی دیوار کے تلے!

غرض جب ان کی حالت نازک ہونے لگی تو نواب صاحبؓ کی بیقراری بھی بڑھنے لگی لیٹتے اور پھر اُٹھ بیٹھتے ان کے فکر کے علاوہ ایک خاص کرب تھا جس کو میں دیکھ رہی تھی آخر جو دل میں تھا انکی حالت یاس کو دیکھ کر اس کا عزم کرلیا اور ڈاکٹر صاحب کے پاس باہر گئے اوران کو کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کا قادیان جانے کو دل چاہتا ہوگا آپ بالکل فکر نہ کریں اور نہ جھجھکیں آپ کہدیں اگر جانا چاہتے ہیں تو فوراً نہایت آرام سے پہنچانے کا انتظام آپ کے لئے میں کروں گا۔ڈاکٹر صاحب چاہتے ہی تھے کہا مجھے قادیان پہنچادیں تو اچھا ہی ہے۔اسی وقت ریزروڈ درجہ کا انتظام نہایت تگ ودو سے کر کے ساتھ آدمی بھجوا کر ڈاکٹر صاحب کو قادیان جلد از جلد روانہ کردیا گیا۔ یہاں انہوں نے تیسرے روز سچ مچ یار کی دیوار تلے جان اپنے مولیٰ کو سونپ دی کیا لوگ تھے جن کو خدا کے ہاتھ نے اس زمانہ میں جواہر ریزے سمجھ کر چُن لیا تھا خدا زیادہ ہی زیادہ اپنا قُرب ان کوعطا فرما کراُن کے درجات بلند کرتا رہے۔آمین۔

’’ڈاکٹر صاحب کو بھیج کر جو خوشی جو اطمینان اور مسّرت کی لہران کے چہرہ پر تھی میں اس کو بُھول نہیں سکتی۔جب اطلاع آگئی تو بار بار کہتے تھے شکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب زندہ قادیان پہنچ گئے۔انکی تمنّا پوری ہوگئی۔اب انکو اطمینان ہوگا۔خوش ہونگے وغیرہ۔اس کا ہمیشہ ہی خیال رہتا مگر اب چند سال سے کئی بار بہت تڑپ سے فرمایا کرتے تھے کہ دُعا کرو جب میرا وقت آئے تو قادیان سے باہر نہ آئے۔میں قادیان میں ہی مروں (شاید ان کے پاس اس کے متعلق فکر کے لئے وجوہ بھی ہوں) بہت ہی تڑپ سے اس دعا کے لئے کہتے میرے لئے ایسا ذکر سخت تکلیف دہ ہوتا تھا مگر ایک دن میں نے اس کے جواب میں ان سے بہ چشم پُرآب کہہ ہی دیا تھا کہ’’آپ فکر نہ کریں میرا ایمان ہے کہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں مرحوم والی آپ کی نیکی خدا ہرگز ضائع نہیں کریگا اور آپ کا وقت انشاءاللہ قادیان میں ہی آئے گا‘‘۔اور سالہا سال کا عرصہ باہر اور اکثر حصّہ وقت

علالت کا بھی سفروں میں گزار کر آخر وُہی ہوا کہ ان کی دُعا خدا نے قبول کی اور قادیان دارالامان میں ہی وفات نصیب ہوئی۔

''میرے لئے زندگی میں گو سب سے بڑا غم ان کی جدائی کا ہی وقت تھا مگر وہی وقت حقیقت میں میری سب سے بڑی خوشی کا بھی ہو گیا جب واپس آنے والوں نے کہا کہ ہم انکو بہشتی مقبرہ میں دفن کر آئے ہیں بے اختیار میرے دل نے کہا الحمدللہ اس جذبہ سے غالباً ہر احمدی آشنا ہوگا''۔

''حالات سے مجبور ہو کر کئی سال آخری کوٹلہ میں ہی گزارے اور سروانی کوٹ میں قیام رہا جتنا بھی کہا جاتا مجبوری ہی ظاہر کرتے اور قادیان کو واپسی میں التوا ہی ہوتا رہتا ۴۲ء میں خود ہی اپنے ریاستی اور مالی معاملات کو جیسے بھی ہوسکا کچھ انتظامی صورت دی اور قادیان واپسی کی تیاری بغیر کسی کی تحریک خاص کے کر لی۔ بہت انہماک سے روز و شب لگ کر کام ہوتا رہتا اور جانے کا پختہ طور پر ذکر رہتا تو اب سب کو وہاں فکر ہوا نواب صاحب مالیرکوٹلہ خود اور دوسرے عزیز بہت آتے اور کہتے کہ ابھی آپ نہ جائیں مگر یہ یہی کہتے کہ اب وقت آ گیا ہے اب تو مجھے قادیان جانا اور وہیں رہنا ہے۔غرض سب نے بہت زیادہ کوشش کی مگر وہ جو پہلے یہاں آ ہی نہ سکتے تھے اب سب کے اتنے اصرار کے باوجود وہاں ذرا اور نہ ٹھہرے اور قادیان آ گئے۔ یہ الفاظ کئی بار کہے کہ اب میرے قادیان سے باہر رہنے کا وقت نہیں رہا۔ یہاں آ کر ۴۳ء کے نومبر میں علیل ہوئے اور آخر کار ۱۰؍فروری ۱۹۴۵ء شام کے ۸ بجے کینسر مثانہ کے موذی مرض سے انتقال فرمایا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

مرض الموت کے حالات

سیدہ محترمہ بیان فرماتی ہیں:

''بیماری میں بھی ہر وقت صفائی اور طہارت کا خیال رہتا صرف ۱۸ دن بستر پر مجبوراً لیٹے جب بالکل طاقت نہ رہی۔ ورنہ بڑی ہمت قائم رکھی بڑا حوصلہ دکھایا میں گھبرا جاتی تو مجھے تسلّی دیتے اور گھبرانے سے منع کرتے۔ کہتے مومن گھبراتا نہیں صرف دُعا کرتا ہے۔تم دل چھوڑتی ہو بڑے افسوس کی بات ہے۔ جب تک تکلیف حدِّ صبر سے نہ گذر گئی اپنی طبیعت کو سنبھال کر بڑے صبر کے ساتھ بشاش ہی نظر آنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس حال میں بھی جو پوچھنے کو آتا اس کا حال وغیرہ پوچھتے اور خوشی سے بات چیت کرتے۔ بالکل آخری دنوں میں مالیرکوٹلہ سے جو عزیز اور خادم وغیرہ متعلقین آئے سب سے بہت اچھی طرح ملے اور سب کی خیریت دریافت کی۔

''ابتداء میں خواب سُنا دیتے تھے اور گاہے لکھ بھی لیتے تھے لیکن پھر سُنانے اور تحریر کرنے سے رُک گئے اور

کہتے تھے کہ ہماری جماعت کے بعض کو ایک دو خوابیں آ گئیں اور سچی ہو گئیں اور ایک آدھ الہام ہو گیا تو اپنے تئیں کچھ سمجھنے لگ گئے اِس لئے آپ خوابوں وغیرہ کے اظہار سے ڈرتے تھے کہ یہ امر کبھی فتنہ کا موجب بن جاتا ہے۔

''صفائی کا بہت خیال عمر بھر رہا قریباً ہر وقت باوضو رہتے تھے گندگی سے سخت متنفر تھے تو آخری علالت میں ایک کشفی حالت پیدا کر کے خدا نے ان کی تسکین کا سامان یوں پیدا کیا کہ جیسا انہوں نے خود بتلایا کہ جب مجھے تیمّم کرایا جاتا ہے گویا ایک طلسم کا سا کارخانہ ہے کہ تیمّم کر چکتا ہوں اور اس بستر سے مجھے اُٹھا کر لے جاتے ہیں اور ایک صاف لپّے ہوئے کسان کے گھر میں نماز پڑھتا ہوں جہاں میں نے سلام پھیرا اور پھر دیکھتا ہوں کہ اپنے بستر پر ہوں اور تم سب گرد موجود ہو یہ بات پورے ہوش میں مجھے انہوں نے بتلائی پہلے ایک دوبار میں نے اس کو ویسے ہی سمجھا کہ بیماری میں دماغ پر اثر ہے مگر ایک دن پورے ہوش میں پھر سب سُنایا اور یہ بھی کہا کہ میں نے پہلے دوبار تم کو بتانا چاہا مگر تم نے ٹھیک سُنا نہیں۔تم شاید ہذیان سمجھتی تھیں مگر حقیقت یہ ہے کہ میرے ساتھ یہی عجیب معاملہ ہو رہا ہے کہ جہاں تیمّم کی تھیلی پر ہاتھ مارا اور میں یہاں سے غائب ہوتا ہوں اور جہاں سلام پھیرا اور پھر یہاں بستر پر آن موجود ہوتا ہوں واللہ اُعلم یہ کیا معاملہ تھا گھر بھی ایک ہی ان کو کسان کا دکھایا جاتا تھا بہر حال پاکیزگی کی جوان کو تڑپ تھی اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ضرور کچھ سامان کر دیا تھا۔

یہ کشفی حالت مرض الموت میں بار ہا آپ پر طاری ہوتی رہی چنانچہ سیّدہ موصوفہ بیان فرماتی ہیں کہ:

''وفات سے دو تین روز پہلے کی بات ہے کہ ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے آپؓ کی طبیعت بہت خراب تھی کہ آپؓ نے فرمایا کہ مودود کو کیوں مارا ہے کہا کہ اسے کسی نے نہیں مارا کہا اس کو میرے پاس لاؤ۔آپ کے فرمانے پر عزیز کو بلایا گیا۔اب معلوم ہوا کہ واقعی اس کی والدہ نے اس کو اسوقت مارا تھا۔تو آپ نے اسے پیار کیا مسعود احمد سے کہا کہ اسے مارا نہ کریں۔

''ایک دن میاں محمد احمد صاحب کو زکام تھا۔وہ دوسری طرف چلے گئے اور آپؓ کے پاس تمام دن نہیں آئے کہ تکلیف ہو گی آپ نے پوچھا کہ میاں محمد احمد نہیں آئے اور پھر خود ہی فرمایا کہ ان کی تو خود کمر میں بہت درد ہے۔اتنے میں امتہ الحمید بیگم آئیں اور انہوں نے کہا کہ ان کے (محمد احمد) کمر میں بہت درد ہے حالانکہ اس بات کا مجھے بھی علم نہیں تھا اور وہ یہی کہہ کر گئے تھے کہ زکام ہے۔

تدفین کے روز حضرت میاں محمد عبداللہ خاں صاحب نے ایک بات سُنائی تھی جس کا حضرت نواب صاحبؓ پر انکشاف ہوا تھا اسے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے الفاظ میں درج کرتا ہوں فرماتی ہیں:

''وفات سے چھ سات روز پہلے کی بات ہے کہ بار بار فرماتے تھے کہ فتنہ کا بہت
ڈر ہے کئی سازشیں ہو رہی ہیں۔بڑا فتنہ ہے۔حضرت صاحب کو اور (صاحبزادہ مرزا)

ناصر احمد صاحب کو کہنا چاہیئے کہ انتظام کرلیں اور پھر جب آنکھ کھلتی اور پھر بیدار ہوتے تو بار بار پوچھتے تھے کہ کیا اُنہیں اطلاع کر دی ہے۔میاں ناصر احمد اور حضرت صاحب کو ویسے بھی کئی بار بہت زور سے یہی ذکر کرتے تھے گھبرا کر۔''

یہ فتنہ عظیم تقسیم ملک کی صورت میں نمودار ہوا جس سے جماعت احمدیہ کو مجبوراً اپنے مقدّس مرکز قادیان سے ہجرت کرنی پڑی۔

''آپ کی طبیعت ہمیشہ شام کو ذرا مضمحل ہوجاتی تھی لیکن صبح کے وقت بہت ہی اچھی ہوتی تھی اور بشاش۔آپؓ کی عادت تھی کہ نماز صبح کے بعد بالکل نہیں سوتے تھے خواہ رات کو دو بجے ہی تہجدّ وغیرہ کے لئے اُٹھے ہوں۔علالت میں ایک دن مجھے خیال آیا کہ آپؓ کی وفات کہیں شام کو نہ ہواس دن شام آپ کی طبیعت بہت خراب ہوگئی لیکن صبح پوری ہوش میں آگئے ایک دفعہ آخری دن فرمایا کہ ابھی آٹھ گھوڑوں والی گاڑی میرے لئے آئی تھی میں اس پر جارہا تھا۔میں نے دریافت کیا کہ آپؓ نے خواب دیکھا ہے کہنے لگے کہ ہاں خواب میں دیکھا ہے۔میں نے پوچھا میں بھی ساتھ تھی تو کچھ کہا جو سمجھ نہیں آیا۔

مکرم میاں محمد عبداللہ خاں صاحب بیان کرتے ہیں:

''مرض الموت کے ایام میں غالباً وفات سے دو دن قبل ماموں جان کرنل اوصاف علی خانصاحب تشریف لائے۔والد صاحب ان سے فرمانے لگے کہ دنیا چند روز ہے آپ نے بھی مرنا ہے میں نے بھی مرنا ہے لیکن بہتر ہی ہے کہ مرنے سے پہلے عمل اور شکل احمدیت کے مطابق ہو۔پھر حضرت مسیح موعودؑ۔حضرت خلیفتہ المسیح اوّلؓ۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور چند اور صحابہ کا نام لیا لیکن تمام فقرات ضعف کی وجہ سے سُنے نہ گئے اور خاموش ہوگئے۔ماموں جان کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی۔ان پر نصیحت کا اس قدر اثر ہوا اور اتنی رقت طاری ہوئی کہ وہاں ٹھہر نہ سکے بلکہ روتے ہوئے باہر نکل آئے۔اس دن سے انہوں نے داڑھی رکھ لی۔فرماتے تھے کہ مجھ پر نواب صاحبؓ کے بڑے ہی احسان تھے۔مرتے وقت بھی مجھ پر احسان کر گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ جتنی عمر پانے کی خواب

نواب صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنی عمر پانے کے متعلق خواب دیکھا تھا جو پورا ہوا۔اس میں ایک لطیف امر یہ ہے کہ جیسا کہ حضورؑ نے نواب صاحبؓ کے جسمانی فرزندی میں آنے سے قبل آپؓ کے لئے فرزند کا لفظ استعمال فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے ظاہری فرزندی بھی نصیب کی نواب صاحبؓ کی

خواب میں حضور کو آپؓ کا والد قرار دیا گیا ہے۔زہے قسمت! سیّدہ محترمہ بیان فرماتی ہیں:

''پہلے خواب میں ایچیسن کالج لاہور کا نظارہ ہے۔میں کسی سے کہتا ہوں کہ انٹرنس کے بعد میری طبیعت کالج میں نہیں جمی۔ملکہ وکٹوریہ خود مجھے بُلانا چاہتی تھیں کہ میں اور آگے پڑھوں۔مگر میں نے آگے پڑھنا نہیں چاہا بلکہ وکٹوریہ مجھے سامنے نظر بھی آتی ہیں۔پھر یہ نظارہ بدل کر دیکھتا ہوں کہ قادیان ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہامات بارش کی طرح ہو رہے ہیں۔بہت سے لوگ میدان میں جمع ہیں۔اتنا کثیر مجمع ہے کہ جہاں تک نظر جاتی ہے آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔مولوی نورالدین صاحبؓ۔مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور میں بیٹھے ہیں۔اتنے میں لوگوں میں سے ایک شخص آتا نظر آتا ہے اور مجمع میں جہاں سے وہ گذرتا ہے حرکت معلوم ہوتی ہے جس طرح کھیت میں سے کوئی گذرے تو اس جگہ کے پودے ہلتے ہیں اور وُہ میاں نجم الدین تھے ہم نے سمجھا کہ کوئی متوحش الہام لائے ہیں انہوں نے کوئی الہام بھی سنایا اور مولوی صاحب وغیرہ کو کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ بلاتے ہیں ہم اُٹھ کر گئے۔میں مولوی نورالدین صاحبؓ اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے پیچھے تھا الہام انہوں نے مولوی صاحب کو سنایا ایک لفظ اس کا ''اتاتی فرقة'' اور ایک ''لاتستعجلون'' یاد رہا اور یاد نہیں رہا بڑا مبشّر تھا اور (خواب میں) میری سمجھ میں مطلب یہ آتا ہے کہ ایک فرقہ تم کو دیا گیا اور تم کامیاب ہوگے جلدی نہ کرو اب گویا میرے مکان میں حضرت اقدسؑ بیٹھے ہیں اور ساتھ ہی مولوی محمد احسن (امروہی) وہاں ہیں اور میرے بھائی محمد باقر علی خاں سے کہا کہ دیکھا؟ اور انکے اہلکار محمد حسین خان نے حضرت اقدسؑ سے کہا کہ ہمارے میاں تو اس جماعت میں سے نہ ہونگے (یہ گویا اسی الہام کے سلسلہ کی گفتگو معلوم ہوتی ہے) مجھے یاد نہیں حضرتؑ نے کیا فرمایا مگر کچھ دلداری کے طور سے کہا۔پھر گویا یہ سماں بدل گیا اور میں اور میری بیوی وغیرہ بیٹھے ہیں اور میں یہ (مندرجہ بالا) خواب اپنی بیوی کو سُناتا ہوں اور یہ خبر نہیں کہ اس خواب سے یا کسی اور بات سے میں نے نتیجہ نکالا ہے مگر غالباً اسی خواب سے ہی ہے کہ میری عمر ۹۷ برس کی ہوگی میری بیوی نے کہا کہ تم اس وقت بہت بوڑھے ہوگے بہت بوڑھے ہوجاؤ گے میں نے کہا نہیں میرے والد کی عمر بھی

اتنی ہی تھی وہ تو ایسے بوڑھے نہ ہوئے تھے اور اسی سلسلہ میں کہتا ہوں کہ میری والدہ کا انتقال میرے والد کے ۶ سال کے بعد ہوا تھا۔ اسکے بعد میری آنکھ کُھل گئی میں نے استغفار اور درود پڑھا اور مجھے حیرت رہی کہ میرے والد کی عمر تو ۴۸ سال کی تھی رویا میں میں نے ۷۴ سال کیسے کہی ہاں والدہ کے انتقال (کے) متعلق ۶ برس (بعد) بالکل ٹھیک تھے۔

''یہ خواب جب ابتدا میں مجھے سنایا تو کہا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ والد سے مراد میرے روحانی باپ حضرت اقدسؑ تو نہیں؟ وہ ۷۴ سال کی عمر میں مرض میں گرفتار ہوئے اور پچھتر سال ایک ماہ دس روز کی عمر میں وفات پائی اور یہ خواب پورا ہو گیا۔''

الفضل میں ذِکرِ خیر

موقر الفضل زیر عنوان ''حضرت نواب صاحب محمد علی خاں صاحبؓ آف مالیر کوٹلہ کا المناک انتقال'' رقمطراز ہے:

''قادیان ۱۱ فروری۔ وہ معزّز و مکرم ہستی جو اپنی عظمت اور شان کے لحاظ سے جماعت احمدیہ میں اپنی مثال آپ تھی وہ شوکت اور تمکنت رکھنے والی ہستی جس کے خاندان میں حکومت پشتوں سے چلی آ رہی تھی۔ وہ دوربین اور دور اندیش ہستی جس نے مذہب سے بیگانہ اور دنیوی عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ماحول سے اپنی عمر کے ابتدائی زمانہ میں ہی نکل کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس وقت شناخت کرنے کا شرف حاصل کیا جب بڑے بڑے علم رکھنے والے بڑی بڑی ریاضتیں کرنے والے اور مسیح موعودؑ کی آمد کا بے تابی سے انتظار کرنے والے لوگوں کی آنکھوں پر کبر و نخوت کی پٹی بندھی ہوئی تھی وہ خدا تعالیٰ کی رضا اور قرب کی جویاں ہستی جس نے اپنا وطن چھوڑ کر جہاں اسے ہر رنگ کی ریاست حاصل تھی اور حکومت کے سامان میسّر تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دَر کی گدائی کو ترجیح دی اور اس وقت ترجیح دی جبکہ قادیان کی بستی میں معمولی معمولی ضروریاتِ زندگی بھی میسّر نہیں آسکتی تھیں وہ شاہانہ ماحول میں پاکیزہ اطوار رکھنے والی ہستی جس نے اپنے وسیع محلّات چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب میں چند فٹ کی کوٹھڑیوں میں رہائش پسند کی۔ وہ جود و سخا میں اپنا ثانی نہ رکھنے والی ہستی جس نے اس کثرت اور اس وسعت سے اپنے اموال احمدیت کو تقویت پہنچانے اور غرباء کی امداد کرنے کے لئے صرف کئے کہ ابتدائی زمانہ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یعنی حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ آف مالیر کوٹلہ۔ اُنہیں کل ۷ بجکر ۴۰ منٹ شام کو محبوبِ حقیقی نے اپنے پاس بلا لیا اِنا للہ و انّا الیہ راجعون۔

''حضرت نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی ولادت یکم جنوری ۱۸۷۰ء کی تھی اور رحلت ۱۰ر فروری ۱۹۴۵ء کو فرمائی گویا آپؓ نے ۷۵ سال ایک ماہ اور دس دن عمر پائی اور اس پاکبازی اور تقویٰ شعاری کے ساتھ اس عمر کا ہر لمحہ گذارا کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰہ والسلام نے آپ کے متعلق نہایت ہی تعریفی کلمات استعمال فرمائے جو قیامت تک قائم رہیں گے اور نہ صرف آپؓ کے متعلق بلکہ آپؓ کے والد ماجد کے متعلق یہاں تک رقم فرمایا کہ

''مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود بہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوان جوانی میں ایسا پرہیز گار ہو''۔

''یہی نہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ نے آپؓ کو ایک بہت بڑے لقب سے نوازا اور اپنے مسیحؑ کی پاک زبان مبارک سے آپ کو بشارت سُنائی کہ

''ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی اور اتنا لفظ الہام ہوا'' حُجَّةُ اللہِ ''اور اس کی تفہیم یہ بیان فرمائی کہ ''چونکہ آپؓ اپنی برادری اور قوم میں سے اور سوسائٹی میں سے الگ ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کا نام حجۃ اللہ رکھا یعنی آپؓ ان پر حجت ہونگے۔ قیامت کے دن ان کو کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے تم سے نکل کر اس صداقت کو پرکھا اور مانا تم نے کیوں ایسا نہ کیا؟ یہ بھی تم میں سے ہی اور تمہاری طرح کا ہی انسان تھا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آپؓ کا نام حجۃ اللہ رکھا آپؓ کو بھی چاہیئے کہ آپؓ ان لوگوں پر تحریر سے تقریر سے ہر طرح سے حجت پوری کر دیں۔'' [۴۲۴]

''جس انسان کی خدا تعالیٰ کے حضور اور خدا کے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ میں یہ قدر و منزلت ہو اس کی کوئی عام انسان کیونکر اصل شان بیان کرسکتا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے آپؓ کو وہ مرتبہ اور شان عطا کی جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتی آپؓ کی نیکی، اخلاص، تقویٰ، طہارت اور پاکبازی کو خدا تعالیٰ نے ایسے انعامات سے نوازا جو قیامت تک کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں بڑے بڑے رؤسا۔ نواب۔ والیان ریاست اور ملکوں کے بادشاہ داخل ہونگے اور یقیناً داخل ہونگے مگر کسی کو وہ رُتبہ کہاں حاصل ہوسکتا ہے جو حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کو ہوا۔ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہنے کا سالہا سال تک شرف حاصل کیا اور آپؑ کے مقرب بنے آپؓ نے دین کی خاطر اپنے اموال بے دریغ صرف کئے آپؓ کو خدا تعالیٰ نے حجۃ اللہ کا خطاب بخشا اور آپؓ نے اپنے عملی نمونہ سے اپنے آپ کو اس خطاب کا پورا پورا اہل ثابت کیا آپؓ کی تعریف وتوصیف جن الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی

وہ کسی اور کو کب میسر آ سکتے ہیں پھر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دامادی کا جو شرف حاصل ہوا اور حضورؑ کے جگر گوشہ سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا مبارک وجود آپ کے کاشانہ کی رونق بنا۔ یہ کتنا بڑا انعام ہے پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری صاحبزادی سیّدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ کا نکاح آپؓ کے نہایت نیک اور پارسا صاحبزادہ مکرم خاں محمد عبداللہ خاں صاحب سے ہوا۔اور یہ خاتون مبارکہ بھی آپؓ ہی کے خاندان کی زینت بنیں۔

''غرض خدا تعالیٰ نے حضرت نواب صاحب رضی اللہ عنہ پر جس قدر انعامات کئے وہ نہایت غیر معمولی اور بے مثال ہیں اور آج جبکہ آپؓ اِس دنیا کو چھوڑ کر اپنے خالق و مالک کے حضور پہنچ گئے ہیں ثابت ہوگیا کہ آپؓ ان غیر معمولی انعامات کے پورے پورے مستحق اور اہل تھے آپؓ دسمبر۱۹۰۱ء میں ہجرت کر کے قادیان تشریف لائے اور پھر صبر۔ استقلال۔فدا کاری اور جان نثاری کی یہ مثال قائم کی کہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اپنے مال کا بہت بڑا حصّہ خدا تعالیٰ کے لئے اس کی مخلوق کی ہدایت اور اس کی پرورش کے لئے خرچ کر دیا حتّٰی کہ آخری سانس تک اِسی پاک سرزمین میں لیا جہاں خدا تعالیٰ کی خاطر شاہانہ شان و شوکت چھوڑ کر انہوں نے دھونی رمائی تھی جس طرح آپؓ کی جوانی قابلِ رشک تھی جس طرح آپؓ کی آخری وقت تک کی زندگی قابلِ رشک تھی۔اس سے بھی بڑھ کر آپؓ کا انجام قابلِ رشک ہے خدا تعالیٰ آپؓ کے درجات بلند فرمائے اور آپؓ کو اپنے قرب میں خاص مقام عطا کرے یہ آخری تحفہ ہے جو ہم پیش کر سکتے ہیں اور انا للہ وانّا الیہ راجعون کا پھایا اپنے قلوب پر رکھ کر امید رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کے جن گرانقدر وجودوں کو اپنی مصلحت کے ماتحت اپنے پاس بلا رہا ہے ان کے قدموں پر چلنے والے اور وجود عطا کرے گا۔'' [۴۳۵]

الطارق میں ذکر خیر

قادیان سے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے شائع ہونے والے الطارق ٹریکٹ نمبر۳ بابت ۲۰ تبلیغ ۱۳۲۴ھش میں اس کے مہتمم اشاعت مکرم ملک عطاء الرحمٰن صاحب معتمد (حال مجاہد فرانس) نے بہ عنوان ''مکرم ومحترم حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفاتِ حسرت اثرات'' تحریر کیا کہ:

''سِلسِلہ کے قابلِ صد احترام وجود۔نفسِ مطمئنۃ کے ربّانی شاہکار۔خدا کی ابدی اور دائمی رضا کی گود میں ۱۰ ماہ تبلیغ ۱۳۲۴ھ کو لے لئے گئے اور رَاضِیَۃً مَرْضِیَّۃ اس کے عباد میں داخل ہوگئے۔اس کی جنت میں داخل ہوگئے۔دارالسّلام میں داخل ہوگئے۔انا للہ وانّا الیہ راجعون۔

شمعِ نبوّت کا یہ پروانہ،اطمینانِ نفس کا مجسّمہ،ایثار و استقلال کی زندہ مثال،دنیوی عظمت و شوکت سے

یکسر بے نیاز، آستانہ احمد پر مجسم انکسار، ربّانی انعامات سے ہمہ تن بابرگ وبار، اس موعودہ بارش لایدری اوّلہ خیر ام آخرہ کا روشن اور پاکیزہ قطرہ، حجۃ اللہ، ہمارے قلوب پر خداداد، مخلصانہ عقیدتمندی کے دائمی اثرات اورحزیں دلوں پر محبت کے پُرسوز نقوش چھوڑ کر بہ ظاہر ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لیکن ہم اپنے خدا کی رضاء پر راضی اور اس کے ہاتھ کی ہر حرکت پر مطمئن ہیں۔

''یہ جدائی درحقیقت تمہید ہے اس دائمی ملاپ کے لئے جس کا انتظار اور امید ہراُس خوش بخت نفس کو حاصل ہے جس نے ابدی حیات کے الٰہی پیغام کو خدا کے فرستادہ نبی زمان کی مبارک زبان پر جاری سُنا اور اس پر قبولیت کا سر جُھکا دیا۔

''اے خدا! تُو اپنے اس عزیز مہمان کو اپنی ''نُزل کریم'' میں قرب کا انتہائی مقام بخش۔ اس کے اعزاز اور درجات میں ہر گھڑی ترقی بخش۔ اور اس کے پس گذاشتہ کو صبر رضاجُو عطا فرما۔ اور سیّدہ محترمہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ أَرْضَاهَا اللّٰہُ بِرَضَائِہٖ کی وساطت سے انکو خاندانِ نبوّت سے سرشت کی جو سعادت حاصل ہے اس سعادت کا ہمیشہ انہیں متحمّل بنا۔ آمین!

مجھے خدام الاحمدیہ، سلسلہ کے تمام نوجوانوں کی طرف سے سیّدہ محترمہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز، حضرت اُمّ المؤمنین بارک اللہ فی صحتہا وعمرھا، بیگم صدر محترم سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ، صدر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، مکرم خان محمد عبداللہ خاں صاحب ومحترم خان محمد احمد خاں صاحب اور دیگر اہل تعلق کی خدمت میں عقیدتمندانہ دلوں کے دردمندانہ احساسات کو عرض کرنا اور اس المناک سانحہ پر انتہائی افسوس کا اظہار کرنا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نور اور سعادت کے اس بابرکت سرمایہ کو جو حضرت نواب صاحب رضی اللہ عنہ نے خدا کے فرستادہ سے حاصل کیا ان کی اولاد اور نسل بعید تک جاری فرمائے۔ آمین۔''

نوائے پاکستان میں ذکرِ خیر

مشہور صحافی محترم مولانا عبدالمجید صاحب سالک مدیر روزنامہ انقلاب لاہور رقمطراز ہیں:

''نواب محمد علی خاں رئیس مالیرکوٹلہ جو نواب ذوالفقار علی خاں کے برادرِ بزرگ اور ہمارے بھائی نواب زادہ خورشید علی خاں کے تایا تھے ۱۹۴۵ء کے اوائل میں ہی فوت ہوگئے۔ یہ عقائد کے اعتبار سے احمدی تھے اور مدّتِ دراز سے قادیان میں ہی سکونت رکھتے تھے۔ انتقال سے کسی قدر پہلے لاہور تشریف لائے۔ مجھ سے اور مہر صاحب سے اکثر مسائل پر تبادلہ خیالات کرتے اور بے حد شفقت سے پیش آتے۔ ایسے باوضع اور روشن

خیال اور نیک دل بزرگ آج کل کے زمانے میں شاذ ہی نظر آتے ہیں۔ مجھے کئی سال سے برسات کے موسم میں آم بھیجا کرتے تھے اور آموں کے انتخاب میں بھی انتہائی خوش ذوقی کا ثبوت دیتے تھے۔'' [۴۳۶]

حضرت عرفانی صاحب کے تاثرات

حضرت عرفانی صاحب کے حضرت نواب صاحبؓ سے نصف صدی سے زائد عرصہ کی ملاقات وتعارف کے تاثرات کا نچوڑ درج ذیل ہے:

''حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ مالیر کوٹلہ کے شاہی خاندان کے ممتاز رُکن تھے۔اس خاندان کے ارکان شروانی افغان کہلاتے ہیں اور مالیر کوٹلہ کے علاوہ بھکن پور وغیرہ (یو۔پی) میں بھی شروانی خاندان کے بعض ممتاز اصحاب سکونت پذیر ہیں۔ جہاں بھی ہیں دنیوی حیثیت سے معزز وممتاز ہیں اور ان میں دینی صلاحیت بھی موجود ہے۔خاندانی حالات اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ''حیاتِ نواب محمد علی خاں'' میں لکھوں گا ورنہ جسے خدا توفیق دے گا۔ یہاں مختصر تذکرہ صرف اس تعلق کی وجہ سے زیرِ تحریر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کو ہے یعنی آپ کو یہ سعادت اور عزّت حاصل ہے کہ آپ نہ صرف روحانی طور پر حضرتؑ کے فرزند ہیں بلکہ صہری تعلق کی وجہ سے بھی نسبت فرزندی حاصل ہے۔

و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور آپؓ کی وفات خاندان نبوّت کیلئے عموماً اور حضرت ام المومنین مدظلہا کیلئے خصوصاً ایک صدمہ عظیم ہے اور اس حادثہ پر حضرت ام المومنین نے صبرِ جمیل کا پھر کامل نمونہ دکھایا۔

''حضرت نواب صاحبؓ سے خاکسار عرفانی کبیر کو ۱۸۹۱ء سے سعادت ملاقات حاصل ہے۔حضرت نواب صاحبؓ اس وقت عنفوان شباب میں تھے اور عرفانی حدود بلوغ میں داخل ہو رہا تھا۔قریباً نصف صدی سے زائد عرصہ کی ملاقات میں میں نے انہیں مستقیم الاحوال دیکھا۔

''میں اِس محبت وشفقت کا ذکر تفصیلاً نہیں کرسکتا جو خاکسار کے حال پر آپ کو تھی۔وہ ایک مردم شناس،قدر دان،معاملہ فہم اور وفادار بزرگ تھے۔نواب صاحبؓ کا خاندان شیعہ تھا اور آپ کی ابتدائی تعلیم اسی ماحول میں ہوئی۔مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں قلبِ سلیم اور دماغ فہیم عطا فرمایا گیا تھا اس لئے وہ ہر مسئلہ کی تحقیق خود کرتے تھے۔تعصّب،ضدّ اور دھڑ داری ہرگز نہ تھی۔ سچ کے قبول کرنے کو ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔مذہبی ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور کے ایچی سن کالج میں داخل ہوئے جو حکومت نے رؤسائے پنجاب کے بچوں کے لئے بڑے اہتمام سے قائم کیا تھا۔حضرت نواب صاحبؓ باوجود ایک طالب علم ہونے کے کالج کے

طلبہ میں ہردلعزیز ہی نہ تھے بلکہ اپنی معاملہ فہمی اور نیکی کے باعث وہ ایک قائدانہ حیثیت رکھتے تھے۔اسلامی معاملاتِ میں وہ بڑی قوت اور جرأت کے ساتھ دلچسپی لیتے تھے اور کالج کے پروفیسر بھی نواب صاحبؓ کی قوت عمل اور بلندی کردار کیوجہ سے دب جاتے تھے۔یہ سب تفصیلات اسی تذکرہ کے لئے محفوظ ہیں۔

''والدصاحب کی وفات کے بعد جب اپنی جاگیر کے صاحب اقتدار ہوئے اس وقت ایک کثیر رقم آپ کے خزانہ میں موجود تھی۔آپ ہمیشہ علم دوستی کے پیکر رہے۔آپ کا روپیہ ہمیشہ نیک کاموں میں خرچ ہوا۔خوانین کی اصلاح کے لئے آپ نے ایک انجمن ''مصلح الاخوان'' قائم کی اور ایک اسکول قائم کیا۔جس کے کل اخراجات آپ اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔میں ایک بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ کا روپیہ ہمیشہ کارِخیر میں صرف ہوا۔اللہ تعالیٰ نے ہرقسم کے منہیات سے آپ کو محفوظ رکھا اور اس میں سّر یہ تھا کہ وُہ ازل سے مسیح موعودؑ ومہدیٔ مسعود کی دامادی کے لئے منتخب ہوچکے تھے۔حضرت نواب صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کا پہلے سے علم تھا اور وہ حسنِ ظن رکھتے تھے اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نواب ابراہیم علی خاں کی علالت کے ایام میں دعا کے لئے بلایا گیا تھا۔تاہم حضرت اقدسؑ سے تعلقات کی ابتداء۱۸۸۹ء سے ہوئی جبکہ حضورؑ نے باعلامِ الٰہی بیعت کے لئے دعوت دی۔

''حضرت نواب صاحبؓ کی پاکبازی اور مطہر فطرت کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ آپؓ نے پہلا خط جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا اس میں آپ نے یہی سوال کیا تھا کہ پُرمعصیت حالت سے کیونکر رستگاری ہو۔اس سوال سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی روح میں تزکیہ نفس اور طہارت قلب کے لئے کس قدر جوش تھا تا کہ آپ ایک ایسے مقام پر کھڑے ہوسکیں جو قدّوس خدا کے حضور آپ کو قریب تر کردے۔

''حضرت اقدسؑ نے آپ کو لکھا کہ:

> ''جذباتِ نفسانیہ سے نجات پانا کسی کے لئے بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ عاشق زار کی طرح خاکپائے محبانِ الٰہی ہوجائے اور بصدق وارادت ایسے شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دے جس کی روح کو روشنی بخشی گئی ہے تا اس کے چشمہ صافیہ سے اس فردماندہ کو زندگی کا پانی پہنچے اور اس تروتازہ درخت کی ایک شاخ ہوکر اسکے موافق پھل لاوے۔'' [۴۳۷]

حضرت اقدسؑ نے یہ خط ۷؍اگست ۱۸۹۰ء کو لدھیانہ سے لکھا تھا۔سعادت ازلی رفیق راہ تھی اور سعادت کے فرشتے ساتھ تھے اس لئے اس کے بعد آپ نے کچھ عرصہ بعد بیعت کرلی۔نواب صاحبؓ کی بیعت اکتوبر ۱۸۹۰ء کی ہے جیسا کہ ۹؍اکتوبر ۱۸۹۰ء کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے۔ابتداءً نواب صاحبؓ نے

اخفائے بیعت کی اجازت لی تھی اور حضرت اقدسؑ نے فرمایا تھا کہ

''اِس اخفا کو صرف اسی وقت تک رکھیں کہ جب تک کوئی اشد مصلحت درپیش ہو کیونکہ اخفا میں ایک قسم کا ضعف ہے اور نیز اظہار سے گویا فعلاً نَصِیحَۃ لِلْخَلقْ ہے۔'' ۴۳۸

نواب صاحبؓ نے خود اپنی بیعت کے متعلق جو ذکر ایک خط میں کیا تھا وہ نواب صاحبؓ کی فطرت سلیمہ پر ایک روشنی ڈالتا ہے اس کا اقتباس ذیل قابلِ غور ہے:

''ابتدا میں گو میں آپ کی نسبت نیک ظن ہی تھا لیکن صرف اس قدر کہ آپ اور علماء اور مشائخ ظاہری کی طرح مسلمانوں کے تفرقہ کے مویدّ نہیں ہیں۔ بلکہ مخالفینِ اسلام کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ مگر الہامات کے بارے میں مجھ کو نہ اقرار تھا نہ انکار۔ پھر جب میں معاصی سے بہت تنگ آیا اور ان پر غالب نہ ہوسکا تو میں نے سوچا کہ آپؑ نے بڑے بڑے دعوے کئے ہیں یہ سب جھوٹے نہیں ہوسکتے۔ تب میں نے بطور آزمائش آپؑ کی طرف خط وکتابت شروع کی جس سے مجھ کو تسکین ہوتی رہی۔ اور جب قریباً اگست میں آپؑ سے لدھیانہ ملنے گیا تو اس وقت میری تسکین خوب ہوگئی اور آپؑ کو باخدا بزرگ پایا اور بقیہ شکوک کو پھر بعد کی خط وکتابت میں میرے دل سے بکلّی دھویا گیا۔ اور جب مجھے یہ اطمینان دی گئی کہ ایک ایسا شیعہ جو خلفائے ثالثہ کی کسرِ شان نہ کرے، سلسلہ بیعت میں داخل ہوسکتا ہے۔ تب میں نے آپؑ سے بیعت کرلی۔ اب میں اپنے آپ کو نسبتاً بہت اچھا پاتا ہوں اور آپ گواہ رہیں کہ میں نے تمام گناہوں سے آئندہ کے لئے توبہ کی ہے۔ مجھ کو آپؑ کے اخلاق اور طرز معاشرت سے کافی اطمینان ہے کہ آپؑ سچّے مجدد اور دنیا کے لئے رحمت ہیں۔'' ۴۳۹

اِس خط سے نواب صاحبؓ کی گناہ سوز فطرت کی بے قراری اور ایک عزم مقبلا نہ کا پتہ ملتا ہے۔ پھر آپؓ کی خط وکتابت کا ایک سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہا اور جب کبھی کوئی سوال پیدا ہوا آپؓ نے بلاخوف لومتہ لائم حضرتؑ سے پوچھا اور اس کا جواب پایا۔ انہوں نے احمدیت کو ایک مجوب انسان کی طرح قبول نہیں کیا بلکہ ایک محقق اور مفکّر کی حیثیت سے صداقت یقین کر کے قبول کیا۔

''نواب صاحبؓ نے جب بیعت کی اور اخفا کی اجازت چاہی اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ اس وقت

حکمران خاندان کے ساتھ بعض سیاسی حقوق کے متعلق حکومت پنجاب میں مطالبات پیش تھے اور حکومت ابتداءً سلسلہ سے بدظن تھی۔ محض اس خیال سے کہ ان کے ان ذاتی معاملات پر جو سارے خاندان سے وابستہ تھے اس سے کوئی مضّر اثر نہ پڑے یہ چاہا گیا تھا۔ مگر حضرتؑ کے اس خط کے بعد ان میں ایک خارق عادت قوت پیدا ہوگئی اور کسی مرحلہ پر ان کو اخفاء کی ضرورت پیش نہ آئی بلکہ سلسلہ کے لئے حکام سے انہوں نے بڑی بڑی بحثیں کیں۔ مجھے یاد ہے کہ لاہور کے ایک کمشنر اینڈرسن تھے۔ اُن سے نواب صاحبؓ کی ملاقات ہوئی اور اس نے بعض ظنّوں کا ذکر کیا تو نواب صاحبؓ نے نہایت جرات اور قوت کے ساتھ اس کو جواب دیا اور بالآخر اس گفتگو میں اس سے منوالیا کہ حکومت کو غلطی لگی ہے اور یہ نیچے کے افسران کی رپورٹوں کا نتیجہ ہے۔

''نواب صاحبؓ ان ایام میں حضرت اقدسؑ سے خاص طور پر دعائیں کرارہے تھے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے مرزا خدابخش صاحب کو خصوصیّت کے ساتھ ان کے تمام اخراجات کثیر برداشت کر کے قادیان میں رکھا ہوا تھا تا کہ وہ یاد دہانی کراتے رہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کشف دیکھا۔

''مشفقی عزیزی محبی نواب صاحب سردار محمد علی خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا۔ الحمدللہ والمنۃ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو صحت بخشی۔ اللہ جل شانہ آپ کو خوش رکھے اور عمر اور راحت اور مقاصد دلی میں برکت اور کامیابی بخشے۔ اگرچہ حسب تحریر مرزا خدابخش صاحب آپ کے مقاصد میں سخت پیچیدگی ہے مگر ایک دعا کے وقت کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ میرے پاس موجود ہیں اور ایک دفعہ گردن اونچی ہوگئی اور جیسے اقبال اور عزت کے بڑھنے سے انسان اپنی گردن کو خوشی کے ساتھ اُبھارتا ہے ویسی ہی صورت پیدا ہوئی۔ میں حیران ہوں کہ یہ بشارت کس وقت اور کس قسم کے عروج سے متعلق ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ظہور کا زمانہ کیا ہے۔ مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی وقت میں کسی قسم کا اقبال اور کامیابی اور ترقی عزت اللہ جل شانہ کی طرف سے آپ کے لئے مقرر ہے۔ اگر اس کا زمانہ نزدیک ہو یا دُور ہو۔ سو میں آپ کے پیش آمدہ ملال سے گو پہلے غمگین تھا مگر آج خوش ہوں۔ کیونکہ آپ کے مال کار کی بہتری کشفی طور پر معلوم ہوگئی۔ واللہ علم بالصواب۔'' ۳۳۲

''اِس کشف کی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوئی صراحت وقت یا نوعیت اقبال کی نہیں کی مگر اس میں ایک کلید بیان کی ہے جس کو واقعات نے صحیح ثابت کر دیا۔ حضرت صاحبؑ فرماتے ہیں ''کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ میرے پاس موجود ہیں اور ایکدفعہ گردن اونچی ہوگئی۔'' اِس کشف کی حقیقت اور ظہور اس وقت ہونے والا تھا جب نواب صاحبؓ حضرت صاحبؑ کے پاس ہوں یعنی وہ ہجرت کر کے قادیان آجاویں۔ جب یہ کشف ہوا اس وقت تک نواب صاحبؓ مالیر کوٹلہ میں تھے اور اس کے بعد بھی نو سال تک وہ قادیان مقیم ہونے کے لئے نہیں آئے تھے اور جب آپ قادیان ہجرت کر لی اور جوار مسیح موعود بلکہ الدار میں آپ کو جگہ مل گئی اسوقت آپ صاحب اولاد تھے اور آپ کی اہلیہ موجود تھیں۔ پھر ان کا انتقال ہو گیا اور آپ نے دوسری شادی کی اور بالآخر وہ بھی وفات پا گئیں۔☆ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو القا فرمایا اور حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ زید مجدھا کا آپ سے نکاح ہو گیا۔ اور عملاً آپ کی گردن اونچی ہوگئی کیونکہ جماعت میں یہ مقام کسی کو حاصل نہ تھا۔ اِس کشف کی طرف دوستوں نے توجہ نہیں کی۔ یہ کشف حضورؑ کا اواخر دسمبر ۱۸۹۱ء کا ہے اس وقت تک سیّدہ مبارکہ بیگم صاحبہ عالم وجود میں بھی نہیں آئی تھیں بلکہ صرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) عالم وجود میں آئے تھے۔ اس وقت کوئی خیال نہ نواب صاحبؓ کو ہوسکتا نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ حالات اس قسم کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک زمانہ دراز پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت نواب محمد علی خانؓ کے اقبال کی بشارت دی۔

جرأت اور طلب حق

حضرت نواب صاحبؓ میں ایک فطرتی جوش طلب حق کا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی جرأت عطا فرمائی کہ جو امر ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا اس کے متعلق سوال کرنے سے کبھی مضائقہ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب عبدالحق غزنوی نے مباہلہ کا اشتہار دیا تو آپ کو بعض سوالات حضرت اقدسؑ کے جواب پر پیدا ہوئے اور آپ نے بلا خوف لومۃ لائم حضرتؑ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ حضرت اقدسؑ نے اسے ناپسند نہ فرمایا بلکہ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

☆ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ذکر آچکا ہے کہ حضرت نواب صاحبؓ کی پہلی اہلیہ ۹۸ء میں وفات پا گئی تھیں اور حضورؑ کے مکتوب میں اس کا ذکر ہے۔ وہ کبھی قادیان نہیں آئیں بلکہ ۱۹۰۱ء میں دوسری اہلیہ آئیں جنہوں نے قادیان میں وفات پائی۔ معلوم ہوتا ہے سہواً پہلی اہلیہ کی آمد کا ذکر ہوا ہے۔ (مؤلف)

''آپ کا محبت نامہ عین انتظار میں مجھ کو ملا جس کو میں نے تعظیم سے دیکھا اور ہمدردی اور اخلاص کے جوش سے حرف بہ حرف پڑھا۔ میری نظر میں طلب ثبوت اور استکشاف حق کا طریقہ کوئی ناجائز اور ناگوار طریقہ نہیں ہے بلکہ سعیدوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ ورطہ تذبذبات سے نجات پانے کے لئے حل مشکلات چاہتے ہیں۔ لہذا یہ عاجز آپ کے اس طلب ثبوت سے ناخوش نہیں ہوا بلکہ نہایت خوش ہے کہ آپ میں سعادت کی وہ علامتیں دیکھتا ہوں جس سے آپ کی نسبت عرفانی ترقیات کی امید بڑھتی ہے۔'' [۴۴]

یہ طریق مومنانہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض پیدا ہو تو فوراً پیش کرنا چاہئیے۔ اس کے بعد آتھم کی پیشگوئی کے وقت بھی آپ کو ایک طالب صادق کی طرح کچھ استفسار کی ضرورت پیش آئی مگر جلد اللہ تعالیٰ نے آپ پر حقیقت کو منکشف کر دیا اور اس کے بعد کبھی کوئی موقعہ ایسا نہ آیا کہ آپ کو استفسار کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ عملی زندگی میں بعض باتیں آپ دریافت کر لیتے اور ان کو اپنا دستور العمل قرار دیتے۔''

''حضرت نواب صاحبؓ کی زندگی ایک راسخ الاعتقاد و عملی مومن کی زندگی تھی۔ وہ کوئی امر جس کی اسوہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں نظر نہ ہو اختیار نہیں کرتے تھے اور عامل بالسنۃ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں سرشار تھے اور آپؑ کے احکام کی اتباع اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔

رشوت سے نفرت

حضرت نواب صاحبؓ کی زندگی میں ایک مرد مومن کی عملی زندگی کی تصویر ہے۔ جب مالیر کوٹلہ ریلوے برانچ جاری ہوئی تو آپ نے اس لائن پر کچھ کام بطور ٹھیکہ لے لیا۔ وہ کام دراصل آپ کے ایک خاص امتیاز کے اظہار کا موجب ہوا۔ آپ سے چاہا گیا کہ ان انجینئروں یا افسروں کو جو اس کام کے پاس کرنے والے تھے کچھ روپیہ دیدیں آپ نے اسے رشوت قرار دیا اور صاف انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو خطرناک مالی نقصان ہوا مگر آپ نے اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ وہ نہایت عالی حوصلہ اور مستقل مزاج بزرگ تھے۔ اپنے مقام و مرتبہ کے باوجود طبیعت نہایت منکسرانہ واقع ہوئی تھی۔ مسجد میں آتے تو بارہا جوتیوں کی جگہ جانماز بچھا کر بیٹھ جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو قادیان میں قیام کے لئے تحریک فرمائی اور آپ نے تعمیل کی یہانتک کہ آپ ہجرت کر کے آہی گئے۔

ایثار نفس

طبیعت میں فطرتی سخاوت کا جوش تھا اور بسا اوقات وہ اپنی ضرورتوں پر دوسروں کو مقدم کر لیتے تھے۔ میں اِن واقعات کا شاہد ہوں جماعت کے غرباء ان کی فیاضیوں سے آسودگی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس قسم کی فیاضیوں نے ان کی مالی حالت پر بُرا اثر ڈالا مگر وہ ہر حالت میں مستقیم الاحوال رہے۔ میں نے کبھی ان کو غمزدہ اور فکرمند نہ پایا۔ ہمیشہ چہرہ پر خوشی اور مسّرت کھیلتی تھی اور اللہ تعالیٰ پر اس قدر توکل اور بھروسہ تھا کہ بعض اوقات میں نے دیکھا کہ انہوں نے سفر کا ارادہ کر لیا اور کچھ ہاتھ میں نہیں مگر آخر وقت پر اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب رنگوں میں سامان کر دیا۔ سلسلہ کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کے اخراجات اپنی ڈائیریکٹری کے زمانہ میں ایک عرصہ تک چلاتے رہے اور جب حضرت اقدسؑ نے خود محسوس فرمایا کہ مالی ابتلاء نہ آجائے تو انتظام دوسرے ہاتھوں میں منتقل کر دیا۔

''صدر انجمن کے کاموں میں اپنی رائے پر مستقل رہتے تھے۔ خاکسار عرفانی اسسٹنٹ سیکرٹری عملاً سیکرٹری ہی کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ اس کی ضروریات کا اہتمام اپنی جیب سے کرتے۔ انجمن سے مجھے کچھ بھی اس خدمت کے لئے لینے کی ضرورت نہ آنے دی۔ میرے ساتھ جو تعلقات تھے اور میں نے جس قدر قریب سے انہیں پڑھا ہے اس کا تفصیلی ذکر خدا نے چاہا تو حیاتِ نواب محمد علی خاں میں ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

''فتنہ (ملکانہ) کے وقت آپ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ خاکسار عرفانی اور مرحوم خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب پنشنر سب جج کے سپرد ایک خاص خدمت تھی۔ اس سفر کے کل اخراجات نواب صاحبؓ نے اپنی جیب سے برداشت کئے اور یو۔ پی کی سخت گرمی میں اپنے اس دورہ کو پورا کیا۔ اس دورہ کی رپورٹ سلسلہ کی تاریخ میں ایک قیمتی دستاویز ہے۔ علم دین کا شوق اس قدر غالب تھا کہ ایک زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کو مالیرکوٹلہ بُلا کر اپنے پاس رکھا۔ حضرت حکیم الامۃ مع اپنے شاگردوں اور خاندان کے افراد کے وہاں رہے اور تمام اخراجات بانشراح صدر آپ نے برداشت کئے۔ پھر ایک اور موقعہ پر ان کو طلب کیا۔ مگر حضرت اقدسؑ بعض وقتی حالات اور مجبوریوں کی وجہ سے نہ بھیج سکے۔ ایک نہ ایک عالم دین کو اپنے پاس رکھتے اور رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی دُعا کے موافق جوش رکھتے۔ چنانچہ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب۔ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ زمانہ دراز تک آپ کے پاس رہے۔ مرحوم بے انتہا خوبیوں کے مالک تھے اور ان خصوصیات نے ہی ان کو اس مقام پر پہنچایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دامادی کا فخر نصیب ہوا اور وہ کشف پورا ہوا جس کا میں ذکر کر آیا ہوں۔......

آخری علالت ووفات

ایک عرصہ سے آپ بیمار چلے آتے تھے مگر بیماری کی حالت میں کبھی گھبراہٹ ۔ چڑ چڑاہٹ اور ہائے وائے چیخ پکار نہ تھی ۔ بلکہ ایک کامل سکون کے ساتھ اس کارزار زندگی میں مصروف رہتے ۔ احباب سے اس خندہ پیشانی سے ملتے اور استفسار حالات پر الحمد للہ کہہ کر بعض بے تکلف احباب سے تفصیل بھی بیان کر دیتے ۔ بیماری بھی انسان کے اصل اخلاق پرکھنے کا ایک معیار ہے ۔ میں نے تو انہیں ہمیشہ حالت مرض میں بھی پُرسکون اور بہشتی زندگی بسر کرتے ہوئے پایا ۔ بہرحال بیماری کا سلسلہ تو بہت پرانا تھا آخر پیشاب میں خون آنے لگا ۔ اس کے لئے ہر قسم کے علاج کئے گے مگر کچھ افاقہ کبھی ہوا تو پھر دورہ میں شدّت ہوگئی ۔ بعض بعض اوقات تو حالت نازک ہو جاتی مگر پھر زندگی کی رو واپس آجاتی ۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو مومن کی جان لینے میں تامّل ہوتا ہے یہ اسی قسم کا نظارہ تھا ۔ آخر وقت آ گیا جو مقرر تھا ۔ اس سال کے شروع میں تکلیف زیادہ ہوگئی ۔ میں جلسہ سالانہ پر عیادت کے لئے گیا تو ایسے انداز سے ملاقات فرمائی اس مرتبہ لیٹے ہی رہے ۔ جس کا میری طبیعت پر فطرتاً ایک صدمہ رساں اثر ہوا ۔ میں تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا آیا ۔

''اس کے بعد آپ کی مرض میں شدت بڑھتی چلی گئی ۔ آپ کے لئے بیشمار دعائیں کی جاتی تھیں ۔ میں نے ۲۷/۲۸ جنوری ۱۹۴۵ء کی رات کو رؤیا دیکھا کہ ایک بڑا عظیم الشان مکان ہے جو ایک قصر ہے ۔ میں حضرت نواب صاحبؓ کی عیادت کو گیا ہوں ۔ اس قصر پر بیشمار نہایت حسین جمیل بچوں کا اژدہام ہے ۔ مجھے انہوں نے روکا ۔ میں کے کہا کہ نواب صاحبؓ کی عیادت کو آیا ہوں ۔ انہوں نے کہا اب تم نہیں مل سکتے ۔ ان پر ہمارا پہرہ ہے ۔ میں کچھ ان کے بچپن کو دیکھ کر مسکرایا مگر انہوں نے سنجیدگی سے ہی کہا اور میں واپس چلا آیا ۔ مجھے اس خواب سے معلوم ہو گیا کہ نواب صاحبؓ فرشتوں کے پہرہ میں ہے اور وہ مکان اس دنیا کا نہ تھا ۔ آخر ۱۰ رفروری ۱۹۴۵ء کو حضرت نواب صاحبؓ کا انتقال ہو گیا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون''۔ [۴۴۲]

وصیّت

حضرت نواب صاحب ابتدائی موصیوں میں سے تھے ۔ آپ نے صدر انجمن احمدیہّ قادیان کے نام اپنی آمد کے دسویں حصّہ کی وصیت ۶ رستمبر ۱۹۰۶ء کو تحریر فرمائی تھی ۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ابتدا سے ہی اس سے بڑھ چڑھ کر اموال خرچ کرتے تھے ۔ مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب کے بیان کے مطابق حضرت نواب صاحبؓ کی جاگیر کا کل رقبہ قریباً بارہ تیرہ سو مربع تھا جو پندرہ دیہات پر مشتمل تھا ۔ ان میں سے اکثر کے نام یہ ہیں :

۱- شیروانی کوٹ، ۲- بکس والا، ۳- سکندر پورہ، ۴- اوم پال، ۵- بھینی کلاں، ۶- روڑکہ،

۷- برج،۸- متوئی،۹-تکھرّوار،۱۰-بھوون،۱۱-سلطان پورا،۱۲-چوہانہ خورد،۱۳-کشن گڈھ جنوبی۔

۱۹۱۷ء کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اس وقت مالی حالت یہ تھی کہ آپ چالیس/۴۰ ہزار روپیہ کی اراضی فروخت کر چکے تھے۔اور جائیداد واقعہ مالیر کوٹلہ کی قیمت پندرہ لاکھ اور جائیداد واقعہ قادیان کم از کم بتیس ہزار روپیہ کی تھی۔اور اس وقت آمد تخمیناً چھتیس ہزار روپیہ سالانہ تھی۔

کتبہ کی عبارت

نواب صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قُرب میں چاردیواری کے اندر دفن کئے گئے۔ سیّدہ نواب بیگم مبارکہ صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ کتبہ کی عبارت حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجویز فرمائی تھی۔اسے ذیل میں کتبہ سے نقل کیا جاتا ہے:

مزار

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ

آف مالیر کوٹلہ

جو یکم جنوری ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئے۔۱۸۹۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ۱۰رفروری ۱۹۴۵ء کو قادیان میں وفات پا کر اپنے مولا کے حضور پہنچ گئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص صحابہ میں سے تھے جنہیں خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام میں حجة اللہ کے نام سے یاد فرمایا اور حضورؑ نے اپنی صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحب کے ذریعے انہیں اپنی دامادی سے مشرف کیا اور ان کے متعلق ازالہ وہام میں لکھا:

''جوان۔صالح۔ان کی خداداد فطرت بہت سلیم اور معتدل ہے۔التزام نماز میں اہتمام ہے۔منکرات ومکروہات سے بکلّی مجتنب ہیں مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا ایسا صالح بیٹا ہو''۔

اور اپنے ایک خط میں نواب صاحبؓ مرحوم کو مخاطب کر کے فرمایا۔''میں آپ سے

ایسی محبت رکھتا ہوں جیسا کہ اپنے فرزند عزیز سے محبت ہوتی ہے اور دُعا کرتا ہوں کہ اس جہان کے بعد بھی خدا تعالیٰ ہمیں دارالسلام میں آپ کی ملاقات کی خوشی دکھائے!''۔

حُسن خاتمہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح حضرت نواب صاحب کی تربیت کی اور جس طرح کا اعلیٰ سلوک حضورؑ اور حضرت ام المومنین نوراللہ مرقدھا کا آپ سے اور آپ کی اولاد سے تھا اور کس کس رنگ میں حضورؑ نے آپ کے لئے دعائیں کیں اور نواب صاحبؓ کا اخلاص حضرت اقدسؑ کی نظر میں کس عالی مرتبت کا تھا اس کا ذکر آگے الگ آتا ہے۔ میں اس مُقام پر آپ کے حُسن خاتمہ کا ذکر کرتا ہوں۔

بیوی اور میاں کا ایسا تعلق ہے کہ ایک دوسرے سے اپنے اپنے نقائص چھپا نہیں سکتے۔ بیوی کی شہادت کے آئینہ میں ہم میاں کے اخلاص وشمائل اور عادات وخصائل تمام کا نقشہ دیکھ سکتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بار نزول وحی سے گھبرا کر گھر آئے تو آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا ہی پاک الفاظ میں حضورؐ کے جملہ خصائل وشمائل کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا اور کس وثوق سے اس یقین کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا۔ ہم ذیل میں حضرت نواب صاحبؓ کے اپنے اہلبیت سے مروّت اور پاک اور غایت درجہ کے اعلیٰ سلوک کی شہادت آپ کے اہلبیت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتی ہیں:

''انتہا کے سیر چشم وسیع اخلاق کے کسی کی بُرائی نہ کرنے والے نہ سننے والے۔ ہر ایک کی خوشی میں دل سے خوش ہونے والے بیحد دل کے غنی۔ صدق وغِناء سیر چشمی عالی حوصلگی اور رفعت ووسعتِ اخلاق خصوصیتیں تھیں ان کی سیرت کی اور یہ صفات ان میں پورے طور پر جلوہ گر تھیں مجھے اپنی ساری زندگی میں جو ان کے ساتھ گذری کبھی ان میں سقم ذرا بھی نظر نہیں آیا بلکہ زیادہ ہی زیادہ یہ خوبیاں چمکتی نظر آتی رہی ہیں مگر ان کی بڑی خوبی ان کا ایمان تھا جس کے ظہور کو میں ہر امر میں دیکھتی رہی ہوں جہاں تک خدا نے مجھے دکھایا میں خدا کو شاہد کر کے کہہ سکتی ہوں کہ وہ شخص ایک اعلیٰ درجہ کے ایمان کا مالک تھا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ان پر ایک خاص احسان تھا ورنہ آدمی خود تو یہ بات پیدا نہیں کرسکتا۔

''مجھے خود حضرت والدہ صاحبہ ساتھ لے جا کر نواب صاحبؓ کے گھر چھوڑ آئی تھیں اور اُن کے سپرد کیا تھا اور خدا کی ہزار ہار حمتیں روز بروز لحہ بہ لحہ بڑھتی ہوئی ان کی روح پر نازل ہوں اس ہاتھ پکڑنے کی لاج جب تک میرا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دیکر رُخصت نہیں ہوگئے ایسی رکھی کہ مجھے تو کہیں نظیر نہیں ملتی ایسا نبھایا جو

نبھانے کا حق ہے۔عمر بھر میں نے انکی جانب سے محبت ہی محبت۔مہربانی ہی مہربانی دیکھی۔میری ہر کمزوری اور کوتاہی سے اس صورت سے چشم پوشی کی کہ مجھے نادم تک نہ ہونے دیا مجھ پر احسان ہی احسان کئے اور جب میری خدمت کا وقت آیا تو افسوس وہ وقت اتنی جلدی ختم ہوگیا کہ میں ہاتھ ملتی رہ گئی۔وہ مجھ سے پہلے اپنے مولا سے جا ملے اور وہ دن آ گیا جس کے نہ آنے کی میں نے ۳۵ سال دُعائیں کی تھیں مگر یقیناً یہی بہتر ہوگا اور بعض پہلو سوچ کر میں خود بھی محسوس کرتی ہوں کہ خدا کی یہ مصلحت ظاہراً بھی کئی طرح سے اپنے اندر بہتری رکھتی تھی۔ جان قربان کر دینے کی نسبت بعض صورتوں میں انسان کا زندہ رہ کر دل و جان کی قربانی دینا زیادہ مفید ہوتا ہے

''خدا ہمیں اپنے حضور میں ملائے جس ملاقات کے بعد پھر جدائی نہ ہوگی۔وہ انشاءاللہ ہوگی۔مگر یہ دن گذارنے بھی آسان نہیں ہیں۔

چندہی دن کی جُدائی ہے یہ مانا لیکن
بے مزہ ہو گئے یہ دن بخدا تیرے بعد
(مبارکہ)''

فتنہ مصری کے تعلق میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۹ رجولائی ۱۹۳۷ء کے خطبہ میں مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے (سابق مبلغ جرمنی وانگلستان و مُدیر ریویو آف ریلیجنز اردو وانگریزی اور سن رائز حال مقیم ربوہ) کا ایک خواب بیان فرمایا۔یہاں اس تعلق میں درج کیا جاتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے حضور حضرت نواب صاحبؓ کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مقام کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی معیّت کا علم ہوتا ہے:

سیدی حضرت امیر المؤمنین ایدکم اللہ تعالیٰ۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔پچھلے دنوں میں نے ایک عجیب خواب دیکھا جو حضور کی خدمت میں عرض ہے۔میں نے دیکھا کہ حضرت ام المومنین کے اس کمرہ میں جس میں بیت الدعا واقع ہے پانچ کرسیوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔حضرت نواب صاحبؓ۔حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیٹھے ہیں۔مجھے اب ان کرسیوں کی ترتیب یاد نہیں رہی۔صرف اتنا یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھے ہیں اس طرح پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مُنہ بالکل قبلہ کی طرف۔باہر صحن میں بہت سے لوگ جمع ہیں۔میں اپنے متعلق کہہ نہیں سکتا کہ میں اس کمرہ سے باہر ہوں یا اندر

ہوں لیکن غالباً باہر ہی ہوں لیکن اندر بیٹھنے والے بابرکت وجودوں کے بالکل ہی قریب کہ مجھے سب کچھ ان کا نظر آ رہا ہے۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کرسی کے پاس ہی (ایسا یاد ہے کہ بالکل ساتھ ملا ہوا) دائیں بازو پر کھڑا ہوں۔ لیکن حضرت صاحبؓ کا چہرہ مجھے نظر نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سارا لباس سفید ہے۔ یہاں تک کہ کوٹ بھی لٹھے کا سفید پہنا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پگڑی ہرے رنگ کی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کا رنگ ایسا ہے جیسے حضور یعنی آپ کی داڑھی کا جبکہ اُس کو مہندی لگائے آٹھ یا دس دن گذر چکے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کا قد بھی آپ کی داڑھی کے قد کے برابر ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی بالکل حضور کی داڑھی جیسی ہے۔ خواب میں ایسا معلوم ہوا ہے کہ آپ کسی دوسرے کمرہ میں کسی تقریر کی تیاری میں مشغول ہیں اور کوئی بہت بڑی تقریب ہے جس پر آپ نے تقریر کرنی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تقریر کے سننے کی خاطر تشریف لائے ہوئے ہیں اور صحن میں جو بہت سے لوگ ہیں وہ بھی اسی لئے آئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کے روحانی مراتب میں بہت بہت ترقی دے اور مجھے حضور کا سچا اور پکّا خادم بنائے اور ہمیشہ حضور کے دامن کے ساتھ وابستہ رکھے''۔ [۴۴۳]

ذیل میں مکرم حکیم محمد فیروز الدین صاحب قریشی حال انسپکٹر بیت المال صدر انجمن احمدیہ ربوہ کا بیان درج کیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بزرگ کو حضرت نواب صاحبؓ، حضرت علیؓ کی شکل میں دکھائے گئے تھے۔ فرماتے ہیں:

''مولوی میر حسین صاحب ولد حکیم محمد اشرف صاحب قریشی ساکن موضع علی پور تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان موصی جو اس وقت مقبرہ بہشتی میں ۱۹۱۹ء سے مدفون ہیں۔ انہوں (نے) فرمایا کہ میں قادیان گیا تو میں نے قادیان میں خواب دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا رہے ہیں اور میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا ہوں تو ان کے پاؤں سے جُوتے کا اڈا یعنی پچھلا حصّہ اتر گیا ہے تو میں نے جلدی سے پکڑ کر پاؤں میں چڑھا دیا ہے۔ اس پر انہوں نے پیچھے پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہو گئے۔

دوسرے روز اسی طرح ظہور میں آیا کہ احمدی بازار میں حضرت نواب محمد علی خاں
صاحبؓ جا رہے تھے میں پیچھے پیچھے جا رہا تھا کہ نواب صاحبؓ کے پاؤں سے جوتے
کا اڈہ اُتر گیا جس پر میں نے جلدی سے پکڑ کر چڑھا دیا تو قبلہ نواب صاحبؓ نے پیچھے
دیکھا اور آگے تشریف لے گئے جناب مولوی میر حسین صاحب مرحوم نے یہ خواب اور واقعہ
واپس علی پور جا کر جماعت کے سامنے بیان فرمایا تو اس وقت میں نے آپ سے سنا''۔

حضرت حافظ حاجی مولوی احمد اللہ خان صاحبؓ ناگپوری جو بہت ہی نیک اور بزرگ اور قدیمی صحابی تھے۔ آپ کا نام معہ اہل بیت اٹھائیسویں نمبر پر فہرست ۳۱۳ صحابہ مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم میں مندرج ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں ہی ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ صاحب الہام تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کو بچپن میں ناظرہ قرآن مجید پڑھانے کا شرف آپ کو حاصل ہوا بلکہ دار المسیح میں رہنے کا بھی☆ ایک بہت بڑا شرف آپ کو یہ حاصل ہوا کہ حضرت ام المومنین نور اللہ مرقدھا نے حضرت اقدسؑ کے وصال کے بعد حضرت اقدسؑ کی طرف سے حج بدل کرانا چاہا اور آپ کی نظر انتخاب حضرت حافظ صاحبؓ پر پڑی۔ اور آپ نے حضورؑ کی طرف سے حجّ بدل کیا۔ آپ بہشتی مقبرہ میں آرام فرماتے ہیں۔ ایسے بلند پایہ بزرگ کو حضرت نواب صاحبؓ کے حُسن خاتمہ کے متعلق جو الہام آپ کی زندگی میں ہوا اور جس عجیب رنگ میں ہوا وہ آپ کے جنتی ہونے پر صریحاً دال ہے۔ حافظ صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم　　مع التّسلیم

از خاکسار ذرہّ بے مقدار احمد اللہ

از قادیان محلّہ ضعفاء　　　بخدمت شریف معظم ومحترم ومحتشم جناب نواب صاحب
نواب محمد علی خان صاحب! دام اللہ تعالیٰ فیوضہم وبرکاتہم آمین۔
بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ واضح خدمت بابرکت ہو کہ آج رات شب جمعہ

☆ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی درویش ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب دار المسیح میں حضرت سیدہ اُمّ متین والے حصہ میں قیام رکھتے تھے اور وہیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو قرآن مجید ناظرہ پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت حافظ صاحبؓ (موصی ۲۵۱۷) ۱۵/ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو فوت ہوئے تھے۔

بوقت سحر گاہ ۷ر جولائی ۱۹۲۲ء کو رؤیا میں اس عاجز نے جناب کو دیکھا کہ چہرہ جناب کا نہایت ہشاش وبشاش ہے معمولی ہشاشت وبشاشت سے بہت زیادہ ایک چھوٹی سی جماعت کو جناب نے کسی کام پر مامور فرمایا ہے ان کو جناب نے مخاطب کر کے فرمایا کہ بس میرا مقصد پورا ہو گیا۔

وَجُوُہٌ یومئذٍ مسفرۃ. ضاحکۃ مستبشرہ ۴۴۴ کا نظارہ جناب کے چہرہ سے مترشح ہو رہا تھا۔ بیداری کے بعد نہایت خوشی میرے قلب پر تھی کہ پھر دوبارہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور یہی آیۃ کریمہ سورہ شریفہ عبس وتولیٰ کی وجوہ یومئذٍ مسفرہ ضاحکۃ مستبشرہ جناب کی نسبت میری زبان پر جاری ہوئی اور میں نے خلف الرشید مکرمی جناب عبداللہ خان صاحب کو سنا کر رؤیا میں کہا کہ یہ آیۃ شریفہ جناب کے والد ماجد کے حق میں الہاماً میری زبان پر جاری ہوئی۔ اور اس کے (بعد) مجھے نیند سے بیداری ہو گئی معاً تھوڑی دیر کے بعد پھر نیند غالب آ گئی اور پھر سہ بارہ یہی آیہ شریفہ وجوہ یومئذٍ مسفرہ ضاحکۃ مستبشرہ جناب کی نسبت میری زبان پر جاری ہوئی اور میں نے رؤیا میں ہی اپنی دختر کو جس کا نام زنیب ہے سنا کر کہا کہ یہ الہام جناب نواب صاحبؓ کے حق میں میری زبان پر جاری ہوا ہے غرض کہ تین یا چار بار یہی نظارہ بوقت سحر آج شب جمعہ ۷ر جولائی ۱۹۲۲ء کو رہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو الہام رحمانی ہوتا ہے وہ صرف ایک بار پر ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ اس میں اکثر تکرار ہوتی ہے اس لئے اس رؤیا مبشرہ سے اس عاجز کو جو جناب کی نسبت ہے بہت خوشی ہوئی اور مناسب سمجھا کہ جناب کو اس بشارت کو سنا کہ خوش وقت کروں فللّٰہ الحمد۔ و اللہ الموفق و المسقم۔

دعا گو دعا کا طالب

خاکسار احمد اللہ خان از قادیان۔ دار الضعفآء۔ جمعہ۔

(المرقوم) ۷ر جولائی ۱۹۲۲ء ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۴۰ء ھجری

نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مذکورہ بالا تمام رؤیا الہام حضرت نواب صاحبؓ کے متعلق صلحاء کو المومن یری ویری لہ ۴۴۵ کے

مطابق ہوئے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو جو رؤیا نواب صاحبؓ کے وصال کے بعد ہوئے۔ آپ کے الفاظ میں درج ہیں:

''مجھے اس بات کا بہت خیال رہتا ہے کہ نواب صاحبؓ کو خواب میں دیکھوں لیکن کم ہی خواب میں دیکھا مگر دو چار بار بہت مبشر خواب آئے۔ ایک خواب نواب صاحب نے خطبہ میں بیان کر دی تھی۔ ایک خواب یہ دیکھا کہ ایک سواری ہے جو کہ چار پائی کی طرح کی ہے۔ اور ہوائی جہاز کی طرح اڑتی جارہی ہے اس کے اوپر میں ہوں اور سامنے میرے نواب صاحبؓ بیٹھے ہیں مجھے کہتے ہیں کہ مجھے تو جہنم کی کھڑکی تک نہیں دکھائی گئی۔ بُردار مخمل کی طرح کے کپڑے کی بہت ہی سفید صدری بند گلے کی پہنی ہوئی ہے۔ اور سینے پر ہاتھ پھیر کر کہتے ہیں کہ جس نے یہ پہنی ہوتی ہے اس سے ایسا ہی سلوک ہوتا ہے۔

''پھر ایک بار میں نے دیکھا کہ سامنے سے آرہے ہیں۔ تو مجھے خواب میں یہ احساس تھا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں تو میں نے بے بی (Baby) کو کہا کہ وہ تمہارے ابّا میاں آگئے۔ آپ نے بچے کو گلے سے لگایا اور پیار کیا اور پوچھا تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں۔ اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں اور اس کے کان میں آہستہ سے کہا کہ میں تمہارے لئے بشارتیں لایا ہوں اور پھر مجھ سے پوچھا کہ کوئی تکلیف تو نہیں اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ میں گھبرا کے بول رہی ہوں اور کہتی ہوں کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں مگر آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ تو آپ کا جسم اس وقت مجھے اس طرح معلوم ہوتا ہے جیسے بلّور کا ہو اور اس پر روشنی پڑ رہی ہو اور اونچے ہوتے جارہے ہیں۔ قد نہیں بلکہ وہ مقام جس میں کھڑے ہیں۔ دروازہ سا ہے اور بلند ہوتا جارہا ہے۔ میری بات کے جواب میں پہلے کہا کہ مل ہی لینگے اور پھر کہا اس دنیا میں دعائیں کرلو جتنی چاہو۔ پھر کہا یہاں خدا سے ڈرلو جتنا چاہو۔ وہاں تو کچھ بھی نہیں۔ تو یہ بات مجھے اس رنگ میں سخت ناگوار گذری ہے کہ اس کا مفہوم خدا تعالیٰ کی ہستی سے نعوذ باللہ انکار تو نہیں؟ اور میں نے گھبرا کر نظر اُٹھا کر ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ کیا کہا؟

پھر اس کے جواب میں میری طرف دیکھ کر کہا کہ پھر میرے ساتھ تو یہی سلوک ہوا۔ میں نے تو یہی دیکھا کہ رحمت ہی رحمت۔ بخشش ہی بخشش۔ نہ دیکھا نہ بھالا۔ نہ پوچھا نہ گچھا۔ اٹھا اور بخش دیا اور پھر رحمتیں ہی رحمتیں۔ یہ سُنکر مجھے بے حد خوشی ہوئی اور آنکھ کھل گئی''۔

قریباً سینتیس سال قبل خود حضرت نواب صاحبؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے حسن خاتمہ بلکہ اعلیٰ خاتمہ کی خبر دی تھی۔ سیدہ محترمہ رقم فرماتی ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے

خواب دیکھا تھا کہ حضور تشریف لائے اور ایک کاغذ حضور کے ہاتھ میں ہے اور وہ حضور نے آپ کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے نام ہیں جو میرے بعد شہید ہوں گے۔ ناموں کا ایک صفحہ لکھا ہوا ہے لیکن ان میں سے صرف اپنا اور حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کا نام یاد رہا۔ باقی ذہن سے اتر گئے''۔

سیدہ موصوفہ کی اپنی ایک خواب بھی اسی کے ہم مفہوم ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

''ایک دفعہ دیکھا کہ نوابؓ صاحب آ رہے ہیں۔ اس وقت مجھے خواب میں احساس ہے کہ یہ اب فوت ہو چکے ہیں۔ بڑے اضطراب کے ساتھ میں نے کہا کہ یا اللہ! اب آپ فوت نہ ہوں تو آپ نے نہایت ہی وقار کے ساتھ کہا کہ ہم زندہ ہیں اور ہم لوگوں کو مردہ نہیں کہتے۔ ہم مرا نہیں کرتے۔ صرف نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ ٹھیک یہی الفاظ سنجیدگی سے ٹھہر ٹھہر کر ادا کیئے''۔

میرے نزدیک ہر دو رؤیا میں آپ کے اعلیٰ مقام کی خبر دی گئی ہے۔ شہادت سے مراد ظاہری شہادت نہیں جو بالعموم عوام کے لئے متبادر الی الذہن ہوتی ہے بلکہ وہ مقام شہادت ہے جو صرف اعلیٰ مومنوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا [۲۴۶] اور شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ [۲۴۷] میں فرمایا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ انہیں ہر شر سے محفوظ رکھے اور دیر تک بہ حفاظت ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین) اپنے مقام خلافت نیز بوجہ مصلح موعود اور مثل مسیح موعودؑ ہونے کے اس آیت کے اعلیٰ درجہ کے مصداق ہیں۔ اور حضرت نواب صاحبؓ کے متعلق عرصہ دراز یعنی بیالیس سال قبل الٰہی الہام نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ انکشاف کر دیا تھا کہ نواب صاحبؓ حجۃ اللہ ہیں اور حضور نے اسکی جو تشریح فرمائی تھی اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ وہ اسی مفہوم کی حامل ہے۔

دین سے محبت اور دعاؤں میں شغف

ہم گزشتہ اوراق میں دیکھ چکے ہیں کہ کس کس رنگ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نواب صاحبؓ کو نوازا اور ان کو با اقبال بنایا اور عجیب قابل رشک اخلاص عطا کیا۔ یہ مقام تقویٰ آپ کو کیونکر حاصل ہوا اس لئے کہ آپ طبقہ امراء میں سے ہوتے ہوئے دنیا اور اس کی لذات سے رُوگردانی کر چکے تھے ھاذم للذات موت کو نہ بھولتے ہوئے آپ موتوا قبل ان تموتوا کو دائماً اپنا لائحہ عمل قرار دے چکے تھے اور ہمیشہ ہی اقامۃ الصلوٰۃ

آپ کے لئے قرہ عینی فی الصلوٰۃ ۶۴۸ کا مصداق تھا۔آپ کی ڈائری ظاہر کرتی ہے کہ آپ کا بیشتر وقت مشاغل دینیہ اور خدمات سلسلہ کے لئے وقف تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجالس میں حاضری۔ نمازوں میں باقاعدگی۔تلاوت قرآن مجید۔تہجد گزاری کا آپ کو ذوق وشوق تھا۔کبھی حضور کی مجلس میں نہیں جا سکے تو آپ نے مجالس کی باتیں دوسروں سے سنیں۔حضور کے فرمودہ وعظ ونصیحت کو آپ ڈائری میں درج کرتے ہیں۔یہی جذبہ محبت دین تھا جو آپ کو کھینچ کر قادیان لے آیا اور باوجود صدہا ضروریات کے آپ ہجرت کرنے کے بعد اسے ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔یہ دین کی محبت کا جذبہ آپ میں اسقدر شدید تھا کہ اس کے اظہار کے لئے میں آپ ہی کے مختلف خطوط وغیرہ سے اقتباس درج کر دیتا ہوں۔

آپ ۱۴؍نومبر ۱۹۰۱ء کو قادیان پہنچے۔جس قدر آپ کے قلب مطہر میں قادیان کے لئے اُنس تھا وہ آپ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:

''گیارہ بجے بٹالہ پہنچے۔فوراً رتھ میں سوار ہو کر قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ رتھ کے ہچکولے کھاتے گرد پھانکتے روانہ ہوئے قادیان پہنچے''۔

آرزو دارم کہ خاک آں قدم
طوطیائے چشم سازم دمبدم

آپ تین ہفتہ قادیان میں قیام کر کے مالیر کوٹلہ واپس گئے تو جس قدر بے قراری قادیان کی جدائی کی وجہ سے آپ محسوس کرتے تھے وہ آپ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:

''جتنے دن میں کوٹلہ میں رہا وحشت، ہول دل لگا رہا۔طبیعت ایک دن بھی خوش نہیں رہی''۔ (ڈائری مورخہ ۲۱؍دسمبر ۱۹۰۲ء)

اور جب آپ ۲۳؍دسمبر کو واپس قادیان پہنچ گئے تو جو اطمینان آپ کو حاصل ہوا اس بارہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں آتے ہی دل کو اطمینان ہو گیا۔ہول دل وغیرہ جاتا رہا''۔(ڈائری)

البدر اور الحکم میں مرقوم ہے کہ ۲۱؍جون ۱۹۰۴ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:

''اگر یہ لوگ منہاج نبوت کو معیار ٹھہراویں تو آج فیصلہ ہوتا ہے۔اس مقام پر نواب محمد علی خاں صاحبؓ نے عرض کی کہ ایک شخص نے مجھ سے حضور کے بارے میں بحث کرنی چاہی۔میں نے اسے کہا کہ اول تم سب کتابیں حضرت مرزا صاحبؑ کی مطالعہ کرو۔اگر اس میں سمجھ نہ آئے تو ایک ماہ قادیان چل کر رہو اور وہاں مرزا صاحبؑ

کے حالات وغیرہ کو آنکھ سے دیکھو۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری رہنمائی کرے۔'' ۴۴۹

جب حضرت نواب صاحبؓ کے برادر بزرگوار نے چاہا کہ آپ قادیان سے مالیر کوٹلہ واپس چلے آئیں تو کیسے خیالات زرّین کا آپ نے اپنے مکتوب ۰۲-۹-۱۹ میں اظہار کیا۔ چنانچہ آپ تحریر نے تحریر فرمایا:

''والا نامہ پہنچا۔ جواباً عرض ہے جناب نے شفقت بزرگانہ سے جو کچھ تحریر فرمایا جناب کی شفقت اس کی مقتضی تھی مگر جناب کو غالباً ان امور کی اطلاع نہیں جن امور کے لئے میں نے قادیان میں سکونت اختیار کی ہے میں نہایت صفائی سے ظاہر کرتا ہوں کہ مجھ کو حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود کی بیعت کئے ہوئے بارہ سال ہو گئے اور میں اپنی شومئی طالع سے گیارہ سال گھر ہی میں رہتا تھا اور قادیان سے مہجور تھا۔ صرف چند دنوں گاہ گاہ یہاں آتا رہا اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر بہت سی اپنی عمر ضائع کی۔ آخر جب سوچا تو معلوم کیا کہ عمر تو ہوا کی طرح اڑ گئی اور ہم نے نہ کچھ دین کا بنایا اور نہ دنیا کا اور آخر مجھ کو شعر یاد آیا کہ

ہم خدا خواہی ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

''یہاں میں چھ ماہ کے ارادہ سے آیا تھا مگر یہاں آ کر میں نے اپنے تمام معاملات پر غور کیا تو آخر یہی دل نے فتویٰ دیا کہ دنیا کے کام دین کے پیچھے لگ کر تو بن جاتے ہیں مگر جب دنیا کے پیچھے انسان لگتا ہے تو دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی اور دین بھی برباد ہو جاتا ہے۔ اور میں نے خوب غور کیا تو میں نے دیکھا کہ گیارہ سال میں نہ میں نے کچھ بنایا اور نہ میرے بھائی صاحبان نے کچھ بنایا اور دن بدن ہم باوجود اس مایوسانہ حالت کے دین بھی برباد کر رہے ہیں۔ آخر یہ سمجھ کر ؎

کہ کار دنیا کسے تمام نہ کرو

کوٹلہ کو الوداع کہا اور میں نے مصمّم ارادہ کر لیا کہ میں ہجرت کر لوں۔ سو الحمد للہ میں بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے کوٹلہ سے ہجرت کر لی ہے اور شرعاً مہاجر پھر اپنے وطن میں واپس اپنے ارادہ سے نہیں آ سکتا۔ یعنی اس کو گھر نہیں بنا سکتا۔ ویسے مسافرانہ وہ آئے تو آئے۔ پس اس حالت میں میرا آنا محال ہے۔ میں بڑی خوشی اور عمدہ حالت میں ہوں۔ ہم جس شمع کے پروانے ہیں اس سے الگ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ کہاں کوٹلہ میں تنہا رہنا یا اگر کوئی ملا تو وہ ہم مذاق نہیں بری صحبت۔ خلافِ شریعت امور میں مبتلا۔ آخر ایسے لوگوں کی صحبت سے جو زنگ ایک شخص کے دل پر بیٹھ سکتا ہے اس کو وہی سمجھ سکتے

ہیں۔جن کواس کا تجربہ ہے

ہمنشیں تو از توبہ باید!
تا ترا عقل و دیں بفزاید

''آپ صاف آئینہ کوایک صاف مکان میں رکھ دیں۔تھوڑے عرصے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اردگرد سے نامعلوم طور سے گردآ کراس پر جم گئی ہے اوراگر چندایام اس کواسی طرح رکھا رہنے دیا جائے تو آخرکار اس کی حالت ایسی ہوگی کہ اس میں سے کوئی چیز نہ دیکھ سکے گا۔یہی حالت انسان کے قلب کی ہے اس پر بھی نامعلوم طور سے زنگ جمتی رہتی ہے پھر وہ نہایت مکدّر ہوجاتا ہے اگر بہت ہی مدت گزر جائے تو پھر ایسی زنگ جمتی ہے کہ **ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم** [۴۵۰] کا مصداق بن جاتا ہے۔پھراس کا صیقل ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے۔پس جس طرح ہرایک آئینہ کے لئے ضروری ہے کہ اس پر ہرروز ہاتھ پھیرتا رہے اسی طرح قلب کی بھی ہمیشہ صفائی ہوتی رہے تب وہ ٹھیک رہتا ہے۔

''جس مسیح موعوداورامام آخرزماں مہدی معہود کی تمام دنیا منتظر تھی جب کہ ہم نے اس کو پالیا تو کس طرح پرہم اس کے قدموں سے علیحدہ ہوسکتے ہیں؟اب تو ہماری دعا ہے کہ اسی کے بابرکت آستانہ پر ہمارا خاتمہ بخیر ہو۔آمین ثم آمین۔میں اپنی بڑی خوش قسمتی سمجھتا ہوں خداوندتعالےٰ نے مجھے اس سعادت کے حاصل کرنے کا موقعہ دیااور میں ان لوگوں کی بڑی بدقسمتی سمجھتا ہوں جواس آستانہ مبارکہ سے الگ ہیں۔

''اب جناب ہی غورفرمائیں میں اپنے مالک حقیقی کا حکم مانوں یا جناب کے ارشاد کی تعمیل کروں۔باقی رہا جناب کا تشریف لانا سو یہ میرے لئے موجب سعادت ہے

ہمائے اوجِ سعادت بدام ما افتد
اگر تُرا قدمے بر مقام ما افتد

مگراگرمیرے لے جانے کے لئے ہی آنامقصود ہے تو جو کچھ میں نے عرض کیا وہی ہے اور ویسے جناب کے آنے میں میری اورآپ دونوں کی سعادت ہے خداوندتعالیٰ آپ کو بھی ہدایت عطافرمائے''۔

معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آپ ہجرت کرچکے تھے اس لئے جب بھی آپ قادیان سے بعض ضروری ذاتی امور کی سرانجام دہی کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو اجازت حاصل کرلیتے تھے چنانچہ آپ کوایک دفعہ ۱۹۱۳ء میں باہر جانے کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے جوخط حصول اجازت کے لئے لکھا وہ اوراس کا جواب درج ذیل کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدی ومولای طبیب روحانی سلمکم اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم۔میری ابتلائیں مجھے مجبور کرتی ہیں کہ میں قادیان سے کچھ عرصہ جایا کروں.... ☆

پس وہاں جانا مشکل اس لئے یہ تدبیر سوچی......کہ میں کچھ عرصہ لودھیانہ جا ٹھہروں اور چونکہ کوٹلہ قریب ہے اس لئے مجھ کو......اطلاع ہر ایک معاملہ کی پہنچ سکتی ہے۔آدمی آ جا سکتے ہیں گویا میں شیروانی کوٹ میں بیٹھا ہوں اور چونکہ......لاہور......آ جا سکتا ہوں اور اس طرح اہل وعیال بھی مجھ سے الگ نہ رہیں گے اور چونکہ چندروزہ کام نہیں بلکہ تین چار مہینے کا کام ہے اور اگر معاملات نے مجبور کیا تو شاید مجھ کو شملہ بھی جانا پڑے کیونکہ وہاں غالباً آخری فیصلہ ہمارے معاملات کا ہونا ہے اس لئے مجھ کو ایسے مقام پر رہنا ضروری ہے کہ ریل کے سر پر ہوں اور سب جگہ میں چند گھنٹہ کی غیر حاضری سے آ جا سکوں اور اپنے معاملات کی بھی خبر رکھ سکوں پس اگر حضور اجازت دیں تو میں تہیہ سفر کروں اور آخر مئی یا ابتدائے جون میں یعنی ان دو ہفتہ کے اندر اندر مع عیال واطفال چلا جاؤں۔ہاں صرف بڑے تینوں لڑکے یہاں رہیں گے صرف تعطیلوں میں میرے پاس چلے جائیں گے حضور دعا فرمائیں کہ میری ابتلائیں دور ہوں۔خواہ وہ مالی ہیں یا روحانی یا ریاست کے متعلق۔یہ بہت ہی سخت وقت ہم پر ہے۔حضور خاص دعا فرمائیں اور یہ بھی دُعا فرمائیں کہ یہ سفر ہمارے لئے بابرکت وپُرامن ہر حالت میں ثابت ہو۔

راقم محمد علی خان

مبارک ہو بہت بہتر ہے آپ تشریف لے جائیں۔

نورالدین۔۲۴؍مئی ۱۳ء

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمیشہ اپنے خطوط میں ''طبیب روحانی'' کے الفاظ سے مخاطب کرتے۔حضور کی صحبت فیض پاش کو اپنے لئے آب حیات یقین کرتے حضور سے علیحدگی آپ کو حد درجہ ناگوار تھی۔ایک دفعہ آپ کے ایک بھائی نے آپ کو آنے کے لئے لکھا کہ بعض مقدمات کا انفصال آپ کے آنے پر موقوف ہے۔تو آپ نے جواب میں تحریر کیا:

☆ اس خط کے جو حصے پڑھے نہیں گئے وہاں نقطے دئے ہیں۔

''فی الحال میں کوئی تاریخ اپنے آنے کی عرض نہیں کرسکتا......امراض روحانی کا علاج حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود و امام آخرزمان علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں۔ایسے چشمہ روحانی سے طالبان حقیقت کا علیحدہ ہونا گویا کہ سکندر کا آب حیواں سے علیحدہ ہونا ہے یا ایک طالب کا مطلوب سے علیحدہ ہونا۔ہم لوگ جس شخص کا انتظار کررہے تھے اور جس کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونے کا ہم کوارمان تھا وہ امام الوقت آگیا۔''

آپ کے دل میں روحانی اصلاح کی جو تڑپ تھی وہ آپ کی ڈائری سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہوتی ہے۔اس میں کسی قسم کا تصنع نہیں بلکہ حقیقت ہے۔آپ ۱۱رجنوری ۱۹۰۲ء کو (مطابق ۳۰ رمضان المبارک) تحریر فرماتے ہیں:

''آج رمضان کا آخری روزہ ہے۔الحمد للہ کہ تمام روزے میرے پورے ہوئے۔خداوند تعالیٰ میرے ان ناقص روزوں کو قبول فرمائے۔آج ایک......افسوس مجھ کو ہوا کہ نماز عصر میری جاتی رہی۔اس سے قطعاً ذہول ہوگیا۔ذرا یاد نہ رہا اور زیادہ اثر اور افسوس اس وقت ہوا جب حضرت اقدسؑ نے تقریر فرمائی کہ

''جب دن ختم ہونے پر آیا تو میں کام چھوڑ کر دعا میں مشغول ہوگیا اور میں نے جن کے نام یاد تھے ان کے نام لے کر اور باقی کو بلا نام تمام کو دعا میں یاد کیا۔جب میں کر چکا تھا کہ مجھ کو معلوم ہوا جس طرح کوئی شخص مرجاتا ہے تو گویا میں نے سمجھا رمضان اب ختم ہوگیا۔اتنے میں اللہ اکبر کی آواز آئی لیکن ہم دعا کر چکے تھے۔ہماری دانست میں یہ بہت ہی مبارک مہینہ تھا۔گویا اسکی برکات ختم ہوگئیں''۔

''اس وقت مجھ کو بڑی رقت طاری ہوئی کہ ایک ہم بدنصیب ہیں کہ دعا تو دعا نماز عصر بھی غائب کی۔مجھ کو مغرب سے عشاء تا نہایت رقت تھی اس لئے اس تقریر کے وقت بھی رقت طاری تھی۔حضرت (نے) بڑی عمدہ تقریر فرمائی۔فرمایا ان مہینوں میں بھی روحانیت ہوتی ہے۔یہ روحانی ہوتے ہیں جن کے ذائقے جدا جدا ہیں۔نماز کا جدا۔روزے کا جدا۔حج کا جدا۔خلاصہ یہ ہے کہ جدا جدا ذائقے ہیں۔جو کمی اس ماہ میں رہ گئی ہے۔اس کی تلافی دوسرے مہینوں میں کی جائے۔آج صبح سیر میں عبدالحق صاحب نے

اپنا خط جوسراج الدین عیسائی کے نام انہوں نے لکھا ہے سنایا اور پھر حضرت اقدسؑ نے بہت تقریر کی''۔

اقتباس بالا حضرت اقدسؑ اور حضرت نواب صاحبؓ کی سیرۃ اور کردار بہترین ٹکڑا ہے۔حضرت نواب صاحبؓ میں انابت الی اللہ اور اصلاح نفس کی کیسی زبردست خواہش پائی جاتی تھی۔اگلے رمضان میں ۱۱/دسمبر۱۹۰۲ءکو نواب صاحب تحریر کرتے ہیں:

''ہائے افسوس رمضان کی دسویں ہو گئی اور ابھی......شومئے اعمال دامنگیر ہے۔اب تک میں نیک اعمال میں نہایت کمزور ہوں۔خداوند تعالیٰ جیسے کیسے روزوں کو قبول فرمائے اور باقی دو ثلثوں میں توفیق فرمائے کہ خاص تبدیلی مجھ میں پیدا ہو اور اس رمضان کے بعد میں اپنے میں زمین وآسمان کا فرق پاؤں۔ **لا توفیقی الا باللہ۔ لا حول و لا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم** ۔خداوند تعالیٰ مجھ کو غموں سے نجات (دے) اور سوائے غم دین اور کوئی غم باقی نہ رہے۔''

پھر اگلے روز تحریر فرماتے ہیں:

''آج میں نے ارادہ کیا ہے کہ وساوس جو بڑھتے جاتے ہیں ان کو دور پھینکدوں۔اور کوشش کروں کہ یہ ۲/۳ رمضان نہایت خوبی سے گذرے۔**وما توفیقی الا باللہ۔لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** ۔خداوند تعالیٰ توفیق دے اور ایسا کرے (کہ) اس رمضان کے اختتام پر مجھ میں نئی تبدیلی آجائے''۔

۱۵/دسمبر۱۹۰۲ءکو تحریر فرماتے ہیں:

طبیعت اسی سردی سے (لفظ پڑھا نہیں گیا۔مؤلف) ہے کہ صبح مسجد تک جانے سے گھبراتی ہے۔یا اللہ مجھ کو صحت عطا فرما اور مسجد میں جانے (کی) توفیق عطا فرما''۔

اِسی طرح یکم نومبر۱۹۰۲ءکو تحریر فرماتے ہیں:

''ہر چند بر خود نظر مے کُنم روحانیت تا حال جاگزیں نہ شدہ۔مرادریں قبض ماندہ است الا ماشاء اللہ مگر ایں فائدہ مرا بسیار مرار سیدہ است کہ او مبادرت وجرأت کہ بر گناہ در مالیر کوٹلہ مرا بود ایں جا نیست۔آنجا گو کسے بزور برائے گناہ کشید ایں جا از وے کشد۔الحمد للہ کہ تا ایں دم آں گناہ ہا کہ در کوٹلہ مبتلا بودم بیک ساعتے ویک لمحے واقع نہ شدہ''۔

اسی طرح انابت الی اللہ کا ایک منظر ہمیں نواب صاحبؓ کے ایک اور مکتوب میں نظر آتا ہے جو آپ نے اپنے ایک بھائی کو ۱۲؍فروری ۱۹۰۸ء کو تحریر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

''آپ نے چند روز ہوئے ایک تار بھیجا تھا کہ ہماری اپیل منظور ہوگئی اور احکامات بذریعہ کمشنر پہنچ گئے اس سے اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ کوئی حد نہیں اور سجدات شکر اللہ کے آگے کئے گئے۔ مگر یہ ایسا خدا کا فضل ہوا ہے کہ اگر سجدے کرتے کرتے ہمارے ماتھے گھس جائیں تو بھی تھوڑے ہیں اور خاص کر آپ مبارک باد کے مستحق ہیں کیونکہ جس قدر سعی اور تکلیف آپ نے اس امر میں اٹھائی وہ بہت ہی بڑی تھی خداوند نے آپ کی سعی مشکور کی اور تکالیف کا معاوضہ بہت اچھا دیا ہم کو آپ کو یہ فتح اور بالخصوص آپ کو مبارک ہو۔ آپ کو بہت ہی خداوند کے سامنے جھک جانا چاہئے۔ کیونکہ یہ خاص فضل اللہ تعالیٰ کا ہوا ورنہ فریق مخالف کے مقابلہ میں ہماری کیا حقیقت تھی یہ محض اللہ تعالیٰ کے دست قدرت نے کام کیا ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ اب زیادہ نازک وقت ہے پس ہم کو بہت سنبھلنا چاہئے اور خداوند تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کرنا چاہئے۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [۴۵] اگر تم قدر کرو تو میں تم کو اور بھی زیادہ دونگا''۔

یہی انابت اِلی اللہ اور رجوع الی اللہ اور ہر لحہ اس کی جناب میں جھک جانے اور اس سے استعانت کرنے کا نظارہ ہمیں ذیل کے مکتوب سے بھی نظر آتا ہے جو آپ نے مکرم میر بشارت احمد ایڈووکیٹ (صحابی) امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن کو ۱۴؍دسمبر ۱۹۲۲ء کو مالیر کوٹلہ سے تحریر فرمایا:

آپ لکھتے ہیں:

''آپ کا خط متعلق علالت آپ کی والدہ صاحبہ پہنچا۔ اس سے سخت تشویش اور درد پیدا ہوا۔ میں برابر دعا کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے متعلقین کے (لئے) روزانہ دعا کو اپنا شعار مقرر کرلیا ہے اور نام بنام دعا کرتا ہوں۔ آپ کی والدہ صاحبہ کی صحت کے لئے اور خصوصیت (سے) دعا کرنے لگا ہوں۔ امید کہ آپ اپنی اور اپنی والدہ صاحبہ کے حالات صحت سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں گے۔ آپ نے تحریر نہ فرمایا کہ اس دفعہ جلسہ پر کون کون صاحب تشریف لائیں گے۔ میرے لئے آپ دعا فرمائیں

اور حضرت مولوی صاحب☆ سے بھی دعا کے لئے عرض کریں۔ میں آجکل سخت ابتلاؤں میں گھرا ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جلد میرے مقاصد میں کامیاب (کرے) تا کہ یہاں سے جلد نکلوں۔ خداوند تعالیٰ یہاں سے جلد نجات دے''۔

اسی طرح ۱۶؍اگست ۱۹۲۴ء کو میر صاحب موصوف کو تحریر فرماتے ہیں:

''گھر میں آپ کے متعلق ایک منذر خواب دیکھا ہے۔ تعلق کی وجہ سے آپ کو اطلاعاً عرض ہے کہ کوئی بکرا ذبح کر کے خیرات کر دیں اور کچھ نقد غرباء کو خیرات کر دیں اور ہم بھی دعائیں کر رہے ہیں۔ آپ بھی استغفار اور دعا فرمائیں۔ صدقہ ردّ بلا ہوتا ہے اور دعا و استغفار جاذب رحم ہے''۔

اسی انابت کا علم ہمیں ڈائری کے ذیل کے اندراج سے ہوتا ہے۔ ۲۶؍جنوری ۱۸۹۸ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''آج نئی بات یہ ہوئی کہ میں نے تجدید بیعت حضرت اقدس مرزا صاحبؑ سے کی اور صفدر علیؓ نے بھی بیعت کی۔ یہ بیعت بیعت توبہ تھی''۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں۔ اس سے بھی اسی جذبہ کی جھلک نواب صاحب میں نظر آتی ہیں۔ فرماتے ہیں:

''حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کئی بار مجھے بعض امور پیش آمدہ کے لئے دعا اور استخارہ کے لئے تحریر فرمایا کرتے تھے اور ہر خط میں یہ لکھتے تھے کہ میں آپ کے لئے باقاعدہ دُعا کرتا ہوں۔ ان کی شان کے آدمی کا میری نسبت اس قدر مہربانی کا سلوک کرنا بیحد شفقت کا ثبوت ہے ان کی آخری بیماری میں ان کی وفات سے صرف چند روز پہلے میں ان کی عیادت کے لئے کوٹھی دارالسّلام پر گیا اور نواب محمد عبداللہ خان صاحب مجھے اندر لے گئے۔ میرے ساتھ ایک دو اور آدمی بھی چلے گئے۔ وہاں حضرت بیگم صاحبہ اور دوسری خواتین تشریف رکھتی تھیں۔ جنہیں ہماری وجہ سے پردہ کرنا پڑا اس واسطے ہم جلدی سے نواب صاحبؓ کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ عرض کر کے مصافحہ کر کے واپس آگئے۔ ہمارے چلے آنے کے بعد نواب عبداللہ خان صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت نواب صاحبؓ نے بیگم صاحبہ سے شکایت کی کہ شیر علی آیا تھا اور میں

☆ مراد حضرت مولوی محمد سعید صاحب حیدرآبادی رضی اللہ عنہ (مؤلف)

چاہتا تھا کہ وہ یہاں زیادہ دیر ٹھہریں لیکن عبداللہ خان نے انہیں جلدی واپس کر دیا۔ یہ وفات سے شاید ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے''۔

اور اسی روح کے کارفرما ہونے کا نظارہ ڈائری کے ذیل کے اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک صاحب کے انتقال کا حال تحریر کر کے لکھتے ہیں:۔

''آخری وقت اللہ و رسول امام زمانؑ پر ایمان کی شہادت دیتا ہوا راہی عدم ہوا۔ بڑی قابل رشک موت تھی۔ خداوند تعالیٰ ایسی موت سب مومنوں کو نصیب کرے جب اُن کا وقت آئے''۔ (ڈائری ۰۲-۰۲-۱۷)

اعمال صالحہ کے بجالانے کی توفیق پانے کی آپ کے دل میں کس قدر تڑپ ہے ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:

''میری بڑی بدقسمتی ہے کہ دارالامن میں بھی میری شامت اعمال کی وجہ سے اعمال صالحہ کی توفیق حاصل نہیں ہوتی''۔ (ڈائری ۰۲-۰۲-۲۳)

اعمال صالحہ بجالا کر آپ کس قدر خوش ہوتے ہیں اس کا اندازہ ۹۸-۱-۲۲ کی ڈائری سے ہوتا ہے تحریر فرماتے ہیں:

''اس کے بعد نماز کسوف کے لئے جامع مسجد گئے۔ پہلے نماز ظہر اور عصر ملا کر پڑھی گئیں۔ پھر نماز کسوف ہوئی اور جس درد اور آہ و زاری کے ساتھ یہ نماز پڑھی گئی وہ ایک عجیب تھی اور پھر قریب اختتام کسوف نماز شکریہ پڑھی گئی۔ آج قریباً تمام دن عبادت میں گذرا۔ مخالفوں کو یہاں آ کر دیکھنا چاہیئے کہ آیا اُن کی مخالفت چاہیئے یا نہیں''۔

حضورؑ کی طرف سے تربیت

حضورؑ اور حضرت اُم المومنینؓ کی طرف سے شفقت

جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا حضرت نواب صاحبؓ کو اپنی اصلاح کی حد درجہ تڑپ تھی اور جیسا کہ آپ کے مکتوب مندرجہ ازالہ اوہام میں مرقوم ہے۔ اسی تڑپ کے نتیجہ میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف رجوع کیا تھا۔ حضورؑ بھی یہی یقین رکھتے تھے چنانچہ وہاں رقم فرماتے ہیں:

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بتوفیقہ تعالیٰ خود اپنی اصلاح پر آپ زور دے کر رئیسوں کے طریقوں اور چلنوں سے نفرت پیدا کر لی ہے......ان سب باتوں سے بھی اپنے نورِ قلب سے فیصلہ کر کے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے''۔

انبیاءؑ کی صحبت **کونوا مع الصّادقین** کا بہترین نظارہ پیش کرتی ہے۔ان میں کمال درجہ کی شفقت پائی جاتی ہے جس سے طالبانِ حقیقت ان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں۔اسی شفقت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق **لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ** [۴۵۲] کے الفاظ میں فرمایا ہے۔اور اسی کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی میں **لَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ** [۴۵۳] میں فرمایا ہے۔شفقت کی یہی جاذبیت اصحاب کو مال و منال۔اقارب و اوطان چھڑا کر ہجرت کرنے اور اپنا سب کچھ راہ مولا میں نچھاور کرنے پر مجبور کرتی ہے۔اس کا نظارہ ہم حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حالات میں دیکھتے ہیں کہ انہوں نے آزاد ہونے کے بعد بصد تلاش و جستجو کر کے پہنچنے والے والد اور چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔حضرت زیدؓ کی بصیرت حضورؐ کا خلق عظیم مشاہدہ کر چکی تھی۔حضرت مسیح موعودؑ کی اس شفقت کی جاذبیت کے سینکڑوں نظارے ہمارے سامنے آتے ہیں۔تربیت کی خاطر حضورؑ نواب صاحبؓ کو بار بار قادیان آ کر لمبا عرصہ قیام کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔تربیت کی طرف حضورؑ کی توجہ کا ذکر نواب صاحبؓ کے ملازموں اور خدام اور اہلیہ سے سلوک اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے تعلق میں گذر چکا ہے۔اسی تربیت کے نتیجہ میں نورِ قلب کے مالک نواب صاحبؓ **نور علیٰ نور** ہو گئے۔اس عنوان کے تحت بعض تربیتی امثلہ کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔اس سے اور سابقاً مذکورہ امور سے معلوم ہوگا کہ حضورؑ کس کس رنگ میں نواب صاحبؓ کی تربیت فرماتے تھے۔نواب صاحبؓ کے خط بیعت کے جواب میں حضورؑ فرماتے ہیں:

''اشتہار شرائط بیعت بھیجا جاتا ہے۔جہاں تک وسعت و طاقت ہو اس پر پابند ہوں اور کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد چاہتے رہیں۔اپنے رب کریم سے مناجات خلوت کی مداومت رکھیں اور ہمیشہ طلب قوت کرتے رہیں''۔

پھر فرمایا:

''دعا بہت کرتے رہو اور عاجزی کو اپنی خصلت بناؤ۔جو صرف رسم اور عادت کے طور پر زبان سے دعا کی جاتی ہے یہ کچھ بھی چیز نہیں۔اس میں ہرگز زندگی کی رُوح نہیں۔جب دعا کرو تو بجز صلوٰۃ فریضہ کے یہ دستور رکھو کہ اپنی خلوت میں جاؤ اور اپنی

ہی زبان میں نہایت عاجزی کے ساتھ جیسے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ ہوتا ہے خدائے تعالیٰ کے حضور دعا کرو کہ اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا میں شکرنہیں کر سکتا۔تو نہایت رحیم وکریم ہے۔اور تیرے بے نہایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل وکرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین''۔ ۴۵۴

حضرت اقدسؑ اپنی توجہ خاص کی وجہ سے یہ پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی ایسا امر رُونما ہو کہ جو نواب صاحبؓ کے لئے حضورؑ کی دعاؤں میں حارج ہو چنانچہ حضورؑ اس بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''مجھے خیال آیا کہ ایک طرف تو میں نواب صاحبؓ کے لئے پنج وقت نماز میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی پریشانی دور کرے۔اور دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جن کی شکایت ہے کہ ہم اب اس حکم سے تباہ ہو جائیں گے تو ایسی صورت میں میری دعا کیا اثر کرے گی؟ گویا یہ سچ ہے کہ خدمت گار کم حوصلہ اور احسان فراموش ہوتے ہیں مگر بڑے لوگوں کے بڑے حوصلے ہوتے ہیں۔بعض وقت خدا تعالیٰ اس بات کی پرواہ نہیں رکھتا کہ کسی غریب نادار خدمت گار نے کوئی قصور کیا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ صاحب دولت نے کیوں ایسی حرکت کی کہ اس کی شکر گذاری کے برخلاف ہے اس لئے میں نے آپ کو ان کی دلی رنجش کے بُرے اثر سے بچانے کے لئے مولوی محمد علی صاحب کو لکھا تھا......تا کوئی امر ایسا نہ ہو کہ جو میری دعاؤں کی قبولیت میں حرج ڈالے اور حدیث شریف میں ہے **ارحموا فی الارض ترحموا فی السماء** ۴۵۵ زمیں میں رحم کرو تا آسمان پر تم پر رحم ہو۔مشکل یہ ہے کہ امراء کے قواعد انتظام قائم کرنے کے لئے اور ہیں اور وہاں آسمان پر کچھ اور چاہتے ہیں''۔ ۴۵۶

۶؍اپریل ۱۸۹۲ء کو نواب صاحبؓ کو خدا کا خوف بڑھانے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کل کی ڈاک میں آں محبّ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا۔ آپ کی محبت اور اخلاص اور ہمدردی میں کچھ شک نہیں۔ ہاں میں ایک استاد کی طرح جو شاگردوں کی ترقی چاہتا ہے آئندہ کی زیادہ قوت کے لئے اپنے مخلصوں کے حق میں ایسے الفاظ بھی استعمال کرتا ہوں جن سے وہ متنبہ ہو کر اپنی اعلیٰ سے اعلیٰ قوتیں ظاہر کریں اور دُعا یہی کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی کمزوریاں دُور فرماوے میں دیکھتا ہوں کہ اس دنیا کا تمام کاروبار اور اس کی نمائش اور عزتیں حباب کی طرح ہیں۔ اور نہایت سعادت مندی اسی میں ہے کہ پورے جوش سے اور پوری صحت کے ساتھ دین کی طرف حرکت کی جائے۔ اور میرے نزدیک بڑے خوش نصیب وہ ہیں کہ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے دکھ اٹھا کر اپنے سچے ایمان کے جوش دکھا دیں ...... اس لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا کا خوف بہت دل میں بڑھا لیا جائے تا اس کی رحمتیں نازل ہوں اور تا وہ گنا بخشے''۔[۴۵۷]

حضور نے ایک بار تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ۔ **السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ**

آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا۔ خدا تعالیٰ آپ کو ان مشکلات سے نجات دے۔ علاوہ اور باتوں کے میں خیال کرتا ہوں کہ جس حالت میں شدت گرمی کا موسم ہے اور بباعث قلت برسات یہ موسم اپنی طبعی حالت پر نہیں اور آپ کی طبیعت پر سلسلہ اعراض اور امراض کا چلا جاتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ آپ درحقیقت بہت کمزور اور نحیف ہو رہے ہیں اور جگر بھی کمزور ہے۔ عمدہ خون بکثرت پیدا نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں آپ کا شدائدِ سفر تحمّل کرنا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیوں اور کیا وجہ کہ آپ کے چھوٹے بھائی سردار ذوالفقار علی خان صاحب جو صحیح اور تندرست ہیں ان تکالیف کا تحمل نہ کریں۔ اگر موسم سرما ہوتا تو کچھ بھی مضائقہ نہ تھا۔ مگر یہ موسم آپ کے مزاج کے نہایت ناموافق ہے جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ بےصبری اور بیجا شتابکاری سے دُور نہیں ہو سکتیں۔ صبر اور متانت اور آہستگی اور ہوشمندی سے ان کا علاج طلب کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اس خطرناک موسم میں سفر کریں اور خدانخواستہ کسی بیماری میں مبتلا ہو کر موجب شماتت اعداء ہوں۔ پہلے سفر میں کیسی کیسی حیرانی پیش آئی تھی اور لڑکے کے بیمار ہونے سے کس قدر مصائب کا سامنا پیش آ گیا تھا۔ کیا یہ ضروری

ہے کہ کمشنر کے پاس آپ ہی جائیں اور دوسری کوئی تدبیر نہیں؟ غرض میری بھی یہی رائے ہے کہ یہ کاروبار آپ پر ہی موقوف ہے تو اگست اور ستمبر تک التوا کیا جائے۔ اور اگر ابھی ضروری ہے تو آپ کے بھائی یہ کام کریں۔ ڈرتا ہوں کہ آپ بیمار نہ ہو جائیں۔ خط واپس ہے اس وقت مجھے بہت سر درد ہے۔ زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ والسلام خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۴۵۸ ☆

اسی طرح حضورؑ آپ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجبی عزیزی نواب صاحب السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آج مولوی مبارک علی صاحب جن کی نسبت آپ نے برخاستگی کی تجویز کی تھی، حاضر ہو گئے ہیں۔ چونکہ وہ میرے استاد ہیں اور مولوی فضل احمد صاحب والد بزرگوار ان کے جو بہت نیک اور بزرگ آدمی تھے ان کے میرے پر حقوق استادی ہیں۔ میری رائے ہے کہ اب کی دفعہ آپ ان کی لمبی رخصت پر اغماض فرماویں کیونکہ وہ رخصت بھی چونکہ کمیٹی کی منظوری سے تھی کچھ قابل اعتراض نہیں۔ ماسوا اس کے چونکہ وہ واقعہ (میں) ہم پر ایک حق رکھتے ہیں اور عفو اور کرم سیرت ابرار میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَاتُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ ۴۵۹ یعنی تم عفو اور درگزر کی خُو ڈالو۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا بھی تمہاری تقصیریں معاف کرے اور خدا تو غفور رحیم ہے۔ پھر تم غفور کیوں نہیں بنتے۔ اس بناء پر ان کا یہ معاملہ درگذر کے لائق ہے۔ اسلام میں یہ اخلاق ہرگز نہیں سکھلائے گئے۔ ایسے سخت قواعد نصرانیت کے ہیں اور ان سے خدا ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ ماسوا اس کے چونکہ میں ایک مدت سے آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کے گناہ معاف کرتا ہوں جو لوگوں کے گناہ معاف کرتے ہیں اور یہی میرا تجربہ ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ آپ کی سخت گیری کچھ آپ ہی کی راہ میں

☆ تاریخ مکتوب درج نہیں۔ اندرونی شہادت سے ظاہر ہے کہ (۱) موسم گرما قبل اگست کا ہے۔ (۲) اس سے قبل مکرم میاں محمد عبداللہ خان صاحب کا سفر میں بیمار ہونے کا واقعہ قریب ہوا تھا اور وہ ۱۹۰۴ء کی بات ہے۔ گویا کہ یہ مکتوب موسم گرما ۱۹۰۴ء کا ہے۔

سنگ راہ نہ ہو۔ایک جگہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا جس کے اعمال کچھ اچھے نہ تھے۔اس کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔اور فرمایا کہ تجھ میں یہ صفت تھی کہ تو لوگوں کے گناہ معاف کرتا تھا اس لئے میں تیرے گناہ معاف کرتا ہوں۔سو میری صلاح یہی ہے کہ آپ اس امر سے درگذر کر دو تا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی جناب میں درگزر کرانے کا موقعہ ملے۔اسلامی اصول انہی باتوں کا چاہتے ہیں۔دراصل ہماری جماعت کے ہمارے عزیز دوست جو خدمت مدرسہ پر لگائے گئے ہیں وہ ان طالب علم لڑکوں سے ہمیں زیادہ عزیز ہیں جن کی نسبت ہمیں ابھی تک معلوم نہیں کہ نیک معاش ہونگے یا بد معاش والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ

یہ سچ ہے کہ تمام اختیارات آپ رکھتے ہیں مگر یہ محض بطور نصیحتاً ِللہ لکھا گیا ہے۔اختیارات سے کام چلانا بڑا نازک امر ہے۔اس لئے خلفاء راشدین نے اپنے خلافت کے زمانہ میں شوریٰ کو سچے دل سے اپنے ساتھ رکھا تا اگر خطا بھی ہو تو سب پر تقسیم ہو جائے نہ صرف ایک کی گردن پر‘‘۔ [۴۶۰]

حضورؑ ۲۱؍جولائی ۱۸۹۸ء کو نواب صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ایک مرض اور غم سے نجات بخشے۔آمین ثم آمین......میں عنقریب دوائی طاعون آپ کی خدمت میں مع مرہم عیسیٰ روانہ کرتا ہوں اور جس طور سے یہ دوائی استعمال ہو گی......اس کا اشتہار......ہمراہ بھیج دوں گا۔بہتر ہے کہ یہ دوا ابھی سے آپ شروع کر دیں......میرے نزدیک ان دنوں میں دنیا کے غموم و ہموم کچھ مختصر کرنے چاہئیں۔دن بہت سخت ہیں......اور جو گلٹیاں آپ کے نکلی ہیں وہ انشاء اللہ سینک دینے اور دوسری تدبیروں سے جو مولوی صاحب تحریر فرمائیں گے اچھی ہو جائیں گی ......میں نے خط کے پڑھنے کے بعد آپ کے لئے بہت دعا کی ہے اور امید ہے کہ خدائے تعالیٰ قبول فرمائے گا۔مجھے اس بات کا خیال ہے کہ اس شور قیامت کے وقت جس کی مجھے الہام الٰہی سے خبر ملی ہے حتی الوسع اپنے عزیز دوست قادیان میں ہوں‘‘۔[۴۶۱]

حضورؑ کی شفقت بے پایاں کا علم ۲۰؍جون ۱۸۹۹ء کی ذیل کی عبارت سے بھی ہوتا ہے کہ حضورؑ کس درجہ علیل ہیں باوجود اس کے نواب صاحبؓ کے استفسار پر ان کی اہلیہ کے لئے علاج کے متعلق تفصیلی مکتوب

ارسال کرتے ہیں۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''میں بباعث علالت طبع چندروز جواب لکھنے سے معذور رہا۔ میری کچھ ایسی حالت ہے کہ ایک دفعہ ہاتھ پیر دسرد ہو کراور نبض ضعیف ہو کرغشی کے قریب قریب حالت ہو جاتی ہے۔اور دوران خون یک دفعہ ٹھہر جاتا ہے جس میں اگر خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو موت کا اندیشہ ہوتا ہے۔تھوڑے دنوں میں یہ حالت دو دفعہ ہو چکی ہے۔آج رات پھراس کا سخت دورہ ہوا۔اس حالت میں صرف عنبر یا مشک فائدہ کرتا ہے۔رات دس خوارک کے قریب مشک کھایا پھر بھی دیر تک مرض کا جوش رہا۔میں خیال کرتا ہوں کہ صرف خدا تعالیٰ کے بھروسہ پر زندگی ہے ورنہ دل جو رئیس بدن ہے بہت ضعیف ہو گیا ہے''۔ ۶۶۲

مکتوب ۴۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نہایت قیمتی دوا تریاق جدید جومقوی دماغ وغیرہ تھی حضور نے ازخودنواب صاحبؓ کوارسال فرمائی۔اسی شفقت وتوجہ کے تعلق میں ایک اورمکتوب بھی درج کیا جاتا ہے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔دس روز کے قریب ہو گیا کہ آپ کو دیکھا نہیں۔ غائبانہ آپ کی شفاء کے لئے دعا کرتا ہوں مگر چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس آ کر سنّت عیادت کا ثواب بھی حاصل کروں۔آج سرگردانی سے بھی فراغت ہوئی ہے اورلڑکی کو بھی آج بفضلہٖ تعالیٰ آرام ہے۔

والسّلام خاکسار مرزا غلام احمد ۶/اگست ۱۹۰۲ء ۶۶۳ ☆

مکرم میاں عبدالرحمٰن خان صاحب حضورؑ کی شفقت میں بیان کرتے ہیں کہ:

''سیر کے لئے تشریف لے جاتے وقت حضورؑ صرف دو شخص یعنی حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب اور والد صاحب کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔والد صاحب کی عادت تھی کہ باہر جانے سے فوری قبل حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر جاتے۔اس وجہ سے تیاری میں آدھ گھنٹہ کے قریب وقت صرف ہو جاتا حضورؑ مسجد مبارک کے چوک میں

☆ مکتوب ۳۵ لیکن یہاں اصل مکتوب سے نقل کیا گیا ہے۔

ٹھہر کر احباب سے گفتگو فرماتے رہتے اور والد صاحب کے آنے پر سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ والد صاحب کو حضورؑ کی اس انتظار کی وجہ سے تکلیف بھی ہوتی۔لیکن اپنے حالات سے مجبور تھے کیونکہ ان کو ہمیشہ سے پیشاب کی کثرت کا مرض تھا۔لیکن جس وقت آپ کا رشتہ حضور علیہ السلام کے ہاں ہوگیا تو پھر اقارب میں سے ہوجانے کی وجہ سے حضورؑ انتظار نہیں فرماتے تھے‘‘۔

حضرت اقدسؑ کی توجہ نواب صاحبؓ کی طرف منعطف ہوتی تھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ذیل کے مکتوب بنام نواب صاحبؓ سے ظاہر ہے:

قادیان ۷رفروری

جناب خان صاحب **السّلام علیکم ورحمة الله وبرکاته**

آپ کا نوازشنامہ ملا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حضرت اقدسؑ کو آپ کی وہ فکر ہے جو کسی مہربان باپ کو اپنے بیٹے کی نہیں ہوتی۔ بہت ہی دھیان ہے اور گاہ و بیگاہ آپ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جو کچھ میں نے پہلے خط میں لکھا ہے حضرتؑ کے الفاظ ہیں اور بار بار فرمائے ہوئے۔اپنی تجویزوں پر ثابت قدمی سے عمل درآمد کریں اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ والسّلام

خاکسار عبدالکریم

حضرت اقدسؑ کی اس شفقت و محبت کا جو اثر نواب صاحبؓ پر ہوا وہ آپ کی زبانی سنیئے ۔ جب آپ ہجرت کر کے آئے اور دارالمسیحؑ میں قیام کیا ان ایام کے متعلق حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ نواب صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس لطف اور روحانی سرور میں وہ دن گزرے نہ اس سے پہلے دیکھے نہ بعد میں۔ کھانا کئی ماہ تک مہمانداری کے طور پر ساتھ رکھا اور الگ ہونے پر بھی بہت خیال رکھتے رہے یعنی کوئی اچھا کھانا اور پھل وغیرہ بھجواتے رہے۔ حضرت مسیحؑ موعود کی شفقت و محبت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اس کی نظیر نہ دے سکتا ہوں نہ پھر پا سکتا ہوں۔ وہ محبت۔ وہ نرمی۔ وہ رحم و کرم کسی جگہ نظر نہیں آ سکتا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نواب صاحبؓ سے بے حد محبت فرماتے تھے اور اکثر مجھ سے بھی نواب صاحبؓ ذکر کرتے کہ مجھے خلیفہ اوّلؓ سے بہت محبت ہے تم سمجھ نہیں سکتی ہو۔ مجھے بے حد محبت ہے مگر نواب صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کی محبت اور مہربانی کے بعد پھر ان کی محبت تک کا بھی وہ مزا نہ آیا۔ نواب صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی محبت اور مہربانی اور شفقت اور پیار کو وفات تک نہایت درد کے ساتھ یاد کرتے رہتے فرماتے

تھے کہ قصوروں یا غلطیوں پر بھی جس پیار اور دلداری کے ساتھ نصیحت حضورؓ کی ہوتی تھی وہ اوروں کی ہزار محبت سے بالا تھی۔ خط ایسا تحریر فرماتے کہ زخموں پر گویا مرہم لگ جاتا اور دُکھ سب کے سب بھول جاتے تھے۔

نیز فرماتی ہیں کہ بیچ کا رہنا سہنا نوکر چھوٹی عقل کے متعلقین دونوں جانب کے آخر جیسے ہوتے ہیں۔ ویسے ہی تھے۔ کوئی غلط فہمی یا شکایت ہو جاتی تو حضورؓ اس کو ظاہر فرماتے دریافت کرتے اور پھر حقیقت کا علم ہونے پر نہایت محبت سے عذر کو قبول فرما کر اُلٹی اور بھی دلداری شروع کرتے کہ سر اس ابر کرم کے بار احسان سے اور بھی جھک جاتا۔ میاں عبدالرحیم صاحب کی علالت کے دنوں میں حضرتؓ نے بے حد فکر اور توجہ مبذول رکھی۔ ہر وقت خود آتے اور دیکھتے اور بھی ہر موقعہ پر خبر گیری اور ویسے بھی ہر تکلیف کو پوچھتے رہنا۔ سیر کو جاتے ہوئے میرے آنے کا انتظار کرنا۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح حضرت اُم المومنین نور اللہ مرقدہا کا مشفقانہ سلوک بھی یقیناً نواب صاحبؓ اور آپ کے اہل وعیال کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوا۔ اس مقدس جوڑا کی تربیت یافتہ دو دختران کا نواب صاحبؓ اور آپ کے ایک فرزند کے حبالہ نکاح میں آنا جنتی زندگی عطا ہونے کے مترادف تھا۔ حضرت اقدسؑ کا تو اس وقت وصال ہو چکا تھا۔ حضرت ام المومنینؓ کی شفقت بے پایاں حضورؑ کی کمی کو پورا کرتی تھی۔ حضرت اماّں جانؓ کی کیسی پاکیزہ تربیت تھی۔ آپ نے سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو شادی کے وقت جو ذیل کی نصائح فرمائیں ان سے ان کا اندازہ ہوتا ہے:۔

> ’’اپنے شوہر سے پوشیدہ یا وہ کام جس کو ان سے چھپانے کی ضرورت سمجھو ہرگز کبھی نہ کرنا۔ شوہر نہ دیکھے مگر خدا دیکھتا ہے۔ اور بات آخر ظاہر ہو کر عورت کی وقعت کو کھو دیتی ہے۔
>
> اگر کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے تو ہرگز کبھی نہ چھپانا۔ صاف کہہ دینا۔ کیونکہ اس میں عزت ہے اور چھپانے میں آخر بے عزتی اور بے وقری کا سامنا ہے۔
>
> کبھی ان کے غصہ کے وقت نہ بولنا۔ تم پر یا کسی نوکر یا بچہ پر خفا ہوں اور تم کو علم ہو کہ اس وقت یہ حق پر نہیں ہیں جب بھی اس وقت نہ بولنا۔ غصہ تھم جانے پر پھر آہستگی سے حق بات اور ان کا غلطی پر ہونا ان کو سمجھا دینا۔ غصہ میں مرد سے بحث کرنے والی عورت کی عزت باقی نہیں رہتی اگر غصہ میں کچھ سخت کہہ دیں تو کتنی ہتک کا موجب ہو۔

ان کے عزیزوں کو۔ عزیزوں کی اولاد کو اپنا جاننا۔ کسی کی بُرائی تم نہ سوچنا خواہ تم سے کوئی برائی کرے۔ تم دل میں بھی سب کا بھلا ہی چاہنا اور عمل سے بھی بدی کا بدلہ نہ کرنا۔ دیکھنا پھر ہمیشہ خدا تمہارا بھلا ہی کرے گا''۔ [۴۶۴]

حضرت ام المومنینؓ کے مشفقانہ سلوک اور آپ کی برکت سے مالی برکات کے حاصل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے مکرم میاں عبداللہ خان صاحب فرماتے ہیں:

میرے پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ حضرت ام المومنین علیہا السّلام کی دعاؤں کے طفیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں میرے لئے پیار و محبت پیدا کر دیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ وہ خود بھی دعائیں فرماتی تھیں بلکہ ہر ایک کو کہتی تھیں کہ عبداللہ خان کے لئے دعائیں کرو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد میری گردن جذبات شکر اور محبت سے ان کے حضور جُھکی ہوئی ہے۔ میری والدہ جب کہ میں چار پانچ سال کا تھا فوت ہو گئی تھیں۔ میں ماں کی محبت سے بے خبر تھا لیکن میرے ودود رؤف مولیٰ نے حضرت امّاں جانؓ کے وجود میں مجھے بہترین ماں اور بہترین ساس دی...... جب کبھی بھی کوئی دقت پیش آئی میں حضرت امّاں جانؓ کے حضور دعا کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔ وہ نہایت تڑپ سے میرے لئے دعائیں فرماتی ہیں''۔ [۴۶۵]

مکرم میاں صاحب موصوف نے خاکسار کو ذیل کا خط اپنی قلم سے لکھا۔ خط کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت امّاں جانؓ کے وصال کی خبر ابھی آپ کو نہیں دی گئی تھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم **نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم**

رتن باغ۔ لاہور

۵۲-۴-۲۱ مکرمی ملک صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم۔ آپ کا خط بیگم صاحبہ کے نام ملا۔ حضرت امّاں جانؓ کی جائی میری بیوی کئی ہفتہ سے ربوہ میں ہیں۔ ایک دو دن کے لئے مجھے دیکھنے آئی تھیں پھر واپس چلی گئیں۔ میں نے خود ہی ان کو بھجوایا تھا۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ ان کے جاتے ہی میری طبیعت دانت کے درد اور بخار سے زیادہ علیل ہو گئی۔ لیکن میں نے پھر بھی ان کو امّاں جانؓ کی خدمت کے لئے وقف رکھا۔ ان کی اپنی بھی یہی خواہش تھی کہ اماں جانؓ

کی خدمت کے لئے ربوہ جائیں۔ مجھے ان کی عدم موجودگی میں جیسا کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کیسی تکلیف ہوسکتی ہے۔ دراصل امّاں جانؓ انہیں کی اماّں نہیں ہیں بلکہ میری بھی امّاں ہیں۔ میرے ساتھ جو محبت اور پیار کا سلوک انہوں نے کیا ہے اپنے ساتھ ایک داستان رکھتا ہے۔ جب میری شادی ہوئی تو مجھے ایک عورت کے ہاتھ کہلا کر بھیجا کہ میاں کی عمر زیادہ تھی یعنی میرے والد کی۔ تم چھوٹی عمر والے داماد ہو تم مجھ سے شرمایا نہ کروتا کہ جو کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کرسکوں۔ پھر آپ نے حقیقی ماں بن کے دکھا دیا۔ ۶۶۲

والسّلام خاکسار محمد عبداللہ خان

نواب صاحبؓ کا اخلاص

حضرت نواب صاحبؓ جتنا حد درجہ کا اخلاص رکھتے تھے اور جو آپ کی تبلیغی جدوجہد اور حالی و مالی خدمات سے ظاہر ہے آپ ابدال کے رنگ میں بہترین سیرت کے مالک تھے اور اس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے کئی رنگ میں کر دیا۔ تاہم آپؓ کی بعض تحریرات میں سے بعض حصے جو آپؓ کے اخلاص کو ظاہر کرتے ہیں ان کا ذکر ہمارے لئے مفید ثابت ہوگا آپؓ حضرت اقدسؑ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک بھائی کو ۱۹۰۲ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس کی زبان میں عجیب شرینی ہے اس کے افعال و اعمال میں تاثیر ہے۔ پھر روحانی اور جسمانی، مرضوں کا طبیب ہے۔ اس چشمہ سے جو محمدؐ کے چشمہ سے نکلا ہے عجیب معرفت کا پانی نکلتا ہے۔ پس ایسے وقت میں وہ شخص بڑا ہی محروم ہے جو تحقیقات مذہبی کر کے اس امام سے فائدہ نہ اٹھائے اور اس سے تعلقات پیدا نہ کرے''۔

اسی طرح اپنی صاحبزادی بوزنیب بیگم صاحبہ کی شادی کے تعلق میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضورؑ کے معاملہ میں تو یہ حالت ہے جب سے بیعت کی ہے معہ جان۔ مال۔ عزت اپنے آپ کو بیچ چکا ہوں۔ حضورؑ پر سب کچھ قربان ہے اور ہرج ہو یا نہ ہو۔ نفع ہو یا نقصان ہر حالت میں حضورؑ کے حکم کی فرمانبرداری فرض ہے بلکہ اس میں دل میں بھی کچھ ہرج رکھنا گناہ''۔

اور پھر تحریر فرماتے ہیں:

''حضورؑ کے حکم میں تکلیف عین راحت ہے مگر پھر بھی مجھ کو اس وقت پر حضورؑ کے حکم کی تعمیل کرنی ہے خواہ کچھ ہو''۔

ایک دفعہ حضورؑ بیمار ہوئے جب صحت یاب ہوئے تو نواب صاحبؓ نے عرض کیا:

سیّدی و مولائی طبیب روحانی سلمکم اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم۔ الحمدللہ کہ حضورؑ تو اب مع الخیر دو روز سے سیر (کو) ☆ بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ اس لئے اب اجازت فرمائی جائے کہ حضورؑ کی صحت کی خوشی میں دعوت میں آج کر دوں''۔

راقم محمد علی خان

حضور نے جواباً رقم فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خدا تعالیٰ کا درحقیقت ہزار ہا گونہ شکر ہے۔ کہ موت جیسی حالت سے واپس لا کر صحت بخشی۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ کسی دن خواہ جمعہ کو عام دعوت سے اس شکر یہ کا ثواب حاصل کریں۔

والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ [۶۶۷]

انسان تکلّف سے بہت کچھ کر لیتا ہے اور بعض اوقات اس کی ایسی باتیں دوسروں پر اثر ڈالتی ہیں لیکن ایک شخص خلوت میں اپنی ڈائری میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور ڈائری بھی وہ جو اپنے شوق سے لکھی جا رہی ہے اور اس کا مقصد شائع کرنا نہیں اور ساری عمر میں صرف چند ماہ کے سوانح ڈائری میں ضبطِ تحریر میں لاتے ہیں اس وقت کسی قسم کا تکلف ان کے الفاظ پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ حضرت نواب صاحبؓ ۱۴ / نومبر ۱۹۰۱ء کو قادیان تشریف لائے ہیں۔ سفر اور پھر سفر بھی ایسے رئیس کا جسے ہر طرح کے سامان آرام و راحت میسر ہوں اور پھر ہچکولے کھاتا اور گرد پھانکتا قادیان پہنچے یقیناً اس وقت اپنی پرائیویٹ حیثیت میں جو چند الفاظ وہ تحریر

☆ لفظ ''کو'' خاکسار مؤلف نے زائد کیا ہے۔

کرے گا ہر طرح کے تکلف اور مبالغہ سے بہر نوع بالا ہوں گے۔ چنانچہ آپ اس سفر کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''گیارہ بجے بٹالہ پہنچے فوراً رتھ میں سوار ہو کر قادیان کو روانہ ہوئے رتھ کے ہچکولے کھاتے گرد پھانکتے روانہ ہوئے قادیان پہنچے۔

آرزو دارم کہ خاک آں قدم
طوطیائے چشم سازم دم بدم

کتنے اخلاص سے پُر اعلیٰ درجہ کے جذبات ہیں۔ آپ کے یہ الفاظ آپ کی سیرۃ کا بہترین اور روشن ترین پہلو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان الفاظ کی شان اور بھی بلند ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جذبات وقتی کیفیت کا عکس نہیں تھے بلکہ اعماق قلب میں گڑے ہوئے خلوص کا اظہار تھے کیونکہ حضرت نواب صاحبؓ کی ہر حرکت وسکون آپ کے ان جذبات وخیالات کی عملی تفسیر تھی۔

حضرت نواب صاحبؓ حضرت اقدسؑ کی نظر میں

حضرت اقدسؑ نے نواب صاحبؓ کو اپنی فرزندی میں لے لیا اور ایک مبشرہ صاحبزادی آپ کے عقد میں دے دی اور اپنے ایک مبشر صاحبزادہ کا عقد نواب صاحبؓ کے ہاں کر کے ان کی صاحبزادی کو اپنی بیٹی بنا لیا۔ اس سے ہی ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کی نظر میں حضرت نواب صاحبؓ کیا تھے اخلاص پہلے تھا اور یہ ظاہری قرابت کے تعلقات بعد میں ہوئے اس لئے اس سے قبل حضرت اقدسؑ کی طرف سے جو کچھ اظہار ہوتا رہا پیش کرتا ہوں:

حضورؑ ۱۲ر فروری ۱۸۹۱ء کو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

''چند روز سے نواب محمد علی خاں صاحبؓ رئیس کوٹلہ قادیان میں آئے ہوئے ہیں۔ جوان، صالح الخیال، مستقل آدمی ہے...... میرے رسالوں کو دیکھنے سے کچھ شک وشبہ نہیں کیا بلکہ قوت ایمانی میں ترقی کی حالانکہ وہ دراصل شیعہ مذہب ہیں مگر شیعوں کے تمام فضول اور ناجائز اقوال سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ صحابہ کی نسبت اعتقاد نیک رکھتے ہیں...... الحمد للہ اس شخص کو خوب مستقل پایا اور دلیر طبع آدمی ہے''۔ [۳۶۸]

اسی طرح حضرت مولوی صاحبؓ ممدوح کو حضور ۱۴ر فروری ۱۸۹۱ء کو تحریر فرماتے ہیں:

نواب محمد علی خاں صاحبؓ اب تک قادیان میں ہیں۔ آپ کا بہت ذکر خیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے مولوی صاحب کی کتاب تصدیق دیکھنے سے بہت فائدہ ہوا۔ اور بعض ایسے عقدہ حل ہو گئے جن کی نسبت ہمیشہ مجھے دغدغہ رہتا تھا۔ وہ از بس آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں...... یہ شخص جوان صالح ہے۔ حالات بہت عمدہ معلوم ہوتے ہیں۔ پابند نماز اور نیک چلن ہے اور نیز معقول پسند''۔ ۴۷۹

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۸۹۱ء میں ازالہ اوہام میں زیر عنوان ''بعض مبائعین کا ذکر اور نیز اس سلسلہ کے معاونین کا تذکرہ اور اسلام کو یورپ اور امریکہ میں پھیلانے کی احسن تجویز'' تحریر فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں اسلام کے متعلق ہزارہا عقلی مفاسد اور معقولی شبہات ظاہر ہوئے ہیں۔ اور حق کے مقابل پر جس قدر راوہام باطلہ اور اعتراضات عقلیہ کا طوفان برپا ہوا۔ اس کی نظیر ازمنہ سابقہ میں سے کسی زمانہ میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے یہ امر مقتضی ہوا کہ ان کا بکلی استیصال کر کے تمام ادیان باطلہ پر اسلام کی فوقیت ظاہر کی جائے۔ ہر ایک شخص روحانی روشنی کا محتاج ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ روشنی دے کر بھیجا ہے۔ میں نے رسالہ فتح اسلام میں بالتفصیل بیان کر دیا تھا کہ ایسے عظیم الشان کاموں کے لئے قوم کے ذی مقدرت لوگوں کی امداد ضروری ہے۔ لیکن بہتوں نے سوءِ ظن سے اسے مکر وفریب ہی خیال کیا۔ نیز عمدہ تالیفات اور کچھ آدمی ممالک غربیہ میں بھجوانے کی تجویز کا ذکر کے حضورؑ فرماتے ہیں:

''سوانہیں براہین اور دلائل اور حقائق اور معارف کے شائع کرنے کے لئے قوم کی مالی امداد کی حاجت ہے۔ کیا قوم میں کوئی ہے جو اس بات کو سُنے؟

''جب سے میں نے رسالہ فتح اسلام کو تالیف کیا ہے ہمیشہ میرا اسی طرف خیال لگا رہا کہ میری اس تجویز کے موافق جو میں نے دینی چندہ کے لئے رسالہ مذکور میں لکھی ہے دلوں میں حرکت پیدا ہو گی۔ اسی خیال سے میں نے چارسو کے قریب وہ رسالہ مفت بھی تقسیم کر دیا تا لوگ اس کو پڑھیں اور اپنے پیارے دین کی امداد کے لئے اپنے گذاشتنی مالوں میں سے کچھ حق مقرر کریں۔ مگر افسوس کہ بجز چند میرے مخلصوں کے جن کا ذکر میں عنقریب کروں گا کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ میں حیران ہو کہ کن الفاظ کو استعمال کروں تا میری قوم پر وہ موثر ہوں۔ میں سوچ میں ہوں کہ وہ کون سی تقریر ہے جس سے وہ میرے غم سے بھرے ہوئے دل کی کیفیت سمجھ سکیں۔ اے قادر خدا ان کے دلوں میں آپ الہام کر اور غفلت اور بدظنی کی رنگ آمیزی سے ان کو باہر نکال

اور حق کی روشنی دکھلا۔

’’پیارو یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور وہ اپنے دین کو فراموش نہیں کرتا۔ بلکہ تاریکی کے زمانہ میں اس کی مدد فرماتا ہے۔ مصلحت عام کے لئے ایک کو خاص کر لیتا ہے اور اس پر علوم لدنیہ کے انوار نازل کرتا ہے۔ سو اُسی نے مجھے جگایا اور سچائی کے لئے میرا دل کھول دیا۔ میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہوں بلکہ میں اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا کہ میں اس کا اور اس کے رسول کا اور اس کی کلام کا جلال ظاہر کروں۔ مجھے کسی کی تکفیر کا اندیشہ نہیں اور نہ کچھ پروا۔ میرے لئے یہ بس ہے کہ وہ راضی ہو جس نے مجھے بھیجا ہے۔ ہاں میں اس میں لذت دیکھتا ہوں کہ جو کچھ اس نے مجھ پر ظاہر کیا۔ وہ میں سب لوگوں پر ظاہر کروں اور یہ میرا فرض بھی ہے کہ جو کچھ مجھے دیا گیا وہ دوسروں کو بھی دوں اور دعوت مولیٰ میں ان سب کو شریک کرلوں جو ازل سے بلائے گئے ہیں۔ میں اس مطلب کے پورا کرنے کے لئے قریباً سب کچھ کرنے کے لئے مستعد ہوں اور جانفشانی کے لئے راہ پر کھڑا ہوں لیکن جو امر میرے اختیار میں نہیں میں خداوند قدیر سے چاہتا ہوں کہ وہ آپ اس کو انجام دیوے۔ میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ ایک دست غیبی مجھے مدد دے رہا ہے اور اگرچہ میں تمام فانی انسانوں کی طرح ناتواں اور ضعیف البنیان ہوں تاہم میں دیکھتا ہوں کہ مجھے غیب سے قوت ملتی ہے اور نفسانی قلق کو دبانے والا ایک صبر بھی عطا ہوتا ہے۔ اور میں جو کہتا ہوں کہ ان الٰہی کاموں میں قوم کے ہمدرد مدد کریں وہ بے صبری سے نہیں بلکہ صرف ظاہر کے لحاظ اور اسباب کی رعایت سے کہتا ہوں۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے فضل پر میرا دل مطمئن ہے اور امید رکھتا ہوں کہ وہ میری دعاؤں کو ضائع نہیں کریگا۔ اور میرے تمام ارادے اور امیدیں پوری کر دیگا۔ اب میں اُن مخلصوں کا نام لکھتا ہوں جنہوں نے حتی الوسع میرے دینی کاموں میں میری مدد دی یا جن پر مدد کی امید ہے یا جن کو اسباب میسر آنے پر طیار دیکھتا ہوں‘‘۔ [۲۷۰]

ان اسماء کے ذیل میں آٹھویں نمبر پر نواب صاحبؓ کے خاندانی حالات کا تذکرہ کر کے حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

’’بہادر خان کی نسل میں سے یہ جوان صالح خلف رشید نواب غلام محمد خان صاحب مرحوم ہے جس کا عنوان میں ہم نے نام لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو ایمانی امور میں بہادر کرے اور اپنے جدّ شیخ بزرگوار صدر جہاں کے رنگ میں لاوے۔ سردار محمد علی خان صاحب نے گورنمنٹ برطانیہ کی توجہ اور مہربانی سے ایک شائستگی بخش تعلیم پائی جس کا اثر ان کے دماغی اور دلی قویٰ پر نمایاں ہے ان کی خداداد فطرت بہت سلیم اور معتدل ہے اور باوجود عین شباب کے کسی قسم کی حدّت اور تیزی اور جذبات نفسانی ان کے نزدیک آئی معلوم نہیں ہوتی ہیں۔

قادیان میں جب وہ ملنے کے لئے آئے تھے اور کئی دن رہے پوشیدہ نظر سے دیکھتا رہا ہوں کہ التزام ادائے نماز میں ان کو خوب اہتمام ہے۔ اور صلحاء کی طرح توجہ اور شوق سے نماز پڑھتے ہیں۔ اور منکرات اور مکروہات سے بکلّی مجتنب ہیں۔ مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود بہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوان جوانی میں ایسا پرہیز گار ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بتوفیقہ تعالیٰ خود اپنی صلاح پر زور دے کر رئیسوں کے بیجا طریقوں اور چلنوں سے نفرت پیدا کر لی ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ جو کچھ ناجائز خیالات اور اوہام اور بے اصل بدعات شیعہ مذہب میں ملائی گئی ہیں اور جس قدر تہذیب اور صلاحیت اور پاک باطنی کے مخالف ان کا عملدرآمد ہے ان سب باتوں سے بھی اپنے نور قلب سے فیصلہ کر کے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے‘‘۔ [۷۱]

۱۸۹۱ء میں حضرت اقدسؑ نواب صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

> ’’آپ کا محبت نامہ عین انتظار میں مجھ کو ملا جس کو میں نے تعظیم سے دیکھا اور ہمدردی اور اخلاص کے جوش سے حرف حرف پڑھا۔ میری نظر میں طلب ثبوت اور استکشاف حق کا طریقہ کوئی ناجائز اور ناگوار طریقہ نہیں ہے بلکہ سعیدوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ ورطۂ مذبذبات سے نجات پانے کے لئے حل مشکلات چاہتے ہیں۔ لہذا یہ عاجز آپ کے اس طلب ثبوت سے ناخوش نہیں ہوا۔ بلکہ نہایت خوش ہے کہ آپ میں سعادت کی وہ علامتیں دیکھتا ہوں۔ جس سے آپ کی نسبت عرفانی ترقیات کی امید بڑھتی ہے‘‘۔ [۷۲]

ستمبر ۱۸۹۴ء میں حضورؑ نواب صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

> ’’میرے ظاہری الفاظ صرف اس غرض سے تھے کہ تا میں لوگوں پر یہ ثبوت پیش کروں کہ آں محبّ اپنے دلی خلوص کی وجہ سے نہایت استقامت پر ہیں سوالحمدا ﷲ کہ میں نے آپ کو ایسا ہی پایا میں آپ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسا کی اپنے فرزند عزیز سے محبت ہوتی ہے‘‘۔ [۷۳]

۱۲/ مارچ ۹۸ء کو حضورؑ نواب صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

> ’’میری طبیعت آپ کی سعادت اور رشد پر بہت خوش ہے اور امید رکھتا ہوں کہ آپ اپنی تمام جماعت کے بھائیوں میں سے ایک اعلیٰ نمونہ ٹھہریں گے‘‘۔ [۷۴]

حضور اشتہار مورخہ ۴؍ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''حبی فی اللہ سردار نواب محمد علی خاں صاحب بھی محبت اور اخلاص میں بہت ترقی کر گئے ہیں اور فراست صحیحہ شہادت دیتی ہے کہ وہ بہت جلد قابل رشک اخلاص اور محبت کے منار تک پہنچیں گے۔ اور وہ ہمیشہ حتی الوسع مالی امداد میں بھی کام آتے رہے ہیں اور امید ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو فدا کریں گے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کے عملوں کو دیکھتا ہے مجھے کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں''۔ [۴۷۵]

نواب صاحبؓ میں حضورؑ آثار صلاحیت۔تقویٰ اور خداترسی پاتے ہیں۔ چنانچہ حضورؑ نے نواب صاحبؓ کو فرمایا:

''میں نے غائبانہ بھی کئی مرتبہ ذکر کیا ہے اور میری فراست مجھے یہی بتاتی ہے...... کہ راستی کو قبول کرنا اور پھر خدا تعالےٰ کی عظمت اور جلال سے ڈر جانا اور اس کی طرف رجوع کرنا آپ کے اور آپ کی اولاد کے اقبال کی نشانی ہے۔ بجز اس کے کہ انسان سچائی سے خدا کی طرف آئے خدا کسی کی پروا نہیں کرتا خواہ وہ کوئی ہو۔ مبارک دن ہمیشہ نیک بخت کو ملتے ہیں۔ یہ آثار صلاحیت۔تقویٰ اور خداترسی کے جو آپ میں پیدا ہو گئے ہیں آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے بہت ہی مفید ہیں''۔ [۴۷۶]

حضورؑ کی نظر میں نواب صاحبؓ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا سا اخلاص رکھتے تھے حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بحمداللہ اس جگہ سب طرح سے خیریت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو تمام غموم ہموم سے نجات بخشے آمین۔ میری طبیعت بہ نسبت سابق اچھی ہے صرف کثرت پیشاب اور دوران سر کی شکایت ہے اور بعض اوقات ضعف قلب ایسا ہو جاتا ہے کہ ہاتھ پیر سرد ہو کر ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا ان میں ایک قطرہ خون نہیں اور زندگی خطرناک معلوم ہوتی ہے پھر کثرت سے دبانے سے وہ حالت جاتی رہتی ہے۔ میں تو جانتا ہوں کہ ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا وہ پیشگوئی پوری ہو جاتی کہ جو دو زرد چادروں کی نسبت بیان فرمائی گئی ہے۔ دشمن ہر طرف جوش وخروش میں ہے خدا تعالےٰ دوستوں کو وہ اعتقاد بخشے کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا کیا

گیا تھا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں سے جن کے دل صاف ہیں اور روح پاک ہیں اور ایمانی ترقی کی استعداد رکھتے ہیں خدا تعالیٰ ضرور ان کو ایمانی ترقی بخشے گا اور جو لوگ نفسانی اغراض اور دنیا پرستی سے سخت ملوث اور دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں میں ہمیشہ ان کی حالت سے ڈرتا ہوں کہ ٹھوکر نہ کھاویں۔ اور ایمان اور سعادت سے خارج نہ ہو جاویں لیکن میں اس بات کے لکھنے سے بہت ہی خوش ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے آپ میں ہر یک موقعہ پر دلی ہمدردی اور اخلاص کا نمونہ پایا۔ پس یہ نشان اس بات کا ہے کہ گو آپ کو دنیا کے تردو کی وجہ سے ہزار ہا غم ہوں لیکن بہر حال آپ دین سے محبت رکھتے ہیں۔ یہی ایک ایسی چیز ہے جس سے آخر کار ہر یک غم سے رہائی دی جاتی ہے۔ میں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے۔ آپ کے لئے دعا میں مشغول ہے☆ اور میرا ایمان ہے کہ یہ دعائیں خالی نہیں جائینگی۔ آخر ایک معجزہ کے طور پر ظہور میں آئیں گی۔ اور میں انشاء اللہ دعا کرنے میں سست نہیں ہوں گا۔ جب تک اس قسم کا معجزہ نہ دیکھ لوں۔ پس آپ کو اپنے دل پر غم غالب نہیں کرنا چاہئے۔ ہونے ہوتا رہے* جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ مصیبت اور ابتلاء کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ ہر حملہ کہ واری نکُنی نامردی...... میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آپ صبر کے ساتھ آخری دن کا انتظار کریں گے تو انجام کار میری دعاؤں کا نمایاں اثر ضرور دیکھ لیں گے۔

باقی سب خیریت ہے۔ میری طرف سے اور والدہ محمود کی طرف سے اپنے گھر میں سلام علیکم کہہ دیں۔ اور بچوں کو پیار۔

راقم خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

مکرر یہ کہ اپیل خدا تعالےٰ کے فضل سے منظور ہو گیا ہے اور سات سو روپیہ جیسا کہ دستور ہے انشاء اللہ واپس مل جائے گا۔ اس کے لئے کہہ دیا ہے کہ جب وہ روپیہ ملے تو وہ آپ کی خدمت میں بھیج دیا جائے کیونکہ مشکلات کے وقت میں آپ کو ہر طرح سے روپیہ کی ضرورت ہے۔ والسّلام غلام احمد عفی عنہ ۴۷۷☆☆

☆ نقل بمطابق اصل (مؤلف)

* اصل مکتوب میں یہی الفاظ ہیں۔ یعنی۔

''ہونے ہوتا رہے۔'' غالباً یہ فقرہ ہوگا ''ہونے والا ہوتا رہے۔'' ''ہونے'' کے بعد ایک لفاظ کاٹا ہوا موجود ہے۔ (موئف)

☆☆ اس مکتوب پر تاریخ درج نہیں لیکن سات سو روپیہ کی واپسی کا ذکر ہے۔ لیکن یہ روپیہ بطور جرمانہ مقدمہ

حضرت اقدسؑ کی دعائیں نواب صاحبؓ کے لئے

نواب صاحبؓ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر گزشتہ اوراق میں شرح وبسط سے لکھا جا چکا ہے۔آپ نے عین عنفوانِ شباب میں بیس سال کی سی چھوٹی عمر میں باوجود ریاست وامارت کے اپنی سعی بلیغ سے اپنے تئیں منہیات سے بچایا اور تقویٰ کی راہ اختیار کی۔آپ وابستگان اسلام کے ہمدرد۔رسم ورواج کے مخالف۔پردہ کے سخت حامی۔غرباء کے لئے دردمند دل رکھنے والے۔امور آخرت کے لئے ہر دم فکر مند۔قرآن مجید وحدیث شریف کے عاشق۔نماز وروزہ کے پابند۔دعا گذار۔تہجد گذار۔خدمت سلسلہ اور تبلیغ کو عین فرض یقین جاننے والے۔خدام واہلبیت سے بہترین سلوک کرنے اور اولاد کی اعلیٰ تربیت کرنے والے غرباء پرور اور خلافت کے حامی تھے۔آپ نے ہجرت کر کے قیام قادیان سے بہترین رنگ میں استفادہ کرنے کی سعی کی۔نماز باجماعت، تہجد، حضرت اقدسؑ کی مجالس میں حاضری کا اہتمام کرتے اور اگر کسی قسم کی کوتاہی ہوتی تو اس پر پشیمان ہوتے اور دعا کرتے تا کہ آئندہ اللہ تعالیٰ ایسی کوتاہی سے مجتنب رہنے کی توفیق عطا کرے۔حضورؑ کی مجلس میں کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکتے تو دوسروں سے تفصیل معلوم کرتے۔مختصر یہ کہ آپ اپنی اور دوسروں کی روحانی بہتری کے لئے عمر بھر طاغوتی طاقتوں سے ایک سپہ سالار کی طرح نبرد آزما رہے۔آپ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ کی سچی تصویر تھے۔

اس سیرت صلحاء سے آپ کیونکر متصف ہوئے؟ اول تو آپؓ کی پاکیزہ فطرتی کے سبب نورفطرت جیسا اعلیٰ رہبر آپؓ کا رفیق راہ تھا۔دوسرے آپ منہیات سے احتراز کرنے اور تقویٰ کے جادہ مستقیم پر گامزن ہونے کی سعی بلیغ فرماتے تا قولی ایمان عملی ایمان وعرفان میں مبدل ہو کر سیرت ابدالی بے بدل کے رنگ میں آپ کو مرتبہ شہود پر فائز کردے۔

درخواست بیعت کو قبول کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نصائح فرمائی تھیں نواب صاحب بدل وجان اس پر عمل پیرا ہوئے۔حضورؑ نے تحریر فرمایا تھا۔

''اشتہار شرائط بیعت بھیجا جاتا ہے جہاں تک وسعت وطاقت ہو اس پر پابند ہوں اور کمزوری کے دور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد چاہتے رہیں۔اپنے رب کریم سے مناجات خلوت کی مداومت رکھیں اور

بقیہ حاشیہ:- کرم الدین دیا گیا تھا۔اپیل کا فیصلہ جس میں حضورؑ بری قرار دیئے گئے تھے ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو لکھا گیا تھا۔مؤلف

ہمیشہ طلب قوت کرتے رہیں۔

''جس دن کا آنا نہایت ضروری ہے اور جس گھڑی کا وارد ہو جانا نہایت یقینی ہے اس کو فراموش مت کرو اور ہر وقت ایسے رہو کہ گویا تیار ہو۔ کیونکہ نہیں معلوم کہ وہ دن اور وہ گھڑی کس وقت آ جائیگی۔ سو اپنے وقتوں کی محافظت کرو اور اس سے ڈرتے رہو جس کے تصرف میں سب کچھ ہے۔ جو شخص قبل از بلا ڈرتا ہے اس کو امن دیا جائے گا مگر جو شخص بلا سے پہلے دنیا کی خوشیوں میں مست ہو رہا ہے وہ ہمیشہ کے دکھوں میں ڈالا جائے گا۔ جو شخص اس قادر سے ڈرتا ہے وہ اس کے حکموں کی عزت کرتا ہے پس اس کو عزت دی جائے گی۔ مگر جو شخص نہیں ڈرتا اس کو ذلیل کیا جائے گا۔ دنیا بہت ہی تھوڑا وقت ہے۔ بے وقوف ہے وہ شخص جو اس سے دل لگاوے اور نادان ہے وہ آدمی جو اس کے لئے اپنے رب کریم کو ناراض کرے۔ سو ہوشیار ہو جاؤ تا غیب سے قوت پاؤ۔ دعا بہت کرتے رہو اور عاجزی کو اپنی خصلت بناؤ۔ جو صرف رسم اور عادت کے طور پر زبان سے دعا کی جاتی ہے یہ کچھ بھی چیز نہیں۔ اس میں ہرگز زندگی کی روح نہیں۔ جب دعا کرو تو بجز صلوٰۃ فریضہ کے یہ دستور رکھو کہ اپنی خلوت میں جاؤ اور اپنی ہی زبان میں نہایت عاجزی کے ساتھ جیسے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرو کہ

> اے رب العالمین! تیرے احسان کا میں شکر نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے نہایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جاوے۔ میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین''۔ ۶۷۹

اسی طرح نواب صاحبؓ کے مدنظر حضورؑ کا یہ ارشاد تھا:

> ''مباحثہ قولی کی بجائے مباحثہ عملی زیادہ موثر اور مفید ہوتا ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو اپنا عمدہ نمونہ دکھانا چاہئے۔ تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے تقویٰ سے ظفر مندی قربِ خدا اور رُعب پیدا ہوتا ہے''۔

انہی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آپ کامیاب و کامران ہو کر **اصحابی کا لنجوم یا یھم اقتدیتم اھتدیتم** ۶۸۰ کے مطابق آسمان روحانیت پر ایک درخشندہ ستارہ بن کر چمکنے لگے۔ ارشاد نبویؐ کے مطابق

المسلم مرأة المُسلم ۲۸۱ ہر مسلم کو مسلم کامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس بننا چاہئے تبھی وہ مسلم کہلانے کا مستحق ہوگا۔ نواب صاحبؓ نے اپنے آئینہ دل کو اتنا صیقل کیا کہ بروز مسلم کامل کے بروز حضرت جری اللہ فی حلل انبیاء علیہا الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق و اوصاف حمیدہ کے انوار آپ کے اندر منعکس ہو کر یوں جلوہ گر ہوئے کہ آپ نہ صرف خود **نـورٌ علی نور** ہوگئے بلکہ اپنے قابل تقلید اسوہ کی ضوفشانی سے دوسروں کے لئے **حجته الله** قرار پا کر رہبری و ہدایت کا موجب ہوئے۔

یہ امر بھی نواب صاحبؓ کے مورد برکات بننے کا ذریعہ بنا کہ نماز جو معراج المومن ہے اسے آپ سنوار سنوار کر ادا کرتے اور استعانت کے لئے جبیں نیاز آشیانہ الٰہی پر جھکاتے۔ آپ حضرت اقدسؑ کی دعائیں جذب کرنے کے طریق سمجھتے تھے کہ ایک تو اپنے قلب میں جلا پیدا کیا جائے نیز فقید المثال قربانیاں اللہ تعالیٰ کے سلسلہ اور مخلوق کے لئے کی جائیں۔ اسی طرح حضورؑ کے قرب میں قیام کا سامان کیا جائے تا دعا کے مواقع حاصل ہوتے رہیں۔ آپ کی ہجرت اور تمام مشاغل اور قربانیاں اس کی عملی تفسیر ہیں۔ اور یہ سب کچھ اعلیٰ اور پاک تبدیلی کے بغیر ممکن نہیں۔

بیشک انبیاء کرامؑ کا زمانہ انقلاب کا سا رنگ رکھتا ہے۔ دوسرے زمانہ میں جو علم و عرفان اور ترقی درجات برسوں کی ریاضت اور سینکڑوں مجاہدات سے حاصل نہیں ہوتے۔ زمانہ نبوّت میں بسہولت تمام حاصل ہو جاتے ہیں۔ انبیاء کرام کے پاس جو بھی اخلاص سے آتا ہے ان کی صحبت فیض بخش اور دعا مستجاب سے پارس بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے **فـصـل عـلـيـهـم ان صلوتک سکن لهم** ۲۸۲ کہ مومنین کے لئے تیری دعائیں تسکین بخش ہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ استفاضہ بقدر ظرف ہوتا ہے۔ ظرف کی کیفیت و مزاج کے تغایر کے باعث ایک چیز ایک کے لئے غذا اور دوسرے کے لئے زہر ثابت ہوتی ہے۔ باراں رحمت کا نزول یکساں طور پر ہوتا ہے لیکن بقول ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روئد و در شورہ بوم و خس

ایک ہی بارش سے کہیں لالہ و ریحان اگ پڑتے ہیں اور کہیں بودار پودے اور جھاڑیاں۔ ایک ہی جگہ سے سیراب ہونے کے باوجود درختوں کے نشو و نما اور ثمر ور ہونے میں فرق ہوتا ہے ظرف کے مطابق ایک ہی زمین میں اُگنے اور ایک سی حرارت و تمازت حاصل کرنے کے باوجود ایک پودا تو زمین کے ساتھ لگا ہوتا ہے اور صرف چند انچ جگہ گھیرتا ہے اور ہوا کے خفیف سے جھونکے سے اکھڑ جاتا ہے۔ دوسرا درخت اپنے پھیلاؤ اور وسعت کی وجہ سے حیران کن ترقی کرتا ہے۔ اس کی جڑیں پاتال تک پہنچتی اور شاخیں فضاء آسمانی سے باتیں

کرتی ہیں ہزاروں پرندے اس کے اوپر بسیرا کرتے اور ہزاروں لوگ اس کے تلے ستاتے ہیں۔

سو روحانی دنیا میں جو لوگ تقویٰ اور اخلاص کے منارتک پہنچنے والے ہوتے ہیں۔انکو خود بھی دعاؤں پر اعلیٰ یقین عطا ہوتا ہے۔☆ ان کی اعلیٰ درجہ کی قربانیاں اور اعمال صالحہ انبیاء کے خاص دعاؤں کے لئے جاذب ہوتے ہیں۔جس کے لئے ایک نبی زیادہ دعائیں کرے گا۔اس پر رحمت و برکات کا نزول بھی زیادہ ہوگا۔ ذیل کے اقتباسات سے ظاہر ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نواب صاحبؓ اور آپ کے اہل وعیال کے لئے کتنی اور کس قسم کی دعائیں کی ہیں اور کتنی توجہ سے کی ہیں سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ نواب صاحبؓ حضورؑ کو دعا کے لئے خط لکھتے تو فرماتے کہ آدھی تسلی تو خط کے جواب پر ہی ہو جاتی ہے۔

☆ دعا کرنے اور دعا کرانے کے متعلق حضرت اقدسؑ کا ارشاد نواب صاحبؓ کی ڈائری بابت ۱۴رجنوری ۱۹۰۲ء سے جو معلوم ہوتا ہے درج ذیل ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب حضورؑ کی دعائیں نواب صاحبؓ کے حق میں شرف باریابی پا گئیں نواب صاحبؓ ضرور اس پر عمل پیرا ہوئے ہونگے:

۱۴رجنوری ۱۹۰۲ء

حضرت اقدسؑ نے سیر میں فرمایا کہ دنیاوی امور اور نفسانی خواہشات کے متعلق دعا دیر میں قبول ہوتی ہے اور دینی امور میں جلد۔

''آج دعا پر حضرت اقدسؑ نے مجھ کو مخاطب کر کے بڑی لمبی تقریر فرمائی۔خلاصہ کلام یہ تھا کہ دعا کرنے اور کرانے کے لئے صبر کی ضرورت ہے۔گھبرانا نہیں چاہئے۔بعض اوقات دوران دعا میں ابتلا بڑھ جاتی ہے۔ اپنے آپ کو مستقل بناؤ۔روح اور جسم کی کامل عاجزی دکھاؤ کیونکہ ان دونوں کی ملی ہوئی عاجزی سے دعا قبول ہوتی ہے۔جب تک دعا کرانے والے میں خود اصلاح اور خداوند تعالےٰ سے صُلح نہ ہو دُعا کرنے والے کی دعا بے فائدہ ہوتی (ہے) اور قبولیت دعا کی حالت میں بھی۔دعا کی حالت ایک درخت کی سی ہے کہ جب اس کی پت جھاڑ ہو جاتی ہے تو پھر نورس کے وقت گو کام شروع ہو جاتا ہے لیکن کچھ عرصہ تک پتہ نہیں چلتا کہ یہ درخت خشک ہے یا تر۔پھر اس میں آنکھیں پھوٹتی ہیں پھر شگوفہ آتا ہے پھر پھل لگتا ہے پھر وہ پھل تبدریج پکتا ہے پھر رسیدہ ہو کر کھانے کے قابل ہوتا ہے۔اسی طرح ولادت انسان کا مسئلہ (ہے)۔پس خدا تعالیٰ کے کام میں تدریج ہوتی ہے۔شتابکار خائب و خاسر رہتا ہے۔جو چیز انہونی ہوتی ہے اُس کی خبر جلد اور جو بات ہونی ہوتی ہے اس کی اطلاع یا وہ کام دیر میں ہوتا ہے۔وغیرہ وغیرہ''۔

۱- حضورؑ نواب صاحبؓ کو ۱۸۹۰ء میں تحریر فرماتے ہیں:

''عنایت نامہ متضمن بہ دخول در سلسلہ بیعت ایں عاجز موصول ہوا۔ دعاءِ ثبات واستقامت درحق آں عزیز کی گئی۔ ثبّتکم علی التقوٰی والایمان و فتح لکم ابواب الخلوص والمحبتہ والعرفان۔ آمین ثم آمین''۔ ۴۸۳

بقیہ حاشیہ:- نواب صاحب دعاؤں کی خاطر حضرت اقدسؑ کے قرب میں رہنے کی جس قدر اہمیت سمجھتے تھے وہ آپ کے مکتوب کے ذیل کے اقتباس میں ظاہر ہے۔ جو آپ نے اپنی ہمشیرہ کو تحریر فرمایا:

''جہاں تک مجھ کو تجربہ ہوا ہے اس سے قادیان میں علاج میں بڑے فوائد ہیں...... علاج روحانی کا یہاں سماں ہے۔ دعا کے لئے موقع حاصل۔ دعا کے لئے میں مختصر عرض کرتا ہوں کہ دعا کرنے کرانے کا قاعدہ لوگ بالکل نہیں جانتے۔ دعا کرنے کے لئے تو چاہئے صبر اور استقلال۔ اس طرح دعا مانگے جس طرح فقیر لوگوں سے مانگتے ہیں۔ فقیر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک خرگدا جواڑ کر لیتے ہیں۔ جب تک ان کو دیا نہ جائے ٹلتے نہیں۔ ایک ہوتے ہیں نرگدا جو صدا کی اور چلدیئے۔ تو دعا کرنے والے کو خرگدا بننا چاہئے یعنی اسی طرح دعا کرے اور یہانتک کرے کہ مراد حاصل ہو جائے اور اس دعا کرنے والے کو چاہئے کہ خواہ جان ہی کیوں نہ نکل جائے دعا کرتا رہے کیونکہ بعض دعائیں دیر میں منظور ہوتی ہیں اور بعض دعائیں ایسی ہوتی ہیں کہ جس کام کے لئے کی جاتی ہیں وہ کام دعا کرنے والے کے لئے مُضر ہوتا ہے۔ پس خدا اس کی دعا اس کے منشاء کے بموجب ایسی حالت میں منظور نہیں کرتا بلکہ کسی اور رنگ میں جو اس کے لئے مفید ہوتا ہے پورا کر دیتا ہے۔ پس انسان کو مرتے دم تک دعا کرنی چاہئے اور دعا سے تھکنا نہیں چاہئے

یاتن رسید بجاناں یا جاں زتن بر آید

یعنی یا تو مطلب تک انسان پہنچ جائے اور مطلب حاصل ہو جائے یا جان تن سے نکل جائے اب رہا دعا کرانا اس کے لئے ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح کرے۔ جس سے دعا کرائی جائے اُس سے گہرا تعلق پیدا کیا جائے اور صبر اور استقلال سے کام کرے تو دعا کرانی چاہئے بلا تعلق انبیاء سے بھی دعا کم نکلتی ہے۔ چنانچہ حضرت اسحٰقؑ کا قصہ ہے کہ ان کو اپنا ایک لڑکا زیادہ پیارا تھا مگر کوئی خصوصیت نہ کر سکتے تھے آخر انہوں نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے دعا کرنا چاہتا ہوں تم میرے لئے کچھ کھانے کے لئے لاؤ تا کہ تعلق اور خصوصیت پیدا ہو کر دعا کی تحریک کا سبب ہو۔ چنانچہ اس بیٹے نے یہ کیا کہ فوراً شکار کو چلا گیا تا کہ وہ باپ کے لئے کوئی عمدہ شکار لائے حضرت اسحٰق کے دوسرے بیٹے حضرت یعقوب کی والدہ یہ کل معاملہ سن رہی تھیں انہوں نے فوراً ایک

۲- ۹۱-۱۲-۲۲ کو حضورؑ نوابؓ صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ جل شانہ' آپ کو خوش رکھے اور عمر اور راحت اور مقاصد دلی میں برکت اور کامیابی بخشے۔ اگرچہ حسب تحریر مرزا خدا بخش صاحب آپ کے مقاصد میں سخت پیچیدگی ہے مگر ایک دعا کے وقت کشفی طور پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ میرے پاس موجود ہیں اور ایک دفعہ گردن اونچی ہوگئی اور جیسے اقبال اور عزت کے بڑھنے سے انسان اپنی

بقیہ حاشیہ:- دُنبہ نہایت موٹا حلال کر کے عمدہ پکا کے حضرت یعقوبؑ کو دیا کہ اپنے والد کے پاس لے جائیں حضرت یعقوب جب اپنے والد کے پاس یہ کھانا لے کر گئے تو انہوں نے دعا کی۔ اب بعد میں وہ پہلے بیٹے آئے تو اُس وقت حضرت اسحٰق نے فرمایا کہ وقت ہاتھ سے نکل گیا چنانچہ اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرت یعقوب خود نبی ہوئے اور اُن کی اولاد میں نبوت کا سلسلہ قائم ہوگیا جو آخر حضرت عیسیٰ پر ختم ہوا اور دینی اور دنیاوی جو برکات خداوند تعالیٰ نے اُن کی اولاد پر نازل کیں وہ ایسی تھیں کہ ان سے پہلے شاید ہی کسی قوم پر ہوئی ہوں۔

''اسی طرح ایک بزرگ کا قصّہ ہے کہ اُن کے پاس ایک شخص دعا کے لئے آیا۔ مطلب اُس کا یہ تھا کہ اُس کو کسی سے روپے لینے تھے اُس کا تمسّک کھویا گیا تھا یا اُس کے مکان کا قبالہ گم ہوگیا تھا اور اُس کو اس کاغذ کی بڑی ضرورت تھی۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تو مجھ کو کھلا تا کہ تعلق پیدا ہو۔ وہ شخص حلوائی کے ہاں حلوا خریدنے گیا اور حلوائی نے کاغذ پر حلوا رکھا کر اس شخص کو دیا۔ شخص مذکور اس بات کو دیکھ کر سخت حیران ہوا کہ وہ کاغذ وہی تھا جس کی اس کو تلاش تھی۔ اب جو بزرگ کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا مجھ کو تو صرف دعا کے لئے تحریک کے لئے ضرورت تھی۔ اب تو یہ حلوا اپنے عیال واطفال میں تقسیم کر دے میرے کسی کام کا نہیں۔

پس دعا کے لئے تعلق کا پیدا کرنا ضروری ہے کیونکہ دعا اپنے اختیار میں نہیں ہوتی اس کے لئے بھی وقت اور تحریک کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس پاس رہنے سے تحریکیں ہوتی رہتی ہیں۔ اکثر حضرت اقدسؑ کا قاعدہ ہے کہ کوئی شخص معمول پر اگر حاضر نہیں ہوتو دریافت فرماتے ہیں کہ فلاں کیوں نہیں آیا۔ اگر وہ بیماری کی وجہ سے حاضر نہیں ہوا تو ان کو تحریک ہوتی ہے۔ یا اگر اور ذرائع سے معلوم ہوا کہ فلاں شخص بیمار ہے تو آپ جس طرح ایک بہت ہی محبت کرنے والی ماں بے چین ہوتی ہے۔ اُس سے کہیں بڑھ کر بے چین ہوتے ہیں اور اِس لئے تحریک پیدا ہوتی ہے یا کسی وقت دعا کا عمدہ وقت مل گیا تو جن کے نام یاد ہوتے ہیں نام لے لے کر دعا فرماتے ہیں۔ اب جو دُور ہے ممکن ہے اُس کا نام بھول جائے پس جو ہر وقت سامنے رہتے ہیں اُن کے لئے دعاؤں کا زیادہ موقعہ ملتا ہے اس لئے یہاں کے علاج میں بڑا فائدہ ہے جو دوسری جگہ حاصل نہیں ہوسکتا''۔ ۲۰۰

گردن کوخوشی کے ساتھ ابھارتا ہے ویسی ہی صورت پیدا ہوئی۔ میں حیران ہوں کہ یہ بشارت کس وقت اور کس قسم کے عروج سے متعلق ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ظہور کا زمانہ کیا ہے مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی وقت میں کسی قسم کا اقبال اور کامیابی اور ترقی و عزت اللہ جل شانہ کی طرف سے آپ کے لئے مقرر ہے اگر چہ اس کا زمانہ نزدیک ہو یا دور ہو۔ سو میں آپ کے پیش آمدہ ملال سے گو پہلے غمگین تھا مگر آج خوش ہوں کیونکہ آپ کے مآل کار کی بہتری کشفی طور پر معلوم ہوگئی۔ **و الله اعلم بالصواب**۔'' [۴۸۴]

۳- ۹رجنوری ۱۸۹۲ء کو حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''مبلغ ۲۸۱ روپیہ مرسلہ آں محبّ کل کی ڈاک میں مجھ کومل گئے جزاکم اللہ خیرا۔ جس وقت آپ کا روپیہ پہنچا ہے مجھ کو اتفاقاً نہایت ضرورت درپیش تھی۔ موقعہ پر آنے کی وجہ سے میں جانتا ہوں کہ خداوند کریم وقادر اس خدمت للّٰہی کا آپ کو بہت اجر دے گا۔ **و اللّٰہ یحب المُحسنین**۔ [۴۸۵]

آج مجھ کو صبح کی نماز کے وقت بہت تضرع اور ابتہال سے آپ کے لئے دعا کرنے کا وقت ملا۔ یقین کہ خدا تعالیٰ اس کو قبول کرے گا۔ اور جس طرح چاہے گا اس کی برکات ظاہر کرے گا۔ میں آپ کو خبر دے چکا ہوں کہ میں نے پہلے بھی بشارت کے طور پر ایک امر دیکھا ہوا ہے گو میں ابھی اس کو کسی خاص مطلب یا کسی خاص وقت سے منسوب نہیں کر سکتا۔ تاہم بفضلہٖ تعالیٰ جانتا ہوں کہ وہ آپ کے لئے کسی بہتری کی بشارت ہے اور کوئی اعلیٰ درجہ کی بہتری ہے جو اپنے مقررہ وقت پر ظاہر ہوگی۔ **و الله اعلم بالصواب**۔

خداوند ذوالجلال کی جناب میں کوئی کمی نہیں اس کی ذات میں بڑی بڑی عجائب قدرتیں ہیں اور وہی لوگ ان قدرتوں کو دیکھتے ہیں کہ جو وفاداری کے ساتھ اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ جو شخص عہد وفا کو نہیں توڑتا اور صدق قدم سے نہیں ہارتا اور حسن ظن کو نہیں چھوڑتا اس کی مراد پوری کرنے کے لئے اگر خدا تعالیٰ بڑے بڑے معاملات کو ممکنات کر دیوے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ ایسے بندوں کا اس کی نظر میں بڑا ہی قدر ہے کہ جو کسی طرح اس کے دروازہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور شتاب

بازاور بے وفانہیں ہیں۔'' [۴۸۶]

۴- حضورؑ ۲۵/ مارچ ۱۸۹۳ء کوتحریر فرماتے ہیں:

''آپ کے دو عنایت نامے پہنچے یہ عاجز بباعث شدت کم فرصتی وعلالت طبع جواب نہیں لکھ سکا اور نیز یہ بھی انتظار رہی کہ کوئی بشارت کھلے کھلے طور پر پالینے سے خط لکھوں۔ چنانچہ اب تک آپ کے لئے جہاں تک انسانی کوشش سے ہوسکتا ہے توجہ کی گئی اور بہت سا حصہ وقت کا اسی کام کے لئے لگایا۔ سوان درمیانی امور کے بارہ میں اخویم مرزا خدا بخش صاحب اطلاع دیتے رہے ہوں گے اور آخر جو بار بار کی توجہ کے بعد الہام ہوا وہ یہ تھا اِنّ اللہ علٰی کل شیٔ قدیر ۔قل قوموا لِلّٰہِ قانتین ۔[۴۸۷] یعنی اللہ جلّ شانہٗ ہر یک چیز پر قادر ہے کوئی بات اس کے آگے ان ہونی نہیں انہیں کہہ دو☆ ...... جائیں اور یہ الہام ابھی ہوا ہے۔ اس الہام میں جو میرے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے فعلی طور پر کئے وہ یہی ہیں کہ ارادہ الٰہی آپ کی خیر اور بہتری کے لئے مقدر ہے۔ لیکن وہ اس بات سے وابستہ ہے کہ اسلامی صلاحیت اور التزام صوم وصلوٰۃ وتقویٰ وطہارت میں ترقی کریں بلکہ ان شرائط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امر مخفی نہایت ہی بابرکت امر ہے جس کے لئے یہ شرائط رکھے گئے ہیں۔ مجھے تو اس بات کے معلوم کرنے سے بہت خوشی ہوئی ہے کیونکہ اس میں آپ کی کامیابیوں کے لئے کچھ نیم رضا سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ امر تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ اس قسم کے الہامات اس شخص کے حق میں ہوتے ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ ارادہ خیر فرماتا ہے۔ اس عالم سفلی میں اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی کسی معزز عہدہ کا خواہاں ہو...... وقت اس کو اس طور سے تسلی دے کہ تم امتحان دو ہم تمہارا کام کردیں گے۔ سوخدا تعالیٰ آپ میں اور آپ کے دوسرے اقارب میں ایک صریح امتیاز دیکھنا چاہتا ہے اور چونکہ آپ کی طبیعت بفضلہٖ تعالیٰ نیک کاموں کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے۔ اس لئے یہی امید کی جاتی ہے کہ آپ اپنے مولیٰ کریم کو خوش کریں گے۔ میں نے مرزا خدا بخش صاحب کو رمضان کے دنوں تک اس لئے ٹھہرالیا ہے کہ تا پھر بھی ان مبارک دنوں میں وقتاً فوقتاً آپ کے

☆ آگے اصل خط بوجہ کاغذ پھٹ جانے کے الفاظ نہیں رہے۔

لئے دعائیں کی جائیں۔ مجھے ایسا الہام کسی امر کی نسبت ہو تو میں ہمیشہ سمجھتا ہوں کہ وہ ہونے والا ہے۔'' ۴۸۸

۵- ستمبر ۱۸۹۴ء میں حضور تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ دلوں پر اللہ جل شانہ کا تصرف ہے اس لئے سوچا کہ کسی وقت اگر جل شانہ نے چاہا تو آپ کے لئے دعا کی جائے نہایت مشکل یہ ہے کہ آپ کو اتفاق ملاقات کا کم ہوتا ہے اور دوست اکثر آمدورفت رکھتے ہیں۔'' (مکتوب نمبر ۷)

۶- ۱۴؍دسمبر ۱۸۹۵ء کو تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عزیزی محبی اخویم خان صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ میں بوجہ علالت طبع کچھ لکھ نہیں سکا کیونکہ دورہ مرض کا ہو گیا تھا۔ اور اب بھی طبیعت ضعیف ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اپنی محبت میں ترقی بخشے اور اپنی اس جاودانی دولت کی طرف کھینچ لیوے جس پر کوئی زوال نہیں آ سکتا۔ کبھی کبھی اپنے حالات خیریت آیات سے ضرور اطلاع بخشا کریں کہ خط بھی کسی قدر حصہ ملاقات کا بخشتا ہے۔ مجھے آپ کی طرف دلی خیال ہے اور چاہتا ہوں کہ آپ کی روحانی ترقیات بچشم خود دیکھوں۔ مجھے جس وقت جسمانی قوت میں اعتدال پیدا ہوا تو آپ کے لئے سلسلہ توجہ کا شروع کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل اور توفیق شامل حال کرے آمین۔

والسلام غلام احمد عفی عنہ ۱۴ دسمبر ۱۸۹۵ء روز پنجشنبہ ۴۸۹

۷- ۴؍جولائی ۱۸۹۸ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''کل مع الخیر علی الصباح تشریف لے جاویں۔ اللہ تعالیٰ خیر و عافیت سے پہنچائے آمین۔'' ۴۹۰

۸- ۲۶؍جولائی ۱۸۹۸ء کو حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کی شفا کے لئے نماز میں اور خارج نماز میں دعا کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر امید ہے کہ شفاء عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیچک

خاص طور کے دانے ہوں گے جن میں تیزی نہیں ہوتی۔خدا تعالیٰ کا رحم ہے کہ چیچک کے موذی سم سے بچایا ہے اور چیچک ہو یا خسرہ ہو یہ دونوں طاعون کے قائم مقام ہوتے ہیں۔یعنی ان کے نکلنے سے طاعون کا مادہ نکل جاتا ہے اور اس کے بعد طاعون سے امن رہتا ہے۔'' [۴۹۱]

۹- ۶/اگست ۱۸۹۸ء کو حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

عنایت نامہ پہنچا۔الحمد للہ و المنتہ کہ آپ کو اس نے اپنے فضل و کرم سے شفا بخشی۔میں نے آپ کے لئے اب کی دفعہ غم اٹھایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ قادیان میں جس بڑی عمر کے آدمی کو جو اسی برس سے زیادہ کی عمر کا تھا چیچک نکلی وہ جانبر نہیں ہوسکا۔ہمارے ہمسایوں میں دو جوان عورتیں اس مرض سے راہئی ملک بقا ہوئیں۔آپ کو اطلاع نہیں دی گئی۔یہ بیماری اس عمر میں نہایت خطرناک تھی۔بالخصوص اب کی دفعہ یہ چیچک وبائی طرح پر ہوئی ہے اس لئے نہایت اضطراب اور دلی درد سے نماز پنجگانہ میں اور خارج نماز گویا ہر وقت دعا کی گئی۔اصل باعث عاقبت خدا کا فضل ہے۔'' [۴۹۲]

۱۰- ۴/ستمبر ۱۸۹۸ء کو حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''عنایت نامہ پہنچا۔اللہ تعالیٰ آپ کو بکلی صحت عطا فرماوے۔چونکہ ان دنوں بباعث ایام برسات موسم میں ایک ایسا تغیر ہے جو تپ وغیرہ پیدا کرتا ہے اس لئے درحقیقت یہ سفر کے دن نہیں ہیں۔'' [۴۹۳]

۱۱- ایک مکتوب میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''عنایت نامہ پہنچا۔خسرہ کا نکلنا ایک طرح پر جائے خوشی ہے کہ اس سے طاعون کا مادہ نکلتا ہے...... میں ہر وقت نماز میں اور خارج نماز کے آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔خط پہنچنے پر تردد ہوا اس لئے جلدی سے مرزا خدا بخش آپ کی خدمت میں پہنچتے ہیں۔اللہ تعالیٰ جلد شفا بخشے۔آمین ثم آمین...... حالات سے جلد از جلد مطلع فرماتے رہیں۔خدا تعالیٰ حافظ ہو۔'' [۴۹۴]

۱۲- ۸/نومبر ۱۸۹۸ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''آں محبّ کے چار خط یکے بعد دیگرے پہنچے۔آپ کے لئے دعا کرنا تو میں

نے ایک لازمی امر ٹھہرایا ہوا ہے۔لیکن بے قرار نہیں ہونا چاہئے۔کہ کیوں اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔دعاؤں کے لئے تاثیرات ہیں اور ضرور ظاہر ہوتی ہیں...... جب دیر سے دعا قبول ہوتی ہے۔تو عمر زیادہ کی جاتی ہے۔اور جب جلد کوئی مراد مل جاتی ہے تو کمی عمر کا اندیشہ ہے۔میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ ایک مطلب کے حصول کی بشارت خدا تعالیٰ کی طرف سے سن لوں لیکن وہ مطلب دیر کے بعد حاصل ہونا موجب طول عمر ہو۔کیونکہ طول عمر اور اعمال صالحہ بڑی نعمت ہے۔'' ۴۹۵

۱۳- ۱۱رنومبر ۱۸۹۸ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''خدائے تعالیٰ فرزند نوزاد کو مبارک اور عمر دراز کرے۔آمین ثم آمین ...... لڑکے کے بدن پر تیل ملتے رہتے ہیں۔حافظ حقیقی خود حفاظت فرماوے اور آپ کے لئے مبارک کرے۔آمین ثم آمین۔دعا میں آپ کے لئے مشغول ہوں۔اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔'' ۴۹۶

۱۴- ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی بیوی مرحومہ کے لئے توجہ اور الحاح سے دعائے مغفرت کروں گا۔'' ۴۹۷

۱۵- نومبر ۱۸۹۸ء میں حضور تحریر فرماتے ہیں:

''آج صدمۂ عظیم کی تار مجھ کو ملی۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرماوے اور اس کے عوض آپ کو کوئی بھاری خوشی بخشے۔میں اس درد کو محسوس کرتا ہوں جو اس ناگہانی مصیبت سے آپ کو پہنچا ہوگا اور میں دعا کرتا ہوں کہ آئندہ خدا تعالیٰ ہر ایک بلا سے آپ کو بچائے اور پردۂ غیب سے اسباب راحت آپ کے لئے میسر کرے۔اس وقت آپ کے درد سے دل دردناک ہے اور سینہ غم سے بھرا ہے۔

آپ کے گھر کے لوگوں کے لئے مجھے دعا کا موقعہ بھی نہ ملا۔تاریں بہت بے وقت پہنچیں۔اب میں یہ خط اس نیت سے لکھتا ہوں کہ آپ پہلے ہی بہت نحیف ہیں۔میں ڈرتا ہوں کہ بہت غم سے آپ بیمار نہ ہو جائیں۔اب اس وقت آپ بہادر بنیں اور استقامت دکھلائیں......میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ غم کو دل پر غالب

ہونے نہ دیں۔ میں تعزیت کے لئے آپ کے پاس آتا مگر میری بیوی کی ایسی حالت ہے کہ بعض وقت خطرناک حالت ہوجاتی ہے۔'' [۴۹۸]

۱۶- ۲۹/جنوری ۱۹۰۰ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''عنایت نامہ...... مجھ کو ملا۔ اور اول سے آخر تک پڑھا گیا۔ دل کو اس سے بہت درد پہنچا کہ ایک پہلو سے تکالیف اور ہموم وغموم جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے مخلصی عطا فرماوے۔ مجھ کو جہاں تک انسان کو خیال ہوسکتا ہے یہ خیال جوش مار رہا ہے کہ آپ کے لئے ایسی دعا کروں جس کے آثار ظاہر ہوں لیکن میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں اور حیران ہوں کہ باوجودیکہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کو ان مخلصین میں سے سمجھتا ہوں جو صرف چھ سات آدمی ہیں۔ پھر بھی ابھی تک مجھ کو ایسی دعا کا پورا موقعہ نہیں مل سکا۔ دعا تو بہت کی گئی اور کرتا ہوں مگر ایک قسم دعا کی ہوتی ہے جو میرے اختیار میں نہیں۔ غالباً کسی وقت کسی قدر ظہور میں آئی ہوگی اور اس کا اثر یہ ہوا ہوگا کہ پوشیدہ آفات کو اللہ تعالیٰ نے ٹال دیا۔ لیکن میری دانست میں ابھی تک اکمل اور اتم طور پر ظہور میں نہیں آئی۔ مرزا خدا بخش صاحب کا اس جگہ ہونا بھی بہت یاددہانی کا موجب ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ کسی وقت کوئی ایسی گھڑی آجائے گی کہ یہ مدّعا کامل طور پر ظہور میں آجائے گا۔'' [۴۹۹]

۱۷- ایک مکتوب میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا عنایت نامہ مع دوسرے خط کے جو آپ کے گھر کے لوگوں کی طرف سے تھا جس میں صحت کی نسبت لکھا ہوا تھا پہنچا۔ بعد پڑھنے کے دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے۔'' [۵۰۰]

۱۸- ۷/اگست ۱۹۰۰ء کو حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا تحفہ پارچات نفیس وعمدہ جو آپ نے نہایت درجہ کی محبت اور اخلاص سے عطا فرمائے تھے مجھ کو مل گئے ہیں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہر ایک پارچہ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آں محبّ نے بڑی محنت اور اخلاص سے ان کو تیار کرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں اپنے بے انتہا اور نہ معلوم کرم اور فضل آپ پر کرے اور لباس التقویٰ

سے کامل طور سے اولیاء اور صلحاء کے رنگ سے مشرف فرماوے......میں بہ سبب ایام
صیام اور عید کے خط نہیں لکھ سکا۔'' [۵۰۱] ☆

۱۹- ۱۲؍دسمبر ۱۹۰۰ء کو حضورؑ نواب صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

''مجھے آپ کے لئے ایک خاص توجہ خدا نے پیدا کر دی ہے۔ میں دعا میں مشغول ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام تردداتِ سے محفوظ رکھ کر کامیاب فرماوے۔ آمین......اگرچہ ایسے امور کو لکھتے لکھتے جب آپ کی وہ مالی مشکلات یاد آجاتی ہیں جن کے سخت حملہ نے آپ پر غلبہ کیا ہوا ہے تو گو کیسے ہی ضرورت اور ثواب کا موقعہ ہو تو پھر بھی قلم یکدفعہ اضطراب میں پڑ جاتی ہے لیکن بانیہمہ میں جب دیکھتا ہوں کہ میں آپ کے لئے حضرت احدیت میں ایک توجہ کے ساتھ مصروف ہوں اور میں ہرگز امید نہیں رکھتا کہ یہ دعائیں خالی جائیں گی۔ تب میں ان چھوٹے چھوٹے امور کی پروانہیں کرتا بلکہ اس قسم کے خیال قبولیت دعا کے لئے راہ کو صاف کرنے والے ہیں۔ یہ تجربہ شدہ نسخہ ہے کہ مشکلات کے وقت حتی الوسع ان درماندوں کی مدد کرنا جو مشکلات میں گرفتار ہیں دعاؤں کے قبول ہونے کا ذریعہ ہے۔'' [۵۰۲]

۲۰- اسی طرح حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''میں اب ایک مدت سے ہر یک نماز میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔''
(مکتوب نمبر ۹۷)

۲۱- ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں نواب صاحب کے لئے پنج وقت نماز میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی پریشانی دور کرے۔'' (مکتوب نمبر ۸۸)

۲۲- ۶؍اگست ۱۹۰۲ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''غائبانہ آپ کی شفاء کے لئے دعا تو کرتا ہوں مگر چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس آکر سنت عیادت کا ثواب بھی حاصل کروں۔'' [۵۰۳]

☆ اس مکتوب کی تاریخ درست درج نہیں۔ اصل نہیں مل سکا کہ تصحیح ہو سکتی۔ غلطی یوں ہے کہ ۱۸۸۹ء سے ۱۹۰۸ء تک کوئی عید الفطر ماہ اگست میں نہیں ہوئی۔ ۱۹۰۰ء میں عید الفطر ۲ فروری کو تھی۔

۲۳- مکرم میاں عبدالرحیم خان صاحب کے شدید بیمار ہونے پر جو حضور نے شفاعت کی اور معجزہ شفایابی ظاہر ہوا اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خان صاحب لاہور میں شدید بیمار ہو گئے تو حضورؑ بہت فکرمند ہوئے اور متعدد خطوط میں تشویش کا اظہار کیا ۲۵/ مارچ ۱۹۰۴ء کو تحریر فرمایا:

''اس وقت تار کے نہ پہنچنے سے بہت تفکر اور تردد ہوا۔خدا تعالیٰ خاص فضل کر کے شفا بخشے۔اس جگہ دور بیٹھے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اصل حالت کیا ہے۔اگر کوئی صورت ایسی ہو کہ عبدالرحمٰن کو ساتھ لے کر قادیان آ جاویں تو روبرو دیکھنے سے دعا کے لئے ایک خاص جوش پیدا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ شفا بخشے اور وہ آپ کے دل کا درد دور کرے۔'' ۵۰۴

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''ایسے وقت آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا کہ میں دعا میں مشغول ہوں اور امیدوار رحمت ایزدی۔حالات کے معلوم کرنے سے میری بھی یہی رائے ہے کہ ایسی حالت میں قادیان میں لانا مناسب نہیں۔امید کہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد وہ دن آئے گا کہ بآسانی سواری کے لائق ہو جائیں گے...... میں خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے بہت توجہ سے دعا کرتا رہوں گا۔

دو خاص وقت ہیں (۱) وقت تہجد (۲) اشراق۔ ماسوا اس کے پنج وقت نماز میں انشاءاللہ دعا کروں گا۔اور جہاں تک ہو سکے آپ تازہ حالات سے ہر روز مجھے اطلاع دیتے رہیں۔ کیونکہ اگرچہ اسباب کی رعایت بھی ضروری ہے مگر حق بات یہ ہے کہ اسباب بھی تب ہی درست اور طبیب کو بھی تب ہی سیدھی راہ ملتی ہے جبکہ خدائے تعالیٰ کا ارادہ ہو اور انسان کے لئے بجز دعا کے کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جو خدا تعالیٰ کے ارادہ کو انسان کی مرضی کے موافق کر دے۔ایک دعا ہی ہے کہ اگر کمال تک پہنچ جائے تو ایک مردہ کی طرح انسان اس سے زندہ ہو سکتا ہے۔خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ دعا کمال کو پہنچ جائے۔وہ نہایت عمدہ چیز ہے۔یہی کیمیا ہے۔اگر اپنے تمام شرائط کے ساتھ متحقق ہو جائے۔خدا تعالیٰ کا جن لوگوں پر فرض ہے اور جو لوگ اصطفاء اور اجتباء کے درجہ تک پہنچتے ہیں۔اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ان کو نہیں دی گئی کہ اکثر دعائیں ان کی قبول ہو جائیں۔گو مشیت الٰہی نے یہ قانون رکھا ہے کہ بعض دعائیں مقبولوں

کی بھی قبول نہیں ہوتیں لیکن جب دعا کمال کے نقطہ تک پہنچ جاتی ہے۔جس کا پہنچانا محض خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ یہ کبریت احمر ہے جس کا وجود قلیل ہے۔'' ۵۰۵

اس بارہ میں ۶ر اپریل ۱۹۰۴ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''میں تو دن رات دعا کر رہا ہوں اور اس قدر زور اور توجہ سے دعائیں کی گئی ہیں کہ بعض اوقات میں ایسا بیمار ہو گیا کہ یہ وہم گزرا کہ شاید دو تین منٹ جان باقی ہے اور خطرناک آثار ظاہر ہو گئے۔'' ۵۰۶

اسی طرح ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

''شب بیداری اور دلی توجہات سے جو عبدالرحمٰن کے لئے کی گئی۔ میرا دل و دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے۔ بسا اوقات آخری دم معلوم ہوتا تھا۔ یہی حقیقت دعا ہے کوئی مرے تا مرنے والے کو زندہ کرے۔ یہی الٰہی قانون ہے۔ سو میں اگرچہ نہایت کمزور ہوں لیکن میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ آپ جب آویں تو پھر چند روز درد آنگیز دعاؤں سے فضل الٰہی کو طلب کیا جائے۔ خدا تعالیٰ صحت اور تندرستی رکھے۔'' ۵۰۷

۲۴- ایک مکتوب میں حضورؑ نواب صاحبؓ کو تحریر فرماتے ہیں:

''دعا تو کی جاتی ہے مگر وقت پر ظہور اثر موقوف ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ تکالیف سے آپ کو نجات بخشے۔ آمین۔'' ۵۰۸

۲۵- ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو اپنے فضل سے سچی پاکیزگی اور سچی دینداری سے پورے طور پر متمتع فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اور اپنی محبت اور اپنے دین کی التفات عطا فرمائے۔ آمین۔'' ۵۰۹

۲۶- نواب صاحبؓ کے اہل بیت محترمہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ کو حضورؑ نے تحریر فرمایا:

''میں نے آپ کا خط غور سے پڑھ لیا ہے...... انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔ میں نہ صرف دوا بلکہ آپ کے لئے بہت توجہ سے دعا بھی کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پوری شفا دے گا۔ ۵۱۰

اسی طرح ممدوحہ کو حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

’’ایسی بیماری جس سے زندگی سے بھی بیزاری ہے خداتعالیٰ شفا بخشے۔‘‘

(مکتوب نمبر۶۴ صفحہ ۲۷۲)

محترمہ موصوفہ کے متعلق حضور نے ایک کشف دیکھا تھا۔اس بارہ میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے تورات کے خواب سے کہ ایک قسم کا کشف تھا نہایت خوشی ہوئی کہ اندازہ سے باہر ہے۔اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔کل سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کی دعا کے ساتھ ان کو بھی شریک کر دوں۔شاید خداتعالیٰ نے یہ نمونہ اس لئے دکھایا ہے کہ میں ایک مستعد نفس کے لئے نماز میں دعا کرتا رہا ہوں۔اصل میں دنیا اندھی ہے کسی شخص کی باطنی حالت کو معلوم نہیں کرسکتی۔ بلکہ دنیا تو دنیا خود انسان جب تک وہ دن نہ آوے اپنی حالت سے بے خبر رہتا ہے۔ایک شہزادہ کا حال لکھا ہے کہ شراب پیتا اور سارنگی بجایا کرتا تھا......آخرکار بڑے اولیاء سے ہوگیا۔سو یہ کشف کچھ ایسی ہی خوشخبری سنا رہا ہے اس لئے کل میں نے ارادہ کیا کہ ہماری دولڑکیاں ہیں مبارکہ اور امتہ النصیر۔پس امتہ الحمید بیگم کو بھی اپنی لڑکی بنالیں اور اس کے لئے نماز میں بہت دعائیں کریں تا ایک آسمانی روح خدا اس میں پھونک دے۔وہ لڑکیاں تو ہماری کم سن ہیں شاید ہم ان کو بڑی ہوتی دیکھیں یا عمر وفا نہ کرے۔مگر یہ لڑکی جوان ہے ممکن ہے کہ ہم باطنی توجہ سے اس کی ترقی بچشم خود دیکھ لیں۔پس جبکہ ہم ان کو لڑکی بناتے ہیں تو پھر آپ کو چاہئے ہماری لڑکی (کے)☆ ساتھ زیادہ ہمدردی اور محبت اور وسیع اخلاق سے پیش آویں۔والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ[۵۱۱]

☆ خطوط وحدانی والا لفظ خاکسار کی طرف سے ہے۔

* خطوط وحدانی والا لفظ خاکسار کی طرف سے ہے۔

۲۷- ۲۴/اکتوبر۱۹۰۴ءکوحضوررقم فرماتے ہیں:

''خداتعالیٰ جلد تر شفا بخشے آمین۔میں نے ان دنوں میں آپ کے لئے بہت بہت دعا کی ہے اوردعا کرنے کا ایسا موقعہ ملا کہ کم ایسا ملتا ہے الحمدللہ کہ جلد یا کسی قدر دیر سے ان دعاؤں کا ضرور اثر ظاہر ہو جائے گا۔'' ۵۱۲

۲۸- دعاؤں کی تاثیرات کا ذکر کرتے ہوئے حضورؑ نواب صاحبؓ کوتحریرفرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۱۲/جنوری ۱۹۰۵ء

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آپ کا عنایت نامہ پہنچا میں دعا میں مصروف ہوں خداتعالیٰ جلدتر آپ کے لئے کوئی راہ کھولے دنیا کی مشکلات بھی خداتعالیٰ کے امتحان ہوتے ہیں۔خداتعالیٰ آپ کواس امتحان سے نجات دے آمین۔میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور نیز تجربہ بھی کہ آخر دعائیں قبول ہوکر کوئی مخلصی کی راہ پیدا کی جاتی ہے اور کثرت دعاؤں کے ساتھ آسمان پر ایک خلق جدید اسباب کا ہوتا ہے۔یعنی بحکم ربی نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں۔خداتعالیٰ کا یہ وعدہ سچ ہے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ جو انقلاب تدبیر سے نہیں ہوسکتا وہ دعا سے ہوتا ہے بایں ہمہ دعا کے ثمرات دیکھنے کے لئے صبر درکار ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی دعاؤں کا اخیر نتیجہ یہ ہوا کہ باراں برس کے (بعد)* یوسف زندہ نکل آیا۔ایمان میں ایک عجیب برکت ہے جس سے مردہ کام زندہ ہوجاتے ہیں سوآپ نہایت مردانہ استقامت سے کشائش وقت کا انتظار کریں اللہ تعالیٰ کریم ورحیم ہے اور میری طرف سے اور والدہ محمود کی طرف سے گھر میں السلام علیکم ضرور کہہ دیں۔

والسلام خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۵۱۳

۲۹- ذیل کے مکتوب میں رضاء بالقضاء وغیرہ متعدد امور پر روشنی پڑتی ہے۔حضورؑ نواب صاحبؓ کوتحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیزی محبی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔اس وقت آپ کا پریشانی سے بھرا ہوا خط پڑھ کر میرے دل کو اس قدر قلق اور اضطراب کا صدمہ پہنچا جو میں بیان نہیں کرسکتا۔ مجھے بباعث لحوق امراض وصدمات ضعف قلب ہے کسی مخلص دوست کی غم سے بھری ہوئی بات کو سن کر اس قدر متاثر ہوجاتا ہوں کہ گویا وہ غم میرے پرہی وارد ہو گیا ہے۔ مجھے آپ کی غمخواری کے لئے بے اختیار ایک کشش اور کرب دل میں پیدا ہوگیا ہے انشاء اللہ القدیر میں پوری توجہ سے آپ کے لئے دعا کروں گا۔مگر اے عزیز آپ کو یاد رہے ہمارا آقا ومولا رب السموات والارض نہایت درجہ کا مہربان اور رحیم وکریم ہے کہ اپنے گنہگار بندوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور آخر وہی ہے جوان کے زخموں پر مرہم رکھتا ہے اوران کی بے قراری کی دعاؤں کوسنتا ہے کبھی کبھی وہ اپنے بندہ کی آزمائش بھی کرتا ہے لیکن آخر کار رحم کی چادر سے ڈھانک لیتا ہے۔اس پر جہاں تک ممکن ہوتوکل رکھواوراپنے کام اس کوسونپواس سے اپنی بہبودی چاہومگر دل میں اس کی قضاء وقدر سے راضی رہو۔ چاہئے کہ کوئی چیز اس کی رضاء سے مقدم نہ ہو۔ میں آپ کے لئے بہت دعا کرتا ہوں اور کروں گا اوراگر کچھ معلوم ہوا تو آپ کو اطلاع دوں گا۔آپ درویشانہ سیرت سے ہرایک نماز کے بعد گیارہ دفعہ **لاحول ولاقوۃ اِلَّاباللّٰہِ العلی العظیم** پڑھیں اوررات کوسونے کے وقت معمولی نماز کے بعد کم ازکم اکتالیس دفعہ درود شریف پڑھ کر دورکعت نماز پڑھیں اور ہرایک سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ **یاحیی یاقیوم برحمتک استغیث**۔ پھرنماز پوری کر کے سلام پھیر دیں۔اوراپنے لئے دعا کریں اورمرزا خدابخش کو کہہ چھوڑیں کہ جلد جلد مجھے اطلاع دیویں۔دہلی میں آکر میری طبیعت بہت علیل ہوگئی ہے۔اس وقت خارش کی پھنسیاں ایسی ہیں جیسے شاخ کوپھل لگا ہوا ہوتا ہے اسی وجہ سے بخار بھی رہا ریزش بھی بشدت ہوگئی اورطبیعت ضعیف اورکمزور ہے۔لیکن میں نے نہایت قلق کی وجہ سے نہ چاہا کہ آپ کے خط کوتاخیر میں ڈالوں۔خداتعالیٰ آپ کے غم ودرد دور کرے اوراپنی

مرضیات کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از دہلی کوٹھی نواب لوہارو ۲۴؍اکتوبر ۵ء [۵۱۴]

۳۰- ۴؍اپریل ۱۹۰۶ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''الحمد للہ تادم تحریر خط ملا۔ ہر طرح سے خیریت ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو معہ اہل وعیال سلامت قادیان میں لاوے۔ آمین۔'' [۵۱۵]

۳۱- اسی طرح حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ چونکہ آپ کے تردداتِ اور غم اور ہم انتہاء تک پہنچ گیا ہے اس لئے بموجب مثل مشہور کہ ہر کمالے را زوالے۔ امید کی جاتی ہے کہ اب کوئی صورت مخلصی کی اللہ تعالیٰ پیدا کرے دے گا اور اگر وہ دعا جو گویا موت کا حکم رکھتی ہے اپنے اختیار میں ہوتی تو میں اپنے پر آپ کی راحت کے لئے سخت تکالیف اٹھا لیتا۔ لیکن افسوس کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے ایسی دعا خدا تعالیٰ نے کسی کے ہاتھ میں (نہیں) رکھی۔ بلکہ جبکہ وقت آجاتا ہے تو آسمان سے وہ حالت دل پر اترتی ہے۔ میں کوشش میں ہوں اور دعا میں ہوں کہ وہ حالت آپ کے لئے پیدا ہو اور امید رکھتا ہوں کہ کسی وقت وہ حالت پیدا ہو جائے گی اور میں (نے) آپ کی سبکدوشی کے لئے کئی دعائیں کی ہیں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ خالی نہ جائیں گی۔ جس قدر آپ کے لئے حصہ تکالیف اور تلخیوں کا مقدر ہے اس کا چکھنا ضروری ہے۔ بعد اس کے یکدفعہ آپ دیکھیں گے کہ نہ وہ مشکلات ہیں اور نہ وہ دل کی حالت ہے۔'' [۵۱۶]

۳۲- حضورؑ ۲۰؍دسمبر ۱۹۰۶ء کو تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ خاکسار بباعث کثرت پیشاب اور دوران سر اور دوسرے عوارض کے خط لکھنے سے قاصر رہا۔ ضعف بہت ہو رہا ہے یہاں تک کہ بجز دو وقت یعنی ظہر اور عصر کے گھر میں نماز پڑھتا ہوں۔ آپ کے خط میں جس قدر تردّدات کا تذکرہ تھا پڑھ کر اور بھی دعا کے لئے جوش پیدا ہوا۔ میں نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ پنج وقت نماز میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور میں یقین دل سے جانتا ہوں کہ یہ دعائیں بیکار نہیں جائیں گی۔'' [۵۱۷]

۳۳- اسی طرح تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم **نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم**

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رات مجھے مولوی صاحب نے خبر دی کہ آپ کی طبیعت بہت بیمار تھی تب میں نماز میں آپ کے لئے دعا کرتا رہا۔ چند روز ایک دینی کام کے لئے اس قدر مجھے مشغولی رہی کہ تین راتیں میں جاگتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا بخشے۔ میں دعا میں مشغول ہوں اور بیماری مومن کے لئے کفارہ گناہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شفا بخشے آمین۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ [۵۱۸]

۳۴- حضورؑ نے نواب صاحبؓ کو تحریر فرمایا تھا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو تمام غموم وہموم سے نجات بخشے۔ آمین...... جہاں تک مجھ سے ممکن ہے آپ کے لئے دعا میں مشغول ہے* اور میرا ایمان ہے کہ یہ دعائیں خالی نہیں جائیں گی۔ آخر ایک معجزہ کے طور پر ظہور میں آئیں گی اور میں انشاء اللہ دعا کرنے میں سست نہیں ہوں گا جب تک اس قسم کا معجزہ نہ دیکھ لوں۔ پس آپ کو اپنے دل پر غم غالب نہیں کرنا چاہئے...... میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آپ صبر کے ساتھ آخری دن کا انتظار کریں گے تو انجام کار میری دعاؤں کا نمایاں اثر ضرور دیکھ لیں گے۔'' (غیر مطبوعہ)

سو حضورؑ کی دعائیں نواب صاحبؓ کے تعلق میں بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوئیں۔ آپ احمدیت کے رنگ سے ایسے رنگین ہوئے کہ ظاہری وباطنی اتحاد سے یگانگت **دمک دمی ولحمک لحمی** کی حد تک پہنچی اور حضورؑ کی دامادی کا دُہرا شرف آپ کے خاندان کو نصیب ہوا حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی مماثلت میں دو نبی زادیوں کے رشتۂ قرابت سے آپ کا خاندان ذوالنورین ہونے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوا۔ پھر نواب صاحبؓ کی اولاد میں سے کئی صاحبزادیاں حضورؑ کے خاندان میں شادی ہوکر موعودہ ''خواتین مبارکہ'' میں شامل ہوئیں اور حضورؑ کی مبشر اولاد کی کئی صاحبزادیاں نواب صاحبؓ کی اولاد کی زوجیت میں آئیں۔ اس طرح نہ صرف وہ معجزہ ظہور میں آیا جس کا حضورؑ نے مکتوب مذکورہ بالا میں ذکر فرمایا ہے بلکہ ۱۸۹۱ء کا وہ کشف بھی پورا ہوا جس میں حضورؑ نے نواب صاحبؓ کے متعلق دیکھا تھا کہ

''آپ میرے پاس موجود ہیں اور ایک دفعہ گردن اونچی ہوگئی اور جیسے اقبال

اورعزت کے بڑھنے سے انسان اپنی گردن کوخوشی کے ساتھ ابھارتا ہے ویسی ہی صورت پیدا ہوئی۔ میں حیران ہوں کہ یہ بشارت کس وقت اور کس قسم کے عروج سے متعلق ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ظہور کا زمانہ کیا ہے مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ کسی وقت میں کسی قسم کا اقبال اور کامیابی اور ترقی عزت اللہ جل شانہ کی طرف سے آپ کے لئے مقرر ہے۔ اگر (چہ) اس کا زمانہ نزدیک ہو یا دور ہو۔ سو میں آپ کے پیش آمدہ ملال سے گو پہلے غمگین تھا مگر آج خوش ہوں کیونکہ آپ کے مآل کار کی بہتری کشفی طور پر معلوم ہوگئی۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**'' [۵۱۹]

۱۸۹۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نواب صاحبؓ کے لئے فرزند کا لفظ استعمال فرمایا۔ اور پورے بارہ برس بعد ظاہراً بھی نواب صاحبؓ حضورؑ کی فرزندی میں آگئے اور حضور نے جو نواب صاحبؓ کو تحریر کیا تھا بعینہٖ پورا ہو گیا یعنی

''کثرت دعاؤں کے ساتھ آسمان پر ایک خلق جدید اسباب کا ہوتا ہے ...... جو انقلاب تدبیر سے نہیں ہوسکتا وہ دعا سے ہوتا ہے بایں ہمہ دعا کے ثمرات دیکھنے کے لئے صبر درکار ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی دعاؤں کا اخیر نتیجہ یہ ہوا کہ باراں برس کے (بعد) یوسف زندہ نکل آیا۔ ایمان میں ایک عجیب برکت ہے جس سے مردہ کام زندہ ہو جاتے ہیں۔'' [۵۲۰]

سو جس مکتوب میں حضورؑ نے نواب صاحبؓ کے لئے فرزند کا لفظ استعمال کیا اسی میں اگلے جہاں میں دارالسلام میں نواب صاحبؓ کی ملاقات ہونے کی دعا فرمائی تھی۔ ایک حصہ جو اس دنیا کے متعلق تھا جبکہ وہ لفظاً پورا ہو چکا تو یقیناً بعد وفات دوسرا حصہ بھی پورا ہو چکا۔ حضرت نواب صاحبؓ جن کے متعلق حضرتؑ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

''حبی فی اللہ سردار نواب محمد علی خان صاحب بھی محبت اور اخلاص میں بہت ترقی کر گئے ہیں اور فراست صحیحہ شہادت دیتی ہے کہ وہ بہت جلد قابل رشک اخلاص اور محبت کے منار تک پہنچیں گے۔'' [۵۲۱]

آپ کے ذکر خیر کو حضورؑ کے ذیل کے کلمات مبارکہ پر ختم کرتا ہوں جو حضورؑ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمائے تھے:

''جو کچھ آپ نے اپنی محبت اور جوش سے لکھا ہے درحقیقت مجھ کو یہی امید تھی

اور میرے ظاہری الفاظ صرف اس غرض سے تھے کہ تا میں لوگوں پر یہ ثبوت پیش کروں
کہ آں محبّ اپنے دلی خلوص کی وجہ سے نہایت استقامت پر ہیں۔ سوالحمد للہ کہ میں
نے آپ کو ایسا ہی پایا میں آپ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسا کہ اپنے فرزند عزیز سے
محبت ہوتی ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اس جہاں کے بعد بھی خدا تعالیٰ ہمیں دار السلام
میں آپ کی ملاقات کی خوشی دکھاوے۔'' ۵۲۲

ذیل میں خاکسار براہین احمدیہ کے تعلق میں بعض باتیں سلسلہ کی تاریخ کی خاطر درج کر دیتا ہے جو اس وقت تک سلسلہ کے لٹریچر میں نہیں آئیں اور بالکل نئی ہیں۔ اور کتاب ہذا (ایڈیشن اوّل) کے صفحہ ۳۷ تا ۳۹ سے متعلق ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام براہین احمدیہ صفحہ ب و ج میں تحریر فرماتے ہیں:

''پست ہمت مسلمانوں کو لازم ہے کہ جیتے ہی مر جائیں۔ اگر محبت خدا اور رسولؐ
کی نہیں تو اسلام کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں؟ کیا خباثت کے کاموں میں اور نفس امارہ کی
پیروی میں اور ناک بڑھانے کی نیت سے بے اندازہ مال ضائع کرنا اور اللہ اور رسولؐ
کی محبت میں اور ہمدردی کی راہ میں ایک دانہ ہاتھ سے نہ چھوڑنا یہی اسلام ہے؟ نہیں
یہ ہرگز اسلام نہیں یہ ایک باطنی جذام ہے۔ یہی ادبار ہے کہ مسلمانوں پر عائد ہو رہا
ہے۔ اکثر مسلمان امیروں نے مذہب کو ایک ایسی چیز سمجھ رکھا ہے کہ جس کی ہمدردی
غریبوں پر ہی لازم ہے اور دولت منداس سے مستثنیٰ ہیں جنہیں اس بوجھ کو ہاتھ لگانا بھی
منع ہے۔ اس عاجز کو اس تجربہ کا اس کتاب کے چھپنے کے اثناء میں خوب موقعہ ملا کہ
حالانکہ بخوبی مشتہر کیا گیا تھا کہ اب یہ بباعث بڑھ جانے ضخامت کے اصل قیمت
کتاب کی سو روپیہ ہی مناسب ہے کہ ذی مقدرت لوگ اس کی رعایت رکھیں کیونکہ
غریبوں کو تو یہ صرف دس روپیہ میں دی جاتی ہے سو جبر نقصان کا واجبات سے ہے مگر بجز
سات آٹھ آدمی کے سب غریبوں میں داخل ہو گئے۔ خوب جبر کیا۔ ہم نے جب کسی
منی آرڈر کی تفتیش کی کہ یہ پانچ روپیہ بوجہ قیمت کتاب کس کے آئے ہیں یا یہ دس روپیہ
کتاب کے مول میں کس نے بھیجے ہیں تو اکثر یہی معلوم ہوا کہ فلاں نواب صاحب نے
یا فلاں رئیس اعظم نے۔ ہاں نواب اقبال الدولہ صاحب حیدرآباد نے اور ایک
اور رئیس نے ضلع بلند شہر سے جس نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کیا ہے ایک نسخہ کی

قیمت میں سوسو روپیہ بھیجا ہے۔اور ایک عہدہ دار محمد افضل خان نام نے ایک سودس اورنواب صاحب کوٹلہ مالیر نے نسخہ کی قیمت میں سو روپیہ بھیجا۔اور سردار عطر سنگھ صاحب رئیس اعظم لدھیانہ نے کہ جو ایک ہندو رئیس ہیں۔اپنی عالی ہمتی اور فیاضی کی وجہ سے بطور اعانت ۲۵ روپے بھیجے ہیں۔''

سو خاکسار عرض کرتا ہے کہ

الف- نواب اقبال الدولہ کا پورا نام مع خطابات اقبال الدولہ اقتدار الملک قیصر ہند سر وقار الامراء نواب محمد فضل الدین خان سکندر جنگ بہادر کے سی۔آئی۔ای تھا۔آپ امیر کبیر شمس الامراء نواب رشید الدین خان بہادر کے فرزند اور نواب سکندر جاہ بہادر نظام سوم کے پوتے۔موجودہ نظام دکن کے بہنوئی۔نواب سر خورشید جاہ بہادر امیر کبیر کے چھوٹے بھائی اور نواب سر آسمان جاہ بہادر کے عم زاد بھائی تھے۔ولادت ۲۳؍محرم ۱۲۳۰ھ وفات ۶؍ذیقعدہ ۱۳۱۹ء۔نواب افضل الدولہ بہادر نظام دکن کی وفات پر نواب میر محبوب علی خاں بہادر کی صغرسنی کے باعث نواب اقبال الدولہ گارڈین مقرر ہوئے۔آپ نے یورپ کا سفر کیا۔ملکہ وکٹوریہ کے ہاں دعوت کھائی۔اس سفر سے شہرت بہت بڑھی۔

براہین احمدیہ کا ذکر ایک ایسی مجلس میں ہوتا رہتا تھا جس میں مرزا صادق علی بیگ صاحب ظہور علی صاحب وکیل اور ایک حکیم صاحب شامل ہوتے تھے۔ان میں سے کسی نے نواب صاحب موصوف کو چندہ کی تحریک کردی اور انہوں نے ایک سو روپیہ دے دیا۔نواب صاحب کے تموّل کے پیش نظر یہ رقم بہت قلیل تھی۔ان کے تموّل کا علم اس سے ہوتا ہے کہ ان کی شادی پر جانبین سے لاکھوں روپیہ خرچ ہوا۔ان کی اسٹیٹ پائے گا تیرہ سو نوے مربع میل میں تھی۔جس کی مردم شماری ۱۹۰۱ء میں قریباً اڑھائی لاکھ تھی اور یہ سب آپ کی رعایا تھے۔وہاں پینتالیس ہزار مکانات تھے۔اسٹیٹ کی سالانہ آمد تیرہ لاکھ روپیہ تھی۔آپ کو عمدہ عمارات کی تعمیر کا شوق تھا چنانچہ حیدر آباد کا قصر فلک نما آپ نے نو سال میں چالیس لاکھ روپیہ کے صرفہ سے تعمیر کروایا تھا۔طبیعت سخاوت پسند تھی۔کسی کو خالی نہ جانے دیتے تھے۔پچاس یا سو روپیہ سے کم دینے کے عادی نہ تھے۔

گو آپ کے تموّل کے پیش نظر ایک سو روپیہ کی اعانت زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی لیکن اکثر رؤسا نے جو سلوک کیا تھا اس کے پیش نظر قابل قدر تھی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس اعانت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔گو احمدیت کے متعلق کسی مرحلہ پر بھی نواب صاحب کو کوئی خیال نہ تھا لیکن اس اعانت کے تعلق میں اللہ تعالیٰ نے بھی نواب صاحب موصوف کا قرض نہیں رکھا اور انہیں بے بہا مال و دولت کے رنگ

میں اس کا اجر دیا اور پھر مسلسل تیس سال سے حضرت عرفانی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ان کے خاندان کے لئے بطور محافظ حقوق مقرر فرمایا۔ حضرت ممدوح کے پیش نظر بھی نواب صاحب موصوف کی براہین احمدیہ والی خدمت ہی رہتی ہے۔ حضرت موصوف کے کام سے یہ خاندان بہت خوش ہے۔ اور بظاہر کبھی بھی وہ جدا کرنا پسند نہیں کرتے۔ سید غلام محمد خان صاحب نے ''اقبال نامہ'' صرف نواب صاحب کے مفصل سوانح پر تصنیف کی ہے۔ اور ''گنجینۂ آصفیہ'' میں بھی مصنف موصوف نے نواب صاحب کے سوانح درج کئے ہیں۔

ب۔ ضلع بلند شہر کے جس رئیس کا حضورؑ نے ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے ایک سو روپیہ براہین احمدیہ کے لئے بھیجا لیکن اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کیا ہے۔ خاکسار کے نزدیک یہ رئیس نواب محمود علی خاں صاحب بہادر رئیس چھتاری ضلع بلند شہر تھے۔ اس کا علم رسالہ اشاعۃ السنہ سے ہوتا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بعض رؤساء اسلام کی طرف مراجعت کی حضرت اقدسؑ کو تحریک کی تھی جن میں نواب صاحب ممدوح کا نام بھی ہے۔ اور لٹریچر سے ان میں سے کئی ایک کو حضرت اقدسؑ کی طرف سے تحریک کئے جانے کا علم ہوتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب اشاعۃ السنہ جلد ۲ نمبر نہم ودہم بابت ستمبر و اکتوبر ۱۸۸۰ء میں صفحہ ۳ پر تحریر کرتے ہیں:

> ''۴۔ براہین احمدیہ کی معاونت کی نسبت ہم نمبر سابق میں بہت کچھ ترغیب دے چکے ہیں جس سے مسلمانان حامیان اسلام کے متاثر ہونے کی قوی امید ہے۔ اب ہم اس کتاب کے مؤلف مرزا غلام احمد صاحب کو ایک تدبیر فراہمی چندہ یا قیمت کتاب پر آگاہ کرتے ہیں وہ یہ کہ مرزا صاحب اس باب میں ان اعیان ورؤساء اسلام کی طرف مراجعت کریں جن میں اکثر ایسے اہل وسعت ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی صاحب توجہ کریں تو صرف اپنی ہمت سے بلاشراکت غیر کتاب کو چھپوا سکتے ہیں۔ آگے اس تدبیر کا کارگر ہونا خدا کے اختیار ہے۔ جس کی عظمت شان ہے۔ **اللّٰھم لا مانع لما اعطیت وَ لا معطی لما منعت** حکایت ہے۔ آں حضرات کے نام نامی یہ ہیں:

۱۔ نواب والا جاہ امیر الملک مولوی سید محمد صدیق حسن خان صاحب بہادر امیر ریاست بھوپال۔
۲۔ نواب محمود علی خان صاحب بہادر رئیس چھتاری ضلع بلند شہر۔
۳۔ نواب محمد ابراہیم علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ۔
۴۔ ....

۵- جناب خلیفہ محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ دام اقبالہم ۔''

اشاعۃ السنہ کی طرف سے اس ذکر پرانہی ایام میں حضرت اقدسؑ نے نواب صاحب چھتاری کو مدد کے لئے توجہ دلائی تھی چنانچہ حضورؑ ۲۱/جون ۱۸۸۳ء کے مکتوب میں میر عباس علی صاحب لدھیانوی کو تحریر فرماتے ہیں:

''ابتداء میں جب یہ کتاب چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کے لئے لکھا گیا تھا بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ سواس میں سے صرف ابراہیم علی خان صاحب نواب مالیر کوٹلہ اور محمود علی خان صاحب رئیس چھتاری اور مدارالمہام جونا گڑھ نے کچھ مدد کی تھی۔''

گویا کہ حضرت اقدسؑ نے جلد اول نواب صاحب کو ارسال فرمائی تھی۔ مزید تصدیق کہ ضلع بلند شہر کے یہی وہ رئیس ہیں جنہوں نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کر دیا تھا اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ دیگر معاونین کے اسماء تو حضرت اقدسؑ نے شائع فرما دئے۔ اگر نواب صاحب چھتاری وہی رئیس نہ تھے تو ان کا نام کیوں نہ شائع فرمایا۔ بلکہ صرف ایک پرائیویٹ مکتوب تک ان کا ذکر محدود رکھا گیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہی وہ رئیس تھے۔

ج- سردار عطر سنگھ صاحب رئیس لدھیانہ۔ ان کے متعلق چند سطور میں ایک نوٹ صفحہ ۳۸ میں دیا گیا ہے۔ راقم نے ذیل کے کوائف اور ان کی تصویر ان کے نبیرہ سردار گوردیال سنگھ صاحب سے حاصل کئے ہیں۔

آپ کا پورا نام مع القاب ملاذ العلماء والفضلاء ۔ مہامہوپادھیائے سردار عطر سنگھ صاحب کے سی۔ ایس۔ آئی رئیس بھڈور تھا۔ ولادت ۱۸۳۳ء وفات ۱۸۹۶ء۔ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے جن سے آپ نے بتیس ہزار بیگھہ اراضی اور پینتیس ہزار روپے کی جاگیر ورثہ میں پائی تھی۔ ریاست پٹیالہ کی طرح ان کی بھی ریاست تھی لیکن ۱۸۵۶ء کے بعد چھوٹے راجے جاگیردار قرار دے دئے گئے تھے۔ سردار عطر سنگھ صاحب کی مساعی سے خالصہ کالج بنا تھا۔ وہ کسی خاص فرقہ سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ سردار گوردیال سنگھ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت منشی عمرالدین صاحبؓ میرے دادا کے ۱۸۶۶ء سے ۱۸۹۶ء تک قریباً تیس سال ملازم رہے۔ وہ دیانتدار، مضبوط کیرکٹر کے مالک، مذہب کے دلدادہ، ملنسار اور اپنے آقا کے بہت وفادار تھے۔ وہ لائبریری جس میں حضرت منشی صاحب کام کرتے تھے سرموصوف کی وفات پر ان کی وصیت کے مطابق پبلک لائبریری میں شامل کر دی گئی تھی۔

آپ کا شجرہ درج ذیل ہے۔
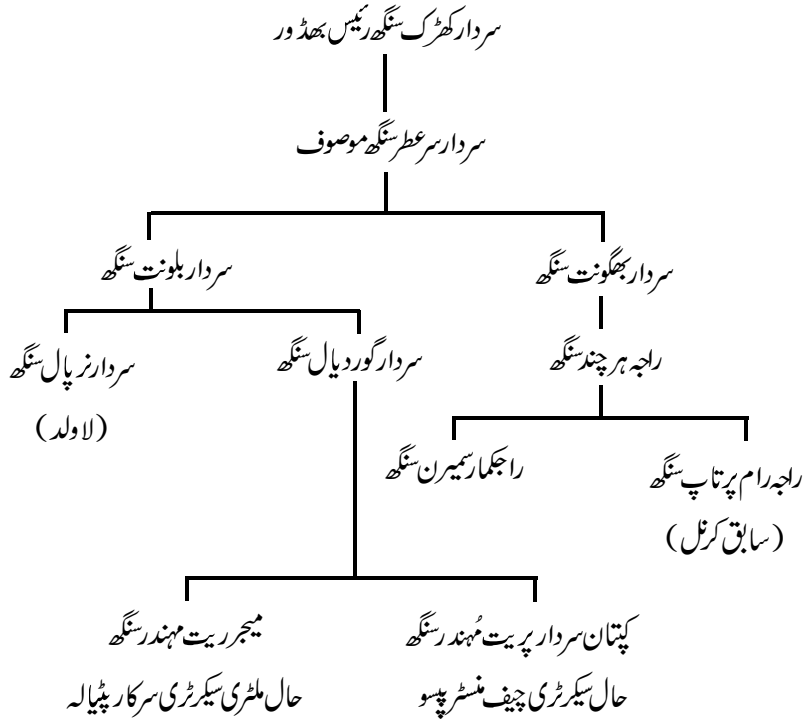
حوالہ جات

۱ : الفضل ۲۱ رجولائی ۱۹۵۱ء صفحہ ۲
۲ : البحر الذخار مسند البز از زیرِ عنوان مسند جابر بن سمرہؓ حدیث ابی برزہ اسلمی
۳ : الفضل ۱۵ رجنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۸
۴ : الفضل ۲۸ راگست ۱۹۴۱ء
۵ : الفضل ۱۰ را کتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱، ۲
۶ : تذکرہ صفحہ ۳۹۵۔ طبع جدید
۷ : سیرت المہدی جلد ۲ حصہ چہارم صفحہ ۴۵
۸ : سیرت المہدی جلد ۲ حصہ چہارم صفحہ ۵۲
۹ : سیرت المہدی جلد ۲ حصہ چہارم صفحہ ۵۲
۱۰ : تذکرہ صفحہ ۴۸۰۔ طبع جدید
۱۱ : ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۶
۱۲ : ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۶
۱۳ : روئیداد کانفرنس مذکورہ صفحہ ۹ تا ۲۰
۱۴ : روئیداد کانفرنس مذکورہ صفحہ ۱۷۵
۱۵ : مسئلہ جنازہ کی حقیقت صفحہ ۳۲
۱۶ : الفضل ۲۱ رجولائی ۱۹۴۳ء صفحہ ۳ ک ۳
۱۷ : مکتوباتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۵۳۸
۱۸ : براہینِ احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۳۱۹، ۳۲۰
۱۹ : حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۴ صفحہ ۴۶۷، ۴۶۸
۲۰ : مکتوباتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۵۷۸
۲۱ : مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۵
۲۲ : مکتوباتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۶۰۴
۲۳ : سیرت المہدی حصہ دوم روایت نمبر ۳۳۹
۲۴ : مکتوباتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۵۲۴
۲۵ : مکتوباتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۵۲۵

۲۶ : مکتوباتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۵۲۴
۲۷ : حیاتِ احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ٦٦
۲۸ : تذکرہ صفحہ ۴٦ حاشیہ۔ طبع جدید
۲۹ : مکتوباتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۵۲۷، ۵۲۹
۳۰ : تذکرہ صفحہ ۴۷، ۴۸ طبع جدید
۳۱ : حیاتِ احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۱۲
۳۲ : حیاتِ احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۱۱۰
۳۳ : مکتوباتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۵۹۷
۳۴ : اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ٦، ۷، ۸ صفحہ ۱۷۱، ۲۱۷ بابت جون، جولائی، اگست ۱۸۸۴ء
۳۵ : ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۷
۳٦ : مکتوباتِ احمد جلد اوّل صفحہ ۵۹۸
۳۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۴۷ تا ۱۴۹
۳۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۹۳، ۹۴
۳۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۵۰ تا ۱۵۷
۴۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹
۴۱ : القول الفضل صفحہ ٦۴
۴۲ : القول الفضل صفحہ ٦۴
۴۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۰۳
۴۴ : الفضل ۱۴ر جون ۱۹۳۸ء
۴۵ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۲٦، ۳۲۷
۴٦ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۲٦
۴۷ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۳۱
۴۸ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۳۱
۴۹ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۳۱
۵۰ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۳۸
۵۱ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۵۱، ۳۵۲
۵۲ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۵۴، ۳۵۵
۵۳ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۵۵، ۳۵٦
۵۴ : آسمانی فیصلہ۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۵۱، ۳۵۲
۵۵ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ٦۰۵، ٦۰٦

۵۶ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۳۵۷
۵۷ : تذکرہ المہدی صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۱
۵۸ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۶۳۸
۵۹ : ضمیمہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۴، ۳۲۵
۶۰ : ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۵۱۹، ۵۲۰
۶۱ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۶۳۸
۶۲ : جنگ مقدس۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۲۹۱، ۲۹۲
۶۳ : اصحاب احمد جلد اوّل صفحہ
۶۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۳
۶۵ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴
۶۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۶۲
۶۷ : آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۳۳۱
۶۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵
۶۹ : سیرت مسیح موعودؑ مولفہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صفحہ
۷۰ : مکتوباتِ احمد۔ جلد دوم صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸
۷۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰
۷۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۱۱
۷۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۶۲۵
۷۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۵
۷۵ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۳۰
۷۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۱۹
۷۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۲
۷۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۰
۷۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۹
۸۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸
۸۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۹۶
۸۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۷
۸۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۳
۸۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۴
۸۵ : بدر ۲۵ رمئی ۱۹۰۵ء

۸۶ : تذکرہ صفحہ ۱۹۰ طبع جدید
۸۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۲، ۲۴۳
۸۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۳
۸۹ : الفضل ۱۴؍جون ۱۹۳۸ء
۹۰ : الحکم ۲۴؍دسمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۶
۹۱ : الحکم ۳۰؍اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲
۹۲ : الحکم ۱۰؍اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۹
۹۳ : البقرہ: ۸
۹۴ : الذاریات: ۵۷
۹۵ : صحیح البخاری۔ کتاب الادب باب الانبساط الی الناس
۹۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۹
۹۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۸
۹۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۶۶
۹۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۶۷
۱۰۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۶۸
۱۰۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۶۹
۱۰۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۰۲
۱۰۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۲
۱۰۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۷
۱۰۵ : تذکرہ صفحہ ۳۴۹ طبع ۲۰۰۴ء
۱۰۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۶
۱۰۷ : بدر ۲۰؍اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ ک ۲
۱۰۸ : بدر ۲۷؍اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ ک ۳
۱۰۹ : الحکم ۳۰؍اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ ک ۱
۱۱۰ : الفضل ۱۶؍اپریل ۱۹۴۶ء
۱۱۱ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۱۵۹
۱۱۲ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۶۲۰۔ رسالہ تعلیم الاسلام دسمبر ۱۹۰۶ء
۱۱۳ : الحکم ۲۰؍فروری ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۰
۱۱۴ : الحکم ۱۰؍جولائی ۱۹۰۱ء
۱۱۵ : الحکم ۱۴؍ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۹

۱۱۶ : الحکم ۲۴؍نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۵
۱۱۷ : الحکم ۲۴؍جنوری ۱۹۰۲ء
۱۱۸ : ۲۸؍فروری ۱۹۰۲ء
۱۱۹ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۵۵۶، ۵۵۷
۱۲۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۷
۱۲۱ : الحکم ۲۴؍جون ۱۹۰۲ء
۱۲۲ : الحکم ۳۱؍جولائی ۱۹۰۲ء
۱۲۳ : الحکم ۲۴؍دسمبر ۱۹۰۲ء
۱۲۴ : البدر ۲۴؍مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۸
۱۲۵ : البدر ۷؍اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۳۱
۱۲۶ : البدر ۳؍جولائی ۱۹۰۳ء
۱۲۷ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۶۱۷ تا ۶۲۱
۱۲۸ : الحکم ۲۴؍جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲ مفہوماً
۱۲۹ : الحکم ۲۴؍جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲ مفہوماً
۱۳۰ : البدر ۵؍جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵
۱۳۱ : الحکم ۲۴؍جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳
۱۳۲ : الحکم ۱۷؍مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۴ مفہوماً
۱۳۳ : رسالہ تعلیم الاسلام دسمبر ۱۹۰۶ء
۱۳۴ : الحکم ۱۰؍فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۱
۱۳۵ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۳۴، ۲۳۵
۱۳۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۳۶
۱۳۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳
۱۳۸ : تذکرہ صفحہ ۲۶۹ طبع ۲۰۰۴ء
۱۳۹ : الحکم ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۳ء
۱۴۰ : البقرہ: ۱۸۸
۱۴۱ : تتمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۳۴، ۴۳۵
۱۴۲ : الفضل ۱۴؍جون ۱۹۳۸ء
۱۴۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲
۱۴۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۷۲
۱۴۵ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۷۱

۱۴۶ : الحدید۱۷

۱۴۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۲۶۲ تا ۲۶۴

۱۴۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۱۶۱

۱۴۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۱۶۷

۱۵۰ : تذکرہ صفحہ۱۹۰ طبع ۲۰۰۴ء

۱۵۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۱۹۹، ۲۰۰

۱۵۲ : تذکرہ صفحہ۵۲۵ طبع ۲۰۰۴ء

۱۵۳ : مشکوٰۃ المصابیح۔ باب نزول عیسیٰ۔ الفضل الثالث

۱۵۴ تذکرہ صفحہ۵۳ طبع ۲۰۰۴ء

۱۵۵ : تذکرہ صفحہ۵۳ طبع ۲۰۰۴ء

۱۵۶ : تذکرہ صفحہ۷۳ طبع ۲۰۰۴ء

۱۵۷ : تذکرہ صفحہ۵۲ طبع ۲۰۰۴ء

۱۵۸ : تذکرہ صفحہ۲۸۲ طبع ۲۰۰۴ء

۱۵۹ : تذکرہ صفحہ۵۱۳ طبع ۲۰۰۴ء

۱۶۰ : تذکرہ صفحہ۲۹ طبع ۲۰۰۴ء

۱۶۱ : تذکرہ صفحہ۳۰ طبع ۲۰۰۴ء

۱۶۲ : حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ۲۲۷

۱۶۳ : تذکرہ صفحہ۲۷۷ طبع ۲۰۰۴ء الحکم ۱۰؍جون ۱۹۰۳ء

۱۶۴ : تذکرہ صفحہ۱۱۱ طبع ۲۰۰۴ء

۱۶۵ : تذکرہ صفحہ۱۹۷ طبع ۲۰۰۴ء

۱۶۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۳۱۷ تا ۳۱۹

۱۶۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۳۲۰، ۳۲۱

۱۶۸ : بدر مورخہ ۲۰؍فروری ۱۹۰۸ء

۱۶۹ : سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب خطبۃ النکاح

۱۷۰ : نوح ۲۷

۱۷۱ : ھود:۴

۱۷۲ : نوح: ۱۱ تا ۱۳

۱۷۳ : البقرہ:۱۱۳

۱۷۴ : النساء:۲

۱۷۵ : الاحزاب:۷۱

۱۷۶ : الاحزاب:۲۲
۱۷۷ : الحشر:۱۹
۱۷۸ : بدر مورخہ ۲۷رفروری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲
۱۷۹ : ابراہیم:۸
۱۸۰ : تذکرہ صفحہ ۳۰ طبع ۲۰۰۴ء
۱۸۱ : الحکم ۱۴تا۲۱۔ مارچ ۱۹۰۹ء صفحہ ج، د
۱۸۲ : الفضل مورخہ ۲۳رفروری ۱۹۴۵ء
۱۸۳ : تذکرہ صفحہ ۲۹ طبع ۲۰۰۴ء
۱۸۴ : ضیاء الحق۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۲۳
۱۸۵ : تذکرہ صفحہ ۲۲۷ طبع ۲۰۰۴ء
۱۸۶ : تذکرہ صفحہ ۶۰۹ طبع ۲۰۰۴ء
۱۸۷ : تذکرہ صفحہ ۵۸۴ طبع ۲۰۰۴ء
۱۸۸ : تذکرہ صفحہ ۶۰۴ طبع ۲۰۰۴ء
۱۸۹ : تذکرہ صفحہ ۲۲۷ طبع ۲۰۰۴ء
۱۹۰ : بنی اسرائیل:۳۷
۱۹۱ : الحشر:۳
۱۹۲ : الحشر:۱۰
۱۹۳ : حٰم السجدہ:۳۱
۱۹۴ : الحشر:۱۹
۱۹۵ : الحشر:۲۰
۱۹۶ : بدر مورخہ ۱۳ردسمبر ۱۹۰۶ء
۱۹۷ : الحکم ۲۴رنومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۷
۱۹۸ : بدر ۲۲رنومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲
۱۹۹ : بدر ۲۲رنومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۸
۲۰۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۲۲ تا ۳۲۵
۲۰۱ : بدر ۱۳رمئی ۱۹۰۹ء صفحہ ۲ ک ۳
۲۰۲ : تذکرہ صفحہ ۱۱۰ طبع ۲۰۰۴ء
۲۰۳ : تذکرہ صفحہ ۳۴۳ طبع ۲۰۰۴ء
۲۰۴ : حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۸
۲۰۵ : الفضل مورخہ ۱۰رجون ۱۹۱۵ء

٢٠٦ : تذکرہ صفحہ ۸۴ طبع ۲۰۰۴ء
٢٠٧ : الاحزاب:۲۲
٢٠٨ : الذاریٰت:۵۷
٢٠٩ : البقرہ:۲۵۷
٢١٠ : البقرہ:۲۲۴
٢١١ : الاحقاف:۱۷
٢١٢ : حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۶۷ حاشیہ
٢١٣ : النساء:۳۵
٢١٤ : التحریم:۷
٢١٥ : صحیح البخاری۔کتاب النکاح باب المرأۃ رعیۃ
٢١٦ : البقرہ:۲۱۷
٢١٧ : سنن ابن ماجہ۔کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء
٢١٨ : الطلاق:۳
٢١٩ : الطلاق:۴
٢٢٠ : النساء:۲
٢٢١ : النساء:۲
٢٢٢ : صحیح البخاری۔کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح (مفہوماً)
٢٢٣ : بدائع الصناع فی الترتیب الشرائع۔جذو ۱۴ صفحہ ۲۱۲۔دار الکتاب بسنان ۱۹۸۶ء
٢٢٤ : البقرہ:۲۲۴
٢٢٥ : البقرہ:۱۸۸
٢٢٦ : الاعراف:۲۷
٢٢٧ : النساء:۲
٢٢٨ : الاحزاب:۷۱
٢٢٩ : الاحزاب:۷۲
٢٣٠ : الاحزاب:۷۲
٢٣١ : الحشر:۱۹
٢٣٢ : تحفہ بغداد۔روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۲
٢٣٣ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۱۵ بعنوان ''عربی زبان میں ایک خط''
٢٣٤ : خطبہ الہامیہ۔روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۲۵۹
٢٣٥ : تذکرہ صفحہ ۵۲۵ طبع ۲۰۰۴ء

۲۳۶ : الفضل مورخہ ۱۷؍جون ۱۹۱۵ء
۲۳۷ : الفضل مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۷ء
۲۳۸ : الفضل مورخہ ۲۷؍فروری ۱۹۱۷ء
۲۳۹ : تذکرہ صفحہ ۳۸۴ طبع ۲۰۰۴ء
۲۴۰ : براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۹ تذکرہ صفحہ ۴۵۳ طبع ۲۰۰۴ء
۲۴۱ : تذکرہ صفحہ ۶۰۴ طبع ۲۰۰۴ء
۲۴۲ : تذکرہ صفحہ ۶۷۵ طبع ۲۰۰۴ء
۲۴۳ : الحجرات:۱۸
۲۴۴ : تذکرہ صفحہ ۳۹ طبع ۲۰۰۴ء
۲۴۵ : الحکم مورخہ ۳۱؍مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۸،۹
۲۴۶ : رسالہ کشف الاختلاف صفحہ ۱۳،۱۴
۲۴۷ : ریویو آف ریلیجنز دسمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۴۸۰
۲۴۸ : البروج:۱۱
۲۴۹ : الحکم مورخہ ۲۱ تا ۲۸ جون ۱۹۱۲ء
۲۵۰ : الحکم ۱۴؍جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۳
۲۵۱ : الفضل مورخہ ۱۷؍ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۴ کالم ۳
۲۵۲ : الفضل مورخہ ۱۱؍مارچ ۱۹۱۴ء زیر عنوان ''آمد مہمانان''
۲۵۳ : النساء:۴۰
۲۵۴ : الفضل یکم اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۲۲ کالم ۱
۲۵۵ : تذکرہ صفحہ ۳۵۷ طبع ۲۰۰۴ء
۲۵۶ : آئینہ صداقت صفحہ ۱۸۸ تا ۱۹۰
۲۵۷ : الحکم جوبلی نمبر دسمبر ۱۹۳۹ء بدر مورخہ
۲۵۸ : بدر مورخہ ۲؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۶
۲۵۹ : بدر مورخہ ۲؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۶
۲۶۰ : بدر مورخہ ۲؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱
۲۶۱ : الفضل ۱۲؍نومبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱ کالم ۱
۲۶۲ : الفضل ۱۱؍مارچ ۱۹۱۴ء، ۱۸؍مارچ ۱۹۱۴ء
۲۶۳ : الحکم ۱۴؍مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۰
۲۶۴ : الحج:۴۸
۲۶۵ : الفضل ۱۸؍مارچ ۱۹۱۴ء

۲۶۶ : الحکم ۱۴؍اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۹
۲۶۷ : منصبِ خلافت ۔ انوار العلوم جلد صفحہ
۲۶۸ : الفضل ۲۰؍اپریل ۱۹۱۴ء ۔ منصبِ خلافت ۔ انوار العلوم جلد صفحہ
۲۶۹ : الحکم ۱۴؍اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۹، ۱۰ ۔ الحکم ۲۱؍اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۷، ۸ ۔ منصبِ خلافت ابتدائی مسرورق اندرون
۲۷۰ : الحکم ۱۴؍اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۲
۲۷۱ : الفضل ۱۳؍فروری ۱۹۴۵ء صفحہ ۱
۲۷۲ : الفضل ۲۱؍جنوری ۱۹۱۴ء صفحہ ۱
۲۷۳ : الحکم ۱۷ تا ۲۴؍دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳
۲۷۴ : الحکم ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۴ء
۲۷۵ : الفضل ۱۸؍اپریل ۱۹۴۵ء
۲۷۶ : بدر ۸؍جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۳
۲۷۷ : الحکم ۱۴؍مارچ ۱۹۳۵ء
۲۷۸ : سفرنامہ ابن السبیل بحوالہ تاثراتِ قادیان صفحہ ۸۳، ۸۴
۲۷۹ : ترمذی کتاب البرّ و الصلۃ باب رحمۃ المسلمین
۲۸۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۶
۲۸۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹
۲۸۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۷۹
۲۸۳ : الحکم ۱۰؍جون ۱۹۰۲ء
۲۸۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۹۶
۲۸۵ : تذکرہ المہدی حصہ دوم صفحہ ۳۸
۲۸۶ : الحکم ۱۴ اکتوبر تا ۷؍نومبر ۱۹۱۸ء
۲۸۷ : موطا امام مالک کتاب حسن الخلق ما جاء فی المھاجرۃ
۲۸۸ : البقرہ: ۲۸۰
۲۸۹ : بنی اسرائیل: ۱۶
۲۹۰ : تذکرہ صفحہ ۶۳ طبع ۲۰۰۴ء
۲۹۱ : سنن الترمزی ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی الشکر لمن احسن الیک
۲۹۲ : محمد: ۵
۲۹۳ : فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۶ صفحہ ۴۹۱
۲۹۴ : تذکرہ صفحہ ۲۶۸ طبع ۲۰۰۴ء
۲۹۵ : الحکم ۳۱؍اگست ۱۹۰۳ء

۲۹۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۶
۲۹۷ : تذکرہ صفحہ ۳۸۳ طبع ۲۰۰۴ء
۲۹۸ : النساء:۴۲
۲۹۹ : البقرہ:۱۰۳
۳۰۰ : الحکم ۱۰/مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱،۱۲
۳۰۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۱۵
۳۰۲ : الحکم ۷/نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۴
۳۰۳ : ریویو آف ریلیجنز جلد ۹ صفحہ ۸۰
۳۰۴ : الفضل ۱۹/اپریل ۱۹۲۳ء صفحہ ۷
۳۰۵ : الفضل ۲۶/اپریل ۱۹۲۳ء صفحہ ۱
۳۰۶ : الفضل ۱۷/مئی ۱۹۲۳ء
۳۰۷ : الشعراء:۲۱۵
۳۰۸ : الفضل ۱۹/جنوری ۱۹۲۶ء صفحہ ۲
۳۰۹ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۱۹۷
۳۱۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۴
۳۱۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۹۰
۳۱۲ : الاحزاب:۲۴
۳۱۳ : صحیح مسلم کتاب الایمان باب ان الاسلام بدًا غریباً و سیعود غریباً و انه یارز بین المسجدین
۳۱۴ : الانسان:۱۰
۳۱۵ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷
۳۱۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۰
۳۱۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۵
۳۱۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۳
۳۱۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۶۷
۳۲۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸
۳۲۱ : تذکرہ صفحہ ۱۴ طبع ۲۰۰۴ء
۳۲۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴
۳۲۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۱۵
۳۲۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۲
۳۲۵ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۷

۳۲۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۱
۳۲۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۸ تا ۳۱۰
۳۲۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۰، ۲۵۱
۳۲۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۲
۳۳۰ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۰۹
۳۳۱ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۲۲
۳۳۲ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۲۳، ۴۲۶
۳۳۳ : الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۵، ۶
۳۳۴ : الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۷
۳۳۵ : الحکم ۲۸/ مئی ۱۹۱۴ء صفحہ ۳
۳۳۶ : الحکم ۲۸/ فروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۵
۳۳۷ : الفضل ۴/ جولائی ۱۹۲۴ء
۳۳۸ : الفضل ۹ جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ا حاشیہ
۳۳۹ : رپورٹ مشاورت ۱۹۲۳ء صفحہ
۳۴۰ : سنن الترمذی کتاب العلم باب ماجاء الدال علی الخیر کفاعلہ
۳۴۱ : الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۱ء
۳۴۲ : تذکرہ المہدی صفحہ ۲۴۸، ۲۴۹
۳۴۳ : الحکم ۲۴/ اکتوبر ۱۹۰۲ء
۳۴۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۷۶
۳۴۵ : الحکم ۲۴/ نومبر ۱۹۰۴ء
۳۴۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۷۴
۳۴۷ : الحکم ۱۰/ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ کالم ۴
۳۴۸ : الحکم ۱۰/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ا
۳۴۹ : الحکم ۱۷ تا ۲۴/ جولائی ۱۹۰۴ء
۳۵۰ : البدر ۱۷ تا ۲۴/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۶
۳۵۱ : الحکم ۱۷ تا ۲۴/ اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ ک ا
۳۵۲ : الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۸
۳۵۳ : البدر یکم ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ ک ا
۳۵۴ : الحکم ۲۴/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ ک ۳
۳۵۵ : الحکم ۳۰/ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ ک ۳

۳۵۶ : الحکم ۱۰، ۱۷/ اکتوبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۷ ک ۴

۳۵۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۰۴

۳۵۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۱۲

۳۵۹ : الطلاق:۳

۳۶۰ : الحکم ۲۱ /جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۳ تا ۵

۳۶۱ : ریویو آف ریلیجنز نومبر ۱۹۱۱ء

۳۶۲ : ریویو آف ریلیجنز اپریل ۱۹۱۲ء

۳۶۳ : منصبِ خلافت۔ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۵۳

۳۶۴ : الفضل ۲۲/ اپریل ۱۹۱۴ صفحہ ۱۸ الحکم ۷/ مئی ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۰

۳۶۵ : ریویو آف ریلیجنز جنوری ۱۹۱۶ء صفحہ ۳۸

۳۶۶ : سالانہ رپورٹ از یکم اکتوبر ۱۹۱۸ء تا ۱۳/ستمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۳

۳۶۷ : یٰسین :۸۲ تا ۸۴

۳۶۸ : آل عمران:۱۰۴

۳۶۹ : العصر:۴

۳۷۰ : حٰم السجدہ:۳۱

۳۷۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴

۳۷۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۳، ۳۰۴

۳۷۳ : البدر یکم فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ ک ۳

۳۷۴ : البقرہ:۱۸۸

۳۷۵ : **ترمذی کتاب الدعوات جاب عقدالتسبیح بالید**

۳۷۶ : البقرہ:۶۶

۳۷۷ : الکوثر

۳۷۸ : الاحزاب:۴۱

۳۷۹ : البقرہ:۲۰۹

۳۸۰ : البقرہ:۱۳۳

۳۸۱ : **تفسیر الکبیر لا مام الفخر الرازی. تفسیر سورة الفاتحہ القسم الثانی الفصل الاوّل**

۳۸۲ : البقرہ:۸۲

۳۸۳ : بنی اسرائیل:۸۰

۳۸۴ : فتح الباری جز ۱۱ صفحہ ۳۵۳، ۳۵۴

۳۸۵ : تذکرہ صفحہ ۲۶۰ طبع ۲۰۰۴ء

۳۸۶ : تذکرہ صفحہ ۶۵۹ طبع ۲۰۰۴ء

۳۸۷ : تذکرہ صفحہ ۲۶۰ طبع ۲۰۰۴ء

۳۸۸ : الذاریٰت:۲۳،۲۴

۳۸۹ : الاعراف:۱۹۷

۳۹۰ : الطلاق:۳

۳۹۱ : الطلاق:۴

۳۹۲ : تذکرہ صفحہ ۳۳۷ طبع ۲۰۰۴ء

۳۹۳ : تذکرہ صفحہ ۳۳۵ طبع ۲۰۰۴ء

۳۹۴ : الحکم ۲۴ر نومبر ۱۹۰۱ء

۳۹۵ : الحجرات:۱۴

۳۹۶ : **شعب الایمان للبیہقی باب السابع و الخمسون من شعب الایمان فصل فی طلاقۃ الوجہ**

۳۹۷ : تذکرہ صفحہ ۳۳۷ طبع ۲۰۰۴ء مفہوماً

۳۹۸ : تذکرہ صفحہ ۳۳۸ طبع ۲۰۰۴ء

۳۹۹ : تذکرہ صفحہ ۲۷،۲۸ مفہوماً

۴۰۰ : آل عمران:۵۵

۴۰۱ : الحکم ۳۰ر نومبر ۱۹۰۱ء

۴۰۲ : الفضل ۱۵ر جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۲

۴۰۳ : بنی اسرائیل:۳۰

۴۰۴ : آل عمران:۱۰۴

۴۰۵ : آل عمران:۱۰۷

۴۰۶ : تذکرہ صفحہ ۵۶۸ طبع ۲۰۰۴ء

۴۰۷ : مذاہب الرحمٰن ۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۳۵

۴۰۸ : مکتوباتِ احمد جلد پنجم نمبر پنجم مکتوبات نمبر ۲/۱۴۳

۴۰۹ : تذکرہ صفحہ ۳۳۳،۳۳۴، طبع ۲۰۰۴ء

۴۱۰ : تذکرہ صفحہ ۳۴۰ طبع ۲۰۰۴ء

۴۱۱ : المومنون:۴

۴۱۲ : الحکم ۲۴ر مارچ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲

۴۱۳ : تذکرہ صفحہ ۳۴۰ طبع ۲۰۰۴ء

۴۱۴ : تذکرہ صفحہ ۳۴۹ طبع ۲۰۰۴ء

۴۱۵ : الضحیٰ:۱۲

٤١٦ : طٰہٰ:٤٩
٤١٧ : الحکم۱۳؍اکتوبر۱۹۰۲ءصفحہ۷
٤١٨ : تذکرہ صفحہ۳۶۳طبع۲۰۰۴ءمفہوماً
٤١٩ : تذکرہ صفحہ۳۶۶طبع۲۰۰۴ء
٤٢٠ : تذکرہ صفحہ۳۶۶طبع۲۰۰۴ء
٤٢١ : المومن:٦١
٤٢٢ : البقرہ:۱۵۲تا۱۵۷
٤٢٣ : چشمۂ معرفت۔روحانی خزائن جلد۲۳صفحہ۲۳
٤٢٤ : تذکرہ صفحہ۳۴۸طبع۲۰۰۴ء
٤٢٥ : چشمۂ معرفت۔روحانی خزائن جلد۲۳صفحہ۳۳۹
٤٢٦ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۳۱۴
٤٢٧ : نزول المسیح صفحہ۱۱۹تا۱۲۲۔روحانی خزائن جلد۱۸صفحہ۴۹۷تا۵۰۰
٤٢٨ : نزول المسیح صفحہ۱۱۹تا۱۲۲۔روحانی خزائن جلد۱۸صفحہ۴۹۷تا۵۰۰
٤٢٩ : الفضل مورخہ۲۵؍دسمبر۱۹۴۳ء
٤٣٠ : الفضل مورخہ۹؍فروری۱۹۴۵ء
٤٣١ : الفضل۱۰؍فروری۱۹۴۵ء
٤٣٢ : الفضل مورخہ۱۴؍فروری۱۹۴۵ءصفحہ۱،۱۵؍فروری۱۹۴۵ءصفحہ۱
٤٣٣ : الفضل مورخہ۱۲؍فروری۱۹۴۵ءصفحہ۲
٤٣٤ : تذکرہ صفحہ۳۸۳طبع۲۰۰۴ء
٤٣٥ : الفضل مورخہ۱۲؍فروری۱۹۴۵ء
٤٣٦ : نوائے وقت۳؍مارچ۱۹۵۲ء۔بحوالہ الفضل مورخہ۴؍مارچ۱۹۵۲ء
٤٣٧ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۱۴۷
٤٣٨ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۱۵۹
٤٣٩ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۱۶۰
٤٤٠ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۱۶۱
٤٤١ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ۱۶۲
٤٤٢ : سیرت حضرت ام المومنین حصہ دوم صفحہ۴۰۱تا۴۱۹
٤٤٣ : الفضل۲۴؍جولائی۱۹۳۷ءصفحہ۱۶
٤٤٤ : عبس:۳۹،۴۰
٤٤٥ : **ترمذی کتاب الرؤیا باب لھم البشریٰ فی الحیوة الدنیا**

۴۴۶ : البقرہ:۱۴۴

۴۴۷ : آل عمران:۱۹

۴۴۸ : مسند احمد بن حنبل باب مسند انس بن مالکؓ

۴۴۹ : البدر ۸،۱۶ / جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۳۔ الحکم ۱۰ / جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰

۴۵۰ : البقرہ:۸

۴۵۱ : ابراہیم:۸

۴۵۲ : آل عمران:۴۰

۴۵۳ : تذکرہ صفحہ ۱۹۷ طبع ۲۰۰۴ء

۴۵۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹

۴۵۵ : ترمذی کتاب البرّ و الصلة باب رحمة المسلمین

۴۵۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۶

۴۵۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۱۳

۴۵۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۷۸

۴۵۹ : النور:۲۳

۴۶۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸

۴۶۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۷

۴۶۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۵

۴۶۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۷

۴۶۴ : سیرت حضرت ام المومنین حصہ دوم صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸

۴۶۵ : الحکم ۷، ۱۴ / مئی ۱۹۴۳ء

۴۶۶ : بدر ۸ / اپریل ۱۹۵۲ء صفحہ ۸

۴۶۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۱۶

۴۶۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۰۳

۴۶۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۰۴

۴۷۰ : ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۷ تا ۷۷۷۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۱۹، ۵۲۰

۴۷۱ : ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۶، ۵۲۷

۴۷۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۶۲

۴۷۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۰۴

۴۷۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۴

۴۷۵ : مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۱۰

۴۷۶ : الحکم ۲۴؍نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۴

۴۷۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۳، ۲۸۴

۴۷۸ : الانعام: ۱۶۳

۴۷۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹

۴۸۰ : مشکوٰۃ المصابیح۔ باب مناقب الصحابہ صفحہ ۵۴۴ طبع آرام باغ کراچی

۴۸۱ : کتاب الزہر ابن ابی عالم جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۸۵

۴۸۲ : التوبہ: ۱۰۴

۴۸۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۵۸

۴۸۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۶۱

۴۸۵ : المائدہ: ۹۴

۴۸۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۶۷

۴۸۷ : تذکرہ صفحہ ۱۹۰ طبع ۲۰۰۴ء

۴۸۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۹۹، ۲۰۰

۴۸۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۱۱

۴۹۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۶

۴۹۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۸

۴۹۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۳۰

۴۹۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۲۹

۴۹۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۰

۴۹۵ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۳۴

۴۹۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۳۶

۴۹۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۳۹

۴۹۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۳۳

۴۹۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۳

۵۰۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۱

۵۰۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۴

۵۰۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۶

۵۰۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۷

۵۰۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۶۶

۵۰۵ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۹

۵۰۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۶۷
۵۰۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۷۰
۵۰۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۰
۵۰۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۲
۵۱۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۷۱
۵۱۱ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۶۳، ۲۶۴
۵۱۲ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۷۶
۵۱۳ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۵
۵۱۴ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۹۱، ۲۹۲
۵۱۵ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۹۶
۵۱۶ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۹۳
۵۱۷ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۳
۵۱۸ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۳۰۵
۵۱۹ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۱۴۱
۵۲۰ : مکتوباتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۸۵

اشاریہ

اصحاب احمد جلد دوم

﴿مرتبہ: عبدالمالک﴾

آیاتِ قرآنیہ

احادیث نبویؐ

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

عربی

اردو

اسماء

آ۔الف

د۔ڈ۔ذ۔ر

س۔ش

ف۔ک

ک۔گ

ل

م

و۔ہ۔ی

مقامات

آ۔الف

ب

پ۔ت۔ٹ

ک۔گ

ل۔م

ن

ہ

ی